حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

اور

اُن کے خلفائے کرام

(الجزء الثانی)

(ناشر)

حضرت مولانا محمد یوسف متالا (مدظلہ العالی)

دار العلوم العربیہ الاسلامیہ۔ ھول کمب

بری۔ انگلینڈ

حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

اور

اُن کے خلفائے کرام

(الجزء الثانی)

(ناشر)

(حضرت مولانا) محمد یوسف مُتالا (مدظلہ العالی)

دار العلوم العربیہ الاسلامیہ - ھول کمب

بری - انگلینڈ

نام کتاب :- حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ
اور ان کے خلفائے کرام

الجزء :- الثانی

ترتیب وتجمیع :- (حضرت مولانا) محمد یوسف متالا
مہتمم دار العلوم ، بری ، لندن

سائز :- ۱۶/۳۶ × ۲۳

کتابت :- حسین احمد نجیب

سال طباعت :-

تعداد طباعت :-

صفحات :- چارسو بتیس (۴۳۲)

ہدیہ :-

ناشر

(حضرت مولانا) محمد یوسف متالا

احمد برادرس پرنٹرز ناظم آباد کراچی

فہرست مضامین خلفائے کرام

فہرست مضامین خلفائے کرام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

تقدیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

دین ودنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں تدبیر الٰہی کارفرما نہ ہو۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے سلسلۂ نبوت، سید المرسلین خاتم النبیین امام المتقین قائد الغر المحجلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم فرما کر دین کی تکمیل کر دی، اور قیامت تک اس دین کو قائم و دائم رکھنے کا وعدہ فرما لیا۔ اس گلشن نبوی کی غور و پرداخت، اس کی حفاظت و صیانت، اس کی تجدید و احیاء، اور اس کی بقاء و دوام کے لئے ایسا معجزانہ اور محیر العقول نظام قائم فرمایا جس کے ذریعہ ہر دور میں وعدۂ الٰہی: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کا ظہور ہوتا رہا۔

دین کی حفاظت و صیانت کا یہ کام تدبیر الٰہی نے ایسے رجال کار سے لیا جنہوں نے تمام مشاغل سے یکسو ہو کر اپنی حیات مستعار کے لمحات دینی خدمات کے لئے وقف کر دیئے۔ اور پھر جس سے جو کام لینا منظور تھا اس کو اس کام کے مناسب ہمت و استعداد اور قویٰ و ملکات سے آراستہ کیا گیا۔ اور اس کے دل میں اس کا ایسا جذبہ و داعیہ اور ایسا شوق و ولولہ پیدا فرمایا کہ گویا دنیا میں کرنے کا بس یہی

ایک کام ہے۔ اور انسان کو بس اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے ؎

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار
بگذارند و خمِ طرۂ یارے گیرند

خدمت دین کے مختلف شعبے ہیں، اور حکمت الٰہیہ کو یہ سبھی شعبے چلاتے ہیں۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے خدّام دین کے اذواق بھی مختلف رکھے ہیں، کسی کو کسی شعبہ سے فطری وذوقی مناسبت ہے اور کسی کو کسی دوسرے سے۔ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق خدمت دین کی کوئی سی لائن اختیار کر لیتا ہے اور اس فطری اختلاف ذوق ہی کی برکت ہے کہ دین کے تمام شعبے چل رہے ہیں۔ جس کے لئے نہ کوئی منصوبہ بندی کی جاتی ہے اور نہ کسی کو یہ احساس ہوتا ہے کہ کارخانۂ خدمت دین میں تقسیم کار کا کوئی تکوینی اصول کارفرما ہے۔ الغرض خدّام دین، دین کا کام خود نہیں کرتے بلکہ تدبیر الٰہی ان سے کام لیتی ہے ؎

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمت بر آہوئے چیں بستہ اند

پھر بعض حضرات ایسے ہیں جو صرف کسی ایک شعبہ کے کارکن ہیں، اور بعض سے ایک سے زیادہ شعبوں میں کام لیا جاتا ہے۔ اور بعض حضرات کو عنایت ازلیہ خدمات دینیہ کا قطب مدار بنا دیتی ہے، حق تعالیٰ ان کی شخصیت میں ایسی محبوبیت و موزونیت، ایسی جامعیت و جاذبیت اور ایسی ایمانی و روحانی مقناطیسی قوت ودیعت فرما دیتے ہیں کہ اس دور کے مختلف اذواق و مزاج کے اہل قلوب و رجال کار کشاں کشاں ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، اس طرح ان کی شخصیت دینی خدمات کی تمام لائنوں کے رجال کار کے لئے نقطۂ ارتکاز اور مرکز ثقل کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے، ان کی تاثیر صحبت اور تربیت و توجہ سے دینی کام

کے تمام شعبوں میں ایک نئی حرارت اور نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور علم و عرفان کی رگوں میں نیا خون دوڑنے لگتا ہے۔ اور خدام دین میں شوق و ولولہ کی ایک نئی لہر پیدا ہو جاتی ہے۔

حفاظت دین کا یہ وہ تکوینی نظام ہے جسے تدبیرِ الٰہی ہر دور میں بروئے کار لاتی رہی ہے۔ خود برِصغیر (پاک ہند) کے حالات پر غور کیا جائے تو نظر آئے گا کہ جب سے یہ خطّہ اسلام کے نور سے منور ہوا ہے ہر زمانے میں ایک نہ ایک ایسی مرکزی شخصیت موجود رہی ہے، خصوصاً امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے دور سے مسلسل ایسی طاقتور شخصیتیں مسندِ اصلاح و ارشاد پر جلوہ گر رہی ہیں۔ مثال کے طور پر مجددی سلسلہ میں حضرت شیخ آدم بنوری رح، حضرت خواجہ محمد معصوم رح اور ان کے خلفاء، حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رح اور ان کے اخلافِ رشید، حضرت سید احمد شہید رح اور ان کے متوسلین، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح، حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری (قدس اللہ اسرارہم) اور دیگر بہت سے اکابر اپنے دور میں مرجع خلائق رہے ہیں۔

حضرت قطب الاقطاب شیخ المشائخ الحاج الحافظ الحجۃ مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہٗ ہمارے اس آخری دور میں اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی اور اسی مقدس قافلہ کے ایک فرد فرید تھے۔ جو اپنے تمام اکابر کے محبوب ان کے جانشین اور ان کی نسبتوں کے جامع تھے۔ اکابر مشائخ کے بعد جس طرح آپ کی طرف مخلوق کا رجوع عام ہوا، اور آپ نے اپنے امراض و

اعراض کے باوجود جس ہمت و عزیمت، نشاط و توجہ اور بلند ہمتی کے ساتھ اصلاح و ارشاد اور مردم سازی کا کام کیا اس سے اکابر سلف کی یاد تازہ ہو گئی۔ آپ کے فیضان صحبت سے خلفاء و متوسلین کی ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جنہوں نے اقلیم در اقلیم دینی خدمات کے مختلف شعبوں کو سنبھالا۔

مشائخ متقدمین کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے خلفاء کی تربیت کر کے مختلف علاقے اور ولایتیں ان کے سپرد فرما دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ مشہور ہے خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ نے اپنے شیخ کے حکم پر ہندوستان کو اپنا مستقر بنایا۔ اور ولایتِ ہند کی اصلاح و تربیت شیخ کی جانب سے ان کے سپرد کی گئی۔ ان ہی اکابر کے نقش قدم پر حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے معتمد علیہ حضرات کو خاص خاص علاقوں، ملکوں اور برِاعظموں میں بھیجا۔ اور وہاں مدرسہ و خانقاہ قائم کرنے کے لئے خود ابتدائی چندہ بھی مرحمت فرمایا۔ آپ کے خلیفۂ اعظم حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہم العالی نے اپنے مشہور قصیدہ "وصف شیخ" میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

ضعفِ پیری، کثرتِ امراض کردش مضمحل
لیک بہر خدمت دین ہمتے دارد جواں

خانقاہ و مدرسہ قائم نمودہ جا بجا
تربیت کردہ فرستد کارواں در کارواں

مکہ، طیبہ، پاک، افریقہ رسید فیض او
ساخت مرکز مورشس، رنگون، لندن، انڈماں

حضرت شیخ رح کا فیض ابرِ رحمت کی طرح برس رہا تھا کہ یکم شعبان (حجازی)

۱۴۰۲ھ کو حضرتؒ کو ربِ کریم کی طرف سے بلاوا آیا، جس کے لئے وہ ایک مدت سے بے تاب تھے، اور حضرتؒ نے "یاکریم یاکریم" کا ورد کرتے ہوئے جان جاں آفرین کے سپرد کردی۔ یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔

حضرتؒ کے خدام پر اس حادثہ پر سراسیمگی وحیرانی کی وہی کیفیت طاری ہوئی جو اکابر مشائخ کے بعد طاری ہوا کرتی ہے۔ رمضان مبارک میں حضرت کے چند خدام نے عمرہ کرنے کے بعد حرم شریف میں مشورہ کیا کہ حضرتؒ کے مآثر کو مرتب کیا جائے کہ حضرت سے استفادہ کی اب یہی صورت ہے ؎

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب؛

چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف متالا نے، جو حضرتؒ کے محبوب و محب خلیفہ ارشد ہیں، اپنے ادارہ کی طرف سے حضرت شیخ اور آپ کے خلفاء کرام کے حالات مرتب کر کے شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا، اور اس کے لئے حضرتؒ کے خلفاء کے نام مندرجہ ذیل سوال نامہ ارسال فرمایا:

"۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ
۱۱ جولائی ۸۲ء

مخدوم مکرم حضرت   مدفیوضکم وبرکاتکم

بعد سلام مسنون! قطب الاقطاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے وصال پر ملال کے بعد مختلف افراد واداروں نے حضرتؒ کے متعلق مختلف موضوعات پر کام شروع کر رکھا ہے۔ دار العلوم کی طرف سے کام کے متعلق خود ہمارے ذہن میں بھی تھا۔ اور حضرتؒ کے بعض خدام نے بھی

یاد دہانی کرائی کہ حضرتؒ نے دار العلوم کی طرف سے ایک رسالہ کا اجراء تجویز فرما کر تبرکاً چندہ بھی مرحمت فرمایا تھا۔ اس کا اجراء حضرت کے نمبر سے ہونا چاہیئے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم وحضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب دامت برکاتہم وحضرت مولانا محمد شاہد صاحب مدفیوضہم کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ دار العلوم کی طرف سے حضرتؒ کے حالات اور حضرتؒ کے خلفاء کرام کے حالات جمع کر کے شائع کئے جائیں گے۔ تاکہ رہتی دنیا کے انسانوں کے لئے نمونۂ عمل واسوہ بنیں اور تاریخ محفوظ ہو جائے کہ حضرتؒ نے اس قحط الرجال کے دور میں کتنا زبردست مردم سازی کا کام انجام دیا ہے۔

سہولت اور واقعات کی یاد دہانی کے خاطر یہ ایک سوالنامہ اس عریضہ کے ہمراہ ارسال خدمت ہے۔ جو دیگر خلفاء کرام کی خدمات میں بھی بھیجا جا رہا ہے۔ اسے سامنے رکھ کر اپنی زندگی کا وہ پہلو جس کا کسی بھی درجہ میں حضرتؒ کے ساتھ تعلق ہوا سے بہت تفصیل سے تحریر فرمادیں۔

اس لئے کہ "حضرت اقدس کے خلفاء" کے نام سے ایک مبسوط کتاب ایک سے زیادہ جلدوں میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ جتنا جلد ممکن ہو آپ اپنے حالات تحریر فرما کر ارسال فرمادیں۔ اور دعا بھی فرمادیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کام کو جلد پایۂ تکمیل کو پہنچائیے اور ہم سب کو حضرتؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرماوے۔

جواب بھیجتے وقت اوپر چھپا ہوا   فقط والسلام
پتہ صرف انگریزی میں تحریر فرماویں   احقر یوسف متالا
از مدینہ منورہ

سوالنامہ

(١) مکمل اسم گرامی ۔ پتہ ، فون نمبر

(٢) آپ کی تاریخ پیدائش ۔ بچپن کی تعلیم و تربیت ۔ اعلیٰ دینی تعلیم ۔ تعلیم سے فراغ ۔ نکاح ۔ اولاد ۔ دینی خدمت کا آغاز ۔ موجودہ مشغلہ ۔ اب تک کی آپ کی زندگی کے خصوصی واہم احوال مختصر طور پر تحریر فرماویں ۔

(٣) آپ کے علاقہ کی مختصر دینی صورت حال ۔

(٤) آپ نے حضرتؒ کو کس عمر سے جانا ؟ سب سے پہلے حضرتؒ کی زیارت کہاں اور کیسے ہوئی ؟ مفصل واقعہ کی صورت میں تحریر فرمائیں ۔

(٥) حضرتؒ سے بیعت واصلاحی تعلق کی کیا شکل ہوئی ؟ کیا آپ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے سے قبل کسی اور سے وابستہ تھے یا براہ راست حضرت ہی سے ابتداءً بیعت ہوئے ؟ بہر صورت حضرتؒ سے تعلق جوڑنے کا واقعہ تفصیلاً تحریر فرماویں ۔

(٦) مختلف مشائخ میں سے آپ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو کیسے اور کیوں منتخب کیا اور ان کے دامن تربیت سے وابستگی کے لئے کیا اسباب ومحرکات پیش آئے ؟

(٧) بیعت بالمشافہ ہوئے یا خط سے ؟ پہلی صورت میں بیعت کا قصہ یاد ہو اور بیعت کے وقت حضرت نے کوئی خصوصی نصیحت فرمائی ہو تو تحریر فرماویں اور خط سے بیعت کی صورت

میں خط کی فوٹو کاپی یا نقل آسانی سے بھیج سکیں تو ضرور بھیجدیں ۔

(٨) بیعت کے بعد اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں حضرتؒ سے جو خط وکتابت ہوئی ہو ان مکاتیب میں سے جن مکاتیب کی اشاعت سالکانِ طریقت وتصوف کے لئے مفید ہو وہ مکاتیب یا ان کے اقتباسات نقل کرکے ارسال فرمادیں ۔

(٩) حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں مشہور تھا کہ جب حضرت کی طرف سے ڈانٹ پڑتی تھی تو وہ خصوصی توجہات کا پیش خیمہ ہوتی تھی اس طرح کے واقعات آپ کے ساتھ پیش آئے ہوں یا آپ کے سامنے اور کسی کے ساتھ پیش آئے ہوں تو اسے تحریر فرماویں ۔

(١٠) حضرت اقدس قدس سرہٗ کی طرف سے خصوصی خدام و متعلقین پر روحانی عطایا کے ساتھ مادی و مالی ہدایا کی بارش رہا کرتی تھی اس طرح کی خصوصی شفقتیں آپ کے ساتھ رہی ہوں تو اسے بھی تحریر فرماویں ۔

(١١) حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کا انداز تربیت ہر شخص کے مزاج کے اعتبار سے ہر ایک سے الگ الگ رہا ، آپ کے ساتھ تربیت کا تعلق کس نوعیت کا رہا ؟ نیز حضرت سے تعلق قائم کرنے کے بعد معمولات میں زیادتی و ترقی کیسے ہوئی ؟ آپ کے معمولات کے سلسلہ میں حضرت کی طرف سے جو ہدایات زبانی یا بذریعہ خطوط آپ کو ملی ہوں ان سب احوال کو بسط کے ساتھ تحریر فرماویں بالخصوص آپ نے حضرتؒ سے

امراض قلب کے علاج کے متعلق دریافت کیا ہو اور حضرتؒ نے کوئی علاج تجویز فرمایا ہو اسے بھی ضرور نقل فرما کر ارسال فرما دیں۔

(۱۲) حضرت کی طرف سے آپ کو خلافت کب اور کہاں عطا ہوئی اور اس موقع پر کوئی چیز حضرت نے بطور یادگار مرحمت فرمائی ہو یا کوئی خاص نصیحت فرمائی ہو تو اس کو ذرا تفصیل سے تحریر فرما دیں اور اگر حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے خلافت تحریری ملی ہو تو اجازت نامہ کی نقل ارسال فرما دیں۔

(۱۳) حضرت اقدسؒ اپنے خلفاء و مجازین کے بارے میں اس کے متمنی رہتے تھے کہ وہ حضرت کے یہاں آنے کے بجائے اپنی جگہ جگہ جم کر بیٹھیں اور کام میں لگیں اس سلسلہ میں آپ کو بھی خصوصی ہدایت فرمائی ہو تو اسے بھی تحریر فرما دیں۔

(۱۴) حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو تصنیفی و تالیفی ذوق بہت زیادہ تھا اس سلسلہ میں کیا حضرت نے آپ کو کسی کتاب کی تالیف کا اپنی طرف سے حکم فرمایا۔ یا حضرت نے آپ کے مشورہ طلب کرنے پر کسی تصنیف کی اجازت فرمائی ہو یا مسرت کا اظہار فرمایا ہو تو اس کی تفصیل تحریر فرمائیں۔

(۱۵) کبھی مخصوص مواقع پر حضرتؒ اپنے خصوصی احباب و متوسلین کو اہل حق کی جماعتوں اور جمعیتوں کے ساتھ مل کر اہل باطل کی تحریکات و سازشوں کے خلاف کام کرنے کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے اس طرح کی کوئی ہدایت تحریر یا زبانی آپ کو ملی ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔

(۱۶) حضرتؒ کی خواہش اور تمنا تھی کہ حضرت کے خلفاء تبلیغی کام میں تعاون فرمائیں اور جگہ جگہ مدارس دینیہ و مکاتیب قرآنیہ قائم کریں اس سلسلہ میں کبھی آپ کو ہدایت فرمائی ہو تو اسے بھی تحریر فرمائیں۔

(۱۷) مدارس عربیہ کے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح نہج پر طلبہ کی تربیت کرنے اور وقف کے مال میں امانت داری برتنے کی حضرت کے یہاں بہت تاکید رہا کرتی تھی اگر آپ کو کچھ یاد ہو تو ضرور لکھیں۔

(۱۸) حضرتؒ کی مختلف ادائیں بحالتِ عبادت و درس و تدریس و بر دسترخوان و بر مسندِ مشیخت و در مجلسِ شب بعد عشاء نیز اکابر کے قصے و تفریحی فقرے و قصے و اشعار وغیرہ امور میں سے جن چیزوں کو آپ کے حافظہ اور قلم نے محفوظ رکھا ہو اسے وسعتِ ظرفی کے ساتھ بسط سے لکھیں تاکہ دیگر عشاق و محبین بھی اس سے محظوظ و مستفید ہوں۔

نوٹ: یہ چند امور بطور نمونہ از خروارے ہم نے تحریر کئے ہیں ان کے علاوہ مزید جو کچھ آپ تحریر فرمانا چاہیں ضرور لکھیں بالخصوص حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے دیگر خلفاء کے جو حالات و اوصاف عالیہ آپ کے علم میں ہوں تو اسے بھی ضرور لکھیں۔ "

اس کے جواب میں قریباً پچاس۵۰ حضرات نے اپنے حالات تحریر فرمائے۔

ان کے عنوانات حضرت مولانا متالا صاحب مدفیوضہم نے تحریر فرمائے ۔

چونکہ تمام خلفاء کے حالات کے لئے ایک جلد مکتفی نہیں تھی ، اس لئے ایک سے زائد حصوں میں تقسیم کردینا پڑا ، اور تقدیم وتاخیر میں کسی خاص ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ، بلکہ جیسے جیسے حالات موصول ہوتے رہے ، ایک ایک حصہ تیار ہوتا رہا ہے ۔

محمد یوسف لدھیانوی
یکے از خدام
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا الحاج
مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند (سابقاً)

رئیس دارالافتاء مظاہر العلوم سہارنپور (حالاً)

اسم گرامی

(حضرت مولانا مفتی) محمود حسن ابن حامد حسن ابن محمد خلیل ۔
رئیس دارالافتاء مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

ولادت

۸ یا ۹ ر جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ کو حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا وصال ہوا ۔ اس کے پورے دو سال بعد یعنی ۸ یا ۹ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ شب جمعہ میں آپ کی ولادت باسعادت مشہور قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں ہوئی ۔

حضرت مفتی صاحب کے والد بزرگوار

ایک سلسلۂ گفتگو میں مفتی صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ :

" میرے والد صاحب نے دہلی میں بھی پڑھا اور دیوبند میں بھی ۔

دیوبند میں حضرت شیخ الہند سے پڑھا اور دہلی میں مجھے معلوم نہیں کہ کن کن سے پڑھا۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے، جو اس زمانے کے بڑے ادیب تھے، مقامات پڑھی۔

میں سمجھتا تھا کہ والد صاحب حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت ہیں۔ اس سمجھنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرات علماء کا تذکرہ آتا تو ہر ایک کے نام کے ساتھ مولانا کا نام بولتے تھے اور شیخ الہند کے نام کے ساتھ "حضرت مولانا" کہتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ صاف طور پر پوچھ لیا کہ آپ کن سے بیعت ہیں؟ فرمانے لگے کہ:

"جب میں فراغت کے بعد ملازم ہو کر چلنے لگا، سردی کا زمانہ تھا حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے ہلکی رضائی اوڑھے ہوئے فجر کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد مصلے پر سے اٹھے کہ مولانا حبیب الرحمن صاحب نے کہا کہ حضرت! یہ ملازم ہو کر جا رہا ہے اِسے بیعت کر لیجئے۔ حضرت نے رضائی سے ہاتھ باہر بھی نہیں نکالا۔ حضرت کا ہاتھ رضائی کے اندر تھا، میرا ہاتھ رضائی کے باہر تھا، اسی طرح رضائی میں ہاتھ میں ہاتھ لیا اور فرمایا تم تو اپنے ہی ہو بیعت قبول ہے جاؤ۔ بس یہ بیعت تھی۔

میرے والد صاحب وعظ نہیں کہتے تھے البتہ جو واعظ آتے اور اور وعظ کہتے ان کے وعظ میں ضرور بیٹھتے اور جہاں انہوں نے کوئی مسئلہ غلط بیان کیا تو ختم کا انتظار نہ کرتے وہاں ہی کھڑے ہو کر ٹوک دیتے کہ یہ غلط ہے۔ پھر بیٹھ جاتے۔

میرے والد صاحب کی بڑی درویشانہ زندگی تھی۔ بہت سادہ کھانا پہننا رہنا سہنا، کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے۔ جاتے

ہی نہیں تھے دعوت میں۔ اگر کسی نے شادی میں بلایا یا نکاح کے لئے ضرور گئے، نکاح پڑھایا اگر وہاں کوئی منکر دیکھا سہرا وغیرہ تو کیسے خاموش رہتے، اگر وہ لوگ مان گئے منکر کو بدل دیا تو ٹھیرے نکاح پڑھایا، اگر نہیں تو بغیر نکاح پڑھائے چلے آتے۔ کھانے کے لئے کہتے تو کھانا نہیں کھاتے تھے۔ کھانا اگر مکان پر بھیجتا تو اُسے واپس نہیں کرتے تھے، لیکن خود نہیں کھاتے تھے اپنے بچوں کو بھی نہیں کھانے دیتے تھے پڑوس میں ایک دھوبی بہت غریب رہتا تھا اس کے یہاں بھیج دیتے تھے۔

مولانا مدنی آتے وہاں مدرسہ کے مہتمم صاحب کے پاس ٹھیرتے والد صاحب بھی ملنے کے لئے جاتے کھانے کا وقت آتا تو اٹھ کر چلے آتے وہ شکایت کرتے حضرت مدنی سے کہ حضرت یہ مولوی صاحب میرے یہاں کھانا نہیں کھاتے کیا بات ہے، کیا میرا کھانا ناجائز ہے، حرام ہے؟ گھر کی زمین ہے میں خود ہل چلاتا ہوں بوتا ہوں کاٹتا ہوں۔

لیکن حضرت مدنی نے کبھی کچھ نہیں فرمایا۔ بس والد صاحب کی طرف ہنس کر دیکھ لیا۔

والد صاحب جواب دیتے میں کیوں کھاؤں، مولانا تو مہمان ہیں کھائیں گے میرا تو گھر یہاں موجود ہے مجھے کیا ضرورت ہے کھانے کی میں نہیں کھاتا، چلے آتے۔

میرے والد صاحب کبھی چائے نہیں پیتے تھے البتہ ناشتہ کیا کرتے تھے، رات کو آدھی روٹی اٹھا کے رکھ دی صبح کو وہی آدھی باسی روٹی بڑے کٹورے میں پانی بھرا اور باسی روٹی کو توڑ کر مل کر ڈال دیا کبھی

اس میں نمک ڈال دیا کبھی تھوڑی شکر ڈال دی اور کھالیا، بس یہ ناشتہ تھا۔"

تعلیم

آپ کی بسم اللہ حضرت شیخ الہند نے کرائی جس کا واقعہ حضرت مفتی صاحب نے ایک دفعہ اس طرح سنایا کہ :

" میں گنگوہ میں بچوں کے ساتھ کھیلتا پھرتا تھا کہ میرے والد مرحوم آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر لے گئے، اپنے مکان کے دروازہ پر پہونچے، وہاں دیکھا چند حضرات کھڑے تھے ان میں سے ایک صاحب نے کچھ کلمات مجھ سے کہلوائے اب وہ کلمات بھی مجھے یاد نہیں کہ کیا کہلوائے، میں نے زور سے نہیں آہستہ آہستہ سب کہے۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ تو میری بسم اللہ ہوئی تھی اور وہ کلمات کہلوانے والے حضرت شیخ الہند تھے جس سفر میں گرفتار ہو کر مالٹا تشریف لے گئے، اس سے پہلے گنگوہ سب سے ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان حضرات کے ساتھ شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔"

آپ نے اوّلاً گنگوہ میں حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی صاحبزادی صاحبہ کی بیٹھک میں حافظ کریم بخش صاحب نابینا سے قرآن پاک پڑھا، اٹھارہ سطریں ختم قرآن میں باقی تھیں کہ حافظ صاحب موصوف کا انتقال ہوگیا۔ بعد ازاں حافظ عبدالکریم صاحب امام جامع مسجد گنگوہ کے پاس قرآن مجید کی تکمیل کی۔

قرآن شریف پڑھنے کے زمانہ میں آپ کو اردو کا شوق تھا، اپنی سعی سے قصہ ماہ رمضان اور وفات نامہ پڑھا تھا لیکن آپ کے والد صاحب نے منع فرمادیا اور فرمایا کہ :

" قرآن شریف پر پوری محنت کرو، یہ تو میں تھوڑے دنوں میں سب

پڑھادوں گا۔"

کتب فارسی میں کچھ حصہ آمدنامہ اور کچھ حصہ بوستان مولانا فخرالدین صاحب گنگوہی سے پڑھا۔ عربی کی ابتدائی تعلیم میں میزان منشعب اپنے والد صاحب سے پڑھی۔

مفتی صاحب موصوف کی آمد مظاہر علوم میں ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ یہاں آکر آپ نے درس نظامی کی ابتدائی کتب علم الصیغہ، فصول اکبری، صرف میر، نحو میر، قال اقول وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۳۴۷ھ تک آپ نے جامعہ مظاہر علوم میں پڑھا۔ میر زاہد، غلام یحییٰ، قاضی مبارک، دیوان حماسہ، دیوان متنبی، حمد اللہ کتابیں پڑھ کر شوال ۱۳۴۸ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ہدایہ اخیرین، مشکوٰۃ شریف پڑھی۔ ۱۳۴۹ھ میں بیضاوی، ابوداؤد، مسلم شریف ۱۳۵۰ھ میں بخاری شریف و ترمذی پڑھی۔

آپ نے مشکوٰۃ شریف مولانا نبیہ حسن صاحب دیوبندی سے، ابوداؤد حضرت میاں اصغر حسین صاحب سے، مسلم مولانا رسول خاں صاحب سے، بخاری و ترمذی حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی ہے۔

دیوبند سے تکمیلِ علوم کے بعد آپ پھر جامعہ مظاہر علوم میں آگئے اور یہاں داخلہ لیکر بخاری اور ابوداؤد شریف حضرت شیخؒ سے، طحاوی، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد مولانا منظور احمد صاحب سے، نسائی، ابن ماجہ مولانا عبدالرحمن صاحب کاملپوری سے پڑھی۔

فن قرأت و تجوید کی تکمیل بھی آپ نے جامعہ مظاہر علوم میں کی۔ اس فن کی اعلیٰ کتابوں کو پڑھ کر پورے درجۂ قرأت میں اعلیٰ نمبروں میں آپ کامیاب ہوئے۔ اُس موقعہ پر بطور انعام ایک قیمتی گھڑی الحاج وجیہ الدین صاحب رئیس میرٹھ کی

جانب سے آپ کو دی گئی۔

افتاء و تدریسی خدمات

چار ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ میں آپ کا تقرر دس روپے مشاہرہ پر بحیثیت معین مفتی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ہوا۔ مولانا منور حسین صاحب بہاری، مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی، مولانا سمیع الحق صاحب پشاوری یہ سب حضرات اسی زمانے میں مظاہر علوم کے دارالافتاء میں آپ کے رفیق تھے، اور مشقِ افتاء کرتے تھے۔ ۱۳۵۳ھ میں آپ نائب مفتی بنا دیے گئے۔ ۱۳۷۰ھ تک اسی عہدہ پر رہے۔ درسی کتابوں میں آپ نے میزان الصرف، تہذیب، قدوری، نورالانوار، کنز الدقائق، ہدایہ اولین اور جلالین بھی مظاہر علوم میں پڑھائیں۔

محرم الحرام ۱۳۷۱ھ میں آپ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور وہاں رہ کر درس و تدریس، فقہ و فتاویٰ، وعظ و ارشاد کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۷۵ھ میں آپ جامع العلوم کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے اور پہلی مرتبہ بخاری شریف کا درس دیا۔

۱۳۸۴ھ میں آپ بصد عزت و احترام دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے یہاں مسندِ افتاء پر متمکن ہوئے۔ حضرت مولانا فخر الدین صاحب کے ارشاد پر بخاری جلد ثانی کا درس بھی دیا۔

۱۳۸۶ھ میں جامعہ مظاہر علوم کے سرپرست بنائے گئے۔ مولانا موصوف کا شمار مظاہر علوم کے ان سرپرستان میں آٹھویں نمبر پر ہے جو مظاہر علوم کے فیض یافتہ ہو کر بہ حیثیت سرپرست اس کے خادم بنے۔

حضرت مفتی صاحب موصوف کو فنِ حدیث اور فقہ و فتاویٰ میں ایک خصوصی اور امتیازی مقام حاصل ہے۔ فنِ حدیث کی مختلف کتابیں بالخصوص

بخاری شریف متعدد مرتبہ پڑھا چکے۔ فقہ و فتاویٰ میں آپ انتہائی معتمد اور مستند تسلیم کئے جاتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے اصحاب افتاء کے آپ سرپرست اور مشیر رہے۔ آپ کے تحریر کردہ فتاوی بڑے جامع اور استدلالی ہوتے ہیں۔ کوئی کیسا ہی نازک جزیہ یا اہم مسئلہ پیش آجائے اس کا اتنی شائستگی و عمدگی کے ساتھ مختصر اور جچے تُلے الفاظ میں جواب تحریر فرماتے ہیں کہ پڑھنے والا اور دیکھنے والا آپ کے تبحرِ علمی، فقہی دسترس اور علم و مطالعہ کی وسعت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں آپ کے حصہ میں آنے والے فتاویٰ (جن کے جوابات آپ کو تحریر کرنے ہوتے ہیں وہ) زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں۔ اپنی ذاتی ڈاک میں بھی تقریباً ۲۵ - ۳۰ فتاویٰ کی آمد کا یومیہ اوسط رہتا ہے۔ غرض حق تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ بابرکات کو اس وقت علمی، دینی، اصلاحی اور فقہی خدمات کا ایک روشن و تابناک مینارہ بنا رکھا ہے۔

ان تمام امور کے علاوہ صف تواضع و فروتنی اور اپنی شرعی ذمہ داری کے احساس کا یہ عالم ہے کہ جس مسئلہ کی پوری تحقیق مستحضر نہیں ہوتی برملا مجمع میں اس کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ:

"مجھے اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق نہیں ہے، مجھے اس کا علم نہیں ہے"۔

آپ کے تحریر کردہ فتاویٰ کا ایک بڑا حصہ بالاقساط ماہنامہ نظام" کانپور میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

طلباء پر عنایات

شفقت و محبت اور کرم گستری اللہ تعالیٰ نے آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ بالخصوص غریب الاوطان طلباء پر ہمیشہ آپ نے دستِ شفقت رکھا اور ان کی امداد و اعانت کا کوئی موقعہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ہر سال کتنے ہی طلبہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم

سہارنپور اور دیگر مدارسِ عربیہ کے ایسے ہوتے ہیں جن کا وظیفہ اپنے پاس سے مرحمت فرماتے ہیں ۔ اور ان کی ہر قسم کی ضروریات کی کفالت فرماتے ہیں ، اس کی بھی نوبت آئی کہ بدن کے کپڑے اور اپنی بیش قیمت کتابیں تک دینے میں کوئی دریغ نہیں کیا ۔ لیکن اس کے باوجود طلباء کو اپنا محسن سمجھا اُن پر کوئی احسان نہیں جتایا ۔ ان سے ذاتی خدمت لینے سے ہمیشہ اعراض فرمایا ۔

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی تحریر فرماتے ہیں کہ :

" مظاہر علوم کے قیام کے زمانہ میں دیکھا کہ اپنا کھانا تک طالب علم سے نہیں منگواتے تھے بلکہ خود ہی (مطبخ) تشریف لا کر لے جاتے ۔"

(آداب المعلمین ص۵۶)

مدارس کی سرپرستی

آپ ہندوستان کے بہت سے علمی و دینی اداروں اور مدرسوں کے خصوصی مشیر اور سرپرست بھی ہیں ۔
چنانچہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد ، مدرسہ جامع العلوم کانپور ، مدرسہ دارالرشاد بنکی (بارہ بنکی) وغیرہ آپ کی سرپرستی اور خصوصی نگرانی میں دینی و روحانی خدمات انجام دے رہے ہیں ۔

بیعت اور انتخاب شیخ

اس بارے میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا :

" میری بیعت سنہ ۴۹ھ کی ہے جب میں دیوبند میں پڑھتا تھا ۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان ہے ، اس کے ایک حصہ میں حضرت شیخ الہند ہیں ۔ دوسرے حصہ میں حضرت سہارنپوری ہیں اور حضرت شیخ رح اوپر کے حصہ میں بیٹھے ہیں ، مگر شیخ ایسے تنہا بیٹھے ہیں جیسے بات کو سمجھنے والے ہم عمر بڑے سب ختم ہو چکے ہیں ، شیخ اکیلے رہ گئے ہیں ۔ ایک دو دفعہ اس قسم

کا اور خواب دیکھا ۔

میں جب بھی حضرت رائپوری رح ، حضرت دہلوی رح کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آخرت کی طرف رغبت زیادہ ہوتی تھی اور دنیا سے بے توجہی ہو جاتی ۔ شیخ کی مجلس میں یہ بات نہیں تھی ۔ بلکہ شیخ کے پاس بیٹھتا تو اپنے گناہ اور عیوب سامنے آتے تھے ، میں سمجھتا کہ بس میری اصلاح انہی سے ہو گی ، جب تک عیوب و ذنوب سامنے نہ ہوں آدمی کی اصلاح کیسے ہو ؟ دوسری جگہ جاتا سب پر پردہ پڑ جاتا اور یہاں سب کچھ سامنے ہوتا ۔ میرے نزدیک یہ ایک وجہ ترجیح ہوئی ۔

دوسری وجہ ترجیح یہ ہوئی کہ عمر کے اعتبار سے سب سے چھوٹے ان بزرگوں میں حضرت شیخ رح تھے ۔ میں چاہتا تھا کہ کچھ عرصہ خدمت میں رہنے کا موقع مل جائے ۔ میرا دھیان تقاضائے عمر کے اعتبار کی وجہ سے اس طرف نہیں جاتا تھا کہ پہلے میں مر جاؤں گا ۔

شیخ سے جب میں نے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ :

" تم کو حضرت مدنی سے بیعت ہونا چاہئے اور اس میں کوئی اشکال ہو تو کہو ، میں جواب دوں گا ۔"

میں نے عرض کیا ؛ حضرت ! میں نے یوں سُنا ہے کہ طبعی طور پر رغبت و رجحان جدھر ہو وہاں سے فائدہ زیادہ ہوتا ہے ۔ حضرت مدنی کی زندگی مجاہدانہ زندگی ہے اور اتنا زبردست مجاہدہ میرے بس کا نہیں ہے ۔

کئی مہینے تک حضرت نے بیعت نہیں فرمایا اور فرمایا :

" ابے ! ایسا نہیں ہے ، اگر حضرت مدنی کی طرف رجحان نہیں ہے تو میرے خیال میں استخارہ مسنونہ کر لو ۔ اگر استخارہ سے

بھی کوئی بات واضح نہ ہو تو پھر اسی نیت سے تین جگہ کا سفر کرو
رائپور جاؤ، کچھ کھومت، مجلس میں بیٹھو۔ پھر دہلی نظام الدین
جاؤ، اور پھر تھانہ بھون جاؤ۔"

میں گیا ہی نہیں۔ انہوں نے کہا اچھی بات ہے۔ پھر بیعت فرمالیا۔

ذکر کی ابتداء

ذکر میں نے بیعت سے پہلے ہی قصد السبیل میں دیکھ کر شروع کردیا تھا۔ شیخ نے چھوڑا دیا تھا اور تسبیحات بتائی تھیں، پھر جب ذکر جہر شروع کیا تو اس میں حرارت پھیل گئی، دو ضربیں لگاؤں تو معلوم ہوتا کہ قلب میں سوزش زیادہ ہے، بہت دیر بعد وہ حرارت رفع ہوئی۔ حرارت کے بعد ذکر چھوڑ دیا۔"

اجازت

حضرت مولانا یوسف صاحب متالا مدظلہ نے مفتی صاحب مدظلہ سے دریافت فرمایا کہ حضرت اجازت کب ملی؟ تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا:

" اجازت کو میں ابھی تک سمجھا ہی نہیں۔ صورت یہ پیش آئی کہ گنگوہ میں ایک عورت تھی، وہ اب وہاں نہیں پاکستان میں ہے، وہ کسی بزرگ سے بیعت تھی اور اس کے بڑے اوراد و وظائف تھے۔ میں جب گنگوہ گیا تو انہوں نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ میرے پیر کا انتقال ہوگیا ہے تم مجھے مرید کرلو۔ میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا کہ میں کیسے مرید کروں۔ میری نیت یہ تھی کہ حضرت مدنی جب گنگوہ تشریف لائیں گے تو حضرت مدنی سے بیعت کرادوں گا۔ حضرت تھانوی اپنے علاج کے سلسلہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ شیخ ان کی عیادت کے لئے جارہے تھے، میں ان کے ساتھ تھا۔ پیدل ہی سہارنپور جارہے تھے۔ اس زمانہ میں گاڑی واڑی کا دستور نہیں تھا۔

ان سے میں نے اس وقت عرض کیا کہ گنگوہ میں ایک عورت ہے اور اس طرح سے ہے۔ ابھی میں پوری بات کہنے بھی نہ پایا تھا کہ شیخ نے فرمایا کہ:

"اگر تم سے مرید ہونا چاہے تو مرید کرلو۔"

میں نے کہا حضرت! مجھ سے کیا مرید ہوتی اور میں کیا مرید کرتا؟ میری نیت تو یہ ہے کہ حضرت مدنی کے آنے کی کوئی تاریخ ہو تو میں ان کو اطلاع کرادوں کہ فلاں دن حضرت مدنی آئیں گے ان سے بیعت ہوجاؤ۔ حضرت نے فرمایا:

"شرمانے کی کوئی بات نہیں، وہ اتنے اوراد و وظائف
پڑھتی ہیں، ان کے اتنے احوال ہیں اور اب تک اپنے کو کسی
کے حوالے نہیں کیا۔"

اور فرمایا کہ:

"جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے پوچھنا۔ یہ میری اجازت ہے۔"

میں کچھ نہیں سمجھا کہ واقعی اجازت ہے، میں یہ سمجھا کہ تفریحی فقرہ ہے۔ میں جب کانپور چلا گیا تو بہت دیر بعد حضرت شیخ نے خط میں لکھا کہ:

"خبر نہیں تم سے کوئی مرید ہوا یا نہیں، کوئی بیعت ہونا چاہے
تو اسے بیعت کرلیا کیجئے۔"

میں نے جواب میں لکھا کہ حضرت! بعض لوگوں نے ناواقفیت کے تحت مجھ سے بیعت ہونا چاہا لیکن میں نے ان کو مشورہ دیا کہ فلاں فلاں بزرگ سے ہونا۔ کسی نے اصرار کیا تو میں نے صاف لفظوں کہہ دیا کہ مجھے اجازت نہیں ہے۔ حضرت شیخ نے لکھا کہ:

"شاید تمہیں یاد نہیں رہا، جب حضرت تھانویؒ علاج
کے لئے آئے ہوئے تھے اس وقت اجازت اور اس پر
اشکال سب رفع کر چکا ہوں۔"

اس خط میں یہ بھی تھا کہ:

"مشورہ تو دوسروں سے بیعت کا دینا چاہیئے اور یہ
اچھی بات ہے لیکن دوسرے کے کہنے پر اس کی بات مان لینے
میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔"

ایک سال جب میں دیوبند میں تھا حضرت شیخ کو اجازت دینے کا زور ہو رہا تھا، مجھے بھی خط لکھا کہ:

"تمہارے لوگوں میں سے جو شخص تمہارے نزدیک اہل ہو،
صاحب نسبت ہو اس کو اجازت دے دو۔"

میں نے جواب میں لکھا کہ مجھے معلوم بھی نہیں کہ نسبت کیا چیز ہے کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کیسی ہوتی ہے؟ اور نہ پہچان سکتا ہوں کہ کس کے پاس نسبت ہے۔ اس کے جواب میں حضرت شیخ نے لکھا کہ:

"یہ پہچاننا ہی تو ہوا۔"

ایک شخص کانپور سے رمضان میں آئے ہوئے تھے، پہلے میرے پاس دیوبند آئے پھر میں سہارنپور آیا تو وہ بھی آئے۔ حضرت شیخ سے بیعت ہونا چاہتے تھے۔ میں نے شیخ سے کہا کہ حضرت! یہ بیعت ہونے کے لئے آئے ہیں ان کو بیعت کر لیجئے۔ اور میں نے کہا کہ یہ حضرت مدنی سے بیعت ہے تو شیخ نے فرمایا:

"پھر نہیں، نہ مجھ سے نہ تم سے۔"

خرقۂ خلافت

حضرت نے جبہ (مشلح) مرحمت فرمایا تھا اور بہت اہمیت کے ساتھ فرمایا تھا کہ:

"یہ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کا ہے۔ انہوں نے اس کو
تین روز تک روضۂ اقدس پر پہنے رکھا تھا اس کے بعد مجھے
عنایت فرمایا۔ بہت بوسیدہ تھا میں نے اس کے نیچے ایک
اور کپڑا لگوالیا تھا۔ پس میں نے کبھی کبھی رمضان کے مہینہ
میں اس کو پہن کر تنہائی میں دو رکعت پڑھی ہے اس کے بعد
اٹھا کے رکھ دیا۔"

ایک طویل عرصہ تک حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کی صحبت مبارکہ میں رہ کر ریاضت و مجاہدات اور ذکر و اذکار کئے۔ بعد ازاں حضرت شیخ قدس سرہٗ نے خلافت و اجازت سے نوازا۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت شیخ قدس سرہٗ نے مفتی صاحب کے متعلق فرمایا تھا کہ:

"میں نے مفتی محمود کو چالیس سال تک رگڑا تب کہیں جا کر خلافت
و اجازت دی۔"

حضرت شیخ قدس سرہ کا علو مرتبت

حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے مختلف مجالس میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق بہت سارے واقعات بیان فرمائے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱)

سہارنپور میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شخص نے دعوت کی،

حضرت نے قبول فرمالی۔ اس نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی بھی دعوت کی حضرت شیخ نے انکار کردیا۔ انہوں نے جاکر حضرت سہارنپوری سے عرض کردیا کہ حضرت میں نے میاں زکریا کی دعوت کی انہوں نے قبول نہیں کی۔ حضرت نے شیخ سے فرمایا کہ:

"کیوں میاں زکریا! تم نے کیوں دعوت قبول نہیں کی، کیوں انکار کردیا؟ چلوان کے یہاں۔"

راضی ہوگئے، اچھی بات، گئے، جاکر کھانا بھی کھایا۔ واپس آکر انگلی حلق میں ڈال کر قے کردی جو کچھ کھایا تھا۔ کسی نے پوچھا حضرت کیا بات تھی، بتاتے نہیں تھے مگر ہر ایک کا کوئی منہ چڑھا ہوتا ہے اس نے اصرار کرکے پوچھ ہی لیا۔ فرمایا کہ:

"اصل بات یہ ہے کہ اس شخص کا کھانا جائز نہیں، مجھے معلوم ہے کہ اس کی آمدنی حرام کی ہے سود لیتا ہے اس لئے میں نے انکار کردیا تھا اور حضرت کو علم نہیں تھا حضرت نے قبول کرلی تھی۔ حضرت کے لئے قبول کرنا جائز ہوا۔ میرے لئے انکار کرنا درست ہوا۔ اس نے میرے حضرت سے مجھ پر زور ڈلوایا۔ اب میں اس پریشانی میں مبتلا ہوا کہ اگر وجہ بتلاتا ہوں تو اس کی حضرت کی نظروں میں تحقیر و تذلیل ہوتی ہے، نہیں بتاتا تو حرام کھانا لازم آتا ہے۔ تو میں نے سوچا کہ حرام کی اذیت میری ذات تک محدود ہے، اس کا عیب نہیں کھلے گا، اس کی تحقیر و تذلیل نہیں ہوگی۔ اس لئے میں نے اس کو برداشت کرلیا، جاکر کھالیا اور پھر آکر میں نے قے کرکے نکال دیا۔ الحمد للہ میں تو اس سے محفوظ رہا۔ حضرت کی طبیعت البتہ خراب رہی۔

۲

ایک صاحب حج سے آئے اور ایک بڑا طباق کھجوروں کا بھر کر حضرت شیخ

کی خدمت میں لائے۔ شیخ اس کو دیکھ کر کچھ مسکرائے اور فرمایا کہ:

"میرے پاس تو کھجوریں براہِ راست مدینہ طیبہ سے بھی آتی رہتی ہیں۔ تم کو تو اور جگہ بھی تقسیم کرنا ہوگی، تمہاری خاطر میں دو تین کھجوریں اٹھالیتا ہوں باقی تقسیم کردینا۔"

چنانچہ تین کھجوریں شیخ نے اٹھالیں۔ وہ شخص نہایت شرمندہ آنکھیں نیچی خاموش اپنا طباق اٹھاکر چل دیا میں نے باہر آکر جب اس سے پوچھا کہ بھائی کیا بات تھی تمہارے اوپر اس کا بہت اثر ہوا۔ اس نے کہا:

"بس جی بس! ہم نے دیکھ لیا قیامت میں بھی اسی طرح چھانٹ ہوجائے گی، مدینہ پاک کی یہی تین کھجوریں تھیں باقی سب دوسری تھیں، میری دلداری کے لئے فرمادیا کہ میرے پاس تو براہ راست بھی آتی ہیں، تمہیں تو اور جگہ بھی تقسیم کرنا ہوگی۔"

میں نے کہا تم کو کیا ضرورت تھی طباق بھر کے لانے کی تمہارے پاس تین کھجوریں تھیں مدینہ پاک کی، یہی تین لے آتے۔

۳

ایک صاحب سہارنپور آئے حضرت شیخ سے بیعت ہونے کی نیت سے۔ عصر کے وقت مدرسہ قدیم کی مسجد میں ملاقات کی۔ اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت نے فرمایا:

"آج ٹھیروگے؟"

انہوں نے کہا جی، آج ٹھہروں گا۔ شیخ نے فرمایا:

"بہت اچھا، کل صبح فجر کی نماز کے وقت یہاں موجود رہنا اور اس وقت حضرت رائے پوری کے پاس میں جارہا ہوں اور آپ بھی جاؤ بہٹ ہاؤس

میں حضرت رائے پوری ٹھیرے ہوئے ہیں"۔

چنانچہ وہ چلے گئے۔ حضرت شیخ بھی وہاں پہونچ گئے۔ وہ بتلاتے تھے کہ حضرت رائے پوری کو بتلایا کہ:

"حضرت! یہ کانپور سے آئے ہیں"۔

حضرت نے فرمایا:

"یہاں نہیں، یہاں نہیں، سہارنپور حضرت شیخ کے پاس بھیجو، حضرت شیخ کے پاس بھیجو"۔

حالانکہ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں بیعت کے لئے آیا ہوں، بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ شروع سے حضرت نے فرمانا شروع کر دیا۔ پھر شیخ کے پاس آئے۔ بیعت ہوئے۔ یوں کہتے میری داڑھی مونچھ مونڈی ہوئی تھی، مجھے بڑا فکر تھا کہ دیکھئے کتنا عتاب ہوگا، مگر حضرت نے کچھ نہیں فرمایا، بیعت فرمالیا۔

میں نے (مفتی محمود صاحب نے) اس واقعہ کو حرم شریف میں بیٹھے ہوئے مکہ مکرمہ میں آپس کی مجلس میں بیان کیا۔ ایک صاحب جو ایک بزرگ سے بیعت تھے اور مجاز بھی تھے اب تو ان کا انتقال ہو چکا ہے، انہوں نے فوراً اعتراض کیا:

"یہ تو خیانت ہے طالب کے حق میں، شیخ کے ذمہ فریضہ ہے کہ طالب کے اندر کوئی کوتاہی دیکھے تو اس کو تنبیہ کرے۔ یہ کیا معنی کہ شیخ خاموش رہے۔ کچھ نہیں ٹوکا ڈاڑھی مونڈے ہوئے کو؟!"

میں نے کہا:

"حضرت! ٹوکنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ فوراً لاٹھی ماردو؟ آپ جانتے ہیں کہ کیا نتیجہ نکلا؟ اس کے بعد سے آج تک انہوں نے بغیر ٹوکے ڈاڑھی نہیں منڈوائی"۔

مقصود تغیر منکر ہے، اصلاح ہے۔ چاہے زبان سے ہو چاہے دل سے، خدا جانے اب لوگوں کو کیا کینسر کا مرض ہے، اپنے عیوب پر کبھی نظر نہیں جاتی ہمیشہ دوسروں کی تانک جھانک میں اور غیبت میں برائیوں میں لگے رہتے ہیں؟!"

کہنے لگے:

"بعضے لوگ شیخ الحدیث کو برا کہتے ہیں ——— ؟!"

میں نے کہا:

"صحیح ہے، کہتے ہیں۔ کوئی شخص اگر بزرگوں کو برا کہہ کے اپنا دین و ایمان برباد کرے آپ اس کا اتباع کریں گے، آپ نے شیخ کی زبان سے کسی کی برائی سنی؟ وہ قابل اتباع نہیں آپ کے لئے؟ جو ان کو برا کہتے ہیں وہ قابل اتباع ہیں!!"

اس وقت تو خاموش ہو گئے، اگلے روز انہوں نے معذرت کی کہ:

"مجھ سے غلطی ہو گئی، واقعی غلطی ہو گئی۔ مجھے نہیں چاہئے تھا ایسا کہنا"۔

پھر ان بیچاروں کا حال ایسا ہوا کہ اخیر عمر میں دماغ صحیح نہیں رہا تھا۔ کبھی کسی کے گھر میں گھس گئے کبھی کسی سے لڑ پڑے۔ بس رات دن یہ کیفیت رہتی تھی اور کئی مدت تک صاحب فراش رہے۔ بڑا ترس آتا تھا۔ دماغ کا فالج تھا گھر والے سارے پریشان تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

(۴)

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ سہارنپور تشریف لائے، رات کا وقت تھا، کھانا نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضرت اوپر والے کمرے میں ساتھ لیکر گئے اور کمرے کے سامنے ٹین کے نیچے حضرت کی چارپائی تھی اس چارپائی کی پائنتی ٹھیک کی بستر

ٹھیک کیا وہاں حضرت کو بٹھایا اور خود سامنے مونڈھے پر بیٹھ گئے ۔ حضرت مدنی نے فرمایا :

" آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں جائیے اپنا کام کیجئے "۔

شیخ نے فرمایا کہ :

" میں آپ کے چہرۂ مبارک کی زیارت کروں گا "۔

حضرت نے فرمایا :

" اچھا ، ہمارا چہرۂ مبارک ایسا ہے ؟ "

اس کے بعد تھوڑی دیر حضرت مدنی لیٹے اور اندازہ یہ ہوا کہ سو گئے ، شیخ جا کے کام میں مشغول ہو گئے ۔

حضرت مدنی نے یہ بھی فرمایا تھا کہ :

" آپ کو جب میں تنہائی میں یکسوئی کے ساتھ کام کرتا ہوا دیکھتا ہوں تو مجھے بڑا رشک آتا ہے مجھے یہ جلسے چین نہیں لینے دیتے کام نہیں کرنے دیتے "۔

شیخ نے فرمایا :

" مجھے کیوں مطعون فرمایا کرتے ہیں ؟ "

اخیر شب میں حضرت مدنی کو تشریف لے جانا تھا ۔ حضرت مدنی سو گئے ۔ میں وہاں سے چلنے لگا ، شیخ نے فرمایا کہ :

" تو بھی کچے گھر میں لیٹ جا ، کہاں جا رہا ہے ؟ "

میں کچے گھر میں لیٹ گیا ۔ تانگے والے سے کہہ دیا تھا ، اخیر شب میں وہ آیا اس نے جگایا اور اٹھے ۔ جلدی سے مولوی نصیر مرحوم نے چائے تیار کی حضرت کے واسطے حضرت شیخ کے گھر والے اس وقت موجود نہیں تھے ۔ جب چائے آئی تو حضرت مدنی

نے بڑے تعجب سے فرمایا :

" یہ کیسے آئی ، کہاں سے آئی ، کیا ہوا ؟ "

شیخ نے کہا :

" حضرت ! ذکیہ کی ماں تو ہمیں اس وقت انڈا بھی دیا کرتی تھی "۔

حضرت نے فرمایا :

" آپ عورتوں کا کام مردوں سے لینا چاہتے ہیں ؟ "

میرے جی میں اس وقت تقاضا ہو رہا تھا کہ حضرت مدنی اپنی چائے میں کچھ عنایت فرما دیں مگر میں کہہ نہیں پاتا تھا ، حضرت نے خود ہی فرمایا :

" آج تو ہمارا دل چاہتا ہے کہ اپنی جھوٹی چائے مولوی محمود کو پلائیں ، یہ ناراض تو ضرور ہوں گے لیکن آج تو ضرور پلانا ہی ہے ان کو "۔

وہ چائے مجھے دینے لگے ۔ شیخ نے حضرت کے ہاتھ میں سے لے لی ۔ لیکر اس میں سے کچھ پی کر مجھے عنایت فرمائی ۔ اور پھر یہ تانگہ میں بیٹھ کر چلے گئے جہاں جانا تھا ۔

(۵)

ایک مرتبہ حضرت شیخ اپنے کمرہ کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے جمعہ کا دن تھا ہم لوگ بھی تھے ۔ سڑک پر کوئی سانپ والا گزر رہا تھا بین بجاتا ہوا ، اس طرف توجہ ہو گئی ، تو حضرت نے فرمایا :

" سانپ بھی چشتی معلوم ہوتا ہے "۔

(۶)

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور تشریف لائے اور سیدھے شیخ کے کمرہ میں اوپر پہونچ گئے ۔ جمعہ کا دن تھا ، حضرت شیخ اپنی تصنیف میں مشغول تھے ، اس حال میں کہ کرتہ بدن پر نہیں تھا اور کرتہ قریب رکھا ہوا

تھا وہ بھی پھٹا ہوا تھا۔ پس حضرت کو دیکھ کر حضرت شیخ اٹھے کرتا پہنا۔ حضرت رائپوری نے جبھی آدمی بھیج کر بازار سے کپڑا منگوا کر شیخ کے لئے کرتا سلوایا اور مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کی اہلیہ زیر علاج تھی ان کی عیادت کے لئے جانے کا ارادہ تھا۔ شیخ سے فرمایا:

"آپ نہیں چلیں گے؟"

شیخ کو اپنے اسباق کی وجہ سے کچھ عذر تھا تو حضرت نے فرمایا کہ:

"اس غریب کے جنازہ کی نماز تو آپ کو ہی پڑھانی ہے"

شیخ نے فرمایا:

"ایسا نہ کہیں، ایسا نہ کہیں۔ جب ہم رائپور جایا کرتے ہیں وہ بیچاری بہت خاطر کرتی ہے وہ حلوا پکا کر بھی کھلایا کرتی ہے، ایسا نہ کہیں"

بھائی الطاف نے بھی کہا ایسا نہ کہیں۔ حضرت ہنسنے لگے۔ فرمایا کہ:

"مریض کی دو ہی حالت ہوتی ہے ادھر یا ادھر۔ میرے کہنے سے کیا ہوتا ہے، اگر میرے کہنے سے کچھ ہوتا ہے تو اچھی بات ہے میں نہیں کہوں گا"

شیخ نے فرمایا:

"ہاں، ہاں۔ بس حضرت ٹل گئی، ٹل گئی، ٹل گئی"

شیخ بھی گئے، حضرت بھی گئے۔ ادھر شام کو حضرت مولانا الیاس صاحب دہلی سے تشریف لائے۔ ایک رات تک یہ حضرات بھی واپس آگئے۔ طے یہ تھا کہ اگلے روز دیوبند چلیں گے کیونکہ حضرت مدنیؒ کے یہاں صاحبزادہ نمبر ۲ مولانا ارشد صاحب کی ولادت ہوئی تھی۔ یہ کہہ کے ارادہ کیا تھا ان حضرات نے کہ حضرت مدنی سب کا ناطقہ بند ہی رکھتے ہیں مٹھائی میں، تو اب ہمیں بھی موقعہ ملا ہے ہم بھی چلیں گے مٹھائی کا مطالبہ کریں گے۔ حضرت حافظ فخر الدین صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے وہ اس سلسلہ میں کچھ نہیں بول رہے تھے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب نے فرمایا کہ:

"آپ نہیں چلیں گے؟"

پوچھا:

"حضرت! کس مد میں؟"

فرمایا:

"مد کیا ہوتا ہے؟ ایک بزرگ کی خوشی میں شرکت ہے، علماء کی مجلس ہے، صحبت ہے، اور کیا مد ہوتا ہے؟"

انہوں نے جواب دیا کہ:

"حضرت! میرے بدن پر پردیسی کپڑے ہیں، حضرت مدنی فرمادیں گے کیوں پہنے ہیں، میں ان کے سامنے کچھ کہہ نہ سکوں گا۔ حضرت فرمادیں گے توبہ کر۔ اس لئے مجھے تو معاف کردیں میں تو جاؤں گا نہیں"

باقی تینوں گئے۔ رات میں وہاں ٹھہرے۔ صبح کو نماز پڑھتے ہی حضرت شیخ نے حضرت رائپوری سے فرمایا کہ:

"پہلے آیئے میرٹھ چلیں گے"

مولانا عاشق الٰہی صاحب اس وقت بیمار تھے۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ:

"ابھی بکرے منگواتا ہوں، ذبح کروں گا۔ عقیقہ ہوگا آج عقیقہ کا گوشت کھا کے جانا ہے"

حضرت شیخ کا اصرار کہ میرٹھ جلدی پہونچنا چاہئے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب نے تو صاف فرمادیا کہ:

"بھائی! حضرت مدنی کو ناخوش کرکے میں تو جاتا نہیں میں تو یہیں ٹھیروں گا"

حضرت رائپوری کبھی مولانا الیاس صاحب کی طرف دیکھتے کبھی شیخ کی طرف دیکھتے۔

شیخ نے پھر فرمایا :

" مولوی حسین احمد بھی زندہ سلامت ہیں ، مولوی الیاس بھی زندہ سلامت
چلو دیر ہو رہی ہے جلدی چلو "

کہا : " اچھا "

جلدی چلے گئے ۔ وہاں پہونچ کر معلوم ہوا کہ رات آخری شب میں مولانا عاشق الٰہی صاحب کا انتقال ہو گیا تھا اور پرچہ پر لکھ کر دیا تھا کہ :

" میری تجہیز و تکفین مولانا عبدالقادر صاحب اور شیخ الحدیث کریں گے اور ابھی ابھی تار دیا ہے سہارنپور شیخ کو بلانے کے لئے کہ ظہر کی نماز تک انتظار کیا جائے گا "

یہاں تار پہونچا مولانا عبداللطیف صاحب کے پاس ، وہ اس تار پر گئے ۔ ایک تار انہوں نے دیوبند دیا شیخ کے نام مگر شیخ تو روانہ ہو چکے تھے اور وہ بھی پہونچ گئے ، جنازہ میں شرکت کی وہاں جا کے نماز پڑھی ۔

(٧)

ایک مرتبہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت شیخ گنگوہ گئے ۔ صاحبزادی صاحبہ (حضرت گنگوہی کی صاحبزادی) پردے کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی ۔ یہ حضرات پردے کی دوسری جانب بیٹھے ۔ انہوں نے وہاں سے تھالی میں دو پان رکھ کر بھیج دیئے ، ایک بڑا تھا ایک چھوٹا تھا ۔ حضرت سہارنپوری نے بڑا پان اٹھایا انہوں نے ادھر سے فرمایا کہ :

" یہ بڑا پان ان صاحبزادے کا ہے ان کا منہ ہی نہیں بھرتا چھوٹے پان میں اس لئے بڑا پان ان کے واسطے دیا "

حضرت سہارنپوری نے فرمایا :

" اچھا تم پان کھاتے ہو ۔ لو یہ پان ہے "

شیخ نے کہا :

" نہیں نہیں ، حضرت ! نوش فرمالیں "

" یہ تمہارے واسطے دیا تم لو "

شیخ نے شرما کر لے لیا وہاں نہیں کھایا ہاتھ میں لئے رہے جب وہاں سے اٹھ کر چلنے لگے دروازہ پر پہونچ کر چپکے سے کھا لیا تھا ۔

(٨)

حج کا زمانہ قریب تھا ، مجمع زیادہ تھا ، روضۂ اقدس پر حاضری کا موقعہ نہیں تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوں ۔ اس لئے شیخ کو تقاضا ہوا کہ کسی طرح سے بھی مجھے پہونچاؤ ۔ فرمایا :

" مدرسہ شرعیہ میں سب سے اوپر کی چھت پر لے چلو "

چنانچہ وہاں لے جایا گیا ۔ وہاں سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا حاضر ہو کر ۔

(٩)

ہندوستان سے حجاز جانے کے لئے سفر کی تیاری بھی مگر تردد تھا کہ تشریف لے جائیں یا نہ لے جائیں ۔ عصر کے بعد مدرسہ قدیم کی مسجد میں جمعہ کے روز ذکر ہوتا تھا میں بھی ذکر میں مشغول تھا ۔ الحاج ابوالحسن نے آکر مجھ سے کہا کہ حضرت کا ارشاد ہے کہ :

" استخارہ کرو ، استخارہ کر کے بتاؤ کہ میں سفر میں جاؤں یا نہ جاؤں "

میں نے کہا یہ تو میں ابھی بتا دوں گا بغیر استخارہ کے ۔ کہا کہ :

" نہیں استخارہ کا حکم ہے ، آئندہ جمعہ کو آؤ تو استخارہ کر کے آنا "

آئندہ جمعہ جب میں حاضر ہوا تو فرمایا :

مفتی جی ! بتاؤ میں جاؤں یا نہ جاؤں ؟"

میں نے کہا :

حضرت ! میں نے ایسا دیکھا کہ حضرت کھڑے ہوئے ہیں تنہا ہیں نہایت قوی، کسی قسم کا ضعف کا اثر محسوس نہیں ہوتا اور بالکل خاموش ہیں۔ پنڈلیاں کھولی ہوئی ہیں۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ اوپر لنگی ہے یا پائجامہ مگر پنڈلیاں کھلی ہیں اور پنڈلیوں پر نشانات ہیں جیسے جھاڑ جھنکاڑ میں کوئی آدمی چلے اس کے لگنے سے نشانات ہوجاتے ہیں۔ اور ایک جھنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑے ہیں جو سفید ہے، اس کے اوپر بڑی شعاعیں ہیں جو بڑی دور تک جارہی ہیں۔ لندن، امریکہ، افریقہ وغیرہ ممالک میں جارہی ہیں۔ اور جہاں پر وہ شعاعیں پہونچتی ہیں وہاں پر ایک چھاپ لگ جاتی ہے محمد رسول اللہ۔ اور آپ خاموش ہیں کوئی آس پاس نہیں ہے۔ میں خواب میں سوچ رہا ہوں کہ وہ دسترخوان کے مریدانِ با اخلاص کہاں ہیں ان میں سے کوئی نہیں۔ غور کرکے دیکھا تو چار آدمی نظر آئے دور فاصلہ پر ایک مولانا منور حسین صاحب، ایک مولانا عبدالرحیم صاحب، ایک قاری میر حسن صاحب، ایک مولانا عبدالجبار صاحب۔ اور چاروں کے چاروں اتنے ضعیف اور مضمحل ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے ابھی سخت بیماری سے اٹھے ہوں اور ان کے چہروں پر خون کے آثار تک محسوس نہیں ہوتے کہ بدن میں خون ہے۔ بول کوئی کچھ نہیں رہا سب خاموش ہیں۔"

حضرت شیخ نے یوں فرمایا خواب سُنکر کہ :

" اچھا بتاؤ محمد رسول اللہ کیوں لکھا ہوا لا الٰہ الا اللہ کیوں نہیں ؟"

میں نے کہا :

" وہ تو ظاہر ہے کہ حضرت کا جو کچھ کام ہے وہ اہل توحید میں ہے منکرینِ توحید میں نہیں۔ جو کلمہ پڑھنے والے ہیں ان کے پاس کلمہ کا پہلا جزو تو موجود ہے۔ آپ کی تمنا اور خواہش یہ ہے کہ محمد رسول اللہ کا اتباع ہو۔ انہی لوگوں میں آپ کا کام ہے اور انشاء اللہ کام آپ کا دور تک دیگر ممالک میں پہونچے گا۔"

(۱۰)

ایک مرتبہ جس زمانہ میں بخاری شریف کا سبق بھی پڑھاتے تھے اور "لامع الدراری" کی تصنیف بھی جاری تھی۔ مولانا سلیم صاحب نے مکہ مکرمہ سے ٹکٹ بھی بھیجدیا حضرت کو بڑا تردد تھا جاؤں یا نہ جاؤں۔ مجھ سے ایک مرتبہ تنہائی میں فرمایا کہ :

" مفتی جی ! ایک گفتگو کرو اور دیکھو مناظرانہ گفتگو کرنا۔ یہ نہیں ہو کہ جی حضرت ! جی حضرت !"

فرمایا کہ :

" بتاؤ کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں ———— ؟"

میں نے کہا :

" جی ! ضرور جائیں ۔"

کہنے لگے :

" کیوں جاؤں ؟ فریضہ تو میں پہلے ادا کرچکا حج کا ۔"

میں نے کہا :

" وہ جگہ ایسی ہے ہی نہیں جہاں یہ سوال ہو کہ کیوں جاؤں ؟"

پھر فرمایا کہ :

"میری تعلیم کا حرج ہوگا، بخاری شریف کے سبق کا حرج ہوگا، کتاب کی تصنیف کا حرج ہوگا"۔

میں نے کہا:

"کوئی بات نہیں، کل ایک مہینہ کی بات ہے۔ ایک مہینہ میں جتنا حرج ہوگا سبق کا، اس کی تکمیل انشاء اللہ بعد میں آپ فرمالیں گے لہذا حرج نہیں۔ اور تصنیف کا حال یہ ہے کہ اس کو ساتھ لیتے جائیں وہاں ایک گھنٹہ کام کے لئے مقرر کرلیں"۔

فرمایا کہ:

"میں کتاب نہیں لے جانے کا، میری کتاب ضائع ہوجائے گی"۔

میں نے کہا کہ:

"جی نہیں، کتاب تو ضائع نہیں ہوگی۔ کتاب انشاء اللہ آپ کی حیات میں مکمل ہوگی طبع ہوگی۔ دنیا کو نفع پہونچے گا۔ اور میرے پاس اس کی دلیل اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی محنت کو ضائع نہیں کرتے ضیاع سے حفاظت فرمایا کرتے ہیں"۔

فرمایا کہ:

"بھائی! میں نے ایک درخواست کر رکھی ہے کہ مجھے مدینہ طیبہ میں قبر کی جگہ مل جائے اور مجھ سے وعدہ ہے کہ اِس وقت تو جاؤ پڑھاؤ جب وقت آئے گا تم کو طلب کرلیا جائے گا۔ میں اس طلب کو وہ طلب کیوں نہ سمجھوں۔ میں نے تو درخواست دی نہیں۔ دوستوں نے درخواست دے دی ہے۔ میرا پاسپورٹ غائب تھا وہ بھی مل گیا کہ جلدی وہاں سے آگیا۔ یہ سب انتظامات ہو رہے ہیں تو اس طلب کو وہ طلب کیوں نہ سمجھوں۔ میں پھر وہاں

سے نہیں آنے والا۔

میں نے کہا کہ:

"اس وقت تو آپ تشریف لے جاویں واپسی کے ارادہ سے اگر وہاں وہ روکیں رُک جائیں۔ کتاب کے متعلق یہ ہے کہ ایک گھنٹہ وہاں کام کرلیا کریں اس کا بھی حرج نہیں ہوگا۔ اور بلانا خالی اسی واسطے تھوڑے ہی ہوتا ہے۔ اعزاز واکرام کے لئے بھی ہوتا ہے۔ انعامات دینے کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اور یہ طلب وہ طلب تو ہے نہیں"؟

آپ نے پوچھا:

"کیوں؟"

میں نے کہا کہ:

"اس واسطے کہ جب آدمی کی تمنا اور طلب پوری ہوتی ہے تو اس کے قلب میں ایک بشاشت ہوتی ہے۔ آپ کے قلب میں بشاشت نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طلب یہ نہیں وہ طلب پھر کسی اور وقت ہوگی"۔

پھر فرمایا:

"میں کیوں جاؤں؟"

میں نے کہا کہ:

"اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے اولیاء کو جیل خانے بھجواتے ہیں وہاں جاکر ان کے ذریعہ سے ہدایت ہوتی ہے۔ نہیں معلوم کس کس کے مقدر میں آپ کے ذریعہ سے ہدایت لکھی ہوئی ہے کہ وہ ہندوستان نہیں آسکتا حجاز جانا اس کو آسان ہو وہاں آپ سے ملاقات کرکے آپ کے ذریعہ ہدایت ہو سکتی ہے"۔

اس پر گفتگو ختم کر دی، خاموش ہو گئے۔

پھر ایک روز فرمایا کہ:

"میں نے دیکھا ہے، کچھ سو رہا تھا کچھ جاگ رہا تھا، آواز میرے کان میں آئی "طلبتُ ذکر، یا للباقین"۔

بس پھر شرح صدر ہو گیا تھا جانے کے لئے، تشریف لے گئے۔ مجھے بھی حجاز اسی سال جانا تھا۔ مدرسہ صولتیہ میں پہونچکر میں نے دریافت کیا کہ:

"حضرت کے قلب کا کیا حال ہے؟"

فرمایا:

"اب تک تو وہی ہے، سکون نہیں"۔

میں نے کہا:

"مولوی سلمان کا خط آیا ہے میرے پاس، اس میں لکھا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ واپس تشریف لے آئے"۔

میں نے مولانا انعام الحسن صاحب سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی تھی واپسی کی، تو انہوں نے بتلایا کہ ہاں اجازت تو جبھی دے دی تھی جب ہم پہونچے تھے۔

شیخ نے فرمایا:

"یہاں بھی خواب دیکھ رہے ہیں کہ مستقل قیام یہیں ہو گیا"۔

میں نے کہا:

"جی، وہ بھی خواب تھا، یہ بھی خواب ہے"۔

کہا:

"ہاں، وہ تو خواب ہی ہے"۔

پھر وہاں سے مدینہ طیبہ جب تشریف لے گئے تو میں نے پوچھا وہاں پہونچکر کہ:

"اب کیا حال ہے؟"

فرمایا:

"اب بالکل سکون ہے"۔

جس روز میں مدینہ طیبہ سے چلنے لگا تو میں نے مصافحہ کیا۔ اس وقت چپکے سے مجھے بتلایا کہ:

"میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں رخصتی سلام کے لئے روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور وہاں میرا انتقال ہو گیا۔ اور میں نے اس خواب کا تذکرہ انعام و ہارون سے نہیں کیا کہ بچے رونا شروع کر دیں گے"۔

میں نے کہا کہ:

"حضرت! یہ وہ انتقال تھوڑے ہی ہے، یہ تو آفتاب نبوت کے سامنے چراغ کا اضمحلال ہے"۔

یہ بات کر کے میں وہاں سے چلا آیا تھا۔

تصنیفات و تالیفات:

۱۔ مسئلۂ تقلید اور جماعت اسلامی

مفتی صاحب موصوف نے اپنی اس کتاب میں وضاحت کے ساتھ بتلایا ہے کہ اسلام میں تقلید کی کس قدر اہمیت ہے اور اس کا مفہوم کیا ہے۔ نیز یہ کہ تقلید کے بارے میں جماعت اسلامی کا نظریہ علماء حق کے عقیدہ سے کس درجہ مطابقت رکھتا ہے اس کو بھی واضح کر دیا۔ تالیف گو مختصر ہے مگر قابل مطالعہ ہے۔ اس کے صفحات بتیس ۳۲ ہیں۔

۲ ـــــ حواشی بہشتی گوہر

بہشتی گوہر مختلف ناشروں کے یہاں سے طبع ہوا اور ہر ناشر نے کچھ نہ کچھ کمی زیادتی کی۔ اس پر حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے درخواست کی گئی کہ آپ اس پر نظر ثانی فرمالیں تاکہ معتبر و معتمد ہوجائے۔ حضرت نے عدم فرصت اور تنگیٔ وقت کا عذر فرماکر لکھا کہ:

"مظاہر علوم کے علماء میں سے کسی سے نظر ثانی کرالو۔"

چنانچہ مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم اور مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب زاد مجدہٗ نے نہایت جانفشانی سے ان مسائل کی تحقیق فقہ کی معتبر و مستند کتابوں سے کرکے مسائل کی اس طرح تصحیح فرمائی کہ اصل عبارت کو باقی رکھ کر حاشیہ پر اس کی تصحیح کردی۔

۳ ـــــ مسئلۂ تنقید اور جماعت اسلامی

تنقید کے متعلق مودودی صاحب کا نظریہ اور اس سے پیدا شدہ مفاسد کا اس میں تفصیلی تذکرہ کردیا گیا اور ہر کس و ناکس کو ناقد بنادینے کے جو نقصانات ہیں ان کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ ماہنامہ نظام کانپور میں یہ مضمون متعدد قسطوں میں شائع ہوا۔

۴ ـــــ گلدستۂ سلام

نومبر ۱۹۷۶ء میں میڈیکل ہسپتال کلکتہ میں حضرت مفتی صاحب زاد مجدہٗ آنکھ کے آپریشن کی غرض سے داخل ہوئے۔ وہاں کے زمانۂ قیام میں گلدستۂ سلام کے نام سے ایک نعتیہ قصیدہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ اس قصیدہ میں آپ ﷺ کے معجزات، اوصاف، کمالات کا بھرپور تذکرہ ہے۔ یہ فارسی زبان میں کہا گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے مسترشد خاص مولانا محمد فاروق صاحب

استاذ دار العلوم میرٹھ نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے اور ان تمام آیات و احادیث اور معجزات، اوصاف و خصائص کی تشریح کردی جن کا اشعار میں اختصار کے ساتھ تذکرہ ہے۔ یہ قصیدہ عشق و محبت اور درد و سوز کا ایک بیش قیمت اور بیش بہا مجموعہ ہے۔ کتاب کے صفحات ۲۱۶ ہیں۔ ۱۳۹۸ھ میں اس کتاب کا پہلا ایڈیشن مکتبہ محمودیہ جامع مسجد میرٹھ سے شائع ہوا۔

۵ ـــــ نغمۂ توحید

اس کتاب میں بتلایا گیا ہے کہ عالم کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرتا ہے اور ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کے جلال و کمال کا مظہر ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے اس کا اردو ترجمہ سلیس اور آسان زبان میں کردیا گیا۔ اس کے صفحات ۴۸ ہیں۔

۶ ـــــ وصفِ شیخ

اس کتاب میں حضرت اقدس قطب العالم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے اوصاف عالیہ، کمالات، دینی خدمات اور عشق رسالتمآب کا تذکرہ عجیب جذب و شوق اور وارفتگی کے انداز میں کیا گیا ہے۔ یہ کتاب منظوم فارسی میں ہے، تراسی ۸۳ اشعار پر مشتمل اوصاف کی تشریح و توضیح اور ان کی تاریخ مولانا محمد فاروق صاحب میرٹھی استاذ دار العلوم میرٹھ نے ۳۸۴ صفحات پر کی ہے۔ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ میں یہ پہلی مرتبہ مکتبہ محمودیہ جامع مسجد میرٹھ سے شائع ہوئی۔

۷ ـــــ اسبابِ غضب حدیث کی روشنی میں

اس کتاب میں ان اعمال و اسباب کو بیان کیا گیا ہے جن کے کرنے پر انسان اللہ جل شانہٗ کے غضب اور اس کی پکڑ کا مستحق ہوجاتا ہے۔ اس موضوع پر اس

کتاب میں ۱۴۵ احادیث لکھکران کی توضیح وتشریح کردی گئی ہے۔ توضیح وتشریح مولانا محمد فاروق صاحب استاذ دار العلوم جامع مسجد میرٹھ نے کی ہے۔ اس کے صفحات ۱۴۴ ہیں۔

۸۔۔۔۔ **حقوق مصطفیٰ** (صلی اللہ علیہ وسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امتِ مرحومہ پر لاتُعدُّ ولاتُحصیٰ احسانات ہیں۔ امت کسی بھی احسان کا حق ادا نہیں کرسکتی۔ اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ مولانا محمد فاروق صاحب موصوف نے ۱۴۰۰ھ میں اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ اس کے صفحات ۲۴۰ ہیں۔

دیوبند سے یہ کتاب شائع ہوچکی۔

حضرت مولانا منور حسین صاحب زیدمجدہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگردم در کشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد
درکوئے نیک نامی مارا گزر ندادند
گر تو نمی پسندی تغیر کن قضارا
گفتگو آئینِ درویشی نبود ٭ ورنہ با تو ماجراہا داشتیم

پیارے مخدوم ومکرم مولانا یوسف متالا زیدت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تقاضہ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ سخت ندامت ہوئی مولانا امام الدین صاحب کے لفافہ میں ایفائے عہد کا وعدہ لکھ چکا تھا۔

نبوّت وولایت

محترم! نبوت کی لائن بیان واظہار کی لائن ہے۔ اور ولایت کی لائن اخفاء واستتار کی لائن ہے۔

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ [1] ـــــــــ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [2] ـــــــــ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً [3] (الحدیث) وغیرہ نصوص نبوّت کی لائن میں وارد ہیں۔

اور اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ... فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا [4] (القرآن) ـــــــــ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا [5] (الحدیث) حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد "میں نے دو برتن علم کے حاصل کئے، ایک کو پھیلادیا دوسرے کو اگر پھیلاؤں تو میری گردن کاٹ دی جائے [6]" وغیرہ نصوص سلوک و ولایت کی لائن کی ہیں۔

آخر کوئی بات تو تھی کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ کو خرقۂ نبوت لیکر

---

[1] (اے نبی!) پہنچا دیجئے جو کچھ ہم نے آپ پر نازل کیا۔ (مائدہ پ۶)

[2] اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر (شیخ الہندؒ۔ والضحیٰ پ۳۰)

[3] رواہ البخاری کما فی المشکوٰۃ ص ۲۲۔ ۱۲ لدھیانوی

[4] تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ ـ ـ ـ ـ ـ پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھیو مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے اس کا ذکر (شیخ الہندؒ۔ کہف پ۱۵)

[5] قال الشیخ فی حاشیۃ الکوکب (ص ۳۲۵ ج ۲): ثم بسط (ای علی القاری) الکلام علی الحدیث وقال رواہ الحاکم وقال صحیح وتعقبہ الذہبی وقال بل موضوع، وحکی عن الحافظ العسقلانی انہ حسن، لا صحیح کما قال الحاکم ولا موضوع کما قال ابن الجوزی۔

قلت وکذا بسط الکلام علی الحدیث الامتی والسیوطی فی التعقبات وغیرہم اھ

ـــــــــ (لدھیانوی)

[6] رواہ البخاری فی کتاب العلم، باب حفظ العلم ص ۲۲ ج ۱۔ ۱۲ لدھیانوی

حضرت اویس قرنیؒ کے پاس جانے کی اور امت کی مغفرت کی دعا کرانے کی ہدایت دربار نبوت سے ملی تھی۔

اکابر اولیاء اللہ سے کتمان اسرار کی ہدایت پُرزور چلی آتی ہے۔ "خاموش باش اسرار حق را مکن فاش" [1] مشہور مقولہ ہے۔ غالباً حضرت مجدد الف ثانیؒ سے تقریباً یہ جملے چلے آتے ہیں:

"ہر طالب علم کہ نزد استاد خود چون و چرا نکند و ہر مریدیکہ نزد مرشد خود چوں و چرا بکند ہر دو را بہ چراگاہ باید فرستاد" [2]

حضرت شیخؒ کا مقام؟

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کیا تھے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اور ان کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا پھر قریبی زمانہ کے اکابر مشائخ کے اقوال و تأثرات سے روشنی حاصل ہوسکتی ہے۔

حضرتؒ کی "آپ بیتی" ساتوں جلدوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا کہ حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ کیا تھے؟!

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سے خطاب کرکے فرمایا:

---

[1] "خاموشی اختیار کر اسرار حق کھلتے جائیں گے"۔ قِلّتِ مقال کا یہی راز ہے۔ ن

[2] ہر طالب علم جو استاد کے پاس پوچھ پاچھ نہ کرتا ہو اور ہر وہ مرید جو اپنے شیخ کے پاس بیٹھ کر پوچھ پاچھ کرتا ہو، دونوں اس چراگاہ (اپنے اپنے مکتب) سے خالی (محروم) ہاتھ اٹھے۔

"آپ تو توکل کی حقیقت کو پہونچ چکے ہیں"۔

کسی نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ رحمہ آگ کے انگاروں پر چہار زانوں اس طرح بیٹھے ہوئے ہیں کہ دونوں زانوں پر سونے کی دو دو اینٹیں سُرخ سُرخ رکھی ہوئی ہیں اسی طرح سے دونوں بازوؤں پر بھی ہیں اور غالباً سر پر سرخ تاج ہے اور یہ سب چیزیں آگ سے بہت ہی تپی ہوئی سرخ ہو رہی ہیں۔

حضرت رائے پوری ثانی نے فرمایا :

"شیخ الحدیث عشق کی آگ کی بھٹی میں چاروں سمتوں کو لیکر مگن ہیں"۔

یا اسی طرح کچھ فرمایا ۔ حضرت رائے پوری ثانیؒ نے فرمایا تھا کہ :

"ان کی گہرائی اتنی ہے کہ کچھ پتہ نہیں چلتا"۔

ایک مرتبہ حضرت رائے پوریؒ ثانی نے خود خواب دیکھا اور تعبیر دی کہ :

"یہ (یعنی حضرت شیخؒ) کبھی مجھ سے آگے بڑھ جائیں گے"۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے خود ہی خواب دیکھا اور تخلیہ میں اس ناکارہ سے فرمایا کہ :

"دو فرشتے آئے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ ان کا کوئی گناہ رجسٹر میں ہے تو دوسرے نے جواب دیا "کوئی گناہ نہیں ہے"۔

اِس ناکارہ نے عرض کیا : " اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ[۱]"۔ تو سرد آہ کھینچکر فرمایا کہ :

"یہ ناکارہ کہاں اس قابل ہے"۔

---

[۱] یہی وہ لوگ ہیں جن کے سیئات کو اللہ حسنات میں بدل دیتا ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

مقامِ قطبیّت

جب حضرت شیخؒ کو قطبیّت کی بشارت ہوئی تو اسی زمانہ میں سفرِ حجاز کے لئے مرکزِ تبلیغ میں تذکرہ آیا یعنی بعض مشیر کار کی رائے ہوئی کہ اکابرِ تبلیغ تو حجاز مقدس تشریف لے جائیں مگر حضرت شیخ الحدیث صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو ہندوستان میں چھوڑ دیں تا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ ہماری سرپرستی فرماتے رہیں ۔ مگر حضرت امیر جماعت حضرت جی موجودہ مدظلہ اور اکثر مشیر کار نے سفرِ حجاز مقدس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بھی تجویز فرما دیا ۔

وہ حضرات دہلی سے حضرت کی خدمت میں آئے اور سفرِ حجاز کے لئے پیش کش اور درخواست کی ۔ مگر حضرت اقدسؒ کو معلوم نہیں کس طرح سے ادراک ہو گیا کہ حضرت نے سفر سے انکار فرما دیا اور یہ فرمایا کہ :

"تم لوگوں نے میرے لئے ہندوستان رہنے کی تجویز کر لی ہے"۔

حالانکہ مرکز میں یہ مشورہ بہت رازداری میں ہوا تھا ۔ یہ ناکارہ اس زمانہ میں سہارنپور ہی میں تھا ۔

پھر اکابرِ تبلیغ دوبارہ عزم کر کے سہارنپور آئے جبکہ روانگی کا وقت قریب آگیا تھا ۔ ان حضرات نے اس ناکارہ سے بھی اپنے عزم کا اظہار فرمایا ۔ مگر حضرت اقدس نے انکار فرما دیا اور وہی جملہ دہرا دیا ۔

بعض اکابرِ تبلیغ نے مجھ سے انکار کا ذکر کیا ۔ میں نے عرض کیا کہ اچھی طرح سے درخواست کریں اور یہ شعر پڑھا ؎

ہر کہ شد آں کند کہ او گوید　　　حیف باشد کہ جز رضا گوید

اکابر دوسری شب بھی ٹھہر گئے کہ راضی کر لیں، مگر کامیابی نہیں ۔ بہت ہی حسرت کے ساتھ رونے کی صورت میں واپس دہلی چلے گئے ۔

انہی ایام میں حضرتؒ نے اس ناکارہ سے تخلیہ میں فرمایا، غالباً کوئی ایک خادم تھا:

"قطب از جائے نجنبد"[1] سفر کیسے ہوسکتا ہے"۔

میں نے چپکے سے عرض کیا "رخصت لیکر"۔ بس حضرت خاموش ہوگئے۔

پیارے! اس قسم کی باتیں کہاں تک لکھوں یا لکھواؤں۔ یہ باتیں تو بیٹھ کر ہفتوں میں سننے سنانے کی ہیں۔ اس قسم کی باتوں کی آمد تحریر کے وقت نہیں ہوتی۔

سفر حجاز کے بارہ میں اختلاف رائے

اچھا تو سنئے! وہ حضرات اکابر تو دہلی تشریف لے گئے۔ حضرتؒ نے ناکارہ سے فرمایا:

"منور! تیری کیا رائے ہے؟"

میں نے عرض کیا تشریف لے جائیں۔ پھر خاموش ہوگئے۔ پھر ایک دن فرمایا:

"تیری کیا رائے ہے؟"

میں نے پھر وہی عرض کیا "تشریف لے جائیں"۔ تو فرمایا:

"اب کیا جاؤں گا، وہ لوگ تو روانہ ہو رہے ہیں"۔

جب اکابرِ تبلیغ بمبئی کیلئے روانہ ہوگئے تو پھر دریافت فرمایا:

"اب تیری کیا رائے ہے؟"

میں نے عرض کیا "تشریف لے جائیں"۔ پھر حاجی دوست محمد صاحب بمبئی سے سہارنپور آئے حضرت کو لے جانیکے لئے مگر حضرت اقدس نے انکار فرما دیا۔

---

[1] ترجمہ: قطب کسی جگہ سے (اپنی مرضی سے) حرکت نہیں کرتا۔

حاجی صاحب موصوف کے واپس ہو جانے کے بعد پھر دریافت فرمایا:

"بول منور! تیری کیا رائے ہے؟"

میں نے عرض کیا "میری والہانہ درخواست ہے کہ حضرت ضرور تشریف لیجائیں"

حضرت نے فرمایا:

"پہلے تم نے ایسا نہیں کہا ورنہ چلا ہی جاتا"۔

اس وقت حضرت حکیم ایوب صاحب مدظلہ موجود تھے۔ بس مجھے تکتے ہی رہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ:

"ان لوگوں سے میں نے کہہ دیا ہے کہ تمہارے سفر حجاز کے لئے روانہ ہوتے کے بعد تمہارے پیچھے نظام الدین جاؤں گا"۔ تو اب تم (یعنی یہ ناکارہ) ہمارے ساتھ نظام الدین چلنا"۔

حضرت نظام الدین تشریف فرما ہوئے۔ دوسرے دن صبح کو فرمایا:

منور! مزار پر جانا ہے، ساتھ رہنا"۔

حضرتؒ دیر تک مراقب رہے، اور یہ بندہ اور دیگر احباب بھی حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا الیاس کے مزارات پر مراقب ہوئے۔ اس ناکارہ کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی، اٹھ کر چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت بھی تشریف لے آئے، فرمایا:

"کوئی تاثر ہے"؟

میں نے عرض کیا نہیں۔ تو فرمایا:

"کل صبح کو پھر چلنا"۔

تیسرے دن صبح کو پھر حسب دستور حضرت مراقب ہوئے، اور ہم خدام بھی۔ مولانا عبدالرحیم صاحب متالا بھی تھے۔ اس وقت وہی کاتب خاص تھے۔ کچھ

دیر کے بعد اس ناکارہ کی سمجھ میں کوئی بات آئی جو حضرت کے فیضان کے ذریعہ آئی تو خوش ہو کر جلدی اُٹھ گیا۔ حضرتؒ بھی حجرہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ:

"کوئی تاثر ہے؟"

میں نے عرض کیا کہ "جی ہاں"۔ بس کیا تھا سب کو کمرہ سے نکلنے کا حکم ہوا اور بندہ سے فرمایا کہ "اندر سے زنجیر لگا دو"۔ تعمیل حکم کیا۔ فرمایا:

"کیا تاثر ہے؟"

ناکارہ نے دبی زبان سے عرض کیا کہ:

"اب کی بار سفر فرمالیتے تو پہلے جو نعمت ملی ہے اس سے بڑھ کر نعمت ملتی"۔ مجھے یہی تاثر ہوا ہے"۔

بس کیا تھا حضرت کا کھانا غالباً چار پانچ یا چھ وقت موقوف ہو گیا۔ سب لوگ اصرار کرتے رہے مگر یہ فرمایا کہ "قطعی خواہش نہیں"۔ بس چائے مشکل سے پیتے رہے۔ مجھے بھی قلق رہا کہ میری زبان سے کیا غیر اختیاری طور پر نکل گیا کہ حضرتؒ نے کھانا ہی چھوڑ دیا۔ پھر مجھے باصرار حکم ہوا کہ:

"تو کٹیہار چلا جا بخاری کے درس کا نقصان ہو رہا ہے"۔

میں کٹیہار واپس ہو گیا۔ ہفتہ عشرہ کے بعد گرامی نامہ موصول ہوا۔ ارقام فرمایا تھا:

"تم کٹیہار چلے گئے تو میں بھی سہارنپور آگیا، گنگوہ زیارت کا خیال ہوا"۔

منامی بشارت

ایک صاحب نے خواب بیان کیا کہ ایک مجلس ہے جس میں حضرت شیخؒ ہیں۔ اور حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوری ثانیؒ وغیرہ اکابر موجود ہیں۔ تو حضرت مدنیؒ مسکرا کر حضرت شیخ سے فرما رہے ہیں "اب تو آپ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے"۔

حضرتؒ نے لکھا کہ:

"میں نے اس کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اکابر کے وصال سے واقعی ذمہ داری بڑھ گئی ہے کہ ان کے متوسلین کی تعلیم و تربیت کا خیال کرنا پڑ رہا ہے"۔

پھر یہ تحریر کیا کہ:

"گنگوہ حاضر ہو کر حضرت قطب صاحبؒ کے مزار پر حاضر ہونے لگا تو یہ آواز آنے لگی:

بچے کہاں جاؤ ہو، یہیں پڑے رہو۔

یہ آواز بار بار بیٹھنے سے بھی آتی رہی اور بیٹھنے کے بعد بھی بار بار آتی رہی جب تک وہاں رہا، یہ نہیں کہہ سکتا کہ کان سے آواز آرہی تھی یا دل میں آواز ہو رہی تھی۔ تم بتلاؤ کیا بات تھی؟"

میں نے جواباً عرض کیا کہ یہ تو میرے تاثرات کی تصدیق ہے۔ جناب کو اللہ تعالیٰ نے مقام قطبیت سے نوازا ہے۔ مزید نعمتوں سے انشاء اللہ سرفراز فرمائیں گے۔ جواب موصول ہوا:

"تمہاری ترجمانی اب تو مولانا علی میاں صاحب کر رہے ہیں۔ ان کا اصرار ہے کہ ان کے ساتھ حجاز کا سفر کروں۔ تمہاری تو مشغولی ہے ورنہ لکھتا کہ فلاں تاریخ تک سہارنپور آجاؤ"۔

یہ ناکارہ حاضر خدمت ہوا۔

ولولہ انگیز سفر کی تیاری

تقریباً دو ہفتہ کے بعد حجاز کی تیاری شروع ہوئی جبکہ اکابر مرکز تبلیغ نظام الدین سفر حجاز سے واپس ہوئے۔ واپسی کے تقریباً تیسرے دن حضرت نے عام حکم

فرما دیا کہ ظہر بعد سے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے ۔ مجھ سے حاجی ابوالحسن صاحب نے کان میں کہا کہ تجھے اجازت ہے ۔ دروازہ بند کر دیا گیا ۔ اور اندر دونوں چبوتروں پر سامان بکھیر دئے گئے ۔ کون کون سا سامان ساتھ جائے گا اور کون کون سا یہاں رہے گا یا کہ فلاں کو دیا جائے گا ۔ غرضیکہ مغرب بعد تک یہ سلسلہ جاری رہا ۔ بس حضرتؒ ، حاجی ابوالحسن صاحب اور بندہ اور غالباً حافظ صدیق تھے اور بس ۔

کہاں تک لکھوں ۔ یہ منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا ۔ نہ لکھنے سے اور نہ سُنانے سے اس کا تعلق ہے ۔

مغرب سے تقریباً پون گھنٹہ بعد اکابر نظام الدین حضرت جی مولٰنا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ ، مولانا عمر صاحب مدظلہ ، مولانا ہارون صاحب مرحوم نے اندر آنے کے لئے دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹائی ۔ دروازہ اندر سے بند تھا ۔ حضرتؒ نے سُنی اَن سُنی کر دی ۔ حاجی ابوالحسن صاحب نے دبی زبان سے کہا حضرت جی وغیرہ نظام الدین سے آئے ہوئے ہیں ۔ حضرتؒ نے توجہ نہیں فرمائی ۔ سامان درست کراتے رہے ۔ بار بار زنجیر کھٹکھٹاتے پر فرمایا "کون ہے ؟" حاجی ابوالحسن صاحب نے کہا کہ دہلی کے حضرات معلوم ہوتے ہیں ۔ تو قدرے تأمل کے بعد فرمایا " دیکھو کون ہے ؟ " حاجی ابوالحسن صاحب نے دروازہ کھول دیا ۔ اکابر اندر آئے ۔ سلام کیا ۔ مگر حضرتؒ متوجہ نہیں ہوئے ۔ سامان درست کراتے رہے ۔ قدرے تأمل کے فرمایا :

"منوّر یہاں ہو ؟"

میں نے عرض کیا جی حاضر ہوں ۔ تو حضرت نے فرمایا :

"کیا میں حجاز جا رہا ہوں یا نہیں ؟"

میں نے عرض کیا " تشریف لے جا رہے ہیں "۔ غالباً قدرے تأمل کے بعد تین دفعہ مجھ سے فرمایا :

" منور تم ہو ! کیا میں حجاز جا رہا ہوں یا نہیں ؟ "

میں نے عرض کیا " تشریف لے جا رہے ہیں "۔ قربان جاؤں اس ادا پر ۔

پھر مولوی ہارون مرحوم سے فرمایا :

" کیا ہارون مَیں حجاز جا رہاں ہوں یا نہیں ، اگرچہ تم لوگ نہیں لے گئے "۔

مولوی ہارون مرحوم تو میری طرف بالکل خاموش جھک گئے کاٹو تو لہو نہ نکلے ۔

پھر مولانا محمد عمر صاحب سے فرمایا :

" کیا مولوی عمر تم لوگ مجھے حجاز نہیں لے گئے تو جا رہا ہوں یا نہیں ؟ "

تو موصوف بالکل سکتہ میں رہے کچھ جواب نہیں دیا ۔

پھر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب سے فرمایا :

" کیا مولوی انعام تم لوگ مجھ کو حجاز نہیں لے گئے تو جا رہا ہوں کہ نہیں ؟ "

تو حضرت جی مدظلہٗ نے آبدیدہ ہو کر بڑی سنجیدگی سے فرمایا :

" اب تو حضرت یہی کہا جائے گا کہ مقدر میں نہیں تھا "۔

تب حضرتؒ نے بڑی خندہ پیشانی سے سلام کا جواب عنایت فرمایا اور فرمایا کہ

" اچھا مولوی انعام الحسن صاحب ہیں مولوی عمر ہیں مولوی ہارون ہیں ! "

پھر ملاطفت فرمائی ۔ مزاج پُرسی کی اور خاطر و مدارات کروائی اور احوال سفر معلوم فرماتے رہے ۔

حضرت کا تصرّف

پیارے ! اس قسم کے واقعات میرے مشاہدے کے بہت ہیں مگر لکھنے سے قاصر ہوں ۔

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

جب یہ ناکارہ درس حدیث کے لئے مظاہر بلایا گیا تھا تو اخیر سال میں سخت بیمار ہوگیا، آپ بھی اس سال مشکوٰۃ شریف پڑھتے تھے۔ بیماری میں میری عجیب کیفیت ہوگئی تھی۔ مولانا عبدالرحیم صاحب متالا سے حضرتؒ کو کہلا بھیجا حضرتؒ نے فرمایا:

"اری جا چلی جیا۔"

بس میری وہ قبض کی کیفیت جاتی رہی۔

قساوت دُور ہونا

ایک مرتبہ بہت پہلے میں نے حضرت سے عشاء کے قریب اپنی قلبی قساوت کی شکایت کی تو فرمایا

"اچھا"

بس حضرتؒ کے کمرے سے اترتے ہوئے یہ شکایت کی اور زینہ سے اترنے بھی نہ پایا تھا کہ رونا شروع ہوگیا، کھانا بھی رات کو نہیں کھایا۔ رات بھر دن بھر روتا ہی رہا۔ مغرب بعد جب حاضری ہوئی، میں نے عرض کیا کہ حضرت کل رات سے اب تک میری یہ حالت رہی ہے کہ روتا ہی رہا ہوں۔ تو فرمایا:

"اچھا چلا جائے گا۔"

چنانچہ فوراً سکون ہوگیا۔

کاش! میں حضرت سے ذکر نہ کرتا تو کچھ اور ہی ہو جاتا۔ مگر میری بدقسمتی!

آخری دور میں جبکہ حضرتؒ کی طرف باضابطہ رجوع کیا —— اس لئے کہ بندہ حضرت مدنیؒ سے بیعت تھا —— تو حضرت سے عرض کیا کہ ایک توجہ مزید سابق کی طرح فرما دی جائے، تو فرمایا:

"بس وہی کافی ہے۔"

اب سر پیٹنے سے کیا ہوتا ہے۔ چڑیاں چُگ گئیں کھیت!

حافظ مقبول احمد دہلی کے قطب ہیں

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرتؒ کی موجودگی میں حضرتؒ کے ایماء سے جناب حافظ مقبول احمد صاحب مرحوم دہلوی سے تقریباً تین گھنٹہ تک لڑتا رہا اور حضرتؒ نے مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری مولانا سجاد صاحب جونپوری کو میرے قریب بٹھلا دیا اور یہ بھی فرما دیا کہ:

"حافظ صاحب دہلی کے قطب اور ملک کے صاحب خدمت ہیں۔"

میں تو تفصیل سے لکھوں گا نہیں۔ آخر حافظ مقبول صاحب بڑی بحثا بحثی کے بعد مان گئے اور خاموش ہوگئے۔

پھر وہی کچھ ہوا جو کچھ ہونا تھا۔ آگے زبان وقلم بند —— موجودین حضرات اور مولانا محمد صاحب کاندھلوی سے تفصیل معلوم کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور آپ کو بھی۔ آپ نے کس کام کے لئے مجھے لکھا ہے، اور کیوں چھیڑا ہے؟ اگر ایسا ہی شوق ہے تو دوبدو باتیں کرلیں اور سُن لیں۔ تحریر کے لئے مجبور نہ کریں۔ سلوک کے قانون مزاحم ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ استغفراللہ! استغفراللہ!

یہ چند باتیں بطور نمونہ لکھ دی ہیں۔ آپ کی تحریر وسوالات کی بناء پر آپ کے معلومات کے لئے اشاعت کے لئے نہیں۔

میں نے تو اخفاءِ حال کے لئے قلم اٹھایا تھا مگر کہیں سے کہیں پہنچ گیا ہاں تو بات رہ گئی۔

وہ بہترین نعمت جو حضرتؒ کو سفر حجاز اور قیام مدینہ پاک میں ملی حضرتؒ نے تو مجھ سے بیان نہیں فرمایا، میں منتظر ہی رہا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ

محترم صوفی اقبال صاحب کی تصنیف سے معلوم ہوا کہ وہ نعمتِ عظمیٰ قطب الاقطاب کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہٗ اتم۔

اعتذار

آپ کے تقاضہ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ ندامت ہے۔ معذرت خواہ ہوں۔

پیارے! مشاغل بہت بڑھ گئے ہیں۔ صحت کمزور رہے اور عمر کا تقاضہ، مگر کیا کیا جائے کہ بروقت چار چار مدرسین بعض وجوہ سے غیر حاضر ہیں۔ ان کے اسباق کا بعض حصّہ بھی احقر کے ذمہ ہے۔ غرضیکہ تعلیمی مشغولی، ڈاک کا انبار، تبلیغی اجتماعات کے مختلف اسفار، احباب کی آمد و رفت، انتظامی اُمور کی مشغولی بھی رہتی ہے۔ ان وجوہ سے مراسلہ بھیجنے میں کافی تاخیر ہوئی معاف فرمائیں۔ جلدی میں کچھ اجزاء مرتب کر کے بھیج رہا ہوں۔

بیا حاجی رہا کن شرمساری ٭ زصاف و دُرد بیش آر ہر چہ داری

تعمیل حکم میں جلدی کر رہا ہوں۔ آپ کی مسجد کی اجازت اور تکمیل کے لئے دل سے دُعا کرتا ہوں۔ خدا کرے جلد دکھلائے کہ دار العلوم ہولکبری کی جامع مسجد میں کوئی رمضان اعتکاف کے ساتھ گزرے۔ آمین

ہمارے کرمفرما جناب ہیڈ ماسٹر اکمل یزدانی صاحب دیدار بخش ہائی اسکول بیر نگر بھبریا ڈاک خانہ بیر نگر وایا چوپڑا رام نگر ضلع پورنیہ۔ بہار۔ انڈیا۔ نے مختلف مضامین پُر از معلومات حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مرتب فرمائے ہیں۔ اور بعض مضامین کو الفرقان لکھنؤ اور اخبار الجمعیۃ ویکلی دہلی بھی بھیجدئے ہیں۔ جن کو آپ ملاحظہ ان رسالوں اور اخبارات کے ذریعہ کر سکتے ہیں۔ مزید مضامین او ابھی مرتب

کئے ہوئے ہیں۔ اور حضرتؒ کے خاص متوسلین اور اعتکاف کے شرکاء رہے ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اُن سے بھی مضامین طلب کر سکتے ہیں۔

فقط والسلام

مکمل نام و پتہ

میرا نام منور حسین ابن شیخ منیر الدین مرحوم ہے، بعض بزرگوں نے میرا نام منور علی اور منور ابراہیم بھی رکھا تھا۔ تاریخی نام "مغفور" ہے۔

گھر کا پتہ یہ ہے: محلہ رشید پور، موضع التا باڑی، ڈاکخانہ گانگی ہاٹ، تھانہ بہادر گنج، ضلع پورنیہ۔ بہار (انڈیا)

میں عرصہ سے خدمت درس پر دار العلوم لطیفی کیٹھار میں مامور ہیں۔

کیٹھار کا مختصر پتہ یہ ہے: اپنا کتب خانہ کیٹھار، ضلع کیٹھار، بہار، انڈیا۔

تاریخ پیدائش

غالباً ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء روز چہار شنبہ کی صبح کو ولادت ہوئی۔ ایسے وقت میں جبکہ سورج نکلنے والا تھا اور چاند غروب ہو رہا تھا۔ عربی سال ۱۳۲۶ھ ہے اور سنہ ہجری پر تاریخی نام "مغفور" رکھا گیا ہے۔ عربی ماہ وسط تھا مگر مہینہ یاد نہیں۔ یہ باتیں اپنے بزرگوں سے سنیں، صد سالہ جنتری سے عربی مہینہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔

بچپن کی تعلیم و تربیت و اعلیٰ تعلیم

ابتدائی تعلیم گاؤں کے چند مکتبوں میں ہوئی۔ فارسی کی تعلیم مولوی عبد الرحمن صاحب دوانی رحمہ

سے سکندر نامہ وغیرہ تک حاصل کی۔

پھر عربی کے لئے ضلع کے مشہور عربی مدرسہ "مدرسہ محمدیہ" میں داخل ہوا۔ پہلے دو سالوں تک مولانا محمد زبیر صاحب مرحوم دربھنگوی فاضل دیوبند سے تعلیم حاصل کی۔ پھر دو سال اسی مدرسہ میں مولانا عبدالواحد صاحب جونپوری مظاہری سے شرح جامی وغیرہ تک کی تعلیم حاصل کی، اور مولانا موصوف ہی کی ہدایت پر ۷ر شوال ۱۳۴۲ھ کو مظاہر العلوم تحصیل علم کے لئے پہنچا۔

۱۳۵۰ھ میں دورۂ حدیث تک کی تکمیل کی۔ سہ ماہی امتحان میں ابو داؤد شریف میں ــــ حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کے یہاں ہوتی تھی ــــ اول نمبر حاصل کرنے پر حضرتؒ کی طرف سے "بذل المجہود" کامل ملی۔ تقریباً چالیس ۴۰ شرکاء تھے۔ اور سالانہ امتحان میں دورۂ حدیث میں اول نمبر حاصل کرنے پر حضرت اقدسؒ کی طرف سے "اوجز" جلد اول جو بروقت چھپی تھی انعام میں ملی۔ اور پورے مدرسہ میں اول آنے کی وجہ سے مدرسہ کی طرف سے پندرہ ۱۵ روپے نقد انعام میں ملے جن سے بندہ نے مکمل شامی خرید کی جو غالباً بارہ ۱۲ روپے میں ملی اور میں نے اس کو مجلد بھی کرالیا تھا۔ مزید مدرسہ کی طرف سے انعام میں تقریباً چالیس روپے کی ملیں۔

۱۳۵۱ھ میں فنون، صدرا، شمس بازغہ، حمد اللہ، قاضی، تصریح، شرح چغمینی، اقلیدس، سبعہ شداد وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

تدریس کی ابتداء

اسی سال شوال میں مدرسہ خلیلیہ شاخ مظاہر علوم میں معین مدرس مقرر ہوا۔

۱۳۵۲ھ اور ۱۳۵۳ھ میں بھی ابو داؤد میں سماعت کرتا رہا اور معین مدرسی کے کام کے ساتھ ساتھ تجوید بھی پڑھتا رہا۔ پھر شاخ میں مستقل مدرس ہو گیا۔

۱۳۵۶ھ کے شعبان تک پانچ سالوں میں کافیہ بحث فعل، قدوری، شرح تہذ...

وغیرہ تک پڑھاتا رہا۔

۱۳۵۵ھ میں میرا پہلا نکاح ہو گیا تھا۔ ۱۳۵۶ھ کے اخیر میں رمضان کے بعد ہمارے علاقہ میں ایک مدرسہ "مدرسہ نعمانیہ" بواخالی نامی مقام میں قائم کیا تھا جس کے قیام میں اور دوستوں کے ساتھ میں بھی تھا۔ اسی مدرسہ میں بندہ کو مدرس بنا لیا گیا۔

۵۷ھ سے ۵۸ھ تک اسی مدرسہ میں تعلیم دیتا رہا۔ فارسی وغیرہ کے ساتھ ہدایہ، نور الانوار وغیرہ کتابیں بھی پڑھائیں۔

دار العلوم لطیفی میں تقرر

۲۸ر ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ میں ایک بڑا خالص عربی مدرسہ "دار العلوم لطیفی" کے نام سے کٹیہار میں قائم ہوا۔ اس کے بانی حضرت مولانا محمد عابد صاحب چندپوریؒ تھے۔ وہ اس دیار کے بڑے بزرگ اور عالم تھے۔ اور حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے تربیت یافتہ تھے۔ انہوں نے حضرت اقدس مہاجر مکیؒ سے مکہ معظمہ میں حزب البحر اور دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت بھی حاصل کی تھی، انہوں نے تقریباً پچھتر ۷۵ سال کی عمر میں ایک خالص دینی عربی مدرسہ قائم کیا اور دو سال میں دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہونے لگی۔ وہ قیام مدرسہ کے سترہ ۱۷ سال بعد انتقال فرما گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ الحمد للہ وہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔

مدرسہ کے قیام کے بعد انہوں نے مجھے اور مولانا عبد الرزاق صاحب کے پاس خط لکھا کہ تم لوگ تو مظاہر علوم کے فارغ ہو اور درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے ہو ہماری خواہش ہے کہ مزید علمی تجربہ و معلومات حاصل کرنے کے لئے باہر جاؤ اور ہمارے مدرسہ دار العلوم لطیفی کٹیہار میں دورۂ حدیث، فقہ و تفسیر کی تدریسی خدمات انجام دو۔ ساتھ ہی ساتھ فتاویٰ وغیرہ کے کام

بھی انجام دیتے رہو۔

چنانچہ ہم دونوں نے ۱۳۵۹ھ کے اوائل میں سفر کیا۔ چند یوم بریلی رہا اور اکثر حصہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے درجۂ تخصیص میں گزارا، تاریخ ادب عربی وغیرہ کی کچھ کتابیں پڑھیں، جدید عربی کا مطالعہ کیا اور عربی مضامین وغیرہ لکھتے رہے۔

۱۳۵۹ھ کے شوال میں دونوں دارالعلوم (دیوبند) پہونچے۔ حضرت شیخ الاسلام شیخی و مرشدی مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کے سامنے پوری تفصیل رکھی اور عرض کیا کہ:

"ہم لوگ درس و تدریس میں آٹھ نو سال گزار چکے ہیں۔ اب ہمارے علاقہ میں حضرت مولانا عابد صاحبؒ نے ایک بڑا عربی مدرسہ دورۂ حدیث تک کی تعلیم کے لئے قائم کیا ہے اور ہم لوگوں کو حضرت اقدس کی خدمت میں خصوصی طور پر بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھنے اور فتاویٰ کی مشق کرنے کے لئے بھیجا ہے۔"

چنانچہ حضرت اقدس قدس سرہٗ نے خصوصی توجہ فرمائی اور خصوصی طور پر اجازت دی کہ ہمارا داخلہ ان دو کتابوں میں خاص کر کر لیا جائے۔ اور فتاویٰ نویسی کے لئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ہاں ظہر سے عصر تک کا وقت مقرر کرادیا۔

اسی سال سے فتاویٰ نویسی باضابطہ طور پر دارالعلوم دیوبند میں جاری ہوئی، اس سے پہلے یہ شعبہ نہیں تھا۔

علیٰ ھذا القیاس مظاہر علوم سہارنپور میں بھی فتاویٰ نویسی کا کام سب سے پہلے مفتی محمود صاحب گنگوہی اور مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری وغیرہ کے ذریعہ شروع کر دیا گیا تو بندہ بھی شریک تھا۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب صدر مدرس کامل پوریؒ مشق کراتے تھے۔ رسم المفتی وغیرہ کی بھی تعلیم ہوتی تھی۔

۱۳۶۰ھ کے شعبان کے آخر میں بخاری شریف ختم ہوئی اور روزہ کی حالت میں ہم لوگ وطن واپس لوٹے۔

پھر ۷ر شوال ۱۳۶۰ھ میں باضابطہ طور پر دارالعلوم لطیفی کٹیہار میں بحیثیت مدرس بحال کر لئے گئے اور اب تک اسی مدرسہ میں حدیث و فقہ وغیرہ کی تعلیم میں ہم دونوں مشغول ہیں۔ لگ بھگ بیالیس (۴۲) سال ہو گئے۔

مظاہر میں تدریس کے لئے آمد

اس بیچ میں مولانا امیر احمد صاحبؒ صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور کے انتقال کے بعد بندہ کو استاذ حدیث کی حیثیت سے ایک سال کے لئے مظاہر علوم بلا لیا گیا تھا۔

اس عرصہ میں حدیث کی سات کتابیں بندہ کے زیر درس رہیں۔

نکاح و اولاد

پہلے نکاح کے سات آٹھ سال بعد دوسرا نکاح ہوا۔ پہلی اہلیہ اور دوسری اہلیہ بھی گزر گئیں اور ساتھ ساتھ اولاد بھی۔ اللہ تعالیٰ بہت بہت مغفرت فرمائے۔ آمین

۱۹۴۸ء میں تیسرا نکاح ہوا۔ یہ اہلیہ باحیات ہیں۔ اولاد میں دو لڑکیاں اور دو لڑکے موجود ہیں۔ بڑی لڑکی مولوی انوار عالم سلمہٗ مظاہری سے منسوب ہے اور چھوٹی لڑکی مولوی ابوالہاشم سلمہٗ سے ہے۔

لڑکوں میں قاری حافظ سالم ایک مقامی عالیہ مدرسہ میں معلم ہیں اور مدرسہ حسینیہ فرقانیہ مسجد زکریا کے ناظم بھی۔ یہ مدرسہ بندہ کے دروازہ پر قائم ہے۔ سالم سلمہٗ صاحب اولاد ہیں۔ گھر اور کاشت کی نگرانی بھی کرتے ہیں۔

دوسرا لڑکا جو چھوٹا ہے یعنی حافظ محمد سلیمان سلمہٗ مظاہر علوم میں موقوف علیہ میں زیر تعلیم ہیں۔

۞ ۞ ۞

دینی خدمات

اوائل میں جمعیۃ العلماء کی خدمات دینیہ میں شریک رہا۔ ساتھ ہی امارت شرعیہ بہار کی خدمت بھی کرتا رہا ضلع جمعیۃ کا صدر بھی رہا اور امارت شرعیہ کا ممبر بھی۔

اب تو زیادہ تر تبلیغی خدمات سے واسطہ رہتا ہے گرچہ جمعیۃ علماء اور امارت شرعیہ سے بھی لگاؤ ہے۔

بیسیوں نئی مساجد کی بنیاد اس ناکارہ کے ذریعہ پڑیں۔ اور اکثر تکمیل کو پہونچیں، اور نمازیں باجماعت ہورہی ہیں۔

اس ناکارہ کے ذریعہ بعض دینی مدارس کا قیام بھی عمل میں آیا ہے خاص کرکے دارالعلوم رحمانی ارریہ ضلع پورنیہ، دارالعلوم بہادرگنج ضلع پورنیہ اور مدرسہ حسینیہ فرقانیہ کا بانی اور سرپرست یہی ناکارہ ہے۔

دارالعلوم رحمانی زیرو مائل ارریہ میں الحمدللہ ایک شاندار مسجد "مسجد حسینیہ" پختہ تیار ہوچکی ہے۔ اس مدرسہ میں تقریباً ایک سو طلباء کو مدرسہ کی طرف سے کھانا دیا جارہا ہے اور تقریباً ڈھائی سو طلباء زیر تعلیم ہیں۔ یہ درس نظامی کا مدرسہ ہے۔ الحمدللہ بڑے سلیقے سے تعلیم دی جارہی ہے۔

دارالعلوم بہادرگنج میں تقریباً ستر لڑکوں کو مدرسہ کی طرف سے کھانا دیا جارہا ہے۔ اس مدرسہ میں دو سو سے زیادہ طلباء زیر تعلیم ہیں۔ اس مدرسہ کا رقبہ تقریباً ۵-ایکڑ ہے جو کافی مالیت سے حاصل کیا گیا ہے۔ یہ مدرسہ بھی درس نظامی کا مدرسہ ہے اور اس میں تعلیم کے علاوہ تربیت پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ اس مدرسہ کے احاطہ میں ایک طویل و عریض مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے، جو ۱۰۰ ہاتھ لمبی اور ۱۲۵ ہاتھ چوڑی تعمیر ہوگی جس کا نام "مسجد زکریا" رکھا گیا ہے۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث رح نے اس مسجد کو "مسجد کبیر" سے تعبیر فرمایا ہے

اور تکمیل و آبادی کے لئے دعا فرمائی ہے۔

"مدرسہ حسینیہ فرقانیہ" اس ناکارہ کی سرپرستی میں "مسجد زکریا" رشید پور التا باڑی میں قائم ہوا ہے۔ اس میں حفظ و تجوید کی تعلیم ہوتی ہے۔ پندرہ سولہ طلباء حفظ کررہے ہیں جن کو مدرسہ کھانا دیتا ہے کل طلباء کی تعداد تقریباً ستر ہے۔

حضرت اقدس قدس سرہٗ العزیز نے خاص کر ان تینوں مدرسوں اور مسجد کی تکمیل و آبادی کے لئے خصوصی دعائیں دی ہیں اور ان تینوں مدرسوں کے قیام پر بہت بہت مسرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اور مولانا شاہد سلمہٗ کے قلم سے لکھواکر تحریر بھی ارسال فرمائی ہے۔

دارالعلوم رحمانی اور دارالعلوم بہادرگنج کے قیام کو چار سال ہورہے ہیں، دارالعلوم رحمانی میں اس سال سالانہ جلسہ کے موقع پر سات حفاظ کی دستار بندی ہوئی اور دارالعلوم بہادرگنج میں سالانہ جلسہ کے موقع پر تین حفاظ کی، مدرسہ حسینیہ فرقانیہ مسجد زکریا رشید پور میں ایک حافظ ہوچکا ہے جس نے تراویح سنائی ہے، اور تین چار لڑکے حافظ ہونے ہی والے ہیں۔

ارریہ زیرو مائل میں "خانقاہ خلیلیہ" کے قیام کے لئے ایک صاحب نے زمین دی ہے اور عمارت کے لئے سامان مہیا ہورہا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ جلد یایہ تکمیل کو پہونچائے۔ آمین

علاقہ کی دینی صورت حال

ہمارا ضلع پورنیہ عہد مغلیہ میں بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ یہ ایک سرحدی عسکری مرکز Frontier Militrey Province تھا۔ لگ بھگ اٹھارہ فوجدار Milary Governore نے اس پر حکومت کی، جن میں معین الدین سیف خاں پسر عمدۃ الملک عالمگیری امیر خاں میر میراں، صولت جنگ اور

شوکت جنگ کا عہد قابل ذکر ہے۔

معین الدین سیف خاں بڑا جری اور بہادر فوجدار تھا۔ اس کی عہد فوجداری سے قبل بنگال بہار اور نیپال کے بورڈر پر واقع یہ علاقہ مورنگیوں اور بھوٹانیوں کے حملے کا برابر شکار رہا۔ سیف خاں فوجدار پورنیہ نے ان کی یورش کا سدباب کیا اور مغل سرحد کو اُتر کی طرف تیس ۳۰ میل تک آگے بڑھالیا۔ اس نے کابل سے لیکر پوربی، پچھمی، دکھنی ہندوستان سے مسلمانوں کو لاکر بسایا۔ اس لئے ملک کے بڑے بڑے شہروں اور ضلعوں کے نام پر یہاں کے بہت سے گاؤں آباد ہیں۔ مثلاً دلّی کے نام پر چند گاؤں ہیں، بلیا کے نام بھی کئی مواضعات ہیں۔ گجرات کے اجین مردا کے نام پر اجین مردا نامی بستیاں یہاں آباد ہیں۔ رام پور کے نام پر تو ماشاء اللہ بہت مواضعات ہیں۔ بریلی، گورکھپور، پٹنہ، بھاگلپور، اختیار پور، لودھنا، لودھن نامی گاؤں بھی یہاں ہیں کیا بعید ہے کہ لودھیانہ سے بھی لوگ یہاں آکر بسے ہوں۔ اسی طرح مرزاپور، فتح پور، داناپور، انارکلی کشن گنج بہادر گنج، سونتھا نامی بستیاں بھی آباد ہیں۔ کشن گنج دلّی میں بھی ہے اور یہاں بھی، بہادر گنج شاہ جہاں پور کے ایک محلہ کا نام ہے اور الہ آباد میں بھی اس نام کا مقام ہے۔ سہارنپور کے اطراف میں سنتھا نامی جگہ ہے۔

سنہ ۱۹۰۸ء میں انگریزوں نے مشرقی حلقہ کے جنوبی چند تھانوں کو کاٹ کر ضلع مالدہ بنا کر بنگال میں شامل کردیا۔ پھر تقریباً چالیس سال بعد جب ملک آزاد ہوا تو کانگریس نے مشرقی چند تھانوں کو چھانٹ کر دیناجپور بنگال (انڈیا) میں شامل کردیا۔ پھر پورنیہ کے ایک معقول حصہ کو کاٹ کر ضلع کیٹھار بنا دیا گیا۔ پھر سُنا جاتا جاتا ہے کہ سہرسہ بیرپور کو مستقل ضلع بنا دیا جائے گا جس میں پورنیہ کے بہت سے حصوں کو چھانٹ کر شامل کردیا جائے گا۔ حالانکہ اررِیہ اور کشن گنج والوں کا پُر زور

اصرار رہا ہے کہ کشن گنج یا اررِیہ کو ضلع بنا دیا جائے مگر گورنمنٹ ماننے کو تیار نہیں ہے کہ مسلم اکثریت کے دو ضلعے یا ایک ضلع بن جائے۔

بہر حال سابق مشرقی پورنیہ میں تقریباً بیس ۲۰ لاکھ سے اُوپر مسلمان آباد تھے اب دو تین دفعہ کی کانٹ چھانٹ کے بعد بھی پورنیہ ضلع میں تقریباً دس ۱۰ لاکھ مسلمان آباد ہیں۔

مسلمانوں کی دینی حالت

سابق ایام میں تو مسلمان بکثرت فارسی داں، دیندار، زمیندار، تعلقہ دار اچھی حیثیت میں تھے۔ ان میں دینداری تھی، اسلامی شعار کی پابندی اور لحاظ تھا۔

پھر انگریزوں کے عمل دخل میں دینداری گھٹتی گئی۔ جہالت بڑھتی گئی، تاآنکہ اب سے پچاس سال قبل معدودے چند عالم وحافظ تھے اور انگریزی داں برائے نام۔

سنہ ۱۳۴۵ھ میں جب یہ بندہ مظاہر علوم پہونچا تو پورنیہ کا میں اکیلا طالب علم تھا۔ اسی طرح دارالعلوم دیوبند میں بھی ایک پورنیہ کے مولوی زین الدین مرحوم مسکونہ بیرپور تھانہ بہادر گنج واحد طالب علم تھے۔ مگر اب الحمدللہ مظاہر علوم میں پورنیہ کے دو سو ۲۰۰ سے اوپر طلباء ہیں اور دارالعلوم دیوبند میں بھی ایک سو کے قریب پورنیوی طالب علم ہیں۔

اب تو یوپی یا بہار کا شاید ہی کوئی بڑا دینی مدرسہ ہے جہاں پورنیہ کے کم و بیش طلبا نہ پڑھتے ہوں۔ الحمدللہ ہزار سے اوپر، باقی ماندہ علماء وحفاظ ہو چکے ہیں، اور اکثر گاؤں میں عالم وحافظ پائے جاتے ہیں۔

ادھر دس بارہ برس سے تبلیغی کاموں کا زور ہے۔ بڑے بڑے تین کامیاب اجتماعات ہو چکے ہیں، جن سے عام مسلمانوں میں دینداری کا جذبہ پیدا ہوا ہے اور چار سو سے اوپر مدرسے چل رہے ہیں۔ مگر اکثر و بیشتر مدارس میں عالیہ کا

نصاب ہے ۔ ان مدارس کو گورنمنٹ پیسے دیا کرتی ہے مگر دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی ہوتی ہے ۔

اس ضلع میں درس نظامی کے مدرسے معدودے چند ہیں ۔ پہلے تو پورے ضلع میں صرف دو تین ہی عربی مدرسے تھے جن میں عربی کی شرح جامی وغیرہ تک تعلیم ہوتی تھی ۔ مگر اب تو ماشاء اللہ مدرسوں کے جال بچھ گئے ہیں ۔

۱۳۵۸ھ میں عربی کا بڑا مدرسہ " دارالعلوم لطیفی " نام سے کیٹھہار میں قائم ہوا جس میں دورۂ حدیث تک کی تعلیم کا سلسلہ چلا آرہا ہے ۔ اس مدرسہ کا فیض بہت پھیلا کہ ضلع پورنیہ میں سیکڑوں علماء و حفاظ تیار ہو گئے ۔ اور ہر سال اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

مزید برآں علماء ، حفاظ قراء مدرسہ مظاہر علوم ، دارالعلوم دیوبند ، دلی ، لکھنؤ مرادآباد ، مئو ، میرٹھ وغیرہ سے تیار ہو کر قافلہ در قافلہ آرہے ہیں ۔ اور ان میں بہت سے ہمارے دارالعلوم کیٹھہار کے پڑھے ہوئے ہوتے ہیں ۔

ابھی حال میں دارالعلوم رحمانی ارریہ ، دارالعلوم بہادر گنج ، مدرسہ حسینیہ مسجد زکریا ، رشید پور تین سال میں خاص اس ناکارہ کی نگرانی اور سرپرستی میں قائم ہوا ہے جو الحمد للہ سلیقہ سے چل رہا ہے ۔ جن کا ذکر پہلے آچکا ہے ۔

رُشد و ہدایت

رشد و ہدایت اور بیعت کے سلسلے میں آقائی و مولائی حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بار بار دورہ سے پورنیہ کو بہت بڑا دینی فائدہ پہنچا ۔ کافی لوگ شاگردی و بیعت میں داخل ہوئے ۔ اور ان کے ایک خلیفہ بھی مولانا ادریس صاحب ہمارے ضلع میں موجود ہیں ۔

پھر حضرت اقدس شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کے بھی اس ضلع میں خلفاء ہیں ۔ مولانا امام الدین صاحب ہمارے دارالعلوم لطیفی کیٹھہار کے مدرس حضرت

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی ہیں ۔ اور اس ناکارہ کو بھی کہا جارہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ احباب کے حُسنِ ظن کو سچا کر دکھائے ۔

اس ضلع میں حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ العالی کا بھی برابر دورہ ہوتا رہتا ہے اور ایک سال کشن گنج پورنیہ میں قیام رمضان بھی فرمایا ۔ ماشاء اللہ مولانا موصوف کے چھ خلفاء ہمارے ضلع میں ہیں یعنی منشی زکریا صاحب ڈوریا ، پیشکار نعیم صاحب پورنیہ ، مولانا عبدالرشید صاحب بھیاگنٹی ، مولانا جعفر صاحب کوئی ماری ، مولانا بشیر صاحب ڈومریا ، مولانا حکیم عبدالجبار خاں صاحب بیزنگر ۔

نیز حضرت امیر شریعت بہار و اڑیسہ حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کا بھی دورہ ہمارے ضلع میں رہتا ہے ۔ موصوف سے بہت احباب وابستہ ہیں ۔ اور یہاں صوفی جمیل صاحب دوہا اُن کے خلیفہ ہیں ۔

مقامی طور پر حضرت مولانا محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم لطیفی کیٹھہار سے بھی جنوبی حلقہ کے بہت سے احباب منسلک ہیں ۔

ضلع پورنیہ کی زبان

پورنیہ ضلع کی عام زبان مجلسی ، علمی ، تحریری ، تقریری اُردو ہے اور رسم الخط بھی اردو ہے ۔

لیکن اس ضلع میں کچھ مقامی بولیاں Language بھی ہیں جو مقامی طور پر بولنے میں آتی ہیں مگر لکھی نہیں جاتیں ۔ اس ضلع کے مشرقی و مغربی حلقوں کی گھریلو بولیوں " ر Dilect " میں کچھ امتیاز ہے ۔ مغربی آبادی میں میتھلی کا اثر گہرا ہے اور مشرقی حلقہ میں جو مقامی بولی بولی جاتی ہے اس پر فارسی ، عربی ، ہندی ، بنگلہ اور گجراتی زبانوں کا اثر ہے ۔

پورنیہ کے مشرقی خطے میں جو مسلمان آباد ہیں ان میں سے اکثر کو اس ضلع کے باہر سے لاکر بسایا گیا ہے اس لئے یہاں شیوخ ، سادات ، مغل ، پٹھان ،

مرزا، ملک وغیرہ برادری کے لوگ بھی ہیں۔ مومن یعنی انصاری برادری، راعین برادری اور دوسری برادریوں کے لوگ بھی اس ضلع میں ہیں مگر نسبتاً کم ہیں۔

حضرت شیخ رح سے ابتدائی ملاقات وزیارت

۷؍شوال ۱۳۴۵ھ کو یہ ناکارہ دینی تعلیم کی غرض سے مظاہر علوم حاضر ہوا۔ اس وقت میری عمر تقریباً اٹھارہ ۱۸ سال تھی۔ داخلہ کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ مدینہ پاک میں تشریف فرما تھے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح کے ساتھ "بذل المجہود" کی تکمیل میں لگے ہوئے تھے۔ ۴۶ھ کے اوائل میں جب مدینہ پاک سے تشریف لائے تو سب سے پہلی زیارت سہارنپور اسٹیشن پر میدان میں ہوئی جبکہ اجتماعی طور پر دعا کے لئے حضرات مدرسین واکابر مظاہر علوم اور عام طلباء اور شہری جمع ہوئے تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ پاک میں دستار خلافت واجازت مرحمت فرماکر مدینہ پاک سے بھیجا تھا۔ اور شیخ الحدیث کا لقب بھی عنایت فرمایا تھا۔ حضرت شیخ رح اُس دستار کی پیچوں کو

حضرت شیخ سے بیعت واصلاحی تعلق کی شکل

یہ ناکارہ جب تقریباً گیارہ سال کا تھا اور ابتدائی فارسی کی کتابیں پڑھتا تھا تو والد مرحوم نے حضرت شاہ یوسف کشمیری رح سے بیعت تبرک کرادی تھی۔ شاہ صاحب موصوف نے والد کو ہدایت کی تھی کہ اس بچہ کو گائے کی دُم پکڑنے نہ دینا یعنی کھیتی کے کام کاج میں نہ لگانا بلکہ تعلیم دلوانا۔ اور مجھے ہدایت کی تھی کہ نماز پڑھتے رہنا، اور ہر وقت با وضو رہنا اور سبحان اللہ سبحان اللہ جتنا ہو پڑھتے رہنا۔ چنانچہ ان کی ہدایت پر یہ بندہ تینوں باتوں پر حتی الامکان عمل کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

میری فراغت سے پہلے ہی شاہ صاحب رح وصال کرچکے تھے۔ جب میں غالباً مشکوٰۃ پڑھتا تھا تو خانقاہ تھانہ بھون سے "النور" پرچہ نکلتا تھا جس میں سالکین کے احوال ہوتے تھے۔ ان مضامین کو پڑھتے پڑھتے شوق پیدا ہوا۔ حضرت تھانوی رح سے خط وکتابت جاری کیا۔ حضرت تھانوی رح نے بیعت تو فرمایا نہیں البتہ اصلاحی تعلق کو منظور فرلیا۔ حضرت مولانا اسعد اللہ رح سابق ناظم مظاہر علوم کے ساتھ کبھی کبھی تھانہ بھون خانقاہ حاضر ہوتا رہا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت تھانوی رح نے میری اصلاح اور خط وکتابت کا تعلق حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب رح صدر المدرسین مظاہر علوم سے قائم کرادیا کہ تم سے قریب ہیں مجھ سے بہتر اصلاح فرمائیں گے۔ حضرت استاذی مولانا عبد الرحمٰن صاحب رح نے اس شرط پر خط وکتابت منظور فرمائی کہ میں بیعت نہیں کروں گا۔ یہ سلسلہ میرے قیامِ سہارنپور تک تو رہا، پھر جب سہارنپور کا رہنا چھوٹ گیا اور اپنے علاقہ کے مدرسہ نعمانیہ پوا خالی میں ملازم ہوگیا تو یہ سلسلہ بھی چھوٹ گیا۔

پھر تین سال کے بعد جب دار العلوم دیوبند حضرت شیخی ومولائی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح کی خدمت میں دوبارہ بخاری، ترمذی پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تو حضرت شیخ الاسلام رح سے باضابطہ بیعت ہوگیا۔

حضرت رح نے اور تسبیحات کے ساتھ ذکر جہری بارہ تسبیح کی بھی تعلیم دی، اور فرمایا کہ:

"مردانہ وار اس کو کرتے رہنا۔"

یہاں دار العلوم لطیفی کٹیہار میں درس وتدریس کی خدمات میں اتنی مشغولی ہوئی کہ ذکر جہری کا جاری رہنا مشکل ہوگیا تو دوبارہ حضرت موصوف سے عرض کیا تو ذکر سری اسم ذات کی تعلیم دی۔ بتدریج پندرہ سولہ ہزار تک پہنچادیا

تھا تو رمضان ہیں بالشکنڈی آسام حاضر ہوا تو فرمایا اس کا کورس تو پچیس ہزار سے لیکر سوا لاکھ تک ہے۔ پورا کورس یعنی سوا لاکھ تو دو ہی چار دن نبھا سکا البتہ پچیس[۲۵] ہزار کا معمول عرصہ تک کا رہا۔

غالباً ۷۷ھ میں حضرت شیخ الاسلامؒ کا وصال ہوگیا۔ میں اس سال سفر حج میں گیا ہوا تھا۔ واپسی میں دوبارہ ملاقات نہ کرسکا جس کا زندگی بھر افسوس رہا۔

اللہ کا فضل کچھ ایسا شامل حال ہوا کہ ۷۸ھ میں بھی سفر حج پر دوبارہ روانہ ہوگیا۔ بنارس پہنچ کر حضرت شیخ الحدیث رحؒ کو عریضہ لکھا کہ پچھلا سفر تو حضرت مدنی قدس سرہٗ کے زیر سایہ اور دعاؤں میں ہوا۔ اب حضرت والا ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور جناب والا ہی کی سرپرستی میں اس سفر میں جا رہا ہوں۔ حضرت والا ہی سرپرستی اور دعا فرماتے رہیں۔

حضرت شیخ رحؒ اوائل میں علماء کو بیعت نہیں فرماتے تھے بلکہ حضرت مدنی رحؒ اور حضرت رائپوری رحؒ کی طرف ترغیب دے دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت شیخ کے منشاء کے موافق حضرت مدنی رحؒ سے بندہ وابستہ ہوگیا ورنہ تو دورہ ہی کے سال سے ہمارے مرشد و منظور نظر ہوگئے تھے۔ بتدریج یہ تعلق بڑھتا گیا۔ بالخصوص فراغت کے بعد جبکہ مدرسہ خلیلیہ شاخ میں یہ بندہ ملازم ہوگیا تو حضرتؒ کے عشاء تک کا وقت اور جمعہ کے دن صبح کا وقت حضرت ہی کی خدمت میں گزارتا رہا۔ حضرت رحؒ اس زمانہ میں "کوکب الدری" کا حاشیہ مرتب فرما رہے تھے۔ مختلف شروح سے مختلف مضامین کا ڈھونڈھ نکالنا اس ناکارہ کے ذمہ تھا۔ اور "جامع الروایات" جو حضرت کی مفصل تالیف شروع تھی اس میں احادیث صحاح وغیرہ کا درج کرنا اس بندہ کا کام تھا۔

جامع الروایات کی مختلف جلدیں تھیں، سیکڑوں ابواب تھے۔ یہ کتاب

حضرت رحؒ کی زندگی میں پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچی جیسا کہ میرے علم میں ہے۔ اور غالباً میرے بعد اس کام کا سلسلہ بھی رک گیا تھا۔

جب "کوکب" کی دوسری جلد کا حاشیہ مرتب کرنے کا وقت قریب ہوا تو حضرت قطب ربانی گنگوہی رحؒ کی تقریروں کی کاپیاں جن کو حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب رحؒ نے عربی زبان میں مرتب فرمائی تھیں۔ ان کی بعض کاپیاں ناکارہ کے حوالہ اور مولانا عمر احمد صاحب تھانوی کے حوالہ حضرت رضؒ نے کردیں اور ہدایت فرمائی کہ ان کاپیوں کے مضامین میں جو اشکالات ہوں یا شروحات میں جو مضامین کارآمد نظر آئیں تو الگ کاپیوں میں اُن اشکالات اور مضامین کو جمع کرتے رہو تاکہ تحشیہ کا کام جب ان کاپیوں پر پہنچے تو ایک نظر اُن کاپیوں پر ڈال لیا کروں اور تحقیق کرلوں۔ یہی وجہ ہے کہ جلد ثانی کوکب کا حاشیہ تیار ہوگیا ہے اس لئے کہ ہم لوگ فتح الباری، فتح القدیر، عینی، فتح الملہم وغیرہ سے بعض بعض اشکالات اور مضامین اناپ شناپ نوٹ کرتے رہے۔

پیارے! داستان پارینہ حسرت آمیز بڑی لمبی ہے۔ کہاں کہاں تک لکھاؤں اب تو خونِ جگر آنسوؤں کے ذریعہ بہانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا۔ فراغت کے بعد پانچ سال تک دن کو شاخ کی تدریس اور شام کو تا ختم عشاء حضرت کے یہاں کی حاضری مسلسل جاری رہی۔ تعلق و مودت میں پختگی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ بغیر زیارت کے چین نہیں آتا۔ یہ ناکارہ حضرت رضؒ کا خاص معتمد علیہ، بے تکلف خادم اور گویا گھر کا ایک ممبر بن گیا تھا۔ عشاء کی نماز مدرسہ قدیم آدھا گھنٹہ پہلے دار الطلبہ قدیم آدھا گھنٹہ بعد ہوا کرتی تھی۔

قید کا صلہ

اس ناکارہ کا قیام دار الطلبہ قدیم ع۲ میں تھا۔ حضرت رضؒ عشاء کی جماعت کے لئے چند منٹ تشریف لے جایا کرتے تھے اور

بندہ حضرتؒ کے دارالتصنیف میں کام میں مشغول رہتا تھا۔ جب حضرتؒ نماز سے فراغت کے بعد تشریف لاتے تو یہ بندہ مدرسہ قدیم چلا جاتا۔

حضرتؒ کا معمول تھا کہ اپنے دارالتصنیف کتب خانہ میں کسی کو اکیلے رہنے نہیں دیتے تھے۔ اس لئے کہ بہت سے لوگوں کی امانتیں کتابوں میں رہتی تھیں۔ حتیٰ کہ مولوی نصیر مرحوم جو حضرت کے منیجر تھے ان کو بھی کتب خانہ میں اکیلے نہیں چھوڑتے تھے۔

ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا کہ سردی کا زمانہ تھا۔ میں اوپر کام کرتا رہا اور حضرتؒ نماز کے لئے تشریف لے گئے اور جاتے ہوئے زینہ کے نیچے کا دروازہ مقفل فرمادیا تالی اپنی جیب میں رکھ لی۔ میں اندر بند۔ جب حضرت نماز سے فراغت کے بعد تشریف لائے تو دروازہ مقفل پایا۔ سوچ میں پڑ گئے کہ منور گیا تو مجھے تالی دے کر کیوں نہیں گیا۔ اپنا بند کرنا حضرت کو یاد نہیں، تالی کس کے حوالہ کردیا۔ دیر تک حضرت دکان کے سامنے ٹہلتے رہے سوچتے رہے۔ اچانک ہاتھ جیب میں گیا تو تالی ملی۔ اوپر تشریف لائے تو دیکھا کہ منور موجود ہے۔

انہی ایام میں مجھے قساوتِ قلب کی کیفیت تھی یا قبض کہہ لیجئے۔ زینہ کے سرے پر اترتے ہوئے عرض کیا تو فرمایا:

"اچھا جاتا رہے گا"

بندہ زینوں سے اترتا رہا اور دل کا حال عجیب ہوتا گیا۔ زینہ سے اترا تو بے ساختہ رونا آگیا۔ قیام گاہ پر آیا، نماز پڑھی مگر رونا موقوف نہیں ہوا۔ کھانے پر بیٹھا تو کھانا نہیں کھایا گیا۔ رات بھر یہی کیفیت رہی، صبح بھی یہی حال رہا۔ شاخ پڑھانے کے لئے گیا۔ دن بھر یہی حال رہا۔ غرضیکہ جب حضرت کی خدمت میں بعد مغرب حاضر ہوا اور کام میں مشغول ہو گیا تو بھی وہی کیفیت رہی۔ تخلیہ

ہونے پر عرض کیا کہ کل عشاء کے وقت سے اب تک دل کا عجب حال ہے۔ بس رونا ہی رونا آتا ہے۔ تو فرمایا:

"اچھا چلا جائے گا"۔

پھر کیا تھا، حالت سابق بدستور ہوگئی۔

کاش! چند دنوں برداشت کرتا تو میری اصلاح جب ہی مکمل ہو جاتی، مگر مقدرات کو کیا کیجئے۔ بس تصرف کا یہ واقعہ میری زندگی میں عجیب تر تھا، جس کو یاد کر کے اب بھی کفِ افسوس ملتا ہوں۔

بس پیارے! سمجھ لو کہ یہی واقعہ اصل داعی بنا کہ حضرت مدنیؒ کے بعد حضرت شیخؒ کی طرف رجوع کروں ورنہ جیسے پہلے عرض کر چکا ہوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے پہلے ہی سے مربی و مرشد رہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دواعی ہیں جو طوالت کے خیال سے نہیں لکھے جا رہے ہیں۔

حضرت کے مزید اعتماد کا ایک اور واقعہ سُن لیجئے۔ تقریباً ساڑھے تین سو نقدی روپوں کی شکل میں تورے کے اندر ڈال کر میری کمر سے باندھ دی اور فرمایا:

"تھانہ بھون جا کر مولانا شبیر علی صاحب کو دے دو"

برسات کا زمانہ تھا۔ بھیگے بھگائے رقم پہنچا کر واپس ہوا تو بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور اعتماد کا یہ عالم تھا کہ وصولیابی کی تحریر بھی مجھ سے نہیں مانگی۔

اب تو پرانی شفقتوں اور واقعات کو یاد کر کے سوائے رونے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

میں جیسے پہلے عرض کر چکا حضرت شیخؒ پہلے ہی سے ہمارے مربی اور منظورِ نظر تھے اور حضرت ہی کے ایماء سے حضرت مدنیؒ سے وابستہ ہوا۔ اس لئے اب

سوال ہی پیدا نہیں ہوا کہ حضرت شیخؒ کو تم نے کیسے منتخب کیا۔ چنانچہ حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد ۷۸ھ میں جب میرا دوسرا سفر حج شروع ہوا تو بنارس سے سہارنپور حضرتؒ کو عریضہ لکھا کہ بندہ تو شروع ہی سے حضرت کا رہا اور ہے، صبح کا بھاگا ہوا شام کو آجائے تو بھاگا ہوا نہیں سمجھا جاتا۔ بس یہ ناکارہ اب تو حضرت ہی سے مربوط رہے گا اور سفر حج میں حضرت ہی کی سرپرستی میں رہے گا۔

حضرت سے باقاعدہ رجوع

حج سے فراغت کے بعد مرکز نظام الدین دہلی مولانا عبیداللہ صاحب کے ساتھ پہنچا، وہاں سے اکابرِ مرکز کے ساتھ اٹھارہ سال کے بعد سہارنپور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو مولانا عبیداللہ صاحب نے بعد مغرب تعارف کے لئے پیش کیا تو حضرت نے بہت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ میرے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بجلی کی روشنی کی طرف کیا اور شفقت کے لہجے میں فرمایا:

"منور! تو تو بڈھا ہوگیا"

پھر تخلیہ میں بہت سی باتیں پوچھیں اور کہیں۔ میں نے بیعت کے لئے اصرار کیا تو فرمایا:

"نہیں، پیارے! میں اپنے اکابر کے متوسلین کو بیعت نہیں کرتا"

بار بار اصرار کرنے پر بھی انکار فرماتے رہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ بندہ کو حضرت قبول فرمالیں تو فرمایا:

"اچھا صبح دیوبند حضرت مدنیؒ کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آؤ"

حسب ہدایت مزار پر فاتحہ پڑھ کر مراقب ہوا تو پہلے حضرت مدنیؒ کا چہرہ جھلکنے لگا۔ پھر کچھ دیر کے بعد حضرت شیخؒ کا چہرہ جھلکنے لگا۔ میں نے واپس آکر عرض کیا تو فرمایا:

"جو کہا تھا وہ تو کر دکھایا"

یا اسی قسم کا کوئی جملہ اور فرمایا:

"حضرت مدنیؒ نے جو تعلیم دی ہے اس پر عمل کرتے رہو اور میرے پاس آتے جاتے رہو۔ بس یہی کافی ہے"

حضرتؒ کی تربیت کا رنگ ہی نرالا تھا۔ ایسا ہوگیا۔ حافظہ کی کمزوری کے سبب سے تفصیل سے معذوری ہے۔

عطایائے شیخ

حضرت کی عطایائے روحانی بے پایاں رہے جن کا ادراک بھی پورے طور پر نہ کرسکا۔ ایک واقعہ لکھتا ہوں۔

جس سال یہ بندہ کتب حدیث کی تدریس کے لئے مظاہر علوم بلایا گیا تھا اس سال کے اخیر میں سخت بیمار ہوگیا وہ اس طرح کہ جمعہ کی صبح کو ابن ماجہ شریف کے ۳۸ صفحے ایک ہی مجلس میں پورے ہوئے تھے، قبیل جمعہ حاضر خدمت ہوا تو فرمایا "بہت دیر کر کے آئے" میں نے عرض کیا کہ سبق میں مشغول تھا۔ فرمایا:

"آخر کون سا سبق تھا کہ اتنی دیر ہوئی۔ کتنا پڑھایا"

میں نے عرض کیا کہ ابن ماجہ شریف کے ۳۸ صفحے ہوئے، تو فرمایا:

"ابھی سے میرا رشک نہ کرو"

یا اسی قسم کا جملہ تھا۔ پھر خبر نہیں کیا ہوا، کیسی نظر ڈالی کہ جمعہ پڑھتے پڑھتے سخت بخار چڑھ گیا۔ ہفتوں بیمار رہا۔ ٹائیفائڈ ہوگیا۔ اس وقت میرا قیام مدرسہ قدیم کے جانب غربی کے سب سے اُتر کمرہ میں تھا جو اب سامان کے لئے مخصوص ہے۔ جب تک مسجد میں نماز کے لئے جاسکتا تھا تو حضرت اقدسؒ وہیں مزاج پرسی

فرماتے رہے اور جب میں مسجد میں جانے کے لئے انتہائی ضعف کی وجہ سے قاصر ہوگیا تو حضرت والا عصر کے بعد خود ہی ہمارے حجرے میں تشریف لاتے اور دم بھی فرمادیتے ۔

اسی بیماری کے عالم میں مجھ پر سخت قبض کی کیفیت طاری ہوئی کہ نماز فجر کی ادائیگی کی بھی بہت تقاضوں پر توفیق ہوتی تھی ۔ پہلے میں اپنے طور پر کوشش کرتا رہا کہ یہ کیفیت جاتی رہے مگر کامیاب نہ ہوسکا ۔ آخر مولانا عبدالرحیم متالا سے ذکر کیا کہ میری یہ کیفیت ہے حضرتؒ سے ذکر کرکے دُعا کرائیے ۔ موصوف اس وقت حضرت کے کاتب خاص تھے ۔ موصوف نے حضرت سے عرض کیا کہ منوّر کا یہ حال ہے تو برجستہ فرمایا :

"اری جا چلی گئی"۔

الحمد للہ اسی وقت سے طبیعت میں انشراح پیدا ہوگیا اور روزانہ فرائض کی ادائیگی میں کسی قسم کی طبعی رکاوٹ نہیں رہی ۔

جب سننا ہی چاہتے ہیں اور بھی سُن لیجئے ۔ اللہ تُو خود ستائی اور ریا سے محفوظ رکھ اور اخلاص دے ۔ پہلے یہ سُن لیجئے کہ آپ نے گشتی سوالنامہ ارسال فرماکر مجھ پر بہت ہی بڑا بوجھ ڈال دیا ۔ یہ ناکارہ تو اب اس قابل رہا نہیں کہ سیکڑوں خطوط کا مطالعہ کرے یا ان کے اقتباسات یا نقل آپ کو روانہ کرے ۔ یہ کام میں نے غیر شعوری طور پر مولانا انوار سلمہٗ کے حوالہ کیا کہ خطوط کا بغور مطالعہ کریں اور خاص خاص عبارتوں کی نشاندہی کردیں ۔ یہ خیال بھی نہیں رہا کہ بیسوں برس کے رازہائے مخفیہ و سربستہ منظر عام پر آجائیں گے ۔ مگر کیا کیا جائے کہ موصوف نے اکثر خطوط کا مطالعہ کرڈالا اور بعض بعض عبارتوں کی نشاندہی کی تو بڑی ندامت ہوئی کہ یہ سلوک کے قطعی خلاف ہے اور حضرتؒ کے مزاج کے تو

بہت ہی خلاف ہوا ۔ اللہ تُو ہی معاف فرمائے ۔ چڑیاں چگ گئیں کھیت ، اب پچھتانے سے کیا ہو ۔

سلطان الاذکار کے اثرات

ایک دفعہ ایسا حال پیش آیا کہ چوکی سے اُتر رہا تھا کہ دونوں پیر بے شان گمان لڑکھڑا گئے ۔ کیا بات ہوئی یہ تو اللہ ہی کو معلوم مگر جب کہ سُنا جاتا ہے کہ سلطان الاذکار میں ایسی بات پیش آتی ہے ۔ اسی طرح ایک دن ایسا ہوا کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لئے کھڑا ہوا تو بے شان و گمان دونوں پیروں میں ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ ایک دیوار اور ایک دوسرے صاحب کے سہارے کھڑا ہوسکا ۔ حضرتؒ کو لکھا یا اُن سے ذکر کیا صحیح یاد نہیں کہ مجھے لقوہ یا فالج کا خطرہ ہورہا ہے ۔ فرمایا :

"نہیں ، جب ایسی کیفیت ہو تو اپنے آپ کو مطالعۂ کتب وغیرہ میں مشغول کرڈالو"۔

ایک دفعہ سہارنپور میں عید کا دن تھا ۔ تقریباً گیارہ بجے دن کو سب احباب واپس چلے گئے ۔ بندہ اکیلا حضرتؒ کے پاس رہ گیا ۔ حضرت خاموش تھے میں اکیلا تھا ۔ معلوم نہیں کیا ہوا کہ میرے جسم کا ایک ایک ریشہ سخت نقل و حرکت میں آگیا جس کی وجہ سے حضرت کے سامنے بیٹھے رہنا دشوار ہوگیا ، کبھی دائیں ہاتھ کو زمین پر ٹیک کر سہارا دیا اور کبھی بائیں ہاتھ پر ۔ کبھی اس پہلو پر کبھی اس پہلو پر ۔ مگر بیٹھنا بہت ہی دشوار ہوا ۔ حضرتؒ کو ادراک ہوا تو فرمایا :

"جاؤ جاؤ آرام کرو"۔

اس قسم کے احوال بار بار پیش آئے کہاں طشت از بام کیا جائے ۔ اللہ تُو ہی معاف فرمائے ۔

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

بس پیارے! کہاں تک عرض کروں، بہت کچھ خودستائی کی داستان سامنے آگئی۔ باوجود ان انتہائی الطاف کریمانہ کے یہ ناکارہ تو پلید ہی پلید گندہ ہی گندہ چلا آرہا ہے۔ مثل مشہور ہے کتے کی دُم بارہ سال تک (بلکہ پچیس سال تک) نلکی میں رہی پھر جب نکالی گئی تو ٹیڑھی کی ٹیڑھی تھی۔ سو وہ محروم تمنا کیوں نہ سوئے آسمان دیکھے، کہ جو منزل بہ منزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے۔

بس اب تو خون کے آنسو بہاتے رہنا ہے اور فضل ربانی کے مبذول ہونے کی تمناؤں میں لگے رہنا ہے۔

مادّی عطایا

حضرتؒ کے مادی عطایا کی بھی وقتاً فوقتاً خوب خوب بارش ہوتی رہی ہے۔ تفصیلات کہاں تک عرض کروں۔ سفر افریقہ و بولٹن وغیرہ پھر حج و عمرہ اور زیارت مدینہ پاک زاداللہ شرفہا کے انعامات حضرتؒ کے مرہون منت ہیں اور مزید کیا عرض کروں۔

انداز تربیت

حضرتؒ کی تربیت بہت ہی انوکھی تھی۔ بڑے ہی نباض، مزاج شناس اور اکمل ادراک کے مالک تھے۔ بڑی مشکل سے حضرت کی تربیت کا ادراک ہوتا تھا۔ اوائل دور میں حضرتؒ چشم پوشی نسبتاً کم فرماتے تھے اور بہت ہی ہمدردی کے ساتھ اصلاح فرماتے تھے۔ بعد کے دور میں تو حضرتؒ مجھے بہت ہی کم کسی بات میں ہدایت فرماتے تھے۔

کبھی یہ جملہ فرمادیا:

"منور کو بھی کباب کا ٹکڑا بھیجدو کہیں دل ہی دل میں خفا ہوتا ہوگا۔"

کبھی یہ فرمادیتے:

"برا نہ مانو یہ چیز فلاں کو دیدو۔ یعنی خود نہ لو۔"

کبھی فرماتے:

"بھائی منور کو ڈبل حصہ دو"

اس قسم کے جملے کبھی کبھی بڑی شفقت و محبت سے فرمایا کرتے تھے۔ ایسا تو بار بار ہوا کہ بندہ دسترخوان سے فارغ ہو کر ہاتھ دھولیا اور دوسرے چبوترہ پر بیٹھ گیا تو حضرت نے پھر اصرار کر کے بلایا:

"آؤ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ"

میں نے معذرت کی کہ حضرت سیر ہو کر کھالیا خواہش نہیں ہے تو فرماتے:

"آؤ آؤ دو چار لقمے کھالو"

میں جب بس کرتا تو اپنے دست مبارک سے بڑے پیار و محبت کے ساتھ لقمہ لیکر فرماتے کہ:

"لو لو میرے برکت کے ہاتھ سے کھالو"

اور مسکراتے۔ بس یہ ادائیں یاد آآکر رلاتی رہتی ہیں۔

ایک مرتبہ میں نے عرض کیا حضرت بعض اکابر کے مزار پر فیضان پہلے پہلے تو خوب خوب آنے لگے مگر کچھ دیر بعد واپس جانے لگے یا رُک رُک کر آنے لگے، تو ارشاد فرمایا کہ:

"سالک کے دل میں جب کبر کا شائبہ رہتا ہے تو ایسا ہوتا ہے"

اسی طرح ایک مرتبہ حضرتؒ مدینہ پاک میں آٹھ مہینہ تک رہ گئے۔ ہندوستان آنے کا ارادہ نہیں فرماتے۔ میں نے عریضہ مفصل لکھا، تو گرامی نامہ موصول ہوا کہ

"میرے ان تین سوالوں کے جوابات دو تو میں واپسی کے متعلق فیصلہ کروں گا:

(۱) آٹھ ماہ سے مسلسل استخارہ کر رہا ہوں مگر کچھ پتہ نہیں چلتا۔

(۲) قاضی عبدالقادر صاحب نے خواب دیکھا کہ سب زائرین کو واپسی کی اجازت ہوئی مگر اس بندہ کو نہیں (خواب مفصل ہے)۔

(۳) مولانا بدر عالم صاحب اپنے مزار میں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں مجھے لینے کے لئے وغیرہ۔

رجب کا مہینہ تھا تدریسی مشغولی بہت تھی میں نے عجلت میں ایک عریضہ لکھکر مولانا سلمان صاحب سلمہٗ کے واسطہ سے مدینہ پاک بھیجدیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

انتہائی قربت میں انتہائی ابتلاء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں بلایا گیا اور تین امتحان لئے گئے۔

تین پیالے پیش ہوئے۔ حضورؐ نے مقام نبوت پر رہ کر دودھ کا پیالہ اٹھالیا تو جبرئیلؑ کے ذریعہ کامیابی کا اعلان کرادیا گیا قد اخترت الفطرۃ۔

دوسرا امتحان دربار خداوندی خصوصی میں یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ نبوت میں رہتے ہوئے ہدیہ پیش فرمایا۔ اُدھر سے صرف حضور ہی کو السلام علیک کا خطاب ہوا حالانکہ آپ رحمۃ للعٰلمین تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست پیش کی السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ حاضر باش خاص فرشتہ کے ذریعہ کامیابی کا اعلان کرایا گیا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔

تیسری مرتبہ جب پچاس نمازیں فرض ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت بجائے مقامِ نبوت کے مقامِ ولایت کا غلبہ رہا اور تحیر کے عالم میں وہاں کے انوار والوان وکیفیات و تجلیات وغیرہ سے متاثر ہو کر مقامِ نبوت ومقام ولایت پر جا پہنچے اور "سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے" کی کیفیت میں واپسی

ہوگئی جو منشاء خداوندی کے خلاف تھی۔ اس لئے دربار خداوندی سے موسیٰؑ کے دل میں القاء ہوا کہ وہ حضور کو مراجعت کرنے اور بار بار تخفیف احکام کے لئے دربار خداوندی میں حاضری کا مشورہ دیں۔ چنانچہ موسیٰؑ نے حضورؐ سے دریافت فرمایا اور بار بار دربار خداوندی میں تخفیف کی درخواست کے لئے مشورہ دیا۔ حضورؐ بار بار دربار خداوندی میں حاضری دیتے رہے تا آنکہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اسی طرح دربار خداوندی میں حاضری اور مکالمہ کا شرف حضورؐ کو دس مرتبہ ملا۔ تلک عشرۃ کاملۃ

حضرت شیخؒ نے اس ناکارہ کے خط اور سوالات کے جواب پر مجھے جو کچھ ارقام فرمایا اس میں ان کی ترتیب کی ایک انوکھی ادا نظر آتی ہے۔ انہوں نے ارقام فرمایا:

"تمہاری بلند پروازیوں سے میرے پلے کچھ نہیں پڑا۔"

البتہ مولانا علی میاں صاحب نے ہمارے خط کو بار بار پڑھا اور تحسین وآفرین کے جملے فرمائے۔ حضرت نے تو پہلے میرے عجب وغرور کو توڑا پھر ساتھ ہی ساتھ دلجوئی بھی فرمائی۔ حضرت شیخؒ نے یہ بھی ارقام فرمایا کہ:

"تمہارا خط صوفی اقبال کو دے کر محفوظ رکھنے کی تاکید کردی ہے۔"

وہ خط صوفی صاحب کے پاس ہو سکتا ہے محفوظ ہو۔

تربیت میں تدقیق

تربیت کے سلسلے میں ایک آدھ واقعہ سُن لیجئے: ڈاکٹر اسمٰعیل نے کچھ سلوک کی باتیں اس ناکارہ سے دریافت کی تھیں۔ اس بندہ نے حضرتؒ ہی کے حکم سے ان کا جواب بھی لکھکر بھیجا تھا۔ اس میں رابطہ ونسبت کے متعلق کچھ تحقیقات لکھنے کے بعد یہ لکھ دیا تھا من ذاق دریٰ ومن لم یذق لم یدر۔ اس پر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے جرح فرمائی تھی۔ اس کا مطلب یہ کہ اس جملہ میں درپردہ دعویٰ ادراک ہے بندہ کی شان عاجزی وتواضع کی ہونی چاہئے۔

حضرت کا فیض

حضرت مولانا جعفر صاحب پور بوی (خلیفہ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب) نے اپنے خواب کی تعبیر حضرتؒ سے دریافت کی تھی۔ خواب یہ تھا کہ حضرت شیخؒ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کیے ہوئے ہیں اور وہ سارے عالم میں ایک ایک ٹکڑا کر کے بنٹ رہے ہیں۔ اور مولانا جعفر صاحب کے پاس ایک طشت میں حضرتؒ کا سر مبارک پیش کیا گیا ہے۔

حضرتؒ نے جواب بیان فرمایا تھا کہ:

"میری تالیفات چونکہ جگر کے ٹکڑے ہیں اور سارے عالم میں پڑھی جاتی ہیں اس لئے یہ نقشہ دکھلایا گیا"

حضرتؒ نے موصوف کو بھی لکھا اور اس کا خلاصہ اس ناکارہ کے پاس بھی بھیجدیا۔ حضرت کے جواب اور ان کے خواب کے متعلق یہ خیال پیدا ہوا کہ اس میں تو رُوحانی نیابت کے استحقاق کا پہلو نکلتا ہے اس لئے میں نے حضرت شیخ کو لکھ دیا کہ:

"حضرت کا نائب تو کوئی خادم ہی ہوگا موصوف (مولانا جعفر) تو غیر متعلق ہیں"

اس میں چونکہ ابہام اپنے استحقاق کا ہو سکتا تھا اسی لئے حضرت نے سخت نکیر فرمائی تھی۔

خواب وکشف میں فرق

اسی طرح ایک مرتبہ ایک صاحب نے حضرت شیخؒ سے دریافت کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اگر کسی کو عالم واقعہ میں ہو تو وہ بڑھا ہوا ہے یا عالم خواب میں زیارت کرنے والے کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

حضرتؒ نے اس ناکارہ سے دریافت فرمایا:

"بولو کون بڑھا ہوا ہے؟"

میں نے عرض کیا عالم واقعہ میں زیارت کرنے والے کا درجہ بڑھا ہوا ہے، اس لئے کہ اس میں انتہائی غفلت نہیں ہوتی مگر اس کے برعکس خواب میں انتہائی غفلت ہوتی ہے تو حضرتؒ نے نکیر فرمائی کہ:

"خواب کی زیارت کا شرف تو صحیح حدیثوں میں منصوص ہے مگر کشف کا منصوص نہیں ہے اس لئے خواب کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اِلّا یہ کہ کوئی بڑے درجہ کا ولی کامل صاحب مشاہدہ وکشف ہو تو دوسری بات ہے"

غیر اللہ کی محبت کا علاج

ایک بار حضرت شیخؒ نے فرمایا:

"اگر سالک ذاکر جس کو ذکر جہری کا سبق ملا ہو، غیر اللہ کی محبت میں مبتلا ہو تو اس کو چاہیئے کہ اللہ اللہ کے ذکر میں لفظ اللہ کے پیش کو مجہول پڑھے ورنہ اللہُ کے پیش کو معروف پڑھے"

خصوصی عطیہ

مجھے تو صحیح تاریخ یاد نہیں مولانا عبدالرحیم صاحب متالا نے سُنایا تھا غالباً ۱۳۷۸ھ کی بات ہے اور ایک اُونی چوغہ عنایت فرمایا جو غالباً حضرت مولانا خلیل احمدؒ کا مستعمل، حضرت شیخ کو ملا تھا اور حضرت شیخؒ نے بھی برسوں استعمال میں رکھنے کے بعد مجھے عنایت فرمایا تھا۔

اعتکاف کی ہدایت

اس کی ہمیں عمومی ہدایت تو تھی لیکن کبھی اصرار کے ساتھ مجھے حضرت نے غالباً نہیں فرمایا بلکہ بعض خطوط سے رمضان میں سہارنپور کی حاضری ضروری معلوم ہوتی ہے البتہ میں اپنے ہاں بعض دوستوں کو بیٹھنے کی ہدایت کر کے آتا تھا وہ چند آدمی رمضان میں معتکف رہتے تھے۔ البتہ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ تو بھی اپنے گھر رہ کر

اعتکاف کر تو میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مجھے تو یہاں حاضری کی اجازت دی جائے ہماری غیر حاضری میں بھی ہمارے یہاں کچھ لوگ انشاء اللہ معتکف رہیں گے ۔

پیارے ! میں تو شروع ہی سے نہ تقریر کے میدان میں رہا اور نہ تحریر کے میدان میں اور نہ تالیف سے مناسبت اور نہ اس سلسلہ میں کوئی مشورہ طلب کیا اور نہ حضرت نے بھی کوئی خاص ہدایت فرمائی ۔

اِخوان طریقت کے امیر

مجھے اس قسم کی تحریر یا ہدایت تو یاد نہیں البتہ مل جُل کر اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی عمومی ہدایت فرماتے رہے ، خاص کر اپنے خلفاء کو بھی مل جُل کر رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے ۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب اور مولانا عبدالجبار صاحب تشریف فرما تھے، ناکارہ کی موجودگی میں بعض بزرگوں کے خلفاء کے اختلاف کا تذکرہ آیا تو صحیح طور پر تو یاد نہیں البتہ اجمالاً یہ یاد ہے کہ فرمایا کہ :

" تم لوگ مل جل کر کام کرتے رہوگے اختلافات پیدا نہیں کروگے "۔

چنانچہ اس مجلس سے اٹھنے کے بعد میں نے مولانا عبدالجبار صاحب سے کہا، میں نے تو مفتی صاحب کو اپنا بڑا بھائی اور امیر تسلیم کرلیا ہے ۔ انشاء اللہ ان کی رائے کے خلاف نہیں کروں گا ۔ مولانا عبدالجبار صاحب نے بھی غالباً فرمادیا کہ میں نے بھی انہیں امیر تسلیم کرلیا انشاء اللہ خلاف نہیں کروں گا ۔

جماعت کا مطالبہ

خصوصی ہدایت تو یاد نہیں عمومی ہدایت کے پیش نظر اس بندہ نے بعض تبلیغی اجتماعات کے متعلق حضرت کی توجہ مبذول کرائی کہ ہمارے پورینہ کے اجتماع میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب تشریف فرما ہوں ۔ اور ہمارے یہاں جماعتوں کے بھیجنے میں خصوصی

خیال رکھیں کہ ٹھوس مسلم آبادیاں ہیں اور دینی لحاظ سے بہت ہی پس ماندہ . اگر مسلسل محنتیں جاری رہیں تو انشاء اللہ میوات کی طرح سے وہاں سے بھی جماعتیں آنے لگیں گی ۔

عام ہدایت کے پیش نظر دینی مدارس کے قیام کے سلسلہ میں تین مدرسوں کے قیام عمل میں آئے اور حضرتؒ کو لکھتا رہا اور دعائیں کرائیں تو بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا اور دعائیں کیں جیساکہ ان مدارس کا تذکرہ اوپر گزر چکا اور ہر مدرسہ کے لئے الگ الگ تحریریں بھی عنایت فرمائی ہیں جن میں دعائیہ کلمات ہیں ۔ اور لوگوں کو ان کی طرف توجہ دلائی ہے اور بھرپور مسرتوں کا اظہار بھی فرمایا ہے ۔ چنانچہ ان کے نتائج بیّن طور پر محسوس ہو رہے ہیں چنانچہ تینوں مدرسے بڑی خوبی اور سلیقہ کے ساتھ چل رہے ہیں ۔

مدارس کے مال میں احتیاط

مدارس عربیہ میں اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح نہج پر تربیت کرنے اور وقف کے مال میں امانت داری برتنے کی حضرت کے یہاں بہت تاکید رہا کرتی تھی ۔ جو عام طور پر کسی ذمہ دار مدارس سے اہتمام سے بیان فرماتے رہتے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کا واقعہ متعلق سفر کلکتہ اور حضرت قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی کا واقعہ، موصوف کو مدرسہ کی طرف سے اجراڑہ کے جلسہ میں بھیجا گیا تھا مگر موصوف نے اجراڑہ کے جلسہ کے ایام میں بھی اپنی رخصت لکھی منجانب مدرسہ تحریر نہیں کیا اس پر حضرت بہت مسرت کا اظہار فرماتے تھے کہ تقویٰ اس کا نام ہے ۔ اسی طرح بڑے حضرت رائپوری کا مقولہ بار بار سناتے رہتے تھے کہ مجھے مدرسہ کے سرپرستوں کو معاف کرنے کا کوئی حق نہیں اگر کسی رو رعایت کی وجہ سے کسی کے ساتھ معافی کا معاملہ کیا جائے تو معافی ہوگی بھی ؟ اس لئے کہ اصل معاف کرنے کا تعلق تو سارے حق کا ہے جو عام چندہ دینے والے ہیں ۔

حضرت صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ صاحب

زید مجدہم

اسم گرامی محمد طلحہ کاندھلوی

کتب خانہ یحیوی مظاہر علوم سہارنپور (انڈیا)

مقیم حال مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ طیبہ ص ب ۱۱۰۱

ولادت ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ ، ۲۸ر مئی ۱۹۴۱ء یوم شنبہ

نظام الدین نئی دہلی ۱۳

تعلیم بندہ کی تعلیم ابتدائی قرآن پاک حفظ نظام الدین اور سہارنپور دونوں جگہ ہوتا رہا، جس کی تفصیل یہ ہے:

والدہ محترمہ چھ ماہ سہارنپور رہتی تھیں اور چھ ماہ نظام الدین، اور انہیں کے ساتھ بندہ کا آنا جانا رہتا تھا اور جہاں قیام ہوتا تھا وہیں تعلیم ہوتی تھی۔

ابتدا میں اپنی بیماری اور کمزوری کی وجہ سے حفظ میں بہت دیر لگی۔ چنانچہ کچھ پارے متفرق طور سے نظام الدین کے قرآن پاک کے اساتذہ سے اور مولوی نصیر الدین مرحوم کے مکتب ابو المدارس کے اساتذہ سے پڑھے البتہ تلک الرسل کا پارہ بہت بڑے بڑے اکابر حضرات سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ صبح حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تصنیف کے وقت میں گھر کی چھت پر حضرت

والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سامنے بیٹھا کرتا تھا۔ اور تیسرے چوتھے گھنٹہ میں حضرت مفتی سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت میں دار الافتاء ان کے فرمانے پر قرآن پاک پڑھنے کے لئے جانا ہوتا تھا۔ اور جب حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تائے اباجی یعنی حضرت مولانا اکرام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا الحاج نصیر الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے اصرار پر جناب الحاج صدیق احمد صاحب مرزا پوری حال مدرس شاخ مظاہر علوم کا بندہ کے لئے تقرر ہوا تو بجائے تیسرے گھنٹہ میں مفتی سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں جانے کے مولوی نصیر الدین صاحبؒ کی ٹال میں عصر کے بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی مجلس شروع ہونے سے پہلے سبق، چھ سبق (یعنی موجودہ سبق کے ساتھ پچھلے پانچ سبق) حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کو سُناتا تھا۔ اس سے فارغ ہوکر حضرت مفتی صاحب، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں تشریف لیجاتے تھے۔ پارہ ختم ہونے پر وہ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کو سُناتا تھا۔ اور ان تینوں یعنی سبق، چھ سبق، پارہ یاد ہونے کی تصویب پر حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے انعام بھی ملتا تھا جو مفتی سعید احمد صاحبؒ ہی نے طے کر رکھا تھا۔ اور یاد نہ ہونے کی صورت میں ڈانٹ بھی پڑتی تھی، کبھی ٹھنڈی کبھی گرم۔

اسی اثنا میں مکمل طور پر جناب حافظ صدیق احمد صاحب کے حوالہ کر دیا گیا اور پھر تلک الرسل سے اخیر قرآن پاک تک کا حفظ حافظ صدیق احمد صاحب ہی کے پاس ہوا۔ اور اس مدت میں حفظ کے لئے مستقل سہارنپور ہی میں قیام رہا۔

حافظ صاحب کے تقرر پر ان کے سہارنپور آنے کا قصہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ مختصراً یہ کہ مفتی سعید احمد صاحب، مولوی نصیر الدین صاحب اور تائے اباجی مولانا اکرام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہم، ان تینوں حضرات کا مشورہ ہوا کہ حضرت شیخ

کہیں اس بے چارے کو غصہ میں چھت سے نیچے نہ پھینک دیں، طلبہ سے تو رعب کی وجہ سے یاد والا بھی نہیں پڑھا جاتا لہٰذا اس کے لئے کسی استاذ کا تقرر ہو جائے تو بہت اچھا ہو۔ ان تینوں حضرات کا مشورہ سے اس پر اتفاق ہو گیا۔ اس کے بعد یہ طے پایا کہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب رح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے یہ عرض کریں۔

چنانچہ حضرت مفتی صاحب حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ:

"طلبہ کی وجہ سے آپ کے علمی کاموں میں حرج ہوتا ہے اس کے لئے کسی استاذ کا تقرر کر لیا جائے تو آپ کو اپنے علمی کاموں میں حرج نہ ہو"

چنانچہ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اس کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی حافظ صدیق احمد صاحب کا انتخاب بھی ہو گیا۔ مگر حافظ صاحب موصوف بہت دور کسی دیہات میں تھے جہاں سے آمد و رفت کی بھی کوئی سہولت نہ تھی۔

یہ بات جمعرات کے دن شام کو طے ہوئی اور حافظ صاحب کو بلانے کے لئے مختلف تجویزیں آئیں کہ ایک پرچہ لکھ کر مرزا پور بھیجا جائے اور مرزا پور سے کوئی ان کو پہنچائے یا وہ جب گھر آویں تو ان کو یہ پرچہ وہاں مل جائے۔ ادھر حافظ صاحب کے دل میں از خود داعیہ پیدا ہوا کہ کل جمعہ ہے چلو سہارنپور میں کل جمعہ بھی پڑھ لیں گے اور حضرت شیخ کی زیارت بھی کر لیں گے۔ چنانچہ رات ہی کو وہ اس جگہ سے چل دئے۔ یہ زمانہ شدید سردی کا تھا۔ حافظ صاحب کچھ آگے چلے تو ایک بیل گاڑی والا مل گیا جو شہر آرہا تھا، اس سے کہہ سن کر بیل گاڑی پر بیٹھ گئے۔ چونکہ سردی کا موسم تھا اس لئے سہارنپور تک خوب ہی سردی لگی، فجر کے قریب سہارنپور پہنچے۔ گاڑی سے اترتے ہی آگ جلا کر اس سے اچھی طرح گرم ہو کر نماز فجر پڑھی پھر صبح کے ذکر میں کچے گھر میں آئے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ملے۔ حضرت نے بہت ہی

خوشی کا اظہار فرمایا کہ:

"تمہارا یہاں بلانا طے ہوا تھا۔ اور فکر میں تھے کہ تم کو کیسے اطلاع دی جائے اور کہاں اطلاع دی جائے"

اور ان کو دعائیں دیں اور فرمایا کہ:

"بات تو بھائی اکرام صاحب کریں گے"

چنانچہ تائے ابا جی رح نے ان سے بات کی اور ان کی رضامندی سے بیس (۲۰) روپے مشاہرہ پر حافظ صاحب کا تقرر ہو گیا۔ چونکہ تنخواہ کم تھی اس لئے یہ بھی طے ہوا کہ مولوی نصیر الدین صاحب ان کو اپنے مدرسہ میں مدرس رکھ لیں تا کہ حافظ صاحب کو کچھ وہاں سے بھی مل جایا کرے۔

قرآن پاک کا اختتام ۱۶؍ رجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۹؍ فروری ۱۹۵۶ء کو رائپور میں حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں ہوا۔ اور پہلی محراب رمضان ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں مسجد شاہ جی والی دہلی میں سنائی۔ ختم کے دن کی آخری دو رکعتیں حضرت ماموں یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سامنے ان کے حجرہ کے پاس آکر پڑھیں وہیں قرآن ختم ہوا۔

اس کے بعد فارسی کی تعلیم کا آغاز جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۵؍ دسمبر ۱۹۵۶ء چہار شنبہ کو سہارنپور میں ہوا۔

پھر والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے تجویز فرمانے کے بعد کچھ عرصہ تقریباً چھ سال نظام الدین ہی میں تعلیم کے سلسلہ میں رہنا ہوا۔ ہر ماہ حضرت ماموں جان مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ سہارنپور حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں آنا ہوتا تھا۔

تربیت حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بچپن ہی سے شروع فرما دی

تھی۔ چنانچہ سہارنپور کے قیام میں اگر مدرسہ قدیم میں بھی جانا ہوتا تو بلا اجازت کے نہیں جاتا تھا اور جب نظام الدین میں ہوتا تو وہاں بعض حضرات کی بالا بالا نگرانی رہتی۔ چنانچہ حضرت والد صاحب قدس سرہٗ بعض حضرات کے خط میں کچھ نہ کچھ تحریر فرماتے رہتے اور بعض حضرات حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کو تحریر فرماتے رہتے۔ جس کے متعلق بندہ کو بعد میں پتہ چلا۔

سہارنپور کے زمانۂ قیام میں حضرت والد صاحب قدس سرہٗ دار التصنیف میں تشریف فرما ہوتے اور بندہ بالکل سامنے چھت پر چارپائی پر بیٹھا قرآن پڑھتا رہتا، جب کبھی پڑھتے پڑھتے کھیلنے لگتا تو حضرت والد صاحب قدس سرہٗ اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر تشریف لاتے اور چارپائی کے نیچے ہی بیٹھ کر باز پرس فرماتے، کبھی نرم کبھی گرم۔ ڈانٹ کے بعد اپنی جگہ تشریف لے جا کر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے۔

مختلف مواقع پر حسب ضرورت تنبیہ و ڈانٹ ڈپٹ ہوتی ہی رہتی تھی اور کبھی بھی پدرانہ شفقت و محبت اصلاحی امور میں مانع نہیں بنیں۔ چھوٹی بڑی ہر بات کی ہمیشہ پوری پوری نگرانی ہوتی تھی۔

اسی زمانہ کا ایک قصہ یاد آگیا کہ محلہ نخاسا میں مولوی نصیر الدینؒ نے ایک پریس ٹھیکہ پر لے رکھا تھا۔ کئی مرتبہ بندہ نے اس کو دیکھنے کا ارادہ کیا مگر نہ جا سکا۔ جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس ہوتی تھی، یہ مجلس خالصتاً دیہاتیوں کے لئے ہوتی تھی، گو اس میں خواص بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ اس مجلس میں شرکت کا مجھے کوئی خاص اہتمام نہیں تھا، تھوڑی دیر کے لئے اس مجلس میں شریک ہوتا اور پھر چلا آتا۔ یہ مجلس تقریباً پون گھنٹہ ایک گھنٹہ کی ہوتی تھی۔

چنانچہ ایک دن حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی یہ مجلس شروع ہوئی تو بندہ مولانا نصیر الدین مرحوم سے کہہ کر عبد المجید مرحوم کے ساتھ جو پریس کا نگراں اور دیکھ بھال کرنے والا

تھا، پریس دیکھنے چلا گیا اور مولانا نصیر الدین صاحب سے کہتا گیا کہ میں پریس دیکھنے جا رہا ہوں انشاء اللہ حضرت کی مجلس ختم ہونے سے پہلے ہی حاضر ہو جاؤں گا۔ اتفاقاً مجھے گھر پہنچنے میں کافی تاخیر ہو گئی اِدھر حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے کسی ضرورت سے یا ویسے ہی بندہ کو معلوم کرایا، گھر میں مجھے نہ پا کر باہر دکھلایا وہاں بھی نہ ملا تو ہمشیرگان کے یہاں آدمی بھیجا یا کہ شاید وہاں گیا ہو وہاں بھی نہ ملا تو مدرسہ قدیم میں تائے اباجی کے پاس دکھلایا، غرضیکہ میں کہیں بھی نہ ملا۔ اب آہستہ آہستہ پریشانی بڑھی کہ طلحہ تو کہیں جانے والا ہے نہیں آخر کہاں گیا۔

اُدھر مولانا نصیر الدین صاحبؒ کو یا تو یاد نہ رہا یا ان کو میرے تلاش کرنے کی خبر نہ ہوئی، انہوں نے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بھی ذکر نہ کیا اور جب دیکھا کہ معاملہ کچھ آگے ہی بڑھ گیا تو مولانا نصیر الدین صاحب نے فوراً حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کو اطلاع کی کہ طلحہ پریس دیکھنے چلا گیا ہے یہاں اس کی بہت دیر سے تلاشی ہو رہی جب وہ آئے گا تو اس کی پٹائی ضرور ہو گی آپ آ کر حضرت شیخ کو سنبھال لیں۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب تشریف لائے اور دکان پر بیٹھ گئے، ادھر بندہ بھی حاضر ہو گیا حضرت مفتی صاحب نے بندہ سے پوچھا:

"کہاں گیا تھا؟"

میں نے عرض کیا پریس دیکھنے چلا گیا تھا۔ مولوی نصیر الدین صاحب اور حضرت مفتی صاحب میں مشورہ ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ مشورہ کے بعد مجھے تو اندر جانے کو کہا اور خود دو چار منٹ کے بعد میرے پیچھے تشریف لائے۔ جب میں اندر کچے گھر میں آیا تو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ڈانٹ کر فرمایا:

"کہاں گیا تھا؟ اِدھر آ"

میں قریب ہو گیا حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے میرا گریبان پکڑ کر فرمایا:

"بتلاکہاں گیاتھا۔ اگر تو مرجاتا تو میں روتا نہیں میری مَیَّا (ماں) ہوتی ۔ ۔ ۔"

اتنے میں حضرت مفتی صاحب تشریف لے آئے اور حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ حضرت والدصاحب نے مجھے چھوڑ دیا اور حضرت مفتی صاحب سے فرمایا:

"اس سے پوچھو کہاں گیا تھا؟"

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا:

"کہاں گیا تھا؟"

میں نے عرض کیا پریس دیکھنے چلا گیا تھا اور تنہا نہیں گیا تھا عبدالمجید کے ساتھ گیا تھا۔ اتنے میں تائے ابا جی بھی آگئے۔ پھر مولوی نصیر الدینؒ آگئے۔ مولوی صاحب مرحوم نے یہ بھی کہاکہ:

"حضرت! طلحہ مجھ سے کہکر پریس دیکھنے گیا تھا میں آپ کو بتلانا بھول گیا۔"

حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے ان سے فرمایا:

"اس کا مطلب ہے کہ تونے اس کو بھیجا تھا۔"

اس کے بعد پھر حضرت والد صاحب ان حضرات سے بات کرنے میں لگ گئے اور بندہ پٹتے پٹتے بچ گیا۔

اعلیٰ تعلیم

بندہ کی اعلیٰ دینی تعلیم نظام الدین میں ہوئی۔ دورہ شریف کے اساتذہ:

ماموں حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں طحاوی شریف۔ مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم کے یہاں بخاری شریف۔ اور دورہ کی بقیہ کتب حضرت مولانا عبیداللہ صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا اظہارالحسن صاحبؒ دامت برکاتہم،

مولانا منیرالدین صاحبؒ، مولانا یعقوب صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم مولانا صدیق احمد صاحب دامت برکاتہم اوٹاوی کے یہاں تھیں۔

درمیان میں صرف ۱۳۸۱ھ مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور میں داخل ہوکر شرح جامی، ہدایہ اولین، مقامات حریری، حسامی، مطول پڑھیں۔ باقی ساری کتابیں مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین ہی میں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔

تعلیم سے فراغ ۱۳۸۳ھ میں مدرسہ کاشف العلوم بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۳ سے ہوئی۔

نکاح اور اولاد

نکاح مؤرخہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ، ۱۹ ستمبر ۱۹۶۱ء کو حضرت اقدس رائپوری شاہ عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی مجلس میں رائپور میں ماموں حضرت مولانا یوسف صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کی صاحبزادی سے پڑھایا۔ اس مجلس میں تین نکاح ہوئے ایک بندہ کا، دوسرا مولانا ہارون صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا اظہارالحسن صاحب کی صاحبزادی سے اور تیسرا مولانا عاقل صاحب صدر مدرس مظاہرالعلوم سہارنپور کا میری ہمشیرہ سے جس کی تفصیل آپ بیتی ۳ میں شادیوں کے ذیل میں ہے۔

ابھی تک کوئی اولاد نہیں۔

علاقہ کی دینی حالت

یہ سارا علاقہ دوآبہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت والدصاحب نوراللہ مرقدہٗ نے اس بارہ میں شریعت وطریقت رسالہ کے شروع میں کچھ مختصر وجامع حالات تحریر فرمائے ہیں، انہی کو بلفظہٖ نقل کرتا ہوں:

دوآبہ شریعت وطریقت کا گہوارہ اور مخزن تھا۔ دوآبہ ایک عرفی اصطلاح تھی جو مشہور تھی اور اب بھی مشہور ہے ہمارے اکابر کے کلام میں بھی بہت جگہ اس کا تذکرہ

آتا رہا ہے۔

یہ حصہ دہلی میرٹھ، مظفرنگر، سہارنپور کے اضلاع پر مشتمل ہے۔ اور دوآبہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کے مغرب میں جمنا اور نہر جمن اور مشرق میں گنگا اور نہر گنگ مشہور ومعروف دریا ہیں جواب تک بھی معروف ہیں۔

یہ خطہ شریعت وطریقت کا مخزن وگہوارہ، مرجع ومنبع خاص طور سے تھا جس کی ابتدا خاندان ولی اللہی سے ہوئی اور اس کا فیضانِ عام امدادی جماعت کے ذریعہ ہوا۔

اس خطہ کا معمولی اثر یہ تھا کہ قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کے دور میں ان کے مریدوں میں معمولی سے معمولی اور ان پڑھ بھی متبع سنت تھے۔ میں نے بہت سے بالکل ان پڑھ لوگوں کو دیکھا کہ تہجد کے اتنے پابند تھے کہ بعض بڑوں کو بھی ویسا کم دیکھا۔ اور طریقت کا یہ حال تھا کہ حضرت قدس سرہٗ کی خانقاہ کے قریب جو عام گدھا تالاب مشہور ہے اس میں پچاس ساٹھ دھوبی اخیر شب میں کپڑے دھویا کرتے تھے وہ بجائے مختلف آوازوں کے "اللہ" کی صدائیں لگایا کرتے تھے۔

اسی علاقہ میں تھانہ بھون میں پہلے حضرت حاجی صاحب کی خانقاہ پھر حضرت اقدس تھانوی کی خانقاہ امدادیہ رہی۔ اور اسی علاقہ میں حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہٗ کی مشہور عالم خانقاہ اور رائے پور میں حضرت اقدس رائپوریؒ کی عظیم خانقاہ نیز اسی علاقہ میں مراکزِ علم وعرفان دارالعلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور اور مختلف مدارس دینیہ۔

پھر جب تبلیغی کام کی ابتداء ہوئی تو حضرت مولانا الشاہ الیاس صاحب اور بعد میں حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہما دونوں حضرات نے بہت اہتمام سے اس دوآبہ کے علاقہ میں بہت کثرت سے جماعتوں کو روانہ کیا اور الحمدللہ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اور کثرت سے پورے علاقہ میں تبلیغی اجتماعات بھی ہوتے رہتے ہیں،

اور اللہ کا شکر ہے کہ ان خانقاہوں اور مشائخ کی توجہات وبرکت سے اور دارالعلوم ومظاہر علوم ودیگر مدارس دینیہ کی محنت وسعی کے نتیجہ میں اور تبلیغی جد وجہد وکوشش سے پورے علاقہ کی فضا متأثر ہے۔

دینی علوم سے شغف، سنت کے اتباع کی اہمیت، بدعات سے اجتناب اور تصوف ومشائخ سے تعلق، حفظ قرآن کا بچوں میں عام ہونا، عورتوں میں شرعی پردہ کا اہتمام پورے علاقہ میں ایک معتدبہ مسلم آبادی میں عموماً پایا جاتا ہے۔

اس سب کے ساتھ ساتھ حضرت سید احمد شہید وشاہ اسمٰعیل شہید کی تحریک جہاد اور حضرت حاجی صاحب کی امارت میں حافظ ضامن شہید وحضرت گنگوہی و نانوتوی قدس اللہ اسرارہم وغیرہ اکابر کا جہاد شاملی اور امارت شرعیہ کا قیام اور پورے ملک میں فرنگی جبر واستبداد کے خلاف جہاد کا اعلان اور اس کے بعد حضرت شیخ الہند اور حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہم کی عظیم مشہور آفاق تحریکات کا مرکز بھی یہی علاقہ رہا۔

فیضِ حضرت نور اللہ مرقدہٗ

پیدا ہونے کے بعد سے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے مجھے دیکھنا شروع کیا اور ہوش سنبھالنے کے بعد سے میں نے انہیں دیکھنا شروع کیا، ان دونوں دیکھنے میں بیالیس ۴۲ کی عمر بندہ کی گزری۔ اس پر ایک شعر یاد آیا ؎

چہل سال عمرے عزیزت گذشت ؛ مزاجے تو از حال طفلی نگشت

اس طویل مدت میں جیسا فائدہ اٹھانا چاہیے تھا ویسا تو نہ اٹھا سکے اللہ تعالیٰ اس کوتاہی کو معاف فرمائے، خاص طور سے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت کرنے کے سلسلہ میں بعض موانع حائل رہے جس کا قلق ہمیشہ رہے گا اس کے باوجود حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے جو حاصل ہوا ہو اللہ تعالیٰ اس پر استقامت عطا فرمائے

اس کو بڑھانے اور پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

بیعت

بندہ حضرت رائپوری شاہ عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ ایک بار سہارنپور سے پاکستان تشریف لے جا رہے تھے، مَردوں اور عورتوں کے ہجوم کی کثرت ہر وقت رہا کرتی تھی۔ بار بار کمرہ سے چارپائی ہجوم کی وجہ سے باہر لائی جاتی تھی اور مجمع کو بیعت فرمانے کے بعد چارپائی اندر کمرہ میں لے جائی جاتی تھی۔

اسی دوران ایک بار حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ نے بندہ سے فرمایا کہ:

"آجاؤ بھائی طلحہ تمہیں بھی بیعت کرلوں۔"

میں اپنی عادت کے مطابق کہ حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا، بندہ نے کچھ نہیں عرض کیا اور اس وقت خاموش رہا۔ حضرت والدصاحب نوراللہ مرقدہٗ اس وقت اس مجلس میں تشریف فرما نہیں تھے لیکن حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کا یہ جملہ بندہ نے یا کسی نے حضرت والدصاحب نوراللہ مرقدہٗ کو پہنچایا جس پر حضرت والدصاحب نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا:

"ارے! تجھے تو خود درخواست کرنی چاہئے تھی اور جب حضرت نے خود فرمایا تھا تب تو فوراً ہاں کرلینی چاہئے تھی۔"

یہ فرماکر فرمایا:

"اب جب حضرت باہر تشریف لاویں تو بیعت کی درخواست کردیجئے اور اپنے ساتھ ہارون (ابن حضرت مولانا یوسف صاحب نوراللہ مرقدہٗ) کو بھی بیعت کرا لیجئے۔"

جب بعد مغرب بھٹ ہاؤس میں حضرت کی چارپائی باہر آئی تو بندہ نے عرض کیا اور تھوڑی دیر بعد تائے ابا جی مولانا اکرام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"بھائی زبیر کو بھی اپنے ساتھ رکھیو۔"

مولوی اجتباء صاحبزادہ (مولانا احتشام الحسن صاحب مجاز بیعت حضرت مولانا الیاس صاحب بانی تبلیغ نوراللہ مرقدہما) بھی اس وقت مظاہر علوم میں پڑھتے تھے۔ انہوں نے خود یا کسی نے ان کے متعلق کہا کہ:

"ان کو بھی بیعت میں ساتھ رکھیو۔"

جب بعد مغرب حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ بندہ کی طرف متوجہ ہوئے تو بندہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ:

"ہم چاروں بیعت ہوں گے۔"

حضرت نے بہت دعائیں دیں اور مسرت کا اظہار فرمایا اور ہم کو بیعت کرنا شروع کیا تو مجلس کا عجیب سماں ہوگیا، سبھی اس وقت بلکہ پورا مجمع ہی شریک بیعت ہوا۔ اور حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ نے تسبیحات بتلاکر فرمایا:

"ان تسبیحات سے آگے اپنے اپنے باپوں سے پوچھتے رہو۔"

اس فرمانے کے بعد حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی چارپائی پر تشریف لے آئے۔ دونوں حضرات میں باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں عشاء اول وقت میں ہوتی تھی۔ ان دونوں حضرات کی باتوں کی وجہ سے اس دن عشاء بھی بہت تاخیر سے ہوئی، بعض خدام بار بار لقمہ بھی دیتے رہے کہ نماز کا وقت ہوگیا اذان دے دیں، حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ فرماتے رہے:

"ابھی نماز پڑھ لیں گے آج تو حضرت سے باتیں کرلیں۔"

باتیں تو اس وقت کچھ یاد نہیں پورا مجمع چارپائی پر جھک رہا تھا اور بار بار حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ بندہ کی طرف اشارہ کر کے کچھ فرماتے تھے اور حضرت والدصاحب

نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے کہ:

"حضرت! اس کے لئے دعا فرماتے رہیں۔"

کبھی فرماتے:

"ان سب کے لئے دعا فرماتے رہیں۔"

اتنا ضرور اندازہ ہے کہ اس مجلس میں بندہ ہی کے ذیل میں باتیں ہوتی رہیں۔

حضرت رائے پوری کے انتقال کے بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے معمولات کے متعلق ایک مدت کے بعد مولانا منور حسین صاحب کے متوجہ کرنے پر ذکر کی اجازت لی۔ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا:

"ہاں پیارے! ضرور شروع کرلے اور صبح کو جب میں اوپر (دار التصنیف) جاؤں گا تب پوچھ لیجیے۔"

دار التصنیف میں اپنی جگہ بیٹھ کر خود طریقۂ ذکر بتلا اور یہی تجدید بیعت کے مترادف ہوگیا۔ چونکہ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا معمول یہ تھا کہ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے متوسلین کو ادباً بیعت نہیں فرمایا کرتے تھے، بلکہ یوں فرمادیا کرتے تھے کہ:

"جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لیا کرو۔"

ان حضرات کے معمولات کے بعد اگر کوئی تجدید بیعت کے لئے اصرار کرتا تو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ:

"میں اپنے اکابر کے لوگوں کو بیعت کرنے میں بے ادبی سمجھتا ہوں۔"

خط وکتابت

جو باتیں دریافت طلب ہوتی تھیں وہ زبانی ہی پوچھ لیا کرتا تھا۔ باقاعدہ سلوک کے ذیل میں خط وکتابت کی نوبت نہیں آئی۔

حضرت سے تعلق کی نوعیت

جس نوعیت کا تعلق میرے دادا جان نور اللہ مرقدہٗ کا میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ رہا اسی طرح کا تعلق حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا میرے ساتھ رہا، اس قسم کے واقعات سے پوری آپ بیتی بھری پڑی ہے۔ البتہ میرے دادا جان نور اللہ مرقدہٗ کا معاملہ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ ۱۸ سال کی عمر میں ختم ہوگیا تھا مگر میرے ساتھ یہ معاملہ ذرا لمبا چلا، جس کا اثر یہ تھا جو اوپر گذرا کہ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے فرمانے کے باوجود بیعت نہ ہوا جب تک والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حکم نہ فرمادیا۔

ایک واقعہ اور ذہن میں آیا۔ ایک مرتبہ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ نے مجھے زیتون کا ایک ڈبہ دیا اور فرمایا:

"اس کو گھر لے جانا، گھر والوں کو کھلانا اور خود کھانا، ابا جان کو نہ دینا ورنہ وہ مریدوں میں بانٹ دیں گے۔"

جب میں آیا تو حضرت والد صاحبؒ سامنے تشریف فرما تھے۔ میں نے از خود حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے پاس جاکر ساری باتیں نقل کردیں جو حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا تھا۔ اس پر حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:

"جا گھر میں لے جا۔"

میں نے جب اصرار کیا کہ نہیں نہیں رکھ لیں تو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ:

"نہیں، لے جا۔ جب حضرت نے منع فرمادیا تو پھر کیوں یہاں چھوڑو جب تم اس ڈبہ کو کھاؤگے تو دو چار دانے مجھے بھی اوپر دار التصنیف میں دیدینا حضرت کا تبرک میں بھی چکھ لوں گا۔"

اجازت و خلافت

بندہ کی نااہلیت کے باوجود محض اپنے حسن ظن سے کچے گھر کے چھوٹے چبوترہ پر مفتی محمود صاحب گنگوہی زید مجدہٗ، مولانا منور حسین صاحب بہاری زید مجدہٗ اور بعض خدّام کی موجودگی میں بعد عشاء شب جمعہ ۱۳۹۳ھ رات کو گیارہ بجے کے قریب اجازت مرحمت فرمائی۔

بندہ کی ۱۳۹۲ھ میں مع مولانا ہارون صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مع گھر والوں کے شعبان میں حج کی نیت سے حاضری ہوئی اور حرمین شریفین میں تقریباً چھ ماہ قیام کے بعد جب سہارنپور حاضری ہوئی تو کچھ دنوں کے بعد اجازت ہوئی۔ اجازت کے بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بہت لمبی چوڑی دعا کرائی اور وہ عمامہ بندہ کے سر پر رکھا جو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سہارنپوری نے حضرت والد صاحب کو اجازت کے وقت مدینہ طیبہ میں مرحمت فرمایا تھا۔

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سر پر حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ نے جب عمامہ باندھا اس کے بعد والد صاحب نے اسے انہیں پیچوں پر مع ٹوپی دھاگہ سے سی لیا تھا اور جمعہ و اعیاد میں استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت کا فیضان و شفقت

جب سے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے حجاز مقدس کے اسفار شروع ہوئے ہیں اس وقت سے الحمد للہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی غَیبت میں بہت اہتمام سے مجلس ذکر ہوتی رہی اور رات کو ختم یٰسین اور اس کے بعد دعا بہت اہتمام سے ہوتی رہی اور حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو اس کی جب بھی اطلاعات ملیں مسرت و خوشی کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

اس کے علاوہ جتنے رمضان حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے سہارنپور سے باہر ہوئے اس میں بھی اس بندہ نے حضرت کے اور متعلقین کے ساتھ کوشش کی کہ حضرت

کے طرز پر اعتکاف و رمضان کیا جائے۔ اور جب اس کی اطلاعات حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو پہنچی تو بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا۔

اس کے علاوہ بندہ کو اجازت مرحمت فرمانے کے کچھ مدت بعد ہی یہ سلسلہ شروع ہو گیا تھا کہ جب کوئی حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے کے لئے آتا تو حضرت آہستہ آہستہ بیعت کے الفاظ فرماتے اور بندہ زور سے وہ الفاظ کہلواتا۔ تقریباً ۱۳۹۶ھ سے عورتوں کی بیعت حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بندہ کے ذمہ کر دی اور وصال سے چند سال پہلے سے مردوں کی بیعت جب بندہ ہوتا تو مستقل بیعت و دعا وغیرہ بندہ کے ذمہ ہوتی، حتّٰی کہ ہندوستان کے آخری سفر اور جبکہ حجاز مقدس کی آمد بھی بندہ کی حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں رہی یہاں آ کر بھی انتقال تک یہی سلسلہ رہا۔

والدہ ماجدہ مدظلہا نے بیان فرمایا کہ

ایک دفعہ ایک عورت بیعت ہونے آئی اس نے حضرت والد صاحب سے کہلوایا کہ میں بیعت ہونا چاہتی ہوں۔ حضرت نے قاصد سے فرما دیا کہ:

"طلحہ سے کہہ دو کہ وہ بیعت کرا دیوے۔"

اس نے جا کر گھر میں کہہ دیا۔ اس عورت نے اصرار کیا کہ نہیں میں تو حضرت سے ہی ہونا چاہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ:

"اگر طلحہ سے ہونا ہو تو ہو جائے اب تو وہی کرے ہے۔"

اس عورت نے دو تین بار اصرار کیا۔ اس پر والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ڈانٹ کر فرمایا:

"اس سے ہونا ہو تو ہو جائے ورنہ اللہ حافظ۔"

اس پر اس نے والدہ سے کہا کہ بھائی کو بلوا دیں ابّا تو خفا ہو گئے، میں بھائی ہی سے

تصنیف و تالیف

اس سلسلہ میں کبھی کوئی بات نہیں ہوئی، البتہ ایک موقع پر چند اعزہ کی موجودگی میں اور بغیر کسی کی موجودگی میں دینی کتابوں کی اشاعت کے متعلق فرمایا کہ:

"ہم تو نبٹ گئے اب تو تم ہی لوگوں کو یہ سلسلہ باقی رکھنا ہے۔"

اللہ تعالیٰ ان کے مطبوعات کو باقی رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تبلیغ میں شرکت

بارہا تبلیغی اجتماعات میں شرکت پر تحریری اور زبانی مسرت کا اظہار فرمایا اور میرے اجتماعات میں جانے پر اوروں کے نام خطوط میں بھی مسرت کے ساتھ دعائیں تحریر فرمائیں۔

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے مدینہ طیبہ آجانے کے بعد علاقہ کے ہر اس اجتماع میں جس میں بھائی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہٗ کی شرکت ہوئی بندہ کی شرکت بھی ضرور ہوئی۔ اس کے علاوہ دور دور کے اجتماعات میں بھی شرکت رہی ہے۔

اس جگہ ایک لطیفہ یاد آیا۔ بچپن میں مجھے قاری ظہیر صاحب تبلیغ میں نکلنے کے لئے کہا کرتے۔ چنانچہ چند آدمیوں کی موجودگی میں ایک مرتبہ انہوں نے مجھے تبلیغ میں نکلنے کو کہا اور کہا کہ یہ کبھی تبلیغ میں نہیں جاتا اس پر میں نے جواب دیا کہ "میں تو اپنی نانی اماں کے یہاں آیا ہوں۔" اس پر سب ہنس پڑے۔

مکاتب کی سرپرستی

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو بندہ کے بارے میں یہ حسن ظن تھا کہ مکاتب قرآنیہ سے اس کو لگاؤ ہے۔ اسی بنا پر بعض مواقع پر حضرت قدس سرہٗ نے بعض مکاتب کی سرپرستی طے فرمائی اور بعض مکاتب والوں نے بندہ کے ذمہ سرپرستی کی تو اس کو حضرت نے تصویب کے ساتھ بنظر استحسان دیکھا۔

میرے بچپن میں مجلس کے لئے حضرت کی چارپائی کچے گھر کے چھوٹے چبوترے کے متصل ہوتی تھی اور لوگ چھوٹے چبوترہ پر بیٹھا کرتے تھے، حضرت مفتی محمود صاحب بھی اسی چھوٹے چبوترے پر تشریف فرما ہوتے۔ میں گھر سے نکل کر مجلس میں آتا، حضرت کی چارپائی پر چڑھ کر چھوٹے چبوترہ پر چڑھ جاتا اور پھر مفتی محمود صاحب کو تلاش کرتا، اگر کوئی مجھے گود میں بٹھانا چاہتا تو میں نہ بیٹھتا اور میں کہتا:

"اپنے مفتی صاحب کے پاس جاکر بیٹھوں گا۔"

چنانچہ مفتی صاحب جہاں نظر آتے ان کے پاس چلا جاتا، حضرت مفتی صاحب اپنی گود میں بٹھالیتے، اگر ٹھنڈی کا موسم ہوتا تو مجھے اپنی چادر کے اندر چھپالیتے۔ ادھر حضرت والد صاحب قدس سرہٗ بھی بنظر غائر دیکھتے رہتے کہ کس کے پاس جاکر بیٹھا اور حضرت مفتی صاحب کے پاس بیٹھا دیکھ کر خوش ہوتے۔

میرے یہاں الماریوں کی تالی لگا کرتی تھی۔ مگر جب نظام الدین جاتا تو حضرت ماموں جان مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے کمرہ کی الماریوں کو کھلی ہوئی دیکھتا تو سوچتا کہ ان الماریوں میں تالے کیوں نہیں لگتے، کھلی کیوں رہتی ہیں، چنانچہ حضرت جی کی الماریوں میں تالے لگوانے کا اصل محرک بندہ ہی بنا۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ کثرت سے تشریف لاتے اور ان کی شفقتیں اس قدر تھیں کہ میرے بغیر وہ کھانا نہیں کھاتے۔ بہت سی مرتبہ ایسے واقعات پیش آئے کہ دسترخوان پر روٹی رکھی گئی ایک قسم کا سالن بھی آگیا حضرت والد صاحب قدس سرہٗ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے فرماتے:

"شروع فرمادیں۔"

اس پر حضرت مدنیؒ فرماتے :

"پیر صاحب (طلحہ) آئے تو شروع کروں گا۔"

اس پر حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے :

"میں بوڑھا باپ کھانا لاؤں اس کو اپنے پاس بٹھالو۔"

اس پر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے :

"کیا جلدی ہے، شروع کرلیں گے۔"

اور حضرت میرا انتظار فرماتے رہتے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کھانا پہلے میں شروع کر دیتا اور حضرت شیخ الاسلام بعد میں شروع فرماتے۔ کبھی حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ دیکھ لیتے تو فرماتے کہ :

"حضرت سے پہلے تو نے ہی شروع کر دیا۔"

بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا :

"جلدی کر شروع کیا، مجھے پٹوائے گا ؟!"

میرا پیر صاحب کا لقب حضرت مدنی قدس سرہٗ ہی نے رکھا جس کا قصہ بھی عجیب ہے۔

ایک مرتبہ بچپن میں اپنے کتب خانہ پر بیٹھا بچوں کو بیعت کر رہا تھا جیسا کہ بچے کھیل میں مختلف طرز کے کھیل کھیلتے ہیں میرے لئے یہ ایک کھیل تھا، اتنے میں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا تانگہ آگیا (یہ بھی عجیب بات ہے کہ سہارنپور میں ایک تانگہ بان تھا جس کا نام مستیا تھا، حضرت قدس سرہٗ ہمیشہ اسی کے تانگہ میں آتے، اس کو بھی معلوم نہیں کیسے پتہ چل جاتا تھا کہ حضرت اس گاڑی سے تشریف لا رہے ہیں)، حضرت تانگہ سے اترے اور مجھے جو بیعت کرتے ہوئے دیکھا، فرمایا :

"مجھے بھی بیعت کرلیں!"

میں نے بلا توقف کے کہہ دیا :

"آجائیے!"

اور حضرت مدنی کو بیعت کر لیا۔ اس کے بعد سے میرا "پیر صاحب" کا لقب پڑ گیا، اور حضرت قدس سرہٗ از راہِ شفقت "پیر صاحب" کہہ کر ہی پکارا کرتے تھے۔

جب حضرت مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی جبکہ میں بڑا ہو گیا تھا تو ماموں جی فرمایا کرتے :

"طلحہ! تجھ سے چوک ہوگئی ایک چلہ ہی ان سے مانگ لیا ہوتا۔"

حضرت شیخ قدس سرہٗ کی مجلس جب شام کو ختم ہو جاتی اور حضرت مغرب کے لئے تشریف لے جاتے تو میں حضرت کی چارپائی پر بیٹھ جاتا (اس زمانہ میں جو خادم تھا اس کا نام عبد المجید تھا) اس سے کہتا :

"لا، مجید ایک پان کھلا دے۔"

اسی طرح سے کوئی عورت تعویذ لینے والی آجاتی تو اس کو کہتا :

"ارے، چلی جا، ہر وقت کوئی تعویذ لا کرے ہے اب مغرب کو جا رہے ہیں۔"

بچپن میں حضرت والد صاحب اور ماموں حضرت مولانا یوسف نور اللہ مرقدہما کے قرآن پاک کی نقل اتارنی خوب جانتا تھا۔ جب میں نظام الدین جاتا تو وہاں والے حضرت والد صاحب کے قرآن پاک کی نقل اتروا تے اور خوب سنتے۔ اور جب سہارنپور آتا تو یہاں کے کچھ تبلیغی احباب حضرت مولانا یوسف صاحب

کے قرآن پاک کی نقل اتر واتے اور سنتے ۔

مولانا مفتی محمود صاحب اور مولانا منور حسین صاحب کے بارے میں (حضرت والد صاحب قدس سرہ نے) فرمایا :

"منور اور محمود کو میں نے سب سے زیادہ رگڑا"۔

ایک دفعہ فرمایا :

"منور اور محمود کو میں نے چالیس سال رگڑا"۔

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے کئی مرتبہ دوسروں سے فرمایا کہ :

"جب کوئی طلحہ کی مجھ سے شکایت کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ شخص طلحہ کا مخالف ہے"۔

حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب زید مجدہم

اسم گرامی امیر حسن بن مظفر حسین صاحبؒ، مدرس مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی ۔ یوپی ، انڈیا۔

پیدائش مجھے تو کچھ معلوم نہیں ، پاسپورٹ پر ۱۹۲۶ء لکھی ہوئی ہے ۔

تعلیم ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول میں درجہ سوم تک پڑھکر دینی تعلیم کی طرف رغبت ہوئی تو اسکول چھوڑکر قریب قریہ (بستی) میں ایک پرانے زمانے کے طرز کے پڑھے ہوئے مولوی صاحب تھے اُن سے قرآن پاک وغیرہ پڑھا۔ پھر اس کے بعد جونپور محلہ ملا ٹولہ مدرسہ کرامتیہ میں داخلہ لیا ابتدائی فارسی عربی شرح جامی بحث فعل تک پڑھکر سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم میں ۱۳۵۵ھ میں داخلہ لیا اور یہیں پر اوسط سے لیکر اخیر دورہ تک سات برس پڑھا۔

یہاں سے فارغ ہوکر ۱۳۶۳ھ میں ہردوئی میں بمشورہ حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہٗ مدرس ہوگیا اور اب تک یہاں قیام ہے۔ درمیان میں ایک سال مرشدنا دامت فیوضہم کی خدمت میں مدینہ پاک قیام کیا ۔

نکاح واولاد باجازت حضرت والا میرا عقد طالب علمی کے زمانہ میں ہوگیا تھا اور حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے دو لڑکے اور

ایک لڑکی عطا کئے جن میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقید حیات ہیں۔

خاندان کی علمی حالت

میرے خاندان میں پڑھنے پڑھانے کا کوئی تذکرہ نہ تھا، نہ والدین تعلیم یافتہ تھے محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ والدین کے دل میں ڈالا اور مجھے دینی تعلیم کی توفیق دی۔ البتہ میرے والدین سیدھے سادھے نیک طبیعت تھے نماز کے پابند تھے۔

علاقہ کی دینی حالت

میں ضلع سیوان صوبہ بہار کے ایک دیہات کا رہنے والا ہوں۔ میرے علاقہ میں جہالت بدعت کی بہت کثرت تھی اور اب بھی قیام میلاد کا چرچا زیادہ ہے۔ البتہ تبلیغی جماعت کی برکت سے یہاں کا ماحول پہلے سے کافی بدل گیا ہے اور مکتب کا سلسلہ بھی جاری ہونے سے کافی نفع ہوا اور ہو رہا ہے۔

بیعت

جب مدرسہ مظاہر علوم میں ۱۳۵۵ھ میں داخل ہوا۔ حضرت قدس سرہٗ کو جانا، پھر بھی کیا جانا، عمر غفلت کی تھی، بیداری نہ ہونے میں عام طلبہ کی طرح غافل رہا۔

مالک کا فضل وکرم ہوا، بغیر استحقاق کے فراغت کے درمیان رائپور کی حاضری مولوی عبد المنان صاحب کے ہمراہ، جو حضرت رائپوری کے خادم تھے، ہوئی، اور میں خالی الذہن تھا یونہی ساتھی ہونے کے لحاظ سے چلا گیا تو حضرت نے فرمایا:

"ان کو کیوں لائے، میرے پاس تو دیہاتی آتے ہیں۔ یہ مولوی صاحب کو کیوں لائے۔"

تو میں نے عرض کیا حضرت میں بھی دیہاتی ہوں۔ پھر حضرت سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے بیعت فرمالیا اور صرف ایک تسبیح درود شریف کی بتلادی۔

یہاں سے آغاز ہوا۔ پھر میرے مخصوص استادوں میں حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ نے بہت کرم فرمایا مجھے متوجہ کرتے رہے اور ان کی شفقتوں نے مجھے باندھ دیا۔ اہل اللہ سے رغبت پیدا ہونی شروع ہوگئی۔

اسی درمیان میں مرشدنا حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں گاہے گاہے حاضری دیتا اور حضرت کی شفقت میرے اوپر بغیر استحقاق کے ہوتی گئی۔

میری یکسوئی اور رائپور کی حاضری میں الگ تھلگ رہنے، کام کرنے سے حضرت نے بہت خوشی کا اظہار مجھ سے ایک مرتبہ کیا۔

اس طرح دونوں بزرگوں سے ربط بڑھتا گیا۔ پھر حضرت رائپوریؒ کے وصال کے بعد مرشدنا حضرت شیخ قدس سرہٗ سے رجوع ہوا تو تجدید بیعت کی درخواست کی تو ٹالتے رہے۔ جب زیادہ اصرار کیا تو شدت سے منع فرمایا کہ:

"میں حضرت مدنیؒ اور حضرت رائپوریؒ سے جو لوگ بیعت ہیں دوبارہ بیعت نہیں کرتا ہوں۔ البتہ خدمت کے لئے حاضر ہوں اور جو معمولات حضرت رائپوریؒ نے بتلائے تھے کرتے رہو۔"

اور معمولات ہی کیا تھے۔ یوں کہا تھا:

"کلمہ طیبہ جتنا آسانی سے پڑھ سکو معتبر کرلو اسی طرح درود شریف۔"

چونکہ تعلیمی سلسلہ تھا نیز فارغ اوقات میں حفظ بھی کرتا تھا اس لئے کوئی خاص معمولات نہیں بتلائے مراقبہ دعائیہ کے لئے تلقین فرمائی تھی۔ بہر حال حضرت نے فرمایا:

"جس طرح حضرت رائے پوری نے بتلایا ہے کرتے رہو۔"

یہ ناکارہ گاہے گاہے اپنا حال حضرت رائپوریؒ کے وصال کے بعد مرشدنا

حضرت شیخ قدس سرہٗ کو لکھتا رہا۔

اکابر کی شفقتیں

حق تعالیٰ کا محض فضل و کرم ہوا کہ یہ دونوں بزرگ اس ناکارہ بندہ سے محبت فرماتے رہے۔

ایک مرتبہ حضرت رائے پوری قدس سرہٗ نے پوچھا:

"تم کے بھائی ہو۔"

میں نے عرض کیا حضرت میرا کوئی بھائی نہیں ہے اکیلا ہوں۔ فرمایا:

"میں تمہارا بھائی ہوں۔"

ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں اس ناکارہ کی رسائی میں میرے مشفق استاذ حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ کا بڑا دخل ہے، حضرت ہی کی رہبری ہوتی رہی۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا غیر معمولی رعب و عظمت میرے اوپر طاری ہوتی تھی اور ان کے سامنے سے گذرنے کی ہمّت نہ ہوتی تھی۔ حضرت کی شفقت اپنے اوپر بے انتہا محسوس کرتا تھا۔

ایک مرتبہ واپس ہردوئی ہونے لگا تو حضرت نے بغور نظر کر کے دیکھ لیا تو عرصہ تک مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ دو نشان قلب پر حضرت کی نظر کے پڑ گئے ہیں اور مجھے روشنی بھی معلوم ہوتی رہی نظر کے نور کی۔

غرض خدمت میں حاضری پر عجیب و غریب کیفیت سکون کی محسوس ہوتی تھی۔

خلافت

اجازت دینے سے قبل اس ناکارہ نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا کہ حضرت مرشدنا قدس سرہ مدینہ پاک سے جس تاریخ کو سہارنپور آرہے تھے اسی تاریخ میں اخیر شب میں دیکھا کہ

حضرت میرے کمرے میں آئے اس وقت میں ہردوئی میں تھا حضرت کے آنے کا علم تاریخ وغیرہ کا نہ تھا بعد میں حساب لگایا تو معلوم ہوا وہی تاریخ تھی، غرض حضرتؒ آئے اور ایک خوبصورت ڈبیہ جیسے روشنائی کی ڈبیہ ہوتی ہے لاکر مجھے دی اور فرمایا:

"تمہارے لئے لایا ہوں۔"

خواب ہی میں فرطِ مسرّت کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے کہ حضرت کی کتنی بڑی شفقت ہے کہ ہزاروں انسان حضرت کے چاہنے والے ہیں ان کے لئے نہیں لائے اور مجھ ناکارہ کے لئے جو کسی لائق نہیں ہے لائے حضرت کی کتنی بڑی مہربانی ہے۔

غرض خواب سے بیدار ہوا تو دل میں خوشی معلوم ہوئی۔ اب خواب لکھ کر حضرت کے یہاں ڈاک سے روانہ کیا۔ حضرت نے جواب مرحمت فرمایا کہ:

"پیارو! مادی چیزیں تو نہ اپنے لئے لایا نہ دوسروں کے لئے۔ باقی دعا سے کسی کے لئے غافل نہیں رہا۔ باقی تمہارا خواب مبارک ہے جب آؤ پرچہ ساتھ لیتے آؤ۔"

ہاں ایک بات لکھنا بھول گیا۔ حضرت کو جب دیکھا تو اس قدر خوبصورت ہیں کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

حتّٰی کہ حیرت انگیز واقعہ پیش آیا یعنی مؤرخہ ۲۸ رمضان بروز جمعہ قبل اذان عصر ۱۳۸۵ھ احقر سراپا تقصیر کو مرشدی و مولائی حضرت اقدس نے اپنے معتکف میں طلب فرمایا بذریعہ بھائی ابوالحسن صاحب، احقر حاضر خدمت ہوا تو ارشاد ہوا کہ:

"یہ جبّہ پہن لو" (جو حضرت کا مستعملہ تھا خوشبو بے انتہا تھی کئی ماہ رہی)

چنانچہ حسب ارشاد پہن لیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ:

"آج سے تمہیں اجازت دیتا ہوں بیعت کی۔ یہ امانت ہے حفاظت کرنا۔"

نوٹ: اس معاملہ سے ناکارہ کو حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی حتیٰ کہ سکتہ میں آگیا اور شام تک مبہوت سا رہا حتیٰ کہ بخار کی کیفیت طاری ہوگئی۔

یہ سب کچھ حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے حضرت شیخ رح کے قلب میں ڈالا اس لئے یہ صورت ظاہر ہوئی۔

نوٹ: وہ جبہ گاہے اخیر شب میں حصول برکت کی نیت سے پہن لیتا ہوں اور بطور تبرک محفوظ رکھتا ہوں۔

مکتوبات

۱۹۷۶ء میں حضرت کی خدمت میں مدینہ پاک ایک سال قیام کیا اس وقت خطوط وغیرہ چھوڑ کر گیا تھا سامان میں ادھر ادھر سارے مکتوبات ضائع ہوگئے۔ البتہ ایک لفافہ محفوظ میرے پاس تھا وہ خط بعینہ روانہ کرتا ہوں اس سے جہاں سے حسب حال مناسب ہو اقتباس کرلیں۔

عنایات وعطایا

ایسے خصوصی کوئی حالات نہیں پیش آئے البتہ ایک مرتبہ حضرت مولانا منور صاحب مدظلہ اور یہ ناکارہ حضرت سے رخصت ہوکر اپنے اپنے وطن روانہ ہورہے تھے تو ہم دونوں کو کھانا راستہ کا دیا اور مجھ ناکارہ سے فرمایا کہ:

"تمہارے پاس ناشتہ دان یا کوئی برتن ہے؟"

احقر نے عرض کیا کہ نہیں، تو شفقت کے لہجہ میں فرمایا:

مولوی ہو برتن رکھا کرو جہاں جاؤ گے کھانا ملے گا۔"

اسی طرح مدینہ پاک سے روانگی کے وقت تنہائی میں میں نے درخواست

کی کہ حضور میرے لئے حسنِ خاتمہ کی دعا فرمادیں تو فرمایا:

"انشاء اللہ حسن خاتمہ بھی ہوگا۔"

اسی طرح دیگر دعائیں انتہائی شفقت سے دیں اور فرمایا:

"پھر آؤ گے؟!"

حضرت کی دعا کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

ایک بات اور یاد آئی۔ مدینہ پاک سے حضرت مولانا منور صاحب مدظلہ جس وقت گئے تھے یہ ناکارہ بھی ساتھ تھا۔ چلتے وقت مدینہ پاک سے ہم دونوں کو سَو سَو ریال دئے اور فرمایا:

"قرض کی ضرورت ہو تو جتنا چاہو لے لو۔"

غرض حضرت کی محبت و شفقت سبھی خدام سے بے انتہا تھی جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ کس کے ساتھ کتنی تھی۔

معمولات میں نرمی

چونکہ میں کمزور وضعیف تھا اس لئے حضرت مرشدنا رح نے کوئی مشقت و بوجھ میرے اوپر نہیں ڈالا۔ نہ حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ نے اور نہ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے۔ بلکہ جو مختصر معمولات حضرت رائپوری نے بتلائے تھے حضرت نے پوچھ کر فرمایا:

"جیسے اور جتنا بتلایا ہے کرتے رہو۔"

کوئی خاص امراض قلب کے بارے میں نہ پوچھنے کی نوبت آئی نہ میرے پاس اس کے متعلق کوئی تحریر ہے۔ البتہ دونوں حضرات نے میرے تحمل کو دیکھ کر ایک مرتبہ حضرت رائپوری قدس سرہٗ نے فرمایا:

"تم کمزور ہو دوسروں کی نقل نہ کرنا ورنہ جنون ہوجاوے گا۔"

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے سُن کر فرمایا:

"بہت مناسب ہے جو حضرت نے فرمایا ہے۔"

اجازت بالمشافہ

حضرت اقدس نے کوئی تحریر نہیں عطا فرمائی بلکہ بعد عصر رمضان کا مہینہ تھا اپنا جبہ سیاہ مستعمل جو جو انتہائی خوشبو سے مہک رہا تھا اپنے سامنے پہنا کر فرمایا:

"آج سے تمہیں اجازت دیتا ہوں بیعت کی۔ یہ امانت ہے حفاظت کرنا۔"

تصنیف و تالیف

یہ ناکارہ اس کا نہ اہل تھا نہ کوئی ارشاد ہوا کوئی حکم نہیں صادر فرمایا، غالباً میرے نااہل ہونے کی وجہ سے، کیونکہ حضرت کو ہر ایک خادم کی استعداد کا اندازہ تھا۔

تبلیغی کام میں معاونت کا حکم

چونکہ میں پہلے سے دینی تعلیم میں مشغول تھا اس لئے کچھ نہ فرمایا ہو۔ جبکہ میری حیثیت تابع ہونے اور نائب مدرس کی تھی البتہ عام مجمع میں سب کو فرماتے سُنا کہ:

"جہاں بھی رہو تبلیغ کے لئے معین بنو، چاہے کسی موانع سے خود نہ کر سکو مگر مخالفت سے بہت نقصان و ضرر کا اندیشہ ہے۔"

معاملات میں احتیاط

اس سلسلہ میں کوئی معلومات نہیں ہیں البتہ رمضان میں حضرت والا جن حصوں میں مدرسہ کے کمرے میں رہتے کرایہ دیتے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ کتنی احتیاط تھی۔

تبرکاتِ شیخ رح

چونکہ یہ ناکارہ ایسے وقت میں مظاہر علوم میں داخل ہوا کہ حضرت کی مجلس بعد عشاء میں حاضری کا بہت کم موقع ملا، تاہم چند مرتبہ کی حاضری سے اندازہ ہوا، نیز چند ایام مدینہ پاک میں قیام کے زمانہ میں کوئی کام دیا مثلاً یہ کہ فلاں لکھ رہا ہے تم بول دو۔ کام کرنے کے بعد اور درمیان میں حضرت بشاشت بہت کرتے تھے کوئی چیز کھلا دی یا کوئی چیز دیدی۔

کئی سال ہوئے مجھے عطر کی شیشی عنایت کی، جس کو اب تک بطور تبرک رکھ لیا ہے جمعہ یا عید میں لگالیتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ یہ ناکارہ یہی سمجھا کہ اپنی انتہائی شفقتوں سے مانوس کر لیتے تھے۔ اس ناکارہ پر غیر معمولی حضرت کے رعب و عظمت کا غلبہ رہتا تھا۔ اپنی نالائقی و کوتاہی کا خیال ہوتا تھا کہ حضرت کو تکلیف نہ ہو میری بے تہذیبی سے، نیز حضرت پر میرے عیب منکشف ہو کر تکلیف نہ ہو۔ غرض رعب بہت ہوتا تھا۔

آپ نے اپنے حسن ظن کی بنا پر دیگر اکابر خلفاء کے ساتھ ساتھ میرے پاس بھی سوالنامہ بھیجا۔ یہ ناکارہ اس لائق نہیں ہے نہ کوئی خاص حالات میرے ہیں اور نہ مجھے مضمون لکھنے کا کوئی سلیقہ ہے تاہم آپ کے حکم کے بموجب جو خیال میں آیا اور جو یاد آیا خانہ پُری کر دیا۔ اس میں جو چیزیں قابل اصلاح ہوں اس کی اصلاح فرما دیں۔

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری

زید مجدہم

اسم گرامی محمد یونس
جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ولادت تاریخ پیدائش : صبح ۷ بجے بروز شنبہ ۲۵ رجب ۱۳۵۵ھ ، ۲ اکتوبر ۱۹۳۷ء۔

طفولیت و تعلیم ابتداءً جب عمر چھ سات سال کے مابین ہوئی اپنے شوق سے ایک مکتب میں جانا شروع کیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ والدہ مرحومہ کا تو انتقال ہو گیا تھا جبکہ میری عمر ۵ سال ۱۰ ماہ کی تھی۔ نانی کے پاس رہتا تھا۔ وہ چھوٹے ماموں کو مکتب جانے کے لئے مار رہی تھیں میرے منہ سے نکل گیا کہ ہم بھی پڑھنے جائیں گے، اسی وقت کھانا پک گیا اور ڈیڑھ میل پر ایک مکتب تھا جہاں بڑے ماموں کے ساتھ بھیجدیئے گئے۔ مگر راستہ میں تھک گئے تو ماموں نے کاندھے پر اٹھایا، تھوڑی دور چل کر اتار دیا۔ اسی طرح کبھی اٹھالیتے اور کبھی اتار دیتے، سارا راستہ قطع ہوگیا۔ مگر بچپن کی وجہ سے پڑھنا نہیں ہو سکا صرف

کھیل کود کام تھا۔

پھر ایک اور مکتب میں بیٹھے۔ وہاں کچھ قاعدہ بغدادی پڑھا۔ ماموں صاحب نے پڑھنا چھوڑ دیا تو ہمارا پڑھنا بھی چھوٹ گیا۔

پھر کچھ دنوں بعد ایک پرائمری اسکول ہمارے گاؤں میں قائم ہوگیا اس میں جانے لگے۔ درجہ دوم تک وہاں پڑھا۔ پھر درجہ سوم کے لئے مائی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا۔

سوم پاس کرنے کے بعد والد صاحب نے یہ کہکر چھڑا دیا کہ انگریزی کا دور نہیں اور ہندی میں پڑھانا نہیں چاہتا۔

ایک دلچسپ قصہ پیش آیا کہ میں اپنے طور پر ہندی کی پہلی کتاب پڑھ رہا تھا اس میں لکھا ہوا تھا کہ :

"طوطا رام رام کرتا ہے"

والد صاحب نے جب مجھ کو پڑھتے سنا تو فرمایا :

"کتاب رکھ دو، بہت پڑھ لیا"

اس کے بعد تقریباً تعلیم دو سال چھوٹی رہی۔

عربی کی تعلیم پھر تقریباً تیرہ ۱۳ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مائی کلاں میں داخلہ ہوا۔ ابتدائی فارسی سے لیکر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لیکر مختصر معانی، مقامات و شرح وقایہ و نور الانوار تک وہیں پڑھیں۔

اکثر کتابیں استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب سے اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہ العالی سے۔ مگر کثرت امراض کی وجہ سے بیچ میں طویل فترات واقع ہوتی رہیں اس لئے تکمیل کافی مؤخر ہوگئی۔

پھر یہ بھی پیش آیا کہ ہماری جماعت ٹوٹ گئی ہم نے اولاً شرح جامی، شرح وقایہ، نور الانوار مولانا ضیاء الحق صاحب سے پڑھی تھیں، مگر جماعت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے اگلے سال پھر انہیں کتابوں میں داخل کر دیا اور خود پڑھایا۔

مظاہر میں داخلہ

اس کے بعد شوال ۱۳۷۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں بھیج دیا۔ یہاں آکر پہلے سال جلالین، ہدایہ اولین میبذی اور اگلے سال بیضاوی، سلم، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ شریف اور اگلے سال یعنی شوال ۱۳۷۹ھ تا شعبان ۱۳۸۰ھ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ اور اس سے اگلے سال کچھ مزید کتابیں ہدایہ رابع، صدرا، شمس بازغہ، اقلیدس، خلاصۃ الحساب درمختار پڑھیں۔

مظاہر کی مسندِ تدریس پر

شوال ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدہ پر تقرر ہوا۔ وظیفہ طالب علمی کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ملتا تھا، شرح وقایہ اور قطبی زیرِ تعلیم و تدریس تھیں۔

اگلے سال بھی کتابیں رہیں اور وظیفہ دس روپے ماہانہ ہو گیا۔ اس سے اگلے سال تیس روپے خشک پر تقرر ہوا اور مقامات و قطبی سپرد ہوئیں۔ اور اس سے اگلے سال یعنی شوال ۱۳۸۴ھ ہدایہ اولین، قطبی و اصول الشاشی زیرِ تدریس تھیں۔

درسِ حدیث

اسی سال ذی الحجہ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال ہو جانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین صاحب حال ناظم اعلیٰ مظاہر علوم کے یہاں سے منتقل ہو کر آئی جو باب الکبائر سے پڑھائی۔

پھر آئندہ سال شوال ۸۵ھ میں مختصر معانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی۔ اور شوال ۱۳۸۶ھ میں ابو داؤد شریف و نسائی شریف و نور الانوار زیرِ تعلیم رہیں۔

اس کے بعد شوال ۸۷ھ میں مسلم شریف، نسائی و ابن ماجہ و مؤطئین زیرِ درس رہیں۔

شیخ الحدیث کے منصب پر

اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف و مسلم شریف و ہدایہ ثالث پڑھائی۔ وللہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ۔

اور بحمد اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ بخاری شریف اور دوسری کوئی کتاب ہوتی رہتی ہے۔

امراض کے باوجود علمی شغل

مسلسل بیمار رہا۔ مظاہر آنے کے چند دن بعد نزلہ و بخار ہو گیا اور پھر منہ سے خون آگیا۔ حضرت اقدس ناظم صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہو جاؤں، لیکن میں نے انکار کر دیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ و اعلی اللہ مراتبہٗ نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ:

"جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا۔"

میں نے عرض کیا، جواب تک یاد ہے، کہ:

"حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مر جاؤں گا۔"

حضرت نے فرمایا کہ:

"بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟"

میں نے عرض کیا، اور اب تک الفاظ یاد ہیں، کہ:

"حضرت ! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا۔"

اس پر حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ :

"پھر پڑا رہ"

یہ ہے حضرت قدس سرہٗ سے پہلی بات چیت ۔

اس کے بعد ہم تو بہت بیمار رہے ۔ اور گاہ بگاہ جب طبیعت ٹھیک ہوجاتی تو اسباق میں بھی جاتے رہتے ۔

انہیں ایام میں حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہٗ کو اپنی بیماری کا خط لکھا۔ مولانا نے جواباً لکھا کہ :

"یہ کیا یقین ہے کہ یہ خون پھیپھڑے سے آیا ہے ؟"

اس سے طبیعت کو کچھ سکون ہوگیا۔ لیکن سینے میں درد رہا کرتا تھا ۔

ایک یہ بات اور بھی لکھدوں کہ جن ایام میں طبیعت خراب تھی کبھی کبھی دار الحدیث کے شرقی جانب بیٹھ کر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا درس سنتا تھا اور سوچا کرتا تھا کہ نہ معلوم ہم کو بھی بخاری شریف پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں ؟ اور رویا کرتا تھا ۔ اس مالک کا لاکھ لاکھ شکر یہ کہ اس نے توفیق سے مدد کی اور پڑھنے کی منزل گزر گئی ، اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے پڑھانے کی توفیق بخشی ، حالات کی ناسازگاری سے جس کی توقع بھی نہیں تھی لیکن سب فضل وکرم ہے ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیم صبح تیری مہربانی !!

امراض کے تسلسل کی وجہ سے شادی کی ہمت ہی نہ ہوئی اور اب بڑھاپا شروع ہوچکا ، حدود خمسین کے آخری سالوں میں چل رہا ہوں۔ اب اپنی بیماریوں

کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر ہوتا کیا ہے ، وقت گزر گیا ۔

علاقہ کا حال

علاقہ میں عام طور سے جہالت تھی لیکن عام طور پر لوگ صحیح العقیدہ اور دین کی طرف مائل تھے ۔ میرے نانا مرحوم تو میری والدہ کی ولادت سے غالباً پہلے وفات پاگئے تھے ۔ پھر نانی مرحومہ کی دوسری شادی میرے دادا مرحوم کے بڑے بھائی سے ہوئی جن کو ہم ساری عمر اپنا نانا سمجھتے رہے اور وہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے تھے ۔ وہ بچپن سے نمازی اور دیندار تھے ، عام طور سے برما رہا کرتے تھے ، وہاں کوئی عالم رہتے تھے جو حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سلسلہ میں منسلک تھے ، ان سے اچھا تعلق تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے گاؤں میں تعزیہ بنتا تھا جس میں ہمارے خاندان کے بعض لوگ شریک ہوتے تھے ، سنا ہے کہ دادا مرحوم بھی شرکت کرتے تھے مگر نانا مرحوم نے ڈھول وغیرہ توڑ ڈالے اور اس بدعت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا ۔

والد صاحب تو ہمیشہ ہی بدعت سے دور رہے ۔ لیکن ایک چیز کو کوئی بھی بدعت نہیں سمجھتا تھا وہ مولود شریف اور قیام تھا ، حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہ کی جب آمد ورفت شروع ہوئی تو ہمیشہ کے لئے اس کا خاتمہ ہوگیا ۔

مجھے اپنے بچپن کا واقعہ یاد ہے جب میری عمر ۹ ، ۱۰ سال کی ہوگی میں بچوں کے ساتھ مولود کی مجلس کرتا تھا ، ہماری بیل گاڑی تھی اس پر ہم عمر تین چار بچے جمع ہوجاتے اور ہم سب سے بڑے علامہ سمجھے جاتے اور مولود پڑھتے ، اور پڑھتے کیا ، صرف کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھ لیتے اور اس کے بعد گھروں سے جو کھانا وغیرہ لاتے وہ مل کر سب کھالیتے اور مجلس برخواست ہوجاتی ۔

ایک اپنے علامہ سمجھے جانے کا دلچسپ قصہ لکھتا ہوں ۔ اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں پڑھتا تھا، نوسال کی عمر ہوگی، ماسٹر صاحب موجود نہیں تھے، تھوڑی دیر میں دیکھا ایک جنازہ قریب کے قبرستان میں لایا گیا اور اس کو دفن کیا جانے لگا ہم نے سب لڑکوں سے کہا کہ ہم نے نماز جنازہ نہیں پڑھی جلدی سب لوگ وضو کرلیں ۔ سب نے وضو کیا اور ہم نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ نہ معلوم کیا ہوا دوبارہ پڑھائی غالباً سہ بارہ بھی، اور یہ سب مکتب میں ہو رہا تھا جو اس وقت گاؤں سے باہر ایک شخص کی ایک عمارت میں تھا جہاں ان کے بیل اور مزدور رہتے تھے ۔

بچہ کا خطبہ بڑے کی امامت

ایک اور دلچسپ قصہ لکھ دوں ۔ ہمارے گاؤں میں جمعہ ہوا کرتا تھا ۔ ہم سب سے پہلے غسل کرکے پہونچ جاتے تھے اور خطیب صاحب کی نقل اتارا کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ اتفاق سے خطیب صاحب موجود نہ تھے اور گاؤں کے بڑے بوڑھے تھے جن میں میرے نانا بھی تھے ۔ میری عمر ۹ - ۱۰ سال سے زیادہ نہ ہوگی ۔ کوئی پڑھا لکھا نہ تھا صرف قرآن شریف پڑھے ہوتے اس کے علاوہ کچھ پڑھ نہیں سکتے تھے ۔ حضرت عمرو بن سلمی الجرحی کی طرح ہم ہی اس وقت سب سے بڑے پڑھے لکھے تھے ۔ ایک صاحب نے ہمیں حکم دیا کہ:

"چل منبر پر اور خطبہ پڑھ"

ہم بے خوف چڑھ گئے اور خطبہ شروع کر دیا ۔ ایک جگہ تو ذرا اٹک سی ہوگئی باقی اور الحمدللہ صاف ہی پڑھا گیا ۔ نماز ایک دوسرے صاحب نے پڑھائی ۔ ہماری نانی صاحبہ اور دوسرے اعزہ اس سے بہت مسرور ہوئے ۔ مگر خیال یہ پڑتا ہے کہ خطبہ ایک ہی ہوا تھا ۔

☆ ☆ ☆

گاؤں کا حال

ہمارے گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر مائی کلاں میں جامع مسجد میں تو حفظ پڑھایا جاتا تھا اور اتنا بابرکت درس تھا کہ سینکڑوں حفاظ پیدا ہوئے ۔ ہمارے مختصر سے گاؤں میں جس کی اس وقت کی مسلم آبادی زیادہ سے زیادہ پندرہ مکانات پر مشتمل تھی اس میں چھ حفاظ تھے ۔ وہیں مدرسہ ضیاء العلوم تھا جس میں ہماری ابتدائی تعلیم ہوئی ۔

ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے اس مدرسہ میں مولوی نور محمد صاحب نے پڑھا جن سے ہم نے تعلیم الاسلام کے کچھ اسباق پڑھے ۔ وہ پھر پاکستان چلے گئے ۔

حضرت کی پہلی زیارت

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا نام نامی تو مدرسہ ضیاء العلوم میں اپنے اساتذہ اور خاص طور سے استاذی حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ سے سنا ۔ پھر جب سہارنپور بغرض تکمیل حاضر ہوئے تو حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی زیارت ہوئی ۔

سب سے پہلی زیارت کی شکل یہ ہوئی کہ میں کسی ضرورت سے مدرسہ کے دفتر میں گیا تو حضرت نوراللہ مرقدہٗ کو دیکھا، ایک سادہ کرتا پہنے ہوئے تھے جس کا رنگ زرد تھا غالباً ڈوریا کا ہوگا ۔ لیکن بات چیت نہیں ہوئی ۔ بات چیت تو بیماری کے وقت ہوئی ۔

اس کی ابتداء میں تردد ہے کہ پہلے وہ واقعہ پیش آیا جو اولاً لکھا گیا یا دوسرا واقعہ جو لکھ رہا ہوں ۔

وہ تو بہت پکا تھا تو تو بہت کچا ہے

ہمیں جذبہ پیدا ہوا کہ حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے دعا کروانی چاہئے ۔ حضرت مغرب کے بعد طویل نوافل پڑھتے تھے، ہم بیٹھ گئے ۔ ایک

صاحب نے غالباً بیعت کی درخواست دے رکھی تھی۔ حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے سلام پھیرا اور فارغ ہو کر فرمایا :

"آ بھئی۔"

ہم نے سمجھا کہ شاید ہمیں بلا رہے ہیں۔ ہم آگے بڑھ گئے۔ حضرت نے فرمایا :

"تو نہیں۔"

ہم بلبلا کر رو پڑے۔

بہر حال پہلے حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے ان صاحب کی ضرورت پوری کی اس کے بعد احقر کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ لیکر کچے گھر چلے اور حال پوچھتے رہے اور بیماری کا تذکرہ کرتے رہے۔ حضرت نے پوچھا کہ :

"تو کہاں سے پڑھ کر آیا ؟"

میں نے عرض کیا مدرسہ ضیاء العلوم مائی کلاں سے۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا :

"کس سے پڑھا ؟"

عرض کیا حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب سے۔ فرمایا :

"وہ تو بہت پکا تھا تو تو بہت کچا ہے۔"

اس کے بعد حضرت نے برف کا ٹھنڈا پانی جس میں عرق کیوڑہ ملا ہوا تھا نوش فرمایا اور کچھ بندہ کے لئے بچا دیا۔ مگر زیادہ آنا جانا نہیں رہا۔

دستر خوان پر اکرام

اصل جان پہچان اس وقت ہوئی جب بندہ کا قیام دفتر میں ہوگیا۔

رمضان شریف میں مَیں اپنی سحری الگ کھالیتا تھا۔ ایک رات خواب دیکھا کہ مولانا اکرام الحسن صاحب مرحوم والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب امیر جماعت تبلیغ نظام الدین دہلی بندہ کی طرف متوجہ ہیں اور کچھ بات کر رہے ہیں،

اسی رات میں سحری میں حضرت نے بلوایا ___ اور جب کوئی اکرام کی صورت ہونے والی ہوتی تو مولانا اکرام صاحب کو دیکھا کرتے تھے ___ بہر حال حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے بلوا کر فرمایا کہ :

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو تنہا ہی سحری کھالیتا ہے۔ دیکھ! سحری ہمارے ساتھ کھالیا کر اور اپنی سحری مولوی نصیر کو دے دیا کر۔"

اور پھر فرمایا کہ :

"سحری کھالی ؟"

میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا :

"اور کھائے گا ؟"

عرض کیا میں تو کھا چکا ہوں۔ فرمایا :

"اور کھانے پر بھی تو کھایا جاوے ؟!"

ہم بیٹھ گئے۔ اس کے بعد روزانہ حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے دستر خوان پر سحری میں حاضر ہو جاتے۔

اس زمانہ میں حضرت کے سحری میں پلاؤ کے ساتھ گھی لگی ہوئی روٹیوں کا دستور تھا۔ حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ پوچھا :

"گھی چپڑی روٹی مل گئی ؟"

میں نے عرض کیا جی ہاں۔ حضرت نے پوچھا :

"کتنی آئی ؟"

میں نے عرض کیا ایک۔ حضرت نے دوسری سرکا دی۔ اس کے بعد سے ہمارے لئے دو کا دستور ہوگیا۔

٭ ٭ ٭

دلچسپ بحث

ایک مرتبہ دیر سے پہونچا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ایک گستاخانہ بحث بھی کی جس کا افسوس اب تک ہے ۔ حضرت نے پہونچتے ہی فرمایا کہ :

"جگہ خالی نہیں بیٹھ جا ۔"

میں نے کہا بیٹھ کر کیا کروں گا ؟ فرمایا :

"قل ہو اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر ۔"

میں نے پوچھا کسے ؟ فرمایا :

"مجھ کو ۔"

عرض کیا زندوں کو ؟ فرمایا :

"تو نے مشکوٰۃ شریف نہیں پڑھی ؟"

عرض کیا پڑھی تو ہے ۔ فرمایا :

"مسجد عشار والی روایت نہیں پڑھی ؟"

عرض کیا پڑھی تو ہے ۔ پوچھا کہ :

"کہاں ہے ؟"

میں نے عرض کیا مشکوٰۃ کتاب الفتن میں ـــ یہ روایت مشکوٰۃ کتاب الفتن باب الملاحم کی فصل ثانی میں ہے ـــ حضرت نور اللہ مرقدہٗ بہت خوش ہوئے اور فرمایا :

"مولانا سید سلیمان ندوی اس حدیث پر میرے معتقد ہو گئے ۔"

فرمایا :

"ایک مرتبہ سید صاحب تشریف لائے ۔ انہوں نے یہ حدیث معلوم کی ۔ میں نے کہا ابوداؤد میں ہے ۔ سید صاحب نے پوچھا کہ کہاں

ہے ؟ میں نے کہا کتاب الملاحم میں ۔ اور پھر کتاب منگا کر دکھا بھی دی ۔"

تزکیہ کی طرف عدم التفات

ابتداءً بالکل بچپن میں تو بیعت کا رجحان تھا لیکن بعد میں بعض وجوہات سے یہ خیال نکل گیا ۔ اور یہی نہیں بلکہ کچھ اس کی اہمیت ہی نہیں رہی تھی ۔ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ نے بعض خطوط میں ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور لکھا :

"تزکیہ ضروری ہے ۔"

لیکن اس وقت کتابوں کی طرف غیر معمولی رجحان تھا ، ادھر بالکل التفات ہی نہیں ہوا بلکہ ایک مرتبہ جب حضرت نور اللہ مرقدہٗ اپنے دار التصنیف میں تشریف فرما تھے اور حسب معمول حاضر ہوا تو تھوڑی دیر کے بعد سوال کیا کہ :

بیعت ہونا ضروری ہے ؟

حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا :

"بالکل نہیں ۔"

پھر ایک زمانہ گزر گیا اور بہت سے لوگ بیعت کی طرف توجہ دلاتے تھے ، جیسے مولانا منور حسین صاحب ، مولانا عبدالجبار صاحب ۔ اور بعض اصرار کرتے تھے جیسے صوفی انعام اللہ صاحب ۔ مگر کچھ التفات ہی نہ تھا ۔

بیعت میں انقیاد ضروری ہے

اچانک رمضان ١٣٨٦ھ کے عشرۂ اخیرہ میں خیال پیدا ہوا اور بہت زور سے ۔ حضرت نور اللہ سے عرض کیا ۔ حضرت نے فرمایا :

"بیعت میں انقیاد اور عدم تنقید ضروری ہے استخارہ کر لے ۔"

میں نے عرض کیا حضرت ! میں نے دعا کی ہے ـــ اس زمانہ میں اپنی دعا پر بڑا اعتماد تھا ـــ مگر حضرت نے فرمایا کہ :

"استخارہ کم از کم تین مرتبہ اور رات گزارنا اور سونا ضروری نہیں۔"

منامی بشارت

تیسرے استخارہ میں خواب دیکھا مولانا اکرام صاحب فرمارہے ہیں کہ:

"مدرسہ قدیم آجاؤ آباد ہوجائے گا۔"

ہمارا قیام اس زمانہ میں دارالطلبہ قدیم میں ہو چکا تھا۔ حضرت نے سُنکر فرمایا کہ:

"یہ خواب امید افزا ہے۔"

خصوصی بیعت

۱۹، ۲۹ یا ۳۰ تاریخ کو ظہر کے بعد اپنے خلوت خانہ میں طلب فرماکر بیعت فرمایا۔

میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا کہ حضرت! جب عمومی بیعت ہوتی ہے میں بھی سب کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔ مگر حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے انکار فرمادیا۔

ایک بات یہ بھی لکھ دوں کہ اس وقت بعض ایسے مشائخ کبار حیات تھے جن سے بندہ کو بہت عقیدت ہے لیکن بیعت میں حضرت نوراللہ مرقدہٗ ہی کی طرف طبعی رجحان تھا اور عقلاً بھی رجحان تھا نیز یہ بھی کہ حضرت استاد تھے اور بہت قریب تھے۔

قیمتی نصائح

ہر وقت کا پاس رہنا تھا اس لئے خط و کتابت تو ہوتی نہیں تھی، بعض اوقات یونہی بعض پرچے مدینہ طیبہ سے بھجوائے ان میں بعض نصائح لکھیں اور بعض اوقات زبانی نصائح کیں۔

۱۔۔۔ ایک گرامی نامہ میں لکھا:

"جہاں تک ہوسکے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنا اور ظاہر سے زیادہ باطن میں۔"

۲۔۔۔ تیسرے سال بلڈ پریشر کی تکلیف پر تحریر فرمایا:

"ایک بات کا خیال رکھیو کہ اگر بیماری میں زبانی معمولات نہ ہوسکیں تو قلب کو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیو اور زبانی معمولات میں درود شریف کو مقدم رکھیو۔ میں نے درود شریف کے بہت فوائد دیکھے۔"

۳۔۔۔ اور یہ تو کئی مرتبہ نصیحت کی کہ:

"کبر سے پورا اجتناب کرنا، اور اپنی نااہلی پیش نظر رہے، اگر کوئی کہے تو اس پر طبعی اثر غیر اختیاری چیز ہے، لیکن برا نہ ماننا چاہئے۔"

اس کا مطلب ہی یہ ہے عقلاً یہ خیال ہو کر ہم تو بہت گندے ہیں نہ معلوم کتنے عیوب ہیں اس لئے عقلاً برا نہ مانے۔ واللہ اعلم

۴۔۔۔ ایک خط میں یہ لکھا تھا کہ ایک طالب علم بہت اصرار کرتا ہے کہ بیعت کرلو، حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا:

"ضرور کرلو۔ سلسلہ چلانے کے لئے بیعت تو ضرور کرنا مگر اپنی اہلیت کا استحضار رہنا چاہئے۔ اگر نہ کروگے تو یہ سلسلہ بند ہو جائے گا جو سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آرہا ہے۔"

یہ خط اسٹنگر (جنوبی افریقہ) سے لکھوایا تھا۔

۵۔۔۔ ایک خط میں لکھوایا تھا:

"مدرسہ کے مال میں بہت احتیاط کرنا۔"

۶۔۔۔ نظام الدین میں جب حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے ملاقات ہوئی تو بالکل خلاف توقع معانقہ فرمایا اور فرمایا کہ:

"اخلاص سے کام کرنا۔"

۷۔۔۔ آخری خط جو ۱۲ر اپریل ۸۲ء کا تحریر کردہ ہے، اس میں میرے ایک خط کے جواب میں لکھا جس میں میں نے اپنے امراض کی شدت اور خواب میں

امواتِ و مقابر دیکھنے کا تذکرہ کیا تھا۔ لکھا کہ:

"اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اور تم کو دونوں کو حسنِ خاتمہ کی دولت سے مالا مال کرے، ہر وقت اپنے عمل سے ڈرتے رہنا چاہئے اگرچہ مالک کا کرم بڑا ہے اس کے کرم ہی کا سہارا ہے پھر بھی استغفار کثرت سے کرتے رہنا چاہئے۔"

مقرباں را بیش بود حیرانی

بھائی ہم تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے سب سے نالائق شاگرد اور ناکارہ و کم فہم مرید تھے اور پھر مدرسہ کے تعلق اور اور معاملات پڑتے تھے اس میں کثرت سے ڈانٹ پڑتی تھی اور پھر حضرت نور اللہ مرقدہٗ ویسے ہی ہو جاتے تھے جیسے پہلے۔

ہاں ایک آدھ مرتبہ بعض حضرات نے حضرت کو بہت ہی مکدر کر دیا لیکن معاملہ کسی اور ذات کے حوالہ تھا اللہ تعالیٰ نے پھر صفائی کرا دی۔

اور ہمارا مزاج یہ تھا کہ فضول ہم کسی کام میں پڑتے نہیں اس لئے جب اپنا کام بن جاتا تو پیچھے نہیں پڑتے تھے۔ ایک عجیب قصہ مجمل لکھتا ہوں لکھنے کے لئے نہیں، بعض حضرات نے شکایت کر کے حضرت کو مکدر کر دیا۔ حضرت ایک رمضان میں رنجیدہ رہے۔ رمضان تو گزر گیا۔ اس کے بعد ہم نے ایک پرچہ لکھا جس میں معافی مانگی اور یہ لکھ دیا کہ

"اگر کوئی کام ہو تو میرے حجرہ میں بھجوا دیا جائے مجھے سردی بہت لگتی ہے۔"

حضرت بہت خوش ہوئے کئی بار دعوت کی۔

اور رمضان شریف میں جن بعض حضرات نے فقرے کسے اور ستایا وہ آئے اور شرمندہ ہوئے۔ ہم نے اپنے دل میں کہا کہ ہم حضرت کے شاگرد و خادم ہیں، آپ حضرات کو ان قصوں میں نہ پڑنا چاہئے۔ اس کے بعد سے وہ صاحب

تو ہمیشہ کے لئے بحمد اللہ خاموش ہو گئے۔

عطایا کی بارش

بارہا حضرت نے روپے دیئے۔ ۸۲ھ کے حج میں پچاس روپے دیئے تھے اس کی نصب الرایہ خرید لی۔ حج سے آکر پوچھا کہ:

"میں نے چلتے ہوئے تجھے روپے دیئے تھے کچھ تیرے کام آئے۔"

میں نے عرض کیا کہ میں نے نصب الرایہ خرید کی، تو فرمایا کہ:

"اس کے لئے تو عمر پڑی تھی۔"

مقصد یہ تھا کہ دوسری ضروریات میں خرچ کرتے۔

"لامع" کے ختم پر تین سو روپے دیئے جس کی ہم نے مرقاۃ المفاتیح منگوائی۔ اور متفرق اوقات میں دیتے رہے، کبھی تیس، کبھی پچاس۔ اکثر پچاس۔ اور گذشتہ سفر میں دو سو اور اس سفر میں سو دیئے۔

اور بذل المجہود مکمل، لامع الدراری مکمل، اوجز المسالک مکمل، جزء حجۃ الوداع والعمرات اور مختلف رسائل دیئے۔ اور جب بندہ کی حاضری مدینہ طیبہ ہوئی تو فرمایا کہ:

"میری کتابوں میں جو پسند کر لے جا۔"

وہاں اس وقت اردو کتابیں تھیں۔ ایک کتاب "اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان" تھی وہ ہم نے لے لی۔

حضرت نے اس کے بعد ایک کتاب بھجوائی "ابوہریرۃ فی ضوء مرویاتہ" تالیف ضیاء الرحمن الاعظمی۔ اس میں ان کی سو روایتیں جمع کر کے اس کے طرق وغیرہ پر کلام کیا گیا ہے اور مستشرقین نے جو ابوہریرہؓ کی کثرتِ روایات پر شکوک و شبہات کئے ہیں ان کی تردید کی ہے۔

اور تصوف سے متعلق حضرت کی جتنی تالیفات ہیں یا صوفی اقبال نے لکھیں تقریباً سبھی عطا فرمائیں ۔ اور بعض تو بار بار بھجوائیں ۔

ذکر کی تجویز میں توارد

حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت تو ہو گیا لیکن ذکر پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوتی ۔ اپنے امراض کی وجہ سے یہ سمجھتا رہا کہ میرے بس سے باہر ہے اور نہ حضرت نے بیعت کے وقت کچھ فرمایا ۔

ایک مرتبہ رمضان میں از خود اپنے لئے ایک نصاب مقرر کیا یعنی تین تسبیح لاالٰہ الا اللہ کی اور پانچ تسبیحات اللہ اللہ کی ۔ اس کے بعد جب چند روز بعد غالباً عشاء بعد حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا :

" ذکر کرلیا کرو "

اور مذکورہ بالا نصاب بتایا ۔ بس میں تو سمجھتا ہوں کہ اعتکاف میں حضرت کے ساتھ تھا حضرت کے مبارک قلب کا اثر پڑا جو خود ایک نصاب مقرر کرلیا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے وہی بتلایا پھر معلوم ہوا کہ حضرتؒ مشغول حضرات کو یہی نصاب بتاتے تھے ۔

معمولات میں اضافہ

کچھ دنوں بعد حضرت کے بعض ارشادات کی بناء پر تھوڑا تھوڑا اسم ذات کا اضافہ شروع کیا ، اور سترہ سو تک پہنچا دیا ۔ لیکن حضرت نے کم کرنے کو فرمایا اور فرمایا کہ :

" اسم ذات ایک ہزار رکھو "

یہی اب تک معمول ہے ۔ پاس انفاس کا حکم بار بار دیا اور مراقبۂ دعائیہ بھی بتایا ۔

بس جیسے ہم ہیں ویسا ہی ہمارا ذکر ۔ حضرت کے زمانہ میں اور اب بھی نفی و اثبات واسم ذات کا تو معمول ہے الا یہ کہ مرض یا کوئی شدید مانع ہو باقی اور چیزیں کبھی ہوگئیں

کبھی نہیں ۔

ایک مرتبہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا جب کہ میں بہت بیمار ہو گیا تھا کہ :

" دل سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہے "

یہ بھی لکھ دوں کہ زیادہ مجاہدہ میرے بس کا نہیں تھا اور نہ ہے ۔ ایک مرتبہ رمضان شریف میں حضرت سے عرض کیا کہ :

" حضرت ! یہ رات بھر کی بیداری میرے بس کی نہیں "

تو فرمایا کہ :

" سب کو اس کی ضرورت نہیں "

ایک مرتبہ اعتکاف میں خواب دیکھا کہ حضرت لوگوں کو کچھ تقسیم فرما رہے ہیں ۔ میں اگلے روز حاضر ہوا خواب عرض کیا ، اور عرض کیا :

" حضرت ! اگر بیداری کرنے والوں کو ملے گا تو ہم تو محروم ہو جائیں گے "

حضرت نے فرمایا :

" نہیں ، انشاء اللہ "

ایک مرتبہ اعتکاف میں بہت بیمار ہو گیا ، اس زمانے میں کچھ ذکر وغیرہ نہیں کرتا تھا ۔ حضرت نے غالباً بھائی ابوالحسن صاحب یا اور کسی سے کہلوایا کہ :

" اگر اختیاری مجاہدہ نہیں کرتے تو اضطراری کرایا جاتا ہے "

مگر ہم نے اپنی نالائقی سے کوئی اثر نہیں لیا ۔

ناظم صاحب کی طرف سے خلافت

حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب (سابق ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم ، نور اللہ مرقدہٗ

نے بروز پنجشنبہ ۵ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد اجازت مرحمت فرمائی جس کا از خود شہرہ ہو گیا۔

چونکہ احقر کا بیعت کا تعلق حضرت قطب العالم شیخ الحدیث کاندھلوی ثم المہاجر المدنی نور اللہ مرقدہٗ سے تھا اس لئے حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد بھی اپنے حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ہی تربیت کا تعلق رہا اور بحمد اللہ بالکل کبھی اجازت کا کوئی خیال بھی نہیں آتا تھا گو اہل اللہ کے ارشاد کی دل میں قدر تھی اور ہے۔

حضرتؒ کی طرف سے اجازت

پھر جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ رمضان شریف کے لئے مدینہ منورہ سے سہارنپور تشریف لائے تو حسب معمول اعتکاف کیا اور رمضان کے بعد شوال میں مجلس شریف میں حسب معمول حاضری ہوتی رہی۔

غالباً ۵ ذیقعدہ تھی، بروز پنجشنبہ صبح کی مجلس ختم کر میں حاضر ہوا تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ذکر سے فراغت کے بعد بلوایا اور فرمایا کہ:

"تو جمعہ کے دن حاجی شاہ جاتا ہے؟"

عرض کیا حضرت! مجھ کو سردی بہت لگتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ:

"یہاں آ"

اور چارپائی پر بیٹھنے کے لئے فرمایا، اور فرمایا کہ:

"میرا ارادہ تین چار سال سے تجھے اجازت دینے کا ہے لیکن تیرے اندر تکبر ہے۔"

میں خاموش رہا اور الحمد للہ حضرتؒ کے کہنے پر طبیعت پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کو حضرت ناظم صاحب کی اجازت کا

علم ہو گیا ہوگا؟ فرمایا کہ:

"ہاں!"

میں نے عرض کیا، حضرت! میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ حضرت ناظم صاحب نے کیوں اجازت دی؟! حضرت رحمہ اللہ نے اس پر کیا ارشاد فرمایا یاد نہیں رہا۔

پھر فرمایا کہ:

"تجھے میری طرف سے اجازت ہے۔"

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے کچھ دن پیشتر ایک عجیب حالت طاری ہوئی تھی جیسے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں اور نماز سے فراغت پر نقص ہی نقص نظر آتا تھا اور اسی وقت نماز کے بعد استغفار پڑھنے کی حقیقت سمجھ میں آتی، اور ایسا ہو گیا تھا کہ اگر کوئی مجھے چارپائی کے سرہانے بیٹھنے کو کہتا تو آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ اور ایک مرتبہ ایک جگہ لوگوں نے امامت کے لئے کہہ دیا تو آنسو آگئے۔ لیکن نادانی سے ایک جملہ کہنے پر ساری حالت جاتی رہی۔ میں نے یہ کہہ دیا کہ:

"جب آدمی ذکر پر مداومت کرتا ہے تو اس کو ہمہ وقت ایک معیت حاصل ہو جاتی ہے اور اپنی نااہلی کا ہر وقت استحضار ہو جاتا ہے۔"

اس میں عجبِ نفس شامل تھا بس ساری حالت کافور ہو گئی۔

حضرتؒ نے فرمایا:

"انشاء اللہ تعالیٰ پھر حاصل ہو جائے گی۔"

اب تک تو حاصل نہیں ہوئی لیکن حضرت کی برکت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ روسیاہ پر نظر کرم فرماویں اور دوام حضوری عطا فرمائیں۔

اس کے بعد حضرت کے یہاں کچھ مہمان آگئے۔ حضرت نے فرمایا:

"ان کے ساتھ بیٹھ جا۔"

ناشتہ کے فراغ پر واپس ہوا تو مدرسہ قدیم کے دروازہ پر پہونچ کر ایسا معلوم ہوا جیسے سینے میں کوئی چیز داخل ہوگئی ، اس کی تعبیر الفاظ میں نہیں ہوسکتی، بس ایسا محسوس ہوا جیسے یہ لکیر  ۔ اور دل میں ذکر کا ایک شدید شوق پیدا ہوگیا ۔ اس کے بعد

خواب میں حضرت مدنی کی زیارت

ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرت معتکف ہیں اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ بھی تشریف فرما ہیں حضرت مدنی کا مصلّٰی بچھا ہوا ہے میں اس پر آکر کھڑا ہوگیا ۔

حضرت سے اگلے سال عرض کیا تو ایک مصلّٰی عنایت فرمایا ۔

میں تو ہمیشہ سہارنپور ہی رہتا تھا ، ہاں جب پاکستان حاضری ہوئی تو فرمایا :

” اپنی جگہ کام کرنا چاہئے تھا “

مقدمہ مشکوٰۃ لکھنے کی ہدایت

بعض وقت بعض تالیفی امور کی طرف توجہ دلائی مگر اپنے امراض و اعذار نے اجازت نہ دی ۔ کچھ رسالے بعض مسائل پر لکھے وہ یونہی ناتمام ہیں ۔

ہاں ایک مرتبہ میری مدرسی کے دوسرے سال فرمایا تھا کہ :

” تو اگر مشکوٰۃ کا مقدمہ لکھ دے (جس کا ایک خاکہ میرے ذہن میں تھا اور بعض وقت حضرت سے بھی تذکرہ آگیا تھا) تو میں تجھے مشکوٰۃ شریف دے دوں “

مگر نوبت نہ آئی بلکہ حالات ایسے بنے کہ مشکوٰۃ شریف جلدی احقر کے پاس آگئی، جس کی تفصیل گزر چکی ۔

تصنیفی مشورہ طلب کرنے پر فرمایا :

” شروع کردو “

مگر جو مقدر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے ۔

مدرسہ کے مال میں ہدایت

حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اس پر ہم سب اہل مدرسہ کو بار بار توجہ دلائی کہ اسلاف کرام کے طرز پر رہیں مدرسہ کے بارے بہت احتراز کریں ۔ حضرت بارہا فرماتے تھے کہ

” اس میں بے احتیاطی بڑی مضر ہوتی ہے “

حضرت کی نماز میں قراءت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ہم کیا پہچان سکتے ہیں؟ نماز و نوافل کا اپنا مشاہدہ یہ ہے کہ گرمی ہو یا سردی یا بارش ہمیشہ مکان سے مسجد مدرسہ قدیم تشریف لاتے ۔ فرض باجماعت ادا فرماتے ، ایک آدھ مرتبہ عصر کی نماز میں حضرت کو مسبوق بھی دیکھا ، چلے تو وقت پر مگر غالبًا بارش کی وجہ سے یہ دیر ہوگئی ۔

سنتوں میں طویل قراءت کا معمول تھا ۔ ایک مرتبہ میرے پوچھنے پر فرمایا کہ :

” میں دس پارہ سنن و نوافل میں اس طرح پڑھتا ہوں کہ ایک ہی پارہ بار بار دہراتا رہتا ہوں “

مغرب کے بعد طویل نفل ہوتی ، جب تک قوت رہی کھڑے ہوکر اس کے بعد بیٹھ کر ۔

کیفیتِ درسِ بخاری

درس بخاری شریف میں حل تراجم پر خاص زور دیتے ، اور ترجمہ میں اگر کوئی مسئلہ مذکور ہوتا اور اس میں اختلاف ہوتا تو حتی الامکان ائمہ اربعہ کے مذاہب نقل فرماکر ترجمہ جس قول کے موافق ہوتا اس کا اظہار فرماتے ۔

گاہ گاہ ترجمہ کی غرض بیان کرنے میں شراح کی مخالفت فرماتے اور جو قول اختیار فرماتے اس کی دلیل ذکر کرتے اور اپنی آراء کو بربنائے ” ایک چکی کے پاٹ “ سے

تعبیر فرماتے۔ ابتداء میں بیان کرتے ہوئے اس تعبیر کی وجہ اختیار کرنے پر بوجھکڑ کا مشہور قصہ سناتے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس تعبیر میں ایک لطیف اشارہ حضرت کے اختیار کردہ قول کے وزن کی طرف نکلتا ہے۔ چونکہ اس کی مثالیں بہت ہیں اور لامع کے حاشیہ اور تراجم میں تفصیل سے ہوئی ہیں اس لئے ان کو نہیں لکھا جاتا۔

ترجمہ اور روایت کی مطابقت کا اہتمام فرماتے اور خاص طور سے مقدمہ لامع میں ذکر کردہ ستر اصولوں میں سے جس اصل سے ترجمہ ثابت ہوتا اس کی طرف اشارہ فرماتے، کبھی سکوت بھی فرماتے حسبِ وقت واحوال کا تقاضا ہوتا، اس لئے کہ بہرحال تالیف وتدریس کے انداز میں فرق ہوتا ہی ہے۔

شرّاح سے اختلاف

کہیں کہیں شراح کرام سے مطالبِ حدیث کے بیان میں بھی اختلاف کرتے جیسا کہ:

ابواب الجمعہ میں "باب الجمعۃ فی القرٰی" میں ایک روایت ہے اس کے الفاظ ہیں:

قال یونس کتب رُزیق بن حکیم الی ابن شھاب وانا معه یومئذ بوادی القری ھل تری ان اجمّع ورُزیق عامل علی ارض یعملها وفیها جماعة من السودان وغیرھم ورُزیق یومئذ علی ایلة فکتب ابن شھاب وانا اسمع یامرہ ان یجمّع یخبرہ ان سالمًا حدثه ان عبد اللہ بن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته الامام راع ومسئول عن رعیته الحدیث

ھل تری ان اجمّع کا مطلب سارے شراح یہ بیان کرتے ہیں کہ مقصد یہ ہے

کہ جہاں میری کاشت ہوتی ہے اور میرے غلام اور ملازمین کام کرتے ہیں کیا میں وہیں جمعہ پڑھ سکتا ہوں؟ ایلہ میں جمعہ پڑھنے کے متعلق سوال نہیں ہے، اس لئے کہ وہ شہر ہے۔

لیکن حضرت نے سب کی مخالفت کی ہے اور فرماتے ہیں:

"رزیق بن حکیم کا مطلب یہ ہے کہ میں ایلہ سے دور اپنی زمین میں جہاں کاشت ہوتی ہے ملازمین کے ساتھ رہتا ہوں اور میں ایلہ کا حاکم ہوں تو کیا جمعہ کے روز ایلہ میری حاضری ضروری ہے اس لئے ابن شہاب الزہری نے جواب دیا کہ ہاں حاضر ہونا ضروری ہے اس لئے کہ تم وہاں کے امیر ہو اور جمعہ اجتماع وازدحام کا دن ہوتا ہے ہوسکتا ہے کوئی اختلاف ہو یا اور کوئی امر درپیش ہو اس لئے تمہیں وہاں حاضر ہونا چاہئے کیونکہ تم وہاں کے امیر ہو اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بھی تقاضا ہے آپ فرماتے ہیں الامام راع ومسئول عن رعیته تو تم جہاں کے حاکم ہو وہ تمہاری رعیت ہیں لہذا تم ان کے متعلق مسئول ہوگے اس لئے تمہیں وہاں حاضر ہونا چاہئے۔"

واقعہ یہ ہے کہ شراح کرام نے امام بخاری کے ترجمہ کو سامنے رکھ کر اثر کا مطلب لکھا ہے، وہ جو مطلب حضرت نے لکھا ہے وہی اس اثر کا متبادر مطلب ہے۔

۲ ـــــ بخاری ص۷۲ کی روایت:

عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه کان یعرض راحلته فیصلی الیها قلت افرأیت اذا ھبّت الرکاب قال کان یأخذ الرحل فیعدله.

ھبّت کی شرح بین السطور میں ھاجت وتحرکت سے کی گئی ہے۔

حضرت اس کو غلط فرماتے تھے اور اس کے معنی اپنے والد سے نقل فرما کر
ذہبت بیان فرماتے ۔ بظاہر یہی معنی مراد ہیں ۔ ہوا چلنے کو عربی میں ھبوب
ریح سے تعبیر کیا جاتا ہے ، اسی سے ھبّت فعل ماخوذ ہے اور مسند احمد میں
تو صاف ذھبت ہی ہے ۔

لیکن احقر کے خیال میں شراح کے مطلب کی توجیہ ممکن ہے کہ یعنی جب
سواریوں میں قرار نہ ہوتا اور ادھر ادھر حرکت کرتیں تو پالان کو سترہ بنا لیتے ۔

۳ ـــــ بخاری ص۱۰۷ پر ابن مسعودؓ کی روایت میں ھذا کھذ الشعر کا
مطلب یہ بتاتے تھے :

" کیا تم نے ایسے جلدی جلدی کاٹ کر رکھ دیا جیسے بال
کاٹے جاتے ہیں "

اور فرماتے تھے کہ :

" یہ شعر بفتح الشین ہے "

عامۂ شراح شِعر بکسر الشین ضبط کرتے ہیں اور مطلب یہ بتاتے ہیں کہ کیا
شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھ ڈالا ۔ حضرت فرماتے تھے کہ :

" شعر تو ترنم سے پڑھا جاتا ہے "

لیکن شراح کی طرف سے یہ جواب ہے کہ اگر تغنی مقصود ہوتی ہے تو ترنم ہوتا ہے
اور استدلال و نظیر میں پڑھتے ہیں تو جلدی جلدی پڑھتے ہیں ۔

یہاں تک اپنی یاد سے لکھا تھا پھر جو " لامع " دیکھی تو اس میں تو یہی تفصیل
ہے جو شراح کی طرف منسوب ہے ۔ ہاں تقریر بخاری میں وہی مطلب ہے جو حضرت
نور اللہ مرقدہٗ سے نقل کیا گیا ہے ۔ اور آخر میں یہ بھی لکھا ہے :

" لیکن مجھ کو اس کی کہیں تائید نہیں ملی "

لیکن حضرت نے یہ معنی اپنی کسی تالیف میں جیسے حاشیہ لامع ، تراجم البخاری، حاشیہ
البذل ، حاشیۃ الکوکب میں ذکر نہیں فرمایا ۔

۴ ـــــ قسامۃ کے مسئلہ میں مشہور ہے کہ امام بخاری اس کے منکر ہیں ۔ حضرت
نے ان پر رد فرمایا کہ :

" اگر بخاری قسامت کے منکر ہوتے تو کتاب الدیات میں
باب القسامۃ کیوں درج فرماتے ۔ بلکہ امام بخاری قسامت
میں قصاص کے قائل نہیں ہیں "

حاشیہ لامع لکھا جا رہا تھا ، حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی چھوٹوں کی ہمت افزائی
اس کے اجزاء دیکھنے کا احقر کو حکم فرما رکھا تھا ۔ احقر ان ایام میں بیمار تھا ۔ اجزا
آئے تو میں نے حضرت سے کہلوایا کہ :

" حضرت ! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسئلۂ قسامۃ میں حنفیہ
کے ہم خیال ہیں ۔

مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ قسامۃ میں مدعیان سے ابتداء میں قسم لی
جائے گی یا نہیں ؟ ائمہ ثلاثہ قائل ہیں ، حنفیہ انکار کرتے ہیں ۔ اس لئے کہ بخاری
ص۳۴۲ پر اشعث بن قیس کی حدیث میں ہے :

شاھداك او یمینه

حنفیہ کہتے ہیں یہ کلمہ او مانعۃ الجمع ہے اور مقصود یہ بتانا ہے کہ مدعی کا حق صرف
بیّنہ ہے اور مدعیٰ علیہ کا حق صرف یمین ۔ ترمذی میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص
کی حدیث ہے :

البیّنة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه

سنن بیہقی میں ابن عباس کی حدیث ہے :

البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر

وقال ابن حجر فی الفتح اسنادہ حسن

ان دونوں حدیثوں میں بھی دونوں جملے مدعی و مدعی علیہ کا الگ الگ حق بیان کر رہے ہیں۔

حضرات ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ قسامہ کا ایک مستقل ضابطہ ہے جو قسامت کی حدیثوں میں صاف وارد ہے۔ اس میں پہلے مدعی حضرات سے قسم کا مطالبہ ہے پھر مدعیٰ علیہم سے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر قسامت میں قتل عمد کا دعویٰ ہو تو قصاص ہوگا یا نہیں؟ امام مالکؒ امام احمد کا مذہب اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ قصاص لیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب اور امام شافعی کا قول جدید بھی یہ ہے کہ ہر صورت میں دیت (یعنی خونبہا) واجب ہوگی۔

امام بخاری دونوں مسئلوں میں حنفیہ کے موافق ہیں۔ باب القسامۃ منعقد فرما کر حنفیہ ہی کے دلائل ذکر فرمائے۔ ترجمہ کے بعد متصلاً یہی فرماتے ہیں:

قال الاشعث بن قیس قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سلم شاھداك او یمینہ وقال ابن ابی ملیکۃ لم

اور پھر ایک حدیث مرفوع لائے ہیں جس میں صرف دیت کے استحقاق کا ذکر ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بخاری قسامت میں یمین المدعیین کے قائل نہیں ہیں۔ اور قصاص کے بھی منکر ہیں۔ یہی حنفی مسلک ہے۔

البتہ ایک چیز قابل غور ہے، وہ یہ کہ امام بخاری نے جو روایت ذکر کی ہے،

اس میں اگرچہ مدعی سے یمین کی ابتداء کا ذکر نہیں ہے لیکن یمین مدعیٰ علیہ کے انکار کی صورت میں یمین مدعی کا ذکر ہے۔ حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

قال أترضون نفل خمسین من الیھود ما قتلوہ فقالوا ما یبالون ان یقتلونا اجمعین ثم ینفلون قال أفتستحقون الدیۃ بایمان خمسین منکم قالوا ما کنا لنحلف

الا یہ کہ یہ کہا جائے کہ یمین مدعی من باب رد الیمین علی المدعی بعد حجۃ المدعی علیہ الیمین ہے۔

بہر صورت اگر باب کے الفاظ اور ابتداء، روایت پر نظر ہو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے ہم خیال ہیں اور اگر پوری روایت پر نظر ہو تو بخاری کا مسلک سب سے الگ معلوم ہوتا ہے۔

جمع بین الروایات میں شراح سے اختلاف

روایات مختلفہ میں جمع کرنے میں بھی حضرت شراح سے بسا اوقات الگ چلتے تھے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں جو اوجز المسالک میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ غسل جمعہ میں روایات مختلف ہیں۔ بعض میں:

جاء احدکم الجمعۃ فلیغتسل ——— ہے

اور بعض میں:

غسل یوم الجمعۃ واجب علی کل محتلم

اور بعض میں:

حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام یوماً یغسل فیہ رأسہ وجسدہٗ ھ

اور یہ سب روایات صحیح بخاری کی ہیں ۔

اب ائمہ میں یہ اختلاف ہے کہ جمعہ کا غسل سنۃ الصلوٰۃ ہے یا سنۃ الیوم ۔

جمہور اول کے قائل ہیں ، داؤد ظاہری ، محمد بن الحسن ، قاضی ابو یوسف ایک روایت میں ثانی کے قائل ہیں ۔ فریق اول روایت اولیٰ سے استدلال کرتا ہے اور روایت ثانیہ کی توجیہ کرتا ہے کہ چونکہ غسل جمعہ یوم الجمعہ میں ہوتا ہے اس لئے یوم کی طرف اضافت کر دی گئی ۔ وسیع کلام ہے جو شروح حدیث میں مذکور ہے ۔

ہمارے حضرتؒ کی رائے ہے کہ یہ الگ الگ مستقل غسل ہیں ۔ غسل الصلوٰۃ ، غسل الیوم ، غسل الاسبوع ۔ اگر جمعہ کی نماز سے پہلے متصلاً غسل کر لیا جائے تو تینوں حاصل ہو جائیں گے ، اگر بعد میں کیا تو غسل الصلوٰۃ حاصل نہیں ہوتا اور اگر کسی اور دن کیا تو صرف غسل الاسبوع ہوگا ۔

*****

حضرت مولانا قاری عبد المعید صاحب سنبھلی

مد فیوضہم

میں نے بچند وجوہ دو سال ہوئے کہ مسجد کھو کھا بازار سے استعفیٰ دے دیا ہے اس لئے میرا پتہ اب وہ نہیں رہا ، اور بعد ماہ صیام مبارک میں علیل ہو کر مع اہل وعیال کے وطن چلا گیا اور یہاں کا مکان بند رہا ۔ وطن کا پتہ مسجد کے نئے اسٹاف کو معلوم نہین تھا اور یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میں اتنی طویل مدت تک وطن رہوں گا ۔ وہ لوگ میری ڈاک یہاں مکان کے دروازہ سے اندر ڈلواتے رہے ۔ ادھر حاجی یعقوب صاحب مرحوم کے بعد وہاں بھی کوئی حساس اور ذمہ دار نہیں رہا ۔ مرحوم تو بڑی ذمہ داری کے ساتھ ڈاک وغیرہ کا انتظام رکھتے تھے ۔ جب میں کئی ماہ علیل رہنے کے بعد ابھی اسی ماہ یہاں پہنچا ، پلندہ کا پلندہ ڈاک کا ملا جس میں سوالنامہ اور آپ دونوں حضرات کے گرامی نامے ملے ، پڑھکر نہایت مسرت اور خوشی آپ حضرات کے مبارک اقدام سے ہوئی ، ساتھ ہی اپنی بد قسمتی پر افسوس بھی ہوا کہ آپ حضرات کو بھی تکلیف میں پڑنا پڑا ۔ اور اب میں کیا لکھوں کیا نہ لکھوں ، کیونکہ پروگرام تکمیل کو پہنچ گیا ہوگا ۔ مگر پھر بھی احتیاطاً لکھنے کا عزم کر لیا کہ "کلا اھم

مرھون باد قاتھا" کے تحت ایسا بھی ہو جاتا ہے ــ شاید کہ تحریر کار آمد ہو سکے ⁂

مولانا عبدالوحید سنبھلیؒ

میں بے حال و بدحال اپنے حالات کیا لکھوں، اپنے بارے میں کچھ لکھنے سے قبل بہتر ہے کہ اپنے قبلہ وکعبہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تذکرہ کر دوں۔

میرے والد صاحب قبلہ حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلیؒ دیوبند سے حضرت شیخ الہندؒ سے دورہ پڑھ کر فارغ ہوئے اور حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ حضرت نہایت شفقت فرماتے تھے۔ ایک بار خانقاہ امدادیہ کے لئے مدرس کی ضرورت ہوئی تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب کو، جبکہ وہ ریاست مینڈھو ضلع علی گڈھ میں مدرسہ یوسفیہ کے صدر مدرس تھے، تحریر فرمایا:

"خانقاہ کے مدرسہ کے لئے ایک مدرس کی ضرورت ہے جو آپ جیسا جامع ومانع ہو۔"

حضرتؒ نے والد صاحب کو مجاز بنانے کو ارشاد فرمایا تو والد صاحب نے یہ فرما کر معذرت کر دی کہ:

"مجھ سے اس کا تحمل نہ ہو سکے گا۔"

ایک بار والد صاحب نے کچھ تاخیر سے خط بھیجا تو جواب تحریر فرمایا کہ:

"آپ عبدالوحید تو تھے ہی وحید بھی ہو گئے۔"

"عمرت دراز باز کہ ایں ہم غنیمت است" یہ خط میرے پاس محفوظ ہے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظاہر علوم سہارنپور اور ریاست مینڈھو کے مدرسہ مذکورہ میں دونوں جگہ ملا کر تقریباً پندرہ سال رہے۔ ہوتا یہ تھا کہ حضرت اقدس مولانا

خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ العزیز جب نواب لیاقت حسین خاں کو، جو والی ریاست تھے، تحریر فرماتے کہ:

"مولوی عبدالوحید کو مظاہر علوم بھیجدو۔"

تو وہاں چلے جاتے اور جب نواب صاحب حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر کرتے:

"اب یہاں مولوی عبدالوحید صاحب کی سخت ضرورت ہے۔"

تو حضرت وہاں بھیجدیتے۔ اس زمانہ میں حضرت تھانوی کے معتمد صاحبِ "امیر الروایات وارواح ثلثہ" حضرت امیر شاہ خاں صاحبؒ بھی مینڈھو ہی میں مقیم تھے اور وہاں ہی وصال فرمایا۔

توجب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظاہر تشریف لے جاتے تو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نائب رہتے اور جب حضرت حج کو تشریف لے جاتے تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ کے اسباق پڑھاتے تھے، اس طرح قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ ورفع اللہ لہٗ ذکرہ کے والد صاحب اساتذہ میں تھے جس کا تذکرہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "آپ بیتی" میں بھی فرمایا ہے اور "اوجز" کے مقدمہ میں رئیس المناطقہ کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔

یہ واقعہ میں نے اس وجہ سے تحریر کیا ہے تاکہ میرا تعلق حضرت سے معلوم ہو جائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس احقر فقیر بے توقیر سے انتہائی شفقت فرماتے تھے، ورنہ میری نالائقی اور بے مائیگی میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

والد صاحبؒ کے کمالات علمی واخلاقی اور ذکر در دم اور نظر بر قدم وغیرہ اوصاف کا کیا بیان کروں۔ مظاہر کے اکثر اساتذہ کا بیان ہے کہ جس وقت شمس بازغہ، ملا حسن، میبذی وغیرہ کی تقریر فرماتے تھے تو پورے مدرسہ قدیم میں

معلوم ہوتا تھا کہ شیر دونک رہا ہے۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوری، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ادریس صاحب کاندھلوی، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی، مولانا منظور خاں صاحب سہارنپوری، مولانا کشمیری صاحب مدرس مظاہر، میرے ماموں حقیقی حضرت مولانا محمد حیات صاحب دامت برکاتہم شیخ الجامعہ جامعہ عربیہ حیات العلوم مراد آباد، یہ سب حضرات وغیرہم منجملہ دیگر اساتذہ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیضیافتہ تھے۔

اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ:

"اگر مجھ سے کوئی شرح جامی دو گھنٹہ روزانہ پڑھے تو تین سال میں ختم ہو"۔

سراجی کے مسائل مناسخہ وغیرہ کا منٹوں میں حل فرماتے تھے۔ علم ہیئت پڑھانے کے لئے اسطرلاب و کرہ کی حاجت نہ تھی، مٹھی کا کرہ بنا کر سب نشان سمجھا دیا کرتے تھے۔

اب میں سوالنامہ کا جواب تحریر کرتا ہوں۔ میں ہرگز اس کے حق میں نہیں ہوں کہ اس کو شائع کیا جائے۔ والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بھی گمنامی کی زندگی گزار گئے میں بھی اسی کا ہم خیال ہوں۔ مگر آپ حضرات کی شفقت و محبت و اصرار پر تحریر کرتا ہوں اگر شائع فرمانا ہو تو آپ حضرات کو اختیار ہے۔ اس کا بھی اختیار ہے کہ پورا کا پورا شائع کریں یا حسب ضرورت و گنجائش اقتباس شائع کریں ؎

سپردم بتو مایہ خویش را ۔ تو دانی حساب کم و بیش را

قاری عبد المعید صاحب کی ولادت و تربیت

احقر کی پیدائش اپنے وطن قصبہ سنبھل سرائے ترین محلہ جھجراں ضلع مراد آباد (یوپی)

الہند) میں مورخہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۱۷ء بروز یکشنبہ ہوئی۔

احقر کا نام حضرت تھانوی نے عبد المعید تجویز فرمایا اور افتخار احمد تاریخی نام رکھا گیا۔

ایام شیر خواری کا اکثر حصہ سہارنپور میں گزرا اور کبھی کبھی حضرت سہارنپوری نے بھی احقر کو گود میں لیا، ممکن ہے کسی وقت حضرت اقدس شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے بھی گود میں کھلایا ہو۔

تعلیم

لیکن تعلیم کی ابتداء مدرسہ یوسفیہ مینڈھو میں ہوئی۔ اول حفظ کے درجہ میں بٹھایا گیا لیکن ایک دو پارہ سے زیادہ میں نہ چل سکا تو اردو و فارسی ساتھ ساتھ شروع کرائی گئی حتیٰ کہ ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ میں مختصر المعانی کی جماعت میں شامل ہو گیا تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مینڈھو سے مدرسہ دار العلوم مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ یوپی تشریف لے گئے، احقر بھی والد صاحب کے ساتھ ہی رہا۔ حتیٰ کہ ۱۳۵۵ھ یعنی بیس سال کی عمر میں دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی۔ اسی دوران میں فن قراءت میں بروایت حفص اور قراءات سبعہ کی بھی تکمیل کی جس کی اطلاع والد صاحب کو بھی نہیں تھی۔ امتحان سالانہ میں جب میرا نام اور نتیجہ دیکھا تو والد صاحب قبلہ نہایت خوش ہوئے اور بہت تحسین کی کہ مجھے خبر بھی نہ ہونے دی اور یہ کمال حاصل کر لیا۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاری کے لقب سے ہی مشہور ہو گیا اور اب تک اسی لقب سے ہی جانا پہچانا جاتا ہوں۔

تدریس کی ابتداء

والد صاحب کا سایۂ عاطفت اسی سال ۱۳۵۵ھ غرہ رمضان المبارک میں سر سے اٹھ گیا۔ پھر میں جامع مسجد میرٹھ کے مدرسہ دار العلوم میں مدرس ہو کر چلا گیا۔ وہاں ایک سال تک رہ کر مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی ضلع بلند شہر کے مہتمم صاحب بہت اصرار سے مجھ کو لے گئے۔

وہاں تقریباً ڈیڑھ سال مدرس رہا۔ پھر مرادآباد آکر کچھ ٹیوشن اور امامت کا مشغلہ رہا۔

تدریس وتصنیف

پھر مدرسہ سعیدیہ شہر شاہجہاں پور یوپی کے مدرسہ میں جس کے صدر مدرس حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب مجاز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، مدرس ہوکر چلا گیا۔

وہاں رہ کر تدریس کے ساتھ ساتھ ایک رسالہ قراءات سبعہ میں اس طرح مرتب کیا کہ ہر امام اور اس کے ہر راوی کے اصول علیحدہ علیحدہ جمع کئے تاکہ طالب علم کو یاد کرنے میں آسانی ہو۔ اس کا نام "اغاثۃ الظمأن بسبعۃ احرف القرآن" رکھا جو اب تک غیر مطبوع ہے۔ اس طرح کی کوئی کتاب عربی یا اردو میں میری نظر سے نہیں گزری۔

تبلیغی کام میں شرکت اور حضرت کی پہلی زیارت

پھر تقریباً دو سال کے بعد وہاں سے بھی مرادآباد آگیا۔ اور ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وہاں بڑا اجتماع تبلیغی ہوا جس میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے تھے۔ اس اجتماع سے ایک جماعت کی دہلی سہارنپور ہوتی ہوئی پشاور تک کے لئے تشکیل ہوئی، اس میں احقر بھی شریک تھا۔ یہ جماعت حضرت علی میاں صاحب ندوی اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی سربراہی میں گئی۔

سہارنپور پہنچکر حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے ہوش سنبھالنے کے بعد پہلی بار نیاز حاصل ہوا۔ جب حضرت کو معلوم ہوا کہ احقر حضرت مولانا عبدالوحید صاحبؒ کا ناخلف بیٹا ہے تو بڑا اعزاز فرمایا اور حضرت حافظ عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف کرایا اور مجھ سے ایک رکوع بھی دونوں حضرات نے سُنا اور حضرت نے مظاہر میں مدرسی کے لئے فرمایا، لیکن میں نے خود کو اتنے بڑے عالیشان

مدرسہ کی خدمت کے لائق نہ پاکر عذر کردیا اور جماعت کے ہمراہ پشاور کی طرف روانہ ہوگیا۔ حضرتؒ سے یہ میری ملاقات تھی۔ مدرسہ کی خدمت سے اگرچہ میں نے معذوری ظاہر کردی تھی لیکن حضرت والا کی عظمت کا سکہ اسی وقت بیٹھ گیا تھا۔

الفرقان کے دفتر میں خدمت اور حضرت رائپوری سے تعارف

پھر ۱۹۴۹ھ کے جون میں بندہ مدرسہ دارالعلوم بمبئی میں مدرس ہوکر آگیا۔ اس سفر بعد بمبئی آنے کے درمیان ۴۵ و ۴۶ء میں احقر دفتر "الفرقان" بریلی میں حضرت مولانا نعمانی کے پاس دفتری کام پر مامور رہا۔ اس دوران حضرت اقدسؒ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں بریلی دو بار تشریف لائے اور دونوں بار حضرت سے خوب ملاقاتیں ہوئیں۔ اور حضرت رائپوری قدس سرہ العزیز سے بریلی ہی میں تعارف ہوا۔ حضرت بھی والد صاحب کا نام نامی سُنکر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا:

"جب تمہارے والد صاحب مدرسہ نعمانیہ لاہور میں مدرس تھے تو میں شرح مأتہ عامل پڑھتا تھا۔"

جو غالباً والد صاحب سے ہی پڑھی تھی۔ اس لئے حضرت کی بھی توجہ احقر کی طرف مبذول رہی۔

تعلق "ارادت" کی ابتداء

حتی کہ جب بمبئی مدرسہ مذکورہ بالا میں آگیا تو ۱۳۶۸ھ ذی الحجہ کے اوائل میں احقر نے بیعت کا ارادہ کیا، اس سے قبل اس راہ سے بالکل بے بلد اور بے تعلق تھا نہ کسی سے بیعت ہوا تھا، تو اس کشمکش میں تھا کہ حضرت رائپوری سے بیعت ہوں یا حضرت شیخؒ سے۔ اس سلسلہ میں حضرت والا کو ایک عریضہ ارسال کیا اور حضرتؒ سے بیعت ہونے کی درخواست کی، ساتھ ہی اشارۃً حضرت رائپوری سے بھی بیعت

ہونے کو تحریر کیا۔ اس کا جو جواب حضرت اقدس نے تحریر فرمایا وہ اور اس سلسلہ کے کئی گرامی نامے میرے پاس محفوظ ہیں۔

بہرحال ۱۶ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ کو حسب حکم حضرت اقدسؒ بذریعہ تحریر حضرت سے تعلق قائم کرلیا۔

بالمشافہ بیعت

پھر چند ماہ کے بعد ایک سفر میں سہارنپور حاضر ہوا تو حضرت سے پھر بالمشافہ بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے بعد مغرب مسجد مدرسہ قدیم کا وقت ارشاد فرمایا۔ بعد نوافل حضرت نے احقر کو قریب بلایا کہ میں حضرت کے پیچھے ہی بیٹھا ہوا منتظر تھا، تو دست مبارک میں میرا ہاتھ لیا اور جس وقت آپنے بیعتی خطبۂ تلاوت فرمایا اور کلمۂ شہادت کے الا اللہ پر پہنچے تو احقر کو ایسا محسوس ہوا جیسے فوٹوگرافر کسی کا فوٹو لیتے وقت بٹن دبائے تو بجلی کوندتی ہے، اور اس کے بعد حضرت نے تلقین فرمائی۔ اور احقر کو رائے پور بھیجدیا۔

حضرت رائے پوری قدس سرہٗ نہایت مسرور ہوئے اور احقر کی طرف برابر توجہ فرماتے رہے۔ کھانے کے وقت احقر کو بلا کر اپنے قریب بٹھاتے، اور صبح کو بعد فجر جب آپ نہر کے کنارے کنارے چہل قدمی کے لئے تشریف لے جاتے احقر بھی ساتھ ہولیتا۔

ذکر یا گھاس کٹائی

تقریباً ڈیڑھ ماہ وہاں قیام رہا۔ ایک روز صبح کی چہل قدمی میں احقر سے ارشاد فرمایا:

"بھائی قاری صاحب! ذکر کرتے ہو تو کچھ محسوس ہوتا ہے یا یوں گھاس سی کاٹتے ہو؟!"

احقر نے فوراً جواب دیا، حضرت! اس راہ میں گھاس سی کاٹنی بھی آجائے وہ بھی بہت ہے۔ حضرت اس بات سے نہایت خوش ہوئے۔

خلافت کی شہرت

جب میرا وقت چھٹی کا پورا ہوا تو حضرتؒ سے رخصت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت نے بخوشی رخصت کی اجازت دے دی اور بندہ پھر سہارنپور ہوکر حضرت کی قدمبوسی کرتا ہوا بمبئی آگیا اور یہاں پہنچکر رائپوری ماحول کا ذکر شغل جاری رہا۔ حتی کہ بمبئی کے احباب میں سے اگر کوئی حضرت اقدس رائپوریؒ سے دریافت کرتا کہ بمبئی میں ہم لوگ کس کے پاس بیٹھا اٹھا کریں یا کچھ معلوم کرنا ہو تو کس سے معلوم کریں؟ تو حضرت احقر کا ہی نام ارشاد فرماتے۔ جس سے بہت سے لوگ خود بخود احقر کو حضرت کا مجاز کہنے لگے اور دہلی کے بھی بعض تبلیغی حضرات بمبئی آتے تو وہ بھی یہی کہتے کہ تم تو ہمارے حضرت رائپوری کے مجاز ہو۔ میں انکار کر دیتا۔ لیکن زبان میں کس کس کی روکتا۔

اسی درمیان میں جب بھی میں دہلی جاتا تو جامع مسجد دہلی میں اکثر وبیشتر حضرت حافظ فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجاز حضرت سہارنپوریؒ سے اور حافظ مقبول احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجاز حضرت مولانا الیاس صاحبؒ سے ملاقات ہوتی تو دونوں یہی فرماتے کہ:

"حضرت شیخ تمہاری طرف بہت متوجہ ہیں وہاں ضرور جانا۔"

اور حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حالانکہ وہاں سب سے بڑی فکر جماعتوں میں جانے کی تھی اور رہے پھر بھی حضرت، پہلے یہ دریافت فرماتے کہ:

"شیخ کی خدمت میں ہو آئے یا کب جاؤ گے؟"

خلافت

بہرحال ایک بار حضرت نے ارشاد فرمایا کہ:

"کوئی بیعت ہونا چاہے تو اس کو بیعت کرلیا کرو۔"

یہ زبانی ارشاد فرمایا اور یہ نصیحت فرمائی کہ:

"اپنے اکابر کے طرز عمل کو نہ چھوڑنا۔"

اس کی تاریخ اور سنہ یاد نہیں مگر اس کی شہرت اتنی ہوگئی کہ ماہنامہ نظام کانپور میں کسی نے شائع کر دیا۔ حضرت کو جب اطلاع ہوئی تو مجھ پر ڈانٹ پڑی کہ تو نے شائع کیوں کیا۔ حالانکہ مجھے خبر بھی نہیں۔ میں نے معذرت لکھ دی کہ میری طرف سے بالکل یہ بات نہ ہوئی۔ اس وقت حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم کانپور ہی میں مقیم تھے۔

حضرت کی شفقت

حضرت کی شفقت و عنایت کے سلسلہ میں ایک بار کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز دوپہر کے کھانے میں ایک صاحب بٹیر چڑیوں کے صرف سر ہی سر پکوا کر لائے تو حضرت نے احقر کو بلا کر اپنی بائیں جانب اپنے بالکل متصل بغیر فاصل کے بٹھایا اور میری طرف دو دو تین تین سر بڑھاتے جاتے اور ارشاد فرماتے:

"لو، قاری صاحب خوب کھاؤ"

اور ایک بار آموں کا موسم تھا اور بندہ وہاں حاضر تھا۔ غالباً حضرت مولانا عبدالرحیم و حضرت مولانا محمد یوسف صاحبان مدفیوضہم متالا برادران دورہ میں شریک تھے۔ بعد نماز عشاء میں بھی حضرت کے ہمراہ مسجد سے کچے گھر میں پہنچا تو مجھے ارشاد فرمایا:

"جاؤ قاری صاحب آرام کرو"

پیچھے سے متالا برادران کو آم دے کر میرے پاس بھیجدیا کہ اس کو بھی کھلانا تم بھی کھانا۔ دونوں حضرات نے بڑے اعزاز کے ساتھ کاٹ کاٹ کر آم کھلائے۔

ایک مرتبہ دوران سفر حجاز بمبئی میں قیام فرمایا تو ایک صاحب بڑے عالم گجرات کے اپنے بچہ کو حضرت سے قرآن پاک شروع کرانے کو تشریف لائے، اور حضرت سے درخواست کی، تو بعد نماز عصر کی مجلس میں حضرت نے مجھے بلا کر فرمایا:

"اس بچہ کو قرآن شریف شروع کرا دو"

مجھے شرم بھی آئی مگر حکم کی تعمیل کے سوا چارہ ہی کیا تھا، چار و ناچار شروع کرایا اور حضرت نے دعا فرمائی۔

اور تقریباً ہر بار جب بھی حضرت کا دوران سفر بمبئی قیام ہوتا احقر ہی کو امام بنایا جاتا۔

ایک بار بمبئی کے احباب میں سے ایک صاحب نے احقر کی معرفت حضرت کو ہدیہ پیش کیا تو حضرت نے یہ فرما کر کہ:

"لو۔ میں بزرگوں سے ہدیہ نہیں لیا کرتا"

واپس فرما دیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ فلاں صاحب کی طرف سے ہے۔ تب قبول فرمالیا۔

اکابر ثلاثہ

حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرتؒ کا کیا مقام تھا اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جب کبھی کوئی لحاف یا بچھونا سردی کا حضرت کی خدمت میں کوئی پیش کرتا تو پہلے حضرت شیخؒ کی خدمت میں ارسال فرماتے کہ ایک شب شیخؒ کے استعمال کے بعد استعمال کروں گا۔

اور حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے آپس کے تعلقات کا لطف وہی جان سکتا ہے جو حضرات ثلاثہ کے اجتماع کے موقعہ پر حاضر ہوا ہو کہ ہر سہ حضرات میں سے ہر ایک دوسرے پر ایسا فدا معلوم ہوتا تھا کہ دیکھنے والا یہ محسوس ہی نہیں کر سکتا تھا کہ تینوں میں کون کس مرتبہ کا ہے۔ اور خاموشی کا ایسا سماں بندھتا تھا کہ ع

مرتا ہوں خامشی پر دل ڈھونڈھتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

اور جیسا کہ حضرت شیخ نے تحریر فرمایا ہے ؎

اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

یا یوں کہئے کہ ؎

جمع ہو گئے اک جا پہ حدوث و قدوم
شب معراج میں ایسا بھی مقام آیا ہے

شاعری کے میدان میں

احقر کو شاعری سے دلچسپی نہیں ہے نہ کسی سے سیکھی ہے البتہ بچپن میں والد صاحبؒ سے علم عروض پڑھتے وقت کچھ سُنی سنائی باتیں یاد ہیں جس کی وجہ سے ایک بار ذکر کرتے کرتے یہ اشعار خود بخود زبان پر جاری ہو گئے یا ذکر کی برکت ہو گی۔ وہ یہ ہیں :

فکر دنیا کر کے دیکھا فکرِ عقبیٰ کر کے دیکھ
چھوڑ کر اب ذکر سارے ذکرِ مولیٰ کر کے دیکھ
حبِ جاہ و حبِ مال و زر سے کر کے اجتناب
شمع عرفاں سے منور قلب اپنا کر کے دیکھ
قلب تیرا ہو گا روشن معرفت کے نور سے
کچھ ذرا محنت مشقت زاہدانہ کر کے دیکھ
کون کس کے کام آیا کون کس کا ہے ہوا
سب کو اپنا کر کے دیکھا رب کو اپنا کر کے دیکھ

قرآن پاک کی خدمت

میں نے یہاں بمبئی میں تاج آفس پریس کے قرآن پاک کی کئی بار تصحیح کی ہے۔ اس دوران ایک مرتبہ کویت کی وزارت ارشاد و انباء کی طرف سے ہندوستانی مطبوعہ مصاحف

قرآنی پر اعتراض شائع ہوا اور کویت میں ان کا داخلہ ممنوع ہو گیا تو میں نے اس کا جواب بنام دفع الوسواس عن الرسم علیٰ خلاف القیاس لکھا۔ جس کو طبع کرا کر وزارت مذکورہ کو بذریعہ رجسٹری بھیجا جس کا جواب آج تک وصول نہیں ہوا۔ یہ رسالہ میں نے حضرتؒ کی خدمت میں بھیجا تھا تو حضرتؒ نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا اور بہت دعائیں تحریر فرمائیں۔ یہ گرامی نامہ اور اس کے علاوہ بہت سے گرامی نامے مسجد سے علیحدگی کے بعد انتقال مکانی میں ایک پیٹی کتابوں سے بھری ہوئی کے ساتھ مسروق ہو گئے۔

کتابوں کا عطیہ

اب سے چار سال قبل حضرت کی سہارنپور سے روانگی کے وقت احقر سہارنپور موجود تھا تو حضرت نے صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ مدفیوضہم کو ارشاد فرمایا کہ اس کو فلاں فلاں کتاب دیدو"۔ جس میں شمائل ترمذی اور محبت اور شریعت و طریقت کا تلازم وغیرہ کئی کتابیں عنایت فرمائیں اور بہت دیر تک دعائیں فرماتے رہے کہ :

"اللہ تمہارے فیوض سے لوگوں کو بہت بہت مستفیض فرمائیں"

وغیرہ اس کے مترادف کئی جملوں میں دعائیں فرمائیں۔

مذکورہ بالا رسالہ کی تین کاپیاں آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہیں۔ میں اب اپنی گزارش ختم کرتا ہوں۔ میرے پاس جو گرامی نامہ بیعت سے قبل کے اور بعد کے موجود ہیں، جملہ مکاتیب ۱۲ اعدد ہیں ، ایک گرامی نامہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تحریر فرمودہ ، سب بھیج رہا ہوں۔ ان میں سے جس کی اشاعت مناسب معلوم ہو یا اس کا اقتباس اس کو شائع کریں۔ اور یہ سب بعد ملاحظہ احقر کو واپس ارسال فرمادیں ممنون ہوں گا۔

میرا وطن کا پتہ تاریخ پیدائش کے بیان میں آچکا ہے۔ اور یہاں کا پتہ حاشیہ پر درج کرتا ہوں۔ والسلام

باقی دعاؤں کی تمام اکابر و احباب سے درخواست ہے۔ نیز تمام احباب و اکابر کی خدمت میں سلام مسنون بھی عرض تعویق و تاخیر حد سے زائد کی معافی چاہتے ہوئے۔

مذکورہ بالا پتہ مضمون کے آخر میں درج ہے

اب ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ پہلے عریضہ میں جو میں نے ایک رسالہ "اغاثۃ الظمآن بسبعۃ احرف القرآن" کا تذکرہ کیا ہے اس میں امالہ کے بیان میں چونکہ اوزان فعلی بحرکات ثلثہ کی ضرورت پیش آتی ہے اس لئے اس وزن شعری کے الفاظ قرآنی کو نظم میں جمع کیا ہے۔ آپ حضرات کی دلچسپی کے لئے نقل کر کے تحریر کرتا ہوں۔

نظم یہ ہے:

بیاں سن لے ذرا مجھ سے تو ان الفاظ قرآن کا
کہ جن کا وزن ہے فَعْلیٰ بفتح فا یکم نَجْویٰ
دوم مَرْضیٰ سوم مَوْتیٰ چہارم کو سمجھ دَعْویٰ
بصدق دل اگر تقویٰ کرو تم کو ملے سَلْویٰ
کسی انسان کو ہرگز قتل کر ظالم نہ بے علت
کہ بس حکم قصاص و انتقام آیا ہے فی القتلیٰ
بھلا کس طرح سے اس قوم کو حاصل ہو جمعیت
نہ جس میں ہو صلاحیت، دل اس کے ہوں بھا شتّیٰ
ہوئے یہ آٹھ کلمے ہیں اور نویں کو جانو تم اسریٰ
زیادہ کر برائے حمزہ ان یا تو کمو اسریٰ

اُساریٰ جب پڑھا بصری نے الاسریٰ اے دلبر
سُکاریٰ کو علی حمزہ نے پھر حج میں پڑھا سکریٰ
گروہ عاد کو صرصر نے یکدم کر دیا صرعیٰ
تواتر سے رسول آئے منون جب نہ ہو تتریٰ
حیات جاوداں گر چاہے کر دے جان و تن قرباں
کہ ہے مشہورِ خاص و عام یوں نام نبی یحییٰ
بغاوت سے گریزاں رہ نہ یکدم سرکشی کر تو
کہ اے ناداں! فنا کر دی گئیں قومیں بطغویٰھا
بضم فا کا بھی تفصیل سے سن ماجرا مجھ سے
ہے یک عُسریٰ میانِ ہر دو یُسریٰ بس فیا بُشریٰ
عمل سے زندگی کو کر مزین ورنہ اے غافل
مذکر کو ملے سلویٰ نہ انثیٰ کو ملے قربیٰ
پئے قصویٰ کرے جو ترک دنیا کو ملے عقبیٰ
تو کر حُسنیٰ ملے زلفیٰ پکڑ بالعروۃ الوثقیٰ
گنہ کبریٰ نہ کر سوأیٰ کہ ہے یہ ہر طرح سفلیٰ
تاسف اس انساں پر کہ جو ہو طالبِ عُزّیٰ
کیا موسیٰ نے جب حق کی طرف رُجعیٰ
ملے حق سے انھیں درجے مراتب کے جو تھے علیا
نمازوں میں رہو غافل نہ وُسطیٰ سے مسلمانو!
نہ تم بھٹکو اگر سمجھو مرادِ آیۂ شوریٰ

یہ اُولٰی اور اُخرٰی کیا ہیں امر اعتباری ہیں
حقیقت میں برابر ہیں عمل کر سب پہ اے شیدا

یہ کل تئیس الفاظ گہر ہیں تین ہیں باقی
ہے سُقیا ایک ان میں دوسرا دُعٰیا سوم مثلٰی

بکسر فا اگر چاہے تو سُن ان کو بھی اے سائل
یکم اِحدٰی دوم ضِیزٰی سوم کو جان تو شِعرٰی

مکیں چرخِ چہارم پر ہیں جو تھے حضرت عیسٰی
ہے سِیما پانچواں اور ہے چھٹا ذِکرٰی

یہاں اوزان کا ہے خاتمہ بس کر اے دل تو بھی
دُعا کر یہ کہ حاصل گوہر مقصود ہو تیرا

فلاحِ دین و دنیا ہو میسر طالبِ حق کو
طفیل مصطفٰے و شافع روزِ جزا حقّا

یہ میں نے اہل علم حضرات کی دلچسپی کے لئے نقل کر دیا ہے۔ معمولات کے پرچہ شجرہ کے پہلے شعر کے بعد میں نے یہ ایک شعر اضافہ کیا ہے ؎

ذکرِ قلبی کن عطا اے قادرِ مطلق مرا ؎ بہر مولانا زکریا صاحب سرِّ نبی

اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ تعلیم الدین کے اردو کے شجرۂ امدادیہ میں بھی تین بند اضافہ کئے تھے وہ کتاب بھی مسروق ہو گئی اور اب یاد بھی نہ رہے۔

پتہ

A. Moeed Rome No. 31 3rd floor 281 I.R. Road Bombay 400003 INDIA.

حضرت مولانا فیض الحسین صاحب زید مجدہم

نام | فیض الحسین بن عبد اللہ

پتہ | محلہ ابو البرکات، متصل جامع مسجد دیوبند۔ ضلع سہارنپور۔ یوپی

ولادت | جون ۱۹۲۵ء

بچپن کے حالات اور تعلیم | بچپن ہی میں والد صاحب کا اس وقت انتقال ہو گیا تھا جبکہ میں سرکاری اسکول کے پانچویں سال میں پڑھ رہا تھا۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنے لگا۔ یہیں پر قرآن حفظ کیا اور ابتدار سے لیکر دورۂ حدیث تک تعلیم کی تکمیل یہیں پر ہوئی۔ ۱۳۸۸ھ میں دار الافتار سے فتوٰی نویسی کی تعلیم سے فراغت حاصل کی۔

بعد فراغت دار العلوم دیوبند ہی میں مدرس مقرر ہو گیا اور یہ سلسلہ تدریس دار العلوم کے ہنگامہ تک جاری رہا۔

نکاح و اولاد

٢٥ جمادی الاولی ١٣٨٦ھ بروز پیر نکاح ہوا۔ اور اولاد میں الحمد للہ پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہیں۔

بیعت

حضرت مدنیؒ کی وفات کے بعد تک کسی سے بیعت نہیں کی تھی۔ حضرت مدنی سے درخواست کی تھی، طالب علمی کی بنا پر حضرتؒ نے انکار فرما دیا تھا۔

ایک مرتبہ سہارنپور بارادۂ بیعت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ حاضر ہوا، اور حضرت کے دست مبارک پر بالمشافہ بیعت کی۔ میری بیعت سے پہلے مولانا یوسف تنتلا افریقی نے مشورہ پوچھا تھا کہ کس سے بیعت ہونا چاہئے، تو میں نے انہیں حضرت شیخؒ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ جب وہ بیعت ہو کر آئے تو میں نے اُن سے پوچھا کہ حضرت شیخ کو کیسا پایا تو انہوں نے خوبیاں بیان فرمائیں اگرچہ میں نے بیعت کے لئے شروع ہی سے حضرت ہی کا انتخاب کر رکھا تھا۔

حضرت کی تربیت کے چند واقعات

مشتبہ جگہ ٹھہرنے پر تنبیہ

مجھے ایک واقعہ اپنا یاد ہے کہ جب میں اپنے امراض کی وجہ سے کثرتِ ازدحام مجمع کی وجہ سے عام مہمانوں کے پاس نہیں ٹھہر سکتا تھا تو میں نے ذکر کیا کہ حضرت ٹھہرنا مشکل ہو رہا ہے تکلیفیں ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا:

"بھاگ جاؤ"

میں نے اللہ پر توکل کر کے محلہ مفتی میں جناب حکیم سید محمد یامین صاحب مرحوم کے مکان پر قیام کر لیا، اور یہ قصبے کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔ اس کے بعد رمضان کے آخر میں حضرت کو پتہ چل گیا کہ ابھی واپس نہیں ہوا ہے دیوبند تو مجمع میں اُس کونے سے

جہاں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا:

"آپ تو بڑی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں"

میں نے اپنے بیہودہ پن کی وجہ سے مجمع میں باآواز بلند جواب عرض کیا کہ حضرت! اپنے امراض کی وجہ سے وہاں ٹھہرا ہوا ہوں، آپ نے فرمایا تھا کہ "بھاگ جاؤ" بھاگنے کے لئے تھوڑا ہی آیا تھا۔

اور یہ حضرت کی طرف سے ایک شرعی تنبیہ تھی جس کا علم بعد میں مجھے حضرت ہی کے فرمانے سے ہوا۔ وہ یہ تھی کہ جناب حکیم سید محمد یامین صاحب کے مکان پر جس کمرے میں میں ٹھہرا ہوا تھا اس کمرے کی مِلک متنازعہ فیہ تھی۔ بائع نے کچھ حصہ مظاہر علوم کو بیچ دیا تھا اور کچھ حصہ حکیم صاحب کو بیچ دیا تھا۔ حضرتؒ نے مجھ سے بعد میں یہ فرمایا تھا کہ:

"بھائی جس جگہ تم ٹھہرے ہوئے ہو اس جگہ میں کچھ حصہ مدرسہ کا ہے اور حکیم صاحب قصبے کے بڑے لوگوں میں سے ہیں اور مقدمہ بھی دائر ہے تم بھی حکیم صاحب سے کہو کہ اس کا فیصلہ کر لیا جائے، اس وجہ سے میں نے تمہیں تنبیہ کی تھی، اب تم مولانا مفتی محمود صاحب سے پوچھ لو اگر وہ اجازت دیتے ہیں تو وہاں قیام کرو مجھے تو کوئی اشکال نہیں"

میں نے حضرت مفتی صاحب سے پوچھا، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے مجھے وہاں قیام کرنے سے منع فرمایا۔ پھر اس کے بعد میں نے وہاں قیام نہیں کیا۔

غالباً اب اس جگہ کا فیصلہ بھی ہو چکا ہے اور ڈانٹنے کے بعد توجہات اس سے بڑھ کر کیا ہوں گی کہ شرعی ممنوع کے ارتکاب سے مجھے بچا لیا، شریعت پر عمل کرنا تو عین تصوف ہے۔

ہدایا

میرے عقد کے بعد جب میری اہلیہ حضرت کے یہاں میرے ساتھ بیعت ہونے کے لئے پہنچی، اور عورتیں بھی ساتھ تھیں ۔ تو میری اہلیہ کو ایک پورا جوڑا عنایت فرمایا تھا ۔ میری اہلیہ کے پہننے کے کپڑوں میں ہندوستان پاکستان، افریقہ اور حرمین کے متعدد کپڑے بصورت ہدایا موجود ہیں ۔ لیکن سب سے زیادہ قیمتی اور عزیز حضرت ہی کا جوڑا ہے جو ہر سال میں دو مرتبہ دو عیدوں پر پہن لیتی ہیں ۔ بظاہر بازاری قیمت کے اعتبار سے بہت معمولی سا کپڑا ہے مگر حضرت کا ہدیہ ہونے کی وجہ سے تمام کپڑوں سے قیمتی اور دلعزیز ہے ۔ اور مرتے دم تک اس جوڑے کو اس کا اپنے پاس رکھنے کا ارادہ ہے اسی لئے سال میں دو مرتبہ پہنکر پھر اتار دیتی ہیں ۔

اور ایک مرتبہ حضرتؒ نے اجازت بیعت سے پہلے مجھے پاکستانی ٹوپی اپنے دست مبارک سے پہنائی تھی یا میرے ہاتھ میں دی تھی ۔ گو وہ ٹوپی میرے پہننے کی عادت نہیں مگر حضرتؒ کا ہدیہ ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی پہن لیتا ہوں ۔

شرح شمائل پڑھنے کی تاکید

میری تربیت میں حضرت کا خاص انداز یہ رہا کہ اتباع سنت کا اہتمام کیا جائے اس لئے دواماً مجھے جس کتاب کے مطالعہ کی ہدایت کی تھی وہ "شمائل ترمذی شریف" کی شرح اردو "خصائل نبوی" ہے جو حضرت ہی کی تصنیف ہے ۔

اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں نے دو مرتبہ زمانۂ تربیت میں تخلیہ میں حضرت سے بات چیت کی ہے اہم امور کے سلسلے میں جن کو آپ کے آئندہ نوٹ کے جواب میں ذکر کروں گا ۔

پہلے تخلیہ میں امور اربعہ میں سے یہ پوچھا تھا کہ ختم اجتہاد پر کیا دلیل شرعی ہے ؟ جو حضرتؒ نے جواب دیا تھا وہ آگے آپ کے نوٹ کے جواب میں آرہا ہے ۔

اسی لئے مجھے میرے پوچھنے پر کہ ترمذی شریف کو کیسے حل کیا جائے اس کی کوئی شرح نہیں ملتی ہے ، کیا مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری ، جو غیر مقلد ہے، کی شرح کو دیکھ لیا کروں ؟ تو منع کر دیا تھا کہ :

" نہیں ، ترمذی شریف کو اختصاراً حل کرنے کے لئے اس کا حاشیہ، اور فیض الباری، لامع الدراری، کوکب الدری کو دیکھا کرو ۔ اور تفصیلاً عینی اور فتح الباری سے حل کرو "

ہوسکتا ہے کہ حضرت کو میرے اس سوال پر کہ "ختم اجتہاد پر کیا دلیل ہے ؟" مجھ میں عدم تقلید کے جراثیم کا انکشاف ہوا ہو اس لئے مجھے عالم غیر مقلد مرحوم کی شرح سے استفادہ کرنے سے منع کر دیا ہو ۔ اور میرے مطالعہ کے لئے شمائل ہی کو اجازت بیعت سے پہلے دواماً تجویز کر رکھا تھا[1] ۔ ورنہ بعض اوقات دوسرے حضرات کو ان کے مزاج کے مطابق کبھی کسی کی کتاب بتلاتے تھے اور کبھی کسی کی کتاب بتلاتے تھے ، جیسے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۔

حضرت کی نوازشات

آپ یہ پوچھتے ہیں کہ معمولات میں زیادتی اور ترقی کیسے ہوئی ؟

یہاں تو موضوع ہی کا علم نہیں اثبات محمول کیسے کروں ؟!

میں نے اصراراً حضرت سے ذکر بالجہر کی اجازت چاہی ، مگر حضرت نے اجازت نہیں دی ۔ پھر میں نے حضرت استاذی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب سے ذکر کیا کہ حضرت مجھے ذکر بالجہر کی اجازت نہیں دیتے ہیں ۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا :

---

[1] کیونکہ قرآن اور حدیث کو ، جھک مار کر ، غیر مقلد بھی ماننے پر مجبور ہیں ۔ قرآن و حدیث کو نہ ماننے سے العیاذ باللہ ایمان خطرے میں آجاتا ہے ۱۲ منہ

"بہت اچھا کرتے ہیں"

اور پھر میں چونکہ مریضِ سوال ہوں، میں مجمع میں بھی سوالات کثرت سے کیا کرتا تھا۔ جس پر حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا تھا:

"ارے! یہ تو درسگاہوں کی چیزیں ہیں"

اور حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری شیخ الحدیث مظاہر علوم نے مجھ سے کہا:

"حضرت کیسے تمہیں نوازتے ہیں، الٹے سیدھے پوچھتے ہو، حضرت نوازتے رہتے ہیں نہ ڈانٹتے ہیں اور نہ جواب دینے سے انکار کرتے ہیں"

میں نے پوچھا کہ حضرت ایک بدنی مرض کے لئے مختلف اور متعدد نسخے یونانی طب میں بھی موجود ہیں اور ڈاکٹری اصول میں بھی موجود ہیں۔ جب ذکر بالجہر کی آپ مجھے اجازت نہیں دیتے تو اس کے بدلے میں کوئی دوسرا طریقہ مجھے تزکیۂ نفس کا فرما دیں۔ حضرت نے برجستہ فرمایا:

"ہاں، ہاں! ضرور، مراقبہ دعائیہ ہے"

ایک مرتبہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت بعض اوقات بدون اختیار فجر کی نماز قضاء ہو جاتی ہے یا جماعت چھوٹ جاتی ہے، تمام دن بے برکتی میں گزرتا ہے وقت میں برکت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ حضرت نے برجستہ فرمایا:

"یہ دونوں چیزیں صحیح ہیں گنہگار نہ ہوگا لیکن دن کی خیر و برکت سے محروم رہ جائے گا جیسے کوئی زہر کو بھول کر کھالے اور مر جاوے اسے ملامت نہیں کریں گے کہ تم نے زہر کیوں کھایا مگر زہر کا اثر ظاہر ہو کر رہے گا"

ان دو جوابوں سے اور علی میاں کا وہ مقدمہ جو "اکابر کا سلوک و احسان" کتاب ہے اس کے شروع میں لکھا ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ

مجدد فی الطریقت کا درجہ رکھتے تھے۔

حضرت کا علمی مرتبہ

"ہر کسے را بہر کارے ساختیم"۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرشدی و سیدی شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری مولانا زکریا صاحبؒ کو خدمتِ حدیث شریف ہی کے لئے پیدا کیا تھا اور شغف بالحدیث ہی حیات و موت رہی یہاں تک کہ دنیا کو چھوڑ دیا۔

اگر اللہ تعالیٰ کو اجتہادِ مطلق کا کام لینا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ سے اور حضرت گنگوہیؒ سے مطلوب ہوتا تو ائمۂ اربعہ کے مذاہب کو دنیا سے ختم کر دیتے تو یہ دونوں حضرات ائمۂ اربعہ جیسا ہی کام کر دیتے۔

کتاب اللہ اور سنّتِ رسول کو سامنے رکھ کر اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اجتہاد فی المذہب کا کام لینا حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری سے مطلوب ہوتا تو جن حضرات نے اجتہاد فی المذہب کا کام کیا تھا اُن کے اقوال کو دُنیا سے ناپید کر دیتے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری کو ادھر متوجہ کر دیتے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب کو جو اللہ تعالیٰ نے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ادراک عطا فرمایا تھا اور ذہانت عطا فرمائی تھی اِس کام کو بھی انجام دے دیتے۔ مگر جن کا حصّہ تھا وہ لیکر دُنیا سے چلے گئے، نہ بعد والوں کو ضرورت پڑی نہ ان کو دیا گیا۔

اِتباعِ سُنّت کی تلقین

مجھے بار بار یہ ہدایات ہوتی تھیں کہ شمائل ترمذی کی شرح دیکھنے کے بعد جتنے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ و السّلام کے عادات اور افعال ہیں آپ کے افعال مخصوصہ کو چھوڑ کر جو آپ ہی کے ساتھ مختص ہیں مثلاً ختم نبوّت اور تعدد ازدواج۔ الحاصل وہ افعال جو محل اتباع امّت بن سکتے ہیں۔ محبت سب سے رکھو، پسند سب کو کرو، اور عمل ان پر کرو

جن پر کر سکتے ہو ۔ مثلاً جَو کی روٹی کھا کر ہم ضعفاء ہضم نہیں کر سکتے، محبت ضرور ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھائی ہے ۔ اور اہتمام تہجد کا ذکر گزر چکا ہے ۔

مراقبۂ دعائیہ

میں اپنی سمجھ اور فہم کے اعتبار سے اپنے قلب کے مرض کے علاج کے لئے سب سے قوی علاج اور مفید ترین ذکر بالجہر سمجھتا تھا ۔ مگر میرے مربی حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ وہ معالج ماہر تھے اور مجدّدِ فی الطریقت تھے ۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ اس مریض کا معدہ اس دوا کو ہضم نہ کر سکے گا ۔ یہی فرمایا تھا کہ :

"آپ کی صحت مساعدت نہیں کرتی"

اس لئے میرے سوال پر مراقبہ دعائیہ فرمایا تھا ۔

مراقبۂ دعائیہ اہل اللہ کی معروف چیز ہے ، خاموشی سے ایک جگہ بیٹھ کر اپنے قلب کو یکسو کر کے امت مسلمہ کے لئے، اپنے لئے، اپنے اہل وعیال کے لئے دعائے خیر کی جائے ۔ جس کو میں نے صراحتہً یہ پوچھا تھا مثلاً خاتمہ علی الایمان اتباع رسول ، اکلِ حلال ، معاصی سے محفوظ رہنا یہ دعا مانگی جائے گی ؟ فرمایا :

"ہاں ، مگر یہ دعا دل دل میں مانگی جائے"

اگر اس کے علاوہ آپ کے خلفاء میں سے کسی نے دوسرا طریقہ پوچھا ہو یا حضرت کی زبان مبارک سے سُنا ہو جو اس طریقے کے خلاف ہو تو اس کو تعدّد طرق پر محمول کیا جائے گا ۔ جو طریقہ میں نے یہاں لکھا ہے اس میں مجھے مثقال ذرہ بھی شبہ نہیں کیونکہ میں نے خود بدون واسطہ پوچھ کر تحقیق کر لی تھی ۔ اور کم از کم پندرہ منٹ ہوتے ہیں حضرت ہی نے فرمایا تھا ۔

خلافت

میری خلافت کا واقعہ یہ ہے ، حضرت سے اجازت بیعت سے پہلے متعدد افراد نے مجھے بیعت کی فرمائش کی میں نے

معذرت کی کہ اجازت سے پہلے بیعت کرنا خیانت ہے ، صاف انکار کر دیتا تھا ۔ مگر ایک حافظ صاحب طفیل احمد صاحبؒ موضع لودھی پور شہر سہارنپور کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے کے رہنے والے تھے ۔ جو جانب شمال میں ہے ۔ جنہوں نے بڑے حضرت رائے پوری یعنی شاہ عبدالرحیم رائے پوری کو بھی خوب دیکھ رکھا تھا ، پھر چھوٹے حضرت رائے پوری یعنی حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی صحبت میں عرصہ تک رہ چکے تھے ۔ یہ میرے علم میں نہیں کہ وہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے خلیفہ تھے یا نہیں مگر ہمارے سب بزرگ اُن کی بڑی عظمت کرتے تھے ۔ ایک دفعہ میں اُن کی فرمائش کے مطابق لودھی پور اُن سے ملاقات کرنے گیا ۔ اصراراً فجر کی نماز پڑھانے کے لئے مجھے آگے بڑھایا ۔ غائبانہ طریقے پر میرے بارے میں الفاظ مدحیہ بھی کسی کے آگے انہوں نے کہے تھے ۔ اُن کی نواسی کی شادی دیوبند میں ہوئی تھی، وہ یہاں آئے اور مجھے اپنے پاس بلایا ، یہ میری دوسری ملاقات تھی ان کے ساتھ اور انہوں نے مجھے بلایا تھا کہ فیض الحسین کو بلا لاؤ ۔ میرے کندھے پر سفید رومال پڑا ہوا تھا ۔ رومال کا ایک کنارہ میرے ہاتھ میں دیا اور دوسرا کنارہ ایک دوسرے کے ہاتھ دے دیا ۔ مجھ سے کہنے لگے ان کو بیعت کرو ۔ میں نے معذرت کر دی ، مجھے اجازت بیعت نہیں ملی ہے میں نہیں بیعت کر سکتا ۔ بہت عمر رسیدہ تھے اور ان کی صورت وشکل سے بھی وجاہت اور تقویٰ منتزع ہو رہا تھا ، اصرار کرتے رہے ۔ میں نے دیکھا کہ نہیں مانتے ہیں تو میں نے اس آدمی کو جس کے ہاتھ میں رومال کا دوسرا کنارہ تھا بعض کبائر کا نام لیکر توبہ کرائی اور اختصاراً سب گناہوں سے توبہ کرائی پھر رومال کا کنارہ اس سے چھڑا لیا ۔ لفظ بیعت میں نے استعمال نہیں کیا کیونکہ میں اس کو خیانت سمجھتا تھا ۔

پھر میں سہارنپور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا ۔ میں نے پوچھا

آپ حافظ طفیل احمد لودھی پور والوں کو جانتے ہیں تو حضرت نے فرمایا :

"میں خوب جانتا ہوں"

میں نے عرض کیا کہ مجھ سے جب بھی کسی نے کہا بیعت کرنے کے لئے تو میں نے معذرت کی کہ یہ خیانت ہے مگر حافظ صاحب کے اصرار پر بعض کبائر سے تفصیلاً اور مبہم طریقے پر سب صغائر وکبائر سے ایک شخص کو توبہ کرادی اور لفظ بیعت کو استعمال نہیں کیا اس کو میں خیانت سمجھتا تھا۔ حضرت نے فرمایا :

"میری طرف سے آج سے تمہیں اجازت ہے، جب کوئی توبہ کرنے کے لئے آئے اس کو توبہ کرادیا کرو۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ میں بہت پہلے تمہیں اجازت دے چکا ہوں"

میں نے عرض کیا مجھے آپ نے اجازت نہیں دی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ :

"آپ کے لئے حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ (شیخ الحدیث دار العلوم سابق) نے سفارش کی تھی"

حضرت مولانا فخر الدین احمد

اس ضمن میں ایک قابل التفات چیز ذکر کرنے لگا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا تقویٰ اور دیانت کس درجے کی تھی وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ (شیخ الحدیث دار العلوم سابق) کو مراد آباد سے بلانے والے بواسطہ حضرت مدنیؒ حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری ہی تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے فرمایا کہ :

"حضرت مدنی (مولانا حسین احمدؒ) جب مرض میں مبتلا ہوئے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ نے حضرت مدنیؒ سے فرمایا اپنی موجودگی میں حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کو مراد آباد سے لاکر

دار العلوم دیوبند میں بٹھلادو"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اور حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کی عظمت حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ اس درجہ کی کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت کے پاس ملاقات کے لئے سہارنپور جارہا تھا، جمعہ کا دن تھا، اور شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری کے ہاں جمعہ کی عصر کے بعد کا وقت کس قدر قیمتی تھا حضرت کے خلفاء خوب جانتے ہیں۔ دیوبند سے جاتے وقت حضرت استاذی سیدی وسندی مولانا سید فخر الدین احمدؒ نے مجھ سے فرمایا کہ :

"حضرت شیخ الحدیث صاحب سے میرا سلام عرض کردینا (اور یہ کہا کہ) آج میں فلاں وقت سہارنپور پہنچ رہا ہوں اور پہلے آپ کے پاس آؤں گا، ملاقات کرکے مراد آباد جاؤں گا"

اتفاقاً جو گاڑی کا وقت سہارنپور پہنچنے کا تھا وہ جمعہ کے عصر کے بعد کا وقت تھا۔ میں یہ سمجھا کہ حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کی وجہ سے ڈانٹیں گے تو نہیں مجھے، مگر چہرے پہ حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ کے شکن ضرور پڑے گی میں نے اطلاعاً جاکر عرض کردیا اور حضرت کے چہرے پر نظر رکھی کہ حضرت کے چہرے پر شکن پڑتی ہے یا نہیں۔ یعنی حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری کے یہاں جمعہ کے دن عصر کے بعد کا وقت بڑا قیمتی ہے، ذکر الٰہی کا وقت ہے، یہ ملاقات اور بات چیت کا وقت ہے ہی نہیں، ناگوار گزرے گا چہرے پر شکنیں پڑیں گی، مگر حضرت نے ہنس کر فرمایا :

"بہت اچھا، حضرت سے کہہ دینا انتظار رہے گا"

اس روز اتفاقاً دار العلوم دیوبند میں شورش ہو رہی تھی، حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ نے اسی وقت مقررہ پر جانا چاہا مگر حضرت مولانا اسعد صاحب نے

روک لیا کہ حضرت شوریٰ کے ختم ہونے کے بعد جاویں، آپ کے جانے کے بعد گڑبڑ ہوگی۔ شوریٰ عشاء کے بعد ختم ہوگئی اور حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ رات کے ایک بجے سہارنپور پہنچے، آگے حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ انتظار میں تھے اور کھانا بھی نہیں کھایا تھا، اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری بخار میں مبتلا تھے۔ حضرت نے رات کے ایک بجے تک بخار کی حالت میں انتظار کیا اور رات کے ایک بجے حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری نے حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب کے ساتھ بیٹھ کر چند لقمے بھی کھائے۔

ضمناً چند مناقب حضرت استاذی سیدی وسندی مولانا سید فخر الدین احمدؒ کے یہاں بیان کرتا ہوں۔ جن میں سے ہر ایک ایسی محبت اور عظمت کا سبب بن سکتا ہے۔ صاحب کمال ہی صاحب کمال کو پہچانتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ حضرت مولانا فخر الدین احمدؒ سے ایسی محبت کیوں نہ کرتے، بلکہ ضرور کرنی چاہئے تھی۔

حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ نے پچیس ۲۵ دن میں پورا قرآن حفظ کیا تھا۔ ان کے ایک شاگرد سے جو مراد آباد شاہی مدرسہ میں مدرس ہیں میں نے پوچھا تھا کیسا تھا، یاد رہا بھی تھا یا بھول گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا ایسا یاد تھا کہ فجر کی اذان کے بعد مجھے مکان سے اٹھاتے تھے اور مراد آباد کے اسٹیشن تک چلتے ہوئے تفریح میں مجھ سے دَور کرتے تھے۔

حضرت مولانا ضامن حسن صاحب بجنوری کا بیان ہے کہ، جو مبلغ دار العلوم تھے، کہ ایک زمانہ میں حضرت مدنیؒ جیل میں تھے اور حضرت مولانا سید فخر الدین احمد کو مراد آباد سے دار العلوم دیوبند بخاری شریف پڑھانے کے لئے بلایا گیا اور ہمیشہ بڑی جگہوں میں بڑا ہی ٹکراؤ ہوتا ہے، حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ نے پہلے تعلیمات سے جا کر اپنی روئیداد سے اپنی فراغت کے نمبرات حاصل کئے اور حضرت

مدنیؒ کے نمبرات حاصل کئے، دار الحدیث میں تخت پر بیٹھ کر یہ فرمایا کہ:

"حضرت مدنیؒ یقیناً بزرگ ہیں تم بھی بزرگ مانو میں بھی بزرگ مانوں، تم بھی بڑے مانو میں بھی بڑا مانوں۔ ہر صورت میں حضرت مدنیؒ کا درجہ مجھ سے بڑا ہے۔ مگر میرے نمبرات یہ ہیں اور حضرت مدنیؒ کے نمبرات یہ ہیں"

اور حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کے نمبرات حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے زائد تھے۔

ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ خود حضرت مدنیؒ نے دورۂ حدیث کے درس میں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی ذہانت کو بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ:

"رسالہ میر زاہد کا جب سالانہ پرچہ آیا تو میں نے جواب میں تیرہ صفحات لکھے اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے صرف تین صفحات لکھے نمبرات دونوں کے باون ۵۲ باون ۵۲ تھے"

جس درس میں حضرت مدنیؒ نے یہ فرمایا تھا اس درس سے اٹھ کر اسی وقت طلباء نے کمروں میں آکر بیان کیا میں نے بھی سُن لیا کیونکہ میں اس وقت ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔

حضرت مولانا سید فخر الدین احمد نے اپنے اور حضرت مدنیؒ کے نمبرات سُنانے کے بعد یہ فرمایا:

"اگر کام کا کوئی سوال ہوگا تو جواب دوں گا اگر بیہودہ سوالات کروگے تو کان پکڑ کر درسگاہ سے باہر کروں گا"

حضرت نے جب سے بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا تھا اکسٹھ ۶۱ برس تک مسلسل بخاری شریف کا درس دیا ہے اور باسٹھویں ۶۲ برس کے شروع میں بخاری شریف

شروع کرادی مگر انتقال ہوگیا ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

انہی مناقب کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ اُن کے ساتھ محبت و عظمت کا برتاؤ کرتے تھے ۔

حضرتِ شیخؒ کا طریقۂ بیعت

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے میرے سامنے بیعت کے تین طریقے بالمشافہ گزرے ہیں ۔

جب افراد کم ہوتے تھے تو ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرتے تھے ۔ میری بیعت کا یہی طریقہ ہے ذکر کرچکا ہوں ۔

پھر جب افراد بڑھنے لگے تو رومال کا ایک کنارہ ہاتھ میں رکھا اور دوسرے کنارے بیعت ہونے والوں کے ہاتھ میں دیئے ۔ رومال سے کام چل گیا تب، ورنہ ایک چادر، اس سے بھی کام نہ چلا تو دو چادریں ملادیں ۔

میرے علم کے اعتبار سے تو یقیناً یہ پہلی مجلس ہے کہ بغیر چادر پکڑوائے ہوئے بیعت کردیا تھا ۔

اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ دفتر کی مسجد میں دفتر اہتمام میں جہاں حضرت کی مجلس ہوا کرتی تھی وہاں بیعت کے وقت حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ بھی موجود تھے، اور بیعت کے وقت یہ اعلان کرایا کرتے تھے کہ بیعت ہونے والے آگے بڑھ کر چادر پکڑ لیں اور دوسرے حضرات پیچھے ہٹ جائیں، اس صورت میں حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کو پیچھے ہٹنا پڑتا تھا ۔ اس لئے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سہارنپوری نے خود اپنی زبان مبارک سے، میں وہاں ہی تھا میرے سامنے، فرمایا :

" آج آگے بڑھنے کا موقعہ نہیں ہے جو بیعت ہونے والے ہیں اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور کلمات جو میں کہلاتا ہوں کہتے جائیں ۔"

اس سے دو چیزیں سمجھ میں آئیں ۔ ایک حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کی

عظمت حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ کے دل میں ۔ دوسرے طرقِ بیعت میں توسع، کبھی ہاتھ میں ہاتھ دینا اور کبھی چادر کا پکڑنا، کبھی بدوں چادر کے ۔

کمال دیانت وتقویٰ

باوجود اس عظمت کے کہ جو حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کی حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ کے دل میں تھی، حضرت کے فرمانے سے ہی مجھے پتہ چلا جب آپ نے یہ فرمایا اجازت دیتے وقت کہ :

"تمہارے لئے مولانا سید فخر الدین احمدؒ نے سفارش بھی کی تھی ۔"

قبل از وقت اتنے بڑے انسان کی سفارش کے باوجود بھی اجازت بیعت نہیں دی، یہ کمال دیانت اور تقویٰ تھا حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ کا ۔ وگرنہ اجازت بیعت مجھے اُسی وقت دیتے بڑے آدمی سفارش کررہے ہیں مجاہدات بعد میں ہوتے رہیں گے ۔

مطالعۂ کتب کی ہدایت

بوقت اجازت حضرت نے کسی خادم سے فرمایا " اکابر کا سلوک اور احسان ایک نسخہ لاؤ"

وہ عنایت فرمایا اور فرمایا کہ :

" یہ رسالہ[1] اور اکمال[2] الشیم اور ارشاد[3] الملوک کو مطالعہ میں رکھنا ۔"

وقت یکم ذیقعدہ بروز پیر سوا بارہ بجے دن ۱۳۹۶ھ میں اپنے کچے مکان میں عنایت فرمائی تھی ۔ بطور یادگار " اکابر کا سلوک اور احسان" عنایت فرمایا اور بطور نصیحت

مذکورہ بالا تینوں کتابوں کا مطالعہ کرنا فرمایا۔

رمضان میں سہارنپور کی حاضری

مجھے تو اجازت خلافت کے بعد کوئی چیز نہیں فرمائی، البتہ خلافت سے پہلے میرے امراض کی وجہ سے جن کا میں ذکر کر چکا ہوں اور ان امراض کی وجہ سے میں عام مہمانوں کے پاس نہیں ٹھہر سکتا ہوں حضرت فرمایا کرتے تھے:

"دیوبند ہی میں قیام کر کے کام کرو، اصل تو کام کرنا ہی مقصد ہے۔"

مگر حضرت کی محبت بے تاب کر کے بایں ہمہ امراض سہارنپور مجھے لے جاتی تھی اور متعدد رمضان حضرت کے پاس گزارے ہیں۔

مگر جیسی محبت شیخ سے ہونی چاہئے اس سے میں نفس امارہ اور شیطان کے حائل ہونے کی وجہ سے کم درجے میں رہا۔ جمعہ کے روز رمضان کے علاوہ جو حاضری دیا کرتا تھا اس میں کبھی حاضر ہوا کبھی نہ ہوا، حضرتؒ کو ناگوار گزرتا تھا۔ ایک جمعہ کو پہنچا بیر یا کیلے لے کر میں نے کہا حضرت کے لئے یہ لایا ہوں۔ فرمایا:

"ھدایا تو میرے یہاں بہت آتے ہیں تم کہاں رہتے ہو؟"

مجھے یقین ہو گیا کہ میری غفلت پہ مجھے تنبیہ کر رہے ہیں۔

تصنیف وتالیف

نہ خود حضرت نے کسی کتاب کی تصنیف وتالیف کے لئے فرمایا اور نہ میں نے درخواست کی۔ اس کا سبب کھلا ہوا ہے کہ تصنیف وتالیف کرنا علماء کا کام ہے مجھ جیسا جاہل نہ خود یہ درخواست کر سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا حکم کر سکتا ہے۔

مودودیت سے بیزاری کی تاکید

مودودی جماعت کے مسلک کے خلاف اور اس جماعت سے بیزاری کی تاکید حضرت نے مجھے فرمائی ہے۔

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ مجھے زمانۂ تربیت میں حضرت کے ساتھ دو دفعہ تخلیہ میں امور مہمہ کی بنا پر بات چیت کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس میں پہلے تخلیہ میں مودودی جماعت سے بیزاری کا اظہار فرمایا جس کی تفصیل آپ کے آئندہ نوٹ کے جواب میں لکھ رہا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جس میں رؤیتِ باری تعالیٰ در خواب کی تعبیر کا ذکر بھی آ رہا ہے۔

تدریس وتبلیغ

جس سال میرا دارالافتاء میں داخلہ ہوا اُس سال شروع میں حضرت سے جو پہلا تخلیہ ہوا ہے جس میں امور اربعہ مہمہ کے سوالات کئے گئے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میرا یہ دارالافتاء کا سال ہے، میں فارغ ہو رہا ہوں ـــــ دونوں تخلیوں کی تفصیلی گفتگو آگے نوٹ کے جواب میں آ رہی ہے ـــــ کہ میرا مکان ریاست کشمیر میں بارڈر کے قریب ہے، وہاں کے رہنے والے ہر وقت قرار و فرار میں دائر رہتے ہیں۔ وہاں جم کر کوئی دینی درس گاہ یا دینی کام نہیں کر سکتا ہوں۔ کیا یو۔پی میں ٹھہر جاؤں؟ تو حضرت نے فرمایا کہ:

"اپنے وطن سے تعلق برابر قائم رکھنا اور قیام وطن سے دوسری جگہ کر لو
کوئی حرج نہیں ہے۔"

اس پر میں نے اُسی دوران میں یہ عرض کیا تھا کہ اگر میں چلتا پھرتا تبلیغی کام کرتا رہوں، قطع نظر اس سے کہ میرے امراض چلنے پھرنے سے مانع ہیں، میرا علم بھول جائے گا۔ تو سخت تاکید سے یہ فرمایا تھا:

"نہیں، آپ تدریس کریں گے۔"

ایک دفعہ میں بیمار ہو کر بانس بریلی کا سفر کر رہا تھا حضرت حکیم صدیق احمد صاحب

کے پاس بغرضِ علاج ۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمادیں میں بغرضِ علاج بریلی جارہا ہوں ۔ تو حضرت نے کچے مکان میں بیٹھے ہوئے مجمع کے سامنے ٹھنڈا سانس لیا اور فرمانے لگے :

"مقدرات ہیں کہ کوئی پڑھنے والا ہی نہیں ملتا ہے اس دور میں، اور اگر کوئی مل جاتا ہے تو حوادثات میں مبتلا ہوجاتا ہے۔"

نیز میرا زمانۂ تعلیم تمام معاصرین میں طویل ہے ۔ نیز میں حضرتؒ سے کثرت سے سوالات عقلیہ اور نقلیہ کرتا رہتا تھا، ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے میرے لئے عہدۂ تدریس کو تاکید کے ساتھ ترجیح دی ۔

بمطابق بیان حضرت استاذی جناب مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی دام فیوضہم جب حضرت کے چچا (یعنی بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) نے حضرتؒ سے فرمایا تھا کہ :

"زکریا! نکلو اور تبلیغ کرو۔"

تو حضرت نے فرمایا تھا کہ :

"آپ مجھے امر فرمادیں تب تو کتابیں کتب خانہ مظاہر علوم میں جمع کردوں اور تبلیغ کے لئے نکل پڑوں، وگرنہ میں اپنے لئے تدریس کو ترجیح دیتا ہوں۔"

اور ظاہر ہے کہ حضرتؒ کی یہ ترجیح اپنی ذات کے لئے، تبلیغی کام کے لئے اکمل اور اعلیٰ ثابت ہوئی ۔ آج روئے زمین پر تبلیغی جماعت حضرت شیخ الحدیثؒ کی تصنیفات ہی سے تبلیغ کررہی ہے ۔

الحاصل مجھے تدریس کے اوپر مؤکد طریقہ پر مامور کرنا اس سے تبلیغی جماعت کی مخالفت نہیں سمجھ میں آتی ۔ بے شک تبلیغی جماعت بہت بڑا کام کرچکی ہے اور کررہی ہے ۔

حقوق العباد

اتنا ضرور یاد ہے کہ حضرتؒ حقوق العباد کی بہت اہمیت بیان فرمایا کرتے تھے، مجھ سے خصوصی طریقے پر اس سلسلے میں کچھ نہیں فرمایا ہے ۔

فیوض وعنایات

حضرتؒ کو جب عبادت میں مشغول دیکھا تو ایسا پایا کہ دنیا سے منقطع ہوکر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہیں ۔

بخاری کا سبق بھی سنا متعدد مرتبہ، اور مسلسلات میں باقاعدہ اوّل سے آخر تک شرکت کی اور سند بھی مسلسلات کی حاصل کی ۔ اور دوسری کتب حدیث کی بھی حضرت سے زبانی منہ حاصل کی، لیکن درس میں نہایت اختصار اور جامعیت پائی، جیسے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے درس کے بارے میں سنا ہے ۔

اور دسترخوان پہ جب حضرتؒ کو دیکھا کہ جب مہمانوں کے ساتھ دسترخوان پر شریک ہوا کرتے تھے، تو پہلی مجلس میں بیٹھ گئے اور کھانے میں شریک ہوئے اور فرماتے رہتے تھے:

"جو کھاتا ہے اٹھتا ہے اور ہاتھ دھوتا رہے۔"

اور چھوٹے چھوٹے لقمے آہستہ آہستہ آخری مجلس تک کھاتے رہتے تھے تاکہ سب مہمانوں کو حضرت کی معیت حاصل ہو ۔

اور جب اصلاح کے لئے بیٹھتے تھے جس میں جس درجے کی کمی پاتے اس پر تنبیہ کرتے تھے خواہ تنصیصاً یا ابہاماً ۔ جب تک مجھے خلافت نہ ملی تھی تو میں حضرت کی مجلس میں سب سے آگے حضرت کے سامنے بیٹھنے کی کوشش کرتا تھا۔ عام خطا ابہاماً یہ فرمایا کہ :

"آپ لوگ آگے بڑھ کر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ حضرت شیخ الہند صاحبؒ اور میرے حضرت (حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ) شیخ الشیوخ بن چکے تھے بایں ہمہ حضرت گنگوہیؒ کی مجلس میں پیچھے چھپے بیٹھے تھے۔"

ایک تو یہ ارشاد سُنا، اور ایک میرے کثرتِ سوالات پر یہ فرمایا کرتے تھے:

"ارے! یہ درسگاہوں کی چیزیں ہیں"۔

میں ذکر کر چکا ہوں۔ یہ دونوں خطاب سُننے کے بعد اپنی زبان پہ بھی میں نے پوری پابندی لگادی اور آگے بیٹھنا بھی چھوڑ دیا، بس پوری مدت قیام میں دو مرتبہ سامنے جاتا تھا ایک شروع میں تاکہ حضرت کو معلوم ہوجائے کہ حاضر ہوگیا ہے اور ایک آتے وقت تاکہ حضرت کو معلوم ہوجائے" اب تک یہاں ہی رہا ہے۔

اس دوران مجھے اللہ تعالیٰ نے نعمتِ خلافت سے نوازا ہے۔ البتہ خلافت ملنے کے بعد میرے احباب آگے کی مجلس میں میرے لئے خود ہی جگہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے، میں اس جگہ پر نہ بیٹھنا کفرانِ نعمت سمجھتے ہوئے وہاں ہی بیٹھ جاتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد دفتر کی مسجد میں مجلس میں پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ تو پیچھے سے بیٹھے ہوئے کچھ سوال کیا تو حضرت نے صراحتہً ان کا نام لیکر فرمایا:

"مولانا عبدالجبار صاحب! میں تو خود ہی آگے بلالیتا"۔

یہ صراحتہً تنبیہ فرمائی تھی۔

اپنے اکابر میں سے ہر ایک کا نام لے لیکر اُن کے فضائل اور کمالات بیان فرمایا کرتے تھے اور اپنی محبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ میری اپنی فہم کے مطابق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور حضرت گنگوہیؒ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے دوسرے اکابر میں حضرت مدنیؒ سے زیادہ محبت معلوم ہوتی تھی۔

تخلیۂ اوّل کے امورِ اربعہ

اس نوٹ کے جواب میں اوّلاً تو اپنے دو تخلیوں کی بات چیت تفصیلاً لکھوں گا

تخلیہ اول میں امورِ اربعہ میں بات چیت کی۔

امرِ اول کہ اگر حضرت کی وفات ہوجائے میرے تزکیۂ نفس سے پہلے تو میں کس کی طرف رجوع کروں، کیا حضرت مولانا مفتی محمود صاحب دام فیوضہم آپ کے خلیفہ ہیں؟ فرمایا:

"ہاں، بہت عرصے سے میں ان کو خلافت دے چکا ہوں۔ آپ کو کسی دوسرے کی طرف مراجعت کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اور میرے خلفاء میں سے سب سے بڑھے ہوئے مولوی منوّر حسین ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یکسوئی سے لگے رہتے ہیں۔ ہاں، آپ کو اختیار ہے جس کی طرف رجوع کریں"۔

باوجود حضرتؒ کی صراحت کے کہ حضرت مولانا منور حسین بڑھے ہوئے ہیں اور اس کی وجہ بھی حضرتؒ نے فرمادی تھی میں نے پھر بھی یہی کہا کہ میرا ہر صورت میں مولانا مفتی محمود صاحب کی طرف رجحان ہے۔

حضرت مولانا منور حسین صاحب کے بڑھے ہوئے ہونے کی وجہ تو حضرت شیخؒ نے خود ہی صراحتہً فرمادی تھی اور احقر کے رجحان کی وجہ حضرت استاذی مولانا مفتی محمود صاحب دام فیوضہم کی طرف یہ ہے کہ احقر اندھی تقلید کسی جگہ بھی نہیں کرنا چاہتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عامۃ الناس کے بیعت ہونے میں اور علماء اور طلباء کے بیعت ہونے میں کچھ فرق ہی ہونا چاہئے، وہ یہ کہ ذرا بھی مجھے شبہ ہوجاتا کسی طریقت کے راستے میں فوراً حضرت استاذی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب دام فیوضہم سے پوچھ لیتا، کیونکہ وہ استاذ تھے۔ اگر قلب مطمئن نہ ہوتا تو اس پر عمل کرنے سے معذرت کر دیتا۔

مجھے ایک نقش کی اجازت حضرت مولانا سلطان الحق صاحب بجنوری ناظم

کتب خانہ دار العلوم دیوبند سے ملی تھی تو اس نقش کو حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحبؒ کو باندھنا تھا۔ نقش تیار ہو گیا، مگر کچھ ایسے اسمار اس میں تھے جن کے معنیٰ میں نہیں جانتا تھا، جب وہاں پہنچا تو نقش کو بنانا چھوڑ دیا۔ جنہوں نے مجھے اجازت دی تھی وہ میرے بڑے محسن اور مشفق ہیں مگر اُن کا علم حضرت تھانویؒ، حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت مدنیؒ کے برابر نہیں تھا۔ لہٰذا حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ اس نقش کی مجھے حضرت مولانا سلطان الحق صاحب سے اجازت ملی ہے اور حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب کے لئے تیار کر رہا ہوں کیونکہ ان اسمار کے معنیٰ نہیں جانتا ہوں اس لئے تیار کرنا چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے فرمایا کہ:

"یہ اسمار حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نقش میں لکھا کرتے تھے اور یہ باری تعالیٰ کے اسمار ہیں کسی زبان میں عبرانی یا سریانی زبان میں۔"

فوراً میں نے تیار کر دیا، کیونکہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا علم اس قابل تھا کہ بدون کسی تردد کے ان پر اعتماد کیا جائے، وہ خلاف شرع اگر کسی نقش کے تیار کرنے میں شائبہ بھی ہوتا تو تیار نہ کرتے۔ یہ مشہور ہی ہے ضابطہ "الولد سر لابیہ" **تذکرۃ الرشید** میں میری نظر سے یہ عبارت گزری ہے کہ جب حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ میں کسی مسئلے پر خط و کتابت ہوئی تھی تو حضرت گنگوہیؒ نے حضرت تھانویؒ کے جواب میں یہ لکھا تھا کہ:

"ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں۔"

کہ بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نہ بود ز راہ و رسم منزل ہا

تو میں نے پھر پوچھا کہ حضرت دو جواب ہوئے ___ پہلے لکھ چکا ہوں کہ میں

مریض سوال ہوں، تھا بھی اور آئندہ بھی بڑوں کے سامنے رہوں گا۔ دار العلوم میں ایک سال نور الایضاح میرے ذمے پڑھانے کے لئے کی تو تب بھی پوچھا کرتا تھا اور ایک سال ہدایہ میرے متعلق تھی تب بھی حضرت استاذی مولانا مفتی محمود صاحب سے پوچھا کرتا تھا ___ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ:

"ہاں، ہاں! دو جواب ہوئے۔"

میں نے عرض کیا کہ پہلا تو یہ ہے کہ مجھے ضرورت ہی نہیں پڑے گی کسی دوسرے کی طرف اور دوسرا یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جس کی طرف دل چاہے رجوع کر لینا۔ تو حضرتؒ نے فرمایا:

"ہاں، ہاں!"

مقدرات کا صحیح پتہ نہیں چلتا ہے بیشک کسی دوسرے کی طرف ضرورت نہ ہی حضرتؒ کے فرمانے کے مطابق، مزید اس کے اور مہر توثیق ایک خواب میں حضرت نے لگادی جو تخلیۂ ثانی کے امور میں لا رہا ہوں۔

امر دوئم کہ ختمِ اجتہاد پر حضرت! کیا دلیل شرعی ہے؟ ___ یہ چیز پیش نظر ہے کہ جس ختم اجتہاد پر گفتگو ہو رہی ہے وہ اجتہاد مطلق ہے۔ کیونکہ یہی سوال حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان سے جب وہ دیوبند تشریف لائے تھے تو کیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ:

"ارے! صغریات میں تو ہر مفتی مجتہد ہوتا ہے اور کبریات منصوصہ ہیں۔"

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا:

"قرآن وحدیث میں کوئی نص قطعی نہیں ہے اس پر۔ مگر اجتہاد کے لئے کچھ شرائط ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتاب عقد الجید کا مطالعہ کر لو۔"

امرِ سوئم: میں نے حضرت سے پوچھا آپ مودودی کے بارے میں خاموش ہیں

حضرت مدنیؒ نے کتابیں لکھی ہیں تو حضرت نے دونوں ہاتھ زمین کی طرف جھاڑ دیئے اور یہ فرمایا کہ :

" میں مودودی کے سخت خلاف ہوں ۔ مجمع میں اعلان کروں گا "۔

اس روز تو مجھے معلوم نہیں کہ مجمع میں اعلان ہوا یا نہیں ہوا کیونکہ میں دیوبند آرہا تھا۔ ویسے دن رات ہی مخالفت کرتے رہتے تھے ۔ یہ فرمایا کہ :

" حضرت مدنیؒ نے جو کچھ لکھا وہ میرے کہنے کی وجہ سے لکھا "۔

امر چہارم : حضرت میرا دارالافتاء کا آخری سال ہے، کیونکہ اسی شوال میں میرا داخلہ ہوا تھا اور جب داخلہ ہوا تو میں سہارنپور ہی تھا۔ حضرت نے فرمایا :

" دریا تو دیکھا نہیں جوتے پہلے ہی اُتار لئے ۔ ابھی تو ایک سال افتاء کی مشق کرنی ہے "۔

میں نے عرض کیا اس کی کیا گارنٹی ہے کہ سال گزرنے کے بعد میں آپ سے مشورہ لے سکوں گا ۔ تو حضرت نے فرمایا :

" پوچھو، کیا پوچھتے ہو ؟ "

میں نے عرض کیا کہ میرا مکان کشمیر میں بارڈر کے قریب ہے ۔ وہاں کے رہنے والے دن رات پریشان رہتے ہیں، پتہ نہیں یہاں ٹھہرتے ہیں یا کس طرف بھاگنا پڑتا ہے۔ اس حالت میں مَیں وہاں بیٹھ کر کیا دینی کام کرسکتا ہوں ؟! رہ گئی یہ بات کہ میں چلتے پھرتے تبلیغ کا کام کروں، قطع نظر امراض کے جو میرے لئے سفر کرنے سے مانع قوی ہیں ، اس صورت میں میرا علم بھول جائے گا۔ اس پر سخت تاکید کے ساتھ فرمایا تھا کہ :

" نہیں، آپ تدریس کریں گے "۔

اس بارے میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اس سے تبلیغ کی مخالفت لازم نہیں آتی ہے۔ پھر میں پوچھ کر دیوبند آگیا ۔ اور میرے غریب خانے پر حضرت سیدی محمدی

مولانا فخرالدین احمد صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سابق اور حضرت استاذی مولانا مفتی محمود صاحب کی دعوت تھی ۔ ان دونوں سے بھی یہی عرض کیا کہ دارالعلوم سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری دام فیوضہم سے قیام کے سلسلے میں مشورہ لیا ہے انہوں نے فرمایا :

" ایسی حالت میں وطن میں قیام نہ کرو دوسری جگہ ٹھہر جاؤ دین کی خدمت کے لئے ۔ اور وطن سے تعلق اور آنا جانا باقی رکھو "۔

آپ دونوں بھی فرمادیں کہ اب دارالافتاء سے فراغت کے بعد میں قیام کہاں کروں گا؟ تو حضرت شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند (حضرت مولانا سید فخرالدین احمدؒ نے فرمایا :

" میرا وہی مشورہ ہے بعینہ جو حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری نے دیا ہے "۔

حضرت استاذی مولانا مفتی محمود صاحب نے چند کلمات فرمائے جن کا حاصل یہ تھا کہ :

" دین کی خدمت اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے تعیین جگہ مطلوب نہیں ۔ اور تدریس کی تاکید آپ کو اس لئے کی ہے کہ خود بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری نے اپنے لئے تدریس ہی کو اختیار کیا تھا ، جس پر آپ کے چچا بانی تبلیغ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ) نے فرمایا تھا :

" زکریا ! نکلو تبلیغ کے لئے "۔

تو حضرت نے فرمایا تھا :

" چچا ! شیخ بن کر امر فرمادو کہ میں کتابیں مظاہر علوم کے کتب خانہ میں جمع کردوں ، وگرنہ تدریس کو چھوڑ کر تبلیغ کو اختیار کروں اس پر مجھے شرح صدر نہیں ہے "۔

توحضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے سکوت اختیار کیا ۔"

پھر حضرت مدنیؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ دونوں پہنچے توحضرت مولانا مفتی محمود صاحب کا بیان ہے کہ :

"حضرت مدنیؒ نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کو سخت لہجے میں منع فرمایا :

"آپ نے اپنا پورا معاملہ اپنے چچا کے ہاتھ دے دیا تھا اگر وہ کہہ دیتے آپ تدریس چھوڑ دیتے ؟!"

یہ پورا واقعہ کہ حضرت مولانا الیاس صاحب نے فرمایا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب نے یہ جواب دیا ، پھر حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوری کا آنا اور حضرت مدنیؒ کا سخت لہجے میں یہ فرمانا کہ آپ نے اپنا پورا اختیار کیوں اپنے چچا کے ہاتھ میں دیا تھا حضرت استاذی مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے میرے غریب خانے پر میرے اس مشورہ لینے پر حضرت مولانا سید فخر الدین احمد دام فیوضہم کو سنایا تھا۔ یہی ذریعہ ہے مجھے اس واقعہ کے علم کا ۔

تخلیہ ثانی کے امور

تخلیہ ثانی کے اندر امور عشرہ پر بات چیت ہوئی ۔ ان امور عشرہ کے اندر ایک میرے شاگرد کا خواب ہے جو میری ذات سے متعلق ہے ۔ وہ ایسا اہم خواب بھی نہیں ہے اور نہ سلوک سے کوئی تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کو حذف کر کے بقیہ امور تسعہ اس جگہ درج کئے جاتے ہیں ۔

بیعت بالمشافہ حضرتؒ کے یہاں تو درجۂ شہرت بلکہ درجۂ تواتر کو پہنچ گئی تھی ، بڑے سے بڑے مجمع میں اور چھوٹے سے چھوٹے مجمع میں بیعت بالمشافہ فرماتے رہتے تھے سالکین وغیر سالکین سبھی سنتے رہتے تھے ۔ اس کے ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے ۔

امر اول طریقۂ بیعت بذریعہ خط ؛ جو کلمات بیعت کے وقت زبانی کہلائے جاتے ہیں وہ کلمات لکھ کر مُرید نیچے یہ لکھے میں نے فلاں شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے ۔ اور یہ خط شیخ کے پاس بھیجے ، شیخ جواب میں یہ لکھ دے کہ میں نے بیعت کر لی ہے آپ کی یا تمہاری ۔ بس بیعت ہو جاتی ہے اسی طریقے سے ۔

امر دوئم بیعت طریقت اور قبول اسلام کے شروع کے کلمات ایک ہی ہیں ۔ حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے ہاتھ پر ایک شخص اسلام لایا تھا انہوں نے شروع میں یہی کلمات کہلائے تھے جو آپ بیعت کے وقت کہلاتے ہیں ۔ دونوں میں فرق میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ بیعت قبول اسلام کے وقت جتنے کلمات کہلائے جاتے ہیں اگرچہ وہ کلمات خبریہ ہیں لیکن انشاء پر محمول کئے جائیں گے جیسے بِعْتُ اِشْتَرَیْتُ وغیرہ میں ، اور بیعت طریقت میں شروع کے کلمات جو خبریہ ہیں ان کو خبر ہی پر محمول کیا جائے اور بعد کے کلمات عہد ہیں اگر کوئی فرق اس کے علاوہ ہو تو حضرت اپنی زبان مبارک سے فرما دیں ۔

جواب ؛ یہ فرق صحیح ہے ۔ علاوہ ازیں قبول اسلام کے وقت اسلام کے علاوہ دوسرے جملہ ادیان باطلہ سے تبری کرانا ضروری ہے ۔

امر سوئم میں سوال ۱۱ کے جواب میں جہاں پوچھا تھا کہ معمولات میں پابندی وترقی کیسے ہوئی ؟ تو میں نے لکھا ہے کہ موضوع ہی کا علم نہیں تو اثبات محمول کیسے کروں ، معمولات پائے جائیں تب تو اُن کی کیفیت بیان کروں ۔ زید کے وجود کا علم ہو تب ہی تو اس کے لئے قیام و قعود ثابت کیا جائے ۔

وجود موضوع کا تصور بوجہ ما حاصل کرنے کے لئے سوال سوئم میں کلمہ طیبہ کے ضرب کا طریقہ ایک دو دفعہ آپ کے سامنے جاری کرنا چاہتا ہوں ، حضرتؒ کے سامنے جاری کیا ، فرمایا :

"دائیں مونڈھے پر نفی پر جب گردن جائے تو خیال کرے کہ سب
چیزوں کو پُشت کے پیچھے پھینک دیا ہے پھر اِلّا اللہ یعنی اثبات کی
ضرب قلب پر لگائے۔"

میں نے حضرت کے سامنے ضرب لگائی اور حضرت نے بھی لگا کر دکھائی۔ اور مذکورہ بالا مطلب بیان فرمایا۔

پاس انفاس میں اندر کا سانس لفظ اللہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور باہر کا سانس لفظ ھُو پر مشتمل ہوتا ہے۔ ترجمہ دونوں جزو معرفہ ہونے کی وجہ سے یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے۔ ھُو کی ضمیر کا مرجع جو ذات قلبِ مومن میں ہے وہ ہے یا کوئی اور مرجع ہے۔ کلمہ طیبہ میں پاس انفاس میں اندر کا سانس نفی پر مشتمل ہوتا ہے اور باہر کا سانس اثبات پر مشتمل ہوتا ہے کیا ٹھیک ہے؟

جواب: مذکورہ بالا طریقے ٹھیک ہیں۔ حضرت نے فرمایا:

"میرے نزدیک سب سے آسان طریقہ اَللّٰہُ پر جاری کرنا ہے اور
ضمیر کا مرجع اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے عہد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر انسان
کے دل میں ہے۔"

امر چہارم: حضرت نے فرمایا تھا کہ "ذکر کو شروع کر کے چھوڑنا مضر ہوتا ہے" میں حسب توفیق آہستہ آہستہ ذکر کرتا ہوں، مراقبہ دعائیہ اور کلمہ طیبہ کے ذکر پر مداومت کرنے والوں کے لئے کم از کم کتنا وقت ہوتا ہے؟

جواب: مراقبہ دعائیہ کے لئے کم از کم پندرہ منٹ ہیں، اور ذکر کی تعداد موجود ہے وہ تعداد جتنے وقت میں پوری ہو جائے۔ مراقبہ دعائیہ کہتے ہیں دل دل میں اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے اور پوری امت مسلمہ کے لئے دعائے خیر مثلاً خاتمہ علی الایمان وغیرہ کے لئے دعا کرنا۔

اب ذکر کا طریقہ درج کیا جاتا ہے۔ حضرت نے ایک چھوٹا سا پرچہ مطبوعہ دیا تھا فرمایا تھا کہ:

"اس پرچے میں **ذکر کا طریقہ** درج ہے:
ذکر بارہ تسبیح باوضو وقبلہ رو چہار زانو بیٹھے۔ پہلے گیارہ مرتبہ درود
شریف، تیرہ مرتبہ بسم اللہ سمیت قل ھو اللہ پڑھ کر مشائخ سلسلہ کو ایصالِ
ثواب کرے۔ پھر اس کے بعد لا الٰہ الا اللہ دو سو مرتبہ، ہر دس مرتبہ کے بعد
پورا کلمہ معہ درود شریف۔ اِلّا اللہ چار سو مرتبہ۔ اَللّٰہُ اللہ چھ سو مرتبہ۔
اللہ ایک سو مرتبہ۔"

حضرت استاذی مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی دام فیوضہم نے فرمایا:

"تیرھویں تسبیح تکملہ ہے بارہ تسبیح کے لئے۔ مشہور بارہ ہی تسبیح
کے نام سے ہے۔"

امر پنجم: سُنا ہے کہ آپ نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں طریقت کے چاروں سلسلے مفصل بیان کئے ہیں اس کا نام کیا ہے؟

جواب: حضرت نے فرمایا:

"میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی البتہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی) نے کتاب لکھی ہے "ضیاء القلوب"
فارسی میں۔"

امر ششم: بیعت طریقت کے مشہور چار سلسلے ہوئے ہیں، یہ اتفاقاً چار ہی مشہور ہو گئے ہیں جیسے کہ مذاہب اربعہ مشہور ہو گئے ہیں یا کوئی خاص وجہ ہے؟

جواب: بالکل مثل مذاہب اربعہ شہرت ہوئی ہے اتفاقاً۔ وگرنہ طریقے اور بھی تھے مگر وہ مشہور نہیں ہوئے ہیں۔

امرِ ہفتم : بعض حضرات ذکر بالجہر پہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں ذکر بالجہر کرنے سے منع کیا ہے۔ بائیسویں پارے کی ایک آیت ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا الآیہ رکوع ۳

اس کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث تخریج کی ہے:

"اللہ تعالیٰ کو اتنا یاد کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں"

یہ کہنے کی نوبت ذکر بالجہر کی صورت میں ہی بظاہر معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس اعتراض کا کوئی اور جواب ہو تو وہ بھی اپنی زبان مبارک سے فرمادیں۔

جواب : حضرت نے فرمایا: "یہ جواب کافی ہے"

امرِ ہشتم : مجھے اجازت عنایت فرمانے کے بعد آپ نے ایک دفعہ خواب میں مؤکد طریقے پر یہ فرمایا ہے آپ مدینہ منورہ میں تھے وگرنہ اسی صبح کو آکر ذکر کرتا کہ: آپ مدینہ منورہ تھے۔

"اب کسی دوسرے کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہے"

میرے قلب میں اس کا خطرہ بھی کبھی نہیں گزرا ہے۔ اور اجازت عنایت فرمانے کے بعد تو میرا ایسا کرنا کفرانِ نعمت ہے کہیں آئندہ کے خطرات کا سدِّ باب کیا ہے یا کوئی دوسرا مطلب ہے؟

جواب یعنی تعبیر : توحید فی الطریقت میں ضرورت کہ اپنے شیخ ہی سے تربیت کا تعلق رکھے، عظمت سب بزرگوں کی کرے۔ اسی امر کی خواب میں تاکید کی گئی ہے۔

امرِ نہم : ایک دفعہ لُعابِ دہن کے لئے درخواست کی تھی آپ نے فرمایا تھا:

"ابھی موقعہ نہیں ہے"

مجھے وہ درخواست یاد ہے اپنے آپ کو اس سے مستغنی نہیں پاتا ہوں۔ بلکہ اُس وقت

محتاج تھا اب احوج ہوں بلکہ اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے اور آپ کی عظمت کی وجہ سے ہمت نہیں ہو رہی۔

جواب : الحمدللہ تعالیٰ حضرت نے وعدہ معلق پورا کر دیا ہے یعنی لُعاب دہن عنایت فرمادیا ہے الحمدللہ علیٰ ذالک۔

ایک دفعہ میرے اصرار پر حضرت شیخ الادب (مولانا اعزاز علی صاحبؒ) نے لعاب دہن عنایت فرمایا تھا۔ مگر چینی کی پیالی یا پرچ میں تھوڑی سی چینی ڈال کر اس چینی پر تھوک دیا تھا اور کہا تھا کہ لیتے جاؤ۔

غایت تقویٰ کی وجہ سے بدوں واسطہ میرے منہ میں لعاب دہن نہ ڈالا تھا۔ بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ چینی لیکر چلے جاؤ وہاں چینی کھانے کی بھی اجازت نہیں دی تھی۔ اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے بدوں واسطہ میرے مُنہ میں لعاب دہن ڈال دیا تھا۔

بدوں واسطہ لعاب دہن دینے سے تقویٰ مانع ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ میں یہ مانع بدرجہ اکمل موجود تھا۔ ان دونوں میں فارق یہ ہے کہ جب شیخ الادب صاحبؒ نے لعاب دہن عنایت فرمایا ہے تو میرے چہرے پہ پوری ڈاڑھی نہیں نکلی تھی۔ یہاں مظنۂ تہمت تھا بدوں واسطہ دینا بلکہ کمال تقویٰ یہ تھا کہ کمرے میں بھی بیٹھکر چینی نہیں کھانے دی۔ اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے جب لعاب دہن میرے مُنہ میں بدوں واسطہ ڈالا ہے تو چہرے پہ پوری ڈاڑھی نکلنے کا تو کیا ذکر میری ڈاڑھی بعض سفید بھی ہوئی تھی اور پانچ بچوں کا میں والد بھی بن چکا تھا اس جگہ وہ مظنۂ تہمت نہ تھا۔

ضمناً جو طریقہ میں نے حضرتؒ کا عام سالکین کے ساتھ دیکھا ہے وہ اُن کتابوں کے پڑھنے کے اوقات اور نام مذکورہ ذیل ہیں:

اصلاح سالکین کے لئے رمضان المبارک میں ارشاد الملوک، اکمال الشیم۔

عصر کے بعد فضائلؒ درود شریف ، فضائلؒ رمضان مبارک ، اکابرؒ کا رمضان
تراویح کے بعد ۔ ۱۳۹۹ھ کے رمضان مبارک میں مذکورہ بالا کتب کے علاوہ
دس بجے دن میں "شریعت وطریقت کا تلازم" بھی پڑھی گئی ہے ۔ ایک دفعہ پھر
عشاء کے بعد کا وقت خالی ہوگیا تھا تو دوسری دفعہ بھی "شریعت وطریقت کا
تلازم" بعد عشاء پڑھی گئی ہے ۔

مولانا معین الدین صاحب گونڈوی شیخ الحدیث امدادیہ مراد آباد نے اس امر کی تصدیق کی ہے (یعنی مذکورہ بالا کتب کے پڑھنے کے اوقات اور کتابوں کے نام)

حضرت مولانا الحاج ملک عبد الحفیظ صاحب

زید مجدہم

اسم گرامی عبد الحفیظ بن ملک عبد الحق بن ملک سراج الدین ۔
المکتبۃ الامدادیہ ۔ باب العمرہ ۔ شارع المسجد الحرام ۔ مکۃ المکرمہ
فون نمبر ۵۷۴۸۸۰۵ مکتبہ / فون نمبر گھر ۵۷۴۶۵۸۹

ولادت پیدائش ۱۹۴۶ء کے شروع میں شہر امرتسر (مشرقی پنجاب) میں ہوئی ۔ تایا جان ملک غلام رسول صاحب نے اہتمام سے اپنی ڈائری میں اور سب گھر والوں کے ساتھ میری تاریخ پیدائش بھی لکھی ہوئی تھی، مگر تقسیم ہند کے ہنگامے میں غالباً وہ ڈائری گم گئی ۔ البتہ خاندان کے اکثر افراد سے یہ سنا ہے کہ تقسیم کے وقت میری عمر سوا سال تھی اور رضاعت کا زمانہ تھا ۔

فیصل آباد میں تعلیم چونکہ امرتسر سے ہجرت کرکے فیصل آباد (لائلپور) منتقل ہوگئے تھے لہذا جب عمر تقریباً پانچ سال کی ہوئی تو لائلپور کے مشن اسکول میں داخل کرادیا گیا کہ وہاں ساری تعلیم ابتداء سے انتہاء تک انگریزی میں ہوتی تھی اور پڑھانے والی سسٹرز ہوتی تھیں جن میں اکثر انگریز تھیں ۔ کچھ ماہ ہی اس اسکول میں پڑھا ۔

بڑوں کا خیال تھا کہ یہاں تعلیم اچھی ہوگی اور بڑا ہوکر ڈاکٹر بنے گا مگر بعد

میں کچھ دینی حمیت والے سمجھ دار دوستوں نے والد صاحب مدظلہ العالی کو متنبہ کیا کہ اس اسکول میں تو آگے جا کر اس بچے کا ذہن خطرے میں پڑ جائے گا تو والد صاحب نے وہاں سے اٹھا کر جونیئر اسکول میں داخل کرا دیا جس کے ہیڈ ماسٹر ایک سابق ڈپٹی صاحب نیک خصلت بزرگ تھے۔ یہاں بھی شاید ایک سال ہی پڑھا ہوگا۔ پھر مکہ معظمہ آنا ہوگیا۔

مشن اسکول میں داخل ہونے سے پہلے ہی گھر میں دادی جان چونکہ محلے کی لڑکیوں کو قرآن شریف وغیرہ پڑھاتی تھیں انہی سے میں نے بھی پورا قرآن شریف ناظرہ پڑھا۔ البتہ بعد میں اسکول کے دوران ایک حافظ صاحبؒ سے ٹیوشن میں قرآن شریف کچھ مدت پڑھا۔ گویا پہلے پڑھے کی تصحیح کی۔

مکہ مکرمہ میں تعلیم

مکہ معظمہ، الموافق ۱۳۷۳ھ کے حج میں والد صاحب اپنے بیوی بچوں کو لیکر آئے، شوال میں مکہ معظمہ پہنچے۔

حج سے قبل و بعد غالباً مدرسہ صولتیہ میں کوئی ہندوستان کے قاری صاحب تھے، ان سے کچھ دن قرآن شریف قرات سے پڑھا۔

پھر محرم ۱۳۷۴ھ میں المدرسۃ السعدیۃ الابتدائیہ میں دوسری جماعت میں داخلہ لیا اور دوسری، تیسری اور چوتھی یہیں پاس کیں۔ چھٹیوں میں پانچویں جماعت کی کتابیں خارج میں الاستاذ الشیخ عبداللہ حافظ کے ہاں پڑھیں اور میں نے اور میرے ساتھ بھائی خالد بن ضیاء الدین صاحب نے بھی پانچویں کا امتحان دے کر المدرسہ الرحمانیہ میں چھٹی میں داخلہ لیا۔

سال کے بیچ میں یہاں المدرسۃ الفیصلیہ میں منتقل ہو گئے اور المدرسۃ الفیصلیہ سے ہی شہادۃ ابتدائیہ پاس کیا۔

پھر متوسط میں مدرسۃ الزاہر المتوسطۃ میں ساتویں کا داخلہ لیا اور یہیں ساتویں

آٹھویں، نویں (کفاءۃ) پاس کیں اور پھر المدرسۃ العزیزیۃ الثانویۃ میں داخلہ لیا۔ یہیں دسویں پاس کی اور گیارھویں القسم الادبی میں قصص تاریخ مضمون لیا اور یہیں گیارھویں اور بارھویں (توجیہی) پاس کی۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ جانے کی تجویز اور تنسیخ

۱۳۸۴ھ کے شروع میں یہ امتحان پاس کیا اور اس میں اتنے نمبر آئے کہ حکومت سعودیہ کے خرچ پر یورپ یا امریکہ جا کر اونچی تعلیم حاصل کر سکتا تھا۔ چونکہ ہم جماعت اور دوست بھی باہر جا رہے تھے جن میں خصوصاً میرے دوست عدنان کا بھی جرمنی جانے کا ارادہ تھا، اس لئے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا، انہوں نے بہت قیمتی نصائح فرمائے خصوصاً دینداری اور باہر جا کر نیک لوگوں سے تعلق وغیرہ کی بہت تاکید فرما کر اجازت دے دی اور میں نے درخواست بھی ریاض بھجوا دی۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی (یکے از خلفاء حضرت شیخ قدس سرہ) کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے تعلق و محبت کی بناء پر والد صاحب کو بہت زور دار طریقے سے سمجھایا کہ اس طرح تو اس کے ہاتھ سے نکلنے کا بہت زیادہ اندیشہ ہے۔ والد صاحب کی سمجھ میں بات آگئی اور انہوں نے گھر آکر اعلان فرما دیا کہ عبدالحفیظ کو یورپ وغیرہ نہیں بھیجنا۔

مجھ پر اس ممانعت کا بہت زیادہ اثر ہوا، خاص طور سے اس وجہ سے بھی کہ اس دوران میں نے سب دوستوں میں اعلان کر دیا تھا کہ میں بھی باہر جاؤں گا چونکہ والد صاحب کی اجازت سے قبل میں ہر ایک سے یہی کہتا تھا کہ شاید والد صاحب اجازت نہ دیں اس لئے ریاض یونیورسٹی میں ہی پڑھوں گا۔ مگر جب اجازت دیدی تو بہت خوشی ہوئی اور دوست بھی بہت خوش ہوئے تھے۔ اور اب ممانعت کا

بتاتے ہوئے بہت شرم لگ رہی تھی اور میرا دل اس سے بس ٹوٹ سا گیا۔ مگر الحمدللہ اتنا تھا کہ ذہن میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ میں والدصاحب کی منشار کے بغیر سفر کر جاؤں اور ان کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اٹھالوں کہ والدین کی تربیت اور جماعت کے ساتھ جو وقت لگتا رہتا تھا اس کی برکت سے اتنی بات دل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ہر مسئلہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور والدین کی ناراضگی کے ساتھ جو کام ہوگا وہ اللہ کے ہاں بھی مقبول نہیں ہوگا تو وہ کیسے ٹھیک ہوسکتا ہے۔ اس لئے رو رو کر سفارشیں کروا کر یہی کوشش کرتا رہا کہ والدصاحب ہی دوبارہ اجازت دے دیں، مگر والدصاحب اپنی جگہ طے فرماچکے تھے کہ اسے نہیں بھیجنا۔

سفرہندوپاک

حتیٰ کہ جب مجھے والدصاحب مکہ مکرمہ سے لیکر فیصل آباد (لائلپور) گئے کہ وہاں سے ہندوستان جاکر مجھے ایک سال کے لئے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چھوڑنا طے ہوا تھا، اور فیصل آباد میں میرے تایا جان نے اباجان سے ذرا سختی سے فرمایا کہ:

"اس طرح اولاد کے ساتھ کرنا ٹھیک نہیں"۔

تو والد کو اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے نوازیں انہوں نے ان سے بھی زیادہ زور سے کہا کہ:

"تم چاہے سب رشتے دار ناراض ہو جاؤ میں اسے وہاں بھیج کر ضائع نہیں کروں گا"، اسے ہندوستان جانا ہوگا اور وہاں بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنا ہوں گی چاہے خوشی سے چلے چاہے ناراضگی سے"۔

حضرت والدصاحب کی سچی محبت اور اخلاص نے کام کیا اور باوجود اس کے کہ مجھ پر اس کا بہت اثر تھا اور کئی ماہ تک رہا مگر الحمدللہ اتنا ہوگیا کہ جب میرا ایک

سال تبلیغی جماعت میں پورا ہوگیا جس میں سے اکثر وقت حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت ومعیت خاصہ میں ہی گزرا اور ان کی وفات کے بعد حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ کی صحبت ومعیت میں گزرا تو میں نے حضرت والدصاحب مدظلہ العالی کو عریضہ لکھا کہ:

"یہ تو اب میں نے طے کرلیا ہے کہ یورپ وامریکہ کچھ پڑھنے کے لئے تو جانا نہیں، ویسے اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لئے لے جاویں تو اس کا فضل وکرم ہے۔ لہذا اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

تو والدصاحب نے جواباً تحریر فرمایا کہ:

"اب آئندہ کا نظام بھی وہیں سے طے کرکے آؤ"۔

جب والدصاحب ہندوستان مجھے چھوڑنے آئے تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے قافلے کے کاوی کے اجتماع میں تھے۔ ہم لوگ تیسرے دن دعا کے بعد ظہر کے بعد حضرت جی کی خدمت میں پہنچے اور اباجان نے سارا ماجرا حضرت جی کو سنایا اور رو رو کر دعا وتوجہ کے لئے عرض کیا اور پھر سفر میں کچھ دن ساتھ ہی رہے۔ مرادآباد کے اجتماع کے بعد والدصاحب مجھے حضرت جی کے ساتھ ہی چھوڑ کر رخصت ہوئے تو الوداعی ملاقات میں بہت زیادہ اس سیاہ کار وبدکار کی وجہ سے روئے اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اور حاضرین کو بھی خوب رلایا جس کی برکت سے میرا پتھر سے زیادہ سخت دل بھی کچھ نرم ہونے لگا۔

حضرت شیخ سے التماس دعا

اور پھر والدصاحب وہاں سے سیدھا سہارنپور شریف لے گئے اور آقائی ومولائی حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس حاضری کا نقشہ حضرت قدس سرہٗ بعد میں بذات خود کھینچ کر اس سیاہ کار

کو سنایا کرتے تھے اور ہمیشہ یہ الفاظ فرماتے کہ :

"تمہارے اباجان نے تو رو رو کر آسمان سر پر اٹھالیا تھا اور ہم سب کو بھی بہت رُلایا ، بس یہ کہتے تھے کہ عبدالحفیظ کے لئے دعا کریں"۔

اُن کی اس تڑپ واخلاص اور حضرت قدس سرہٗ کے رحم وکرم کا نتیجہ ہی تھا کہ اخیر دم تک حضرت شیخ قدس سرہٗ اَعلی اللہ مراتبہٗ کی شفقت وعنایات بغیر کسی ادنیٰ استحقاق اس بدکار وسیاہ کار پر رہیں۔

والد صاحب کے گرامی نامہ کے بعد میرے دل میں حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بیعت کا جذبہ پیدا ہوا، تو والد صاحب کو عریضہ لکھا۔ انہوں نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ :

"حضرت شیخ ہی سے اپنا آئندہ کا نظام بنوالو"۔

لہذا میں نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ سے اس اپنی اور والد صاحب کی خط وکتابت کا ذکر کیا تو وہ بھی بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ :

"ضرور حضرت شیخ سے بیعت ہوجاؤ اور انہی سے اپنا آئندہ کا نظام بھی بنوالو"۔

اور بہت دعائیں دے کر سہارنپور کے لئے رخصت فرمادیا۔

بیعت کی درخواست

سہارنپور پہنچکر اس سیاہ کار نے غالباً دوسرے ہی دن حضرت شیخ قدس سرہٗ سے تخلیہ میں وقت مانگا۔ حضرت نے ہمیشہ کی شفقت کی بناء پر مغرب کے بعد کچے گھر آنے کے لئے فرمایا۔

اس تخلیہ کی تفصیل ذکر کرنے سے قبل ایک بات ضروری عرض کرنی ہے کہ چونکہ تقریباً آٹھ سال کی عمر میں (۱۹۵۴ء میں) یہ سیاہ کار مکہ مکرمہ والدین کے ساتھ آگیا تھا اور پھر اس وقت سے وہیں کی فضا میں رہنا ہوا اور وہیں کے مدارسِ

عصریہ (اسکول) حکومیہ میں ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء تک پڑھا اور جیسے کہ عام طور پہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں تصوف کے خلاف جذبات ہوتے ہی ہیں، یہاں بھی یہی حال تھا۔ ان جذبات سے اچھا خاصا متأثر تھا۔ مگر حضرت شیخ قدس سرہٗ اور پھر بعد میں حضرت جی مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے آخری ایام میں تقریباً سات ماہ اور بقیہ ایام سال حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ رہنے سے اتنا تو ذہن صاف ہوچکا تھا کہ یہ حضرات اکابران صوفیوں میں سے نہیں ہیں جن کے خلاف مدرسے میں جذبات تھے کہ یہ صوفی عام طور پہ دین کے نام پہ دنیا کماتے ہیں اور سیدھے سادھے لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی چونکہ حجاز میں کچھ دینی لوگوں کا ساتھ بھی رہا تھا اور یہاں مدارس (اسکولز) میں بھی دینی مواد خوب پڑھائے جاتے ہیں اور وہ دینی اساتذہ ہی پڑھاتے ہیں۔ ان کا ایک خاص مزاج ہے کہ ہر بات دلیل سے ہونی چاہئے۔ اس لئے جو وقت جماعت میں لگا ایک سال سے کچھ زائد اس میں عام طور پہ ساتھیوں میں (جو کہ پرانے ممتاز تبلیغی حضرات ہی ہوتے تھے) کبھی کبھی یہ بات نکل آتی کہ کیا بیعت کے بغیر کوئی شخص کمال تک نہیں پہنچ سکتا تو عام طور پر یہی جواب ملتا کہ :

"بیعت کے بغیر کمال ناممکن ہے"۔

جس پر یہ سیاہ کار اپنی طبعی تیزی کی بناء پر جوش میں دلیل کا مطالبہ کرتا، اور کئی اکابر سلف کا نام لیتا کہ انہوں نے کسی سے بیعت نہیں کی۔ وہ حضرات مختلف اسالیب سے مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے اور یقین دلاتے کہ علماء وبزرگوں کے پاس دلائل بھی ہیں مگر یہ تو ہمارا ہمیشہ مشاہدہ ہے اور تاریخ بھی یہی بتاتی ہے مگر یہ عاجز ضد کرتا کہ میں بغیر دلیل کے نہیں مانتا۔

اسی طرح کی بحثیں ہوتی رہتیں۔ اور یہ خلجان طبیعت میں بھی تھا۔ لہذا

جب حضرت شیخ قدس سرہٗ نے تخلیہ کا وقت دیا تو اس سیاہ کار کے ذہن میں یہی تھا کہ اپنے کچھ اشکالات حضرت سے حل کرا کر بیعت ہو جاؤں گا۔ چونکہ بیعت کے بارے میں جب بھی کبھی سوچا تو کبھی بھی حضرت شیخ کے علاوہ کوئی اور ذہن میں نہ آیا تھا۔

جب تخلیہ میں وقت موعود پہ حاضر ہوا تو کچے گھر کے صحن میں حسب معمول حضرت شیخ چارپائی پہ ٹیک لگائے تشریف فرما تھے اور اس سیاہ کار کو کواڑ لگا کر پاس والے چبوترے پر بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ اس عاجز نے ذرا سے سکوت کے بعد چھوٹتے ہی یہ سوال کیا کہ:

"حضرت! بیعت کے بغیر کوئی کمال تک نہیں پہنچ سکتا؟"

تو حضرت نے، جو کہ ٹیک لگائے ہوئے تھے ٹیک چھوڑ کر، بہت زور سے فرمایا:

"پہنچ سکتا ہے۔ کون کہتا ہے کہ نہیں پہنچ سکتا؟"

اس پہ اس سیاہ کار پر جیسے برف گر گئی۔ چونکہ میرے ذہن میں تھا کہ حضرت فرمائیں گے کہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور میں اپنے دلائل دوں گا اور جو جواب حضرت دیں گے ان کے آگے جوابات بھی سوچ رکھے تھے اور ایک لمبا خاکہ بحث کا ذہن میں بنایا ہوا تھا حضرت کے اس زوردار اور بالکل خلاف توقع جواب سے وہ ساری عمارت ہی گر گئی ۔۔۔۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے اس سیاہ کار نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حضرت کا دست مبارک تھام لیا کہ پھر مجھے بیعت فرمالیں اور حضرت نے بھی بالکل بغیر کسی ادنیٰ تامل کے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ:

"ہاں، ضرور!"

اور پھر بہت ہی توجہ و اہتمام اور شفقت سے فرمایا کہ:

"پیارے! ایک بات بہت غور سے سنو! اصل مقصد نہ تو یہ بیعت ہے، نہ اس راہ کے ذکر و اذکار، اور نہ یہ مدارس اور نہ خانقاہیں

اور کہیں تم ناراض نہ ہو جانا نہ یہ تبلیغ میں وقت لگانا۔ بلکہ کوئی مفتی مجھ پر فتویٰ نہ لگا دے نہ یہ نماز اصل ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج۔ یہ سب اصل مقصود نہیں ہیں ۔۔۔۔ پتہ ہے اصل کیا ہے؟

اور پھر سکوت پر مجھے گلے لگا کر فرمایا کہ:

"بس اصل یہ ہے کہ بندہ خدا سے لپٹ جائے۔ اسے راضی کرلے الخ"

۱؎ اور اس میں شک نہیں کہ یہ سب چیزیں جن کا مقصود بالذات نہ ہونا بتایا گیا ہے۔ یہ سب کی سب اصل مقصود کے حصول کے لئے وسائل و ذرائع عظیمہ ولابدیہ ہیں اور شریعت مطہرہ نے ان میں سے ہر ایک کا درجہ متعین کر دیا ہے کہ بعض ان میں سے فرض ہیں بعض واجب، بعض مستحب۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ اگر کوئی زندیق نماز، روزہ زکوٰۃ و حج جیسے ارکان مفروضہ کا انکار کرے تو وہ قطعاً کافر ہے۔ یہاں حضرت قدس سرہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ سب فرائض و اعمال وغیرہ فی نفسہٖ ان کے شریعت میں جو درجے متعین ہیں ان کو تسلیم کرتے ہوئے بھی فی الاصل یہ مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود ان سب میں بھی رضاء باری تعالیٰ ہے اسی لئے بعض اوقات میں نماز پڑھنا گناہ ہے بعض اوقات و احوال میں روزے رکھنا گناہ ۔۔۔ وہکذا الخ سب ہی اعمال و مذکورہ اشیاء کا حال ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اصل مقصود ان سب کا وہی حبی تعلق و رضاء باری کا حصول ہے جس کو تصوف کی اصطلاح میں حصول نسبت کہتے ہیں۔

اور اسی کے بارے میں امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو اپنے مکتوب مبارک میں تحریر فرمایا ہے:

"اگر آپ غور فرمائیں گے تو آیت اور حدیث سے اسی کا مطلوب ہونا ثابت ہوگا اگرچہ یہ کلی مشکک ہے

اس کے بعد حضرت نے حسب معمول وہیں اسی بیٹھک میں اس سیاہ کار کو بیعت فرمالیا ۔ اور معمولات کا پرچہ بھی مرحمت فرمایا کہ اس کے مطابق عمل کروں اور وقتاً فوقتاً حضرت کو احوال کے بارے میں خط کے ذریعہ مطلع کرتا رہوں ۔

اس سفر میں تقریباً ایک ہفتہ عشرہ ہی سہارنپور میں قیام رہا اور پھر حضرت کی اجازت سے پاکستان سے ہوتا ہوا مکہ معظمہ آگیا ۔ اور پھر آئندہ حج تک مکہ مکرمہ میں ہی رہا ۔ اس دوران ایک چلہ بھی جماعت کے ساتھ ابہار وبیشہ وغیرہ میں لگایا ۔ اور تقریباً ہر ماہ ایک عریضہ سہارنپور بھی احوال ومعمولات پر پابندی وغیرہ کے بارے میں لکھتا رہا ۔

بیعت کے بعد پہلی حاضری

حج کے بعد والد صاحب مدظلہ العالی نے طے فرمایا کہ محرم میں حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب ایک چلہ کے لئے پاکستان تشریف لے جارہے ہیں اور پھر وہاں سے بمبئی (گجرات) میں وقت لگاتے ہوئے دہلی جائیں گے ۔ تم بھی ان کے

اور اس میں بھی شک نہیں کہ ہمارے اکابر اور تمام محققین صوفیہ وعارفین کے نزدیک کسی قسم کی نسبت اور تعلق اور حال معتبر نہیں جو کہ شرعی احکام کی بجاآوری کے بغیر ہوا ور نہ ہی اس سے رضاء باری حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ رضاء باری کی میزان شریعت مطہرہ ہے ۔ اور جو حال یا وارد یا کشف یا کرامت یا تصوف کا کوئی بھی جزئیہ شریعت کی پابندی کے بغیر یا شریعت محمدیہ کے خلاف ہو تو وہ قطعاً مردود اور ناقابل التفات ہے ۔ لہذا حضرت کے ارشاد کا مطلب تھا کہ یہ بیعت اور اس کے لوازمات ذکر واشغال وغیرہ بھی اسی مقصود اصلی یعنی رضاء باری والی کیفیت جسے نسبت کہتے ہیں کے حصول ذریعہ ہے ۔

ساتھ ہی چلے جاؤ ۔ ایک دو چلے جماعت میں لگ جاویں گے اور پھر حضرت شیخ کی خدمت میں چلے جانا اور رمضان شریف حضرت شیخ ہی کی خدمت میں گزار کر رمضان کے بعد لائلپور (فیصل آباد) آجانا ۔ چونکہ شوال کے آخیر میں شادی فیصل آباد میں تایاجان کے گھر طے ہوچکی تھی ، کہ اُدھر سے یہ سیاہ کار پہنچ جائے گا اور حجاز سے والد صاحب وچچاجان پہنچ جائیں گے ۔

لہذا اسی کے مطابق حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کے ساتھ روانگی ہوئی ۔ پاکستان میں ایک چلہ لگایا اور پاکستان والوں نے پورے ملک میں گھمایا پھر کراچی سے بمبئی آئے اور بمبئی وگجرات میں کچھ دن لگاکر دہلی پہنچے ۔ وہاں شہر دہلی اور میوات کے علاقہ میں کچھ دن لگاکر اور تقریباً دو چلوں کے بعد مجھے حضرت مولانا سعید احمد نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے ہاں چھوڑ دیا ۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت ہی شفقت فرمائی ۔ تقریباً ایک ہفتہ قیام کے بعد ذکر بارہ تسبیح اوپر تصنیف کے وقت میں بلاکر بذات خود تلقین فرمایا ۔

اور پھر کچھ مدت تقریباً ایک ماہ یہ سیاہ کار چاشت کے وقت حضرت کے ہاں اوپر جاکر ذکر کیا کرتا اور حضرت کے سبق بخاری شریف میں بھی پورے اہتمام سے حضرت کے حکم سے شرکت کیا کرتا اور حضرت ہی کے حکم سے طحاوی شریف کے سبق میں بھی پابندی سے شریک ہوتا تھا جو کہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے پاس تھا ۔ اس کے علاوہ حضرت نے "فضائل صدقات" حصہ دوم کو بھی بار بار بہت اہتمام سے پڑھنے کے لئے فرمایا ۔

تقریباً ایک ماہ بعد پتہ چلا کہ ذکر جہری تہجد کے وقت کرنا زیادہ بہتر ومؤثر ہے تو حضرت سے اس بارے میں عرض کیا تو حضرت نے اسے بہت پسند فرمایا ۔ لہذا اس سیاہ کار نے اس وقت سے تہجد کے بعد فجر سے قبل ذکر شروع کردیا ۔ اور

رمضان شریف تک یہی معمول رہا۔

خلافت و اجازت

اسی رمضان میں حضرت قدس سرہٗ نے اجازت بیعت سے نوازا۔

اجازت کے بعد ایک کیفیت یہ طاری ہوئی کہ مجھے علم دین بھی سیکھنا چاہئے۔ لہذا حضرت سے شوال میں اس کے بارے میں عرض کیا۔ حضرت نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب اور حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دونوں سے فرمایا کہ میرا امتحان لیں اور استعداد دیکھ کر طے فرمادیں کہ آئندہ کیا کیا کتابیں پڑھوں۔ لہذا انہوں نے تقریباً آدھ گھنٹہ میرا امتحان لیا اور یہ تجویز فرمایا کہ فی الحال تو میں مکہ مکرمہ واپس جاکر ایک سال تک کنز الدقائق اور الفیہ ابن مالک اور صَرف[1] کی ایک دو کوئی ابتدائی کتابیں پڑھ لوں پھر شعبان ہی میں سہارنپور آجاؤں۔

نکاح کے بعد حجاز واپسی

لہذا یہ سیاہ کار شوال کے آخیر میں فیصل آباد آیا، وہاں شادی ہوئی اور حج سے قبل مکہ مکرمہ آنا ہوا۔ جہاں حضرت شیخ قدس سرہٗ حج کے لئے مع قافلہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حج سے فارغ ہوکر جاتے ہوئے حضرت تجویز فرماگئے کہ مدرسہ صولتیہ کے دیوان میں (جہاں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مثنوی شریف کا درس دیا کرتے تھے اور حضرت کا قیام بھی وہیں ہوا کرتا تھا) جب تک یہ سیاہ کار مکہ مکرمہ میں رہے، صبح فجر سے اشراق تک ذکر جہری کیا کرے۔ مدرسہ کے ذمہ داروں حضرت مولانا محمد سلیم صاحب اور مولانا شمیم صاحب نے اسے مدرسہ

---

[1] چونکہ اس سیاہ کار کی تعلیم سعودی مدارس میں ہوئی تھی اور یہاں صَرف نہیں پڑھائی جاتی اس لئے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ پتہ چل جائے کہ صَرف کیا ہے۔

کے لئے بھی باعث برکت سمجھ کر بہت خوشی سے قبول کیا۔ لہذا حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد یہ سیاہ کار شعبان تک روزانہ دیوان میں ذکر جہری کرتا اور اشراق کے بعد مولانا امان اللہ صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ مدرس حرم شریف کے حجرہ واقعہ رباط آغا الماس مِسْفلہ میں حاضر ہوتا اور الفیہ و کنز الدقائق اور صرف کی کتاب کا درس ہوتا جو تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ چلتا۔

مظاہر میں تعلیم

شعبان ۱۳۶۶ھ میں یہ سیاہ کار سہارنپور پہنچ گیا۔ وہاں حضرت مولانا یونس صاحب مدظلہ کی تجویز سے مولانا عبد اللہ دہلوی سے ہدایہ اولین پڑھی۔ اور خود حضرت مولانا یونس صاحب مدظلہٗ (حال) شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) سے مشکوٰۃ شریف پڑھنی شروع کی۔ مشکوٰۃ کا سبق شعبان، رمضان اور شوال میں بھی جاری رہا۔ بلکہ غالباً ذی القعدہ کے آخر میں جاکر مشکوٰۃ کی اجازت حضرت مولانا یونس صاحب نے مرحمت فرمائی۔ اس سبق میں یہ سیاہ کار تنہا ہی ہوتا تھا۔

اور شوال ۱۳۶۷ھ میں حسب قواعد باضابطہ دورۂ حدیث میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لے لیا۔ قیام دار قدیم میں دفتر کے ساتھ والے کمرہ میں تھا اور کھانا سب اوقات کا حضرت شیخ قدس سرہٗ کے ہاں ہوتا تھا۔

امسال حضرت شیخ قدس سرہٗ نے بخاری شریف کا صرف حصہ اول ہی پڑھایا۔ اور دوسرا حصہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ (حال ناظم مظاہر علوم سہارنپور) نے پڑھایا۔ اور یہی حضرت شیخ قدس سرہٗ کا مظاہر علوم تدریس حدیث شریف کا آخری سال ہے۔

طحاوی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ (ناظم صاحب) کے ہاں ہوئی اور ترمذی حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے ہاں اور ابو داؤد حضرت

مولانا محمد عاقل صاحب کے ہاں ، اور بقیہ تمام کتب حدیث (مسلم ، نسائی، ابن ماجہ ، مؤطا مالک ، مؤطا محمد) سب حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی کے ہاں ہوئیں ۔ اور الحمد للہ اس سال مظاہر کے دورہ میں اوّل آیا ۔

۱۳۶۸ھ کا رمضان بھی حضرت کی خدمت میں ہی کیا ، اور پھر اس کے بعد کے سارے ہی رمضان الحمد للہ حضرت ہی کی خدمت میں کرنے کی توفیق ہوئی ۔

پھر مکہ مکرمہ واپسی ہوگئی ۔

تبلیغی اسفار

۱۳۶۹ھ میں امریکہ تبلیغی جماعت میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حکم سے تین چلّوں کے لئے جانا ہوا جو سفر حجاز، پاکستان اور پاکستان سے تھائی لینڈ ، جاپان ، ہنلولو ، سانفرانسسکو (امریکہ کا مغربی کنارہ) امریکہ میں پورے چار ماہ قیام رہا ۔ اس دوران کچھ دن کے لئے کینیڈا بھی جانا ہوا ۔ پھر انگلینڈ میں چار روز رہ کر واپس مکہ مکرمہ جماعت آگئی ۔ یہ سیاہ کار یہیں رہ گیا بقیہ جماعت پاکستان چلی گئی ۔

تدریس اور حضرت کی کتب کی طباعت

۱۳ھ ، حضرت کے حکم سے ایک گھنٹہ کا سبق (مشکوٰۃ شریف) مدرسہ صولتیہ میں شروع کی ۔ پھر سال ختم ہونے سے قبل ہی " اوجز " کی طباعت کے سلسلہ میں مصر جانا پڑا ، اور پھر کئی سال اوجز ، بذل ، لامع وغیرہ کتب شروح کی نشر کے ذیل میں لگ گئے ۔

حتی الوسع حضرت قدس سرہٗ کی وفات تک حضرت کی صحبت و رفاقت بھی میسر آئی ۔

اس دوران مختلف اوقات میں مختلف ملکوں میں تبلیغی اجتماعات و جماعتوں میں تھوڑے وقت کے لئے جانے کی فرصت بھی ملتی رہی ۔ مگر

حضرت شیخ قدس سرہٗ کی حیات کے آخری تین چار سال میں تو حضرت کی صحبت و خدمت کی وجہ سے بالکل ہی کہیں جانا نہ ہوسکا ۔

حضرت قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ۱۴۰۳ھ کے شروع سے پھر الحمد للہ مدرسہ صولتیہ میں مشکوٰۃ شریف کا سبق شروع کر دیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حدیث شریف کی خدمت میں تا عمر لگائے رکھے ۔ آمین

اس دوران حضرت کے حکم سے رسالہ " شریعت وطریقت کا تلازم " کی تعریب بھی کی ۔

اولاد

اللہ تعالیٰ نے تین لڑکے عطا فرمائے ۔ پہلا لڑکا جب پیدا ہوا تو اس کا نام میری دادی جان نے عبد الرؤف رکھا ۔ چونکہ اس کی ولادت سے دو چار ماہ قبل ہی میرے محترم چچا ملک عبد الرؤف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جوانی کے ایام میں جدہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے گاڑی کے حادثہ میں انتقال ہوگیا تھا اس کی ولادت کے دوران یہ سیاہ کار " اوجز " کی طباعت کے سلسلہ میں مصر میں تھا ۔ گھر والوں نے ایک تار اس سیاہ کار کو دی ۔ اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کو مدینہ منورہ میں اطلاع کی تو حضرت قدس سرہٗ نے اس سیاہ کار کو قاہرہ تار دی جس میں تحریر فرمایا :

" لڑکے کی مبارک باد ۔ اللہ اسے ولی بنائے "

حالانکہ ایسے مواقع پر تار وغیرہ دینے کا حضرت کا دستور و مزاج نہیں تھا ۔ حضرت نے ہی اس کا عقیقہ بھی کروایا ۔ مکہ مکرمہ میں اس کے علاوہ عقیقہ ہوچکا تھا ۔ اور الحمد للہ یہ قرآن شریف حفظ کر رہا ہے تین پارے ہوچکے ہیں ۔

دوسرا بچہ بھی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوا جس کا نام والد صاحب نے عمر رکھا کہ انہوں نے امریکہ میں جب جماعت میں نکلے ہوئے تھے تو خواب دیکھا تھا کہ میرا لڑکا میرے ساتھ ہے اور وہ اسے عمر کہہ کر پکار رہے ہیں ۔

تیسرا بچہ حضرت قدس سرہٗ کے انتقال کے پورے ایک ہفتہ بعد یعنی ۸ر شعبان ۱۴۰۳ھ کی شب آدھی رات کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوا۔ اکثر گھر والوں کے ذہن میں یہی تھا کہ اس کا نام "زکریا" رکھا جائے گا مگر اس سیاہ کار پہ طبعی طور پر حضرت کا ادب و احترام غالب آیا کہ بچے کو بار بار میں کیسے "زکریا" کہہ کر پکاروں گا۔ اور حضرت کی نسبت و تعلق کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری تھا۔ لہذا سوچا کہ حضرت کی صفات کثیرہ میں علم کی صفت نمایاں ہے اور حضرت کو صحابہ کرام سے دلی تعلق و محبت تھی۔ سوچا کہ صحابہ میں کون اس صفت علم میں ممتاز تھے؟ ایک دم ذہن میں حضرت معاذ بن جبل رضی ہی آئے۔ لہذا اس کا نام اس نسبت سے "معاذ" رکھا گیا۔

"سعودیہ" کے متعلق ایک افواہ کی تحقیق

اس سیاہ کار نے مکہ مکرمہ میں ہی ہوش سنبھالا جو کہ سعودی عرب کا ایک متبرک شہر ہے۔ اور سعودی حکومت اس وقت دنیا میں شرعی طور پہ واحد اسلامی حکومت ہے۔ جس کا دین اسلام اور مذہب سُنّی حنبلی ہے۔ یہاں حدود شرعیہ کا نفاذ ہے اور بیشتر انتظامی امور میں بھی شرعی احکام کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اور سربراہان مملکت ڈنکے کی چوٹ اس کے اسلامی حکومت ہونے کا نہ صرف اقرار ہی کرتے ہیں بلکہ ہر جگہ فخریہ انداز سے اسے بیان کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس کی دعوت بھی دیتے ہیں۔

یہاں قضاۃ اور تعلیم تمام محاکم و عدالتیں اور تمام مکاتب و مدارس و کالجوں وغیرہ میں فقہیات میں فقہ حنبلی پہ ہی عمل درآمد ہے۔ اور ذاتی طور پر ہر شخص کو مذاہب اربعہ معتمدہ میں سے کسی مذہب پر بھی عمل کرنے کی آزادی ہے۔ البتہ عمومی قانون تو ایک ہی مذہب کے مطابق ہو سکتا ہے، اور چونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کٹر حنبلی تھے، جو کہ حکومت کے پیش رو ہیں، اس لئے عملاً قانوناً حنبلی مذہب

اختیار کیا گیا ہے۔

اسی طرح صحیح شرعی سلوک و تصوف کے بھی اصلاً شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے آل و احفاد اور علماء حنابلہ راسخین بالکل خلاف نہیں ہیں۔ ان حضرات کے پیش رو و اکابر شیخ الاسلام ابن تیمیۃ الحنبلی الحرانی اور حافظ ابن القیم الحنبلی کی کتب و آراء اس بارے میں مشہور ہیں۔ خود سعودی حکومت نے اپنے خرچ پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتاویٰ چھپوائے ہیں، اس میں پوری دو جلدیں تصوف و سلوک ہی کے بارے میں ہیں، جس میں شرعی سلوک و تصوف کے بارے میں صاف اور واضح الفاظ میں تائید و حمایت بلکہ باطن کی اصلاح کو بعض لحاظ سے شرعاً ظاہر سے زیادہ ضروری اور اہم ثابت کیا گیا ہے۔

شیخ ابن القیم کی عظیم تصنیف "مدارج السالکین" تو ہے ہی تصوف کی مشہور کتاب "منازل السائرین" کی شرح، جس میں تصوف کے مختلف مقامات و احوال و اسرار و رموز سے متعلق ہی ابحاث لطیفہ ہیں۔

اور یہ کتابیں سعودی ادارے مفت بھی تقسیم کرتے ہیں) اور دارالافتاء کی طرف سے نیز وزارۃ الاعلام السعودیہ کی طرف سے تمام تجارتی کتب خانوں میں ان کی اور ان کے علاوہ دوسری ائمہ تصوف کی مشہور کتابیں جیسے امام غزالی کی "احیاء علوم الدین" امام قشیری کا "رسالہ قشیریہ" شیخ سہروردی کی "عوارف المعارف" اور امام ابوطالب مکی کی "قوت القلوب" وغیرہ سرعام ہر جگہ ہر شہر میں خرید و فروخت کی عمومی اجازت ہے۔

اور ظاہر ہے کہ تصوف شرعی کے خلاف ہو بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ تصوف روح دین ہے۔ کہ جہاں بھی دین کا اہتمام ہوگا وہاں ظاہر ہے روح کا بھی فکر ہوگا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ اس روح دین کے بارے میں بعض اصطلات وغیرہ پہ اعتراض ہو۔ اور یہ کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ اصطلاحات میں اختلاف تو دین کے ہر شعبہ میں ہے۔

یہ تو سعودی عرب کا حال تھا۔ اور چونکہ سعودی عرب ممالک عربیہ کا ایک اہم جزء ہے اس لئے مناسب ہے کہ یہاں مختصراً بالعموم عرب ملکوں کا دینی حال بھی عرض کر دیا جائے۔

چونکہ ایک زبان ایک معاشرت ایک دین ہونے کی وجہ سے سارے عرب ممالک ایک لحاظ سے ایک ہی علاقہ تصور کئے جاتے ہیں۔ اور عرب ممالک کل بیس (۲۰) ملک ہیں۔ اور اگر امارات عربیہ متحدہ میں سے ہر امارت کو علیحدہ شمار کیا جائے تو چھبیس (۲۶) ہو جاتے ہیں۔

لبنان چھوڑ کر یہ سب کے سب مسلم ممالک ہیں۔ گو ان کی حکومتوں کی طرف سے بالعموم کوئی دینی پابندی نہیں ہے اور اکثر ملک ان میں پہلے نوآبادیات رہ چکے ہیں اس لئے ان میں یورپی اقوام کے اثرات بھی کافی ہیں۔ مگر اس کے باوجود دیہاتوں اور چھوٹے شہروں میں بالعموم سارے ہی عرب ملکوں میں دینی فضا بہت اچھی ہے۔ بڑے شہروں میں مغربیت کا اثر ہے مگر الحمدللہ جہاں جہاں اچھے انداز سے دینی کوشش علماء و مشائخ کر رہے ہیں اس کے نتائج بھی بہت اچھے نکل رہے ہیں۔

عرب بالعموم دین کے معاملے میں بہت جذباتی ہوتے ہیں اور دین کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماثور جملہ ان کے حق میں بالکل پورا اترتا نظر آتا ہے:

"العرب معدن الاسلام"

ان سب ہی ملکوں میں جگہ جگہ مراکز علمیہ قائم ہیں اور دینی مکاتب و مساجد بکثرت ہیں اور علماء، وعاظ و دعاۃ اور مشائخ اپنے اپنے انداز میں کام کر رہے ہیں۔

ایک بات ان سب عرب ملکوں میں مشترک ہے کہ صرف ایک یا دو علاقے چھوڑ کر بقیہ تمام کے تمام عرب ملکوں میں مشائخ صوفیہ کی لوگوں کے دلوں پہ حکومت ہے اور ہر جگہ ان کا غلغلہ ہے۔ اور سابقہ ایام میں ان حضرات کے اسلاف کی دینی و اصلاحی خدمات بھی ہر جگہ جانی پہچانی اور مسلّم ہیں۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ ان حضرات صوفیہ میں بالعموم بدعات کا کم و بیش خوب رواج و شیوع ہے۔ جیسے کہ ہندوستان و پاکستان میں قدیم مشائخ کی بعض خانقاہوں کا حال ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا بدعت ان صوفیہ کا شعار بن گئی ہے۔ جس کی وجہ سے علماء دین ان بدعات کا رَدّ زور شور سے کرتے ہیں اور کرنا بھی چاہیئے۔

اور الحمدللہ عرب ملکوں میں ہر جگہ بکثرت ایسے مشائخ صوفیہ محققین پیدا ہو گئے ہیں جو اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ تصوف کا بدعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ تصوف اور بدعت کا فی الحقیقت کوئی جوڑ نہیں بلکہ بدعت روحِ تصوف کے بالکل منافی ہے۔

اور الحمدللہ عام طور پہ یہ بات لوگوں کے ذہن میں آرہی ہے۔

اور بنظر غائر و تحقیق سے اگر دیکھا جائے تو ان بدعات کو ختم کرنے کا آسان اور حکمت آمیز راستہ یہی ہے کہ تصوف کو اپناتے ہوئے ان لوگوں کی اصلاح کی جائے، کیونکہ جب آپ تصوف ہی کے خلاف ہوں گے تو تصوف کو ماننے والے جو بھاری اکثریت میں ہیں کیسے آپ کی اصلاحی بات مانیں گے۔ نتیجۃً وہ آپ سے سخت متنفر ہوں گے۔ اور لڑائی جھگڑا پھیلے گا۔

البتہ سعودی عرب میں چونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے متبعین علماء نے رد بدعت کو نہایت شدت و اہمیت سے اپنایا۔ چونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب

کے زمانہ میں یہاں بدعات کا رواج ہی بہت زیادہ تھا۔ اسی طرح رد بھی ہوا۔ اور ہر مصلح کے متبعین میں عام طور پر سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، بعضوں میں حد سے بہت زیادہ شدت بھی آجاتی ہے اور بعض غلو میں آکر کسی اور ہی راہ کی طرف نکل پڑتے ہیں۔

یہی حال یہاں بھی ہوا۔ کہ جب مبتدعین کی طرف سے یہ بات چلتی کہ وہ تصوف کو بھی مانتے ہیں بلکہ تصوف ان کی جان ہے اور وہ بدعت بھی کرتے ہیں تو شیخ کے بعض غالی متبعین نے سرے سے ایسے تصوف ہی کا انکار اور اس کی مخالفت شروع کر دی جس سے کہ بدعت کو شہ ملتی ہو۔ اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہو گئے جو کہنے لگے کہ تصوف ہی بُرا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے تقریراً و تحریراً بیان بھی دیئے۔

مگر محققین اور علماء نے یہ رُخ اختیار نہ کیا۔ البتہ بدعات کی سرکوبی کو بہت اہمیت و شدت سے اختیار کیا جس سے عوام الناس میں سے جو دینی ذہن کے لوگ ہیں ان میں بہت سے لوگ اس پہلے طبقہ سے بھی متأثر ہو گئے جنہوں نے تصوف اور بدعت کو لازم و ملزوم سمجھ لیا۔ اور اس طبقہ کے بعض افراد سرکاری اہم عہدوں پر بھی فائز ہو گئے اور ظاہر ہے جب کوئی شخص کسی عہدہ پہ فائز ہوتا ہے تو اپنی آراء و نظریات کے پھیلانے میں اس عہدہ کو عام طور سے استعمال کرتا ہے۔ جس سے بعض سطحی نظر سے دیکھنے والے باہر کے لوگ بالعموم پورے ملک کے بارے میں ہی یہ اثر لے لیتے ہیں کہ ساری حکومت اور اس کی پالیسی و قانون ایسا ہی ہے۔ حالانکہ تحقیق و عمق کے ساتھ اگر قریب سے اندر آکر دیکھا جائے تو یہی حقیقت نظر آئے گی جو اس سیاہ کار نے عرض کی اور صاف واضح ہو جائے گا کہ ہمارے اکابر حضرت گنگوہی و حضرت سہارنپوری و حضرت تھانوی و حضرت مدنی وغیرہ کا جو بنیادی طور پر دین کے بارے میں مسلک و مشرب تھا اس کے بہت ہی قریب ان حضرات کا بھی ہے۔ یہ کٹر حنبلی ہیں۔ وہ کٹر حنفی ہیں۔ اتباع ہوئی، اجتہاد بدون علم و تفسیر بالرائی وغیرہ امور کے دونوں ہی

سخت خلاف۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بدعات کے سخت دشمن۔ اور اسی طرح وہ بھی رد بدعات میں نہایت سرگرم۔ ان کے ہاں سنت کا ہر امر میں نہایت اہتمام، اسی طرح ان حضرات کے ہاں بھی سنت ہر چیز پہ مقدم۔ اصلاح باطن پہ بہت زور، اور وہاں اصلاح باطن ہی روحِ دین۔ اسی طرح فرق ضالہ قادیانیت، بہائیت، آغا خانیت، شیعیت کے سخت خلاف اور ان فتنوں کی سرکوبی کو عین جہاد دونوں کے اکابر کے ہاں تصور کیا جاتا ہے۔

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے ابتدائی قیامِ حجاز میں رابطۂ عالمِ اسلامی کی کفالت میں شاہ فیصل مرحوم کے امر سے اقامہ بنا اور سعودی عرب کے اکابر علماء کی تصدیق کے بعد یہ بنا اور اس میں حضرت کا مشغلہ " بث العلم "، یعنی علم کا پھیلانا تحریر تھا۔ حالانکہ تمام علماء اس کو جانتے تھے کہ حضرت شیخ اپنے دور میں جیسے حدیث کے امام ہیں اسی طرح تصوف کے بھی شیخ المشائخ ہیں جن کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مریدین ہیں جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

پھر حضرت نے اپنی تصانیف "اوجز" و "لامع" وغیرہ سب ہی اکابر علماء و مشائخ سعودیہ کو ہدیہ بھیجیں اور ایک قاضی القضاۃ مدینہ منورہ کو چھوڑ کر سب ہی مشائخ و علماء نے بہت ہی خوشی سے ان کو قبول کیا۔ قاضی القضاۃ صاحب نے صراحۃً افسوس کے ساتھ یہ عذر کیا:

"میں قاضی ہونے کی وجہ سے کسی کا کوئی بھی ہدیہ قبول نہیں کرتا۔"

اس پہ حضرت بھی بہت خوش ہوئے تھے۔ اور ان کتابوں کے شروع میں ہی حضرت نے جہاں اپنے سلاسل حدیثیہ کا ذکر فرمایا ہے وہاں اپنا سلسلۂ تصوف اور چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی ہونا بھی صاف صاف تحریر فرمایا ہے۔ بعد میں بھی کسی نے کسی کتاب کو واپس نہیں کیا یا کوئی تنقید و تبصرہ کبھی کسی کا اس بارے میں سننے میں

نہیں آیا ۔

پھر ہمیشہ حضرت کہیں بھی ہوں بیعت و ذکر جہری کی مجلس کا باقاعدہ بہت اہتمام سے سلسلہ قائم رہتا تھا اور سبھی کو اس کا علم تھا ۔

اسی دوران حضرت کا تابعیہ (سعودی نیشنلٹی) بھی بنا اور اس موقعہ پر بھی سُنا ہے کہ علماء سے تصدیق کے بعد اس کا امر نافذ ہوا ہے ۔

حضرت کے مرض الوفات اور اس سے پہلے جب کبھی طبیعت ناساز ہوئی تو بکثرت علماء سعودیہ عیادت کے لئے آتے رہتے ۔

پھر حضرت کی وفات پر نماز جنازہ ہی نہیں بلکہ تدفین میں شرکت کرنے والوں میں اکثریت انہی سعودی علماء ہی کی تھی ۔ مسجد نبوی کے تمام ائمہ ، محاکم و عدالتوں کے اکثر قضاۃ ، جامعہ اسلامیہ کے اکثر اساتذہ و طلباء پوری تدفین میں شریک رہے حالانکہ بہت ہی قلیل مدت میں تجہیز و تدفین عمل میں آگئی تھی ۔

یہ حالات اس لئے کچھ تفصیل سے عرض کر دیئے کہ عام طور پہ لوگوں کے ذہنوں میں یہاں کے بارے میں اس کے خلاف مشہور ہے ۔ جس کی مختلف وجوہ ہیں ۔ اب یوں دن گزر رہے ہیں اصل حقیقت واضح ہوتی جا رہی ہے ۔ اور پرانی سختی و بے جا تشدد تو تقریباً ختم ہی ہو گیا ہے ۔ بلکہ اس کی وجہ سے بعض لوگوں میں تصوف کے بارے میں اتنا تساہل آگیا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے بعض بدعات میں بھی تساہل کرنے لگے ہیں ۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا بھی نہیں ہونا چاہئے ۔ جو حق ہے اور شریعت کے مطابق ہے وہ تصوف ہو یا کوئی بھی امر ہو اس کی ہمت افزائی اور تقویت کی کوشش ہونی چاہئے ۔ اور جو باطل ہو بدعت ہو ، شریعت کے خلاف ہو کوئی بھی امر ہو اس کی ہر صورت میں سرکوبی ہونی چاہئے ۔ اور حق و باطل میں جو مغالطہ ہو یا غلط تشہیر کی گئی ہو یا خواہ مخواہ کسی اچھی چیز کو بدنام کیا گیا ہو تو علماء کے ذمہ شرعاً ضروری ہے کہ وہ

پانی کو پانی اور دودھ کو دودھ ثابت کریں ۔

یہ آخری باتیں جو عرض کی ہیں یہ صرف سعودی عرب کے بارے میں ہی ہیں اور بقیہ بچیس[25] عرب ممالک کا حال وہی ہے جو پہلے اوپر تفصیل سے عرض کر چکا ہوں ۔

حضرتؒ کی پہلی زیارت

بچپن سے ہی الحمدللہ چونکہ تبلیغی جماعت سے تعلق ہے اور ہفتہ واری اجتماع کے لئے تقریباً نو[9] سال کی عمر سے ہی جبکہ مکہ معظمہ کا اجتماع مسجد خیف منیٰ میں ہوا کرتا تھا یہ سیاہ کار والد صاحب اور ان کے دوستوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا ۔ اور اسی وقت سے ان کے ساتھ کبھی تین دن کبھی دس دن اور پھر بعد میں چلہ و تین چلوں کے لئے مختلف اوقات میں نکلنا ہوا ۔

اور چونکہ جماعت میں حضرت کی کتب فضائل ہی کی تعلیم ہوتی تھی اور خود گھر میں بھی تعلیم ہوتی تھی اس لئے جانا تو تقریباً نو سال کی عمر سے ہی ہو رہا ہے ۔ البتہ پہلی مرتبہ زیارت اس وقت ہوئی جبکہ مکرم والد صاحب نے مدرسہ کی گرمیوں کی چھٹیوں میں (غالباً تبلیغی خواص کے مشورے سے) اس سیاہ کار کو مفتی زین الدین صاحب کے ساتھ مکہ مکرمہ سے پاکستان بھیجا کہ مفتی صاحب وہاں سے کسی جانے والے کے ساتھ سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں بھیج دیں ۔ اور یہ طے ہوا تھا کہ یہ سیاہ کار کم از کم ایک چلہ حضرت کی خدمت میں رہے گا ۔

فیصل آباد (پاکستان) سے مفتی صاحب نے مکرمی بھائی تاج القادری جو حضرت رائے پوری کے مریدین میں سے تھے اور رائے پور حضرت کی خدمت میں جا رہے تھے ان کے ساتھ کر دیا ۔ اور چونکہ رائے پور جانے والے بالعموم حضرت شیخ کے ہاں حاضری دے کر آگے جاتے تھے ۔ اس لئے انہوں نے مجھے وہاں چھوڑ دیا ۔ اور غالباً مفتی صاحب نے اس سیاہ کار کے بارے میں حضرت کے نام خط میں تفصیل

لکھی تھی۔

یہ اس وقت پہلی بار حضرت قدس سرہٗ کی زیارت ہوئی۔ اس وقت میں دو ہفتہ حضرت کی خدمت میں سہارنپور رہا اور اسی وقت سے حضرت سے قلبی تعلق ہوگیا مگر حضرت کے ہاں چونکہ حاضری کے اوقات متعین تھے، صبح چائے پھر دوپہر کا کھانا اور عصر کی چائے پھر عشاء کے بعد خدام کی مجلس جس میں یہ عاجز اس وقت سے ہی حاضر ہوتا تھا، بقیہ اوقات میں یا مہمان خانہ میں بیٹھ کر گزارتا تھا یا ادھر ادھر گھوم لیتا جس سے حضرت کو یہ اندازہ ہوا کہ وقت ضائع ہو رہا ہے لہٰذا دو ہفتہ کے بعد حضرت نے مجھے آمادہ کر کے رائے پور بھیج دیا کہ تم چلو اور میں بھی وہیں آرہا ہوں۔ اور کسی جانے والے کے ساتھ رائے پور بھجوا دیا۔

وہاں پہنچنے کے غالباً ایک ہفتہ کے بعد حضرت شیخ بھی تشریف لے آئے۔ اور آنے کے غالباً دوسرے دن ہی جبکہ حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ آمنے سامنے چارپائیوں پر تشریف فرما تھے اور بقیہ حضرات زمین پہ بیٹھے تھے۔ حضرت نے مجھے بلوایا اور آہستہ سے مجھے فرمایا کہ:

"ادھر جاکر حضرت (رائے پوری) سے بیعت ہو جاؤ۔"

یہ سیاہ کار حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کی طرف چلا گیا تو حضرت شیخ نے عرض کیا:

"حضرت! اسے بیعت فرمالیں۔"

حضرت رائے پوری میری طرف متوجہ ہوئے اور سرگوشی کے انداز میں بہت آہستہ سے فرمایا:

"ادھر حضرت (شیخ) ہی سے جاکر بیعت ہو جاؤ۔"

یہ سیاہ کار چارپائیوں کے گرد ہوتا ہوا پھر حضرت شیخ کے پاس آگیا اور عرض کیا کہ:

"حضرت فرماتے ہیں کہ آپ ہی سے بیعت ہو جاؤں۔"

تو حضرت نے ذرا ڈانٹ کر فرمایا کہ:

"نہیں، چلو وہیں۔ حضرت (رائے پوری) سے ہی بیعت ہونا ہے۔"

یہ سیاہ کار پھر چارپائیوں کا چکر کاٹتے ہوئے حضرت رائے پوری کے پاس آگیا حضرت (رائے پوری) نے پھر آہستہ سے اور اصرار سے فرمایا:

"تم وہیں جاؤ، حضرت (شیخ) ہی بیعت فرمائیں گے۔"

میں پھر انہی قدموں حضرت شیخ کی طرف آنے لگا، مگر حضرت (شیخ) نے زور سے ڈانٹ کر فرمایا کہ:

"ادھر کیوں آرہے ہو؟ وہیں حضرت (رائے پوری) کے پاس ہی رہو، حضرت ہی سے بیعت ہونا ہے۔"

اور پھر حضرت رائے پوری سے سفارش کے انداز میں عرض کیا کہ:

"حضرت! آپ ہی بیعت فرمالیں۔"

اور پھر حضرت رائے پوری نے بیٹھنے کا حکم فرمایا اور اس سیاہ کار نے حضرت کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دے دیئے (غالباً حضرت مولانا عبدالمنان صاحب خادم خاص نے ہی میرے ہاتھ حضرت کے ہاتھوں میں دیئے) اور پھر حضرت رائے پوری قدس سرہٗ نے بیعت فرمالیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا اس وقت ایک ہفتہ قیام رہا۔ اور پھر حضرت قدس سرہٗ کی معیت میں ہی سہارنپور واپس آگیا۔ اور پھر غالباً ایک ہفتہ سہارنپور میں مزید قیام کیا اور پھر نظام الدین ہوتے ہوئے پاکستان واپس آگیا۔ اور پھر وہاں سے مکہ مکرمہ روانہ ہوگیا۔

حضرت کی شفقتیں

سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا لکھوں؟ اسے انتہائی شفقت سے تعبیر کروں یا محبت سے یا دوستی سے، واستغفر اللہ

..... مگر اتنا ہے کہ جو پیری مریدی کے تعلق کے بارے میں عام تصوف و سلوک کی کتابیں پڑھنے کے بعد ایک مہیب و مخیف تصور پیدا ہوتا ہے اس کے بالکل برعکس معاملہ فرماتے تھے۔ لیکن الحمدللہ حضرت کے اس معاملہ نے کبھی قلبی وقار و عظمت میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا۔ والحمدللہ۔

اس سیاہ کار کے معمولات ہی کیا تھے ؟ بارہ تسبیح کا ذکر عنایت فرمایا تھا۔ مختلف اوقات میں دو تین دفعہ اس کو بڑھانے کی خواہش کا اظہار کیا تو ہر دفعہ بے نیازی سے فرما دیا کہ :

"نہیں ، کیا ضرورت ہے ؟!"

حضرت ہمیشہ دوستی کم کرنے کی اہمیت اس سیاہ کار کو فرماتے رہے۔

ایک دفعہ یہ سیاہ کار گاڑی چلا رہا تھا ، حضرت ساتھ بیٹھے تھے بقیہ ساتھی پیچھے تھے۔ حضرت نے وقت کا پوچھا (یہ سیاہ کار اس زمانہ میں اہتمام سے گھڑی نہیں پہنتا تھا ، حضرت کو بھی اس کا علم تھا اور اسی کا گویا خیال فرما کر ذرا غصہ سے فرمایا :

"تم تو کہہ دو گے گھڑی نہیں ہے"

اور پھر غصہ ہی میں سکوت فرمایا۔ جس کا اس سیاہ کار پر اثر ہوا۔ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا:

"پیارے ! تم جیسے مشغول آدمی کو تو اہتمام سے ہر وقت گھڑی رکھنی چاہئے ورنہ نظام نہیں قائم رہ سکتا"

نیز اس سیاہ کار کو خاص طور سے بار بار فرماتے تھے کہ :

"خواہ مخواہ ادھر ادھر کے کام اپنے ذمہ نہ لیا کرو ، ہر دلعزیز بننے کی کوشش نہ کیا کرو ، کسی کی خواہ مخواہ ضمانت نہ لیا کرو اور اپنے کام کم کرنے کی فکر کرو"

ایک دفعہ عصر کے بعد کی مجلس میں حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کے ملفوظات میں

ایک نصیحت حضرت کی اس طرح کی آئی کہ :

"سالک کو چاہئے کہ اپنی دلجمعی کو قائم رکھنے کی فکر کرے اور خواہ مخواہ لوگوں کی ضمانت نہ لے ....." وغیرہ۔

تو حضرت نے کتاب رکوا کر خاص طور سے اس وصیت کو ایک پرچہ پر لکھوایا اور پھر مجلس کے بعد اس سیاہ کار کو وہ پرچہ دیا کہ :

"اسے روزانہ پڑھا کرو"

خلافت

شب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ سہارنپور دار جدید کی مسجد کے معتکف میں تہجد کے وقت الحاج بھائی ابوالحسن صاحب کے ذریعہ بلایا۔ یہ سیاہ کار بہت ڈرا ہوا تھا کہ ایک رات پہلے ہی حضرت ہلکے الفاظ میں ڈانٹ چکے تھے کہ رمضان شریف کا وقت اچھی طرح نہیں گزارا۔ ڈرتا ڈرتا حاضر ہوا تو حضرت نے سبز عمامہ باندھا ہوا تھا۔ پھر وہی عمامہ اس سیاہ کار کو پہنا دیا اور اجازت مرحمت فرمائی۔ بعد میں خاص طور سے دوستی کم کرنے اور دنیاداروں کی صحبت سے بچنے کے لئے خاص طور سے فرمایا۔

خانقاہی نظام کی تاکید

حضرت اقدس اپنے اکثر خلفاء و مجازین کے بارے میں نہ صرف متمنی تھے کہ وہ اپنی اپنی جگہ جم کر بیٹھیں اور خانقاہی نظام قائم کریں۔ بلکہ بہت سوں کو باقاعدہ اس کا حکم بھی فرمایا ، اور شدت سے اصرار کر کے ان کی جگہ قائم کروایا۔ اور آخری سالوں میں تو کثرت سے اس کا اظہار فرماتے تھے۔

البتہ یہ سیاہ کار چونکہ حضرت کے ساتھ ہی ہوتا تھا۔ اس لئے اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ویسے فی الجملہ اپنے ساتھ رہنے والے دو چار سے ہمیشہ بہت ہی اہمیت سے فرماتے رہتے :

"پیارو! اب ہم تو چلے۔ بس تم لوگوں سے ہی کچھ امید ہے۔"

خصوصاً حضرت صوفی اقبال صاحب سے خاص طور پہ فرماتے کہ:

"صوفی جی! اب یہ کام تم ہی نے کرنا ہے، سلسلے کو چلاؤ۔ تواضع میں آگر کہیں سلسلہ ہی نہ ختم ہو جائے۔"

اسی طرح کے مختلف جملے فرماتے رہتے، اور آہیں بھی بھرتے رہتے۔

اسی طرح اپنے حجاز مقدس کے قیام کے دوران جب صاحبزادہ امجد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی کے بارے میں یہ خبریں ملتیں کہ ان کے ہاں باقاعدہ ذکر کی مجلس وبیعت کا سلسلہ وغیرہ معمولات خانقاہیہ جاری ہیں تو ان کو تو بالعموم کچھ نہ لکھتے البتہ خدام کے سامنے بہت ہی خوشی کا اظہار فرماتے۔

اشاعت کتب کی خدمت

"لامع الدراری" جب ٹائپ پر چھپ کر آئی تو اس سیاہ کار اور مولانا اسماعیل بدات صاحب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ "لامع" کو اصل قرار دیتے ہوئے اس میں جو مواد "الابواب والتراجم" کا رہ گیا ہے اور اسی طرح جو مواد تقریر بخاری اردو کا اس میں نہ ہو اس کو معرب کر کے ان کے مواقع پر بڑھا دیا جائے اور پھر اصل متن بخاری کے ساتھ اس کو چھپوایا جائے تاکہ یہ گویا بخاری شریف کی مکمل شرح ہو جائے اور یہ کہ اس کام کو یہ سیاہ کار، مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری و مولانا حبیب اللہ صاحب چھپارنی مل کر کرلیں۔ تو حضرت نے بہت پسند فرمایا اور اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

نیز وفات سے کچھ ماہ قبل مکہ مکرمہ میں اس سیاہ کار نے "ریاض الصالحین" کی کچھ حدیثیں پڑھ کر اجازت بھی لی اور اس کی مختصر شرح کی اجازت اور دُعا کے لئے بھی عرض کیا۔ حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا اور دُعا بھی فرمائی۔

اس سے قبل "شریعت وطریقت" کی تعریب بھی کروائی۔ اس کے علاوہ "الاعتدال فی مراتب الرجال" کی تعریب کی اجازت بھی حضرت سے لی ہوئی ہے۔ جو انشاء اللہ عنقریب مکمل ہو جائے گی۔

فرقِ باطلہ کی تردید

چونکہ یہ سیاہ کار ہمیشہ کوشش کرتا تھا کہ اکثر وقت حضرت ہی کی خدمت عالیہ میں گزرے اور حضرت کو بھی یہ پسند تھا۔ اس لئے اس کا موقع تو کبھی آیا نہیں کہ حضرت نے کسی خاص تحریک کے لئے فرمایا ہو۔ البتہ رد قادیانیت، ردِ رفض وتشیع ورد مودودیت کے میدانوں میں جو اکابر کام کر رہے ہیں ان کے ساتھ اس سیاہ کار کا خصوصی تعلق اور وقتاً فوقتاً مختلف قسم کا تعاون حضرت کے علم میں تھا، اور کبھی کوئی بات اہم یہ سیاہ کار بھی عرض کر دیتا تھا تو حضرت ہمیشہ بہت خوشی کا اظہار فرماتے۔

تبلیغ تو حضرت ہی کا کام ہے

تبلیغی کام تو گویا حضرت کا اپنا ہی کام تھا اور حضرت شاہ مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہٗ کے انتقال کے بعد تو عملاً باقاعدہ سرپرست ہو گئے تھے اور ہر وقت اس کے فروغ وتقویت اور اصلاح وفتنوں ومخالفتوں سے حفاظت کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرماتے۔ جہاں کہیں اس مبارک کام کی ادنیٰ مخالفت کان میں پڑتی تو اس کے ازالہ کی فکر فرماتے۔

اسی طرح اس کام میں لگنے والے مخصوص افراد سے خصوصی تعلق ومحبت فرماتے اور اگر کبھی کوئی خلاف امری بات کا پتہ چلتا تو اپنے اس خصوصی تعلق کو کام میں لاکر مؤثر تنبیہ فرماتے۔

بیعت ہونے والوں کو خصوصیت سے معمولات کی پابندی کی عادت ڈالنے کے لئے خاص طور سے کچھ وقت جماعت میں لگانے کے لئے فرماتے۔

اس سیاہ کار کو تین چلّوں کے لئے امریکہ جانے کا حکم فرمایا، اور اس کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً مختلف اجتماعات و مواقع پر وقت لگانے کی اجازت مانگنے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ادعیہ سے نوازا۔

مکہ مکرّمہ میں مدرسہ کی بنیاد

مکہ مکرمہ میں گھر کے پاس ایک قطعۂ زمین حضرت والد صاحب مدظلہٗ نے مدرسہ کے لئے مخصوص فرما دیا تھا، حضرت قدس سرہٗ نے وہاں تشریف لاکر بنفسِ نفیس اس کی بنیاد رکھی اور اپنے دست مبارک سے اینٹ جمائی۔

الحمدللہ یہاں قرآن شریف حفظ و ناظرہ کی تعلیم اسی وقت سے جاری ہے۔

حضرت صوفی محمدّ اقبال صاحب

مہاجر مدنی زید مجدہم

اسم گرامی محمد اقبال ابن ڈاکٹر خلیل الرحمٰن مرحوم ہوشیار پوری۔

پتہ معرفت پوسٹ بکس ۱۱۹۶ مدینہ منورہ، سعودی عرب۔

تاریخ پیدائش ۱۹۲۶ء۔

مکتبی تعلیم چونکہ ہمارا خاندان کوئی دینی اور علمی نہیں ہے، ایک متوسط درجہ کی دینداری ہے جس کی وجہ سے بچپن میں سرکاری اسکول میں داخل کیا گیا، اور تیسری جماعت کے دوران قرآن پاک ناظرہ پڑھانے کے لئے حسب رواج مسجد میں ایک مکتب کے سپرد ہوا۔ استاذ صاحب ایک باخدا درویش صفت عالم باعمل حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ کے شاگرد اور مُرید حضرت مولانا قاری محمد ابراہیم صاحب قدس سرہٗ تھے، جو تعلیم کے ساتھ طلبہ میں دینی جذبات و دینی تربیت کے بڑے حریص تھے۔ چھوٹے بچوں کو تعلیم میں تعلیم الاسلام سے لیکر اردو، فارسی، عربی

کی ابتدائی تعلیم بھی دیتے اور اپنے عمل اور نصائح سے تربیت بھی فرماتے تھے۔

غالباً دو تین ماہ بعد والدہ مرحومہ کی بیماری کی وجہ سے میں نے مسجد میں جانا چھوڑ دیا جس پر گھر والوں نے کوئی توجہ نہیں کی کہ وہ مسجد میں بٹھلانے کی رسم پوری کر چکے تھے کیونکہ میری سکول کی تعلیم کے متعلق کسی کو کوئی شکایت نہ تھی بلکہ سکول میں محنتی اور اچھے طلباء میں شمار تھا اس لئے دینی تعلیم سے محرومی کو گوارا کر لیا گیا۔

عربی تعلیم کی ابتداء

اس کے تین سال بعد جب کہ چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا تو خود بخود قرآن پڑھنے اور دینی علم حاصل کرنے کا شوق ہوا اور بطور خود حضرت قاری صاحب کے پاس حاضر ہو کر پڑھنا شروع کیا۔

اب انہوں نے پوری توجہ فرمائی اور اُردو کی دینی کتب بھی پڑھنے کے لئے دینا شروع کر دیں، جس سے مجھ پر دینی جذبات کا خوب غلبہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ میٹرک پاس کرنے کے بعد آگے تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیا اور عالم دین بننے کیلئے حضرت مولانا علی میاں صاحب کی خدمت میں ندوۃ العلماء چلا گیا۔ حضرت قاری صاحب کی طرح حضرت مولانا علی میاں صاحب نے بہت ہی خصوصی توجہات سے نوازا اور مجھے بھی ان کے ساتھ عشق کے درجہ میں محبت ہو گئی۔ لیکن صحت پہلے سے کمزور تھی وہاں چند ماہ کے اندر سخت بیمار ہو گیا۔

حضرت مولانا سے ابتدائی عربی کی کتابیں اور کچھ ترجمہ قرآن پاک اور ریاض الصالحین پڑھتا تھا کہ حضرت مولانا نے میرے اندر اعلیٰ دینی ماحول کی طلب پا کر مجھے دارالعلوم دیوبند چلے جانے کا مشورہ دیا اور حضرت شیخ الفقہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے نام اپنا سفارشی خط بھی دیا جس نے حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کو بہت متوجہ کر دیا، مگر بدقسمتی سے وہاں بھی بیمار

ہی رہتا تھا۔ نور الانوار اور کنز الدقائق تک پہنچا تھا کہ بار بار بیمار ہو جانے کی وجہ سے تعلیم کا یہ سلسلہ ختم کرنا پڑا۔

اب اکابر کی اُردو تصانیف کے پڑھنے کا مشغلہ رہا خصوصاً حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہم کی کتب خوب پڑھیں۔ اب تک نماز روزے کے ساتھ ایک عام آدمی کی طرح پوری زندگی گزر چکی، اب خاتمہ کا منتظر ہوں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور حُسن خاتمہ سے نواز دے۔

نکاح

تیس سال کی عمر میں ایک عالم باعمل حضرت اقدس مدنی کے خادم حضرت مولانا غلام فرید صاحب کی لڑکی سے نکاح بھی ہو گیا تھا اولاد کوئی نہیں ہوئی۔

ہوشیار پور

پاکستان بننے سے پہلے ہمارے وطن ہوشیار پور میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، حضرت رائے پوری، حضرت تھانویؒ کے خصوصی متعلقین و مریدین کی ایک بڑی جماعت تھی جن کے باہم سیاسی اختلافات کے باوجود آپس میں بہت گہرا تعلق تھا۔ یہی میرا شب و روز کا ماحول تھا۔ پاکستان بننے کے بعد یہ ماحول بھی ختم ہوا۔

بچپن کی بیعت

اسکول میں پڑھنے کے دوران چونکہ اکابرین کی کتابیں پڑھتا تھا۔ حضرت تھانویؒ سے بیعت کا شوق ہوا۔ مکاتبت رہی لیکن کم سنی کی وجہ سے حاضری کی نوبت نہیں آئی کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔

سکول پڑھنے ہی کے زمانہ میں حضرت اقدس رائے پوریؒ جب ہوشیارپور تشریف لائے تو اُن کی زیارت اور دو دو روز اُن کی صحبت میں رہنا ہوا۔

لیکن بیعت کا شوق چونکہ حضرت تھانویؒ سے تھا اس لئے حضرت کے

اجل خلفاء میں سے حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے بیعت کرلی کہ وہ ہوشیارپور کے قریب ہی شہر جالندھر میں قیام فرماتے تھے انہوں نے طالب علمی اور کم سنی کی وجہ سے کوئی ذکر و شغل تو نہیں تعلیم کیا کچھ درود شریف اور باطنی اخلاقی اصلاح کی نصیحت فرمائی ۔ میں اس وقت غالباً بالغ بھی نہ ہوا تھا ۔

حضرت سے بیعت

اسی دوران رمضان المبارک میں مَیں اپنے قاری صاحب کے ساتھ مسجد میں معتکف تھا اور شمائل ترمذی کا ترجمہ خصائل نبوی کا مطالعہ کرتا تھا ۔ کہ مجھے خواب میں حضرت اقدس شیخ قدس سرہٗ کی زیارت ہوئی اور اُن سے دودھ کا پینا بھی یاد پڑتا ہے ۔ اس خواب کے بعد جبکہ شمائل ترمذی میں "باب مزاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم" آیا تو ایک حدیث جس میں یا اباعمیر ما فعل النغیر آتا ہے کی شرح میں حضرت نے تحریر فرمایا:

"اس حدیث

بندہ کے دل پر ان دو سطروں کا غیر معمولی اثر ہوا اور محسوس ہوا کہ یہ بات کسی عاشق صادق کے دل سے نکلی ہے ۔ بندہ چونکہ بیعت سلوک کا مقصد محبت و اخلاص ہی کا حصول سمجھتا تھا اس لئے دل میں پختہ ارادہ ہوگیا کہ اس کتاب کے مصنف ہی کو اپنا آقا اور مرشد بنانا ہے ، اور یہ شوق دل و دماغ پر اس قدر مسلط ہوا کہ اپنا پہلا بیعت ہونا یاد ہی نہ رہا ۔

لیکن حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی کتب کے مطالعہ سے اس بات کا خیال تھا کہ بیعت میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے ، پہلے آمد و رفت و تعلقات قائم کرکے مناسبت پائی جانے کے بعد ہی بیعت کروں گا ۔ چنانچہ دیوبند کے

زمانۂ تعلیم میں کچھ عرصہ بغیر بیعت کے حضرت شیخؒ سے تعلق رہا ۔

پھر ۴۵ء میں ایک روز حضرت اقدس سے بیعت کی درخواست کی ۔ اس پر حضرت نے بہت حیرانی اور تعجب سے جواب دیا کہ :

"اس بات کا مجھ سے کیا واسطہ ، اس کے لئے میرے دو بزرگ حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ اور حضرت اقدس رائے پوریؒ موجود ہیں ۔ دیوبند تو تمہارا قیام ہے اور رائے پور بھی تم جاتے رہتے ہو ایک چاند ہے ایک سورج ہے جس طرف تمہارا خیال ہو ضرور بیعت ہوجاؤ ۔"

مگر احقر نے کئی دن اصرار کے بعد جب یہ عرض کیا کہ مجھے حضرت ہی سے بیعت ہونا ہے اگر حضرت کسی وجہ سے بیعت نہیں فرماتے تو بندہ کسی اور جگہ بیعت ہی نہیں ہوتا ۔ اس پر حضرت نے استخارہ کرنے کا حکم فرمایا ۔ بندہ تعمیل ارشاد کے بعد جب بیعت کے لئے حاضر ہوا تو اس وقت نہایت بشاشت اور ناقابل بیان خصوصی توجہ سے مدرسہ قدیم کی مسجد میں بیعت فرماکر ابتدائی معمولات مختصر تجویز فرما دیئے ۔

بیعت کے بعد کسب فیض

اور پھر حضرت کی طرف سے اور حضرت کے حکم و ہدایات کے مطابق حضرت شیخ الاسلام اور حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہما کی خدمات میں اخذ فیض کا شرف حاصل ہوتا رہا اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے تعلق ان حضرات اور دیگر مشائخ کی خصوصی توجہات کا ذریعہ بنتا رہا ۔

اب تو لکھتے ہوئے شرم آتی ہے تقسیم ملک کے وقت بندہ جب نظام الدین سے پاکستان آرہا تھا تو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ نے بندہ کے ہمراہ پاکستانی تبلیغی احباب کو میری غیبت میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ :

"دیکھو اس کا بہت خیال رکھنا یہ تمام بزرگوں کا منظور نظر ہے"۔

حضرت کی خدمت میں حاضری سے پہلے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا تو وصال ہو چکا تھا۔ اس وقت حضرت اقدس بیعت ہونے کی درخواست کرنے والوں کو عموماً حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوریؒ ہی کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے حالانکہ یہ دونوں حضرات سلسلہ کی شاخ امدادیہ خلیلیہ میں سے نہیں ہیں، اور تبلیغ سے شغف رکھنے والوں کو حضرت جی مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے رجوع کا مشورہ دیتے۔ یہ جذبۂ خیر خواہی اور اخلاص مشائخ زمانہ کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔

پہلی زیارت

حضرتؒ سے پہلی ملاقات ۱۹۴۴-۴۵ء میں دوران قیام ندوہ ہوئی، اس وقت بندہ کی عمر تقریباً انیس (۱۹) سال اور حضرت اقدس کی عمر مبارک تقریباً اڑتالیس (۴۸) برس کی تھی۔ بندہ لکھنؤ سے وطن جاتے ہوئے ایک روز کے لئے بغرضِ زیارت سہارنپور ٹھہرا تھا۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب کا تعارفی خط بندہ کے پاس تھا، بندہ رات کو بے وقت پہنچا اس لئے اپنے ایک واقف طالب علم کے پاس قیام کیا اور صبح بوقت چائے مع طالب علم ساتھی کے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس طالب علم کو ڈانٹا کہ تم نے میرے مہمان کو اتنی دیر سے کیوں ملایا؟ بندہ سے نظام پوچھا عرض کیا کہ صرف ایک روز ٹھہرنے کی گنجائش ہے، صبح کی گاڑی سے گھر جانا ضروری ہے۔ حضرت نے ایک صاحب کے ساتھ مدرسہ، کتب خانہ وغیرہ سب دکھلایا، اور کھانے، مجلس اور ملاقات کے اوقات بھی بتا دیئے۔

اصلاح چلتے چلاتے نہیں ہوتی

دوسرے روز اپنے خادم خاص مولوی نصیر الدین صاحب مرحوم کو

اہتمام سے حکم فرمایا کہ ان مولوی صاحب کو سب سے پہلے چائے سے فارغ کر دو کیونکہ ان کی گاڑی کا وقت ہو رہا ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ ایک روز ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس پر بڑے تعجب سے استفسار فرمایا کہ:

"کیا بات پیش آگئی؟ ملاقات ہو گئی، مدرسہ دیکھ لیا، اب کیوں ٹھہر رہے ہو جبکہ کل تو کہہ رہے تھے کہ ایک دن رہنا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ سہارنپوری مجھے یہاں سے بھگا رہا ہے، ٹھہرنے کی وجہ پوچھ رہا ہوں کہ اگر کوئی چیز وغیرہ خریدنا ہو تو میں حضور کی کوئی مدد کر سکوں؟"

عرض کیا کہ اور کوئی کام نہیں ہے، یہ سنا ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں اصلاح ہوتی ہے۔ اس لئے ایک دن اور ٹھہر رہا ہوں۔ ہنس کر فرمایا:

"واہ! تم سمجھتے ہو کہ گھر جاتے ہوئے راستہ میں لگے ہاتھ اصلاح بھی کرواتا جاؤں میں اس خدمت کے لئے بھی حاضر ہوں مگر یہ کام چلتے چلاتے نہیں ہوتا، اچھا شوق سے ٹھہرو۔"

مرشد کے انتخاب میں وجہ ترجیح

بندہ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی کتابیں کثرت سے پڑھ چکا تھا۔ جن کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ طبعی مناسبت اور حضرت کی توجہ مبارک سے بے اختیاری محبت محسوس کر کے مشائخ وقت میں سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اپنا مربی و مرشد بنایا۔

حضرت میں منجملہ دیگر اوصاف کے بندہ کے اس وقت کے ناقص خیال میں ایک خصوصیت حضرت کی عمر شریف کا تھوڑا ہونا بھی تھا۔ اس وقت خیال تھا کہ بہت بوڑھا شیخ کیا تربیت و نگرانی کر سکتا ہے۔ اس خیال کا غلط ہونا خود حضرت شیخ کے بڑھاپے میں کام کرنے کو دیکھ کر ثابت ہو گیا۔

حضرت شیخؒ — شفیق مربّی مُرشد

غیر ضروری سوالات پر لطیف تنبیہ!

بیعت کے بعد ابتدائی معمولات پر عمل کے ساتھ بندہ کو حضرت کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ رہنے اور دوری کی حالت میں حضرت کی کتب کا مطالعہ اور کثرت سے مکاتبت رہی، مگر اس مکاتبت میں بندہ کے اکثر اپنے عام حالات اور دعا اور توجہ کی درخواست ہوتی تھی۔ اصلاح باطن اور سلوک کے متعلق بہت کم سوالات ہوتے تھے۔ جن کا مختصر اور شافی جواب حضرت مرحمت فرما دیتے۔

اور تصوف کی لائن کی کوئی بات اپنے حال سے اونچی یا غیر متعلق پوچھی تو اس طرح کا جواب ہوتا تھا کہ:

"یہاں تک تو ابھی میں بھی نہیں پہونچا"۔

حضرت کا انداز تربیت

معمولات کی پابندی کی اطلاع پر مسرت کا اظہار ہوتا اور سستی کی اطلاع پر تنبیہ ہوتی اور کسی اچھے حال کے اظہار پر کبھی سکوت اور کبھی معمولی مسرت کا اظہار ہوتا اور بدحالی اور مایوسی کے اظہار پر مسرت اور ہمت افزائی کا مضمون ہوتا۔

حضرت کے ہاں معمولات اور ذکر کی پابندی اور اعمال کی نگرانی اور اہمیت تھی، معاملات اور اخلاق کے معاملہ میں سخت گرفت تھی، لیکن باطنی سطحی احوال کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی۔ اصل تعلق باللہ اور محبت کے احوال اور ذکر سے وابستگی پر زور تھا۔

ان سب باتوں کے متعلق تحریری ارشادات کم تھے۔ حضرت کے مختصر زبانی فقروں اور چہرہ مبارک کے انداز سے جوابات ملتے اور فیضِ صحبت سے راہنمائی ہوتی، اس لئے ان جذبات کو یاد کرکے تحریر میں لانا بندہ کی موجودہ بیماری کی حالت میں بہت مشکل ہے۔

تقسیم ملک سے قبل کے خطوط ہندوستان رہ گئے اور مدینہ پاک کے قیام سے قبل حضرت کے دستِ مبارک کے لکھے ہوئے خطوط بعض وجوہ سے میرے پاس محفوظ نہیں رہے، تلاش کرنے سے مل جائیں گے تو ارسال خدمت کردونگا۔

ذوق معاملات

بندہ چونکہ کم سنی سے حاضری اور علم سے بے بہرہ اور کند ذہن بھی ہے، اور حضرت کے مزاج مبارک میں نگرانی اور روک ٹوک اور ڈانٹ کی عادت نمایاں تھی جیسا کہ اپنوں سے مزاح، خوش طبعی اور غیروں سے تسامح کرنا یہ اوصاف بھی نمایاں تھے۔ جتنا جتنا بندہ کا تعلق بڑھتا گیا اور بندہ کی تالیف قلب کی ضرورت کم ہوتی گئی حضرت کی طرف سے محاسبہ بھی بڑھتا گیا۔ اور آخری سالوں میں بندہ کی بیماریوں اور شاید کچھ محبت کی وجہ سے ابتداء کی طرح پھر تسامح اور دلداری کا معاملہ ہوگیا اس لئے بارہا فرماتے تھے کہ:

"تمہیں ہر وقت اور ہر قسم کی بات کرنے کی اجازت ہے تمہارے اوپر کوئی قانون نہیں"۔

حتیٰ کہ میرے ایک عریضہ کے جواب میں گرامی نامہ مورخہ ۱۹ر نومبر ۱۹۸۰ء میں تحریر فرمایا:

"ارے پاگل کب تک میری ناراضگی سے ڈرتا رہے گا، تم ان لوگوں میں نہیں ہو جن سے ناراض ہوں"۔

ڈانٹ کے واقعات یاد کر کے لکھنے کی اس وقت طاقت نہیں، چند واقعات پُرانے لکھے ہوئے میرے رسالہ " **عبرت آموز واقعات** " سے سے نقل کر دیتا ہوں۔

اسی طرح نمونہ کے طور پر ایک واقعہ دوسرے بھائی کا یہاں لکھتا ہوں:

ایک بار حضرت اقدس کے پرانے شاگرد اور تبلیغی جماعت کے کارکن جو ذکر و شغل کرتے تھے رمضان کا چلّہ گزارنے حجاز تشریف لائے تو حضرت کے حرم شریف کے اوقات میں حضرت کے ساتھ رہنے کا ارشاد تھا۔ وہ صاحب پہلے ہی دن جب حضرت نفلوں میں مشغول تھے تبلیغی جماعت کے حلقے میں چلے گئے۔ واپس ہوئے تو حضرت نے حرم ہی میں دھیمی آواز سے بہت زوردار ڈانٹ پلائی اور اس تبلیغی حلقہ میں جانے کو، جس کا حضرت کو بہت ہی اہتمام ہوتا تھا اور اس کو بہت اونچا کام فرماتے تھے، مٹرگشت اور تفریح کے الفاظ سے تعبیر فرمایا۔

اس سخت ناراضگی کے واقعہ پر ان صاحب اور ہم لوگوں کو بھی تعجب ہوا، لیکن حضرت کی عادت شریفہ معلوم تھی اس لئے بندہ کو خوشی اور امید بھی ہوئی کہ اب اس پر حضرت کی خصوصی توجہ پڑے گی کیونکہ اس ڈانٹ سے وہ خود متوجہ ہوگیا ہے چنانچہ اس سفر میں ان کو اجازت بیعت عطا فرمائی۔

سخاوت

" اتباعِ سُنّت " ص۷۸ سے نقل ہے:

" ایک مرتبہ حضرت اقدس کے پاس رقم آئی تو حرم شریف میں بیٹھے ہوئے جبکہ تنہا بندہ ہی قریب بیٹھا ہوا تھا پانچ ہزار ریال (پندرہ ہزار پاکستانی روپے) بندہ کو عنایت فرمائے۔ اس وقت بندہ بعض اسفار میں

اخراجات کی وجہ سے کچھ مقروض تھا مگر اللہ کے فضل سے اس قرض کا کسی کو علم نہیں تھا حتیٰ کہ قرض دینے والے کو بھی علم نہ تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں میرے پاس بہت سے حضرات کی امانتیں رہتی تھیں جن میں سے خرچ کرنے کی مجھے اجازت امانت رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ کئی دفعہ بندہ کو بڑی بڑی رقمیں مرحمت فرمائیں۔

تربیت

وَساوس کا علاج

" وساوس " کے متعلق عام طور پر جواب دیا کرتے تھے کہ " عدمِ التفات ہی اس کا علاج ہے پرواہ نہ کرو "

ریا کا علاج

" ریا " کے متعلق شروع میں ایک دفعہ فرمایا کہ:

" سب لوگوں کے دل تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں اگر وہ نہ چاہیں تو دوسرا کیسے خوش ہو سکتا ہے، بلکہ اگر ریا کاری کو اللہ تعالیٰ دوسرے پر ظاہر کر دے تو الٹا ہی اثر ہوگا۔ اس کو سوچ کر نیت درست کر لیا کرو۔"

بعد میں ایک دفعہ ایسا تحریر فرمایا کہ:

" ریا وغیرہ کی فکر مت کرو۔ انشاء اللہ یہ سب باتیں ختم ہو جائیں گی ذکر توجہ سے کیا کرو۔"

حُبِّ جاہ و مال کا علاج

حب جاہ و مال کے متعلق ایسا فرماتے:

" کچھ بھی کرو مقدر میں کمی زیادتی نہیں ہوتی۔"

ان چیزوں سے متعلق قصے سنانے کا بھی حضرت کا عام معمول تھا۔

تکبر اور متکبر کی اصلاح

اُمّ الامراض "تکبر" کے ازالہ کی تو بہت ہی فکر رہتی تھی۔ کسی حرکت و سکون میں اس کا اثر محسوس فرما کر اپنا رُخ اور آنکھ بدل لیتے تھے، تعلق والے کے لئے وہی کافی ہوجاتا۔ اس کے برعکس تواضع کی کیفیت محسوس فرما کر بہت ہی توجہ اور شفقت فرماتے۔

شکایات کے بارے میں معمول

کسی کی شکایت سننا جس کا منشا دوسرے کی توہین اور اپنی بڑائی ہو حضرت کو بہت ناگوار تھا جس کا اظہار مختلف طریقوں سے ہوتا تھا۔ کبھی بے التفاتی سے۔ کبھی اپنے اوپر لیتے کہ بھائی میرے اندر یہ سب کچھ ہے۔

اگرچہ مریدین اور متعلقین کے (متعلقین میں دنیا بھر کے دین کے سارے شعبوں میں کام کرنے والے شامل ہیں۔ گویا کہ حضرت اپنے کو سب کا ذمہ دار خیال فرماتے تھے) تفقد حالات کا خصوصی اہتمام تھا۔ اس بنا پر اچھے بُرے حالات کو خود بھی دریافت کرتے اور اخلاص سے جو کوئی شکایت سُناتا اس پر توجہ فرماتے۔ اس میں بات چھپانے والے صوفی مزاج سے حضرت کو زیادہ مناسبت نہیں تھی، حتّٰی کہ قریب کے سالوں میں خود بندہ کو مجلسِ ذکر میں خالی بیٹھے ہوئے کو (کیونکہ بوجہ بیماری ذکر جہر نہیں کرسکتا تھا) اپنے پاس تخلیئے میں بلالیتے اور فرماتے کہ "چلو بات سُنادو" بلکہ بعض دفعہ یہاں تک فرما دیتے کہ "آؤ ہم غیبت ہی کرلیں"۔

حضرت کی کچھ نصائح غیبت اور تکبر اور عُجب سے متعلق رسالہ "الاعتدال" "اُمّ الامراض"، "آپ بیتی"، "شریعت وطریقت کا تلازم" میں درج ہیں۔ اور رأس الخطیئۃ یعنی حب دنیا کے ازالہ کے لئے حضرت کی پوری کتاب

"فضائلِ صدقات" ہے۔

تلقینِ ذکر کے بارے میں معمول

ذکر کے بارے میں یہ ہے کہ حضرت اقدس نے سنہ ۴۷ء میں نظام الدین کے سہ ماہ قیام کے دوران ذکر بالجہر نفی اثبات کی صرف ایک تسبیح بہت اہتمام سے خود تلقین فرمائی۔ بعد میں نفی اثبات تین اور اسم ذات پانچ کر دیا۔ پھر پوری بارہ تسبیح کی اجازت فرمادی۔

حضرت کے حکم سے رائے پور حاضری ہوتی تھی۔ اس لئے وہاں قادری طریقہ پر ذکر کرنا بھی سیکھ لیا۔ لیکن اپنا معمول حضرت کا تلقین کردہ طریقہ چشتیہ ہی رہا۔

ایک مرتبہ مرکز تبلیغ (مسجد نور) مدینہ منورہ میں جبکہ حضرت کا قیام مرکز ہی میں تھا اور احقر خوب ذکر جہر کرتا تھا تو ذکر کے بعد سوگیا۔ خواب میں حضرت اقدس کو چارپائی پر لیٹے ہوئے دیکھا، مصافحہ کرنے کے لئے قریب ہوا تو دیکھا کہ اس چارپائی پر سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، بندہ ہیبت سے چارپائی کے پاس بیٹھ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ پر کوئی توجہ فرمائی جس سے سارے جسم کا گوشت پھڑکنے لگا اور عجیب لذت محسوس ہوئی۔ اس میں آنکھ کھل گئی۔ اسی وقت حضرت سے خواب بیان کیا، فرمایا کہ یہ سُلطان الاذکار کی توجہ ہے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد بندہ بیماریوں کی وجہ سے ذکر جہر کرنے کے قابل نہ رہا تو حضرت نے ذکر خفی تعلیم فرمایا۔ اسی دوران پاس انفاس اور مراقبہ معیت بھی تلقین فرمایا۔ بندہ کو ذکر خفی قلبی سے زیادہ محبت ہوگئی اور اس لائن کے ذکر کی کئی اقسام کی مشق ہوگئی۔ اس لئے حضرت نے نقشبندی اذکار کا

رسالہ "شجرۂ نقشبندیہ" احقر سے لکھوایا کہ حضرت چند سال پہلے اس ذکر کے فروغ کی طرف بھی بہت متوجہ تھے، کیونکہ ذکر جہر کرنے میں بعض کو موانع پیش آتے ہیں اور بعض کی طبیعت کو جہر سے مناسبت نہیں ہوتی۔

بندہ کو ذکر خفی کے اشتغال کے دوران سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کی خواب میں دو دفعہ زیارت ہوئی۔ ایک دفعہ اپنے کو ان کے پیچھے چلتے دیکھا اور ایک دفعہ ان سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو حضرت نے بجائے مصافحہ کے میرا ہاتھ کھینچ کر مجھے اپنے سینہ سے لگالیا اور اسی کی لذت میں آنکھ کھل گئی۔ خواب کی لذت جاگنے کے بعد دیر تک قائم رہی۔

خلافت

احقر کو اجازت اور حضرت الحاج ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب دامت برکاتہم کو اجازت سہارنپور میں شبِ عید ۱۳۸۷ھ ہوئی۔

اس موقعہ پر ایک مصلّٰی عنایت فرمایا تھا اور جو ہدایت فرمائی تھی وہ بھی ڈاکٹر صاحب کو بلفظہٖ یاد ہے وہیں سے معلوم ہوجائے گا۔ البتہ اس سے پہلے کا حال لکھتا ہوں۔

مدینہ منورہ سے ہمارے سہارنپور پہنچنے پر حضرت کی ہمارے اُوپر خاص توجہ تھی، ملاقات پر سینہ مبارک سے لگاکر حضرت پر گریہ طاری ہوا۔ جب کتاب کی مجلس میں "ارشاد الملوک" شروع ہوئی تو بندہ پر بھی بے اختیار گریہ طاری ہوا حالانکہ کتاب کئی بار پہلے بھی پڑھ چکا تھا۔

اس پہلے ہفتہ حضرت نے حسب معمول مغرب بعد کی مجلس شروع ہونے پر ٹھنڈا پانی نوش فرمایا اور بچے ہوئے پانی کے لئے خادم خاص بھائی ابوالحسن ظلہٗ

سے فرمایا کہ "یہ صوفی اقبال کو دے دو"۔ میں مجمع میں بیٹھا ہوا تھا جلدی سے جھپٹ کر دو گھونٹ بھرے تو ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے بھی اشارہ کیا تو حضرت نے فرمایا "لاؤ ان کو اور دے دیتے ہیں"۔ چنانچہ ان کو مستقل تبرک کرکے عنایت فرمایا۔ وہ گھونٹ اندر جاتے ہی بندہ کی عجیب کیفیت ہوئی جو بیان سے باہر ہے، ایسے معلوم ہوا گویا کہ کوئی زبردست روحانی چیز اندر داخل ہوئی۔ جس سے شدید گریہ طاری ہوا جس کو مجلس کی وجہ سے بہت کچھ ضبط کیا۔

حضرت نے اعتکاف کی جگہ بھی اپنے بالکل قریب اہتمام سے دلوائی۔

اس رمضان میں بندہ پر اپنی بدحالی پوری طرح واضح رہی اور دوسری طرف حضرت کا خوف اور رعب بہت طاری رہا۔ حالانکہ بچپن ہی سے حضرت سے قدیم تعلق رہا اور کوئی حجاب نہیں تھا۔

آخری عشرہ میں ایک دن خواب دیکھا کہ ایک بڑا ہال کمرہ انوار سے بھرا ہوا ہے اس میں ایک بزرگ تشریف فرما ہیں گویا دین و دنیا دونوں کے بادشاہ ہیں اکیلے تشریف فرما ہیں۔ بندہ کے دل میں وہ حضرت شیخ ہی ہیں اگرچہ انوار کی کثرت میں چہرہ صاف دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مجھے کسی نے کہا کہ "ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے وہ ان کو فرما گئے ہیں"۔ دل میں خیال تھا کہ میرے متعلق فرمایا۔

بندہ نے رعب کی وجہ سے اس خواب کا ذکر حضرت سے نہیں کیا۔

اس کے بعد حضرت نے ہم دونوں کو بلاکر حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے وہ الفاظ جو انہوں نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کو بیعت کرنے کے ساتویں دن روز فرمادئے تھے کہ:

"مجھے جو کچھ دینا تھا دے دیا"۔

اس قصہ کو سُنانے کے بعد ہمیں ایسے فرمایا کہ "تم لوگوں نے وقت گزارا میرا تو اتنا ہی کام تھا۔ اب اس کو قائم رکھنا اور بڑھانا تمہارا کام ہے"۔ اور ہمیں رخصت کر دیا۔

ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت کی بات کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا کہ بزرگ تسلی دیا کرتے ہیں اور ہمت دلایا ہی کرتے ہیں۔

اس کے بعد مجلس عام میں ایک قصہ سُنایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کسی کو کوئی نعمت ملے تو حسد نہیں کرنا چاہئے۔ یہ بہت مہلک چیز ہے۔

اجازت کے بارے میں

اجازت بیعت کے متعلق فرمایا کہ "بعض آدمی کے متعلق مجھے اجازت دینے کا خیال ہی نہیں ہوتا لیکن میں اس پر مجبور کیا جاتا ہوں (یعنی داعیہ غیبی الہام مراد ہے) اور بعضوں کے متعلق میں چاہتا ہوں کہ اس کو اجازت دوں مگر اس امر کی مجھے اجازت نہیں ملتی"۔

احقر کو اجازت ملنے کے بعد خیال ہوا کہ شاید اس روز کی مذکورہ بالا تقریر ہم دونوں کو اجازت فرمانے کی وجہ سے کی ہو کیونکہ شاید غیر علماء میں پہلے ہم ہی تھے جن کو اجازت ملی۔

بقائے سلسلہ کی حرص

اس سلسلہ میں چونکہ حضرت کے مدینہ منورہ آنے کے بعد الحمد للہ قیام تو ساتھ ہی رہا اور میں خدام پارٹی میں شامل رہا اس لئے رمضان کے لئے جہاں حضرت تشریف لے گئے مجھے بھی ہمرکابی نصیب رہی۔ اس دوران میں جب حضرت کو بعض اپنے سے متعلق دوستوں کے احوال یا ان کے خطوط سُناتا تو حضرت فرماتے کہ:

"اس کو میری طرف سے یا اپنی طرف سے اجازت لکھ دو"۔

اور بعض کے متعلق فرمایا کہ:

"اس کو بیعت کی اجازت دے دو"۔

اس پر جب بندہ شرمندگی کا اظہار کرتا تو حضرت فرماتے کہ:

"بھائی اب یہ کام تم ہی لوگوں کو کرنا ہے، تم ہی دوستوں سے مجھے اس سلسلہ میں امید ہے"۔

چنانچہ ایک خط ۱۹۸۰ء بقلم مولوی شاہد صاحب از سہارنپور میں ایک صاحب کے متعلق تحریر فرمایا کہ:

"اگر وہ اجازت و خلافت کے اہل ہیں تو میری یا اپنی طرف سے ان کو اجازت دے دو۔ میرے پیارو! میں تو نبٹ گیا اب تو تم ہی کرو۔ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ تواضع میں سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ کاش! میں کسی قابل ہوتا تو تم لوگوں کی خوشامد نہ کرتا"۔

"..... کے حالات جو تم نے لکھے اللہ تعالیٰ ان کو ترقیات سے نوازے اور سلسلہ کے برکات سے نوازے میری طرف سے بیا ماں ان کو اجازت دے دینا یا تم ہی دے دینا۔

اپنے اندر ایک بات جی خوش کرنے کی پا رہا ہوں اور مجھے ہمیشہ اس پر ناز رہا کہ بزرگوں کو مجھ سے ہمیشہ تعلق رہا خواہ وہ حسینی ہوں یا اشرفی۔ حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا وعدہ تو تمہیں بھی یاد ہوگا میں اپنا خیال ..... کے متعلق لکھ چکا ہوں صوفی جی اب تو سلسلہ کو چلاؤ"۔

ذکر و شغل اور تربیت باطنی کی لائن کے خطوط کے جوابات کے متعلق حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اس کا جواب تم لکھ دو" حتیٰ کہ اگر میں بیمار ہوتا تو خطوط

گھر بھیج دیتے ۔ عام خطوط کے جواب خود لکھ کر ڈاک میں ڈال دیتا لیکن اگر کوئی مشکل مسئلہ یا کیفیت ہوتی تو اس کا جواب لکھ کر حضرت کو سنا دیتا ۔ حضرت ہمیشہ تصویب اور خوشی کا اظہار فرماتے اور دعائیں دیتے ۔

اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ حضرت نے بندہ سے امتحاناً پوچھا کہ "فلاں کے متعلق اجازت کا خیال رہا ابھی طے نہیں کیا تمہارا کیا اندازہ ہے" ۔ بندہ ہنس پڑتا کہ حضرت مزاح فرما رہے ہیں ۔ پھر زور سے فرماتے کہ "تکلف نہ کرو کیونکہ تمہارا ان سے جوڑ ہے اپنا خیال بتاؤ" ۔ کبھی بندہ عرض کرتا کہ کچھ عرصہ اور دیکھ لیا جاوے ۔ فرماتے "ہاں میرا بھی یہی خیال ہے" ۔ لیکن بندہ سے استفسار پر جب محسوس ہوتا کہ ارادہ مبارک پختہ ہے تو عرض کرتا کہ حضرت بہت اچھا ہے انشاء اللہ مبارک ہے ۔

چنانچہ وصال کے بعد اپنی نہایت بدحالی ناتوانی کی حالت میں جب میرے بزرگ احباب نے مجھے پاکستان رمضان کرنے کا حکم فرمایا کہ میں محض حضرت کی وصیت پر عمل کرنے کی اپنی سی کوشش کرنے کے خیال سے اس شرط پر اپنے محترم بزرگ حضرت الحاج عبدالحفیظ صاحب سے عرض کیا کہ چونکہ حضرت نوراللہ مرقدہٗ بھی سفر کا آخری فیصلہ روضۂ شریف سے اشارہ پر فرمایا کرتے تھے اور اس میں آپ کے مکاشفات کو اہمیت دیتے تھے لہٰذا اگر میرے سفر سے متعلق بھی وہاں سے کوئی اشارہ ہو جائے تو میں تیار ہوں ـــــ (حضرت الحاج کے تمام مکاشفات کو حضرت قبول فرما کر اپنے روزنامچہ میں درج کرواتے تھے اور وہ سب شریعت کے موافق ہوتے تھے جبکہ بعض دوسرے حضرات کے مکاشفات کو صرف سن لیتے درج نہ کرواتے اور اگر شریعت کے خلاف ہوتا تو تنبیہ فرماتے یا تعبیر فرماتے ـــــ چنانچہ انہوں نے دوسرے روز اپنا مکاشفہ مبارک

بیان فرمایا جس کو حضرت کی اتباع میں حضرت کے جانشین صاحبزادہ حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم نے روزنامچہ میں درج کروایا اور مجھے دعائیں دے کر پاکستان جانے کی اجازت فرمادی ۔

چنانچہ بندہ رمضان کا چلّہ کروانے کے نام سے حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب کی خانقاہ میں راولپنڈی حاضر ہوگیا ۔ وہاں جاکر وہاں کے لوگوں کی محنت اور احوال و ترقیات دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہوتا تھا اور اپنی تہی اور تہی دستی و نااہلی خوب واضح ہوئی ۔ اس کا یقین ہوگیا کہ سب کچھ ہادیٔ مطلق اور فیاض حقیقی جلّ شانہٗ کی طرف سے ہے ہما شما کا محض نام ہے لہٰذا مجھے یا کسی کو بزرگوں کے ارشاد کی تعمیل میں پہلوتہی نہیں کرنی چاہئے ۔ شاید سچوں کے طفیل میں اس جھوٹے کو بھی نواز دے ۔

تالیفات کا حکم

(نوٹ : ذیل میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کے چند ارشادات جو حضرت صوفی صاحب کے رسائل کے بارے میں ارشاد فرمائے بعینہٖ نقل کرکے حضرت صوفی صاحب کی کتب کی فہرست مع کیفیت و تفصیل خود ان کی مرتب کردہ پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین خود اندازہ فرمالیں کہ ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

ـــــــ (مرتب) ۔

ارشادات حضرت شیخ قدس سرہٗ

حضرت قطب الاقطاب اپنی کتاب " فضائل تجارت " میں اس کو تصنیف فرمانے کے بعد بیان کرکے تحریر فرماتے ہیں کہ :

"آج ۱۷ ر ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ شب چہار شنبہ مسجد نبوی میں اس کی بسم اللہ تو کرا دی اور اپنے مخلص دوست صوفی اقبال صاحب جن کی کئی تصانیف میرے ہی کہنے سے لکھی جا چکی ہیں اور شائع ہو چکی ہیں ان سے درخواست کی ہے کہ اپنے پورا کرنے کی تو امید نہیں ہے وہ پورا کردیں۔ مگر چچا جان کی توجہ سے خود ہی لکھوا دیا"۔

۲۔ رسالہ "اکابر کا تقویٰ" میں رسالہ کی اہمیت تحریر فرما کر تحریر فرماتے ہیں کہ:

"آج ۲۸ ر ذیقعدہ ۹۷ھ مطابق ۹ ر نومبر ۷۷ء کو مسجد نبوی میں یہ سطور لکھوا کر صوفی صاحب کے حوالہ کرتا ہوں کہ آئندہ اس کی تکمیل وہ فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے کہ وہ بھی عرصہ سے بیماری میں میرے قریب قریب ہی چل رہے ہیں مگر چونکہ اس جذبہ میں میرے ساتھ ہیں اس لئے ان کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان سے اس کی تکمیل کرائے اور ان کے لئے اس کو صدقہ جاریہ بنائے۔ فقط

۳۔ رسالہ "ابتدائی اذکار و اشغال برائے متوسلین حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم" کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

"بہت ہی مناسب ہے بہت ہی جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ دونوں (مرتب اور ناشر بھائی یحییٰ صاحب) کو اپنے فضل وکرم سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ میں نے خود بھی اس کو سُن لیا بہت مناسب ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تمتع کی توفیق عطا فرمائے میں اپنے دوستوں کو خاص طور سے اس کتاب کو مطالعہ میں رکھنے کی تاکید کرتا ہوں اور جن لوگوں کو اس کتاب کے متعلق معلوم نہ ہو ان کو پتہ

بتا دیا جائے"۔ ۳۰ ر دسمبر ۸۰ء

۴۔ رسالہ "محبت" طبع اول کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اس ناکارہ نے صوفی اقبال صاحب کا رسالہ سُنا، ماشاء اللہ بہت اونچے مضامین کو بہت آسان طریقہ سے سمجھایا ہے"۔

۵۔ "شجرۂ نقشبندیہ مع طریقہ ذکر خفی بطریق تعلیم حضرت اقدس" اس رسالہ کے پہلے دو صفحے خود حضرت نے املاء کرا کر تکمیل کے لئے احقر کے سپرد کیا حضرت نے سُن کر اپنے خرچ سے چھپوایا۔ ختم ہونے پر دوبارہ چھپا۔

دیگر رسائل کے متعلق حضرت کی تصویب اور خود چھپوانا فہرست میں مختصر درج ہے۔ بعض کے متعلق حضرت اقدس کی تحریر اور دیگر حضرات علماء کے خطوط احقر کے پاس محفوظ اور احباب کے نام بھی خطوط ہیں۔

نوٹ: مندرجہ بالا تفصیل رسالہ صقالۃ القلوب کی وجہ سے تحریر کرنا پڑی کیونکہ اس میں ذکر کے طریقے لکھنے میں اختصار اور حضرت کی طرز کو اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو بعض حضرات کے لئے نئی چیز ہوگی۔ حضرت کے متوسلین کے لئے حضرت کے اعتماد اور تصویب کی ضرورت ہے۔ طریقوں کے متعلق رسالہ نمبر۲ اور ۴ میں حضرت کی تحریر کافی ہے۔ طریقوں میں اس قدر اختلاف ہے کہ ایک ہی سلسلہ کے مختلف مشائخ کے ہاں تھوڑا تھوڑا فرق ضرور ہے۔ بلکہ بعض اشغال اور طریقوں میں شدید اختلاف ہے۔ جو حقیقت اور ضرورت اور مصالح کی بنا پر باعث رحمت ہے۔

وہ رسائل جن کے مرتب کرنے اور طبع کرانے میں حضرت شیخؒ سے اجازت نہیں لی گئی، حسب ذیل ہیں :

نام رسائل	کیفیت
۱۔ عبرت آموز واقعات	مرتب نے پاکستان میں پہلی بار خود طبع کرایا۔ بعد میں ہند و پاک میں مختلف اداروں نے کئی دفعہ طبع کیا۔
۲۔ محبتیں (حصہ اول) یعنی محبوب العارفین	پہلی بار پاکستان میں باہتمام بھائی حافظ صغیر احمد صاحب مجاز حضرت شیخؒ نے بذریعہ ادارہ اسلامیات لاہور طبع کرائی اور اخراجات بھی خود ہی کئے۔ اب اس کا انگریزی، گجراتی ترجمہ زیر طبع ہے۔
۳۔ محبتیں (حصہ دوم) یعنی بہجۃ القلوب فی مبشرات النبی المحبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	پہلی بار لاہور میں باہتمام حافظ صغیر احمد صاحب نے بذریعہ ادارہ اسلامیات خود اخراجات کرکے طبع کرائی۔ بعد میں حضرت مولانا یوسف مجاز حضرت شیخ نے دار العلوم بری انگلینڈ سے دوبارہ طبع کرائی۔ انگریزی زیر طبع ہے۔

"وہ رسائل" جن کو حضرت کے حکم سے مرتب کیا گیا یا حضرت نے سُن کر پسند فرمایا اور طبع کرانے کا حکم دیا اور

طباعت کے اخراجات کا کل یا جزو خود اپنے پاس سے عطا فرمایا اور ان رسائل کو متعدد بار زبانی اور تحریری ارشاد فرمایا کہ " یہ میری ہی کتب ہیں" اور حضرت کی مجالسِ عام میں سُنائے گئے۔ ان کی فہرست مع کیفیت حسب ذیل ہے :

۴۔ اکابر کا سلوک واحسان	پہلی بار مرتب نے پاکستان سے طبع کرایا پھر ہندوستان میں حضرت اقدس نے دوبارہ طبع کرایا۔
۵۔ اکابر کا تقویٰ	پہلی بار مرتب نے پاکستان میں طبع کرایا پھر پاک وہند میں کئی دفعہ طبع ہوا۔ کلی اخراجات حضرت نے عطا فرمائے۔
۶۔ اُمّ الامراض طبع ثانی	پہلی بار مرتب نے پاکستان میں طبع کرایا پھر پاک وہند میں کئی دفعہ طبع ہوا۔ کلی اخراجات حضرت نے عطا فرمائے۔
۷۔ فیضِ شیخ	پہلی بار مرتب نے پاکستان میں طبع کرایا اخراجات کی زیادہ رقم حضرت نے عطا کی پھر ہندوستان میں اشاعت العلوم نے طبع کیا اور پاکستان میں بطور خود کئی دفعہ طبع ہونا معلوم ہوا۔
۸۔ شجرۂ نقشبندیہ مع طریقہ ذکر خفی	پہلی بار مرتب نے پاکستان میں طبع کرایا اخراجات حضرت نے دیئے، پھر دوبارہ پاکستان میں بھائی عارفین نے اسلامک پبلیکیشنز سے طبع کرکے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا حضرت کے حکم سے مرتب کیا تھا۔
۹۔ آداب الحرمین	پاکستان میں مرتب نے طبع کرایا حضرت اقدس

	نے اخراجات میں مدد فرمائی ۔
۱۰۔ محبت طبع ثانی	پاکستان میں مرتب نے طبع کرایا حضرت کے مجاز مولانا یحییٰ مدنی نے کل اخراجات برداشت کئے۔
۱۱۔ ابتدائی اذکار واشغال	پاکستان میں مرتب نے طبع کرایا۔ حضرت کے مجاز مولانا یحییٰ مدنی نے کل اخراجات برداشت کئے (باجازت حضرت شیخ)
۱۲۔ صقالۃ القلوب	پاکستان میں مرتب نے طبع کرایا حضرت اقدس نے خصوصی طور پر مرتب کرنے کا امر فرمایا تھا، ایک مجاز نے اخراجات اپنے ذمہ لئے اور نام ظاہر کرنے کو منع کر دیا۔
۱۳۔ نصیحت آموز خط	پاکستان میں احقر نے طبع کرایا۔ اس کو حضرت ہی نے مرتب کروایا اور مسودہ سُنکر فوراً طبع کرانے کا حکم فرمایا اخراجات میں بطور برکت شرکت فرمائی دیگر اخراجات دوسرے احباب نے دیئے۔ طباعت کے بعد کچھ اشکالات کی بناء پر متعدد بار سُنا اور تقریری وتحریری پُرزور تائید فرمائی اور خود تقسیم بھی کروایا اور ضمیمہ کا اضافہ کروایا، جس میں ایک رویا صالحہ پر فرمایا کہ اس میں رسالہ کی پوری تائید ہوگئی۔
۱۴۔ نصیحت آموز خط (انگریزی)	مدینہ منورہ میں حضرت کی اجازت سے

	انگریزی میں ترجمہ ہوا، پاکستان میں چھپا۔
۱۵۔ دعوت وتبلیغ میں ذکر کی اہمیت	افریقہ کے سفر میں حضرت نے مرتب کرنے کا حکم فرمایا، معہد اسلامی افریقہ نے طبع کیا، جو حضرت شیخ کے مجاز مولانا احمد میاں صاحب کے زیر اہتمام ہے۔
۱۶۔ تبلیغ میں اعتکاف کی اہمیت میں حضرت کا اہم مکتوب	لندن کے سفر میں حضرت نے مرتب کرنے کا حکم فرمایا، حضرت کے مجاز مولانا یوسف متالا نے طبع کرایا۔
۱۷۔ تنقید وحق تنقید	حضرت کے مجاز مولانا یوسف لدھیانوی کا مضمون ہے جس کو کچھ اضافہ کے ساتھ دوبارہ طبع کرانے کا حضرت نے حکم فرمایا۔ پاکستان میں حضرت کے اخراجات پر طبع ہوا۔

۱۵ ۔ کہیں شراکت کا حکم نہیں فرمایا ۔ البتہ جیسے کہ ۱۴ سے ظاہر ہوگیا ۔ عوامی سطح کے آسان رسائل لکھتے رہنے کا حکم فرمایا ۔

اسی طرح ایک عالمی باطل تحریک "جماعت اسلامی" کے خلاف بعض اہل علم جن سے میرا خصوصی تعلق رہا ان کے نام خطوط لکھوائے تاکہ وہ اس باطل فرقہ کے استیصال کی طرف متوجہ ہوں جیسے کہ اپنا نجی خط " فتنۂ مودودیت " کے نام سے شائع ہونے پر مسرت فرمائی ۔ اور اس کے بہترین نتائج بھی سامنے آئے ۔

اسی طرح ایک دوسری عالمی تحریک جو بے حد مفید ضروری اور حق ہے ، اس میں جب اس کے چھ بنیادی نمبروں میں سے دو یعنی ۳ و ۵ میں جو تحریک کی رُوح ہے کی کمی محسوس کی تو بندہ سے تین رسالے " عبرت آموز خط" "دعوت وتبلیغ میں ذکر کی اہمیت " اور " اعتکاف کی اہمیت " کو لکھوا کر شائع کروایا ۔

ان رسالوں کی اشاعت کروانے کی وجہ جو رسالہ " اعتکاف کی اہمیت " میں جو اہم گرامی نامہ کے نام سے شائع ہوا کے صفحہ ۴۰ پر درج ہے ۔ [1]

تبلیغ کے سلسلہ میں بندہ سے حضرت نے جو رسائل لکھوائے اہل بصیرت کے نزدیک یہی کام میں بڑا تعاون ہے ۔ اگرچہ حضرت کے مقام کو نہ سمجھنے والوں اور کام کے ظاہر پر ہی نظر رکھنے والوں نے اس کو غلطی سے تبلیغ کی مخالفت سمجھا جس کا اظہار خود حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے والا نامہ میں ہے جو " نصیحت آموز خط " کے ضمیمہ میں خط کشیدہ سطور میں درج ہے ۔ اور اسی ضمیمہ میں جو رویا ء صالحہ حضرت کے دوسرے والا نامہ میں ہے اس پر حضرت ہی نے بندہ سے فرمایا کہ " اس میں تمہارے

---

[1] اس موضوع پر مولانا کفایت اللہ پالن پوری ، حضرت شیخ قدس سرہٗ اور صوفی اقبال صاحب ، تینوں حضرات کے مکتوبات آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہوں ۱۲ حسین احمد نجیب

نصیحت آموز خط کی تائید ہوگئی ، اسی بناء پر اس کو ضمیمہ میں شامل کروایا "۔

اب جس بات کے قطب الاقطاب زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرنا کہہ رہے ہوں اس رسالہ کو مضر سمجھنا انتہائی ناواقفیت یا تجاہل کی بات ہے ۔

مکتوب گرامی اور اس کو شائع کروانے کی وجوہات

نقل خط مولانا کفایت اللہ پالنپوری مدظلہ العالی

سیّدی و مرشدی و مولائی دامت برکاتہم ۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

آج دو رمضان کی رات میں سہارنپور حاضری ہوئی میرے ساتھ حاجی حبیب خان جنھوں نے حضرت والا کی خواہش معلوم ہونے پر " تربیت السالک " چند سال پیشتر طبع کروائی تھی ، صوبی خالد بوی بھی ہیں ، افریقہ کی بہت کوشش کی مگر نہ ہوا ۔ اگر عشرۂ آخیرہ کا رمضان مل جائے فبہا ، ورنہ آئندہ میں نے عشرہ آخیرہ کے اعتکاف کا وعدہ کرلیا ہے اور بھائی مولانا طلحہ صاحب کی خدمت میں ۱۵ ر رمضان تک قیام ہوگا ۔ دنوج میں حسب سابق اعتکاف اوّل ماہ سے اس لئے نہیں کیا جاسکا کہ وہاں ایک مُبلّغ نے یہ کہہ دیا کہ اعتکاف تبلیغ کے لئے مضر ہے اور جب اُس سے کسی نے سوال کیا تو کہنے لگے کہ اکابر تبلیغ فرماتے ہیں ۔ اس حال میں وہاں اعتکاف کرنے سے پارٹی بندی کا شدید خطرہ تھا ۔ اس خطرہ کی وجہ سے وہاں اعتکاف نہیں کیا گیا اور اس کے بجائے آئندہ میں عشرہ آخیرہ کے اعتکاف کا وعدہ کرلیا یعنی اگر افریقہ کا نظام نہ بنا ۔

میرا گمان ہے کہ جب حضرت والا ہمیشہ اعتکاف فرماتے ہیں تو اکابرِ نظام الدین اس کو تبلیغ کے لئے مضر کیسے سمجھ سکتے ہیں اور سُنا ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ اگر لمبے سفر سے واپس ہوتے تو رائے پور حاضر ہوتے یا پھر تین دن کا اعتکاف فرماتے تھے ۔ یہ سب شکایت کے طور پر نہیں لکھ رہا ہوں بلکہ پُرانی جگہ پر اعتکاف نہ کرنے کی وجہ تحریر کر رہا ہوں ۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ یہاں حاضری ہوگئی ہے اور معمولات ادا بھی نہیں ہو رہے ہیں لیکن حضرت والا کے نہ ہونے کی وجہ سے بہت پھیکا پھیکا لگتا ہے ۔ آنند کے میزبان حاجی احمد بہت بہت سلام مسنون کہتے ہیں ۔ اور دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں کچھ پریشان زیادہ ہیں ۔ دعاؤں کی درخواست ہے خادم زادہ رشید احمد قرآن پاک سُنا رہا ہے ۔ اس کے لئے اور اہلیہ کے لئے اور دیگر بچوں کے لئے دُعا کی درخواست ہے ۔

ننگ آستانہ عالیہ

کفایت اللہ پالنپوری

جواب میں گرامی نامہ از حضرت اقدس کی نقل

مکرم و محترم مدفیوضکم !

بعد سلام مسنون ۔ گرامی نامہ ۲۸ رمضان کو مجھے افریقہ میں مِلا ۔ آپ مجھے بہت یاد آئے مگر افریقہ ساری دنیا سے الگ ملک ہے، معلوم ہوا کہ یہاں آنے میں بہت مشکلات ہیں، بہت سے احباب دو دو ماہ سے کوشش کر رہے تھے مگر نہ آ سکے ان کے خطوط بھی بہت آئے بالخصوص قاری امیر حسن صاحب اور بہت سے آدمی ۔ جس احمق مبلغ نے یہ کہا کہ اکابرِ تبلیغ اعتکاف کے مخالف ہیں بالکل غلط کہا

اور جھوٹ کہا ۔ نظام الدین کی مسجد میں جو مرکز تبلیغ ہے اس میں ہر سال رمضان میں سینکڑوں معتکف ہوتے ہیں ۔ چچا جان کے زمانہ میں، پھر مولانا محمد یوسف اور مولانا انعام الحسن صاحب کے دور میں اعتکاف کا ہمیشہ معمول رہا ہے ۔ میرے یہاں ہمیشہ کئی سو آدمیوں کا مجمع رہتا ہے اور اس وقت اعتکاف ہی کی وجہ سے افریقہ آیا ہوا ہوں، ڈھائی ہزار کے قریب معتکف ہیں ۔ اعتکاف مسنون ہے، اس کی کون مخالفت کر سکتا ہے ۔ اگر آپ دنوج ہی میں شروع کر دیتے تو آپ کی وجہ سے وہاں بھی اعتکاف کا سلسلہ شروع ہو جاتا ۔ یہ آپ نے صحیح سُنا کہ جب چچا جان نور اللہ مرقدہٗ میوات کے سفر سے واپس تشریف لاتے تو یا رائے پور ۔ سہارنپور کو دو دن کے لئے جاتے یا پھر اپنی مسجد میں تین دن کا اعتکاف کرتے ان کے ملفوظات میں یہ بات چھپی ہوئی ہے ۔

حاجی احمد صاحب سے بھی میرا سلام کہہ دیں آپ کے لئے اُن کے لئے دل سے دُعا کرتا ہوں ۔ عزیز رشید احمد سلمہٗ کے قرآن سنانے سے مسرت ہوئی، اللہ جل شانہٗ سہولت سے پورا کرائے ۔ آپ کو اور اس کو مبارک فرمائے ۔ آپ کے گھر والوں کے لئے دعا کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ترقیات سے نوازے ۔

اگر زندگی ہے تو محرم میں ہندوستان کا ارادہ ہے ۔ میری روانگی پرسوں کو یہاں سے ہے اور مدینہ طیبہ وسط ذی قعدہ تک پہنچنے کا ارادہ ہے ۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی

بقلم نجیب اللہ ۔ یکم اگست ۱۹۸۱ء

اسٹینگر جنوبی افریقہ

حضرت اقدس کے خط کو شائع کروانے اور اہمیت دینے کی وجوہات

(۱)

مولانا موصوف کی جگہ جہاں اعتکاف نہیں ہوسکا۔ وہاں قدیم سے اعتکاف کا سلسلہ قائم تھا مولانا کے مریدین اور مسترشدین ماہِ مبارک میں مولانا سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اگر حضرت اقدس کا رمضان ملک کے اندر ہوتا تو یہ سب حضرات بھی مولانا کے ساتھ سہارنپور حاضری کی ہمت فرمالیتے تھے، مگر دوسرے ملک میں خصوصاً افریقہ جیسی جگہ سب کی حاضری ناممکن تھی جبکہ خود مولانا بھی پوری کوشش کے باوجود افریقہ نہیں پہنچ سکے، نصف سے زیادہ رمضان سفر میں گیا اور آخری عشرہ میں بھی نئی جگہ میں کرنا پڑا۔ پرانی جگہ پر جما ہوا خانقاہ کا کام برباد ہوا۔ یہ سب کچھ عام مبلّغ کے منع کرنے سے نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے ساتھ کچھ ذمہ دار اور بااثر لوگ بھی ہوں گے جن کو اس نے اکابرِ تبلیغ کا نام دیا۔ اور مولانا موصوف (جو خود بھی وہاں بااثر سنجیدہ فہیم مخلص تھے) کو ان کی بات نہ مان کر اعتکاف کرنے سے پارٹی بندی کا شدید خوف وخطرہ ہوگیا کہ مولانا خود بھی مارے مارے پھرے اور ان کے حلقہ کے غربا بھی محروم رہے۔

(۲)

حضرتِ اقدس کا جماعت سے شدید تعلق جو گذشتہ اوراق میں بیان ہوا

اس تعلق کی بنا پر اپنی جماعت کی طرف اعتکاف کی سُنّت اور خانقاہی اجتماعیت کی مخالفت منسوب ہونے سے حضرت کو بہت رنج ہوا۔

(۳)

چونکہ جماعت میں ہر قسم کے لوگ شامل ہوسکتے ہیں اس لئے بعض ناواقفوں کی طرف سے اسی قسم کی کئی باتیں سُننے میں آتی رہتی ہیں۔ جن کو قابل توجہ نہیں سمجھا جاتا رہا یا انفرادی طور پر اصلاح کردی گئی۔ اور اکابرِ تبلیغ کا مسلک اور ان کا عمل بتاکر ان کے اتباع کی ترغیب دینا کافی ہوتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ سے صورت حال ایسی ہوگئی ہے کہ لفظ اکابرِ تبلیغ کے مفہوم کی وضاحت ضروری ہوگئی ہے۔

دین کا کام اتنا اونچا، نازک اور ذمہ داری کا کام ہے کہ اصلاً انبیاء علیہم السلام اور ان کے بعد ان کے نائبین ہی کا کام ہے جو علماء ربانیین اور مشائخ حقہ ہیں۔ یہی حال تبلیغ کے مُبارک کام کا ہے کہ اس میں اصل اکابرِ تبلیغ حضرت دہلویؒ اور ان کے جانشین خلفاء اور اہلِ علم وفضل حضرات ہیں۔

دین کے کسی شعبہ میں جب ان علماء ربانیین کے علاوہ کسی نے بھی اپنے کو مستقل سمجھتے ہوئے اور ان سے بے نیازی اختیار کرتے ہوئے کام کیا اس نے کام کو خراب کیا اور بجائے ہدایت کے گمراہی پھیلائی خواہ وہ کتنا ہی ذہین اور قربانی دینے والا ہو بلکہ اس میں تنہا اخلاص بھی کافی نہیں ہوتا۔ البتہ بطور کارکن اور معاونین کے ہر شعبہ میں سینکڑوں آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے، ان کارکنوں میں بعض اچھی ذہنی صلاحیتوں والے اعلیٰ جذبات والے اور قابل قدر قربانیاں دینے والے بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے کام فروغ پاتا ہے۔ اگر یہ حضرات علمائے ربانیین کے دست وبازو نہ بنیں تو کام کا پھیلاؤ عادتاً محال ہوتا ہے لیکن

ان حضرات کو صرف اپنے کام میں مہارت ہوتی ہے دین کے دوسرے شعبوں کا علم نہیں ہوتا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ آدمی کو جس چیز کا علم نہ ہو وہ اس چیز کا مخالف ہوتا ہے یا کم از کم اس کے دل میں اس کی اہمیت نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک عامی آدمی اگر کسی اُستاد کو دیکھے کہ بچّے کو الحمد شریف یاد کر وا رہا ہے یا نماز کی ترکیب بتا رہا ہے تو وہ یہ سمجھے گا کہ استاد ایک دین کا کام کر رہا ہے، اگر وہی اُستاد کسی دوسرے بچّے کو صرف و نحو کے قواعد رٹا رہا ہو تو وہ عامی شخص اُستاد کو پہلی نظر سے نہیں دیکھے گا اور نہ ہی اس کے اس کام کو اتنا اہم سمجھے گا بلکہ ممکن ہے اسے بہت ہی معمولی اور گھٹیا درجہ کی خدمت خیال کرے گا۔ اور یہی حال تبلیغ کے بعض سرگرم کارکن حضرات کا پایا جاتا ہے۔

ان سرگرم کارکنوں کی دین کے ہر شعبہ میں ضرورت ہوتی ہے چنانچہ انہیں حضرات کی بہترین دماغی صلاحیتوں، انتظامی اور تشکیلی خوبیوں، غیر ملکی زبانوں کی واقفیت اور ان کی جان و مال کی قربانیوں کو تبلیغ کے سارے عالم میں فروغ پانے کا بہت بڑا حصّہ ہے۔ تمام بزرگانِ دین اور اکابرِ تبلیغ کو اس کا اعتراف ہے اور بجا طور پر ان کے قلوب میں ان کی وقعت ہے اور اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا لیکن دوسری حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ یہ حضرات علماء راسخین کی طرح دین کے جمیع علوم ظاہریہ و باطنیہ کی تکمیل کر کے پھر علماً و عملاً اس میں مہارت و بصیرت پیدا ہونے کے بعد کام میں نہیں لگے بلکہ علم کا عمومی اور ضروری حصّہ جو اس مبارک کام کا موضوع ہے اسی کو انھوں نے حاصل کیا اسی کو دیکھا اسی سے اپنے اندر تبدیلی پائی اس سے زیادہ کی ضرورت اور اپنے اندر اس کی کمی محسوس نہیں کی۔ اور چونکہ ان کو اس کام کے بعض یا اکثر اجزاء میں مہارت اور تجربہ حاصل ہو جاتا ہے جس کو وہ لوگ یا ان کے مستفیدین یہ خیال کرتے ہیں کہ

یہ دین میں کامل ہو گئے۔ لہٰذا ان کا ہر قول ہر دینی امر میں حجت ہے حالانکہ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ یہ ایک خطرناک مغالطہ ہے۔

حالانکہ تمام دینی اُمور میں صحیح فیصلہ کہ کونسا عمل کتنا ضروری اور کس وقت کس دینی امر کو مقدم اور کس کا قدرے نقصان برداشت کرنا اور کس کا قطعاً کوئی نقصان برداشت نہ کرنا ان سارے امور کا تفصیلاً و اجمالاً فیصلہ صرف علماء ربانیین ہی کا حق ہے کہ یہ بات شرعاً و عقلاً واضح ہے۔

لیکن صورت حال یہ ہو کہ ان کارکنوں کو ایک مختصر و مخصوص دینی نصاب اور دین کے ایک ہی شعبہ اور دعوت کے ایک ہی طریق کار میں شب و روز محنت اور اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لینے سے دین کے اس حصّہ سے شدید تعلّق ہو گیا یہ شدت تعلق ان قابلِ قدر حضرات میں سے بعض کے لئے دین کے اس حصّہ کے ماسوا سے بیزاری اور ان کے بُعد کا باعث ہو گیا۔ ایسی صورت میں ان حضرات سے کبھی کبھی جوش میں تبلیغ کے علاوہ دوسرے شرعی و دینی امور کے متعلق نازیبا الفاظ نکل جاتے ہیں اور تبلیغی کام کو نقصان پہنچانے والی حرکات سرزد ہو جاتی ہیں ان حضرات میں کچھ خام علماء بھی ہوتے ہیں جو اگرچہ کسی مدرسہ سے با قاعدہ فارغ التحصیل تو ہوتے ہیں مگر علمی استعداد کی کمی یا علمی شغلہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے بعد میں ان کے پاس صرف مدرسہ کی سند ہی رہ جاتی ہے چاہے تقریر وغیرہ میں مہارت حاصل کر کے عوام میں بڑے علماء شمار ہوتے ہوں۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر ہونی چاہیئے کہ ماشاء اللہ کام کا پھیلاؤ اس وقت سارے عالم میں ہو گیا ہے اور الحمد للہ بڑھتا جا رہا ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ اس سارے وسیع کام کے لئے ذمہ دار اکابرِ تبلیغ تو چند ایک ہی ہیں معیاری کارکنوں کی بھی بہت کمی ہے اس لئے جو بھی آگے بڑھتا ہے اس کو قبول کرنا اور

ذمہ داریاں سپرد کرنا پڑتی ہیں۔ ان میں بعض حضرات کام میں سرگرمی دکھلا کر عوام میں ایسی مرجعیت پیدا کر لیتے ہیں کہ عوام انھیں کو اکابرِ تبلیغ اصل ذمہ دار سمجھنے لگ جاتے ہیں اور پھر انھیں کی بعض غلط باتوں اور ان کے خود ساختہ اصولوں کو اکابر کے نام سے آگے پھیلاتے ہیں جو تبلیغ کے لئے نقصان دہ اور تبلیغ پر اعتراضات کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے آج کل سب نئے پرانوں کے لئے سلامتی اور ترقی کا راستہ، اپنے اصل اکابر کی اتباع اور قدیم اصولوں کو مضبوطی سے اپنانے ہی میں ہے۔

حضرتِ شیخ دامت برکاتہم اپنے رسالہ "تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات" کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"کام کرنے والے احباب سے باصرار درخواست ہے کہ حضرت دہلوی رح اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ملفوظات اور ارشادات اور ہر دو کی سوانح عمریاں اور مکاتیب بہت اہتمام سے مطالعہ میں رکھا کریں کہ کام کرنے والوں کے لئے یہ بہت قیمتی موتی ہیں اور ان اصولوں کی پابندی کام میں اضافہ اور برکت کا سبب ہے۔ اور جیسا کہ حضرت دہلوی رح نور اللہ مرقدہٗ نے بار بار فرمایا اور ملفوظات میں بھی کئی جگہ آیا کہ ان اصولوں کی رعایت سے تو انشاء اللہ کام میں ترقی کی امید ہے اور بے اصولی سے سخت خطرات کا اندیشہ ہے۔"

چونکہ مندرجہ بالا امور جن کی تفصیل گذشتہ اوراق میں تحریر ہوئی ہے، ان کی ایک عمومی سی فضا بنتی جا رہی ہے اور آئے دن اِدھر اُدھر سے کچھ نہ کچھ واقعات سننے اور دیکھنے میں آتے رہتے ہیں اور کام اب ماشاء اللہ اتنا پھیل گیا ہے کہ مسئلہ اب چند افراد کا نہیں جن کو زبانی تنبیہ کافی ہو جاتی بلکہ عمومی ذہن

بدلنے کی ضرورت تھی جس کے لئے عمومی تحریر کی ضرورت ہوئی، اور وہ بھی کسی مؤثر شخصیت کے ذریعہ جو کہ اس مبارک کام کے بانی کے ابتدائی شریک کار اور اس کے بنیادی اصول تیار کرنے میں مشیرِ خاص رہ چکے ہوں اور بانیٔ تبلیغ کے وصال کے بعد سے لے کر تادمِ تحریر اس پورے کام کے سرپرست اور پشت پناہ ہیں اور جن کے لئے موجودہ اکابرِ تبلیغ مثل بیٹوں کے ہیں اور شاگردانِ رشید اور مسترشدین ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اس مبارک کام کو اپنے اور غیروں کے فتن سے بچا کر اور تمام رکاوٹوں کو دور فرما کر زیادہ سے زیادہ ترقی و فروغ دے۔ اٰمین یا ربَّ العٰلمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہٖ سیدنا و مولٰینا محمدٍ و اٰلہٖ وسلم

محمد اقبال

۳ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ

گرامی نامہ

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی
نور اللہ مرقدہ

باسمہٖ سبحانہٗ

مکرم و محترم جناب الحاج بھائی صغیر صاحب ! بعد سلام مسنون ؛ میری طبیعت خراب ہی چل رہی ہے ۔ قسم قسم کے عوارضات ساتھ لگے ہوئے ہیں ۔ اللہ ہی میرے حال پر رحم فرمائے ۔ صوفی اقبال کے رسائل "ذکر کی اہمیت"، "اعتکاف کی اہمیت" اور "ایک نصیحت آموز ترغیبی خط" تمہیں بھیجا گیا ہے کہ پاکستان میں تینوں کو یکجا چھاپ دو ۔ تم اس سے پہلے بھی میرے کئی رسائل چھپوا چکے ہو ۔ میری وجہ سے تم دوستوں کو بڑی ہی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں ۔ اللہ جل شانہٗ تمہیں دونوں جہان میں اپنی شایانِ شان اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے ۔ مکارہ سے محفوظ فرمائے، دارین کی ترقیات سے نوازے ۔ آجکل میرے اوپر اس ذکر کی لائن کے فروغ کا بہت ہی فکر سوار ہو رہا ہے ۔ خدا کرے دینی مدارس اور دینی مراکز میں یہ عام ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ ذاکرین پیدا ہو جائیں ۔ یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی اور اس سیہ کار اور میرے سب دوستوں کو ذکر کی تبرکات سے نوازے ۔

فقط والسلام

از کاتب سلام مسنون — حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب زید مجدہٗ

درخواست دعا، — بقلم نجیب اللہ — ۷ر مارچ ۸۲ء

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا زید مجدہم

مہتمم دار العلوم ، بری ، انگلینڈ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ

امابعد !

نام یوسف بن سلیمان بن قاسم ہے ، خاندانی لقب متالا ہے ۔

ولادت ولادت محرم الحرام ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۵ر نومبر ۱۹۴۶ء پیر کی شب میں ہوئی ۔

آبائی وطن اور خاندان ہمارا خاندان ورِیٹھی ضلع سورت میں صدیوں سے مقیم ہے اور زراعت پیشہ ہے ۔ مگر ہمارے دادا محترم اور والد صاحب نے زمین بٹائی پر دے کر تجارت کا پیشہ اختیار کیا ۔ اور دادا مرحوم نے جنوبی افریقہ کا سفر کیا ۔ کئی سال وہاں مقیم رہے اور عرصۂ دراز کے بعد وطن واپس لوٹے اور چند روز بعد ہی ورِیٹھی میں انتقال فرمایا ۔

داداصاحب نے اکلوتے بیٹے کو اولاد میں پیچھے چھوڑا۔ والدصاحب نے اپنی والدہ کی آغوش تربیت میں یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور جوانی کو پہنچ کر تجارت شروع کردی اور رتھورن کے ایک مخیّر خاندان میں پہلا نکاح ہوا اور اللہ نے ایک لڑکا عطا فرمایا نام محمد علی تجویز فرمایا اور پہلی اہلیہ کا چند سال ہی میں انتقال ہوگیا تب دوسرا نکاح ہماری والدہ آمنہ بنت محمد بن اسمٰعیل ڈیسائی سے ہوا۔

ہمارے نانا کے آبار و اجداد دریائے تاپتی کے کنارے پر کھلوڈ نامی قصبہ میں آباد تھے۔ وہاں اس خاندان کی زمین پر بنائی ہوئی کنارہ والی مسجد اب تک موجود ہے۔

کسی وجہ سے یہ خاندان نانی نرولی منتقل ہوگیا جو اس زمانہ میں تقریباً جنگل ہی تھا۔ یہاں زراعت کا پیشہ اختیار کیا اور دینی اعتبار سے نہ صرف گاؤں میں بلکہ اطراف میں یہ خاندان بالخصوص ہمارے نانا جان دینی حلقہ میں مشہور تھے اس لئے آپ ہی کا دولت کدہ یہاں آنے والے علماء و مشائخ کے لیے مہمان خانہ ہوتا تھا۔

والدہ محترمہ سے نکاح کے بعد والدہ کی دینداری کا اثر والدصاحب پر بھی آہستہ آہستہ پڑنا شروع ہوا یہاں تک کہ والدصاحب مولانا عبدالغفور بنگالی مہاجر مکی رحمہ اللہ سے بیعت ہوگئے اور ذکروشغل شروع کیا۔

ادھر نکاح کے بعد پانچ چھ سال تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اسی اثناء میں موسیٰ سہاگ رحمہ اللہ کے سلسلہ کے ایک بزرگ تشریف لائے، والدصاحب نے اولاد کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ آپ نے والدہ کے لئے انگوٹھی دے کر ایک لڑکے کی بشارت دی اور ہونے والے لڑکے کے لئے علم وصلاح وغیرہ اوصاف سے متصف ہونے کی بشارت دی۔ سال بھر کے بعد وہ بزرگ دوبارہ تشریف لائے تو اس سے پہلے مولانا عبدالرحیم صاحب کا تولّد ہوچکا تھا۔ انہیں دیکھ کر

مسرور ہوئے دعائیں دیں اور دوسری انگوٹھی دے کر ایک دوسرے لڑکے کی اسی طرح بشارت دی۔

والدصاحب نے جب سے ذکروشغل شروع کیا تھا آہستہ آہستہ ان کی طبیعت پر ذکر کا اثر بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ والدصاحب پر جذبی کیفیت کا غلبہ ہونے لگا اور اسی کیفیت میں والدہ صاحبہ سے فرماتے کہ:

"میں نے ترک دنیا کا ارادہ کر لیا ہے آپ اپنے گھر چلی جاؤ۔"

خاندان کے بڑوں نے ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی، بالآخر انہوں نے طلاق نامہ پر دستخط کروالئے کہ کہیں یہ حالت جنون میں تبدیل ہوگئی تو بیوی عمر بھر کے لئے معلق رہ جائے گی۔ اور طلاق کی عدت وضع حمل تھی چنانچہ طلاق کے چند روز بعد ہی ننھیال نانی نرولی میں ہمارے نانا کے یہاں میری یکم محرم الحرام پیر کی شب میں ولادت ہوئی۔

جب عمر تقریباً آٹھ سال ہوئی تو جنوبی افریقہ میں ہماری خالہ گیارہ بچوں کو چھوڑ کر حالت زچگی میں انتقال کر گئیں۔ ان کی جگہ خالو نے والدہ سے نکاح کیا اور والدہ افریقہ چلی گئیں اور نانا نانی نے میری پرورش کی، چند سال بعد ان دونوں کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، ان کے بعد خالہ نے پرورش کی اور پرورش کا حق ادا کر دیا۔ رحمها الله رحمة واسعة۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم ناظرہ، اردو، حفظ وغیرہ مدرسہ ترغیب القرآن نانی نرولی میں حاصل کر کے ۱۹۶۱ء میں راندیر کے مشہور مدرسہ جامعہ حسینیہ میں داخلہ لیا اور فارسی اول سے لیکر ہدایہ اولین تک یہاں تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد مظاہر میں ۸۵ھ ۸۶ھ میں مشکوٰۃ میں داخلہ لیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب سے مشکوٰۃ پڑھی، جلالین مولانا محمد عاقل صاحب سے پڑھی،

اور ہدایہ ثالث مولانا مفتی یحییٰ صاحب سے پڑھی۔

دوسرے سال ۱۳۸۶ھ ۸۷ھ میں صحیح بخاری مکمل سیدی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے، مسلم، نسائی، ابوداؤد، مؤطئین مولانا محمد یونس جونپوری سے، ترمذی مفتی مظفر حسین صاحب سے اور طحاوی حضرت ناظم صاحب مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے پڑھی۔

تعلق ارادت واصلاح

جامعہ حسینیہ راندیر تعلیم کے دوران اپنی اصلاح کی فکر ہوئی۔ ایک بزرگ کی سورت تشریف آوری معلوم ہوئی تو ان سے بیعت واصلاحی تعلق قائم کرنے کی غرض سے سورت شہر میں مولانا اسمٰعیل بدات کے ساتھ ان کو بہت تلاش کیا مگر ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ بالآخر مولانا احمد اداصاحب گودھروی کے مشورے سے بیعت کے لئے حضرت شیخؒ کو عریضہ لکھا۔ اور حضرت نے داخل سلسلہ فرمالیا اور جوابی گرامی نامہ تحریر فرمایا۔

مگر افسوس کہ مظاہر کے قیام کے دوران کچھ نقد رقم اور کئی سال کے حضرت کے گرامی نامے چوری ہوگئے، جن میں یہ پہلا گرامی نامہ بھی تھا۔ اللہ کرے کسی اہل کے پاس پہونچے ہوں اس لئے کہ ان میں اکثر خود حضرت کے دست مبارک کے لکھے ہوئے اشعار وغیرہ پر مشتمل تھے۔ اس کے بعد کے سینکڑوں مکاتیب بحمداللہ محفوظ ہیں۔

پہلی منامی زیارت

تعلق ارادت قائم ہونے کے بعد تعلیم کے ساتھ مختصر معمولات پر بالخصوص تلاوت، تہجد، اشراق، چاشت، اوابین پر پابندی سے عمل شروع کیا۔

اسی دوران ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا جسم مبارک

برہنہ ہے اور حضرت کے دست مبارک کو ایک طرف سے میں تھامے ہوا کھڑا ہوں حالانکہ اس وقت تک حضرت کی جسمانی آنکھوں سے زیارت نہیں ہوئی تھی۔

مولانا عبدالرحیم صاحب نے اس کی تعبیر یہ دی کہ حضرت کی طرف سے سب تعلق منقطع ہوجائے گا اس وقت بھی تمہارے ساتھ تعلق باقی رہے گا۔

پہلی زیارت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی پہلی زیارت اس وقت ہوئی جب حضرت شیخؒ اور مولانا محمد یوسف صاحب امیر جماعت تبلیغ حج کے سفر پر تشریف لے جارہے تھے اور دہلی سے بمبئی فرنٹیر میل سے آنے والے تھے۔ اطلاع پاکر عشاء کے بعد ہی سے ہزاروں کی تعداد میں زائرین سورت کے ریلوے اسٹیشن پر جمع ہونے شروع ہوگئے تھے، جن میں جامعہ حسینیہ، مدرسہ اشرفیہ راندیر اور مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے طلبہ واساتذہ کے علاوہ ہزاروں عوام سراپا اشتیاق زیارت بنکر شروع رات ہی سے وہاں پہونچ گئے تھے حالانکہ ریل کے ٹھہرنے کا وقت صرف تین منٹ تھا۔

صبح چار بجکر کچھ منٹ پر فرنٹیر پہونچی اور مجمع دیکھ کر افسران نے تین منٹ کے بجائے پندرہ منٹ ٹھہرایا، اور مولانا احمد اداصاحب گودھروی جو اس وقت حضرت کے اس سفر میں خادم تھے انہوں نے کھڑکی کھولی اور تشنگان زیارت کے لئے سامان سیرابی فراہم کیا، مجمع کو بٹھادیا گیا تاکہ سب ہی زیارت سے مستفید ہوسکیں، اللہ حافظ صالح کو حضرت نے کھڑکی کے قریب بلاکر ان سے مصافحہ فرمایا۔ اور اس کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب نے ریل کے دروازے پر کھڑے ہوکر بیان شروع کیا جو ریل کی روانگی تک جاری رہا۔

جب ریل چلنے لگی تو دل ہلنے لگے اور آنسو بہنے لگے کہ چیخیں بلند ہوگئیں اور ہمارے مولانا اسمٰعیل صاحب اور ایک دوسرے صاحب غش کھاکر بیہوش ہوکر گر پڑے۔

ماہ مبارک کی پہلی حاضری

اسی سال ۸۴ھ میں بھائی صاحب حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دورۂ حدیث سے فراغت پاکر حضرت شیخ کی خدمت میں مستقل قیام کا عزم کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے بھی شعبان و رمضان کی چھٹیاں حضرت کی خدمت میں گزارنے کے لئے فرمایا۔ میرا خیال چھٹی کے ایام کے دوران مولانا شمس الدین صاحب سے ادب کی کچھ کتابیں پڑھنے کا تھا۔ ان کے فرمان بلکہ اصرار پر میں بھی سفر کے لئے تیار ہو گیا اور مولانا عبدالرحیم صاحب اور مولانا اسمٰعیل بدات صاحب اور مولانا غلام محمد ڈیسائی صاحب کے ہمراہ — جو تینوں بعد میں حضرت کے نہایت قریبی خدام اور خلفاء مجازین سے ہوئے — دہرہ دون ایکسپریس سے روانہ ہوئے۔ ساتھ کئی ایک اور طلبہ بھی تھے۔

ظہر کے وقت سہارنپور پہونچے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دوسرے ملک میں پہونچ گئے ہیں، بالخصوص سائیکل رکشہ پر سواری تو در کنار اس سے پہلے سُنا بھی نہیں تھا کہ اس طرح انسان بھی انسان کے لئے بوجہ مجبوری سواری بنتا ہے۔ بڑی مشکل سے رکشہ پر سواری کے لئے اپنے کو آمادہ کیا۔

جب حضرت کے دولت کدہ پر پہونچے تو مولانا نصیر الدین صاحب رحؒ نے سورتی مہمانوں کے نام سے مصافحہ کی اجازت کے لئے اندر آدمی بھیجا۔

چونکہ پہلی مرتبہ ریل کی کھڑکی سے چہرۂ انور کی زیارت ہو سکی تھی اس لئے کچے گھر جانے سے پہلے تصور قائم کیا تھا وہ واقع سے بالکل مختلف تھا۔ سونچا یہ تھا کہ حضرت مصلے پر بیٹھے مصروف عبادت ہوں گے ہم قدموں میں سر رکھ دیں گے اور حضرت دعائیں دیتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیر دیں گے۔ مگر کچے گھر میں قدم رکھتے ہی چوکھٹ سے آگے قدم بڑھانا مشکل ہو گیا اس لئے کہ نظریں چرا کر دیکھا تو نگاہیں چکا چوند ہو گئیں آفتاب کی طرح پر جلال چہرہ جس میں نگاہوں کو خیرہ کرنے والی برق بار آنکھیں، سر کھلا ہوا،

آستینیں چڑھی ہوئیں۔ چہار زانو جلوہ افروز ہیں۔ ایک دوسرے کو آگے بڑھانے لگا اور اپنی باری پر مصافحہ کر کے ہر ایک دوسرے کی آڑھ ڈھونڈنے لگا۔

حضرتؒ نے طلبہ کی جماعت دیکھ کر یہ پوچھے بغیر کہ کھانا کھایا یا نہیں؟ خادم سے فرمایا:

"نصیر سے کہو انھیں کھانا کھلادیں"

اس کے بعد وہاں کے چوبیس ۲۴ گھنٹے کے نظام سے منسلک ہو گئے۔

اس دوران ایک مرتبہ جب سردیوں کی وجہ سے دوپہر کا کھانا باہر مولانا نصیر الدین صاحب کے مدرسے کی ٹال میں ہو رہا تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا:

"او سورتیو! تم میں کوئی اردو اچھا لکھنے والا ہے جس کی تحریر صاف ہو"

سب نے متفق اللسان ہو کر مولانا عبدالرحیم کا نام لیا۔ حضرت نے فرمایا:

"نمونہ کے لئے ایک سطر لکھ کر بتاؤ"

انہوں نے اپنی تحریر کا نمونہ پیش کیا۔ حضرتؒ نے ملاحظہ کر کے فرمایا:

"واہ! واہ! یہ ہمارے مولوی یعقوب گھر جا رہے ہیں اب سے ان کی جگہ ڈاک تم لکھا کرو"

چنانچہ سالہا سال تک بھائی صاحب مستقل حضرتؒ کے کاتب رہے اور اخیر تک ہمیشہ ہر حاضری پر خصوصی اور راز کے خطوط حضرتؒ ان سے لکھواتے رہے۔

پہلا پورے ماہ کا اعتکاف

اسی سال ۸۴ھ میں حضرت نے پورے ماہ کے اعتکاف کا سلسلہ مدرسہ قدیم کی دفتر والی مسجد سے شروع کیا۔ مسجد معتکفین سے شروع ہی سے پُر ہو گئی۔ بہت سے حضرات باوجود ارادہ کے اعتکاف نہ کر سکے۔

اس سال کا نظام بعد والے باقاعدہ مرتب رمضانوں سے مختلف تھا حتیٰ کہ کل وقتی مستقل خادم ایک بھی نہیں تھا اس لئے کہ قدرے تکلیف کے ساتھ تنہا چھڑی کے سہارے حضرتؒ خود تنہا بھی چل لیتے تھے، بھائی ابوالحسن بعض اوقات میں ہوتے تھے خصوصاً دن بھر وہ اپنے دفتر چلے جاتے۔

سب سے پہلا تعارف

ایک دن اشراق کے وقت جب سب سوئے ہوئے تھے حضرتؒ چھڑی کے سہارے استنجاء کے لئے تشریف لے جا رہے تھے میں نے بڑھ کر دست مبارک دوسری طرف سے تھام لیا اور استنجاء سے فراغت کے بعد وضوء کرانے لگا تب حضرتؒ نے پوچھا کہ:

"تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟"

میں نے عرض کیا میں مولوی عبدالرحیم کا چھوٹا بھائی ہوں۔ یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اتنے میں حافظ جی حال ناظم مدرسہ چھپٹل پور آ گئے انہوں نے میرے ہاتھ سے لوٹا لیکر وضو مکمل کرایا۔

طویل نفلیں

اشراق کے وقت سے قبیل الزوال تک حضرتؒ مسجد کے صحن میں دھوپ میں طویل نفلوں میں مشغول رہتے جو اس قدر خشوع وخضوع کے ساتھ ہوتیں کہ بارہا دیکھا کہ مکھیاں آپ کی گردن اور رخسار پر شہد کی مکھیوں کے چھتے پر بیٹھنے کی طرح اس قدر چھا جاتیں کہ کھال مبارک کہیں سے نظر نہ آتی پھر بھی ذرا حس وحرکت نہ ہوتی البتہ کبھی کبھی وجد کی حالت میں آپ کا دایاں کندھا بڑی تیزی اور قوت سے حرکت کرتا۔

نوافل سے فراغت پر حضرتؒ وہیں پر ڈاک لکھواتے اور مہمان اپنے طور پر اٹھتے رہتے اور نوافل تلاوت میں مشغول رہتے۔

حضرت کا پارہ سنانا

اس کے بعد ظہر کی نماز کے بعد ذکر ہوتا اور عصر کے بعد مفتی یحییٰ صاحب اور حکیم الیاس صاحب حضرت کا قرآن سُنتے اور سارے مہمان مجلس کی ہیئت پر حلقہ بنا کر بیٹھے ہوتے اور وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ پر عمل کرتے اور قرآن پاک کی تلاوت کیسے کی جاتی ہے اسے سیکھتے کہ حضرت والا کا اثناء تلاوت کا حال دیدنی ہے نہ کہ شنیدنی، شروع سے اخیر تک مسلسل آنسو جاری رہتے، اور گریہ کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ آواز بند ہو جاتی، تھوڑی دیر روتے رہتے پھر شروع فرماتے پھر یہی حال ہوتا۔ اس کا اثر سامعین پر بھی پڑتا اور ان کی آنکھوں سے بھی آنسو برابر جاری رہتے۔

افطار سے قبیل تلاوت بند فرما کر حضرتؒ مراقب ہو جاتے۔

افطار اور کھانا

معتکفین اور غیر معتکفین کے لئے دفتر کی سہ دری میں دسترخوان بچھتا جو بعد میں مہمانوں کی کثرت کے بعد صحن میں بچھنے لگا تھا۔ اس کے بعد نماز مغرب اور سنن نوافل اوّابین سے فراغت کے بعد اسی طرح دونوں طرح کے الگ الگ دستر خوان بچھتے۔

افطار اور شام کے کھانے میں تو معتکفین اور غیر معتکفین کے کھانے میں کوئی نمایاں فرق نہ ہوتا تھا مگر سحر کے کھانے میں عام دسترخوان کے کھانوں کے علاوہ معتکفین کے لئے حضرتؒ کے گھر والوں کی طرف سے گھی میں چپڑی روٹی اور کوفتے مزید آتے تھے۔

شام کے کھانیکے بعد قبل العشاء والی مجلس اس سال نہیں ہوتی تھی جو بعد کے سالوں میں چوبیس ۲۴ گھنٹے کے نظام میں سب سے زیادہ اہم بن گئی تھی۔

تراویح کے بعد کی مجلس

پھر عشاء اور تراویح ہوتی۔ تراویح میں پورے ماہ مبارک میں ایک قرآن پاک پڑھا گیا تھا۔

تراویح سمیت تمام نمازوں کی امامت مفتی مظفر حسین صاحب حال ناظم مدرسہ فرماتے تھے۔ سامع کوئی متعین تھے یا نہیں یہ تو یاد نہیں البتہ ہمیشہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ ہی لقمہ دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب نے کسی غلطی پر ہوں .... کے ذریعہ غلطی پر ٹوکا اور پھر نئے سرے سے نیت باندھ لی۔

تراویح کے بعد مجلس میں نمکین میٹھی چیزیں تقسیم ہوتیں۔ ایک دو روز کے بعد حضرت نے فرمایا:

"اس وقت کوئی کتاب پڑھ لی جائے تو بہتر ہے، کونسی کتاب ہو؟"

اس پر حضرت نے مشورہ طلب فرمایا۔ غالباً مولانا منور حسین صاحب اور اکثر حضرات نے پیران پیرؒ کے مواعظ کا مشورہ دیا۔

شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب کی رائے یہ تھی کہ فضائل کی کتاب پڑھی جائے اور فرمایا:

"اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ خود مصنف کے سامنے اس کی کتاب پڑھی جائے تو اس کی بات ہی اور ہوتی اور ان کے لئے مسرت کا باعث ہوتا ہے۔"

یہ دونوں وجوہ فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول پر دال تھیں۔

غرض مشورہ کے بعد پیران پیر کے مواعظ مولانا سلمان صاحب کے ذریعہ منگواکر شروع کئے گئے۔ لیکن کچھ دن بعد ہی پھر فضائل کی کتاب پڑھی جانے لگی۔

مجلس سے فراغت کے بعد سب لوگ اپنے اپنے طور پر مشغول ہوجاتے اور جو سوجاتے انہیں سحری کے وقت جگا دیا جاتا۔ اور صبح صادق کے کچھ دیر بعد فجر کی جماعت ہوتی۔

عید الفطر

تقریباً یہی معمول رمضان کے اخیر تک رہا۔ اور تیسویں کی شب میں چاند کی اطلاع نہیں آئی، فجر کے بعد اطلاع آئی۔ اس اطلاع وشہادت کا اعتبار کر کے مفتی محمود صاحب گنگوہی نے جو حکیم صاحب والی مسجد میں معتکف تھے اعتکاف ختم کردیا۔ اور حضرت بھی کچے گھر آگئے اور فرمادیا:

"جانے والے مہمان آج حکیم جی کی مسجد میں عید کی نماز پڑھ لیں میں کل کو دارالطلبہ قدیم کی مسجد میں عید کی نماز پڑھوں گا۔"

اکثر مہمان عید کی نماز پڑھ کر گھروں کو واپس ہوگئے۔

رمضان المبارک میں دوسری حاضری

اس سال تو مولانا عبد الرحیم صاحب زبردستی لائے تھے مگر سال بھر کے بعد پھر اگلے شعبان ۸۵ھ میں اپنی طرف سے نہ صرف شوق و رغبت کے ساتھ حاضری ہوئی بلکہ اس ارادہ اور تیاری کے ساتھ کہ اب مشکوٰۃ و دورہ کی تعلیم یہیں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے قدموں میں رہ کر مکمل کرنی ہے۔ اگرچہ ہمارے مشفق استاذ مولانا محمد سعید راندیری مدرسہ چھوڑ کر جانے پر بہت ناراض ہوئے کہ چھوٹے مدارس میں منتہی طلبہ کے جانے سے اثر پڑتا ہے۔

امسال مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے حضرت والا نے دارالطلبہ جدید کی مسجد میں اعتکاف فرمایا جس کے نظام الاوقات پر کتب رسائل لکھے جاچکے ہیں معروف ہیں۔

ذکر کی درخواست اور حضرت کی ناراضگی

ماہِ مبارک میں سارے ذاکرین کو ذکر کرتا ہوا دیکھ کر مجھے بھی شوق ہوا، مولانا عبد الرحیم صاحب کی وساطت سے حضرتؒ سے اجازتِ ذکر چاہی حضرت نے فرمایا کہ:

"طالب علمی کے زمانہ میں ذکر شروع نہیں کرنا چاہئے علم کا حرج ہوتا ہے"

(لیکن بعد میں طلبہ کے احوال کے پیشِ نظر حضرت منتہی طلبہ بلکہ مطلق طلبہ کے لئے ذکر کی تجویز پسند فرماتے تھے۔ جب ہمارے دارالعلوم کے طلبہ کے ذکر کا حال سُنا تو حضرت نے تصویب فرمائی اور دعائیں دیں)

میں نے یہ سوچ کر کہ ذکر کے لئے اندرونی اہلیت شرط ہوگی جس کی مجھ میں کمی ہے اسے پورا کرنے کے لئے توبہ و استغفار، رونا پیٹنا شروع کیا۔ رو دھو کر دو تین روز بعد پھر دوبارہ ذکر کی اجازت چاہی۔

عصر کی نماز کا وضو کراتے ہوئے مولانا عبدالرحیم صاحب نے درخواست پیش خدمت کی۔ وضو سے فراغت کے بعد حضرت نے کمرہ سے مسجد میں قدم رکھا، فرمایا:

"پردہ ہٹادو"

اور کرخت لہجہ میں گرجتی ہوئی آواز میں ارشاد فرمایا کہ:

"کہاں ہے یوسف، عبدالرحیم کا بھائی؟ اس سے کہو کہ ابھی جو پہلی ریل ملتی ہو اس سے سورت چلا جائے، جو کہنا نہ مانے اس کے لئے یہاں جگہ نہیں ہے۔"

مولانا عبدالرحیم صاحب نے وہیں سے دیکھ کر بتایا کہ وہ سُنتیں پڑھ رہا ہے۔

عبدالرحیم کا بھائی کہاں ہے؟

ماہ مبارک گزرنے کے بعد جب مہمان چلے گئے تو عصر کے بعد کی چائے کی مجلس میں پہلے ہی روز حضرت نے مجھے آواز دی اور فرمایا:

"کھڑے ہوجاؤ۔"

میں بڑے چبوترے پر اپنی جگہ پر کھڑا ہوگیا حضرت نے مولانا نصیر الدین صاحب سے خطاب کر کے فرمایا:

"ارے نصیر! یہ عبدالرحیم کا بھائی اب یہاں رہے گا اسے اچھی طرح دیکھ لے۔"

حضرت کا اشارہ چائے اور کھانے پینے میں خیال رکھنے کی طرف تھا۔ اس کے بعد سے دوتوں وقت کا کھانا اور دونوں وقت کی چائے مستقل حضرت کے یہاں ہوگئی۔

جلال بھی جمال بھی

ایک دو روز کے بعد مغرب کی نماز کے بعد جب حضرت طویل نفلوں سے فارغ ہوئے۔ میں مسجد ہی میں مطالعہ میں مصروف تھا کہ حضرت نے یاد فرمایا۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ:

"آج عشاء کے بعد آجائیو۔"

عشاء کے بعد جب حضرت تشریف لے گئے مجھے جانے میں دیر ہوگئی یا بھول ہی گیا تھا کہ اچانک حضرت کے خادم بلانے آئے کہ حضرت بلا رہے ہیں۔ جیسے ہی کچے گھر کے حجرہ میں قدم رکھا، نہایت زور کی آواز میں ڈانٹ کر حضرت نے فرمایا:

"بھاگ جا، اب کیوں آیا ہے؟"

پہلی ڈانٹ دارالطلبہ کی مسجد میں خیر سے سنتوں کے دوران دور سے پڑی تھی، اس لئے تحمل ہوگیا تھا۔ مگر اب کے صرف قَابَ قَوْسَیْن کے فاصلہ سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ جلال کیسے برداشت ہوتا مگر نہ معلوم حضرت کی اندرونی شفقت کا اثر ظاہری مصنوعی ڈانٹ پر غالب رہا کہ مجھے ہنسی آگئی۔ اس پر حضرت بھی مسکرا دیئے اور تبسم کے ساتھ فرمایا:

"ابے! تجھے کہا تھا کہ عشاء کے بعد آجانا۔ لے یہ کھا لے اور بھاگ جا۔"

پھر تو اس مجلس کی حاضری بھی مستقل ہوگئی اور اس میں ضابطہ کے حصہ کے علاوہ حضرت کے دست مبارک سے حضرت کے بقیہ تبرک سے ضرور حصّہ لگتا اور کبھی یہ فرما کر بار بار ملتا کہ:

"ارے احمد حسین! تجھے تو ملا ہی نہیں۔"

کبھی فرماتے :

"مجھے تو ہر دفعہ میں تو ہی نظر آوے ہے"

اللہ تعالیٰ معاف فرماوے کہ بالکل ہی ان شفقتوں کی قدر نہ کی۔

پھر ذکر والا خبط

ان ہی ابتدائی ایام کا قصہ ہے کہ طبیعت پر پھر ذکر کا شوق سوار ہوا۔ اور یہی خیال کہ میں بہت گندا اور گنہگار ہوں یہ زبان ذکر کے قابل نہیں اس لئے اجازت نہیں مل رہی۔ لیکن ڈانٹ کے بعد سے اب کہنے کی تو ہمت تھی نہیں، ایک دن جب حضرت عشاء کے بعد طویل نوافل میں مشغول تھے، میں حضرت کے پیچھے دور بیٹھکر رونے لگا، دوزانو کھڑے اور سر بیچ میں کرکے اس طرح پر کہ کوئی سمجھے کہ اونگھ رہا ہے، کسی کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ میں روتا ہوں وجہ تو کیا معلوم ہوتی ؟

ان دنوں حضرت فرائض اور وتر کھڑے ہو کر بقیہ سُنن و نوافل بیٹھکر ادا فرماتے تھے۔ اس لئے حضرت جب نوافل سے فراغت کے بعد وتر کے لئے کھڑے ہونے لگے تو ایک طرف اور کسی خادم نے دوسری طرف میں نے حضرت کو سنبھالا دیا۔ جب حضرت کھڑے ہو گئے تو میرے کان کے قریب ہونٹ کرکے فرماتے ہیں :

"میرے پیارے ! رویا نہیں کرتے، جب تو فارغ ہو جائے تو مجھ سے ذکر سیکھ لینا اور میں مرگیا تو عبدالرحیم سے سیکھ کر شروع کر دینا"

لیکن پھر فراغت سے کچھ پہلے ہی حضرت نے خود ہی ذکر تعلیم فرما کر شروع کروادیا تھا۔

کشف کا ایک اور واقعہ

اس طرح کے کشف کے واقعات تو وہاں تقریباً روزمرہ مشاہد ہوتے رہتے تھے منجملہ ان کے ایک مرتبہ انہی ابتدائی ایام میں حضرت شیخ نے مدارس میں رہ کر اسٹرائک کرنے والے بدعنوان طلبہ کے متعلق بہت ہی سخت الفاظ فرمائے۔

مجھے اپنے بارے میں فکر ہوئی کہ کئی سال مدرسہ میں رہنے کی وجہ سے میری طرف سے یقیناً بدعنوانیاں ہوئی ہوں گی۔ اس پر عصر کے بعد مجلس کے وقت میں نے مسجد کے کونے میں تنہا بیٹھ کر اللہ کے سامنے رونا شروع کیا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ خادم آیا کہ حضرت یاد فرمارہے ہیں۔ میں حاضر ہوا تو حضرت چارپائی پر تشریف فرما تھے دونوں چبوتروں پر مہمان بیٹھے ہوئے تھے، حضرت نے گردن ہلا کر قریب ہونے کا اشارہ فرمایا اور چپکے سے فرمایا :

"میرے پیارے ! رویا نہیں کرتے تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے"

غرض اس طرح کے واقعات تو وہاں روز ہوا کرتے تھے۔

ہمارے دوست چودھری شاہین صاحب نے اپنا واقعہ سنایا کہ :

میں مفتی مقبول احمد صاحب کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوا. حضرت نے فرمایا کہ :

"رات عشاء کے بعد کھانے پر میرے یہاں آجایا کرو، اور وقت ملے تو عصر کے بعد کتاب ہوتی ہے اس میں آجانا"

اور مفتی صاحب سے فرمایا :

"فجر کے بعد ذکر ہوتا ہے جی چاہے تو اس میں شرکت کر لیا کریں"

چنانچہ ہم عشاء کے بعد حاضر ہوتے رہے۔

ایک مرتبہ راستہ میں تربوز دیکھ کر میں نے مفتی صاحب سے کہا کہ اسے خرید کر رکھ لیا جائے تو رات تک ٹھنڈا کھانے کے قابل ہو جائے گا مگر اذان ہوگئی اس لئے خرید نہ سکے۔ حسب معمول عشاء کے بعد حضرت کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے میں فارغ ہو کر اٹھنے لگا، حضرت نے فرمایا کہ :

"میں نے آپ کے لئے تربوز فریزر میں رکھوا رکھا ہے خوب ٹھنڈا ہوگا

ہوگا تشریف رکھئے ابھی آرہا ہے"۔

اسی طرح شاہین صاحب نے سنایا کہ:

جب حضرت دوسری مرتبہ انگلستان تشریف لائے تو میں زیارت کے ساتھ تین تمنائیں لیکر حاضر خدمت ہوا:

- ایک یہ کہ حضرت کی خدمت میں کچھ رقم پیش کرنا چاہتا ہوں۔
- دوسرے حضرت کو گلاسگو تشریف بری کی دعوت دینی تھی۔
- تیسرے جی چاہتا تھا کہ مسجد کے لئے حضرت کی طرف سے تبرکاً چندہ مل جاتا۔

مصافحہ کے ساتھ ہی تینوں باتوں کا جواب مل گیا۔ فرمایا کہ:

"میں نے یوسف سے وعدہ لیا تھا کہ میں کہیں اور جاؤں گا نہیں صرف ایک دن تبلیغی مرکز پر جاؤں گا۔ دوسرے یہ کہ وہاں کسی سے ہدیہ نہیں لوں گا، میں نے تو خود ہی تمہاری مسجد کے لئے کچھ پیش کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے"۔

یہ فرما کہ ایک سَو پونڈ مرحمت فرمائے۔

ہنگامی سفرِ حج

اسی سال ۸۶ھ میں حضرت کا سفرِ حج ہوا جو پہلے ملتوی ہوگیا تھا اچانک اس کے اسباب ومحرکات حضرت کے اندرونی جذب وعشق کے نتیجہ میں پیدا ہوگئے۔ حضرت کی ان باطنی کیفیات کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل مکتوب کے اشعار و اقتباسات سے ہوگا۔

یہ مکتوب گرامی حضرت نے حجاز مقدس میں اپنے ایک عزیز کے نام اسی سفر کے بارے میں تحریر فرمایا تھا۔ مکتوب کی ابتداء چند اشعار سے ہوتی ہے ؎

مِنّی السّلام علیٰ من لست انساہ
ولا یمل لسانی قط ذکرہ

إن غاب عنی فان القلب مسکنہ
ومن یکن بفوادی کیف أنساہ

وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں
التفاتِ یار تھا ایک خوابِ آغازِ وفا
سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوں کی تعبیریں کہیں
بے زبانی ترجمانِ شوق بے حد ہو تو ہو!
ورنہ پیشِ یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں
تیری بے اعتنائی کو آخر یہ کیا خیال آیا
کہ میری پرسشِ احوال کو بچشمِ اشکبار آئیں

آپ کا ۲۶ جنوری کا دیا ہوا تار ۲۸ جنوری کو ملا، اس نے معاً طبیعت میں ہیجان پیدا کردیا، گذشتہ مناظر ایک ایک ہوکر دل میں اور آنکھوں میں گھومنے لگے ؎

تمہاری بزم کے منظر جو یاد آتے ہیں
نظر کے سامنے تصویر کھنچ جاتے ہیں
اندھیر ہوتی ہے دنیا کبھی نگاہوں میں
کبھی مژہ پہ ستارے جھلملاتے ہیں

آگے کچھ مضمون تحریر فرمانے کے بعد چند اشعار اور تحریر فرمائے ہیں ؎

آنکھ لگنے لگی ستاروں کی ؎ کاش مجھ کو بھی نیند آجائے
اب میرا آشیاں چمن میں نہیں ؎ فصلِ گل سے کہو کہ لوٹ آئے
اُف رے سعیِ تلاش کا انجام ؎ پھول ڈھونڈے تو خار ہاتھ آئے

آگے تحریر ہے:

"یہ ناکارہ اس سوچ میں پڑ گیا ہے کہ مشائخ سلوک کا متفق ارشاد ہے کہ بے طلب اگر کوئی چیز ملے اور اس کو کوئی رد کر دے تو طلب پر بھی نہیں ملتی اس سے بہت ہی ڈر لگ رہا ہے کہ آپ کا یہ کرم اور میری یہ تقصیر کہیں دائمی حرمان کا سبب نہ بن جاوے اس کے ساتھ آپ بھی سمجھیں کہ مدینہ پاک کی حاضری کا اگر انداز پیدا ہو جائے اور اس کے اسباب بے طلب مہیا ہونے لگیں تو طبیعت پر کیا گزرے گی ؎

اذا ذکرتك والشوق یقتلنی وارقتنی احزان واوجاع

وصار کل قلوبا فیك دامیة للسقم فیها والالام اسراع

ہوا ٹھنڈی جو آتی ہے نکل کر ان کے کوچے سے

نکل جاتی ہیں سرد آہیں مرے ٹوٹے ہوئے دل سے

بہر حال اب تو کالمیت فی ید الغاسل بن رہا ہوں اور اس کا منتظر ہوں کہ اگر شعبان میں اس سیاہ کار کا نام عشاق کی فہرست میں آچکا ہو، تب تو انشاء اللہ حاضری ہے ہی اس لئے کہ اسباب بھی مسبب الاسباب کے قبضہ میں ہیں اور اگر میری بد اعمالیاں غالب ہیں تو میں اور آپ دونوں لاکھ کوشش کریں کچھ نہیں کر سکتے نفس و شیطان بھی حیلے اور مکائد جو مانع حاضری ہے ایک ایک کر کے سامنے لاتے ہیں جن میں اہم مسئلہ تو مدرسہ کی بخاری شریف کا ہے، ایک صاحب جو دوسرے مدرسہ میں حدیث کے مدرس ہیں وہ صرف بخاری شریف کی وجہ سے اپنے مدرسہ سے یہ درخواست دے کر آئے ہیں کہ اگر رخصت منظور نہ ہوں تو یہی استعفاء ہے اور بھی متعدد احباب یہ سمجھ کر کہ یہ چراغ سحر ہے دوسرے مدارس سے آئے ہیں، ایک میرے مخلص

جو اپنے مدرسے میں بڑے ہی محبوب تھے وہاں کے اکابر کو ناراض کر کے آئے ہیں (اس سے مراد یہ سیاہ کار ہے)

اس کے ساتھ لامع ایسے موقع پر پہونچ گئی ہے کہ اس کے ختم ہونے کی میری بھی تمنا ہے کہ قریب پہونچ گئی ہے"۔

اس خط کے اخیر میں یہ شعر بھی ہے ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل

کجا دانند حال ما سبک ساران ساحلہا

تیرے رونے نے مجھے کھینچ لیا

۷ ذیقعدہ ۸۶ھ کو چونکہ حضرت کا اچانک سفر حج ہوا کہ دہلی حاجیوں کو الوداع کرنے تشریف لے گئے تھے۔ ہمیں الوداع فرما کر خود ہی وہاں سے آگے شریک قافلہ ہو گئے۔ اس لئے دہلی مطار پر اچانک جدائی کا دل پر سخت صدمہ ہوا اور اتنا رویا کہ حضرت کے سامنے چیخیں نکل گئیں، جس کے متعلق حضرت نے واپسی کے بعد فرمایا کہ:

"مطار پر تیرے رونے نے مجھے کھینچ لیا"۔

اور وہاں سے گرامی نامہ سے بھی نوازا۔ اور واپسی کے بعد ایک لنگی مرحمت فرمائی جس میں ایک پرچہ میں چند سطور تحریر تھیں کہ:

"اسی میں میں نے عمرہ کیا ہے اور یہ زمزم میں بھگوئی گئی ہے اس لئے خیال رکھنا کہ یہ ناپاک نہ ہو"۔

اور اس سفر سے واپسی پر جب حضرت کار کے ذریعہ دہلی سے سہارنپور پہونچے تو سینکڑوں کا مجمع ایک دم مصافحہ کے لئے آگے بڑھا، حضرت نے فرمایا کہ:

"اس وقت کسی سے مصافحہ نہیں ہوگا مسجد میں جائیں وہاں مصافحہ ہوگا"۔

جب کچے گھر میں پہونچے تو فرمایا کہ: "پہلے تجھے مل لوں"۔

یہ فرما کر معانقہ فرمایا۔ اور جب مسجد سے واپسی میں حضرت کا ناک کا کپڑا وہاں سے اٹھتے ہوئے گر گیا جو میں نے اٹھا کر جیب میں رکھ لیا اور کچے گھر پہنچ کر حضرت کے مطالبہ پر میں مسکرا دیا تو حضرت نے فرمایا کہ:

"ارے! حرمین کے سارے آنسو اسی میں ہیں"۔

غرض حضرت کے زیر سایہ رہ کر مشکوٰۃ ۸۵ھ و ۸۶ھ میں اور دورۂ حدیث ۸۶ھ و ۸۷ھ میں مظاہر میں پڑھا۔ بعض مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ:

"اس سال میرا بخاری کسی کے حوالہ کر دینے کا ارادہ تھا مگر تیری وجہ سے پڑھا رہا ہوں"۔

غالباً اسی لئے دوسرے سال حضرت نے ایک جلد پڑھائی اور دوسری جلد مفتی مظفر حسین صاحب نے پڑھائی اور اس کے بعد سے دونوں جلدیں حضرت مولانا یونس صاحب کے یہاں کر دی گئیں۔

اس دو سالہ مدت میں اوقات اسباق کے علاوہ تقریباً تمام تر وقت حضرت کی خدمت میں گزارتا۔ درس بخاری سے فارغ ہو کر عصر کے بعد مسجد کلثومیہ ہی میں ختم خواجگان میں شرکت فرما کر حضرت واپس تشریف لاتے اکثر اوقات پیشاب کے تقاضہ کی وجہ سے گاڑی (وہیل چیئر) بہت تیز بھاگتے ہوئے لانا پڑتی۔ راستہ میں پچاسوں بچے روزانہ حضرت کو سلام کرنے کے لئے منتظر رہتے، زور سے چیختے "اباجی السلام علیکم، شیخ ابا السلام علیکم" عجیب منظر ہوتا۔ اس وقت حضرت روتے ہوئے یہ شعر پڑھتے ؎

مرا اک کھیل خلقت نے بنایا ؎ تماشے کو بھی تو میسر نہ آیا

اور یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ احْرُسْنِيْ بِعَيْنِكَ الَّتِيْ لَا تَنَامُ

غلبۂ خوف پر نصیحت

انہی ایام تعلیم میں اس ناچیز پر خوف الٰہی کا شدید غلبہ ہوا کہ ہر وقت روتا رہتا تھا۔ مولانا عبدالرحیم صاحب مجھے حضرت کی خدمت میں لے گئے اور صورت حال عرض کی۔ حضرتؒ نے فرمایا:

"خوف و رجاء میں سے کسی کا غلبہ نہ ہونا چاہئے دونوں کے غلبہ سے نقصان ہوتا ہے خوف کے ساتھ امید بھی کامل رکھنی چاہئے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کل قیامت کے دن یہ اعلان ہو جائے کہ سارے انسان جنت میں، صرف ایک شخص دوزخ میں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اپنے متعلق خوف ہے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں گا اور اگر یہ اعلان ہو کہ سارے انسان دوزخ میں صرف ایک جنت میں جائے گا تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں گا"۔

اللہ کی نعمتوں کی قدر

انہی دنوں ایک مرتبہ حضرت مغرب کی نماز کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، حضرت کے مکان کے برابر میں جہاں شیخ عالم کا مکان ہے وہاں خالی میدان ہے جہاں کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا۔ خدام نے تربوز کاٹ کر چھلکے وہاں پھینکے ہوئے تھے حضرت کو ان چھلکوں میں کچھ سرخی نظر آئی، دو چار ٹکڑے اٹھوا کر دیکھے تو سب میں تھوڑی تھوڑی سرخی پائی غصہ میں فرمایا:

"کون تھا اس طرح کاٹنے والا؟"

ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

"ان سب کو لے جا کر دھو کر سرخ حصہ کاٹ لو"۔

اور رات کو عشاء کے بعد کی مجلس میں سب سے پہلے اسی میں سے خود کھایا اور فرمایا کہ:

"یہ کوڑے پر سے اٹھا کر اس میں سے کاٹا گیا ہے جس کا جی چاہے اسے کھائے، میں تو آج اسی کو کھاؤں گا۔"

نکاح کے لئے انگلستان کا سفر

دورہ سے فراغت کے بعد ارادہ تو حضرت کی خدمت میں پڑ جانے کا تھا مگر گھر والوں نے رشتہ انگلستان میں طے کر دیا جو قریبی عزیزوں میں سے تھے اور یہاں مقیم تھے اور رمضان کے بعد سفر طے ہوگیا۔ اس لئے میں نے حضرت سے درخواست کی کہ یہ آخری رمضان (۸۷ھ) یہاں گزار لوں۔ اس لئے کہ پچھلا رمضان بھی وہاں نہیں گزار سکا تھا ـــــ حضرت کے یہاں دار جدید میں پنجوقتہ نماز کی امامت اور تراویح میں دو پارہ سنانا تجویز ہوا تھا اور تین چار روز سنانے کے بعد بیمار ہوگیا اور حضرت نے گھر بھیج دیا تھا اس لئے میں نے سفر سے قبل آخری رمضان گزارنے کی درخواست کی ـــــ مگر حضرت نے حکماً یہ فرما کر سورت بھیجدیا کہ:

"جاکر والدین کی خدمت کرو۔"

چنانچہ تین چار ماہ بعد والد صاحب رحلت فرما گئے اور میں جون ۶۸ھ کے شروع میں انگلستان روانہ ہوگیا۔

یہاں پہونچنے کے پانچ چھ ہفتہ کے بعد نکاح ہوگیا۔ حضرت نے نکاح کے دوسرے دن سہارنپور میں ولیمہ کی عظیم دعوت فرمائی اور مدعوین کی فہرست بھی مجھے ارسال فرمائی۔

بس کے ذریعہ ہندوستان کا سفر اور حادثہ

یہاں انگلستان آئے ہوئے صرف چار ماہ ہوئے تھے کہ ایک تبلیغی جماعت چھوٹی بس (وین) کے ذریعہ ہندوستان بڑودہ کے اجتماع میں جارہی تھی، اس خیال سے کہ حضرت کے یہاں ماہ مبارک (۸۸ھ) گزر جائے گا میں

بھی شریک سفر ہوگیا۔

راستہ میں ایران میں حادثہ پیش آیا دو ساتھی شہید ہوگئے بقیہ زخمی ہوئے، میرا بھی بازو ٹوٹ گیا۔ سب سے پہلے حضرت کو تار کیا۔ حضرت نے ہندوستانی وزارتِ خارجہ کے ذریعہ تہران میں متعین بھارتی سفیر کو عیادت و امداد کے لئے میانہ کے ہسپتال میں بھجوادیا۔ اسی طرح پاکستان سے حضرت نے زاہدان کے راستہ سے دو تبلیغی ساتھیوں کو معاونت کے لئے بھیجا۔ اور میرے سہارنپور پہونچنے تک حضرت برابر متفکر رہے۔

مولانا عبد الرحیم صاحب نے سُنایا کہ تار کے ملنے کے بعد حضرت تفصیلی احوال کے لئے بہت متفکر تھے۔ ایک دن فرمایا کہ:

"آج میں نے دیکھا ہے کہ یوسف کا خط آیا ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہی ڈاک میں میرا تفصیلی عریضہ پہونچ گیا۔

قرض کی ادائیگی میں تاخیر پر تنبیہ

انگلستان کے سفر کے موقع پر ٹکٹ وغیرہ کے لئے اپنے احباب و بزرگوں سے قرض لیا تھا جن میں مفتی محمود صاحب گنگوہی بھی تھے اور حضرت مفتی صاحب کا قرض میرے ذمہ باقی تھا اب تک ادا نہیں کر سکا تھا۔

حادثہ کے بعد ٹوٹے ہوئے بازو کو لیکر جب سہارنپور میں مدرسہ قدیم کی مسجد کے دروازے پر مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی تو مصافحہ کے ساتھ عیادت و اظہار افسوس کے بجائے مفتی صاحب نے فرمایا:

"پہلے تو ادا نہیں کئے اور پھر آگئے۔"

یہ جملہ سن کر اس وقت بہت ہی رنج و ندامت ہوئی اور ایسے پٹھانی تقاضے پر اور ایسا انداز اختیار کرنے پر تعجب بھی ہوا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت شیخ نے مفتی صاحب

سے فرمایا تھا کہ:

"سلام مصافحہ کے ساتھ ہی یوں کہنا کہ پہلے تو ادا نہیں کئے اور پھر آئے۔"

محبت وشریعت

شوال میں انگلستان واپسی ہوگئی اور چند ماہ بعد حضرت کا ۵ صفر ۸۹ھ کو عمرہ کا سفر ہوا۔

جن دنوں حضرت بمبئی میں مقیم تھے میں نے ایک خواب دیکھا کہ حضرت مجلس میں تشریف فرما ہیں اور ایک صاحب نہایت عمدہ آواز سے یہ نعت پڑھ رہے ہیں ؎

باحسن عقیدت جس میں بیاں سرکار کی سیرت ہوتی ہے
اس بزم کے ذرے ذرے پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے
اک سمت محبت ہوتی ہے اک سمت شریعت ہوتی ہے

حضرت پر یہ سنکر گریہ طاری ہے اور زار و قطار رو رہے ہیں۔

حضرت نے وہاں پہنچنے کے بعد حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی اور یہاں سے ہم چار ساتھی عمرہ کے لئے روانہ ہوئے وہاں چھ سات ماہ گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی اور طائف، ینبوع، خیبر اور جدہ وغیرہ مقامات پر تبلیغی مشوروں میں حضرت تشریف لے گئے اس لئے ان مقامات کی بھی زیارت ہوگئی۔

بچھو کے ڈنک کے لئے لعابِ دہن

مدینہ طیبہ میں حضرت کا شب کا قیام مسجد نور میں رہتا تھا اور دن میں مدرسہ شرعیہ میں حضرت تشریف رکھتے تھے۔

ایک شب مسجد نور کے مہمان خانہ سے باہر کھلے میدان میں حضرت کی چارپائی کے قریب ریت پر بستر بچھا کر میں سو رہا تھا کہ بچھو نے کاٹا، آنکھ کھلی تو انگلی کے ساتھ لٹک رہا تھا، ہاتھ جھٹکا تو دور جاکر گرا، تکلیف اور جلن بہت زیادہ تھی، اس خیال سے کہ حضرت کی نیند خراب ہوگی ہاتھ پکڑ کر بیٹھا رہا۔ جب حضرت تہجد

کے لئے بیدار ہوئے تب عرض کیا۔ حضرت وضو فرماکر تشریف لائے اور کچھ پڑھ کر لعاب دہن ڈنک کی جگہ لگادیا، ساتھ ہی تکلیف کافور ہوگئی ذرا بھی اثر نہ رہا۔

حضرت کا انگوٹھا کار کے دروازے میں!

غالباً اسی سفر میں ایک مرتبہ حضرت مسجد نبوی سے نماز کے بعد مسجد نور تشریف لے جارہے تھے حضرت کو وین میں سوار کرادیا گیا اور حضرت ابھی ٹھیک سے بیٹھنے کے لئے دروازہ کی ونگ تھامے ہوئے تھے کہ باہر سے کسی نے پوری قوت سے دروازہ بند کردیا، جلدی سے دروازہ کھول کر دیکھا گیا تو انگوٹھا ناخن سمیت بالکل سیاہ ہوچکا تھا۔

اس وقت جو تکلیف حضرت کو ہورہی ہوگی اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا مگر حضرت نے اس کی بھی تحقیق نہیں فرمائی کہ اس طرح لاپرواہی اور غفلت سے دروازہ بند کرنے والا کون تھا؟ اور بلا تحقیق بھی حضرت نے نہ غصہ میں کوئی حکم فرمایا نہ شدید تکلیف کا اظہار کیا (اللہ اکبر) حالانکہ کئی روز تک اس کا باقاعدہ علاج کرانا پڑا۔

حرمین میں عمرہ اور اعتکاف

حضرت کے ساتھ حرمین میں ۸۹ھ کا رمضان گزارا اور پندرہ ۱۵ دن حضرت نے مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور روزانہ ایک عمرہ فرماتے اور آخری پندرہ ۱۵ دن مدینہ طیبہ میں قیام رہا۔ اور آخری عشرہ کا حضرت نے اعتکاف فرمایا۔

اعتکاف کے دوران ایک شب تراویح وغیرہ سے فراغت کے بعد حضرت نے اپنے معتکف میں مجھے اور مولانا اسمٰعیل بدات صاحب مدنی کو طلب فرمایا اور اجازتِ بیعت عطا فرمائی اور دونوں کو اپنے دست مبارک سے مشلح پہنایا۔

مولانا اسمٰعیل صاحب نے ایک شب قبل خواب دیکھا تھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے ہم دونوں کا نام پکارا گیا اور دونوں کو بلاکر قتل کردیا گیا۔

پیا مًا اجازت

بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت نے مولانا عبدالرحیم صاحب اور صوفی صاحب سے فرمایا تھا کہ :

"اگر میں مرجاؤں تو میری طرف سے پیا مًا طلحہ اور یوسف کو اجازت دے دینا"

والدہ کی ناراضگی کے سبب حج کا التواء

حجاز کے قیام کے دوران والدہ محترمہ اور خسر صاحب کی طرف سے بہت سخت خطوط پہونچتے رہے کیونکہ شادی کے بعد میں نے مختصر مدت میں ہند و حجاز کے دو طویل المدت سفر کرلئے تھے۔ اس لئے حضرت نے رمضان المبارک کے بعد مجھے انگلستان واپس بھیجدیا اور والدہ کے نام گرامی نامہ میں حضرت نے لکھوایا کہ :

"اشہر حرام شروع ہونے کے بعد اب حج کئے بغیر یوسف کے لئے یہاں سے نکلنا مکروہ ہے مگر تمہاری ناراضگی اور حکم کی وجہ سے اسے واپس بھیج رہا ہوں خدا کرے آئندہ اس کا یہ حج ہو جائے"

جو کام تمہارے حوالہ کیا گیا ہے اس میں لگو

شوال میں سفر حجاز سے واپسی کے چند ہفتوں بعد ہمارے یہاں زکریا مسجد بولٹن میں ایک حادثہ پیش آیا کہ چند غنڈوں نے رات کو مسجد میں گھس کر توڑ پھوڑ کی اور نقد وغیرہ بھی چوری کر کے لے گئے اور قرآن پاک، تولئے، قالین وغیرہ کو اکٹھا کر کے آگ لگادی۔

آئندہ کی حفاظت کی خاطر میں نے چند نوجوانوں پر مشتمل ایک جماعت بنائی جس میں کچھ بے احتیاطی کا پہلو بھی تھا اس لئے حضرت نے شدید ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے متعدد گرامی ناموں میں تنبیہ فرمائی۔ ایک گرامی نامہ میں

تحریر فرمایا :

"مجاہد اعظم مولینا یوسف صاحب! میں نے تم کو بار بار تاکید کی کہ "ارشاد" و "اکمال" کو اہتمام سے مطالعہ میں رکھو مگر تم کو اس کی فرغت نہ ہوئی کہ کم از کم ایک نظر اکمال ص۱۳۸ کو دیکھ لو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے حضرت سید احمد شہید بریلوی نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت شیخ الہندؒ جیسا نہ تو تم میں اور نہ مجھ میں اخلاص ہو سکتا ہے اور نہ ان جیسے اعوان اور جان نثار مل سکتے ہیں، ان حضرات کی مساعی سے مایوس ہو کر ان کے چھوٹوں نے ذکر وشغل کی لائن پر زور دیا ہے کہ وہ درجہ حاصل نہ ہو تو دوسرا ہی حاصل ہو۔ باقی تم زیادہ ہمت والے ہوا اور نوجوان ہو، اپنا تو ضعف کا زمانہ ہے اعضا جواب دے چکے ہیں۔ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے اٹھتا ہو وہ اگر تم جیسوں کی حرص کرے تو کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا"

تنبیہ کی خاطر غصہ میں ایک دوسرے گرامی نامہ کی ابتداء ہی اس طرح ہے :

"حضرت مجاہد اعظم منقطع عن الدنیا وعن اہل الدنیا متبتل الی اللہ و الی اولیائہ حضرت شیخ المشائخ مرجع الخلائق حضرت مولینا حافظ قاری محمد یوسف متالا صاحب اعلی اللہ مراتبہٗ"

آگے تحریر ہے کہ:

"تم نے اس وقت میں جو اپنے علمی سلوک کی تبتل الی اللہ الانقطاع عن الدنیا کے کارنامے تواضع وانکساری سے اعمال جلیلہ آرا چلانا، لکڑی کاٹنا، مزدوروں کے ساتھ کام کرنا وغیرہ مشاغل عالیہ لکھے ہیں، کاش! اس ناکارہ کو ان کی کم از کم تمہاری ہی نسبت سے قدر ہو جاتی۔

میں تمہارے خطوط سے جس چیز کا متلاشی ہوں وہ استحضار، ذکر،

مراقبہ وغیرہ اور اس کے ثمرات ہوں ۔ اللہ تعالیٰ میری تمناؤں کو پورا فرمائے ۔"

نیز ایک گرامی نامہ میں فرماتے ہیں :

" جتنا ہوسکے تبتّل الی اللہ میں کوشش کرتے رہیو ۔ میں نے تمہیں پہلے بھی لکھا اور مولوی ہاشم کو بھی کہ روزانہ دو گھنٹے ہوسکے تو بہت ہی اچھا ورنہ کم سے کم ایک گھنٹہ یکسوئی سے اوراد و وظائف کے لئے ضرور نکال لیجیو ۔ نسبت بہت جلدی چلی جاتی ہے ، اگر کوئی طِب پڑھنے والا اس کا مشغلہ نہ رکھے تو بھول جاتا ہے ۔"

یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے

جمادی الثانیہ ۱۴۰۳ھ میں آپ کے زیر نظر اس کتاب کی ترتیب کے لئے مولانا یوسف لدھیانوی دار العلوم تشریف لائے تھے اور یہ راقم السطور مولانا یوسف صاحب کو حضرت کے مکاتیب جو میرے نام ہیں سنا رہا تھا ، اسی میں حضرت کا ایک مکتوب سنایا جو میرے ایک عریضہ کے جواب میں تھا جس میں میں نے حضرت کو اطلاع دی تھی کہ مسجد کے حادثے والے چور پکڑے گئے ۔ جواباً حضرت نے تحریر فرمایا کہ :

" مجرموں کا پکڑا جانا موجب خیر تو ضرور ہے اللہ کا شکر ہے لیکن موجب مسرت نہیں ایسے امور بہت باریک ہوتے ہیں ایسی چیزوں پر مسرت ہونا اپنے لئے خطرناک ہوتا ہے ۔"

یہ سُنکر مولانا یوسف صاحب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی ، اسی حالتِ وجد میں ایک جملہ بار بار کہے جا رہے تھے کہ :

" یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے ۔"

لطیفہ

سنہ ۹۰ھ کا رمضان بھی سہارنپور گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ تئیس ۲۳ رمضان المبارک کو بچی کی ولادت کی اطلاع کا مجھے تار ملا ، حضرت نے فوراً برقیہ بھجوایا :

" خدیجہ نام مبارک ہو ۔"

اور مجھ سے فرمایا کہ :

" بچی کا تولد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی علامت ہے ۔"

عید الفطر کی شب میں حضرت نے مہمانوں میں مٹھائی تقسیم فرمائی ۔

غالباً اسی رمضان کا قصہ ہے کہ دوسرے عشرہ میں حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں صاحب وغیرہ حضرات بھی تشریف لائے ہوئے تھے ۔ مغرب کے بعد مجلس ہو رہی تھی ، مسجد سہ دری صحن تک مہمانوں سے پُر تھی ۔ مجھے کسی نے حوض پر یوں کہا کہ حضرت تجھے یاد فرما رہے تھے ۔ میں جلدی سے حاضر خدمت ہوا ۔ ابھی مجمع کے منتہیٰ پر کھڑا ہی تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ :

" او یوسف ! "

میں نے عرض کیا " جی " اس پر سارا مجمع میری طرف متوجہ ہو کر بے تحاشا ہنسنے لگا ۔ مشائخ سمیت اکابر و اصاغر سب کا ہنسی میں بُرا حال اور خود حضرت بھی ہنس رہے تھے ۔ میں حیران تھا کہ کیا ماجرا ہے ؟ اتنے میں حضرت نے سرِ مبارک سے قریب آنے کا اشارہ فرمایا ، میں حاضر ہوا تو فرمایا :

" میں نے فلاں کام کے لئے تجھے یاد کیا تھا ۔"

یہ فرماکر پھر حضرت جی مولانا یوسف ؒ کا قصہ سُنانا شروع کر دیا ۔ تب میں سمجھا کہ یہ تو قصہ کے درمیان میں حضرت جی کے متعلق " او یوسف ! " فرمایا تھا ، مجھے خطاب نہیں تھا ۔

حج میں رفاقت

رمضان سہارنپور گزار کر شوال میں انگلستان واپسی ہوئی اور میرے ذمہ پچھلے سال کا حج باقی تھا اس لئے حضرت کا دوسرے تیسرے ہفتے ہی گرامی نامہ وصول ہوا کہ :

”تم ۲۷ر جنوری یا اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کی تاریخ کرالو ہم لوگوں کی بمبئی کراچی ۲۶ر جنوری کی ہوئی ہے اور کراچی سے ۲۷ر کو ملے یا ۲۸ر کو“

اس گرامی نامہ کے بعد میں بھی ذیقعدہ ۹۰ھ میں حجاز مقدس حاضر ہوگیا۔ غالباً حج سے چند دن پہلے ہی کا قصہ ہے کہ مدرسہ صولتیہ میں حضرت کی قیام گاہ پر ایک شامی عالم آئے اور زیارت و ملاقات کرکے اللہ کا شکر ادا کرکے کہنے لگے کہ :

”آج سے تیرہ سال قبل ”لامع“ کی پہلی جلد دیکھی تھی اس وقت سے میں برابر دُعا کر رہا تھا کہ یا اللہ ! اس کتاب کے مصنف سے میری ملاقات کرادے۔ الحمدللہ آج میری دعاء پوری ہوئی“

حضرت نے یہ حج معلم مکی مرزوقی کے ساتھ کیا تھا۔ حج کے دوران حضرت کے ایک ایک قول و عمل سے سُنّت کی نشاندہی ہوتی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف عرفہ کی حالت میں دودھ نوش فرمایا تھا تو حضرت نے اس سنت کی ادائیگی کے لئے پہلے سے دودھ ساتھ لینے کا اہتمام فرمایا جتنا لوگ پانی وغیرہ ضروریات کا اہتمام کرتے ہیں اور پھر عرفات میں اسے نوش فرمایا۔

چونکہ میرا یہ پہلا حج تھا، یہ یاد نہ رہا کہ منیٰ میں احرام کھلنے کے بعد کپڑوں کی ضرورت پڑے گی اس لئے کپڑے ساتھ نہیں لئے تھے۔ سب نے حلق کرواکر کپڑے بدل لئے۔ حضرت نے مجھ سے احرام میں رہنے کی وجہ پوچھی، میں نے عرض کیا کہ کپڑے لانا یاد نہ رہا۔ حضرت کو اس طرح بلا ضرورت ان کپڑوں میں دیکھنا کب گوارا تھا، فوراً مولینا

عبدالحفیظ صاحب سے فرمایا کہ :

”یہاں بازار میں سلے ہوئے تیار کپڑے ملتے ہوں گے میرے حساب میں خرید کر اُسے دے دیں“

چنانچہ فوراً کپڑے خریدے گئے۔

البتہ رمضان ۹۱ھ میں مولانا عبدالرحیم صاحب افریقہ سے یہاں پہونچنے والے تھے ان کے انتظار میں سہارنپور حاضری نہ ہوسکی۔ اسی رمضان میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ :

”تم بہت ہی یاد آئے بالخصوص فجر کی نماز میں“

ایک خواب اور اس کی تعبیر

ایک سال ناغہ کے بعد رمضان ۹۲ھ میں سہارنپور حاضری ہوئی۔ حاضری کی اجازت کے لئے ایک عریضہ میں نے لکھا تھا۔ حضرت نے یہاں کی ضرورتوں کی بنا پر ممانعت فرمائی۔ اس کے جواب میں میں نے ادلال اور ناز کے انداز میں عریضہ لکھا کہ :

”کئی سال سے افریقہ میں بھائی بہن والدہ بلا رہے ہیں جن میں سے پانچ بھائی بہنوں کو جن سب کی عمریں پندرہ سال سے زائد ہی ہیں اب تک میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں، اس لئے کہ ان کی ولادت والدہ کے افریقہ جانے کے بعد ہوئی، حضرت کی وجہ سے اب تک میں وہاں نہیں جاسکا، اور حضرت سے حاضری کی اجازت مانگتا ہوں تو فرمادیتے ہیں ”نہیں““

اس عریضہ کے جواب سے پہلے میں حاضر خدمت ہوگیا۔ پہلے معانقہ ہی پر فرمایا کہ :

”میں نے تیرا خط باہر مردوں میں اور اندر مستورات میں بھی سب کو پڑھوایا“

اس رمضان میں مولوی ہاشم سورتی مدرس دار العلوم رامپور نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ حضرت شیخ دار الطلبہ جدید کے صدر دروازے پر انتہائی جلال اور غصہ میں کھڑے ہیں اور دست مبارک میں بہت سارے پاسپورٹ ہیں اور فرما رہے ہیں کہ:

"میں جس کو چاہوں یہاں اندر آنے دوں اور جسے چاہوں روک دوں میں نے یوسف کو لندن سے بلا لیا .... مولینا .... سے بھی کہا مگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔"

خواب سُنکر میں نے انہیں باصرار تعبیر پوچھنے کے لئے حضرت کی خدمت میں بھیجا خواب سُنکر حضرت نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اس کے لئے مبارک فرمائے۔"

مغرب کے بعد کی نفلوں سے فارغ ہوکر جس وقت حضرت چائے پیتے تھے وہ وقت میری اور مولانا عبدالرحیم صاحب دونوں بھائیوں کی حاضری کا مخصوص وقت تھا، اس وقت حضرت کا تبرک نصیب ہوتا۔ اس وقت میں نے جرأت کر کے پوچھ ہی لیا کہ مولوی ہاشم کے خواب کی تعبیر کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ:

"ظاہر ہے کہ تم سے محبت بہت زیادہ ہے، اس سے یہی مراد ہے۔"

میں نے پوچھا دوسرے جزو کی کیا تعبیر ہے؟ تو فرمایا:

"ان ...... کی مودودیت کی وجہ سے طبیعت ان سے ہٹی ہوئی ہے۔"

میں نے عرض کیا مودودیت کے بارے میں حضرت کا مزاج اور مسلک انہیں معلوم ہے پھر بھی وہ اسے کیوں نہیں چھوڑتے؟ حضرت نے فرمایا:

"بات یہ ہے کہ انسان کا ابتدائی زمانہ جس ماحول میں گزرا کرتا ہے اس ماحول کا اثر بڑی دیر میں نکلا کرے ہے اور بعض دفعہ اثر نہیں نکلتا۔"

اس کے بعد حضرت نے اپنے ابتدائی دور کے بعض واقعات سنائے۔

ناز پروریاں

عید کے دن ہجوم میں حضرت سے رخصت ہوکر گجرات روانگی ہوئی۔ روانگی کے وقت معانقہ نہ ہوسکنے اور حضرت کی طرف سے زادِ راہ نہ ملنے سے طبیعت پر اثر ہوا اور بخار ہوکر طبیعت خراب ہوگئی۔ گھر پہنچکر اس کا شکوہ حضرت کو لکھا۔ حضرت نے تحریر فرمایا:

"مجھے معانقہ سے محروم کرنے کا خیال تو سوچنے سے بھی یاد نہیں آیا، یہ تو اب بھی عقل میں نہیں آتا کہ تمہاری طرف سے رغبت کا اظہار ہوا ہو میں نے انکار کیا ہو یہ ممکن ہے کہ تم نے اس کی ضرورت نہ سمجھی ہو تو میں نے بھی پیش قدمی نہ کی ہو۔ زادِ راہ کی محرومی بالکل صحیح ہے اور میرا پختہ ارادہ بھی تھا مگر چونکہ مجھے یہ معلوم تھا کہ ۲۴ گھنٹہ نظام الدین قیام رہے گا اور وہاں کھانے کے وقت پہنچنا معلوم تھا اس لئے میں نے اس کا اہتمام نہیں کیا۔ اللہ کرے کہ تمہارا بخار جاتا رہا ہو۔"

دار العلوم

اس رمضان المبارک سنہ ۹۲ھ کے بعد جب حضرت حجاز تشریف لے گئے تو ۷۳ء میں دار العلوم کی موجودہ عمارت کے خریدنے کی اجازت کے لئے میں نے حضرت کو ایک عریضہ حجاز لکھا۔ اس کے بعد تار بھیجا۔ بارہ مئی کو حضرت نے تار سے جواب دیا:

"جی ہاں! ہسپتال خرید لیجئے۔"

اور گرامی نامہ میں دعاؤں کے ساتھ بشارت بھی تحریر فرمائی کہ:

"انشاء اللہ تمہارے مدرسہ کی ضروریات اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ جلد پوری ہوجائیں گی۔"

دینی کاموں میں قوت کیسے آئے؟

دار العلوم کے متعلق ایک دوسرے گرامی نامہ میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

" قاری یوسف! تمہارے مدرسہ کا فکر مجھے بھی انشاء اللہ تم سے کم نہیں ہوگا، دل سے دعائیں بھی کر رہا ہوں۔

مگر میرے پیارے! ان مشاغل عالیہ میں لگ کر ہماری لائن کو خیر باد نہ کہہ دینا، دینی کاموں میں قوت روحانیت سے ہوتی ہے، معمولات کی پابندی اور کم سے کم آدھ گھنٹہ یکسوئی کا رکھنا بہت ضروری ہے۔"

اسی طرح ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

" مگر یوسف پیارے! ؎

ہے یہی شرط وفاداری کہ بے چون وچرا
وہ مجھے چاہے نہ چاہے میں اسے چاہا کروں

مجھے تو تمہارے دار العلوم نے ایسا پاگل بنا رکھا ہے کہ ہر وقت اسی کا خیال اور سوچ وبچار اسی کا رہتا ہے۔ تم تو ماشاء اللہ ع

متی تلق من تهوی دع الدنیا واهملها

کے مرتبہ پر فائز ہو اور تمہارے خدام تم سے بھی بیس گز آگے، یہ تو پیارے! جو اپنے بڑوں کے ساتھ جیسا سلوک کرتا ہے چھوٹے اس کے ساتھ یہی کرتے ہیں، منتظر رہو!!"

دو بادشاہوں کے درمیان مصالحت

یہ بہت مفصل گرامی نامہ دار العلوم کے متعلق ہدایات پر مشتمل ہے۔

اسی کے ساتھ ایک ہی لفافہ میں حضرت رحمہ اللہ نے ایک اور گرامی نامہ کی نقل بھی ارسال فرمائی تھی جو ایک دوسرے خادم کے نام تھا

دلچسپ ہونے کے باعث حضرت نے مجھے بھیجا تھا۔

اس کا شان ورود یہ تھا کہ حضرت کے دو خادموں میں ناچاقی کے بعد تحریری مصالحت ہوئی۔ اس تحریری مصالحت سے حضرت نے لطف لیا اور انہیں تحریر فرمایا کہ:

" صلح نامہ کے متعلق تو میں اپنی رائے پہلے لکھوا چکا ہوں وہ خط پہلے پہونچ گیا ہوگا اس کو مصر، حجاز، ہندوستان میں تین جگہ رجسٹری کرانا ہے۔ اور اصل مبارک تحریر جو ایک کی دوسرے کے پاس ہے اس کو کثرت سے اپنے اعزہ واحباب میں وصیت کردیں کہ آپ کے کفن میں رکھ دیں۔

آج کے مبارک فقرے کے متعلق میری بہت غور کے بعد یہ رائے قائم ہوئی کہ اسے سنہرے ٹائپ میں بڑے کاغذ پر پمفلٹ کی صورت میں پچاس ساٹھ ہزار طبع کرواکر دو تین ہزار تو آپ مصر میں رکھ لیں اسے مجامع میں تقسیم کردیں اور پانچسو کے قریب یوسف متالا کو بھیج دیں کہ وہ بھی آپ کے جہاد اکبر سے واقف ہے اور ایک ہزار ۔۔۔۔ کے پاس بھیج دیں کہ سب جگہ تقسیم ہوجائے اور دس بارہ ہزار میرے پاس بھیج دیں کہ میں ہندو پاک کے مدرسوں میں بھیج دوں کہ وہ اپنے رجسٹروں میں چسپاں کردیں اور ۔۔۔۔۔۔ کے مدرسہ میں جملہ مدرسین وطلبہ پر تقسیم کرادیں۔ مولوی نصیر یہ بھی بھیجدوں کہ وہ اردو ترجمہ سنہری لیتھو پر شائع کراکر جملہ دیہات وبلاد میں تقسیم کرادیں اور جب وہ صلح نامہ منسوخ ہوجائے تو اس کی تردید پھر ایسے ہی انداز سے ہونی چاہئے کہ تلافی ہوجائے۔

یہاں تک لکھا تھا کہ تکبیر ہوگئی۔ اس صلح اعظم کی خوشی میں نماز تو مجھ سے کیا پڑھی جاتی، نماز پڑھتے ہی گاڑی سے اپنے مستقر پر آیا۔ راستہ میں ایک بات اور قلب میں القاء ہوئی کہ پچاس ہزار تو کافی نہیں ہوں گے

ایک لاکھ طبع کرا دیں ان میں، سے پچاس ہزار میں مولوی انعام کے پاس رکھوا دوں گا ان کی جماعت پوری دنیا میں پھیل رہی ہے ہر جماعت کو دس بارہ دے دیں کہ ساری دنیا کو خبر ہو جائے کہ روس امریکہ میں صلح ہو گئی اور لڑائی کرانے والوں کا پتہ چل گیا اب ہفت اقلیم میں کوئی جنگ وجدل نہ ہوگی۔"

اس کے اخیر میں تحریر فرمایا ہے:

"میرے اس خط میں دونوں بادشاہوں کے خلاف طبع کوئی بات پیش آئی ہو تو مجھے معافی مانگنے میں کوئی انکار نہیں۔"

عرب اسرائیل جنگ

۹۳ھ (۱۹۷۳ء) کا رمضان المبارک حضرت نے حرمین میں گزارا۔ مجھے چونکہ خالہ اور اہلیہ کے ساتھ حج پر جانا تھا اس لئے رمضان میں حاضری نہ ہو سکی۔

اس رمضان المبارک میں عرب اور اسرائیل کی جنگ ہوئی جس کا میرے نام حضرت کے ایک گرامی نامہ میں تذکرہ یوں ہے کہ:

"اس جنگ کی خبروں نے بہت پریشان کیا کہ یہ ناکارہ بھی اعتکاف کے زمانہ میں بہت اہتمام سے روزانہ خبریں سنتا تھا، مولینا یوسف بنوری اور مولوی اسعد مدنی دونوں کے معتکف میرے دائیں بائیں تھے دونوں دن بھر کی خبریں رات کو مجھے بہت تفصیل سے سناتے تھے، مولینا بنوری نے کہا کہ ختم بخاری کا خیال ہو رہا ہے۔ میں نے کہا بھلا اعتکاف میں اتنا بڑا مجمع کہاں ملے گا؟ انہوں نے کہا کہ تم سے تعلق رکھنے والے دوسو سے زائد علماء ہیں۔ چنانچہ ختم بخاری ہوا اور اللہ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے ظہر کے بعد فراغت ہو گئی صرف دو گھنٹہ میں، اور مولینا بنوری صاحب نے بہت زوردار مبارک باد دی۔ یہ وہ دن تھا جس دن جنگ

بندی کا اعلان ہوا۔ دعاؤں کا اہتمام اعتکاف کے زمانے میں تو ختم یٰس تراویح کے بعد اور اس کے بعد سے عصر کے بعد مدرسہ شرعیہ میں میرے حجرہ میں ہو رہا ہے۔

تمہارے دوست کا خواب ظاہر ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں اعتکاف کے زمانے میں متعدد خواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سننے میں آئے۔

ایک شخص نے خواب لکھا تھا کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما کر گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی برکات سے امید افزا خبریں سُنی جا رہی تھیں۔"

جاہل اناڑن نے پکانا سیکھا ہے یا نہیں؟

جنگ کے خاتمہ کے بعد ذی القعدہ ۹۳ھ میں اہلیہ اور بچی اور خالہ کے ہمراہ حج کے لئے روانگی ہوئی۔

خیال تھا کہ حضرت بھی امسال حج کریں گے مگر ضعف کی بنا پر حضرت حج کے ایام میں مدینہ طیبہ ہی میں اقامت پذیر رہے اس لئے حج سے فراغت پر مدینہ طیبہ حاضری ہوئی اور اواخر محرم تک وہیں قیام رہا۔

اہلیہ نے اپنے بھائی محمد کے ذریعہ حضرت کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ شام کا کھانا میں پکا کر بھیجا کروں گی۔ حضرت نے منع فرمایا کہ:

"تم سفر میں ہو۔"

اس کا اہلیہ پر اثر ہوا اور وہ رونے لگی، تب میں نے حضرت کی خدمت عرض کیا تو حضرت نے صرف چاولوں کی اجازت دی۔ دو تین دن بعد اہلیہ کو معلوم ہوا کہ

حضرت مرچ نہیں کھاتے اس لئے اس نے حضرت کے لئے الگ بے مرچ کے چاول (بریانی) بناکر بھیجے۔ حضرت نے ازراہ اصلاح وتنبیہ اس میں سے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا کہ:

"سفر میں اس قدر تکلیف کیوں کی، دو قسم کے الگ الگ چاول پکائے جب اجازت ایک کی تھی؟!"

اسی طرح چاول کھاتے ہوئے اس میں دار چینی دیکھ کر حضرت نے فرمایا:

"اس جاہل اناڑن نے کبھی کسی سے کھانا پکانا بھی سیکھا ہے یا نہیں؟ کہ اتنی مہنگی دارچینی چاولوں میں ڈال کر بیٹھی۔"

میں نے عرض کیا کہ حضرت ہمارے یہاں چاول سالن وغیرہ میں پڑتی ہے۔ حضرت نے فرمایا:

"تم رئیسوں کی باتوں کی ہم غریبوں کو کیا خبر؟ اور پتہ بھی کیسے چلے کہ لندن سے اتنا بڑا رئیس آیا ہوا ہے۔"

زیب وزینت سے نفرت

اسی طرح خدیجہ کے بدن پر چمکتا ہوا لباس دیکھ کر عزیز محمد سے فرمایا کہ:

"اپنی بہن سے کہنا کہ ایسے کپڑے پہنا کر میرے پاس نہ بھیجا کرے جو پہننا ہو لندن جاکر پہنائے مجھے شروع سے کبھی بھی اچھے کپڑے اپنے جسم پر بھی اور دوسروں کے جسم پر بھی اچھے نہیں لگے۔"

مصر ولبنان کا سفر

موسم حج کے بعد "اوجز المسالک" کی ٹائپ پر طباعت کے لئے بیروت کا سفر ہوا تقریباً وسط شعبان میں فراغت ہوئی۔ اس وقت تک حضرت مدینہ طیبہ سے سہارنپور تشریف لے جاچکے تھے۔ تو وہاں سے حضرت کا گرامی نامہ پہونچا کہ:

"تمہارے متعلق تو پہلے سے میری رائے یہ تھی کہ تم جلد از جلد لندن پہونچ جاؤ اور سہارنپور کا ارادہ نہ کرو اس لئے کہ مجھے تمہارے دار العلوم کا تم سے زیادہ فکر ہو رہا ہے اس لئے کہ ابھی ابتدائی زمانہ ہے اس کی بنیاد کو مستحکم کرنے کی بہت ضرورت ہے، کام چالو ہو جائے تعلیم جاری ہوجائے تب تو غیبت میں کچھ مضائقہ نہیں۔"

اس لئے طباعت سے فراغت پر لندن واپسی ہوگئی اور سنہ ۹۴ھ کے رمضان میں سہارنپور حاضری نہ ہوسکی اور اواخر ذیقعدہ سنہ ۹۴ھ میں حضرت حجاز واپس تشریف لے گئے۔

حجاز کی ہنگامی حاضری

تقریباً اس کے چار ماہ بعد ربیع الاول سنہ ۹۵ھ کے دوسرے عشرہ میں حرمین شریفین کے محافظ ملک فیصل مرحوم کی شہادت ہوئی جس سے سارا عالم اسلام ہل گیا۔

اسلام دشمن قوتوں کی سازشوں اور اسلام کے خلاف منصوبوں کی فوری طور پر حضرت کو اطلاع کے لئے ربیع الاول میں چند روز کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوا تفاصیل سنکر حضرت کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا اور حضرت نے میری اور دوستوں کی حفاظت کے لئے یہ تعویذ اور عمل بتایا:

۵۷۸٦ آاااح H ۱۱۱۱ھ

کھیعص کفایتنا حم عسق حمایتنا

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم وصلی اللہ

تبارک وتعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا

ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم برحمتک

یا ارحم الراحمین الحنان المنان

اللہ اکبر الاکبر اللہ اکبر الاکبر اللہ اکبر الاکبر

اس تعویذ کو داہنے بازو پر باندھ لیا جائے۔

اور ہر نماز کے بعد اول آخر درود شریف اس کے بعد بسم اللہ سمیت لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ کی سورت سات مرتبہ پڑھ کر یہ دعا سات مرتبہ پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ احْرُسْنِیْ بِعَیْنِكَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ ۔ وَاکْنُفْنِیْ بِرُکْنِكَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَارْحَمْنِیْ بِقُدْرَتِكَ عَلَیَّ ۔ فَلَا اَھْلِكُ وَاَنْتَ رَجَائِیْ فَکَمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ اَنْعَمْتَ بِھَا عَلَیَّ قَلَّ لَكَ بِھَا شُکْرِیْ وَکَمْ مِّنْ بَلِیَّةٍ اِبْتَلَیْتَنِیْ بِھَا قَلَّ لَكَ بِھَا صَبْرِیْ فَیَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ نِعْمَتِهٖ شُکْرِیْ فَلَمْ یَحْرِمْنِیْ وَیَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ بَلِیَّتِهٖ صَبْرِیْ فَلَمْ یَخْذُلْنِیْ وَیَا مَنْ رَاٰنِیْ عَلَی الْخَطَایَا فَلَمْ یَفْضَحْنِیْ یَا ذَا الْمَعْرُوْفِ الَّذِیْ لَا یَنْقَضِیْ اَبَدًا وَیَا ذَا النَّعْمَاءِ الَّتِیْ لَا تُحْصٰی اَبَدًا اَسْاَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبِكَ اَدْرَاُ فِیْ نُحُوْرِ الْاَعْدَاءِ وَالْجَبَابِرَةِ

پھر آخر میں درود شریف سات مرتبہ پڑھا جائے۔ فرمایا کہ:

"ہر نماز کے بعد اہتمام سے پڑھا کریں نہایت مفید ہوگا مگر طمانینت سے جلدی جلدی نہیں"

اور فرمایا کہ:

"چلتے پھرتے کثرت سے یہ پڑھا کریں:

"یَا غَایَتِیْ عِنْدَ کُلِّ کُرْبَةٍ وَّمَعَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ شِدَّةٍ وَّمُؤْنِسِیْ عِنْدَ کُلِّ وَحْشَةٍ وَّمُوْجِبِیْ عِنْدَ کُلِّ دَعْوَةٍ وَّدِ حِیْنَ تَنْقَطِعُ حِیْلَتِیْ ۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ:

"اگر کسی موقع پر مخالفین میں پھنس جاویں تو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کثرت سے پڑھا کریں"

مگر حضرت نے اس سفر سے واپسی کے بعد دو تین گرامی ناموں میں یکسوئی کے ساتھ ذکر و تعلیم میں لگنے کی تلقین فرمائی۔ سب سے پہلے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

"تمہاری آمد و رفت ایسی ہوئی کہ کئی دفعہ میں واقعی یہ سوچ چکا ہوں کہ تم واقعی آئے تھے یا میں نے خواب دیکھا ہے، دو وجہ سے میں تمہارے مزید قیام کو نہ کہہ سکا، اول تو تمہاری وہاں کی غیبت مجھے بہت ہی چبھ رہی تھی دارالعلوم کے علاوہ تمہارے اپنے ذہانت کے مشاغل جن کے متعلق میں نے پہلے بھی بارہا کہا کہ پیارے بہت سے منتشر کاموں میں کام نہیں ہوا کرتا یکسوئی کے ساتھ ایک کام میں لگے رہو۔

دوسرے میں تحریر فرمایا:

"مگر پیارے! ذکر و شغل ہو، تعلیم و تدریس ہو، تبلیغ یا کوئی دینی شعبہ ہو انہماک سے ایک ہی کام ہو سکتا ہے اگر کئی کاموں میں لگ جائے تو جب تک جامعیت کاملہ نہ پیدا ہو جائے اس کے بغیر کاموں میں انتشار رہتا ہے۔ میری یہ باتیں اس وقت تو شاید پسند آویں مگر میرے مرنے کے بعد ضرور یاد کرو گے"

تیسرے ہفتہ کے تیسرے گرامی نامہ میں فرمایا کہ:

"اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سی خوبیاں ودیعت رکھی ہیں مگر نظر بد سے بچانے کے واسطے ایک ضد کی عادت بھی رکھ دی ۔ اللہ تعالیٰ ہی تمہاری خوبیوں سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے ۔

یہ تو میں تمہیں بارہا لکھ چکا کہ اپنے کو بہت زیادہ مشہور نہ بناؤ کلمۃ الخیر اور مفید مشوروں سے تو انکار نہیں ۔ ۲۴ گھنٹہ میں کم ازکم ایک گھنٹہ اپنے معمولات اور اکابر کے حالات ، مکتوبات اور ملفوظات کے لئے ضرور نکال رکھو ۔"

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں :

"مکرر کہوں گا کہ اپنے اوپر کوئی ذمہ داری نہ لیں، جہاں تک مشوروں کا تعلق ہو اس میں خود شرکت بھی کریں اہتمام بھی کریں، دینی وجوہ کے علاوہ سیاسی تقاضا بھی یہی ہے دار العلوم کے ساتھ اس کو اپنے اوپر نمایاں نہ کریں، ہمارے مدارس ہمیشہ سیاست سے اس لئے الگ رہے کہ مدارس کے لئے وہ لائن نقصان دہ ہوتی ہے ورنہ دار العلوم کو نقصان پہونچے گا ۔"

اس سفر عمرہ سے ربیع الثانی ۹۵ھ کے آخری عشرہ میں واپسی ہوئی اور چند ہفتے بعد حضرت کا گرامی نامہ موصول ہوا کہ :

"۶ / اگست ۲۸ / رجب کو جدہ سے روانگی کا ارادہ ہے اور آخر ذیقعدہ میں واپسی کا تمہارے دوست یعقوب کو بھی اطلاع کر دی تھی ، اگر خط لکھو تو مولوی یوسف کو بھی مطلع کر دینا ۔ تمہارے متعلق میرا مشورہ تو یہی ہے کہ تم لندن میں قیام کرو اس کے باوجود ممانعت آنے کی

تمہیں ہے ۔"

مگر دوسرے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ :

"یہاں آنے کے متعلق میری رائے نہیں ہے کیونکہ تمہارے مدرسے کی ابتداء ہے اگر ابتداء میں کوئی خرابی ہو تو دقت ہوگی ۔ قاری سلیمان میری روانگی سے دو دن پہلے پہونچ گئے وہ مجھے تقاضا کر گئے تھے کہ میں حکماً تمہیں منع کروں کہ تم رمضان میں نہ آؤ ۔ میں نے کہہ دیا کہ حکم کی مجھے عادت نہیں البتہ مشورہ دے دوں گا ۔"

ہزاروں روپے کی عیدی

ان ارشادات عالیہ کی بناء پر سہارنپور رمضان ۹۵ھ میں حاضری نہ ہو سکی ۔ البتہ حج کے بعد ماہِ صفر ۹۶ھ میں مدینہ طیبہ حاضری ہوئی اور ایک ماہ حضرت کی خدمت میں رہ کر ہندوستان جانا ہوا ۔ اوائل رجب ۹۶ھ میں حضرت بھی ہندوستان تشریف لے آئے ۔ اور شعبان کے آخر میں سہارنپور اہلیہ بچی سمیت حاضری ہوگئی اور تین سال مسلسل ناغہ کے بعد یہ رمضان حضرت کی خدمت میں گزارا اور حضرت کی طرف سے عطیات ہمیشہ ملتے ہی تھے اس مرتبہ حضرت نے بچی اور اہلیہ کے لئے پانچسو روپے اور مجھے پانچسو روپے بطور عیدی مرحمت فرمائے ۔

مگر سہارنپور سے روانگی کے وقت مصافحہ کے وقت رُخِ انور دوسری طرف پھرا ہوا پایا حالانکہ روانگی پر معانقہ میں کبھی حضرت بھی رو یا کرتے تھے اس لئے اس لئے اس کے شکوے کا عریضہ لکھا جس کا حضرت نے یہ جواب تحریر فرمایا :

"آپ ہی ذرا اپنے جور و جفا کو دیکھو ہم جو عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تم نے لکھا ہے کہ مصافحہ کے وقت تیرا رخ دوسری طرف تھا تم کو وہ منظر یاد ہوگا کہ میں کس ہجوم میں اس وقت پھنس رہا تھا مجھے تو تمہارا

مصافحہ کرنا بھی یاد نہیں، ایک طرف شادی کا ہنگامہ دوسری طرف کلفتوں کا ہجوم "۔

سنہ ۹۷ھ کے رمضان کے لئے ہندوستان تشریف بری کا نظام تحریر فرما کر حضرت نے حاضری کا حکم فرمایا کہ:

" خدا کرے تمہارا ابھی رمضان میں آنا ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہو اگرچہ دارالعلوم کی وجہ سے تمہاری غیبت بالکل پسند نہیں کرتا مگر ماہ مبارک کی وجہ سے کوئی بہترین نظام کرکے آجاؤ "۔

اس لئے بحمداللہ حاضری ہوگئی۔

کسی کی طرف سے فدیہ کی صورت

رمضان سنہ ۹۸ھ کے چند ماہ قبل سے حضرت کی طبیعت بہت زیادہ علیل رہنے لگی اس لئے مدینہ پاک ہی میں رمضان کا فیصلہ فرما لیا تھا۔ اس شدت علالت کی اطلاع پر میں نے عیادت کے مضمون میں یہ لکھا کہ

" اگر حضرت کی عمر مقدر ختم ہو چکی ہو تو اللہ تعالیٰ فدیہ میں قبول فرما کر مجھے اٹھالے اور میری زندگی حضرت کو عطا فرما دے "۔

جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ:

" فدیہ کے طور پر کوئی کسی کی طرف سے قبول نہیں کیا جاتا یہ سلسلہ تو انبیاءؑ کے یہاں بھی نہ چل سکا اب تو میرے فدیہ کی اور تمہاری سعادت کی صورت یہ ہے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے اندرونی کام میں گہرائی میں پڑو ایک دو گھنٹہ جس طرح بھی ہو سارے علائق سے علیحدہ ہو کر مالک کی یاد میں مشغولی رکھو اسی میں اپنے اوراد ہوں اسی میں معمولات جو کر سکتے ہو۔ یہ تم جیسوں کے واسطے ہے جو دوسرے کاموں میں (دینی علمی)

مشغول ہیں کہ دو گھنٹے نہایت یکسوئی کے ایک وقت نکال سکو تو بہت اچھا ہے ورنہ ایک ایک گھنٹہ کرکے دو وقت میں "۔

ماہ مبارک اور سلسلۂ علالت

امسال میں چند طلبہ کے ہمراہ حاضر خدمت ہوا حسب تجویز یہ ماہ مبارک سارا ہی مدینہ طیبہ میں گزارا بلکہ حضرت پنجوقتہ نمازیں اور تراویح بھی حجرہ ہی میں ادا فرماتے رہے۔ کبھی وتروں کے وقت چند منٹ کے لئے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے اور کبھی فجر کی نماز حرم میں جماعت سے ہوتی۔

ان دنوں شدت علالت سے سب ہی خدام متفکر تھے۔ ایک مرتبہ میں نے صوفی جی وغیرہ سے عرض کیا کہ آپ اطمینان رکھیں انشاء اللہ حضرت تین چار سال تک تو ضرور زندہ رہیں گے۔ انہوں نے پوچھا کیوں ؟ میں نے کہا کہ مجدّد کے شرائط میں سے جامعیت وغیرہ کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کا ذاتی فیض بلاواسطہ دونوں صدیوں میں عالمگیر عام ہو تب اُسے منصبِ تجدید ملتا ہے اس لئے دوسری صدی کی کچھ مدت تک حضرت ضرور زندہ رہیں گے اور ساتھ ہی میں نے کہا کہ مودودی صدی کے اختتام سے قبل ضرور مر جائے گا اس لئے کہ اسے اور اس کی جماعت کو تجدید اور مجدّدیت کا دعوٰی ہے۔ بحمداللہ دونوں باتیں پوری ہوئیں۔

۷ر شوال سنہ ۹۸ھ کو میری واپسی کے بعد حضرت کی علالت کا یہ سلسلہ جو کئی ماہ سے چل رہا تھا بڑھتا ہی چلا گیا، یہاں تک کہ سنہ ۹۸ھ کے موسم حج کے ایام میں طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی، چند دن بیہوشی کا سلسلہ بھی چلا مگر ایک ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد بتایا کہ فلاں رگ کا دورانِ خون بند ہے یہ بیہوشی اس کا اثر ہے۔ ان کے علاج سے بحمداللہ نفع ہو گیا مگر پھر بھی طبیعت کمزور رہنے لگی۔

اس لئے درمیان سال میں جمادی الثانیہ میں، میں حاضر خدمت ہوا کہ حضرت

کی صحت اگر ٹھیک ہوئی تو چند روز وہاں حاضری دے کر افریقہ کے سفر پر چلا جاؤں گا ۔

پہلا سفر انگلستان

علالت کی وجہ سے جب ۹۹ھ کے رمضان کا مشورہ ہوا تو حضرت کی علالت کی وجہ سے سفر کے بارے میں اختلاف ہوگیا ۔ بعضوں کی رائے سہارنپور کی تھی اور بعضوں کی رائے شدت سے اس کے خلاف تھی ــــ کہ مدینہ طیبہ ہی میں قیام رہے ــــ یہاں تک کہ نظام الدین کے مرکزی حضرات حضرت جی مدظلہم العالی کے ہمراہ مدینہ طیبہ پہونچے تو حضرت نے ان سے مشورہ طلب فرمایا ۔ ان حضرات نے مشورہ کر کے نہ جانے کا مشورہ دیا، لیکن حضرت بار بار سفر کا تذکرہ فرماتے رہتے ۔

میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ :

”حضرت ! اگر اس مرتبہ حضرت کا سہارنپور سفر ہو تو بجائے کراچی کے لندن کے راستہ سے وہاں مختصر قیام فرما کر آگے تشریف لے جاویں“

پہلے بھی بارہا زبانی بھی اور عرائض میں بھی یہ درخواست کی تھی مگر ان سب کی قبولیت کے لئے یہ گھڑی مقدر تھی ۔ حضرت یہ جملہ سنکر جوش میں بلا کسی کے سہارے ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا :

”تم نے کیا کہا ؟ پھر کہو“

میں نے سارا جملہ دہرایا ۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا :

”ابوالحسن ! یوسف کہتا ہے کہ لندن بھی راستہ میں ہے ۔“

غرض اسی مجلس میں طے فرما کر میرے انکار کے باوجود حضرت نے اپنے اور چار خادموں کے ٹکٹ کے دام مجھے عنایت فرما دیئے اور فرمایا :

”کسی کو تجھے ٹکٹ دینے کی اجازت نہیں، جو جائے اپنے ٹکٹ پر جائے

اور میری وہاں تیرے ساتھ دو شرطیں ہیں :

ایک یہ کہ میں وہاں کسی سے ہدیہ نہیں لوں گا ۔

دوسری یہ کہ وہاں کہیں جاؤں گا نہیں اور جو کہے گا تو انکار تجھے کرنا ہوگا البتہ تبلیغی مرکز پر ایک دن جاؤں گا ۔“

سفر کے سلسلہ میں کشفی و منامی ارشادات نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کی بنا پر ہی ڈھارس تھی کہ نظام اوپر سے بنایا گیا ہے اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں ورنہ ضعف بیحد تھا، کہ مدینہ طیبہ سے بدر تک ہی میں نیم بے ہوشی کی سی کیفیت ہوگئی ۔

مگر عمرہ کے بعد جدہ سے آگے جیسے جیسے سفر طے ہوتا گیا صحت بحال ہوتی گئی حتیٰ کہ دارالعلوم پہونچکر ایک دو روز میں پچھلے سالوں والی ہمت و قوت اور بشاشت لوٹ آئی ۔

حضرت کے اس استفسار پر کہ میں وہاں کیا کروں گا ؟ میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت کے رمضان المبارک کے ۲۴ گھنٹوں کے نظام کا اعلان کر دیں گے ۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ روزانہ ہزاروں آدمیوں سے مصافحہ ختم ، اور مغرب کے بعد کی مجالس وغیرہ میں برابر بشاشت کے ساتھ حضرت شرکت فرماتے ۔

مجمع

روزانہ دو تین ہزار کا مجمع ہوتا اور جمعہ ہفتہ اتوار کو یہ بڑھ کر سات آٹھ ہزار تک پہونچ جاتا ، بالخصوص جس دن ایک مجلس میں ۱۴ نکاح ہوئے اس دن آٹھ دس ہزار کا مجمع تھا اور جس دن روانگی تھی دارالعلوم کی عمارت کے علاوہ ہر راستہ اور در والانے پر مہمان سوئے ہوئے تھے اس دن سب سے زیادہ مجمع تھا ۔

چند عجیب مناظر

*

ایک تو روانگی کی شب میں عشاء کے بعد حضرت نے مشکوٰۃ کی جب بسم اللہ کروائی جو اس مدرسے میں حدیث کی ابتدا تھی۔ حضرت کا قیام پہلے ایک ہفتہ تجویز تھا اس لئے اتنے ہی دن کے لئے خیمہ کرایہ پر لیا گیا تھا کمپنی والوں کو یہاں سے خیمہ لے جا کر کہیں اور نصب کرنا تھا اس لئے وہ مدت تین دن سے زیادہ نہ بڑھا سکے۔ اور اس طرح آخری اہم دنوں میں برساتی ملک اور برسات کے موسم میں فکر ہوگئی کہ نمازوں اور مجالس وغیرہ کا کیا بنے گا، مگر اللہ کا شکر کہ ابتداء حدیث کی تقریب کے موقع پر آخری شب آسمان کے سایہ تلے حضرت کا سٹیج تھا اطراف میں مجمع گھاس پہ بیٹھا تھا اور کھلی فضاء میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپ کر فضا گرم رکھے ہوئے ہیں۔ یہی حال فجر کی نماز کا رہا۔

**

مغرب کی نماز کے بعد سے عشاء تک جو خاموش مجلس رہتی اس میں ایک ایک ہزار مرتبہ درود شریف کی حضرت کی طرف سے ہدایت تھی۔ خاموش فضاء میں محبین چپکے چپکے دل کو دل سے ملا کر کسب فیض کرتے مگر آنکھوں سے آنسو بہنے پر راز فاش ہو جاتے ہے

دل را بدل رہے است ؛ کراماً کاتبین راہم خبر نیست

مجلس کے ختم پر حفظ قرآن شروع کرنے والوں کی بسم اللہ اور اس کے بعد دعا ہوتی۔

***

اسی طرح ہزاروں آدمی روزانہ جب مصافحہ سے مشرف ہوتے اس وقت ان کی فریفتگی اور شیفتگی اور محبت اور مصافحہ پر ان کی خوشی اور مسرت اور بعضوں

کی زبان سے جو کلمات اس وقت نکلتے تھے وہ جعلت القبول فی الارض کا شاہد عدل ہوتے تھے۔

****

اسی طرح جمعیۃ علماء برطانیہ کے ارکان عمومی وخصوصی ایک مرتبہ وقت لیکر حاضر خدمت ہوئے اور علامہ خالد محمود صاحب نے عام دستور کے مطابق ایک استقبالیہ مضمون جو وہ لکھ کر لائے تھے پڑھا جس میں حضرت کی آمد پر خوشی کا اظہار اور اس تشریف آوری پر جو عظیم فوائد مرتب ہوئے اور ہوں گے اس کا بیان تھا، اسے سُنکر حضرت ہر جملہ پر ایک مختصر سے کلمے کے ساتھ اس کا جواب دیتے چلے جاتے تھے مثلاً مسرت کے اظہار پر:

"یہ آپ کی مدتوں کی محبت ہے ورنہ مجھے اپنا حال معلوم ہے"۔

اور دعائیہ جملوں پر:

"آمین!"

اور ہونے والے فوائد کے بیان پر:

"اللہ کرے ایسا ہو"

اور حضرت کے متعلق تعریفی کلمات پر:

"یہ سب جھوٹ اور لغو ہے"

باطنی برکات کے علاوہ ظاہری برکات بھی خوب تھیں۔ حضرت کی طرف سے ممانعت کے باوجود عشاقان و محبین انواع واقسام کے کھانوں سے مدنی مہمانوں کے لئے دسترخوان کو سجاتے۔

اسی طرح عمومی دسترخوان کے لئے حضرت کی آمد سے پہلے تخمینہ یہ تھا کہ حضرت کا چھ دن کا قیام ہوگا اور عام دنوں میں چھ سات سو کا مجمع ہوگا اور بقیہ دنوں میں اتوار وغیرہ

کو ڈیڑھ دو ہزار ہوگا مگر حضرت کے یہاں قیام کے دن دو گنے ہو گئے اور زائرین کا اندازہ تو بالکل ہی غلط نکلا کہ عام دنوں میں دو تین ہزار ہوتا مگر پھر بھی مذکورہ بالا حساب سے پکانے کے لئے جتنے چاول، گھی وغیرہ چیزیں خریدی گئیں تھیں اس میں بہت برکت ہوئی اور کافی سامان بچ گیا اور عموماً پکا ہوا کھانا کافی ہو جاتا اگرچہ سینکڑوں ہزاروں اس سے زیادہ ہو جاتے جتنوں کے لئے پکایا گیا تھا۔

سائل کو پانچ ہزار کا عطیہ

یہاں لندن سے حضرت کے ساتھ دہلی اہلیہ وبچی کو لیکر جانا ہوا اور ۹۹ھ ماہ مبارک آخری ایام میں میری اپنی طبیعت اس قدر خراب ہوگئی کہ عید کی شب میں چارپائی سے اٹھ کر استنجاء کے لئے جانا مشکل ہوگیا۔ حضرت نے بھائی ابوالحسن کو پیشاب دانی دے کر حکم فرمایا کہ:

"جب تک وہ ایک مرتبہ اس میں پیشاب نہ کرے اور تم خود نہ پھینکو واپس نہ آنا"

ان کی ہر وقت حضرت کو جو ضرورت رہتی تھی وہ معلوم تھی، بہت اصرار اور خوشامد پر حضرت کے حکم کی وجہ سے وہ نہ گئے، بالآخر یہ گستاخی کرنی پڑی تب وہ گئے اور پیشاب دانی چھوڑ گئے۔ پھر بھی رات کے وقت بخار کی حالت میں کپڑے بستر سب کچھ پیشاب سے ناپاک ہوگیا۔ ڈاکٹری حکیمی علاج سے جب افاقہ نہ ہوا تو اسی حالت میں سورت کا سفر کیا کہ وہاں علاج کی سہولت رہے گی۔ وہاں سب کچھ ٹیسٹ کروانے کے بعد پتہ چلا کہ مرض کوئی نہیں تب ایک عریضہ حضرت کی خدمت میں لکھا کہ:

"مرض کا سبب حضرت کی شفقتوں میں کمی کا غم ہے منجملہ ان کے یہ ہے کہ اس رمضان میں حضرت کی طرف سے کسی قسم کا مالی عطیہ نہیں ملا

حالانکہ اس سے قبل مختلف ناموں سے ملتے تھے"

اس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا:

"نزاکت نازنینوں کی بنائے سے نہیں بنتی ؎
خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے"

اور اخیر میں تحریر ہے کہ:

"میں اس فکر میں تھا کہ رقم کس طرح بھیجوں، عبدالحفیظ نے کہا کہ یہ رقم مجھے دے دیجئے میں مکہ جا کر بھیج دوں گا۔ چنانچہ ایک ہندی رقم مبلغ پانچ ہزار کی اس کو دے رہا ہوں اب آپ بقیہ مطالبات مدینہ منورہ کے پتہ پر لکھ دیں"

فیصل آباد کے سفر کی رفاقت

۱۷ر شعبان ۱۴۰۰ھ کو حضرت جدہ سے فیصل آباد کے لئے جب تشریف لے گئے تو یہ سیہ کار بھی ساتھ تھا اور اس سفر کی رفاقت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ہی چند روز قبل خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا تھا اور حضرت والا کے ساتھ رمضان کے بعد نظام الدین پہنچ کر واپسی کی اجازت چاہی۔

انگلستان کا دوسرا سفر

ہماری خواہش تھی کہ حضرت کا ایک رمضان المبارک یہاں گزر جائے مگر آخری کئی سالوں سے حضرت کا معمول رمضان المبارک میں مع خدام کے اعتکاف کا تھا اور دار العلوم میں مستقل مسجد نہ ہونے کی وجہ سے اس سعادت سے محرومی رہی، او فیصل آباد کے بعد ۱۴۰۱ھ کا رمضان المبارک سے کئی مہینے پہلے جنوبی افریقہ کا سفر طے ہوگیا تھا اس لئے یہ سیہ کار بھی شروع شعبان میں مدینہ طیبہ حاضر ہوگیا تھا اور حضرت کی معذوریوں کی بنا پر ذاتی ضروریات کے خاطر خواہ انتظام کے لئے احقر اور مولانا اسمٰعیل بدات

صاحب حضرت کے قافلہ سے تین دن پہلے روانہ ہو گئے تھے تاکہ حضرت کی قیام گاہ وغیرہ کو حضرت کی ضرورت کے موافق طے کیا جائے ۔ وہاں سے پھر حضرت کے ہمراہ اسٹینگر پہونچے ۔

اور جنوبی افریقہ کے رمضان کے بعد " مہد الرشید الاسلامی چیپاٹا " چند روز قیام کے بعد حضرت ۲۵ ر اگست ۱۹۸۱ء ، ۲۴ ر شوال ۱۴۰۱ھ کو علی الصباح حضرت لندن تشریف لائے ، وہاں سے خصوصی طیارہ کے ذریعہ مع پچاس سے زائد نفر کے مانچسٹر کے مطار پر اتر کر دوپہر دو بجے دار العلوم پہونچے ۔ اسٹینگر ہی میں حضرت نے فرمایا تھا کہ :

" یوسف ! میں نے تیرے یہاں کے لئے ۲۵ دن طے کر لئے

جب زامبیا کے دو تین دن بڑھائے گئے تب حضرت نے فرمایا :

" دیکھ ، تیرے یہاں سے اتنے کم ہوں گے "۔

حضرت کی علالت

مگر اس سفر میں پہلے کے برخلاف طبیعت گرتی چلی گئی ۔ شاید اس کی ایک وجہ اس ضعف و پیری میں ہزاروں میل کے مختلف ملکوں کے سفر کے علاوہ جنوبی افریقہ کا اندرونی سفر تھا جو حضرت کی شرط کے خلاف برتی کروایا گیا ۔ میزبان مولانا یوسف تتلی صاحب کے نام گرامی نامہ میں نمبر ۴ یہ بھی تھا کہ :

" میں بہت بیمار ہوں ایک دن کو میرے یہاں اور ایک دن کو میرے یہاں

کے آپ خود ذمہ دار ہیں میرے بس کا پھرنا نہیں "۔

اس کے بالکل ہی خلاف ۳ ر شوال کو اسٹینگر سے روانگی کے بعد پندرہ دن میں ایک درجن سے زائد جگہوں پر کہیں ایک دن ایک رات کے لئے کہیں صبح کہیں شام حضرت کو لے جایا گیا ، کہیں جہاز سے اور کہیں کار سے سفر ہوا ۔ اسی وجہ سے

یہاں پہونچکر طبیعت دن بدن مسلسل گرتی ہی رہی ۔

قبولیتِ عامہ

اس لئے پچھلے سفر کی طرح پابندی سے روزانہ کی مجالس میں شرکت حضرت تو نہیں فرما سکے مگر مجمع پچھلے سفر سے کہیں زیادہ تھا اور وہ اپنے کام میں برابر مشغول رہتا تھا ، مجھے ایک قریبی عزیز کا جملہ بڑا ہی پیارا لگا انہوں نے کہا کہ ہزاروں کی تعداد میں آنے والی مخلوق خدا کو یقین ہے کہ حضرت بیان نہیں فرماتے ، نہ یہ یقین ہے کہ مصافحہ بلکہ زیارت بھی ہو سکے گی یا نہیں ، پھر بھی یہ کھنچکر آتے ہیں کیا اللہ کی شان ہے ۔

فیض بے پایاں ونمایاں

اب کی مرتبہ کے معمولات مجالسِ ذکر ، ختم خواجگان بیان ، بیعت ، نکاح وغیرہ سب ہی کے مناظر عجیب تھے اور اکثر و بیشتر حضرت کی گردن مبارکہ جھکی رہتی اور استغراق میں رہتے مگر ہر آن ..... مجمع کی طرف پوری طرح باطن سے متوجہ رہتے تھے ، اسی لئے اکثر اوقات مجالس کے وقت مختلف جہات سے وجد و کیف کی حالت میں چیخ و پکار کرنے والوں کی آواز بلند ہو کر ایک شور مچ جاتا جو عامۃً حضرت کی مجالس میں پہلے نہیں دیکھا گیا ۔ بلکہ مصافحہ کے وقت بھی ، جو اس ضعف میں حضرت کے ظاہری جسم کے لئے باعثِ اذیت تھا اس لئے کسی کسی دن ہی ہوتا تھا اس میں ، توجہ کا یہ عالم تھا کہ حضرت کی تشریف بری کے بعد ایک بڑے تاجر نے مجھے بتایا کہ :

" میں بیعت تو فلاں بزرگ سے ہوں مگر عجیب بات میرے ساتھ یہ ہوئی کہ حضرت سے مصافحہ کے وقت گویا میرے جسم میں زبردست کرنٹ لگ کر آگ لگ گئی قریب تھا کہ میں چیخ اٹھتا بڑی مشکل سے ضبط کیا ۔ اب بھی سوچنے پر وہی کیفیت پاتا ہوں "۔

غرض یہ فیضان عام تھا ، ہر طالب صادق کو نواز دیا جاتا ، خصوصاً جس دن ختم بخاری شریف تھا ۔ اس دن تو حضرت کی توجہات کی برکت سے مجمع کیا دار العلوم کے

در و دیوار اور سبزہ زار کے سبزے اور پتے پر ایک عجیب کیف نمایاں نظر آرہا تھا اور عجیب سماں بندھا ہوا تھا ، اسی لئے حضرت کی تشریف بری سے پہلے ہی نعت و وعظ وغیرہ کے دوران رونے کی آواز اور جذباتی نعروں سے فضا گونجنے لگی تھی اور حضرت ظاہر و باطن سے پوری طرح متوجہ تھے دار العلوم پر ایک نظم پڑھی جارہی تھی اس میں جب یہ مصرع پڑھا گیا ع

جہاں پر نمایاں دعا شیخ کی ہے

تو حضرت نے فرمایا :

" ارے مجھے کیوں ذلیل کرے ہے"

دوسرا مصرع یوں تھا ع

جہاں دست قدرت کی جادوگری ہے

اسے بگاڑ کر پڑھنے والے نے "قدرت" کے بجائے یوسف پڑھ دیا ۔ اس پر حضرت نے فرمایا :

" لے تو بھی سن ۔"

اس کے بعد مصرع کی اصلاح کے متعلق ارشاد فرمایا :

"لفظ جادوگری مناسب نہیں ہے اور کوئی لفظ ہونا چاہئے۔"

اس کے بعد وضو سے فارغ ہو کر جلسہ گاہ میں جانے کے لئے حضرت تیار ہو گئے تو فرمایا :

" یوسف ! تو نے بہت زیادہ شور مچا دیا ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

یہ فرما کر رونے لگے اور روتے ہوئے ارشاد فرمایا :

" تو نے حدیث میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ فاسق و فاجر سے
بھی اپنے دین کی مدد لے لیتا ہے ۔"

(اللہ اکبر) اسی حال میں روتے ہوئے پورا جسم ہل رہا تھا ، آنسو جاری تھے آپ خیمہ میں تشریف لے گئے تا حد نظر اسٹیج کے چاروں طرف انسان ہی انسان نظر آتے تھے ۔ تنگی کی وجہ سے چاروں طرف سے خیموں کی قناتیں اٹھا دی گئیں تھیں اور جھاڑیوں کے اندر تک عشاق پھیلے ہوئے تھے ۔ اور شرکاء کی اس قدر کثرت کے باوجود مجلس کے ادب و وقار کا یہ عالم تھا کہ اگر سوئی گرتی تو اس کی آواز بھی سنائی دیتی ۔

حضرت کی تشریف بری سے پہلے مولانا سلمان صاحب بیان فرما رہے تھے ، جو تشریف بری کے بعد چند منٹ جاری رہا جس میں انہوں نے امام اہل تصوّف شیخ ابن عربی کا ایک قصہ سنایا جس پر مجمع کے ساتھ حضرت بھی رو پڑے ۔

مولانا سلمان صاحب کے بیان کے بعد احادیث کی قراءت شروع ہوئی ، کیا معلوم تھا کہ حضرت کی مبارک زندگی کا یہ آخری درس حدیث ہے ۔ پہلے حدیث مسلسل بالاوّلیت ، اس کے بعد صحیح بخاری کی آخری حدیث اور صحاح ستہ اور دارمی اور مشکوٰۃ کی پہلی احادیث پڑھی گئیں ۔ اس منظر کی تصویر کشی ممکن نہیں کہ حضرت سالہا سال تک دار الحدیث یا مسجد کلثومیہ میں درس حدیث کی مسند پر جلوہ گر ہوتے طلبہ کی جماعت سامنے ہوتی ، البتہ ختم بخاری شریف اور مسلسلات پر مجمع زیادہ ہو جاتا مگر آج چاروں طرف تقریباً دس ہزار کا مجمع نہایت مؤدب بیٹھا ہے ان کے بیچ میں کئی سیڑھیوں والا اسٹیج ہے اس پر آپ کے سامنے چند شاگرد زانوئے تلمذ تہہ کئے بیٹھے ہیں ، اسٹیج پر بھی حضرت کی بیٹھک کو اس قدر اونچا کیا گیا کہ چاروں طرف سے عشاق چہرۂ انور کی آسانی سے زیارت کر سکیں ۔

حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ نے اس موقع پر چند منٹ تقریر فرمائی جس کا خلاصہ حضرت ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے :

" امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب کو شروع کیا انما الاعمال بالنیات سے اور ختم کیا کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن اھ پر ۔ خلاصہ سارے کا یہ ہے کہ دنیا میں صرف دو کام ہیں اخلاص دل میں ہو اور تسبیح زبان پر ہو ۔ یہی مقصد ہے امام بخاریؒ کا ۔"

آخری پیار

حضرت کی علالت کے آخری ایام میں انتقال سے چند روز قبل ہمارے دارالعلوم کے ایک طالب علم کا خط آیا، جس میں اس نے اپنے احوال لکھے تھے، جس کے ضمن میں اپنی گندگی اور تقاصیر کا پیش نظر رہنا اور عبدیت کا استحضار وغیرہ مذکور تھا ۔ صوفی اقبال صاحب نے میری غیبت میں حضرت کو وہ خط سنایا، سُنکر حضرت بہت مسرور ہوئے اور ان سے فرمایا کہ :

" یوسف آئے تو مجھے بتادیجیو ۔ میں اس کا منہ چوموں گا ۔"

جب میں حاضر ہوا تو فرمایا :

" اِدھر آ ! لا تیرا منہ چوموں ۔"

میں نے بڑھ کر حضرت کی پیشانی مبارک اور دست مبارک کو چوما ۔ حضرت نے فرمایا :

" ارے ! میں نے تجھے چومنے کے لئے بلایا تھا، تیرے لونڈے کا خط سُنکر بڑا ہی جی خوش ہوا ۔ اس کو میری طرف سے خوب دعائیں لکھ دیجیو اور یہ کہ جو اپنے کو اہل سمجھے وہی نااہل ہے ۔"

☆ ☆ ☆

چند عجیب واقعات

۱ بیداری میں ملکُ الموت کی زیارت

ان ہی آخری ایام میں تہجد کے وقت جب میں وضو کرانے لگا ، پوچھا :

" کون ؟ "

میں نے عرض کیا یوسف ۔ فرمایا :

" آج پھر ملک الموت آئے تھے ۔"

میں نے پوچھا حضرت نے کوئی خواب دیکھا ؟ فرمایا :

" نہیں ۔ میں لیٹا ہوا تھا بیدار ہی تھا کہ تشریف لے آئے اور مسکراتے ہوئے بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے ۔"

ملک الموت کی بیداری میں یہ دوسری زیارت تھی ۔ پچیس تیس سال پہلے کی زیارت کا قصہ مفتی مقبول احمد صاحب حضرت سے سُنا ہوا بیان فرماتے ہیں کہ :

" مجھے پیشانی پر ایک بڑا دُنبل نکلا ۔ حکیمی علاج جاری تھا اس سلسلہ میں ایک علاج کے متعلق یہ بتایا گیا کہ اس دوا سے سارا مواد تحلیل ہو جائے گا ۔ رمضان کی راتیں تھیں اور سحری کھانے میں ابھی کافی دیر تھی ۔ تکلیف مجھے اتنی شدید ہوگئی کہ میں یہ سمجھا کہ یہ میرا آخری وقت ہے ۔ گھر والوں سے باصرار میں نے سحری کھانے کو کہا یہ سوچ کر کہ اگر میں مر گیا تو یہ سب سحری کھانے سے رہ جائیں گے ۔ اسی تکلیف کی شدت میں میں کبھی آنکھیں کھول رہا تھا کبھی بند کر رہا تھا کہ اب ملک الموت آنے والے ہوں گے مگر وہ تکلیف ورم کے تحلیل ہونے کی تھی آہستہ آہستہ

مجھے افاقہ ہوگیا اور حسب معمول صبح جب میں اوپر کتب خانہ میں تھا، پیچھے سے سیڑھی کا دروازہ بند تھا، تو ایک خوبصورت آدمی میرے سامنے آئے۔ میں نے پوچھا کہ تم کون؟ کہنے لگے وہی جن کا تم رات انتظار کر رہے تھے۔ میں نے کہا پھر اب لے چلئے۔ فرمانے لگے ابھی نہیں۔"

۲ خواب میں ملک الموت کی زیارت

برطانیہ کے دوسرے سفر میں شدتِ ضعف کی بنا پر جب حضرت ہسپتال داخل کئے گئے، داخلہ کے دوسرے دن ہی حالت تشویشناک معلوم ہوئی، اس قدر کہ لندن سے مدینہ طیبہ تک کے خصوصی طیارہ کے لئے بھی بات چیت کر لی گئی، جب حضرت صحت مند ہو کر دارالعلوم واپس تشریف لائے اور اس کا تذکرہ آیا تو حضرت نے فرمایا کہ:

"میرے مرنے کا فکر نہ کرو میں ابھی مرتا نہیں ہوں، مجھ سے وعدہ ہے۔"

اس کے بعد فرمایا کہ:

"ملک الموت کی زیارت والا خواب تو تم نے سنا ہوگا کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بیمار ہوا۔ اسی دوران میں نے خواب دیکھا، دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان میرے پاس آئے۔ میں نے پوچھا کون؟ کہنے لگے ملک الموت۔ میں نے کہا پھر لے چلئے۔ فرمانے لگے یہاں نہیں، جب آپ مدینہ طیبہ پہونچیں گے میں وہاں آؤں گا۔

اس کے بعد مکہ مکرمہ سے جب میں مدینہ طیبہ آگیا تو خواب میں دیکھا کہ وہ خوبصورت نوجوان کی شکل میں جا رہے ہیں۔ میں نے کہا

ارے تم نے کہا تھا کہ جب مدینہ طیبہ پہونچ جاؤ گے تو میں آؤں گا۔ اب میں پہونچ گیا ہوں۔ تو ہنس کر فرمانے لگے ابھی تم سے کچھ اور کام لینا ہے۔"

۳ انتقال سے تقریباً تین دن قبل حضرت نے کونے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ:

"دیکھو! وہ شیطان کھڑا ہے تمہیں نظر آرہا ہے؟"

(حسب نظام پہونچ تو گیا جیسا کہ احادیث میں خبر دی گئی ہے مگر آگے بڑھنے کی جرأت کہاں سے لائے)

تین چار روز قبل ہی مولوی نجیب اللہ صاحب حضرت کو استنجا کرا رہے تھے میں برابر والے کمرہ میں تھا رات بارہ بجے کے بعد کا وقت تھا، باہر کوئی زور سے دو مرتبہ چیخا: نجیب اللہ، نجیب اللہ۔ میں بھاگا ہوا فوراً گیا تو وہاں کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔

بالکل اسی طرح اماں جی کے ساتھ بھی یہی قصہ پیش آیا کہ وہ قرآن ختم کر کے مرحومین میں سے کسی کے لئے ایصال ثواب کرنا چاہتی تھیں، بڑے زور سے ان کا نام لیکر انہیں کسی نے پکارا، حالانکہ گھر کے دو تین افراد کے سوا ان کا نام بھی جاننے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

یقیناً یہ ہاتف غیبی کی طرف سے پکار تھی۔ مقصد اللہ ہی کو معلوم۔

حضرت مولانا معین الدین صاحب زیدمجدہم

اسم گرامی معین الدین ابن عبداللہ خاں ۔ موضع گوالیار گرنٹ پوسٹ دتولی بازار ضلع گونڈہ ۔ یوپی ۔ انڈیا ۔

مدرسہ کا پتہ معین الدین بن عبداللہ خاں مدرسہ عربیہ امدادیہ (چوراہا گلی) ضلع مراد آباد ۔ یوپی ، انڈیا ۔

پیدائش بندہ کی پیدائش ۴ر جنوری ۱۹۳۵ء مطابق ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ میں موضع گوالیار گرنٹ دتولی ضلع گونڈہ کے ایک ایسے خاندان میں ہوئی جسے علمی گھرانہ تو نہیں کہا جاسکتا لیکن خاندان کے افراد کا حکیم الامت تھانوی ، شیخ الاسلام حضرت مدنی ، امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی ، برکۃ العصر قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس اللہ اسرارہم اور موجودہ اکابر میں حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی مدظلہ، اور دوسرے اکابر دیوبند سے بیعت کا تعلق رکھنے کی وجہ سے پورے ضلع میں دینی لحاظ سے ایک ممتاز خاندان تصور کیا جاتا ہے۔

میرے دادا جان کے چھوٹے بھائی بکثرت قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے ایک روز تلاوت کا محبوب مشغلہ چھوڑ کر جانوروں کو چگانے کے لئے جنگل تشریف

لے گئے ، واپسی پر دادا صاحب نے پوچھا کہ چرواہا کیا ہوا ؟ عرض کیا میں نے اس کو جانوروں کے چگانے سے منع کر دیا ہے، اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے ، ہم ایسے جانوروں کا دودھ کس طرح استعمال کر سکتے ہیں جس کا چرواہا بدکار ہو ۔

اس جزوی واقعہ سے خاندان کے دینی تصلب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

خاندان کے سبھی لوگ زراعت پیشہ ہیں ۔

بچپن کی تعلیم و تربیت بندہ کی ابتدائی تعلیم قاعدہ بغدادی ، قرآن کریم ناظرہ اردو ، دینیات ، ابتدائی فارسی خاندانی مکتب میں ہوئی ـــ جو اب مدرسہ اسلامیہ معین الاسلام کے نام سے موسوم ہے ـــ اور فارسی کی بقیہ تعلیم وابتدائی عربی زیر تربیت قاری عبدالوہاب صاحب بانی مدرسہ فرقانیہ گونڈہ ـــ جو اپنے خاندان کے ممتاز عالم اور نہایت ہی متقی خدا ترس بزرگ تھے ـــ مدرسہ مذکور میں ہوئی ۔

تقریباً ایک سال مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں رہ کر مولانا محمد اسباط صاحب سے مرقات ، ہدایۃ النحو ، قلیوبی وغیرہ پڑھیں ۔

اسی زمانہ میں قاری عبدالمالک صاحب شیخ التجوید سے چند ماہ مشق وتجوید کا شرف بھی حاصل ہوا ۔

اعلیٰ تعلیم پھر ۴۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں عیدالاضحیٰ کے بعد داخل ہوا اور کافیہ سے لیکر بخاری تک تمام علوم وفنون کی کتابیں دارالعلوم دیوبند ہی میں پڑھیں ۔

۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں دارالعلوم دیوبند ہی سے فراغت حاصل ہوئی

حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی ، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی ، امام الہیئت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب ، حضرت

مولانا سید فخرالحسن صاحب، حضرت مولانا جلیل احمد صاحب کیرانوی، مولانا ظہور احمد صاحب دیوبندی بندہ کے اہم اور مشہور قابل صد افتخار اساتذہ میں سے ہیں۔

پہلا نکاح موقوف علیہ دورۂ حدیث سے فراغت کے سال، خاندان ہی میں بہت سادگی کے ساتھ عقد ہوا جس میں نہ بارات تھی نہ اور کچھ رسمی اہتمام، میرے والد قبلہ حاجی عبداللہ خان صاحب نے پہلے ہی سے سادگی کے ساتھ نکاح و رخصتی کی بات چیت میرے ہونے والے خسر مرحوم کے بڑے بھائی سے طے کر لی تھی مہر فاطمی پر نکاح ہوا۔

مہر کے ہبہ کرنے کا بدل حج میری اہلیہ نے باوجود میرے پیش کرنے کے مہر کی رقم کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر بزمانہ مدرسی جب بندہ کو کچھ مالی وسعت حاصل ہوئی، اور والدین نے ۱۳۷۹ھ میں حج کا ارادہ کیا، اور مجھے بھی ساتھ لیجانا چاہا، تو احقر نے قبلہ والد صاحب سے یہ کہکر کہ بندہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ والدہ محترمہ کی خدمت کے لئے بھی ایک خادمہ کی ضرورت ہے مبلغ تین سو روپیہ میری اہلیہ کی طرف سے بھی حج کمیٹی کو بھیجدیجئے۔ اس وقت پیشگی تین سو روپیہ ہی داخل کئے جاتے تھے لہذا بندہ نے اپنے ساتھ اہلیہ کو بھی حج کرایا۔ اور صاف صاف کہہ دیا تھا کہ یہ مہر کے ہبہ کرنے کا بدل ہے میری شیر خوار بچی بریرہ سلمہا گود میں تھی۔ اپنے اور اہلیہ کے مصارف حج کا بار والدین پر نہیں ڈالا۔ اشیاء خوردنی ساتھ تھیں۔ آمد و رفت کے کرایہ وغیرہ میں کل تقریباً تین ہزار روپیہ ضروری صرف میں آئے تھے سامان کوئی خریدا نہیں تھا۔ اب جب کبھی مصارف حج کا تذکرہ آتا ہے تو زبان سے بے اختیار یہ جملہ نکل جاتا ہے کہ ہم نے کل تین ہزار میں ڈھائی حج کئے ہیں۔ یہ محض حق تعالیٰ جل شانہٗ کا فضل و کرم تھا

کہ دور شباب میں صرف تین ہزار میں والدین کی معیت میں اہل و عیال کے ساتھ اس مقدس فریضہ کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ورنہ ؎

این سعادت بزور بازو نیست ÷ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اہلیہ محترمہ بندہ کے حضرت اقدس قطب العالم قدس سرہٗ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کے بعد بندہ کی اہلیہ نے بھی حضرت برکۃ العصر قطب العالم قدس سرہٗ سے بیعت کا تعلق قائم کر لیا تھا اور معمولات کی بہت زیادہ پابند تھیں۔ تلاوت، نماز، تسبیحات ایسی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ ادا کرتی تھیں کہ مجھے ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر رشک آتا تھا۔ میری پہلی اہلیہ میرے ساتھ تقریباً بیس اکیس سال رہیں۔

اولاد اسی عرصہ میں سات لڑکیاں اور دو لڑکے تولد ہوئے جن میں بڑی لڑکی بریرہ سلمہا، چھوٹی لڑکی نفیسہ سلمہا اور چھوٹا لڑکا فصیح الدین سلمہٗ، باحیات ہیں اور باقی اولادیں بعض تولد کے بعد ہی اور اکثر چند ماہ زندہ رہ کر ذخیرۂ آخرت بن گئیں۔

اہلیہ کی وفات بڑی صابرہ خاتون تھیں۔ سریع الغضب سریع الفئ مزاج سے ان کا واسطہ پڑا تھا۔ کبھی انہوں نے الٹ کر کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ حق تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

۱۳۹۲ھ میں زیادہ علیل ہوگئیں، پورا بدن پیلا پڑ گیا تھا۔ علی گڈھ کے ڈاکٹروں نے پتہ میں پتھری تجویز کی۔ پہلا آپریشن کامیاب نہ ہونے پر ایک ماہ کے فصل سے دوسرا آپریشن ہوا اور علی گڈھ ہسپتال ہی میں خدا کو پیاری ہوگئیں

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

قابلِ رشک خاتون ہسپتال میں رہتے ہوئے تلاوت و تسبیحات کا

جب تک پڑھ سکیں اخیر تک اہتمام رہا۔ اور جب خود تلاوت کی طاقت نہ رہی، تو ہر عیادت کے لئے آنے والے سے قرآن کریم کے سُنانے کی فرمائش کرتی رہیں۔

ایک روز سخت علالت کے بعد جب طبیعت قدرے پُرسکون تھی میں نے بات بات میں اپنے معاملات کی صفائی کرلی۔ انہوں نے بھی تسلی آمیز جملے کہتے ہوئے میرے پوچھنے پر کہ تمہاری کوئی نماز تو قضا نہیں ہے، بتایا کہ الحمدللہ نہ کوئی قضا نماز میرے ذمہ ہے اور نہ کوئی قضا روزہ۔ البتہ یہ دوسرا آپریشن ایام کے زمانہ میں ہوا ہے اس کا مسئلہ آپ خود سمجھ لیجئے۔

پھر میں نے دریافت کیا کہ تمہارا کسی پر کوئی قرض یا تمہارے اُوپر کسی کا قرضہ تو نہیں ہے تو بتایا کہ نہ مجھ پر کسی کا کوئی پیسہ ہے اور نہ میرا کسی پر کوئی پیسہ ہے اور نہ میری مِلک میں کوئی پیسہ ہے۔ ایک امانت دوسو روپیہ کی آپ کے بہن کی ہے جو فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے۔

مجھے ان کی اس پاک وصاف زندگی پر بڑا رشک آیا۔ معاملات میں اس قدر صاف وستھرا میں نے اپنے خاندانی مستورات میں سے کسی کو نہیں پایا میں سمجھتا ہوں اور یہ میرا یقین ہے کہ مرحومہ کو یہ دولت حضرت قطب العالم قدس سرہٗ سے تعلق بیعت اور معمولات پر استقامت کی برکت سے نصیب ہوئی۔

نکاحِ ثانی

دوسرا عقد حضرت اقدس کے حکم کے مطابق ۱۳۹۲ھ میں چھوٹی پھوپھی کی صاحبزادی سے ہوا۔ حضرت کی دُعا اور توجّہ تھی، پھوپھی صاحبہ کو خود بخود دینی رجحان کی وجہ سے جذبہ ہوا۔ انہوں نے قبلہ والد صاحب سے خود درخواست کی۔ والد صاحب نے دستی خط لکھ کر ان کو مع اُن کی صاحبزادی کے گھر پر ہی بُلالیا۔ زیور اور کپڑوں کی تیاری کے بغیر سادگی کے ساتھ نکاح ورخصتی وجود میں آئی۔ بقدر ضرورت کپڑے وغیرہ بعد میں تیار

کرائے گئے۔

دوسری اہلیہ سے تادمِ تحریر تین بچے تولّد ہوئے، ایک لڑکی خدا کو پیاری ہوگئی اور ایک لڑکا فہیم الدین سلّمہٗ اور ایک لڑکی عفیفہ سلّمہا باحیات ہیں۔

دینی خدمات کا آغاز

۱۳۷۵ھ میں جب دورۂ حدیث شریف سے فراغت کی سعادت حاصل ہوئی تو جامعۂ ازہر مصر سے دیوبند میں بغرض تعلیم آئے ہوئے دو استادوں عبدالمنعم النمر اور عبدالعال العقیادی کے مشورہ سے جامعہ ازہر جانے کی تیاری کرنے لگا۔ قبلہ والد صاحب نے حضرت اقدس مدنی سے تحریری مشورہ لیا تو حضرت اقدس حضرت مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ:

"جو پڑھنا تھا پڑھ چکا اب وہاں جاکر کیا کرے گا۔"

اور اخیر میں یہ جملہ تھا کہ:

"میں منع نہیں کرتا۔"

حضرت اقدس حضرت مدنی کے ان جملوں سے قبلہ والد صاحب نے یہی سمجھا کہ حضرت کی مرضی نہیں ہے اس لئے جامعۂ ازہر کا ارادہ ترک کردیا، اور اپنے اساتذہ کے مشورہ سے تعلیمی خدمات میں لگ جاؤ اور تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ نظام الدین دہلی سے جو تبلیغی کام چل رہا ہے اس سے منسلک رہ کر تبلیغی کام بھی کرتے رہو۔

چنانچہ اساتذۂ دیوبند کے مشورہ اور حکم سے مدرسہ کی طلب پر مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں ستّر روپیہ ماہوار پر مدرس ہوکر آگیا۔ اور اب ۱۴۰۳ھ ہے تقریباً اٹھائیس ۲۸ سال سے بندہ تدریسی وتبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے۔

اس عرصہ میں مبادیات ومتوسطات کے ساتھ ساتھ اپنی نا اہلی اور کم علمی

کے باوجود انتہائی کتب کے تدریس کی بھی سعادت حاصل ہوئی اور حضرت اقدس برکۃ العصر قطب العالم حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ کی جوتیوں کے صدقہ اور طفیل حضرت کی اجازت سے تقریباً پندرہ سال سے بخاری شریف کے پڑھانے کی بھی سعادت حاصل ہے۔ اور قبلہ والد صاحب کی نصیحت کے مطابق تبلیغی کام سے بھی برابر تعلق قائم رکھا عرصہ دراز تک شہر مرادآباد کے تبلیغی مرکز مسجد پختہ سرائے میں "البدایۃ والنہایہ" پڑھتا رہا۔ اور تبلیغی بیان بھی ہوتا رہا اور "حیاۃ الصحابہؓ" کے طبع کے بعد "حیاۃ الصحابہؓ عربی" عرصہ دراز تک تبلیغی انداز کی تشریح کے ساتھ مجمع کثیر میں سُناتا رہا۔ تبلیغی احباب کی طلب پر مرکزی مسجد، شہر کی دوسری مساجد اور دیہاتوں میں بھی تبلیغی بیان کرتا رہا۔ اور حضرت اقدس قدس سرہٗ نے اجازت کے بعد خاص نصیحت فرمائی تھی کہ تدریس کے ساتھ ساتھ تبلیغی کام کی تائید کرتے رہنا، اس نصیحت اور وصیت سے تبلیغی کام کی اور زیادہ اہمیت پیدا ہوگئی تھی۔

اس کے علاوہ مدارس کے جلسوں اور دینی مدارس کے قیام اور فرقِ باطلہ کی تردید میں بھی کثرت کے ساتھ برابر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا سلسلہ رہا ہے اور اب بھی ہے۔ گاہ گاہ رضاخانی علماء سے مناظرہ کی بھی نوبت آتی ہے اور حق تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی ہے۔ فللہ المنۃ والحمد۔

علاقہ کا دینی حال

بندہ کے وطن کے قرب وجوار میں زیادہ تر غیر مسلم آبادی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ بتیس ۳۲ دانتوں کے درمیان زبان کی سی نوعیت ہے تو کہنا بجا ہوگا۔ مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ دینی تعصب اور خاندان کے افراد کی اخلاقی رواداری کا ماحول پر ہمیشہ اچھا اثر رہا۔ باہم کبھی کوئی جھگڑا یا فساد وجود میں نہیں آیا کبھی بعض شرپسند عناصر

نے فساد برپا کرنے کی سعی کی، تو اکابر سے وابستگی کے طفیل خدا نے ہمیشہ اپنے فضل سے اس شر کو دفع فرمایا۔ دور دراز علاقہ میں جو مسلم بستیاں ہیں ان میں سے زیادہ تر میں رسم ورواج اور رضاخانیت کا تسلط رہا ہے۔ مدرسہ فرقانیہ گونڈہ اور تبلیغی جد وجہد سے لوگوں کے عقیدہ اور عمل میں نمایاں انقلاب رونما ہوا ہے۔ بندہ کو وطن مالوف میں رہ کر دینی خدمات کا اب تک کوئی موقعہ میسر نہیں آیا ہے گاہ بگاہ تبلیغی واصلاحی بیانات ہوتے رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً بوقت ضرورت رسوم وبدعات کی تردید میں بھی بیان کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

رُوحانی سلطنت کے سُلطان کی پہلی زیارت

ہمارے خاندان کے لوگ نظام الدین دہلی کی تبلیغی ودعوتی تحریک سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ مدرسہ فرقانیہ گونڈہ میں پڑھنے کے زمانہ میں ہمارے استاذ قاری عبدالوہاب صاحب بانی مدرسہ طلبار کو لیکر تقریباً ہر جمعرات کو شہر کی کسی نہ کسی مسجد میں جایا کرتے تھے، اس وقت بندہ کی عمر تقریباً گیارہ یا بارہ سال کی تھی۔ حضرت کے فضائل کی کتابوں کو سُن کر اور پڑھ کر غائبانہ حضرت اقدس کا تذکرہ سُنا کرتا تھا اور فضائل کی کتابوں پر بحیثیت مصنف حضرت اقدس کا نام نامی اور اسم گرامی دیکھا کرتا تھا۔

پھر دیوبند کے زمانہ تعلیم میں حضرت اقدس رائے پوریؒ اور حضرت قطب الاقطاب قدس سرہٗ بمقام دیوبند حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ پہلی مرتبہ یہیں دور سے زیارت ہوئی مصافحہ کا موقعہ نصیب نہیں ہوا۔ لباس گدایانہ، چہرہ مبارک نورانی بارعب جیسے کسی سلطنت کے ذی شان سلطان کا چہرہ ہوتا ہے۔

حرمِ مکی میں ایک مجذوب سے اخذِ فیض

سنہ ۱۳۷۹ھ میں جب پہلی مرتبہ خاندان کے افراد کے ساتھ حج کی سعادت حاصل ہوئی جن میں میرے والدین اور پہلی اہلیہ اور شیر خوار بچی بریرہ سلمہا بھی شامل ہیں۔

اس سال موسم بہت گرم تھا، اموات کثرت کے ساتھ واقع ہو رہی تھیں مگر الحمد للہ بندہ اور اہلیہ اور میری شیر خوار بچی حج سے فراغ تک صحت مند رہے اور قافلہ کے اکثر حضرات کئی کئی افراد بیک وقت بیمار تھے، بخار کا بہت زیادہ زور تھا۔ میں دواؤں اور ضروریات کا انتظام کرتا اور میری اہلیہ عیادت تیمار داری اور مریضوں کا کھانا وغیرہ تیار کرتیں۔ اور جب مریضوں کی ضروریات سے فارغ ہو جاتیں، حرم شریف طواف و نماز کے لئے چلی جاتیں۔

ایک روز میں مستشفیٰ سعودیہ سے دوائیں لیکر آرہا تھا، تقریباً بارہ بجے تھے، حرم شریف میں آکر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گیا۔ بیت محرم پر نگاہ تھی، اسی اثنا میں ایک صاحب میانہ قد گندمی رنگ سفید لباس میں ملبوس جو زیادہ اُجلے نہیں تھے باب الصفا، سے حرم شریف میں داخل ہوئے، اور بیت اللہ شریف کی طرف جمائے ہوئے کنکریوں کے پاس، جہاں لوگ کبوتروں کے لئے دانے ڈال دیا کرتے تھے، ٹھہر گئے۔ مطاف تقریباً خالی تھا۔ انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کنکریوں میں سے دانے لئے اور کھالیا۔ دو تین مرتبہ انہوں نے یہی عمل کیا۔ پھر زمزم شریف پر تشریف لے گئے اور پانی پیا۔ پھر باب الصفا کی طرف واپس لوٹے۔

میرے دل میں بات آئی کہ یہ بھوکے ہیں انہیں کھانا کھلانا چاہئے۔

میں اس خیال سے ان کے پیچھے پیچھے چلا مگر میرے قدم بھاری ہو گئے مارے ہیبت کے ان کے پیچھے چلا نہ جاتا تھا۔ کسی طرح ہمت کر کے میں بھی باب الصفا سے باہر نکلا۔ پھر میں نے ان کو نگاہ میں رکھا۔ اور تیزی کے ساتھ ترچھا چل کر ان کے آگے پہونچ گیا۔ اور آگے کی جانب سے ان کی طرف رُخ کر کے چلا۔ پھر قدموں میں وزن محسوس ہونے لگا۔ وہ تو چل ہی رہے تھے، میں چند قدم اور چل کر جب ان کے سامنے پہونچا۔ تو سلام تو کر لیا مگر نظر ڈالنے کی ہمت نہ ہوئی چند ریال جو اس وقت میری جیب میں تھے پیش کرتے ہوئے یہ جملہ میری زبان سے نکلا "اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمالیں اور کھانا کھالیں۔ انہوں نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی، اور میرا معمولی ہدیہ قبول کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ پھر مارے ہیبت کے میری نگاہیں ان کا تعاقب نہ کر سکیں۔ واپس چلا آیا۔ یہ نظر بھی عجیب نظر تھی اس کا ذائقہ مجھے برسوں محسوس ہوتا رہا۔ اسی وقت سے طبیعت میں وحشت پیدا ہوئی۔ اور تعلیم و تعلم سے بھی جی گھبرانے لگا۔

بیعت کے لئے سفر

اور بار بار یہی خیال آتا تھا کہ کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق قائم کئے بغیر پڑھنا پڑھانا سب بیکار ہے۔ اس وقت ہندوستان میں حضرت شاہ وصی اللہ صاحب اور کئی اکابر موجود تھے مگر بار بار حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ ہی کی جانب میلان ہوتا تھا۔ یہ میلان اوپر والے واقعہ کے بعد پیدا ہو چکا تھا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ میں سونچا کرتا تھا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کا سب سے زیادہ تعلق حضرت شیخ الحدیث صاحب ہی سے تھا، باپ کا سایہ سر سے اُٹھ جائے تو چچا ہی باپ کا قائم مقام ہوتا ہے، پھر ایسا کامل اور شفیق چچا۔ حج سے واپسی کے بعد مراد آباد مدرسہ امدادیہ پہونچا۔ اسباق مفوضہ

پڑھانے لگا۔ مگر طبیعت میں وحشت رہا کرتی تھی ششماہی امتحان کے قریب مولانا محمود صاحب حسن پوری خلیفہ ومجاز حضرت مدنیؒ مدرسہ امدادیہ میں تشریف لائے اور بے تکلفی کے ساتھ میرے حجرے میں آگئے۔ اور بات بات میں فرمایا کہ:

"تو حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بیعت ہو جا تیرا حصہ انشاء اللہ وہیں ہے۔"

میں اس جملہ کا زیادہ مطلب تو سمجھا نہیں، مگر مجھے اپنے میلان طبع کی وجہ سے مزید تقویت حاصل ہوئی۔

امتحان ششماہی کے بعد میں سیدھے دیوبند پہونچا۔ اور حضرت مولانا..... سے درخواست کی کہ:

"میں شیخ الحدیث صاحب سے بیعت کا تعلق قائم کرنا چاہتا ہوں، میرا کوئی تعارف نہیں ہے، آپ ایک سفارش نامہ تحریر فرمادیں تاکہ حضرت مجھے بیعت فرمالیں۔"

یہ وہ زمانہ ہے جس میں حضرت ..... حضرت ..... سے مجاز بیعت ہو چکے تھے۔ حضرت علامہ (حق تعالیٰ ان کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے) نے مایوس کن بات ارشاد فرمائی۔ فرمایا کہ:

"حضرت شیخ الحدیث صاحب سے تو میرا کوئی خاص ربط نہیں ہے ہاں اگر تم .... سے بیعت ہونا چاہو، تو میں سفارش نامہ تحریر کردوں۔"

میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا میلان تو حضرت شیخ الحدیث ہی کی جانب ہے۔

الغرض میں دیوبند سے بغیر کسی سفارش نامہ کے خود بنفس نفیس

حضرت اقدس حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ ملاقات کے بعد بیعت کی درخواست پیش کی۔ چونکہ میں دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد حضرت مدنیؒ سے بیعت ہو چکا تھا، غالباً اس وجہ سے ارشاد فرمایا کہ:

"مولانا اسعد صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کرو۔"

میں نے ہمت کر کے عرض کیا کہ حضرت اقدس ہی سے بیعت کا ارادہ کر کے حاضر ہوا ہوں۔ پھر فرمایا کہ:

"جاؤ اور حضرت اقدس مدنی کے مزار مبارک پر دو گھنٹہ بیٹھ کر آؤ۔"

میں بذریعہ بس سیدھے حضرت شیخ الاسلامؒ کے مزار مبارک پر پہونچا۔ دو گھنٹہ تک بیٹھا روتا رہا۔ پھر بس پکڑ کر سیدھے سہارنپور پہونچا۔ مغرب کی نماز حضرت کی مسجد میں پڑھی۔ جب حضرت طویل نفلوں کے بعد فارغ ہوئے اور آنے والے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو ہمت کر کے بندہ نے عرض کیا کہ حضرت حکم کے مطابق حضرت مدنیؒ کے مزار مبارک پر دو گھنٹہ بیٹھ کر بغرض بیعت حاضر ہوں۔ پھر حضرت اقدس نے اسی جملہ کا اعادہ فرمایا کہ:

"بہتر ہوگا کہ تم مولانا اسعد صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کرلو۔"

پھر میں رونے لگا تو حضرت نے شفقت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ:

"میں حضرت اقدس حضرت مدنیؒ کے مریدین کو دوبارہ بیعت نہیں کرتا بیعت تو وہی رہے گی، حضرت مدنی نے جو تسبیحات بتائی ہیں پابندی کے ساتھ انہیں پڑھتے رہو۔ ہاں جو کچھ پوچھنا ہوا کرے مجھ سے پوچھ لیا کرو۔"

ان پُر مغز اور سادے جملوں کے ساتھ حضرت قطب الاقطاب برکۃ العصر قدس سرہٗ نے تعلیمی اور اصلاحی تعلق قائم رکھنے کی اجازت مرحمت فرما کر

دامنِ تربیت میں لے لیا۔

ذکرِ جہری کی تعلیم

اسی سال جب دوبارہ حاضری ہوئی۔ تو حضرت اُوپر اپنے ذاتی کتب خانہ میں تشریف فرما تھے۔ ذاکرین باہر ذکر کر رہے تھے۔ کچھ پھلوں کا ہدیہ لیکر حاضر ہوا۔ حضرت نے قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"ذکر جہری کرتے ہو تو باہر بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہو جاؤ"۔

میں نے ابھی ذکر جہری نہیں سیکھا تھا اس لئے صاف صاف عرض کیا کہ حضرت ابھی میں نے ذکر جہری نہیں سیکھا ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ کر تسبیحات پڑھتے رہو۔ پھر اسی سال جب ماہ مبارک میں حاضری ہوئی تو حضرت اقدس نے ذکر جہری کی خود تعلیم فرمائی اور میں ذکر جہری کرنے لگا۔

مجلس میں کتاب پڑھنے کی ابتداء

اس وقت اعتکاف دارالطلبہ قدیم کی مسجد میں ہوا کرتا تھا۔ کتاب "فضائل ذکر" شروع ہوئی تھی حضرت اقدس نے ایک روز مجھ سے کتاب پڑھوا کر کتاب میرے سپرد فرمائی۔ پھر حضرت اقدس کی شفقت سے ہر سال ماہِ مبارک میں کتاب پڑھنے کی سعادت حاصل رہی۔

یہ تو واقعات تھے جو پیش آئے۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں حق تعالیٰ نے عرصہ دراز تک حاضری کی سعادت عطا فرمائی اور حضرت اقدس خدا کو پیارے بھی ہو گئے (مگر یقین نہیں آتا ہر وقت یہی خیال رہتا ہے کہ اب مدینہ منورہ سے تشریف لانے والے ہیں)۔

حضرت کیا تھے اور حق تعالیٰ جل شانہٗ نے حضرت اقدس کو کن کن ظاہری اور باطنی کمالات سے نوازا تھا، اب تک نہ جان سکا اور نہ پہچان سکا۔ مَا

عَرَفْنَاهُ حَقَّ مَعْرِفَتِهٖ ثُمَّ بِاللّٰهِ مَا عَرَفْنَاهُ حَقَّ مَعْرِفَتِهٖ۔

مراسلت میں احتیاط

بندہ حضرت اقدس سے خط و کتابت بہت کم کیا کرتا تھا۔ اخیر تک بندہ کا یہی حال رہا کہ خط و کتابت کی جرأت نہیں ہوتی تھی، اور خط و کتابت کے مقابلہ میں خدمت اقدس میں حاضری بندہ کے لئے سہل اور آسان ہوا کرتی تھی۔ عموماً ہر ماہ یا ہر دوسرے مہینے سہارنپور حاضر ہو جایا کرتا تھا۔ پھر بھی اس طویل عرصہ میں مکاتبت بھی رہی ہے۔

مجھے انتہائی افسوس اور بے پناہ صدمہ اور ملال ہے کہ میں نے جس جگہ خطوط و مکاتیب کو محفوظ کیا تھا مراجعت کے بعد وہ مکاتیب مجھے اس جگہ نہیں مل سکے ـــــ مدرسہ امدادیہ کا محل وقوع اس طرح ہے کہ ہر جانب غیر مسلموں کے مکانات ہیں، چھتوں سے چھتیں ملی ہوئی ہیں۔ ایک مکان بھی کسی مسلمان کا نہیں ہے ـــــ مرادآباد کے فساد کے موقعہ پر کتابوں اور سامانوں کی منتقلی بھی ہوئی ہے، بچوں نے بہت سے کاغذات میری عدم موجودگی میں جلائے بھی ہیں۔ غالباً انھیں کاغذات میں مکاتیب کا وہ لفافہ بھی نذرِ آتش ہو گیا۔ جو اور کاغذات کے ساتھ بید کی ایک کنڈی میں رکھا ہوا تھا۔

صرف ایک مکتوب جو میرے صندوق کی جیب سے دستیاب ہوا جس کی نقل میں آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ یہ مکتوب میرے عریضہ کے جواب میں حضرت اقدس نے مدینہ منورہ سے تحریر فرمایا جس پر ۴ - ۴ /۸۷ کی تاریخ

پڑی ہوئی ہے بقلم مولانا حبیب اللہ صاحب۔

بِاسمہٖ سُبحانہٗ

عنایت فرمائم جناب الحاج مولانا معین الدین صاحب مدفیوضکم!

بعد سلام مسنون؛ آپ کا ایئر لیٹر پندرہ ربیع الثانی کا ۲۳ ربیع الثانی کو پہونچا۔ مژدۂ عافیت سے مسرت ہوئی۔ میری طبیعت تو آنے کے بعد ہی سے خراب چل رہی ہے۔ اس سے مسرت ہوئی کہ کھجور کی ڈبیہ پہونچ گئی۔ ایک خط لکھ کر پھر نقل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، اگر کچھ غلطی ہو جاتی تو کیا حرج تھا۔

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ صبح کو یکسوئی کے ساتھ ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے مگر مسجد ہندوؤں کے درمیان میں ہے کوئی خطرہ تو نہیں ہے۔

آپ بہت اچھا کرتے ہیں کہ آپ مغرب کے بعد کا وقت اپنے بچوں کی تعلیم پر صرف کرتے ہیں یہ صحیح ہے کہ بچوں کی تعلیم بغیر نگرانی کے نہیں ہوتی۔

آپ نے اپنی بچّی کو عربی شروع کرا دی میرے خیال میں تو مناسب نہیں ہے، اس واسطے کہ عورتوں کو شادی کے بعد گھریلو مسائل اتنے لگ جاتے ہیں کہ انتہا نہیں۔ ان کے لئے تو جتنی زیادہ توفیق اور مدد ہو سکے اردو کی کتابیں زیادہ سے زیادہ پڑھائی جائیں تاکہ جتنے مسائل معلوم ہوں وہ محفوظ رہ سکیں۔

نواسی کے تولّد کی خبر سے بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اس کو رشد و ہدایت علم و عمل اور وسعتِ رزق کے ساتھ

والدین کے ظلِّ عاطفت میں عمرِ طبعی کو پہونچائے (میمونہ نام مناسب ہے)۔

مجھے خواب میں صحت مند تو نہ معلوم کتنے احباب دیکھ رہے ہیں تعبیر سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا ہے میں تو امراض ہی کی طرف بڑھتا جا رہا ہوں۔ اس مرتبہ تو ہندوستان سے آنے کے بعد بخار وغیرہ کا سلسلہ چل رہا ہے۔

آپ نے جو لکھا مبارک ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا اور محبت زیادہ سے زیادہ عطا فرمائے۔

آپ میرا سہارا کب تک ڈھونڈیں گے اپنا مستقل جماؤ کرو، میرے یہاں کے معمولات جہاں تک ہو سکے اس کے پھیلانے کی سعی کرو

اہلیہ اور بچوں سے سلام و دعوات کہہ دیں

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

۴/۴/۷۵ھ مدینہ منورہ — بقلم حبیب اللہ

اعتکاف میں طالب علم کی پٹائی

دار جدید کے رمضانوں میں سے ایک رمضان کا قصّہ ہے کہ میری طبیعت مضمحل رہا کرتی تھی، تعب و تکان کے ساتھ ساتھ بدن اور سر میں درد رہا کرتا تھا۔ بندہ احباب کے اصرار کے باوجود اپنے ساتھ رمضان گزارنے کے لئے کسی کو ساتھ نہیں لے جایا کرتا تھا۔ میں لوگوں کے اصرار پر صاف کہہ دیا کرتا تھا کہ خط لکھ کر خود اجازت حاصل کر و پھر جاؤ۔ مگر اس رمضان میں صحت کی خرابی کی وجہ سے ایک رفیق بے تکلف کی ضرورت محسوس ہوئی جو

کبھی کبھی تیل کی مالش کردیا کرے ۔

میں نے بنگال کے ایک طالب علم مولوی صادق علی بیربھوی کو خط لکھکر مراد آباد سے بلالیا تھا ۔ حضرت کے یہاں دستور تھا کہ شب کو بارہ بجے جانیوالے باہر چلے جاتے تھے اور صدر دروازہ مقفّل ہوجایا کرتا تھا ۔ شب کو بارہ بجے سے تین بجے تک حضرت کو لوگوں کا چائے نوشی وغیرہ کرنا بہت ناگوار ہوتا تھا ، حضرت چاہتے تھے کہ ان مبارک ساعتوں میں لوگ انہماک کے ساتھ مشغول رہیں اور اگر کسی کو تحمّل نہ ہو تو سوجائے ۔

بندہ تلاوت میں مشغول تھا ، پتہ نہیں چلا اس نووارد طالب علم نے دوسرے یا تیسرے روز شام کا کھانا نہیں کھایا تھا اور بارہ بجنے کے بعد دار جدید کے حجرے کی کھڑکی سے چائے خرید کر پی لی ، حضرت کو اپنے انتظامیہ افراد کے ذریعہ اس کی اطلاع پہونچ گئی ۔ حضرت نے اس کو اپنے معتکف میں بلوایا اور اپنے نورانی ہاتھوں سے دو یا تین دھپ لگائے ۔ اور جب بعد میں حضرت کو معلوم ہوا کہ یہ طالب علم نووارد ہے اور مولوی معین الدین کا خادم ہے تو حضرت نے مجھے بھی بلوایا میرے تلے زمین نکل گئی مگر حضرت نے بڑی شفقت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ تیرا خادم ہے اور نووارد ہے ۔ پھر حضرت نے اس پر بھی بڑی شفقت فرمائی اور پانچ روپے عنایت فرمائے جو اس طالب علم کے پاس اخیر زمانۂ طالب علمی تک محفوظ رہے ۔ بعد کا علم نہیں ۔

تصوّف کی تعلیم سے پہلوتہی پر تنبیہ

حضرت کی مجلس میں میرے کتاب پڑھنے کی وجہ سے آنے جانے والے مجھے ملاقات کا ذریعہ بناتے تھے میں اکثر لوگوں کو مخصوص خدّام کی جانب متوجّہ کردیا کرتا تھا جو اس کام کے لئے گویا حضرت کی طرف سے مقرر کردہ ہوتے تھے ۔

ایک مرتبہ کلکتہ سے ایک صاحب بھائی صادق رمضان گزارنے کے لئے سہارنپور آئے ۔ ان کو بیعت اور سلوک کی تعلیمات پر کچھ اشکالات تھے ، وہ حضرت سے گفتگو بھی کرنا چاہتے تھے اور ذکر بھی سیکھنا چاہتے تھے ۔ ان کے مسلسل اصرار کے بعد ایک روز میں ان کو لیکر ہمت کرکے حضرت کے معتکف میں پہونچا اور ایک ہی دو جملے کہنے پایا تھا کہ حضرت نے تنبیہ فرمائی کہ

" تم نے خود ان کو مطمئن کیوں نہیں کردیا اور خود ذکر کیوں نہیں سکھادیا ۔ ہم نے تم کو کیوں اجازت دی ہے اور تم کو بیعت کرنے کے متعلق لکھا بھی ہے ، کیا اس کے لئے کوئی دستاویز لکھ کر دوں "

اور صادق بھائی سے فرمایا کہ :

" آپ انہیں سے گفتگو کرلیں اور انہیں سے ذکر سیکھ لیں "

حضرت اقدس کی یہ تنبیہ بھی اعلیٰ درجے کی تربیت تھی اور رجال سازی جس کی فکر حضرت اقدس کو ہمیشہ رہی ، اور نہ معلوم کتنے ہزار افراد کو حضرت اقدس کے اسی انداز تربیت نے کام کا آدمی بنادیا ۔ یہ واقعہ بھی اسی شعبے کا ایک جز تھا ۔

رمضان میں اپنا کام کیجئے

ایک مرتبہ مولوی عبدالرزاق صاحب پٹنہ سے آئے ہوئے تھے اور مولانا اسعد صاحب مدظلہ کی خانقاہ میں دو عشرہ گزار کر آئے تھے ، آخری عشرہ حضرت شیخ کی خدمت میں گزارنا طے کیا تھا ۔

جب ایسے حضرات ، حضرت اقدس کی خانقاہ میں آتے تو میرا جی چاہا کرتا تھا کہ ان کی حضرت سے ملاقات ہوجائے ، محروم واپس نہ جائیں ۔ انہوں نے کئی مرتبہ مجھ سے کہا کہ حضرت سے ملاقات کرادیجئے ۔ میں خدام ادب کے حوالے کرتا رہا ۔ ایک روز میں نے وعدہ کرلیا اور ہمت کرکے معتکف میں پہونچ گیا ۔

قُبیل عصر کا وقت تھا، میں نے جوں ہی بات شروع کی تو ڈانٹ پڑی اور فرمایا کہ:

"عزتِ نفس کے لئے آپ ذریعہ بنتے ہیں وہ خود براہ راست کیوں نہیں ملتے؟"

میرے ہوش و حواس غائب ہوگئے۔ پھر فوراً شفقت فرمائی اور ارشاد فرمایا:

"اپنے کام میں لگئے دوسروں کی فکر نہ کیجئے۔"

ان دو واقعات کے بعد میں اس سلسلے میں اتنا محتاط ہوگیا تھا کہ اگر کوئی میرا عزیز قریب بھی ہوتا تو اس کو خدام ادب کے حوالے کر دیا کرتا تھا خود واسطہ نہیں بنا کرتا تھا۔ غالباً حضرت کا منشاء مبارک یہ تھا کہ جو جس کام کے لئے مقرر ہے وہی اس کام کو انجام دے بقیہ لوگ اپنے اپنے کام میں لگے رہیں۔ کیونکہ ہر ایک کی ترقی اس کے متعلقہ امور ہی سے وابستہ ہوتی تھی۔

مادی عطایا

دار جدید کے ایک رمضان میں حضرت اقدس نے معتکف میں بلاکر مجھے ایک لفافے پچاس روپے عنایت فرمائے اور ایک شیشی عطر کی۔ یہ حضرت اقدس کا از قسم نقود پہلا عطیہ تھا۔ مجھے کچھ حیا سی آئی، تو حضرت نے فرمایا:

"یہ کیا ضروری ہے کہ مرید ہی اپنے پیر کو ھدیہ دے۔"

میں نے حضرت اقدس کے مبارک ہاتھوں سے دونوں ہدیے لے لئے۔ عطر تو استعمال کر لیا اور یہ لفافہ جوں کا توں میرے صندوق میں محفوظ ہے۔

پھر ایک رمضان کے پہلے عشرہ میں دوسو روپے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ:

"میں ماہِ مبارک میں لوگوں کو بادام وغیرہ کے استعمال سے منع کرتا ہوں مگر تجھے حکم دیتا ہوں، بادام کھایا کر۔"

یہ وہ ماہِ مبارک تھا کہ جس میں علاوہ بعد عصر و بعد تراویح بعد فراغِ طعام مجلسِ خصوصی میں بھی کتاب ہوا کرتی تھی اور بندہ ہی پڑھا کرتا تھا۔

پھر ہر رمضان میں کبھی دوسو، کبھی چار سو، کبھی اس سے زائد عطا فرماتے رہے حتیٰ کہ پاکستان فیصل آباد کے رمضان اور ساؤتھ افریقہ اسٹینگر کے رمضان میں حضرت اقدس نے مالی عطایا سے نوازا۔

جاؤ بچوں کے ساتھ گھر پر عید کرو

حضرت اقدس قدس سرہٗ کا باوجود کبھی کبھی بدنی خدمت اور سر میں تیل کی مالش کے اندازِ تربیت اس طرح رہا ہے کہ عادتاً بے تکلف نہیں بنایا۔ کبھی کبھی بے تکلف فرما کر شفقت آمیز گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ کبھی کوئی اہم مکتوب یا کوئی رسالہ یا کوئی خاص مضمون عام مجمع کو سُنانا ہوتا تو معتکف میں بلاکر شفقت و محبت کے ساتھ فرماتے کہ "پیارے اسے پکار کر سُنا دیجیو!" ایسے مواقع بہت پیش آئے ہیں۔

ماہِ مبارک میں میرا دستور یہ تھا کہ حضرت کے ساتھ عید کی نماز پڑھ کر اپنے وطن گونڈہ جاتا اور گیارہ شوال کو مدرسے میں حاضر ہوجاتا۔

شعبان میں میری اہلیہ کا انتقال ہوا۔ اس رمضان کے تیسرے عشرے کے شروع ہونے سے پہلے مجھے معتکف میں بلایا اور فرمایا کہ:

"تم آخری عشرے کے اعتکاف کی نیت نہ کرنا عید بچوں میں کرنی ہے۔"

پھر ستائیس رمضان کو بلایا اور فرمایا کہ:

"پیارے! میں نے تجھے ایک قصہ سُنانے کے لئے بلایا ہے، اور وہ یہ ہے کہ:

"حکیم ننھو میاں گنگوہی کی اہلیہ کا انتقال ہوا تو وہ حضرت اقدس حضرت مدنی کی خدمت میں جا پڑے اور عید وہیں کرنی چاہتے تھے

"حضرت اقدس حضرت مدنی نے ان سے فرمایا کہ آپ گنگوہ شریف ہی میں جاکر عید کیجئے آپ یہاں رہیں گے تو بچوں کی عید کس طرح ہوگی"۔

تو میں بھی تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جاؤ گھر پر بچوں کے ساتھ عید کرو"۔

قربان جایئے حضرت اقدس کی شفقت وعنایات پر کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کا بھی کس طرح خیال رکھا اور ہر ہر امر میں اکابر کی اتباع کا کس قدر جذبہ تھا کہ اولاً حضرت اقدس حضرت مدنی کا یہ واقعہ سنایا پھر بچوں میں عید کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت کا فیضان

شروع شروع میں حضرت اقدس سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کے بعد حضرت اقدس کی مجلس میں خاموش متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا۔ حضرت اقدس کی توجہ اور فیضان کی برکت سے ذکر میں حلاوت اور لذّت محسوس ہونے لگی، پھر گھنٹوں بآواز بلند ذکر کرنے سے بھی تعب وتکان محسوس نہیں ہوتا تھا۔

حضرت اقدس کی شفقت وتوجہ میں تو کبھی کمی نہیں رہی مگر بندے کی نااہلی کی بنا پر مجھ پر یہ مثال بالکل صادق آتی ہے کہ کتّے کے دُم کی طرح زمانۂ طویل تک نلکی میں رہنے کے باوجود ٹیڑھی ہی رہی۔ یہی حال رہا کہ خداوند قدوس نے عرصۂ دراز تک حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری اور مسلسل ماہِ مبارک گزارنے کی سعادت عطا فرمائی مگر میں کورا کا کورا ہی رہا۔

البتہ حضرت اقدس نے جس بات پر اعتماد فرمایا اس میں حضرت اقدس کی جانب حضور وغیبت دونوں صورتوں میں متوجہ رہنا، دوازدہ تسبیح ذکر قلبی اور کثرت ذکر کا زیادہ دخل ہے۔ گو حضرت اقدس نے پاسِ انفاس اور مراقبے وغیرہ کی تعلیم بھی فرمائی، چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ذکرِ اسمِ ذات جاری رہا کرتا تھا حتّٰی کہ لوگوں کو شکایت ہونے لگی تھی کہ مولوی معین الدین سلام کا جواب بھی نہیں دیتے

صرف اس پہلو کے پیش نظر کہ ان امور میں حضرت اقدس کا فیضان اور اظہار نعمت خداوندی ہے یہ چند جملے حکماً تحریر کر دیئے گئے ہیں ورنہ اپنا حال ہمیشہ یہ رہا کہ حضرت کے تمام لوگوں میں اپنے کو کمتر اور نااہل ہی پاتا تھا۔

حضرت اقدس سے تعلق قائم کرنے کے چند ماہ بعد مسلسل کئی خواب دیکھے تھے جن میں سے صرف ایک خواب یاد آرہا ہے جسے حضرت اقدس کی خدمت میں تحریر بھی کیا تھا۔ دیکھا کہ:

"حضرت اقدس نے اپنے نورانی ہاتھوں سے میرے بازو کو دبایا اور پورے جسم سے ذکر جاری ہوگیا"۔

اس کے بعد حضرت نے نسبت کی تفصیلات واقسام بذریعہ مکتوب تحریر فرمائی تھی اور لکھا تھا کہ اصل نسبت اصلاحی ہے۔ اور ترقیات کے لئے دُعا سے نوازا اس وقت یہ اہم مکتوب بھی میرے پاس نہیں ہے جیسا کہ میں نے شروع میں تحریر کر دیا ہے۔

خلافت

حضرت اقدس قدس سرہٗ نے مولانا احرار الحق صاحب فیض آبادی اور مولانا سجاد احمد صاحب جونپوری اور بندے کو ماہ مبارک ۱۳۸۸ھ دار جدید سہارنپور ستائیسویں شب میں تہجد کے وقت معتکف کے قریب بٹھا کر پھر معتکف کے اندر بلا کر اجازت مرحمت فرمائی اس وقت ایک پیلے رنگ کی جائے نماز بطور یادگار عنایت فرمائی تھی۔ دوسرے موقع پر ایک لُنگی اور ایک روئی والی جائے نماز عنایت فرمائی۔

اجازت دیتے ہوئے یہ نصیحت ووصیّت فرمائی تھی کہ:

"نظام الدین سے جو تبلیغی کام چل رہا ہے اس کی تائید کرتے رہنا اور اخلاقی حالت کو بہتر سے بہتر بنانے کی سعی کرتے رہنا"۔

اپنے اپنے مقام پر اعتکاف

ایک مرتبہ حضرت اقدس نے مدینہ پاک سے اپنے لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ تحریر فرمایا تھا کہ "اپنے اپنے مقام پر اعتکاف کریں"۔ یہ رمضان حضرت اقدس کا مدینہ طیبہ ہی میں گزرا تھا۔ بندے کو بھی ایک والا نامہ کے ذریعے مولانا نصیر الدین صاحبؒ کے مکتوب کے ساتھ تحریر فرمایا تھا کہ مراد آباد میں اعتکاف کرو، چنانچہ یہ رمضان میں نے مراد آباد محلہ تمباکو والان کی ایک بڑی مسجد میں اعتکاف کے ساتھ گزرا، حاجی عبد العلیم صاحبؒ کا مکان قریب تھا وہ بھی کتاب وغیرہ کی تعلیم میں برابر تشریف لاتے تھے اور تراویح کی نماز بھی حاجی صاحب نے یہیں پڑھی۔ تراویح میں قرآن کریم حاجی صاحب کے چھوٹے صاحبزادے حافظ قاری افضال عظیم نے پڑھا اور ماشاء اللہ بہت عمدہ پڑھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ابھی تک حضرت حاجی صاحبؒ کو حضرت کی جانب سے اجازت نہیں ہوئی تھی۔

رسالہ بنام "قیمتی ہدیہ" کی تالیف

حضرت اقدس نے بندے کو کسی کتاب کی تالیف کا حکم نہیں فرمایا اور نہ بندے کو اس سلسلے میں مشورہ کرنے کی نوبت آئی۔

البتہ مراد آباد کے ایک اہم تبلیغی اجتماع کے موقع پر کتب احادیث کی مدد سے بعض احباب کے اصرار پر سفر و خورد و نوش وغیرہ کی سنتوں کو اور ادعیۂ ماثورہ کو دو تین یوم کے اندر جمع کیا تھا جس کا نام میں نے "قیمتی ہدیہ" تجویز کیا تھا۔ ہمارے مدرسے کے مہتمم مولانا باقر حسین صاحب نے اسے بہت پسند فرمایا تھا اور مدرسے کے شعبۂ تالیف کی جانب سے طبع کرا کر خدا کی راہ میں نکلنے والوں کو مفت تقسیم فرمایا تھا۔ اس رسالہ کو حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجنے یا دکھانے کی ہمت نہیں ہوئی۔

تبلیغی کام کی تائید کے سلسلے میں حضرت اقدس کا ارشاد ذکر کر چکا ہوں مدارسِ دینیہ اور مکاتبِ قرآنیہ کے قیام و بقاء اور ترقیات میں بندہ مسلسل محنت کرتا رہا ہے۔ مگر حضرت اقدس نے احقر کو اس طرح کی کوئی ہدایت نہیں فرمائی۔

اکابر کے اتباع کی نصیحت

اتباع اکابر، صحیح نہج پر طلباء کی تربیت اور وقف میں احتیاط برتنے سے متعلق مدارس کے اساتذہ و منتظمین کو تقریباً ہر رمضان میں حضرت اقدس خصوصی نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔ "اکابر کا تقویٰ"، "اکابر کا اتباعِ سُنّت" اور "آپ بیتی" میں ان مضامین کو خاص اہمیّت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں جس قدر حضرت اقدس نے اپنے لوگوں کو نصیحت و وصیّت تحریری و زبانی فرمائی ہیں اس کی نظیر مکمل طور پر اپنے علم و دانست میں کہیں نہیں پاتا۔

حضرت کی مختلف ادائیں

جب میں شروع شروع میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا تو عموماً فجر کی نماز کے بعد یہ دیکھا کرتا تھا کہ مراقبے کے وقت چہرۂ انور انتہائی منوّر اور تابناک ہوتا تھا تھوڑی دیر مراقب رہتے، چہرے پر بشاشت طلاقت اور مُسکراہٹ ایسی رہتی معلوم ہوتا تھا کہ رب کریم کے عطایا کی بارش ہو رہی ہے اور خدا رحمت و مودّت کے ساتھ ہمکلام ہے اور آپ بھی مسکرا رہے ہیں جیسے محبوب کی گفتگو اپنے مُحب سے ہوتی ہے۔ یہی حال اکثر مشاہدے میں آیا۔ کبھی کبھی اس کا بھی مشاہدہ ہوتا تھا کہ جیسے حبیب اپنے محبوب سے محوِ گفتگو ہے۔

عموماً نوافل میں آپ طویل قرارت فرمایا کرتے تھے اور نیّت باندھنے کے بعد اس طرح ڈوب جایا کرتے تھے کہ ذرا سی بھی حسّ و حرکت نہیں ہوتی تھی۔

طویل قرأت میں اس طرح طویل حضور یہ حضرت اقدس ہی کا حصہ تھا۔ میں نے کسی بندۂ کامل کو بھی اس طرح مستغرق اور ڈوبا ہوا نہیں دیکھا۔

حضرت کا طرزِ تدریس

حضرت اقدس کے درس سے بھی بندے کو استفادہ کا موقع ملا ہے۔ مختلف سالوں کے مختلف اوقات کا اگر حساب لگاؤں تو کہہ سکتا ہوں کہ تقریباً پندرہ پارے بخاری شریف کے غیر مرتب طور پر پڑھنے کی سعادت بندے کو بھی رہی ہے۔

حضرت اقدس کا درس بہت جامع اور مختصر ہوا کرتا تھا۔ نقلِ مذاہبِ ائمہ میں آپ کا کوئی نظیر وثانی نہیں ہے۔ قوتِ حافظہ ہو تو نقلِ مذاہب آسان ہے مگر صحت کے ساتھ ہر امام کا مسلکِ راجح ان کی فقہی کتابوں سے نقل کرنا بہت مشکل کام ہے۔ یہ حضرت اقدس کی خصوصیت ہے۔ اب بھی اگر کوئی اس سلسلے کا اندازہ لگانا چاہے تو حضرت کی تصنیف "اوجز المسالک" سے اس کو پورا اندازہ ہو جائے گا۔

باوجود اس بات کے کہ درس میں حضرت کی تقریر مختصر ہوتی تھی مگر بخاری کے جملہ شروح کا عطر اور خلاصہ ہوتا تھا جسے آپ سادے الفاظ اور عام فہم انداز میں ڈھال دیا کرتے تھے۔ یہی طرزِ تدریس حضرت گنگوہی قدس سرہٗ اور حضرت شیخ الہندؒ کا بھی رہا ہے۔

حضرت اقدس اس سلسلے میں اپنے معاصرین سے متاثر نہیں ہوئے اور کہیں کہیں اپنی رائے اور اکثر حافظ ابن حجر کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے پیش فرماتے تھے۔

حضرت اقدس تو تواضعاً اسے چکّی کا پاٹ فرمایا کرتے تھے۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ جہاں جہاں حضرت نے اپنی رائے فرمائی ہے وہ اس قدر وقیع اور وزنی ہے

کہ اس کے مقابلے میں کوئی بات نہ جچتی ہے نہ دل اس کو قبول کرتا ہے۔ شرحِ حدیث، تراجم ابواب اور رجال واسناد پر ہر جگہ ایسی مضبوط بات ارشاد فرمائی ہے کہ بڑے سے بڑے جبلِ علم کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

طبعی جُود وسخا

دسترخوان پر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خدا عطا فرما رہا ہے اور آپ تقسیم فرما رہے ہے، نہ خدا کی عطا میں کمی تھی اور نہ آپ کی فیاضی اور تقسیم میں۔ اور نہ ضیافت میں کبھی حضرت اقدس کی زبان سے یہ جملہ نہیں سُنا کہ اتنے روپے کی فلاں چیز لاؤ، ہمیشہ کیلو سیر من کی بات ہوا کرتی تھی اتنے کلو لاؤ، اتنے سیر لاؤ، اتنے من لاؤ۔ محدود خرچ کرنے والا پیسے کا نام لیتا ہے اور عطیۂ خداوندی لٹانے والا چیزوں کا نام لیتا ہے پیسوں کو متعیّن کر کے چیزوں کو محدود نہیں کیا کرتا۔

خود کا طرز معاشرت گدایانہ تھا۔ رعب کے ذریعے خدا نے آپ کی مدد فرمائی تھی۔ پھر ہر امر میں اتباعِ سُنّت کا جذبہ اور غلبہ تھا۔ سراپا تواضع، ہر ایک کے ساتھ اندازِ تربیت جُداگانہ تھا۔ جس طرح خدا کی معرفت کے طرق ریت کے ذرات سے بھی زیادہ ہیں اسی طرح ہر ایک کے ساتھ اس کے مزاج کے لحاظ سے حضرت اقدس کا اندازِ تربیت بھی دیکھنے میں آیا

عشاء کے بعد کی مجلس

عشاء کے بعد کی مجلس میں کبھی کبھی بندے کو حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور کبھی حضرت نے خود طلب فرمایا ہے۔ بے تکلّف خدّام ہوتے تھے، یہی وقت حضرت کا قدرے دماغی سکون اور خدّام ادب کے ساتھ بے تکلفی کا ہوتا تھا، اس وقت میں کسی ایسے شخص کا آنا ناگوار ہوتا تھا جس سے پُر تکلّف رہنا پڑے۔ اس وقت میں آپ مخصوص خدّام کی مختلف موسمی چیزوں کے ساتھ پذیرائی بھی

فرماتے تھے ۔ کبھی سنگھاڑا ہوتا، کبھی مونگ پھلی چھیلا جاتا گھی میں تلا جاتا، مختلف انداز میں ذوق وشوق کے ساتھ تیار کراتے، خود بھی قدرے تناول فرماتے اور خدام ادب کی بھی اس انداز میں روحانی تربیت فرماتے ۔

تفریحی فقرے، اشعار وغیرہ خدامِ ادب بالخصوص مولوی عبدالرحیم متالا سورتی اور مولانا یوسف متالا کو زیادہ محفوظ ہوں گے کہ ان کے ساتھ حضرت کا اندازِ تربیت اوروں سے مختلف رہا ہے، اوروں نے بے سلیقہ یا باسلیقہ پیا ہے اور انھیں پلا گیا ہے ۔

چوٹ پہ چوٹ کھا کے جی زخم پہ زخم کھا کے پی
آہ نہ کر، لبوں کو سی، عشق ہے دل لگی نہیں

حضرت مولانا محمد یحیٰی مدنی صاحب زید مجدہم

اسم گرامی: محمد یحیٰی مدنی بن الحاج شیخ محمد یونس مرحوم ۔

پتہ: جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاون کراچی۔
فون نمبر ۴۱۳۵۷۰

گھر کا پتہ: ۳۶۷/۳ بالمقابل مسجد رحمت عالم، بہادر آباد کراچی
فون نمبر ۴۱۹۸۰۵

ولادت: تقریباً مابین سنہ ۱۹۳۸ء سنہ ۱۹۴۰ء ۔
صحیح متعین معلوم نہیں

خاندانی مزاج: بندہ کا تعلق دہلی کی پنجابی برادری کے ایک تاجر گھرانے سے ہے ۔ اس برادری کا شعار صوم وصلوٰۃ کی پابندی، فریضۂ حج وزکوٰۃ کی ادائیگی، علماء کے ساتھ محبت، ان کے درس قرآن کے حلقوں میں بیٹھنا اور ان کی خدمت ومدارات کرنا رہا ہے ۔ اگر اس سے آگے بڑھے تو خاندان کے کسی ایک دو افراد کو قرآن پاک حفظ کرادیا ۔ بس ۔ اس کے علاوہ تجارت میں مشغولی وانہماک ۔ بچے اسکول میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ چھٹی کے بعد شام کو دکانوں پر بلالئے جاتے ہیں تاکہ بے کار فضولیات میں بھی نہ پڑیں اور ابتدا ہی سے تجارت گھٹی میں پڑے ۔

میرے دادا، تایا، والد، سب کے سب بسلسلۂ تجارت دہلی سے مشرقی پنجاب کے شہر لدھیانہ میں آکر اقامت پذیر ہوگئے تھے۔ میری پیدائش لدھیانہ ہی میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم

پانچ برس کی عمر میں ایک استانی صاحبہ کے پاس ناظرہ قرآن شریف پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا۔ جبکہ مجھ سے بڑے بھائی ایک ممتاز قاری صاحب کے پاس قرآن پاک حفظ کر رہے تھے۔ بندہ کی طبیعت کا میلان اسکول کی طرف تھا چنانچہ بغیر تکمیلِ ناظرہ کے اسکول میں داخل ہوگیا۔ ایکؔ دوؔ سال بعد تقسیم ہند کا سانحہ پیش آگیا۔ جس کی وجہ سے والدین کے ہمراہ لاہور اور اس کے بعد مستقلاً کراچی آنا ہوگیا۔

حضرت رائے پوری کی زیارت

لدھیانہ میں ـــ جبکہ میری عمر پانچ، سات سال کے درمیان ہوگی ـــ ایک مرتبہ حضرت شاہ مولانا عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی آمد ہوئی تھی۔ میرے بڑے ماموں مرحوم بھی ان کے ہمراہ تھے۔ بندہ کو بھی حضرت کی جائے قیام لے گئے تھے۔ اور تو کچھ سمجھ نہ تھی، صرف یہ یاد ہے کہ بہت سارے آدمی مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے، اور بہت سارے وضو وغیرہ کر رہے تھے۔

تبلیغ میں شرکت اور تعلیم

کراچی میں آکر چوتھی جماعت میں پھر داخلہ لیا ۱۹۵۶ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اسی دوران تبلیغی جماعت سے تعلق ہوگیا۔ اور یہ ہی تعلق بندہ کو دین کی طرف راغب کرنے والی سب سے پہلی شکل وحید تھی۔ اسکول کالج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کام سے بھی تعلق بڑھتا گیا۔ تین دن، چلّہ اور اس سے بھی زیادہ وقت لگانے لگا۔ یہاں تک کہ ۱۹۵۹ء کے شروع میں مستقل اس ہی کام میں لگے

رہنے کا ارادہ کرکے پاکستان کے تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں قیام کرلیا۔

حضرت کی پہلی زیارت

۱۹۵۹ء کے آخر میں رائے ونڈ سے نظام الدین دہلی حاضری ہوئی تو حضرت اقدس حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہٗ کی زیارت ہوئی۔ حضرت والا کا ظاہری و باطنی حُسن تو دیکھنے والے کو ایکدم فریفتہ و گرویدہ بنا ہی دیتا تھا، چنانچہ مجھ سیاہ کار کو بھی ایک قلبی محبت حضرت والا سے اسی وقت پیدا ہوگئی۔

پہلی بیعت

بندہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا اور مستقل تبلیغ میں تھا۔ اس بنا پر حضرت جیؒ کی عنایات بھی بہت تھیں۔

ایک خاص بات جو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ میں تھی وہ یہ کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے عاشق تھے اور دل سے مطیع تھے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا محسن عظیم اور اپنے تبلیغی کام کا سرپرست سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ جبکہ بندہ اور مولانا عبدالمنان صاحب دہلویؒ دوپہر کے کھانے کے بعد حضرت جیؒ کے پاس تھے اور حضرت آرام فرمانے کے لئے لیٹے تھے بندہ پیر دبا رہا تھا اور مولانا سر پر تیل لگا رہے تھے۔ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ (حضرت شیخؒ کے بارے میں):

"ہم ان بڑے میاں کے سامنے مرجائیں تو اچھا ہے۔ یہ کچھ ہمارے لئے توبہ استغفار کریں گے۔"

امامِ فن و امامِ وقت

پھر فرمایا کہ:

"میرے والد صاحب مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

حضرت رائے پوری تو امام فن ہیں اور حضرت شیخ امام وقت ہیں ۔"

سفر حجاز میں معیت اور روضۂ اطہر پر حضرت کی حالت!

۶۴ء کے حج کے سفر میں حضرت جی ؒ حضرت شیخ ؒ پر یہ ہی اصرار فرما کر ہمراہ لے گئے کہ آپ میرے لئے تشریف لے چلیں، مجھے آپ کی معیت کی ضرورت ہے ۔

اس سال بندہ بھی حجاز حاضر ہوا تھا ۔ اب تک وہ منظر سامنے ہے کہ یہ مبارک قافلہ مکہ مکرمہ سے مدینہ پاک دو تین گھنٹے قبیل الظہر پہنچا ۔ مدرسہ علوم الشرعیہ میں قیام ہوا ۔ مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ العالی موجود تھے ، اور حضرت شیخ ؒ سے عرض کر رہے تھے کہ یہ وقت حاضری کے لئے بہت موزوں ہے ، روزۂ اطہر پر بھیڑ نہیں ہوگی ۔ اور حضرت شیخ کا جواب تھا کہ بس یوسف کا انتظار ہے کہ حضرت جی ؒ غسل فرمانے چلے گئے تھے ۔ اور پھر حضرت جی ؒ کو ہمراہ لیکر حاضری دی اور مخصوص طرز کی جسم میں دھڑ دھڑی کہ سارا جسم کانپ رہا تھا ، اب تک آنکھوں کے سامنے ہے ۔

مولانا یوسف صاحب ؒ کی تمنا

عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت جی ؒ حضرت شیخ ؒ قدس سرہٗ کے اعلیٰ مقام کی وجہ سے اپنے تبلیغی احباب ، کام کرنے والوں ، خاص کر پرانوں کے بارے میں دل سے چاہا کرتے تھے کہ وہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی صحبت میں وقت گزاریں ۔ بعض کو بھیجتے ہوئے بھی دیکھا ۔ مجھے خود فرمایا تھا کہ :

" سہارنپور چلے جانا اور جتنا جی لگے ٹھہر جانا ۔ اللہ تعالیٰ متمتع فرمائے ۔"

میرے ایک دوست کو جن کا قیام رائے ونڈ میں ہی تھا اور حضرت جی ؒ سے بیعت تھے اور ذکر و شغل کا اہتمام کرنے لگے تھے ، تحریر فرمایا کہ :

" اپنے ذکر شغل کے احوال حضرت شیخ (قدس سرہٗ) کو لکھتے رہیں اور جیسے حضرت ارشاد فرمائیں اس پر عمل کرتے رہیں ۔"

حضرت کی شفقتیں

بندہ نظام الدین میں حجرہ کے متصل پہلی صف کے کونے میں نماز پڑھتا تھا ، اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کو بھی اس طرف سے مسجد میں آنے میں سہولت رہتی تھی ، اس لئے بندہ حضرت والا کے لئے پہلی صف میں خوب وسیع جگہ رکھتا تھا ۔ حضرت والا کا جسم بھاری تھا اور بندہ دبلا پتلا ۔ بندہ تو حضرت والا کی آمد پر پیچھے دوسری صف میں ہٹ جاتا ، حضرت والا سُنّت وغیرہ پڑھتے لیکن جب جماعت کھڑی ہوتی تو حضرت والا کھڑے ہو کر ذرا سا اپنے ایک طرف کو جھک کر اشارے سے مجھے بھی بلا لیتے ۔ اور بندہ گویا کہ حضرت والا کی بغل میں کھڑا ہو جاتا ۔

کھانے پر بھی یاد فرماتے ۔ ایک دفعہ فرمایا کہ :

" بھائی یحییٰ ! پیارے تو کہاں ، یہاں تو مال ہو رہا ۔"

ایک دفعہ فیصل آباد ماہِ مبارک میں حضرت اقدس حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ایک دو شب کے لئے حاضر ہوا ، غالباً یہ حضرت ؒ کا آخری رمضان تھا ۔ وہاں ذاکرین اور ذکر کی صدائیں دل کو بے خود کئے دیتی تھیں ۔ حضرت کی زیارت و مصافحہ بعد نماز عصر خصوصی سفارش پر مولانا عبد المنان صاحب مرحوم خادم خاص نے کروائی ۔ حضرت کی اتنی معذوری تھی کہ ہاتھ تک بھی مصافحہ کے لئے نہ اٹھا سکتے تھے ، نہ کھڑے ہو سکتے تھے ، لیکن تکبیر تحریمہ کے بعد عشق کی بجلی اور تعلقِ مولا کا کرنٹ قیام رکوع سجدہ سب کروا دیتا اور سلام پھیرنے کے بعد ویسے ہی بے جان ۔ اللہ رے ! قسمت ۔ نہ جب شعور تھا کہ یہ کیا ہے اور نہ اب ہے ۔ خداوندِ قدوس مرنے سے پہلے سمجھ

اورحقیقت نصیب فرمادے توان کا فضل وکرم ورنہ اپنے سے تو ....

تبلیغی سرگرمیاں

کالج میں انٹرسائنس تک تعلیم حاصل کی اوراس کے بعد رائے ونڈ کا قیام کرلیا ۔ ۵۹ء تا ۶۴ء رائے ونڈ ، نظام الدین ، حجاز ، اردن ، شام ،عراق ،کویت ،بحرین ،سوڈان، حبشہ جماعتوں کے ساتھ آنا جانا رہا ۔

حضرت والا سے محبت کی وجہ سے ہندوستان جب نظام الدین کے قیام کے لئے جانا ہوتا تو راستے میں سہارنپور حضرت قدس سرہ کے یہاں چندیوم قیام کرتا اورکبھی نظام الدین کے دوران حضرت جیؒ کہیں سفر پرتشریف لے جاتے تو بندہ ہفتہ عشرہ کے لئے اجازت لیکر سہارنپور آجاتا تھا ۔

سہارنپور کی حاضری

یہاں حضرت قدس سرہٗ کی عنایات خوب ہوتیں صبح چائے کے بعد کچے گھر کے کوٹھے پرحضرت کے دارالتصنیف کے بالمقابل بیٹھ کر ذکر کرتا ، ظہر تا عصر دو گھنٹے حضرت کے درس بخاری شریف میں اورعصر کے بعد عمومی مجلس میں شرکت رہتی ۔مغرب کے بعد حضرت والا کے پیچھے بیٹھتا ۔ بخاری شریف کے درس میں حضرت والا سے نسبت کی اقسام اربعہ سُنی ۔

مراقباتِ ثلثہ

ایک روز مغرب کے بعد تخلیہ لیکر مراقبہ پوچھا تو مراقبۂ معیت ، دعائیہ اور اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ، ہرسہ مراقبات کو مختصر بیان فرماکر ارشاد فرمایا کہ جس میں جی لگے کرلیا کرو ۔

الغرض بندہ کو توحضرت والا سے خوب محبت ہوگئی اورحضرت قدس سرہٗ بھی بندہ کو اچھی طرح پہچاننے لگے ۔

حضرت جی کے وصال کے بعد حضرت شیخ سے بیعت

جیسے کہ عرض کیا کہ پہلی زیارت ـــ تو حضرت قدس سرہٗ کی نظام الدین میں ۵۹ء جبکہ بندہ کی عمر ۱۹ ـ ۲۱ سال کے درمیان ہوگی ، ہوئی ۔ لیکن بندہ حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا ۔ ۶۴ء میں حضرت جی کا وصال ہوگیا ۔ بندہ اس وقت مدینہ پاک میں تھا ۔

۶۵ء میں حبشہ جماعت میں گیا ، آخر میں حجاز واپسی ہوئی ۔ ۶۶ء میں شام ، اردن ، پاکستان ہوتے ہوئے پھر واپسی ہوئی ۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی مع حضرت قدس سرہٗ حجاز مقدس تشریف لائے تو اس وقت بندہ نے حضرت کے ایک بہت ہی قریبی عزیز کے واسطے سے اپنے تعارف کے ساتھ کہ میں سہارنپور حاضر ہوتا رہا ہوں بیعت کی درخواست کی ۔ حضرت قدس اللہ سرہٗ نے جواباً کہلوایا کہ :

" میں اسے خوب جانتا ہوں ، اس سے کہہ دینا کہ یوسف کی بیعت میری ہی بیعت تھی ، کہ میں نے ہی اسے بیعت پرکھڑا کیا تھا ، اب اگر تمہاری طبیعت میری طرف ہے تو خدمت کے لئے میں بھی حاضر ہوں "

پھر کیا تھا ، دوسرے ہی دن بعد نماز فجر مدرسہ صولتیہ کے دیوان میں جہاں حضرت شیخ کی مجلس ذکر ہوتی تھی ، حضرت والا نے الفاظ بیعت وتوبہ کہلوائے ایک ساتھی نے عرض کیا کہ یہ ذکر بالجہر بھی کرتا ہے ۔ ایک لمحہ کے لئے گردن جھکائی پھر سر اٹھاکر فرمایا " مبارک ہے کرتے رہو " ۔

عرض کیا کہ ایک دفعہ خود تلقین فرمادیں اگرچہ میں پہلے سے کررہا ہوں اور حضرت والا کے خدام کو کرتا ہوا بھی دیکھتا ہوں ۔ فرمایا کہ " بہت اچھا " ۔

دوسرے دن صبح تلقین فرمائی ۔ بس اس طرح غلامی میں داخل ہوگیا ۔

اب حضرت قدس سرہٗ کے قیامِ حرمین کے دوران مجلس ذکر اور مجلس عمومی میں ضرور شریک ہوتا ۔ اس کے علاوہ کے اوقات میں تبلیغی معمولات میں حصہ لیتا ۔

تبلیغی کام کی ابتداء کچے گھر کے کوٹھے پر!

رہی یہ بات کہ حضرت والا کا انتخاب بیعت کے لئے کیوں کیا ؟

تو اصل تو تقدیر ازلی ۔ دوسرے یہ کہ بندہ نے جو مشائخ حضرت رائے پوری اور حضرت جی رحمہا اللہ دیکھے ان کا وصال ہوچکا تھا ، حضرت قدس سرہٗ کی صحبت میں عنایات اٹھا چکا تھا ۔ اس کے علاوہ اکابرین نظام الدین حضرت قاری داؤد صاحبؒ ، حافظ اسماعیل ، مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہما اور حضرت جیؒ کی صحبت سے حضرت قدس سرہٗ کی عظمت وعقیدت دل میں پیدا ہوچکی تھی

قاری داؤد صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ کا تبلیغ کے کام پر بہت احسان ہے ۔ حافظ اسماعیل صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ :

" تبلیغ کے کام کی ابتدائی مجلس شوریٰ اکابرین کے درمیان کچے گھر کے کوٹھے پر حضرت شیخ کے دار التصنیف میں ہی ہوئی تھی ۔"

اس سب سے بڑھ کر اپنے شیخ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے یہاں حضرت شیخ قدس سرہٗ کی عظمت اور اعلیٰ مقام کا ہونا دیکھتا اور سنتا رہا ۔

مولانا یوسف صاحبؒ کا انقیاد وامتثال!

ایک دفعہ بنگلہ دیش (سابقہ مشرقی پاکستان) تبلیغی اجتماع طے تھا ۔ حضرت جیؒ کا تشریف لے جانا متعین تھا ۔ پاسپورٹ ویزا وغیرہ کی تکمیل ہوچکی تھی ۔ پاکستان سے ایک جماعت حضرت جیؒ کو لینے کے لئے نظام الدین

آئی ۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کو لیکر سہارنپور تشریف لائے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے یہ فقرہ نکلا کہ :

" پیارے یوسف تیرا اس وقت جانا میرے سمجھ میں نہیں آتا ۔"

پھر کیا تھا بطیبِ قلب سفر منسوخ ، اور فطری وطبعی ملال کے آثار جو نمایاں تھے کے باوجود جماعت کو کہکر واپس کر دیا کہ :

" جب تک حضرت شیخ مجھے جانے کا حکم نہیں فرمائیں گے میرا جانا اللہ کے لئے نہیں بلکہ اپنے نفس کے لئے ہوگا ۔"

گویا کہ میرے شیخ اول حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مراتبہٗ میرے اندر رجوع الی الشیخ قدس سرہ کی رغبت پیدا فرما گئے تھے ۔

شغل معاش اگر ضرورت ہو

چونکہ بندہ کا قیام حجاز میں ہی تھا ، پہلے ہی سال یعنی بیعت کے چند ماہ بعد ہی سہارنپور ماہِ مبارک گزارنے کے لئے حاضری ہوئی اور اس کے بعد بھی ایک چلّہ حضرت کے پاس رہا ، چلتے ہوئے بندہ نے حضرت قدس سرہ سے یکسو ہوکر صرف ذکر شغل کرنے کی اجازت چاہی ۔ فرمایا کہ :

" معمولات کے اہتمام اور پابندی کے ساتھ تبلیغی کام میں بھی شرکت کرتے رہو ۔"

معاش کے سلسلہ میں مدینہ پاک میں دو ایک گھنٹے پارٹ ٹائم کے طور پر ٹائپ کا کام کرنے کی اجازت چاہی ، فرمایا :

" فی الحال تو تمہارے لئے کسی مشغلہ کی رائے نہیں ۔ ہر شبِ جمعہ کو استخارہ اہتمام سے کرتے رہو ۔"

مزید یہ فرمایا کہ :

"والدین سے جو کچھ ملتا ہے اس میں تدبیر و انتظام کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کرو۔ دوسروں کو جب تک عطایا وغیرہ نہ کرو جب تک اللہ کی طرف سے تم پر ہدایا کا دروازہ نہیں کھلے"

سفر سہارنپور کے لئے قرض کی اجازت

مدینہ پاک سے خط وکتابت جاری رکھی۔ حضرت کے بھی شفقت نامے جواباً خوب آتے۔ اکمال الشیم وغیرہ کا پڑھنا، معمولات کی پابندی اور محترم بزرگ صوفی محمد اقبال صاحب زاد مجدہٗ سے ملتے رہنے پر خوشی کا اظہار فرماتے بلکہ اس میں ازدیاد کے لئے گرامی نامے مشترک دونوں کے نام ارسال فرماتے۔

دوسرے سال ۶۸ھ ماہِ مبارک میں سہارنپور کی حاضری کے ارادے کا اظہار کرکے عرض کیا کہ ویزے کی دشواری ہے اور سفر کے لئے قرض بھی لینا پڑے گا۔ مدینے پاک میں جواب آیا کہ:

"ویزے کی دشواری تو اہم بات ہے اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔ رہا قرض، تو تم دوستوں کو فکر نہ کرنا چاہئے۔ کہ اللہ تعالیٰ دار الکفر میں رہنے والوں کو بھی روٹی دیتا ہے۔ تم تو حرمین میں ہو"

اس جواب کو اجازت وترغیب پر محمول کرکے تیاری شروع کی۔ بفضلہ تعالیٰ بسہولت قرض کا بھی انتظام ہوگیا اور ویزا بھی مل گیا۔ ع

میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے

مبشرات

اس سے پہلے مدینے پاک میں چند خواب دیکھے:

(۱) دیکھا کہ حضرت جی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب انعم اللہ علینا بطول بقائہ نے ڈانٹ کر بندہ کو ارشاد فرمایا کہ:

"جاؤ حضرت شیخ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی لیکر آؤ"

چنانچہ خواب ہی میں ایک انگوٹھی کا بطور نشانی ملنا یاد ہے۔

(۲) ایک روز بعد نماز فجر مدینہ پاک میں لیٹا تو جاگتے میں دیکھتا ہوں کہ گویا کہ میں حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کے جسم میں ہوں اور سورج پوری روشن ٹکیا کی صورت میں میرے سرہانے کی طرف سے آسمان کی طرف اٹھ رہا ہے۔

(۳) دیکھا کہ کشمیر کی طرف جماعت میں گیا ہوں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک جگہ ہماری دعوت ہے۔ روٹیاں بغیر پکانے والے کے پکی پکائی تندور سے نکل رہی ہیں بندہ نے کھانے سے فراغت پر خواب میں ہی سوچا کہ کچھ تبرک اپنی اہلیہ اور والدین کے لئے مانگ لوں۔ پھر خیال آیا کہ سوال تو بڑی بات ہے۔ معاً یہ بھی خیال آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حرج نہیں۔ چنانچہ عرض کیا۔ ایک روٹی میرے پیالے میں ڈال دی گئی، جس نے عمدہ قسم کے شاہی ٹکڑے کی صورت اختیار کرلی۔ گویا کہ بندہ اوپر سے اونچان سے تیزی سے نیچے اترتا ہوا آیا، اہلیہ کھڑی انتظار کررہی تھیں۔ میں نے تبرک میں سے اہلیہ اور والدین کا حصہ لگایا۔

ماہ مبارک میں حاضری

الغرض ۶۸ھ کے رمضان مبارک کیلئے سہارنپور ماہِ مبارک سے چند یوم قبل حاضری ہوگئی تھی۔ حضرت والا نے گلے سے لگایا۔ میری اس وقت دل سے یہ دعا تھی؛

"یا اللہ! جس طرح آپ نے ولی سے ملایا ہے ان کے واسطے سے اپنے سے ملادیجئے"

ماہِ مبارک میں حضرت کے معتکف کے بالکل پیچھے خوب اہتمام کے ساتھ معمولات میں مشغولی رہی۔ آپس کی مجلس اور بات چیت سے خوب اجتناب کیا۔ اس ماہ مبارک میں ایک خاص یہ بات نصیب ہوگئی تھی کہ ہر وقت

اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے حضوری کی کیفیت رہتی گویا کہ اللہ جل شانہٗ دیکھ رہے ہیں۔

اور جب نماز کی جماعت کھڑی ہوتی تو حضرت الحاج ابوالحسن مدظلہٗ اشارے سے پہلی صف میں حضرت والا کے پاس بلالیتے۔ غالباً منشأ مبارک سے ہی بلاتے ہوں گے، پوچھنے پاچھنے کی زیادہ نوبت نہ آئی۔

تربیتی ارشادات

ایک مرتبہ معتکف میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ کبر بہت ہے۔ فرمایا کہ:

"کس میں نہیں ہے۔ نکل جائے گا، کام کرتے رہو"

ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ ویرانہ مکان ہے اور بہت سے سانپ جگہ جگہ ہیں بندہ ان کو مار رہا ہے۔

ایک دفعہ حضرت والا سے عرض کیا کہ مجلس میں حضرت والا کے ارشادات سُن کر دل کی کیفیت بدل جاتی ہے اور مرمٹنے کے جذبات وعزائم پیدا ہوجاتے ہیں۔ لیکن یہ کیفیت ہمیشہ باقی نہیں رہتی (اس رمضان میں حضرت قدس سرہٗ مغرب اور عشاء کے درمیان کی مجلس میں خود کچھ واقعات اپنے اور کچھ اپنے اکابر کے سنایا کرتے تھے) ہنس کر فرمایا کہ:

"بھئی ہمارا تو جذبہ بھی نہیں بنتا"

اعتکاف میں ہی ایک دن عرض کیا کہ طبیعت چاہتی ہے کہ یکسوئی سے ایک عرصے تک حضرت والا کے پاس رہ لوں۔ فرمایا کہ:

"بھائی اصل تو کام ہے۔ البتہ اتنی بات ہے کہ کسی نہ کسی دھانے سے جڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ تم جڑے ہوئے ہو"

بندہ کیونکہ مستقل تبلیغ میں تھا۔ اس لئے ایک دن بندہ کو اور ایک خاص تعلق دار کو بہت اہتمام سے متوجہ کرکے فرمایا کہ:

"غور سے سنو! اگر کوئی شخص تبلیغ میں نہ لگتا ہو اور ذکر شغل کرتا ہو اسے حقیر نہ جانیو"

ماہِ مبارک بہت کیفیات اور انوارات کے ساتھ گزرتا رہا۔

شب قدر کا اعلان

اکیسویں (۲۱) شب کی مغرب میں بارش ہوئی۔ حضرت والا پر جلال تھا۔ عشاء کے بعد تراویح وکتاب سے فراغ پر فرمایا کہ:

"پیارو! کچھ کرلو۔ آج شب قدر ہے"

معتکف کے اندر جاکر چند خصوصی خدام جو تیل لگاتے اور بدن دباتے تھے ان کو بھی تھوڑی ہی دیر بعد رخصت فرمادیا کہ جاؤ کچھ کرلو۔ ایک خادم نے عرض کیا حضرت والا نے تو آج شب قدر ہونا فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ:

"مجھے تو مغرب کے فرضوں میں ہی خیال ہوگیا تھا اور پھر بارش نے میرے اس خیال کو اور مؤکد کردیا"

سالکین وطالبین سب مشغول ہوگئے۔

خلافت

حسب معمول سحری شروع کی۔ سحر سے فراغ پر الحاج ابوالحسن آئے اور آواز دی کہ بھائی یحییٰ! حضرت یاد فرمارہے ہیں۔ بندہ معتکف میں حاضر ہوا حضرت قدس سرہٗ سبز عمامہ باندھے ہوئے مراقب تھے۔ الحاج احمد ناخدا افریقی ثم مدنی مدظلہ العالی قریب میں بیٹھے ہوئے تھے اور دو زرد رنگ کے مصلے حضرت قدس سرہٗ کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ نیز پہونچنے پر حضرت قدس سرہ نے پوچھا کہ آگئے اور اس کے بعد میرا اور الحاج احمد ناخدا صاحب کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ:

"اللہ جل شانہٗ نے مجھے جو حُسنِ ظن تم دونوں سے پیدا فرمادیا

ہے اس حُسنِ ظن کے ساتھ تم دونوں کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔"

کچھ رقت طاری ہوئی تو تسلی فرمائی کہ :

"اللہ تمہاری بھی مدد فرمائے اور میری بھی مدد فرمائے ۔"

ایک ایک مصلّٰی ہم دونوں کو عنایت فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ :

"یہ اس لئے ہے کہ تاکہ سلسلہ آگے چلے ۔"

شرفِ خدمت

۶۹ء میں حضرت قدس سرہٗ طویل قیام کی نیت سے حجاز تشریف لائے ۔ تقریباً دس ۱۰ ماہ قیام رہا ۔

اس پورے قیام میں حضرت کے ساتھ ہی رہنا ہوا ، بلکہ الحاج ابوالحسن دوماہ کے لئے ہندوستان گئے تو ان کی جگہ ہمہ وقت مستقل خدمت کی سعادت بھی نصیب ہوئی ۔ حضرت قدس سرہٗ نے خوب ہی اظہارِ خوشی، عنایات اور دعاؤں سے نوازا ۔ ایک دفعہ فرمایا کہ :

"یہ ہر وقت میرے پاس مسجد نبوی میں بیٹھا رہتا ہے میں اس کی، اس کی اہلیہ اور اس کے والدین کی طرف سے صلوٰۃ وسلام عرض کرتا رہتا ہوں۔"

متوسلین کے لئے روضۂ اطہر پر سفارش

ایک دفعہ کہلوایا کہ :

"اہتمام سے کام کرتے رہو ۔ میں دوستوں کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ یہ میرے لونڈے ہیں ان سے کام لیا جائے ۔"

سفارش قبول

رمضان بھی امسال نصف مکہ مکرمہ میں اور نصف مدینہ پاک میں گزرا ۔ آخری عشرہ میں اعتکاف مسجد نبوی میں ہوا ۔ بندہ نے ایک روز خواب دیکھا کہ :

"ہم حضرت کے مہمانوں کو کھانا کھلا رہے ہیں اور ہم سے کہا گیا کہ تم لوگ اندر آکر کھانا کھالو ۔ چنانچہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارکہ والے راستے سے اندر لے جایا گیا اور کھانا کھلایا گیا ۔ جالی مبارک کے اندر بیٹھ کر مقام کی عظمت کے خیال سے بہت ہی حیاء اور شرم محسوس ہوئی ۔"

دینی عربی تعلیم کی بسم اللہ

اسی سفر میں بندہ نے حضرت سے ایک روز تخلیہ مانگا ۔ فرمایا کہ :

"تُو تو ہر وقت ساتھ رہے جب چاہے ۔"

چنانچہ ایک روز بندہ نے عرض کیا کہ کالج کی تعلیم حاصل کی تھی اب علم دین پڑھنے کی خواہش ہے ۔ گزر اوقات وغیرہ کی تفصیل پوچھنے کے بعد خوشی سے اجازت فرمادی اور ایک روز اقدام عالیہ میں بسم اللہ کرائی ۔ میں نے عرض کیا صلوٰۃ وسلام میری طرف سے پیش فرماکر سہولت سے تکمیل کی دعا بھی فرمادیں ۔ فرمایا کہ کردی ۔

چنانچہ شوال ۷۰ء میں حضرت کی ہندوستان تشریف بری ہوئی ۔ بندہ مع اہلیہ و بچی کے کراچی آیا ۔

درس نظامی کی تکمیل

۷۰ء سے ۷۴ء تک جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں طالب علم رہا ۔ اس اثناء میں کئی مرتبہ عمرہ اور حج کے عنوان سے حجاز حاضری ہوئی ۔ حضرت کی برکت سے اہل مدرسہ خصوصاً حضرت شیخ الحدیث العلامہ محمد یوسف بنوریؒ بانی جامعہ نے بہت ہی شفقت اور عنایت فرمائی ۔ بخاری شریف آپ ہی سے پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔

حجازِ مقدس واپسی

تعلیم سے فراغ پر رمضان ۷۴ء میں مع اہل و عیال کے پھر مدینے پاک واپسی ہوئی اور ہر وقت کا حاضر باش ہوگیا۔ مجلس ذکر، مجلس عمومی، حرم شریف کی نشست اور خدمت میں شرکت روزانہ کا معمول بن گیا۔ کبھی کوئی خواب عرض کر دیا کبھی کوئی ذاتی بات پوچھ لی۔

مدینہ طیبہ میں مکتب کا قیام

حضرت کے زیرِ سرپرستی اور مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی اور صوفی محمد اقبال صاحب مدنی زاد مجدہما کی معیت کے ساتھ ایک مدرسہ تحفیظ القرآن کھولا۔ حضرت اقدس اس کے حالات خود بھی سُنتے اور خوب ہی مالی اعانت فرماتے۔

دو تین سال تک مدرسہ رہا۔ اساتذہ بھی بدلے۔ ایک سال حضرت مولانا قاری امیرالدین صاحب خلیفۂ مجاز حضرت اقدس بھی مدرس رہے۔ لیکن اپنی ہی بداعمالیاں اور کچھ ملکی قوانین کہ مدرسہ بند کرنا پڑا۔

علم، تصوف، تبلیغ میں ترتیبِ مراتب

شروع میں تو حضرت والا مسجد نور کے ہفتہ واری تبلیغی اجتماع میں بندہ کا جانا بہت ہی ضروری فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ:

”میرے خیال میں تو اہتمام کر، اور اگر ارادہ نہ ہو تو کہیں خانقاہ لیکر بیٹھ۔“

میں نے عرض کیا کہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا:

”بڑے شوق سے۔“

اور فرمایا کہ:

”اپنے لئے تو میں سب سے پہلے درجے میں علم میں لگنا پسند کرتا ہوں

اور اس کے بعد تصوف و تبلیغ۔“

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ:

”میرے اکابرین کا اصل مشغلہ تو پڑھنا پڑھانا رہا۔“

میرے پاس رہنا تبلیغ سے کم نہیں

آخری سالوں میں حضرت قدس سرہٗ بندہ کا اپنے پاس رہنا پسند فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا:

”میرے پاس رہا کر تاکہ تجھے علم یا بزرگی کا فائدہ ہو۔“

میرے ایک خواب کی تعبیر میں ارشاد فرمایا کہ:

”میرے پاس رہنے کو تبلیغ میں ہی سمجھیو، کم نہ سمجھیو۔“

حضرت قدس سرہٗ کے علاوہ، سوائے تبلیغی کام کے کسی اور کام یا تنظیم سے کبھی مناسبت نہ ہوئی۔ اگرچہ اپنے حضرت کی جامعیت کی برکت سے ان میں سے بہت سوں کو حق اور ضروری سمجھنے لگا ہوں۔ خداوند قدوس سے دعاء بھی کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی اہل حق بندے کی یا کسی حق کام کی مخالفت نہ کرائے اور ان سے محبت کرنے والوں میں اٹھائے۔

اسفار میں رفاقت

۷۴ء کے بعد سے ماہِ مبارک ہمیشہ حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ گزارا اور رمضانٔ مبارک بھی یہ ہی پایا۔ حجاز، سہارنپور، فیصل آباد اور آخری رمضان اسٹینگر (جنوبی افریقہ) حضرت والا کے لندن کے پہلے سفر اور آخری حج، اور سہارنپور کے آخری سفر کے بعد بحالتِ علالت کراچی سے حجازِ مقدس کے سفر میں صحبت و رفاقت نصیب ہوئی۔

جامعہ بنوری ٹاؤن میں تدریس

افریقہ کے رمضان میں حضرت والا سے اپنے بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں کراچی قیام کے دوران جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں تدریس کا مشورہ کیا، خوشی کا اظہار اور اجازت فرمائی۔

دوسال سے جامعہ میں ابتدائی مدرسی کی خدمت پر مامور ہوا۔ حجاز مقدس کے اقامہ کے سبب سے سال میں دوایک دفعہ حرمین کی زیارت بھی نصیب ہوجاتی ہے اور حضرت کے بعض خواص مقیمین کی ملاقات وصحبت بھی۔

کراچی میں اللہ تعالیٰ نے وسیع مکان عنایت فرمایا جس میں انہی کے فضل وتوفیق سے ایک مدرسہ تحفیظ القرآن کھولا ہے۔ انشاء اللہ اس میں آگے ترقی ابتدائی کتب کی تدریس کرنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔ وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔

مادی اعانت وعطایا

حضرت کی مادی عنایات بھی مجھ سیاہ کار پر بہت رہیں۔

سہارنپور حاضری اور مدینے پاک کے قیام میں کھانے کا تو مستقل مہمان شیخ ابا قدس سرہٗ کے یہاں رہتا ہی تھا۔ آٹھ دس سالہ مدینہ کے قیام میں رات کا کھانا بجز بیماری یا کسی عذر کے گھر کھانا یاد نہیں۔

اس کے علاوہ نقد رقوم بندہ کے لئے، اہلیہ، بچوں کے لئے مختلف عنوانات سے ملنا خوب یاد ہے۔

ایک دفعہ جبکہ بندہ مدینہ پاک میں مکان تعمیر کروارہا تھا۔ اور پیسے کی سخت تنگی وضرورت تھی۔ یاد فرمایا اور کمرہ بند کرکے ارشاد فرمایا کہ:

"تم مکان تعمیر کروارہے ہو پیسوں کی ضرورت ہوگی۔ میرے پاس

اس وقت یہ رقم ہے، فی الحال ضرورت بھی نہیں"۔

دس ہزار ریال صوفی اقبال صاحب المحترم سے (کہ وہ اس وقت حضرت کے خزانچی اور حساب کتاب رکھنے والے تھے) دلوائے۔ جو بندہ نے دو تین سال کے بعد حضرت کو ادا کئے۔

اس کے علاوہ ٹوپی، مصلّی، گرم چادر، جبہ، عطر، کمری، کتنی ہی چیزیں حضرت کی مستعمل، جو حضرت نے عنایت فرمائیں، یادگار ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود داؤد یوسف صاحب زید مجدہم

رنگون - ۳ر محرم ۱۴۰۳ھ

برادر مکرم و محترم جناب مولانا یوسف صاحب! زاد فضلہ و شرفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا - احقر بفضلہ تعالیٰ مع الخیر ہے - گرامی نامہ تحریر کردہ مورخہ ۲ر ذوالقعدہ موصول ہوا، اب تک میرے پاس سوالنامہ نہیں پہونچا، گرامی نامہ بھی ۳ر ذوالحجہ کو ملا -

اوّل تو میرے حالات ہی کیا ہیں جو لکھوں، مگر اخوان طریقت خصوصاً مولانا طلحہ صاحب و ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب و دیگر حضرات صلحاء نے ایک بات کو متفقہ طے فرمالیا ہے، اس کی تعمیل ضروری ہے -

سوالنامہ کے انتظار میں کافی وقت نکل جائے گا، اگر اس تحریر سے سوالنامہ کے جوابات مکمل ہوجائیں تو مناسب رہے گا ورنہ بلا تکلف تحریر فرمادیں -

۱۹۷۸ء سے قبل آپ سے غائبانہ محبت کا تعلق رہا - ۷۸ء میں پہلی بار لندن میں، پھر مدینہ منورہ کی ملاقات نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا - اللہ تعالیٰ

آپ کے عزائم حقہ کو قبول فرماکر آپ کے درجات بلند فرمائے - آمین

حالات

ولادت میری پیدائش ۱۹۱۶ء کی ہے -

ابتدائی تعلیم قرآن کریم ناظرہ الف با سے حضرت مولانا عبد المجید صاحبؒ شاہجہاں پوری خلیفہ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ سے پڑھا - پھر اُردو اسکول میں تعلیم حاصل کرکے انگریزی کی تعلیم میں مشغول ہوا جماعت پنجم میں اوّل یا دوم آیا - اس وقت تک وہم بھی نہیں تھا کہ دینی تعلیم کی سعادت نصیب ہوگی -

چچا کی تمنا میرے والد صاحب الحاج داؤد ہاشم محمد شیٹ صاحبؒ مجاز صحبت حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے حقیقی چچا حضرت حاجی محمد یوسف صاحبؒ خلیفہ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ، جو ولی کامل تھے، ان کی تمنا تھی کہ خاندان میں کم از کم ایک کو عالم دین بنایا جائے -

حضرت موصوفؒ کی اولاد میں جب دیکھا کہ کسی کو اتنی رغبت نہیں ہے تو میرے والد مرحوم یعنی اپنے حقیقی بھتیجے سے فرمایا کہ:

"تم اپنی اولاد میں سے ایک کو کم از کم عالم دین بناؤ"

—— والد صاحب مرحوم اپنے چچا کا اتنا احترام کرتے تھے کہ کوئی اپنے والد کا

میرا پتہ (چچا کے دفتر کا پتہ ہے): Mahmood Dawood Esoof
No. 18-28 street Rangoon (Burma)

نہ کرے ۔ علاوہ ازیں اپنے چچا کے بڑے عقیدت مند تھے ـــــ میرے چھوٹے بھائی مولانا حافظ سلمان صاحب مظاہری کا انتخاب ہوا ۔

میرے لئے انگریزی کی تعلیم تجویز ہوئی ۔ میرے اُستاذ محترم موصوف نے مجھے کچھ اس طرح سمجھایا کہ تم بھی دینی تعلیم حاصل کرو ۔ میں تو مایوس تھا، عرض کیا کہ میرے بارے میں والد صاحب وغیرہ راضی ہوں گے یا نہیں ؟! انہوں نے راستہ بتلایا کہ اپنے دادا سے کہو تمہارے والدان کی بات کو رد نہیں کریں گے۔ اس وقت میری عمر ۱۲ سال کی تھی ۔ میں نے ان سے درخواست کی ۔ پہلے انکار فرمایا کہ :

"میں نے ایک کا وعدہ لیا ہے"

میں نے عرض کیا کہ آپ کے حکم کو والد صاحب نہیں ٹالیں گے ۔ دریافت فرمایا :

"تم نماز پڑھتے ہو ؟"

عرض کیا کبھی پڑھتا ہوں کبھی نہیں ۔ نماز کی تاکید فرما کر وعدہ فرمالیا ۔ والد صاحبؒ سے انہوں نے ذکر فرمایا ۔ حسب معمول بادل ناخواستہ راضی ہو گئے ۔ گھر تشریف لاکر مجھ سے فرمایا :

"تم ہندوستان جانا چاہتے ہو ؟"

میں نے عرض کیا جی ہاں ! ، فرمایا :

"دال چپاتی کھانا ہوگی، آٹھ سال لگیں گے"

میں خاموش رہا ۔ غرضیکہ پھر راضی ہو گئے ۔

تعلیم الاسلام وغیرہ پڑھ چکا تھا اس میں ولی کا بیان تھا ۔ جب حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے والد صاحب نے مشورہ لیا تو تحریر فرمایا :

"سہارنپور بھیجو"

میری عمر تیرہ ۱۳ سال کی تھی بالغ نہیں ہوا تھا ۔ حافظ سلمان صاحب اور میں

۱۹۲۹ء میں جہاز سے کلکتہ پھر دہلی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے ملکر براہِ شاہدرہ تھانہ بھون پہنچے ۔

والد صاحبؒ نے فرمایا کہ :

"حضرت حکیم الامۃ ایک بڑے ولی ہیں، میرے مرشد ہیں، حاضری کے وقت دست بوسی کرنا"

اور مختلف نصیحتیں کیں ۔ تھانہ بھون پہنچا تو حضرت کو دیکھ کر خیال ہوا کہ شاید حضرت کوئی اور ہوں گے ۔ ذہن میں ولی کا نقشہ کچھ اور تھا ۔ حضرت والاؒ ۱۹۲۰ء میں رنگون تشریف لائے تھے، تقریباً مہینہ بھر والد صاحب اور دادا صاحب کے مہمان رہے ۔ مگر مجھے کوئی بات بوجہ کم عمری معلوم نہیں ہوئی ۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی شفقتیں

البتہ غالباً ۱۹۲۴ء میں حضرت اقدس مولانا سہارنپوری قدس سرہٗ ہفتہ بھر کے لئے رنگون تشریف لائے ۔ مگر میرے دونوں بزرگوں خصوصاً حضرت حاجی محمد یوسف صاحب کے اصرار پر پورا رمضان قیام فرمایا ۔ والد صاحب کے باغیچہ میں قیام رہا ۔ فی الحال میرا مکان اس قطعۂ زمین پر بنا ہے جہاں حضرت اقدس سہارنپوریؒ مغرب کے بعد اوابین پڑھا کرتے تھے ۔

عید کے روز عیدگاہ جانے کے لئے حضرت اقدس سہارنپوریؒ کو موٹر تیار ہونے کی خبر میرے ذریعہ بھیجی ۔ حضرت کے چہرۂ مبارک پر خوب یاد ہے کہ انوار کی بارش ہو رہی تھی ۔ سفید کرتا پاجامہ اور صافہ پہنے ہوئے عطر لگائے تھے ۔ میں غالباً سات سال یا کچھ زائد کا تھا ۔ جیسے ہی سلام عرض کیا دونوں دست مبارک بڑھا کر گود میں بٹھالیا اور جو عطر دست مبارک میں باقی تھے میرے کپڑے

پر ملنے لگے ۔ یہ خوب یاد ہے ، پھر انگریزی پڑھنے کے زمانہ میں سب بھول گیا تھا ۔ میں اور برادرم مولوی حافظ سلمان صاحب اکثر اپنی کلاس میں اوّل نمبر کامیاب ہوتے تھے ، کبھی دوم نمبر ۔

حضرت حکیم الامّتؒ کی خدمت میں حاضری

غرضیکہ تھانہ بھون حاضر ہوکر حضرت والا کی خدمت میں غالباً تین روز قیام ہوا ۔ ہم کو سہارنپور پہونچانے کے لئے ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ نگران تھے ۔

اول الذکر اور حضرت موصوف دونوں حضرات ، حضرت مفتی اعظم کفایت اللہ صاحبؒ کے بچپن کے ساتھی تھے ، تینوں حضرات دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۱۵ھ میں فارغ ہوئے ۔

تھانہ بھون سے حضرت اقدس حکیم الامت قدس سرہٗ کا رقعہ گرامی حضرت ناظم صاحب مولانا عبداللطیف صاحبؒ اور ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے نام تھا کہ :

" یہ دونوں بچے گویا میرے بچے ہیں ، حاجی صاحبان نے میرے مشورہ پر سہارنپور بھیجنا تجویز کیا ہے ، میں سفر کرسکتا تو خود داخل کرانے آتا ۔ "

مظاہر العلوم میں داخلہ

حضرت والا کی تحریر کے سبب شروع سے دونوں حضرات اپنے اپنے رنگ میں توجہات سے نوازتے رہے ۔

شروع میں حمد باری ، آمدنامہ حضرت اقدس ناظم صاحبؒ خود پڑھاتے تھے ۔ پھر درجہ فارسی میں داخلہ ہوا اور مولانا زکریا صاحب قدوسی ہمارے اتالیق مقرر ہوئے ۔ مدرسہ قدیم سے متصل ایک مکان کرایہ پر لیا گیا ۔

تعلیمی ذوق وشوق

دیگر رفقاء رنگون بھی ساتھ تھے ۔ میں ایک سبق مدرسہ میں پڑھتا ایک مولانا زکریا صاحبؒ سے ، اس لئے امتحان دے کر اگلی جماعت میں شریک ہوجاتا ۔ اس طرح ہمارے بعض رنگونی رفیق چار سال مجھ سے پیچھے رہ گئے ۔ رمضان میں وطن آنا ہوتا تو ایک کتاب مولانا زکریا صاحبؒ سے یا حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سے پڑھ لیتا ۔

دادا صاحبؒ کا حکم

میرے دادا صاحب کا حکم تھا کہ مہینہ میں یک بار جمعرات کی شام کو تھانہ بھون حاضر ہوکر جمعہ کی شام کو واپسی ہو ۔ فرمایا کرتے کہ :

" علم سے زیادہ اصلاح وتربیت کی ضرورت ہے ۔ "

شروع میں میرا دل سہارنپور میں نہیں لگتا تھا ۔ مگر حضرت حکیم الامّت سے روز بروز عقیدت ومحبت بڑھتی گئی ۔ برادرم حافظ سلمان صاحب حفظ کلام اللہ میں لگ گئے ۔

اول سال ہی میری ایک بڑی ہمشیرہ کا انتقال ہوگیا مگر ہمیں خبر نہیں دی گئی ، تعطیل میں گھر آئے تو معلوم ہوا ۔ والد صاحب کو صدمہ تھا تو حضرت اقدس حکیم الامّة کو تحریر فرمایا کہ ابتدائی کتابوں کا یہاں انتظام ہوسکتا ہے متوسطات میں بھیجیں گے ، مجھے خبر ملی میں نے حضرت کی خدمت میں خفیہ لکھدیا کہ حافظ سلمان رنگون میں حفظ کرسکیں گے ، میرے لئے تو سہارنپور تجویز فرمائیں ۔ حضرت نے والد صاحب کو بھی مشورہ دیا ۔

دوسرے سال رمضان میں میزان ومنشعب پڑھنے کی وجہ سے امتحان دے کر پنج گنج کی جماعت میں شریک ہوا اور ہدایۃ النحو بحث فعل تک پڑھ لیا پنج گنج ونحو میر مولانا اکبر علی صاحبؒ سے اور شرح مائۃ عامل وہدایۃ النحو بحث فعل

مولانا امیر احمد صاحبؒ سے ۔ یہ دونوں حضرات تازہ تازہ فارغ ہوئے تھے ۔

۱۹۳۰ء میں فارسی کا پورا نصاب یعنی تا سکندر نامہ وغیرہ اور ہدایۃ النحو تا بحث فعل سے فارغ ہوا ۔ اس سال والد صاحبؒ چند مہینوں کے لئے بال بچوں کے ساتھ راندیر آئے ہوئے تھے لہذا تعطیل میں رنگون کی بجائے راندیر جانا ہوا ۔ مجھے پہونچانے مولانا زکریا صاحب قدوسیؒ بھی تشریف لے گئے ۔ دہلی میں شیخ رشید احمد صاحبؒ کے یہاں قیام تھا ۔ دوسرے روز فرنٹیر میل سے روانگی ہوئی ۔

حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کی ہمرکابی کا شرف

حضرت اقدس مولانا مدنی قدس سرہٗ بھی اسی گاڑی سے راندیر جامعہ حسینیہ کے سالانہ جلسہ کی صدارت میں تشریف لے جا رہے تھے ، حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ ہم دونوں بھی شریک سفر ہو گئے ۔

باوجودیکہ میرا بلکہ پورے خاندان کا گہرا تعلق تھانہ بھون سے تھا ، اور ظاہر ہے کہ حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ کے مذاق میں خصوصاً سیاسی مسلک میں شدید اختلاف تھا مگر مجھے حضرت مدنیؒ سے بھی الحمد للہ عقیدت و محبت تھی ۔

جب دیوبند حاضر ہوتا ضرور خدمت اقدس میں حاضری دیتا ۔ حضرت مدنیؒ بھی بڑی شفقت و محبت کا برتاؤ فرماتے ۔ راندیر تک بڑا پرلطف وقت گزرا والد صاحبؒ سے حضرت مدنیؒ کی بڑی بے تکلفی تھی ۔

اس وقت شیر گجرات حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ بقید حیات تھے ۔ جلسہ میں ڈابھیل سے حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ بھی تشریف لائے ۔ حضرت موصوف کی پہلی زیارت وہیں ہوئی ۔

اس سال رمضان میں مولانا احمد نور صاحب جو جامعہ حسینیہ کے شیخ الحدیث

تھے ، ان سے ہدایۃ النحو بحث اسم پڑھ لیا ۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب بھی رمضان میں راندیر تشریف لائے تھے ۔ تعطیل کے بعد حضرت میاں صاحبؒ کے ساتھ سہارنپور واپسی ہوئی ۔

ہدایۃ النحو کا امتحان دے کر کافیہ، قدوری وغیرہ میں شریک ہوا ۔ پورے سات سال میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوا ۔

بخاری جلد۱ اور ابوداؤد شریف حضرت اقدس شیخ قدس سرہٗ سے ،
بخاری جلد۲ حضرت ناظم صاحبؒ سے ، ترمذی و طحاوی حضرت مولانا عبد الرحمن صاحبؒ کاملپوری صدر مدرس سے ، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خان صاحبؒ سے اور نسائی و ابن ماجہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ۔ مؤطئین کے بارے میں یاد نہیں کہ کن حضرت سے پڑھا ۔ مسلسلات کی اجازت حضرت اقدس شیخؒ سے ملی ۔

دورہ کے بعد آٹھویں سال پھر سہارنپور حاضر ہو کر متون کی کتابیں پڑھیں ، اور بطور معین مدرس پنج گنج تا ہدایۃ النحو بحث فعل حصول برکت کے لئے پڑھایا ۔

اساتذۂ کرام کی توجہات

تمام عرصہ میں تمام ہی اساتذۂ کرام کی توجہات و دعائیں حاصل کرتا رہا ۔ حضرت قاری مفتی سعید احمد صاحبؒ سے خصوصی تعلقات رہے ۔ اسی طرح حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ صدر مدرس سے خاص تعلق رہا ۔ حضرت اقدس شیخ قدس سرہ سے بھی خصوصی تعلقات تھے ، میرے سر میں درد ہوتا تو فوراً حاضر ہو کر حضرت سے دم کرواتا ۔

برما کے فارغین میں مجھ سیہ کار کو یہ خصوصیت و سعادت حاصل رہی کہ رنگون سے سال یا ڈیڑھ سال میں مظاہر علوم حاضر ہوا کرتا ، تھانہ بھون کی حاضری بھی اسی طرح رہی ۔ حضرت اقدس میاں اصغر حسین صاحبؒ ، حضرت اقدس مولانا مدنیؒ ،

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ ، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ غرضیکہ تمام اکابر رحمہم اللہ کی دعائیں ملتی رہیں ۔

حضرت حکیم الامتہؒ سے بیعت

میں جب راندیر سے ۱۹۳۱ء میں واپس آیا اور کافیہ کی جماعت میں شریک ہوا تو شیطان نے مجھے بہکا دیا کہ راندیر میں جامعہ حسینیہ ہے وہاں دو تین سال پڑھوں حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ نے ایک مرتبہ ارشاد بھی فرمایا تھا ۔ سہارنپور پہونچکر واپس ہونا چاہتا تھا ، حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کو میرے داداؒ نے اس کی اطلاع کردی ۔ میں نے خیال کیا کہ مجھے سہارنپور چھوڑنا ہے ، گو حضرت حکیم الامتؒ قدس سرہٗ طالب علموں کو بیعت نہیں فرماتے مگر مجھے عنایات کی بنا پر بیعت فرمالیں گے نہ اپنی زندگی کا ٹھکانہ ہے اور حضرت اقدس کی عمر شریف بھی کافی ہوچکی ہے ، میں نے عریضہ برائے درخواستِ بیعت ارسال کردیا ۔ حضرت نے جواباً تحریر فرمایا کہ :

"برخوردار ! جب سے مجھے معلوم ہوا کہ تم سہارنپور کے قیام کو ترک کرنے والے ہو اس وقت سے مجھے رنج ہے اور رنج کی حالت میں بیعت کیسے ہوسکتی ہے ؟"

فوراً تحریر کردیا کہ حضرت والا کے حکم کے بغیر سہارنپور ہرگز نہ چھوڑوں گا ۔ امید ہے کہ میری درخواست قبول فرمالیں گے ۔ جواب آیا :

"دل خوش ہوگیا ۔ تم میری اولاد کی طرح ہو جب بھی آؤ گے بیعت کرلوں گا ۔"

چنانچہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر حاضر ہوگیا اور حضرت نے ایک مجمع کثیر کی موجودگی میں بیعت فرمالیا ۔ اس کے بعد کبھی سہارنپور چھوڑنے کا ارادہ نہیں کیا ۔ اس کے بعد

دو مرتبہ بیعت کی تجدید کا شرف حاصل ہوا ۔

سند تجوید پر حکیم الامتہؒ کے دستخط

ہر ماہ حاضری ہوتی تھی اس لئے شرف تلمذ کا شوق ہوا ۔ حضرت نے پند نامہ تجویز فرمایا ۔ تبرکاً شرح وقایہ کا بھی کچھ سبق پڑھا ۔ تجوید کی سند پہلے مل گئی تھی اس کو لیکر حاضر ہوا ۔ عرض کیا کہ حضرت مجھ سے قرآن سُنکر اطمینان ہو تو برکت کے لئے سند پر دستخط فرمادیں ۔ فرمایا :

"تمہارا قرآن کئی بار سُن چکا ہوں سُنانے کی ضرورت نہیں ۔"

چنانچہ تجوید کی سند پر تحریر فرمایا :

انا ادعوا ایضاً لحامل السند بالبرکۃ الظاھرۃ و الباطنۃ ۔ انا الاحقر اشرف علی التھانوی من تلامذۃ الشیخ عبد اللہ المکی ۔

ایک عجیب بات یہ تھی کہ مجھے کبھی ڈانٹ نہیں پڑی ، حالانکہ حضرت کی ڈانٹ کا ہمیشہ منتظر رہتا تھا کہ میرا مزاج درست ہو ۔

بے ریش کو خانقاہ میں سونے کی اجازت نہیں تھی ۔ ایک مرتبہ باہر جگہ نہیں ملی ، عرض کیا تو فرمایا :

"چھوٹے گھر میں سے (یعنی ہماری چھوٹی پیرانی صاحبہ) سفر میں گئی تھیں آج گھر میں تنہا رہوں گا تم بھی وہیں سو جاؤ ۔"

مجھے ہمت نہیں ہوئی ۔ ارشاد فرمایا :

"کیوں ڈرتے ہو ؟"

پھر کچھ سکوت کے بعد ارشاد فرمایا :

"تم خانقاہ میں سوجاؤ ۔"

عرصہ سے تمنا تھی کہ خانقاہ کے ذاکرین کا ذکر سننے کا موقعہ ہوگا۔

میری درخواست پر کل چار اشخاص کو مختلف زمانوں میں بیعت فرمالیا حالانکہ بعض میرے اکابر کی سفارش پر فرمایا کہ :

"اس معاملہ میں صاحبِ معاملہ براہِ راست تعلق پیدا کریں"۔

غرضیکہ مجھ سیہ کار کو اپنی زندگی میں تقریباً اسّی سے زائد مرتبہ حضرت اقدس حکیم الامت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کا موقعہ نصیب ہوا۔ دورہ کے سال ۱۲ر شعبان سے خانقاہ میں ۵ یا ۷ رمضان تک قیام کیا اور جنگ کے دوران تقریباً ایک مرتبہ دو ہفتہ قیام کیا۔

میں سنہ ۱۹۲۹ء میں مظاہر علوم داخل ہوا۔ حمد باری آمد نامہ سے شروع کیا، سنہ ۱۹۳۵ء میں دورہ سے فارغ ہوا۔ سنہ ۱۹۳۶ء میں فنون کی کتابیں اور بطور معین مدرس ایک سبق مدرسہ کا پڑھاتا رہا۔

مدرسہ مظاہر علوم کے تمام اساتذہ خصوصی طور پر توجہ و محبت فرماتے تھے، کسی استاذ کو ناراض نہیں کیا۔ بفضلہ تعالیٰ مجھے شروع طالب علمی کے زمانہ سے اپنے بزرگوں اکابر سے دلی محبت رہی جس کا علم میرے خاص استادوں کو بھی تھا۔

ایک مرتبہ میرے ایک استاذ مرحوم نے حضرت اقدس مولانا میاں سیّد اصغر حسین صاحب قدس سرہٗ سے پہلی مرتبہ ملاقات کرا کر مجھ سے فرمایا:

"یہ حضرت بھی اپنے اکابر میں سے مقدس ہستی ہیں"۔

بعد میں راندیر میں جبکہ میں شرح مائۃ عامل پڑھ چکا تھا حضرت موصوف سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا پھر تو حضرت کی خصوصی عنایات میں اضافہ ہوتا رہا۔

حضرت رائپوری کی خدمت کا شرف

اسی طرح ایک مرتبہ میں اپنے مکان سے سہارنپور میں مسجد قدیم کی طرف جارہا تھا اور میرے شیخ حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ مسجد سے نکل رہے تھے، آمنا سامنا ہوا تو فرمانے لگے :

"تم کسی ضرورت میں مشغول تو نہیں ہو"۔

میں نے عرض کیا کہ کوئی خاص کام نہیں ہے۔ فرمانے لگے :

"تو تم مہمان خانہ میں جاؤ حضرت اقدس مولانا رائپوریؒ آرام فرمارہے ہیں تم جاکر پیر دابو"۔

میں خوش خوش حاضر ہوا اور پیر دابتا رہا۔

غرضیکہ تمام حضرات سے محبت و علاقہ رہا، حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحبؒ کو اس کا پورا علم تھا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب کا امتحان لینا اور فقہ کی طرف توجہ

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ بھی بہت شفقت فرماتے تھے۔ ایک تو حضرتؒ مظاہر علوم کے ابتدائی درجہ کے سرپرست خاص تھے، عموماً سالانہ امتحان لیا کرتے تھے۔ میرا تہذیب کا اور قدوری کا امتحان حضرت نے لیا، صبح تہذیب کا امتحان تھا، تہذیب خوب یاد و سمجھ سے پڑھی تھی، امتحان لیکر بہت خوش ہوئے شاباشی دی اور سب سے زیادہ نمبر دیئے۔ دوپہر کو قدوری کا امتحان تھا، حضرتؒ نے خیال فرمایا کہ قدوری آسان کتاب ہے اور حقیقت میں ہم بھی یہی سمجھے ہوئے تھے اس کا امتحان کچھ مشکل نہیں۔ خدا کی شان ایسی جگہ سے دریافت فرمایا کہ جس طرح جواب دینا تھا دے نہیں پایا۔ حضرت ناراض ہوئے کہ :

”فقہ سے بے اعتنائی برت رہے ہو؟ تم پاس تو ہو مگر تہذیب کا امتحان جس طرح دیا قدوری کا کیوں نہیں دیا؟!“

اس کے بعد سے فقہ کی طرف توجہ ہوئی۔

دوسری وجہ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ ہدایہ اولین میں رفیق درس رہے، مولانا موصوف صرف میرے ساتھ تکرار کیا کرتے تھے، اس بنا پر مولانا الیاس صاحب خصوصی توجہ فرماتے۔

حضرت مدنیؒ کے ہاتھ کا بوسہ

حضرت اقدس مولانا مدنی قدس سرہٗ سے بھی دلی عقیدت تھی۔ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا کہ دست بوسی کروں مگر فوراً ہاتھ چھڑا لیتے۔ پھر میں نے متعدد مرتبہ قصداً دست بوسی کی کوشش نہیں کی۔ حضرت مدنیؒ کو خوب اطمینان دلا دیا کہ اب دست بوسی نہیں کروں گا، یہ میری مکاری تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ سے ملاقات ہوئی تو ہاتھ اطمینان سے میرے ناپاک ہاتھ میں دیئے ہوئے تھے میں نے جھٹ بوسہ دے دیا۔

فراغت کے بعد بھی تمام اکابر کی ملاقات و زیارت سے مشرف ہوا کرتا تھا حضرت اقدس حکیم الامت قدس سرہٗ کے بعد میری خط و کتابت سب سے زیادہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے، دوسرے نمبر پر حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ سے رہی۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی طرف سے نیابتاً بیعت کا حکم

سنہ ۱۹۴۷ء سے اہل برما نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی طرف یکے بعد دیگرے رجوع کرنا شروع کیا۔ بیعت خط و کتابت سے ہونے لگے، حضرتؒ نے ازراہِ حسنِ ظن بعضوں کو لکھا کہ:

”ذکر کا طریقہ محمود سے دریافت کر لو“

پھر سنہ ۴۸ء کے بعد سے یہاں کے علماء جن کی اکثریت نے مجھ سے کچھ پڑھا بھی ہے، ان سب نے بیعت کی تو مجھے حکم فرمایا کہ:

”تم ان سب کو میری طرف سے نیابتاً بیعت کر لو“

یہ سلسلہ جاری تھا مگر میں نے اس کو محدود رکھا۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

اتفاق سے حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ رنگون تشریف لائے ہوئے تھے۔ بعض علماء نے مجھ سے کہا کہ برما میں اپنے اکابر میں سے کسی کے اجازت یافتہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مبتدعین سے بیعت ہو جاتے ہیں اس لئے آپ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کی خدمت میں عرض کر دیں کہ فلاں یا فلاں صاحب کو اجازت دیدیں، ماشاء اللہ دونوں عالم باعمل ہیں، ایک حضرت کے خاص شاگرد ہیں، دوسرے کی اصلاح کا تعلق حضرت سے رہا ہے۔

میں نے کہا کہ اپنے اکابر کا معمول یہ ہے کہ اس بارے کسی کی سفارش نہیں کی جاتی بلکہ قلبی واردات پر عمل فرماتے ہیں۔ بلکہ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے یہاں تو بیعت کی سفارش بھی مقبول نہیں ہوتی تھی اس لئے مجھے اس کی ہمت نہیں۔

مگر کہنے والے اہل علم کے اخلاص و دینی عہدوں کا بالآخر مجھ پر اثر ہوا۔ ایک روز تنہائی میں ہمت کر کے عرض کر ہی دیا۔ فرمانے لگے:

”ان دونوں کے متعلق بعض حالات کا انتظار ہے“۔

پھر کچھ دیر مراقب ہو کر مجھ سے فرمایا:

”تم کیوں بیعت نہیں کرتے تم کو میں اجازت دیتا ہوں“

میں نے عرض کیا کہ میں ہرگز اس کا اہل نہیں ہوں۔ حضرت اقدس حکیم الامت قدس سرہٗ کی طرف سے مجاز صحبت ہوں یہی میرے لئے کافی ہے، بلکہ میں اس کا بھی اہل نہیں۔ مزید برآں حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہم کے حکم سے ان کی طرف سے نیابۃً ایسے لوگوں کو بیعت کرتا ہوں جو حضرت موصوف سے بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ اس پر پھر مکرر فرمایا:

"میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔"

پھر پاکستان جاکر بذریعہ گرامی نامہ بھی حکم بھیجدیا۔ میں نے اس تمام واقعہ کو حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب رحؒ کی خدمت میں اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحؒ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔

حضرت شیخ الحدیث کی طرف سے اجازت

حضرت شیخ رحؒ نے حسبِ معمول جواب میں تحریر فرمایا کہ:

"اب میری طرف سے بھی نیابۃً کی جگہ تم خود بیعت کرلیا کرو۔"

حضرت شیخ رحؒ کی خدمت مبارکہ میں پھر اپنی نااہلیت کو لکھا۔ مگر حضرت نے یہی تحریر فرمایا کہ:

"اس سلسلہ کو قائم رکھو۔"

گذشتہ سال مکہ شریف میں حاضر خدمت ہوا، ضعف کے باوجود قریب بٹھاکر گفتگو آہستہ آہستہ فرماتے رہے۔

برما کے حجاج جب واپس آئے تو مولوی حافظ شاہ صاحب خطیب سورتی جامع مسجد کے ہاتھ گرامی نامہ بھیجا، اس میں تحریر فرمایا کہ:

"میں بہت ضعیف ہوگیا ہوں، برما میں میرے تمام متعلقین کی خدمت

تمہارے ذمہ ہے۔ مجھ سے خط وکتابت کی ضرورت نہیں، تم دیکھ بھال کرو۔"

اس وقت سے میرا ماتھا ٹھنکا۔ —— بس اسی پر ختم کرتا ہوں۔ ——

الحمدللہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کا سلسلہ جاری ہے۔ یہاں حضرت کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ ہیں ان میں سے اکثر میرے ذریعہ حضرت رحؒ کے سلسلہ میں داخل ہوگئے ہیں، بسٹم بسٹم خدمت کرتا ہوں مگر جیسا ہونا چاہیئے ویسا نہیں ہوپاتا۔

حالیہ خدمات

میرے ذمہ اتنے کام ہیں کہ فرصت نہیں۔ اب ۶۷ سال کی عمر میں داخل ہوچکا ہوں۔ عوارض بھی لاحق ہیں۔

مرکزی جمعیۃ علماء اسلام برما کی صدارت، مرکزی دارالافتاء کی خدمت، جامعہ دارالعلوم کا کام، بعض اوقاف ومساجد خصوصاً جامع سورتی مسجد وغیرہ کی تربیت یہ سب ایسے کام ہیں کہ ان کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔ دُعا فرمائیں کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حکم کی صحیح معنی میں تعمیل کرنے کی سعادت نصیب ہو۔

حضرت کی آخری ملاقات

ہاں ایک بات اور عرض کردیتا ہوں کہ میری آخری ملاقات وزیارت گذشتہ سال وسط ذوالقعدہ میں مکہ معظمہ میں ہوئی، دوبار حاضر ہوا۔ پہلی یا دوسری بار صاف طور سے مجھے یہ محسوس ہورہا تھا کہ حضرت اقدس سیدی وسندی حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا ہوں۔

مجھے سوالنامہ اب تک نہیں ملا۔ مگر تعمیل حکم میں لکھتا چلا گیا۔ تھوڑا تھوڑا کرکے کئی روز میں اس تحریر کو پورا کیا۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کی عنایات وتوجہات کا برما میں مجھ سیہ کار کو جو شرف حاصل رہا وہ میری خوش نصیبی ہے ولافخر۔

بس ہم تو اب بالکل یتیم ہوگئے۔

امسال رابطہ کے اجلاس میں شرکت کے لئے پاسپورٹ نہیں ملا، حکومت کی طرف سے نہ اقرار نہ انکار۔ الحمدللہ کوئی افسوس نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں ہر سال کی طرح کوشش بلیغ بھی حصول پاسپورٹ کے لئے نہیں کی، جن کی وجہ سے درحقیقت سفر کرنا تھا جب وہی ہماری نظر سے بظاہر اوجھل ہو گئے تو اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔

میں نے اوپر لکھا یا نہیں مجھے یاد نہیں۔ گذشتہ سال مکہ شریف میں حاضری پر میں نے عرض کیا کہ حضرت دس سال کی دعاؤں کے بعد ۱۹۷۸ء میں حضرت سے اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے ملاقات نصیب ہوئی اور دعا بھی صرف یہ تھی کہ باری تعالیٰ زندگی میں ایک بار کم از کم ان دونوں حضرات کی ملاقات کرا دے۔

۱۹۶۲ء سے ملاقات نہیں ہوئی تھی، یہاں عسکری حکومت نے پابندی لگا رکھی تھی ورنہ مجھے ۱۹۶۴ء سے رابطہ کا ممبر بنا رکھا تھا مگر حکومت کی طرف سے رکاوٹ تھی۔ ۱۹۷۸ء میں حکومت کا طرز یکایک بدلا اور لندن کا سفر پیش آ گیا۔ واپسی میں حضرت سے ملاقات مدینہ میں ہوئی ـــــ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرما لیا۔ اس پر حضرت اقدس شیخ قدس سرہٗ نے مسکرا کر فرمایا:

"پھر اب تک کتنی بار ملاقات ہوئی؟"

عرض کیا کہ چھ بار۔ پھر دریافت فرمایا کہ:

"مولانا اسعد اللہ صاحب سے کتنی مرتبہ ملاقات ہوئی؟"

عرض کیا دو مرتبہ۔

حضرت قدس سرہٗ کی عنایتوں و توجہات و شفقتوں کو یاد کر کے دل بھر آتا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے بعد بہت سے اکابر کی شفقتوں و توجہات سے

مستفید ہوتا رہا مگر سب سے زیادہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی دعائیں حاصل رہیں۔ ہمیشہ عریضہ میں لکھ دیتا کہ حضرت جواب نہ دیں اس میں حضرت کو تکلیف ہوتی ہے؛ میں تو صرف دعا و قلب کی تسلی کے لئے عریضہ بھیجتا رہتا ہوں مگر مجھے یاد نہیں کہ میرے کسی عریضہ کا جواب نہ ملا ہو۔

آخری حکم نامہ سے قبل خلاف معمول رمضان کے قریب مدینہ عریضہ ارسال کیا مجھے افریقہ کے سفر کی اطلاع نہیں تھی کمال شفقت و محبت کی بنا پر افریقہ سے اس عریضہ کا جواب ارسال فرمایا۔ غالباً مدینہ سے حضرت کی خدمت میں وہ عریضہ افریقہ بھیجدیا گیا ہو۔

آہ! ایسے شفیق استاذ و مرشد ثانی کہ اب دنیا میں کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے طفیل ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ اور حسن خاتمہ کی دولت نصیب ہو۔

تالیفات

مجموعہ ہفت سورہ وظائف: یہ پانچ متفرق کتب ادعیہ کا مجموعہ ہے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعد اللہ صاحبؒ نے نظر ثانی اور اصلاح فرما کر اس کی تصویب و تائید فرمائی ہے، اس کے صفحات ۱۳۱ ہیں۔

تعلیم الحج: یہ رسالہ دراصل "معلم الحجاج" کا خلاصہ ہے اور اس کی بہترین تلخیص ہے یہ کتاب متعدد مرتبہ شائع ہوئی ہے۔

مکرم و محترم الحاج بھائی جمیل احمد صاحب

زید مجدہم

اسم گرامی جمیل احمد ولد مولانا عبدالعزیز صاحب

پتہ ادارۂ ملیہ ملک پیٹھ قدیم حیدرآباد دکن۔ انڈیا۔

ولادت ۲۵ر شعبان ۱۳۲۱ھ بروز جمعہ بمقام حیدرآباد۔

ابتدائی تعلیم ابتدائی تعلیم اپنے ماموں کے یہاں رہ کر نظام آباد میں حاصل کی۔ اور مدرسہ عالیہ اور شمس العلوم بدایوں سے مولوی کامل کی سند حاصل کی۔ اور حیدرآباد میں منشی مولوی کے امتحانات پاس کئے۔ میٹرک تک انگریزی پڑھی۔

پھر پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل، مولوی عالم، اردو آنرز کی ڈگریاں حاصل کیں۔ نیز لاہور میں انٹرمیڈیٹ تک انگریزی تعلیم بھی حاصل کی۔

نکاح بحمداللہ، میرے مزاج اور نصب العین کے مناسب ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون سے ۱۳۴۸ھ میں میرا نکاح ہوا۔ جنھوں نے میرے تعلیمی اور دینی مشاغل میں اپنی خداداد صلاحیتوں سے بھرپور تعاون کیا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے کم و بیش ایک سو خطوط ان کی صحت و سلامتی کی دعاؤں اور

کارگزاری پر تحسین و آفریں کے کلمات سے مزین ہیں۔

میرے دو لڑکے اور ایک لڑکی ادارے کے تعلیمی اور انتظامی امور میں میرا ہاتھ بٹا رہے ہیں اور ان سب کو حضرت شیخ قدس سرہٗ ہی سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔

زندگی کے خصوصی احوال اس ناکارہ کا دوسری دفعہ بدایوں کا قیام اس زمانے میں تھا جب ملک میں انگریزوں کے خلاف سیاسی بیداری پیدا ہو رہی تھی۔ خلافت کی تحریک نے جنگ آزادی میں اتنی رُوح پھونک دی تھی شاہ عبدالقدیر صاحب اور مولانا عبدالماجد بدایونی کی وجہ سے ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۹ء تک اکثر زعماء ملت مثلاً حکیم اجمل خان، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا آزاد سبحانی، مولانا حسرت موہانی، مولانا ابوالمحاسن سجاد صاحب امیر شریعت بہار، مسٹر محمد علی جناح، وغیرہم سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ان میں سے اکثر کو بہت قریب سے دیکھنے کا بھی موقع ملا۔ خلافت، کانگریس، مسلم لیگ اور دوسری سیاسی تحریکوں میں شرکت بھی ہوئی۔

لکھنؤ میں مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے ہاں اکثر جانا ہوتا تھا۔ ان ہی کے مکان پر ایک دن حضرت شیخ الہندؒ اور گاندھی جی کی مجلس میں شرکت کا بھی اتفاق ہوا۔

خاکسار تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی سے ملاقاتیں رہیں۔ ان کی تحریک میں اگرچہ عملاً شریک نہیں ہوا لیکن حیدرآباد میں ان کی خواہش پر کام کی ابتدا میرے ہی ذریعہ سے ہوئی۔ اور نواب بہادر یار جنگ مرحوم نے ابتداءً میرے ہی سامنے ڈریس پہن کر بیلچہ کندھے پر رکھ کر اپنی کوٹھی میں مارچ کیا۔

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی سے بدایوں کے دوران قیام میں خاصا ربط رہا ۔ پھر حیدرآباد میں بھی برسوں خلا ملا رہا ۔ پٹھان کوٹ میں ان کے نظام کو بھی دیکھا ۔

رضاکار تحریک کے بانی جناب قاسم رضوی نے اپنا کام شروع کیا تو اس میں بھی سرگرمی سے حصہ لیا ۔

غرض ہر نئی تحریک اور ہر مشغلے کو قریب سے دیکھنے کا جذبہ شروع ہی سے کارفرما رہا ، چنانچہ ہر تحریک کا بہ غور مطالعہ کیا لیکن اللہ جلّ شانہٗ کا لاکھ لاکھ کرم اور احسان اس بندۂ ناچیز پر یہ ضرور رہا کہ مزا چکھا کر بلکہ رسوخ پیدا کروا کر ہر نظام سے واپس کھینچ کھینچ لیا ۔

تصوف اور سلوک کی تعلیم

بچپن سے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ تقویٰ اور تدین سے بھرپور تھا ۔ اہل اللہ کی والد ماجد کی وجہ سے گھر پر بکثرت آمد ہوتی تھی ۔ بہت سے خدارسیدہ بزرگوں کی بے پایاں شفقت اور عنایت اس ناچیز کے شاملِ حال شروع سے رہی ۔ ان میں سے بیشتر کی خدمت میں ، اللہ معاف فرمائے ، گستاخ و بے ادب بھی رہا ۔

بدایوں قیام کے دوران میں نے متعدد مرتبہ شاہ عبدالقدیر صاحب سے بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار بھی کیا مگر انہوں نے ہر دفعہ احسن طریقہ پر یہ کہہ کر ٹال دیا "کیا آپ مجھ سے بیعت نہیں ہیں ؟"

وہیں ایک دفعہ شوق ہوا تو کلمہ طیبہ کی زکوٰۃ یعنی سوا لاکھ بار پڑھنے کی وجہ سے حالت بھی بگڑ گئی تھی ۔

وہاں سے فراغت کے بعد حیدرآباد واپس ہو کر حضرت کمال اللہ شاہ صاحب جو مچھلی والے شاہ صاحب کے نام سے معروف تھے ان کی اور ان کے خلفاء مولانا

محمد حسین صاحب ، مولانا غوثی شاہ صاحب ، حضرت شاہ احمد حسین صاحب بالیمین کی خدمت میں بکثرت حاضری رہی ۔ ان مشائخ کی مجالس میں وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کی نہایت مؤثر انداز میں تشریح ہوا کرتی تھی ۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ مولانا عبدالباری پروفیسر جامعہ عثمانیہ ، مولانا الیاس برنی وغیرہم جیسے حضرات بھی ان مجلسوں میں شرکت کیا کرتے تھے ۔

میں حضرت شاہ احمد حسین صاحب بالیمینؒ کی خدمت میں زیادہ حاضر رہا کرتا تھا ۔ اپنی اَنا کی وجہ سے خوب رگڑائی کی نوبت آئی ۔ بڑی منت سماجت کے بعد حضرت نے بیعت سے مشرف فرمایا ۔

حافظ مقبول صاحب سے ملاقات اور جماعت میں شرکت

حضرت شیخ قدس سرہٗ سے اس ناکارہ کا تعلق تبلیغ و دعوت کے مبارک عمل کے طفیل میں ہوا ۔

میں چونکہ متعدد دینی اور سیاسی تحریکوں کا نہایت تلخ تجربہ رکھتا تھا اور بہت سی بظاہر عظیم ترین شخصیتوں سے قریبی تعلق کی بنا پر دیکھتا تھا کہ ظاہر تو نورانی اور جاذب نظر مگر اندرون اغراض خود نمائی حبِ جاہ و مال کی وجہ سے تاریک الّا ماشاء اللہ ۔ اس لئے کسی نئی تحریک کے نام سے وحشت ہوتی تھی

چنانچہ جب دہلی سے ایک تبلیغی جماعت حضرت مولانا الیاسؒ کے خلیفہ حافظ مقبول صاحب کی امارت میں حیدرآباد پہنچی اور اس کے کچھ حضرات میرے پاس بغیر اطلاع کے آئے تو میں نے اولاً اپنی مصروفیت کا عذر کر کے معذرت کر دی لیکن پھر ان کے اصرار پر صرف ۳ منٹ کا وقت دیا اور اس وقت مقررہ پر گھنٹی بجا دی تھی ۔ حضرت حافظ صاحبؒ جماعت سے میری اس پہلی ملاقات کا تذکرہ بڑی اہمیت سے فرمایا کرتے تھے ۔

غرض اس جماعت نے حضرت حافظ مقبول صاحب سے ملاقات کا عنوان بنا کر مجھے اس پر آمادہ کیا کہ سکندر آباد میں ان کے پروگرام میں شام کو شریک ہو جاؤں میں بہت ہی بادل نخواستہ وہاں اپنی قیام گاہ سے دس میل دور سکندر آباد کی اس مسجد میں پہونچا جہاں جماعت ٹھہری ہوئی تھی ۔

اجتماع ہو رہا تھا ۔ بیان کے دوران " اِذَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ شِبْرًا الخ " کی آواز کان میں پڑی تو دل نے ، جو بہرحال جویائے حق برسہا برس سے تھا ، صدا دی ۔ مولیٰ ! ایک بالشت نہیں پورے دس میل کا فاصلہ طے کر کے آیا ہوں ، اگر تیرے نزدیک اس تبلیغی کام میں حقانیت وصداقت ہے تو میرے قلب کو اس کے لئے منشرح فرما ۔ فَقَدِّرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ۔ اور اگر نہیں ہے تو میری اس سے حفاظت فرما ۔

بات سنتا رہا ۔ اشتیاق تو حضرت حافظ صاحب سے ملاقات کا تھا ۔ اجتماع کے بعد مسجد کے کونے میں بیٹھے ہوئے حافظ صاحب کی زیارت کرائی گئی ـــ تجربہ اور توقع کے خلاف نہ مسند نہ گدّا ، نہ جبّہ نہ قبّہ ، سیدھے سادے نحیف و نزار بزرگ نظر آئے ـــ دل نے حقانیت کا پہلا تاثر لیا ۔

ملاقات کے بعد لوگوں نے بہ لطائف الحیل رات گزارنے پر اصرار کیا ۔ ہمارے لئے اپنے آرام دہ پرسکون ماحول کو چھوڑ کر مسافروں کی طرح مسجد میں رات گزارنے کا تصور ہی مشکل تھا ۔ تاہم اصرار سے مجبور ہو کر نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن یہ سوچ کر قبول کر لیا کہ سوتے بن جاتے ہیں ، جب سب لوگ گہری نیند میں ہوں گے تو ہم چپکے سے چل دیں گے ۔ اکرام میں کسی نے کچھ بچھا دیا ، کسی نے تکیئے کے بجائے اپنا عمامہ ہی سرہانے رکھ دیا ۔ لیٹے تو آنکھ لگ گئی ۔ کچھ رات گئے گردن اکڑ گئی اور آنکھ کھل گئی تو ان نظروں نے جو کچھ دیکھا وہ اس سے پہلے کبھی نظر نہ آیا تھا ـــ

دلکش انداز میں کسی کے ذکر الٰہی کی آواز کان میں پڑی ۔ مسجد کا کونہ کونہ ذکر الٰہی اور نماز سحرگاہی سے منور تھا ۔ ایک طرف کو ایک بوڑھا وجاہتِ دنیاوی سے عاری اپنے رب کے آگے سربسجود تھا اور بلک بلک کر مولائے کریم سے امت کی ہدایت وعافیت کی بھیک مانگ رہا تھا ۔ ؏

ایں کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب

رہبان فی اللیل فرسان فی النہار کی عملی تفسیر سامنے آگئی ۔ دل نے ملامت کی ۔ جمیل احمد ! کبھی تجھے بھی اپنے سرکار کی امت پر ایسی گریہ وزاری کی توفیق ہوئی ؟ پھر وہ بے اختیار گواہی دے اٹھا ۔ کہ بلاشبہ اہل حق یہی لوگ ہیں ۔

چنانچہ صبح کو جب تشکیل کی گئی تو جماعت کے ساتھ دلّی جانے کا ارادہ ظاہر کر دیا ـــ یہ ۱۹۴۸ء کا واقعہ ہے ـــ کہ میں جماعت کے ساتھ دلی روانہ ہوا ۔ راستے میں امرآوتی کے اجتماع میں شرکت کا پروگرام تھا ۔ وہاں پہنچکر اچانک میری طبیعت خراب ہوگئی ۔ علالت کی نوعیت کے پیش نظر ساتھیوں نے طے کیا کہ حیدرآباد واپس لے چلیں ، مگر میں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھر سے نکل پڑے تو پھر واپس گھر نہیں جائیں گے ، ہر حالت میں دلّی ہی جائیں گے ۔ لہٰذا وہاں سے مجھے سیکنڈ کلاس میں منتقل کر دیا گیا ۔ غشی کے دورے پڑنے لگے ۔ نظام الدین تو اسی حالت میں پہونچا ۔ وہاں پہلے ہی اطلاع دی جا چکی تھی ۔ اور اس ناکارہ کا تعارف ایک تعلیمی درسگاہ کے بانی کی حیثیت سے کرایا جا چکا تھا ، نہایت اکرام کا معاملہ ہوا ۔ کئی حضرات تندہی سے تیمارداری میں مشغول ہوگئے ۔

حضرت مولانا یوسف صاحب سے ملاقات

میں تحریک کے سربراہ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ سے ملنے کے لئے بے چین تھا ۔ چند گھنٹے گزرنے کے بعد پوچھ ہی بیٹھا کہ آپ کے حضرت جی کہاں ہیں ؟ ان کا تو دیدار

کرائیے۔ بتایا گیا کہ وہ صاحب جو سب سے زیادہ آپ کی تیمارداری کر رہے ہیں وہی تو حضرت جی ہیں۔ اس عظیم المرتبت شخصیت کے تواضع اور انکسار سے دل بے انتہا متاثر ہوا۔ تین چار دن کے بعد جب صحت ہوئی تو حضرت جی نے فرمایا :

"اب مجھے اجازت دو۔ حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور جانے کا تقاضہ ہے۔ آپ کی علالت کی وجہ سے رُکا ہوا تھا"۔

میں نے عرض کیا۔ میں تو یہاں آپ ہی سے ملنے کو آیا تھا۔ آپ کے بغیر یہاں کیا کروں گا ــــ فرمایا :

"مولانا ! یوسف تو اس تبلیغی داستان کا ایک ورق ہے۔ ایسے بہت سے اوراق یہاں بکھرے ہوئے ہیں، ان کو پڑھتے جائیے"۔

چنانچہ پھر جس شخصیت سے بھی ملا خاص کر میوات کے سیدھے سادے لوگوں کے پاس بیٹھ کر ان کی سابقہ زندگی کے حالات سُن کر اور معنوی حیثیت سے ان کی قلب ماہیت دیکھ کر کام کی اہمیت اور کرنے والوں کی عظمت دل میں بیٹھتی چلی گئی۔ پھر اللہ رب العزت نے اس نسبت پر ملک اور بیرونِ ملک کے مختلف اسفار کی توفیق مرحمت فرمائی، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

حضرت شیخ رح سے ملاقات کی ابتداء

میں چونکہ اب تک مولانا یوسف صاحب ہی کو بڑا سمجھ رہا تھا لیکن جب حضرت شیخ کے متعلق علم ہوا تو حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ حضرت شیخ کو بھی اس ناکارہ کے بارے میں اطلاع ہو چکی تھی۔ چنانچہ جب میں سہارنپور پہنچا تو حضرت قدس سرہٗ نے غیر معمولی اکرام کا معاملہ فرمایا۔ اور اعلان فرمایا کہ :

"حیدرآباد سے ایک ماہر تعلیم آئے ہوئے ہیں۔ ان کو مدرسہ کا معائنہ کروایا جائے"۔

چنانچہ ناظم مدرسہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رح نے مجھے تمام شعبوں کا معائنہ کرایا۔ جب حضرت شیخ رح کے سامنے بے تکلفی کے ساتھ میں نے دینی درسگاہوں کے بظاہر جو نقائص نظر آئے ان کی نشاندہی کی اور کہا کہ اسی کی وجہ سے اکثر حضرات اپنے ذہین اور ہوشیار بچوں کو دینی مدارس میں بھیجنے میں تکلف کرتے ہیں۔ تو حضرت نے میری اس تنقید کو نہایت صبر و سکون سے سماعت فرمایا۔ اس وسیع القلبی نے میرے دل پر بہت اچھا اثر ڈالا۔

اس کے بعد متعدد اسفار تبلیغ ہی کے سلسلے میں سہارنپور اور کاندھلہ ہوئے اور حضرت سے نیاز حاصل ہوتا رہا۔ حضرت اقدس کارگزاریاں سُن کر سراہتے رہے۔

ایک دفعہ سہارنپور سے دلّی آتے ہوئے ٹرین کے سفر میں حضرت شیخ، حضرت مولانا یوسف صاحب اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت شیخ رح کے علوم مرتبت کو ان اندھی آنکھوں نے آج تک بھی نہ پہچانا۔ اس وقت تو اور بھی ناواقفیت تھی۔ بے تکلفی سے میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ معاً اپنی آٹوگراف بک نکال کر پیش کی اور آٹوگراف کی درخواست کی۔ فرمایا :

"آٹوگراف کیا ہوتا ہے؟"

میں نے عرض کیا، کوئی نصیحت اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمادیں۔ برجستہ حضرت نے تحریر فرمایا ؎

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم تر بود اندر جہاں

یہ شعر آٹوگراف بک میں تو ہے ہی۔ قلب حزیں پر بھی آج تک نقش ہے۔

حضرت حافظ فخر الدین صاحبؒ کا ارشاد کہ حضرت شیخ کا دامن پکڑ لو

ان ہی حاضریوں کے دوران دلی میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوریؒ کے خلیفہ حضرت حافظ فخر الدین صاحبؒ سے روابط بڑھے۔ حسبِ عادت حافظ صاحب سے بھی بے تکلفی کا معاملہ ہوگیا۔ ان کا کشف بہت مشہور تھا۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمایا:

"آپ کی تکمیل حضرت شیخ کے یہاں ہوگی۔ ان کا دامن پکڑ لو۔ مگر وہ آسانی سے بیعت نہیں کریں گے۔ ان سے چمٹ جانا۔"

میرے گزشتہ پیرو مرشد حضرت احمد صاحب بالیمین کا چونکہ مدت ہوئی وصال ہو چکا تھا اور کسی شیخ کامل کی تلاش تھی۔ چنانچہ ایک تبلیغی سفر کے دوران وقت نکال کر بیعت کی نیت سے حضرت کی خدمت میں سہارنپور حاضر ہوا۔ میں نے جب اظہار مطلب کیا تو فرمایا:

"میں تو گاؤں کے گاؤدیوں کو بیعت کرتا ہوں۔ آپ جیسوں کو حضرت مدنیؒ سے بیعت ہونا چاہئے۔"

جب میں نے عرض کیا۔ حضرت! میں تو صرف آپ ہی سے بیعت کے ارادے سے حاضر ہوا ہوں۔ بہت سے مشائخ کو دیکھ چکا ہوں مگر کسی سے مناسبت نہیں ہوئی۔ تو حضرت نے حضرت مدنی کے مناقب بیان فرمائے اور ایک تعارفی پرچہ لکھ کر مولانا عبدالمنان دہلوی مرحوم کے ہمراہ بہ اصرار مجھے دیوبند بھیجا۔ وہاں تین دن تک حضرت مدنیؒ کی خدمت میں میرا قیام رہا۔

اس اثناء میں دارالعلوم کی شوریٰ کے اجلاس میں حضرت شیخ بھی دیوبند تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت کے حسب الحکم یہاں حاضر ہوگیا ہوں مگر میں تو حضرت ہی کی غلامی میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ہی کے ساتھ واپس

سہارنپور آگیا۔ وہاں مکرر سہ کرر درخواست پر فرمایا:

"اچھا، رائے پور ہو آؤ۔"

میں نے عرض کیا:

"مجھے ذکر جہری سے بالکل مناسبت نہیں ہے۔"

(میں ہمیشہ ذکر جہری کے دوران کندھے ہلانے اور گردن کو جھٹکا دینے کے انداز کو مضحکہ خیز سمجھ کر تنقید کیا کرتا تھا)۔

حضرت نے میرے اس خیال کی تردید تو نہیں فرمائی۔ لیکن بہ اصرار پھر فرمایا کہ:

"رائے پور ضرور جاؤ۔"

میں نے عرض کیا کہ:

"میں گستاخ اور بے ادب واقع ہوا ہوں مجھے آپ کے سوا کوئی نہیں سنبھال سکتا۔"

جھٹکا دے کر فرمایا:

"میرے ہاں کیا رکھا ہے؟"

میں نے عرض کیا:

"اپنی نظروں کو کیا کروں؟"

غرض خوب کشمکش رہی۔

حضرت الشیخؒ سے بیعت

بالآخر جب میں نے قدم پکڑ لئے تب کہیں جاکر بیعت سے مشرف فرمایا۔

اس کے بعد میں حضرت کے حکم سے رائے پور روانہ ہوا۔ خانقاہ سے پہلے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے مزار پر فاتحہ کے لئے کھڑا ہوا تو ہر طرف سے "الا اللہ۔ الا اللہ" کی آوازیں آنے لگیں۔ میں حیران تھا کہ قریب میں نہ کوئی آدمی نہ آدم زاد۔ میں تن تنہا

کھڑا ہوں ۔ پھر یہ آوازیں کیسی ۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ درختوں کے پتے اور زمین کے ذرے سب ذکر میں مشغول ہیں ۔ اسی وقت يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الآية کا مفہوم دل پر کھلا ۔ اور دل کی حالت بدل گئی ۔

خانقاہ میں داخل ہوا تو حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ ایک تخت پر جلوہ افروز تھے ۔ مجلس پر سکوت طاری تھا ۔ میں خاموشی سے سب کے پیچھے جاکر بیٹھ گیا ۔ حضرت کو شاید کشف ہوا ۔ فرمایا :

"کوئی حیدر آبادی صاحب آئے ہیں ۔ ان کو قریب بلاؤ ۔"

ایک صاحب تلاش کرتے ہوئے میرے پاس پہنچے ۔ پھر میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا :

"مغرب کے بعد ملنا"

میں نماز سے فارغ ہو کر حجرہ شریف میں پہنچا تو بڑی شفقت سے اپنے قریب بٹھا کر خود ذکر کی تلقین فرمائی ۔ نفی اثبات کی دو تسبیحیں اور اسم ذات کی پانچ تسبیحیں ۔

یہ آج سے تقریباً تیس برس پہلے کی بات ہے ۔

اصل مقصود اتباعِ سُنّت ہے

قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت رائے پوری نے اپنی فراستِ ایمانی سے اسی وقت محسوس فرما لیا کہ یہ دائم المریض ضعیف انسان اس سے زیادہ پر مداومت نہیں کر سکے گا ۔

پھر تو بزرگوں کی توجہات سے کچھ ہی عرصے میں بحمد اللہ ذکر جہری سے نہ صرف یہ کہ مناسبت ہو گئی بلکہ ذکر کے دوران عجیب طرح کے انوار کا مشاہدہ ہوتا رہا ۔ میں حضرت شیخ کو ان کیفیات سے مطلع کرتا رہا ۔ اور حضرت نصائح فرماتے رہے اور خطوط میں بھی تحریر فرماتے رہے کہ :

"یہ انوار ، انوار ذکر ہیں ۔ یہ مبارک تو بہت ہیں مگر قابل التفات نہیں ۔ یہ ایسے ہیں جیسے راستہ چلنے والے کے لئے سڑک کے دونوں

طرف پھول پھلواری چمن ہو کہ وہ پر لطف و پر فضا اور راستہ چلنے میں معین تو ضرور ہوتے ہیں لیکن کوئی اگر اسی میں لگ جائے تو ظاہر ہے کہ راستہ قطع نہیں ہوگا ۔ اصل مقصود اتباع سنت ہے ۔ وہ جتنا بھی زیادہ حتیٰ کہ عادات میں بھی حاصل ہو جائے کمال ہے اور مقصود ہے ۔" وغیرہ وغیرہ

لذّتِ ذکر

حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حکم سے قریب قریب ہر سال حضرت رائے پوری کی خدمت میں حاضری ہوتی رہی ۔ زیادہ وقت رائے پور ہی میں گزرا لیکن اس کے علاوہ ایک دفعہ کوہ مری کے قریب گھوڑا گلی میں جہاں حضرت نے رمضان گزارا وہیں میرا بھی پورا رمضان گزرا ۔ وہاں حضرت مولانا علی میاں مدظلہٗ اور دیگر اکابر کی معیت بھی حاصل رہی ۔ لاہور میں صوفی عبد الحمید صاحب کی کوٹھی میں بھی حضرت رائے پوری کی خدمت میں قیام رہا ۔

میں اکثر اوقات یہ مصرعہ پڑھ کر ذکر جہری پر تنقید کیا کرتا تھا ؏

شیریں نشود دہاں بنام شکر

ایک دن رائے پور میں نہر کے کنارے بہ دورانِ ذکر ایسا محسوس ہوا کہ منہ میں شہد بھرا ہوا ہے اس وقت دل پر القا ہوا کہ بلاشبہ شکر شکر کہنے سے تو منہ میٹھا نہ ہوگا کہ یہ مخلوق کا کام ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اس لئے اس کے نام میں بھی تاثیر ہے ۔ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى کی تفسیر قلب پر منشرح ہو گئی ۔ بعد میں حضرت گنگوہیؒ کا یہ مقولہ بھی حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بار بار سُنا کہ :

"اللہ تعالیٰ کا نام اگر غفلت سے بھی لیا جائے تب بھی اثر کئے بغیر نہیں رہتا ۔"

کچھ عرصہ بعد ایک دن جبکہ لاہور میں صوفی عبد الحمید صاحب کی کوٹھی میں حضرت رائپوریؒ کی خدمت میں مقیم تھا ۔ ذکر کے دوران عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی ،

زبان بند ہوگئی ، اور انتہائی کوشش کے باوجود کلمہ کے الفاظ زبان سے نہیں نکل پا رہے تھے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تو چونکہ ذکر لسانی کی لذت اور کیفیت سے ناآشنا تھا اس لئے تجھے یہاں بھیجا گیا تھا ۔ اب اسی کی لذت میں اٹک گیا ۔ جا ۔ ذکر حقیقی کی تبلیغ کر ۔

میں نے گھر آکر حضرت کے خادم خاص جناب آزاد صاحب کے ذریعے خوانِ باریابی حاصل کی اور عرض حال کیا تو حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ نے مسکرا کر فرمایا :

" الحمدللہ ۔ مقصد پورا ہوگیا ۔ اب جاؤ ۔ جو چاہو کرو "

اس سے میں نے یہ سمجھا کہ اب جو مشغلہ اختیار کیا جائے اسی میں سلوک کے منازل طے ہو جائیں گے ۔

اجازت وخلافت

سنہ ۱۳۸۴ھ سے سوائے دو رمضان کے جو مدینہ منورہ میں گزرے میرا معمول حضرت شیخ قدس سرہٗ کی صحبت بابرکت میں پورا رمضان گزارنے کا رہا ۔

چنانچہ رمضان سنہ ۸۶ھ میں بھی حاضر خدمت تھا ۔ حضرت کا یہ رمضان دار جدید کی مسجد میں گزرا ۔ ۲۶ رمضان جمعۃ الوداع کے بعد میں اپنے معتکف میں معمولات میں مشغول تھا کہ اچانک بھائی ابوالحسن صاحب آئے اور کہا کہ :

" حضرت یاد فرماتے ہیں "

میں خالی الذہن حاضر خدمت ہوا ۔ تو حضرت نے حسب عادت کریمانہ نہایت شفقت سے اپنے پاس بٹھایا اور مختصر سی تمہید کے بعد فرمایا کہ :

" میں آپ کو چاروں سلسلوں میں بیعت کی اجازت دیتا ہوں "۔

میرے لئے یہ بالکل غیر متوقع بات تھی ۔ اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کی بناء پر کبھی اس کا گمان بھی نہ گزرا تھا ۔ چنانچہ عجیب کیفیت طاری ہوگئی ۔ بے ساختہ

چیخ نکل گئی اور گریہ طاری ہوگیا ۔

ہدیۂ مبارکہ

اس کے بعد حضرت نے روئی کے گدے کا ایک مصلّٰی یہ کہکر مرحمت فرمایا کہ :

" یہ وہ مصلّٰی ہے جسے میں نے اور مولانا یوسف صاحب نے برسوں مکہ و مدینہ میں استعمال کیا ہے "

میں حضرت کے پاس سے جاکر نماز میں مشغول ہوگیا ۔ بعد میں بھائی ابوالحسن سے معلوم ہوا کہ اس وقت حضرت نے ابوالحسن سے معلوم کروایا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں ۔

حضرت مولانا محمد احرار الحق صاحب زید مجدہم

اسم گرامی

محمد احرار الحق ابن فخر الدین۔

مدرسہ کا پتہ: مدرسہ نور العلوم بہرائچ صوبہ یوپی، ہندوستان۔

گھر کا پتہ: موضع بکری رسول پور ڈاکخانہ التفات گنج ضلع فیض آباد یوپی

ولادت سے لیکر دورہ سے فراغت تک:

والد صاحب کا لکھا ہوا یاد پڑتا ہے کہ غالباً سنہ ۱۹۳۲ء مارچ کا مہینہ منگل کا دن ہے۔

گھر سے دو فرلانگ دور موضع الن پور مدرسہ مصباح العلوم میں درجۂ سوئم تک تعلیم حاصل کی۔ والد صاحب کے زیر تربیت رہا۔

بمبئی مدرسہ دار العلوم امدادیہ دوٹانکی میں آمد نامہ سے شرح جامی بحث فعل تک، اس کے بعد دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث سے فراغت سنہ ۸۸ھ میں ہوئی۔

پہلا نکاح سنہ ۸۷ھ میں ہوا۔ اس کے بعد اس سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ذی قعدہ سنہ ۸۷ھ میں پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ تو سنہ ۸۸ھ ماہ رمضان المبارک میں دوسری شادی کی جس سے دو لڑکے تین لڑکیاں ہیں۔

سنہ ۱۳۸۱ھ سے اب تک عربی مدرسہ میں مختلف کتابیں پڑھا رہا ہوں۔

مختصر اور اہم احوال یہ کہ میں تحصیل معاش کے لئے بمبئی گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نامساعد حالات میں دار العلوم امدادیہ میں تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام یہ ہوا کہ دار العلوم دیوبند سے فراغت ہوئی اور حضرت شیخ کا دامن ملا۔

علاقہ کا ماحول

جہاں میں رہتا ہوں اس کے اطراف ۶، ۷ دار العلوم مظاہر علوم کے فضلاء موجود تھے۔ اب دو درجن کے لگ بھگ مولوی دار العلوم و مظاہر علوم کے ہوں گے۔ انگریزی تعلیم یافتہ بھی لوگ ہیں، مگر کم۔ ہمارے اطراف کے گاؤں میں جہاں اپنی رشتہ داریاں ہیں، ان میں اکثر صحیح العقیدہ دیوبندی مسلک کے لوگ ہیں۔ اکثر و بیشتر جاہل اور معمولی پڑھے لکھے ہیں؛ تبلیغی جماعت کی برکت سے عقیدۃً جماعت سے وابستہ اور اس کے مداح ہیں لیکن عملی طور سے تبلیغی سرگرمی کم ہے۔

ابتدائی تعلق اور پہلی زیارت

چودہ برس کی عمر رہی ہوگی، جب سے حضرت کو جانا۔ جاننے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ بمبئی میں جب میں تعلیم حاصل کرتا تھا، تو اسی زمانہ میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری بھی اسی مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ موصوف اونچی جماعت میں تھے، میں نیچے کی جماعت میں تھا۔ وہ پہلے دیوبند پڑھتے تھے۔ ان کی طبیعت خراب تھی جس کی وجہ سے تعلیم چھوڑ کر بمبئی چلے آئے تھے۔ موصوف تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوگئے تھے۔ اور حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ حضرت شیخ کو بھی جانتے تھے۔ موصوف فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب اصحاب خدمت بزرگوں میں سے ہیں۔ حضرت شیخ سے موصوف خط و کتابت بھی رکھتے تھے۔ حالات بھی بیان کیا کرتے تھے۔ تبلیغی نصاب کی کتابیں بھی کہیں کہیں پڑھی جاتی تھیں۔ یہی وہ زمانہ ہے جب۔۔۔

سے حضرت کو میں نے جانا۔

دار العلوم دیوبند میں شرکت کے لئے حضرت شیخ تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت پہلی زیارت ہوئی۔ یاد پڑتا ہے کہ دار العلوم کی بالائی مسجد میں پہلی زیارت ہوئی۔ اس کے بعد حضرت مدنی کے ساتھ بار بار دیکھنا نصیب ہوا۔

بیعت میں چونکہ ضلع فیض آباد کا رہنے والا تھا، اس لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے خوب واقف تھا۔ ہمارے اساتذہ وغیرہ حضرت مدنی ہی سے بیعت تھے۔ حضرت کی زیارت بھی ہوتی رہتی تھی۔ اس لئے دار العلوم پہونچکر حضرت مدنی کو خوب خوب دیکھا۔ اور عقیدت بڑھتی گئی۔ حضرت مدنی سے بیعت ہونے کو جی بھی چاہا۔ لیکن حضرت طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے بیعت نہ ہو سکا۔ مشکوٰۃ شریف پڑھ رہا تھا کہ ششماہی کے قریب حضرت کا وصال ہوگیا۔ جس کا بہت قلق و افسوس ہوا۔

سنتا رہتا تھا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک جان تین قالب ہیں۔ اس لئے ارادہ ہوا کہ حضرت مدنیؒ کے بعد ان دونوں حضرات میں سے کسی سے بیعت ہونا چاہئے۔ پھر خیال ہوا کہ حضرت رائپوری بھی حضرت مدنیؒ کی طرح ہو چکے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی تشریف لے جاویں۔ اور ہم کو پریشان ہونا پڑے۔ دوسرے یہ بھی بات ذہن میں تھی کہ حضرت فن تصوف کے ساتھ محدث اور فقیہ بھی ہیں۔ اس لئے بیعت حضرت شیخ سے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ہوگیا۔ جمادی الثانیہ ۷۷ھ میں یا کچھ ۱۵، ۲۰ دن کے فرق سے جمعہ کے دن سہارنپور میں بالمشافہ بیعت ہوگیا۔ مولانا عبداللطیف صاحب سلطان پوری اور میں دونوں ساتھ ساتھ بیعت ہوئے۔ جمعہ سے قبل بیعت ہوئی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے قبل کسی سے بیعت نہیں ہوا تھا۔

حضرتؒ کے چند ملفوظات

(۱)

علی گڈھ کے ایک صاحب جن کا نام مجھے معلوم نہیں ہے، جوان سیاہ ڈاڑھی اس وقت ان کی تھی، وہ حضرت کو بہت مانتے تھے اور حضرت ان کو بہت مانتے تھے۔ حضرت مدرسہ قدیم کی مسجد میں معتکف تھے۔ حضرت کی خواہش تھی کہ وہ رمضان پورا سہارنپور میں گزاریں۔

لیکن غالباً انہوں نے تین دن قیام فرمایا ۲۵ کو آئے اور ستائیسویں کی صبح کو حضرت سے مصافحہ کرکے جانے لگے تو حضرت نے فرمایا:

"رہ گئی بات کٹ گئی رات تم نہ آئے تو کیا سحر نہ ہوئی؟"

(۲)

ایک دفعہ مدرسہ قدیم کی مسجد میں "فضائل صدقات" جلد اول پڑھی جا رہی تھی، اس میں یہ شعر آگیا ؎

رنگالے ناچنید یاگُندھالے ناسی — تو کیا کیا کرے گی اری دن کے دن
نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی — کھڑی منہ تکے گی اری دن کے دن

حضرت اس کو بار بار پڑھتے رہے اور روتے رہے اور سامعین بھی روتے رہے۔

(۳)

حضرت کے یہاں پہلے صبح کو باسی روٹی اور باسی سالن بچا رہتا تو مہمانوں کے سامنے پیش کرتے۔ اور متعدد بار میں نے سُنا ہے کہ فرماتے:

"ایک بھٹیارا تھا، وہ باسی روٹی دو پیسہ میں بیچتا اور تازہ روٹی

ایک پیسہ میں۔ اس کی سادی باسی روٹیاں بِک جایا کرتیں۔ کسی نے اس سے وجہ پوچھی تو کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باسی روٹی کا زمانہ زیادہ قریب ہے اس لئے باسی کی قیمت دو پیسہ اور تازہ کی قیمت ایک پیسہ ہے۔"

(۴)

متعدد دفعہ فرمایا کہ:

"ایک شخص نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مرنے لگوں تو میرے پاس آنا میں ایک چیز بتلاؤں گا۔ اتفاق سے وہ ایک دفعہ بیمار پڑ گیا اس کے قریب لوگ گئے، وہ سمجھ رہے تھے کہ کوئی خزانہ بتلائے گا اس لئے موقع کے متلاشی تھے۔ بیماری کو دیکھ کر انہوں نے سوچا کہ جلدی کر کے پوچھ لیں تو کہا کہ آپ نے ایک چیز بتانے کو کہا تھا وہ بتلا دیجئے تو اس شخص نے کہا کہ "دسترخوان پر جو روٹیوں کے ٹکڑے پڑے ہوں جن پر سالن گر گیا ہو اس کو کھا لیجیو"۔

(۵)

متعدد دفعہ فرمایا کہ:

"ایک تبلیغی سفر میں علی میاں صاحب اور مولانا منظور نعمانی صاحب اور صوفی عبدالرب صاحب لکھنؤ سے سہارنپور تشریف لائے۔ مولانا علی میاں صاحب اور مولانا منظور نعمانی صاحب نے کہا کہ دوپہر کا کھانا ہم شیخ کے ساتھ کھایا کریں گے صوفی عبدالربّ صاحب نے بھی اس پر اصرار کیا کہ میں بھی شیخ کے ساتھ کھایا کروں گا جب تک سہارنپور میں ان حضرات کا قیام رہا میرے ساتھ کھاتے رہے اور جب جانے کا دن ہوا تو صوفی عبدالربّ صاحب

نے کہا: "مجھے آپ سے تنہائی میں بات کرنا ہے"۔

میں نے کہا کہو۔ تو صوفی صاحب نے کہا کہ:

میں بہت غور سے اب تک آپ کی ڈاک اور منی آرڈر اور ہدیہ وغیرہ دیکھتا رہا، آپ کے خرچ کی حیثیت سے وہ بہت کم ہے کیا آپ کو دست غیب ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ تبلیغی جماعت والے کہتے رہتے ہیں نکلو، اللہ کے راستہ میں نکلو اللہ کے راستہ میں۔ اور مولوی لوگ حقوق حقوق کہتے رہتے ہیں۔ ہم کس کی بات مانیں اور کس کی بات نہ مانیں؟

میں نے پہلی بات کا جواب دیا کہ:

ہاں، دست غیب ہے، وہ یہ ہے کہ آپ قرض لیکر کام کر لیا کریں اور وقت موعودہ پر ادا کر دیا کریں اور اگر آپ کے پاس نہ ہو تو دوسرے سے لیکر ادا کر دیا کریں پھر دوسرے کو تیسرے سے لیکر وقت موعود پر ادا کر دیں، اسی طرح ادا کرتے رہیں اور جب کوئی چیز منگائیں تو یہ نہ کہیں کہ اتنے پیسہ کی اتنے روپیہ کی لاؤ بلکہ یہ کہو ایک کلو آدھا سیر ایک دھڑی لاؤ۔

انہوں نے کہا کہ ہاں سمجھ میں تو آتا ہے لیکن مشکل ہے۔ میں نے کہا کہ کیا دست غیب آسان ہے؟

دوسرے سوال کا جواب میں نے یہ دیا کہ:

اگر گھر پر کوئی دیکھ بھال کرنے والا معتمد منتظم آدمی ہو تو مولوی کا کہنا نہ ماننا، بلکہ جماعت میں نکل جانا، گھر والی بیوی کو خط لکھتے رہو کہ تیری یاد بہت آتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

(۶)

جب اپنے بڑوں میں کوئی اختلاف پایا گیا اور حضرت شیخ کے یہاں دونوں

جمع ہوئے ایسے موقع پر حضرت نے متعدد مجلسوں میں سُنایا کہ :

"اونٹ پہاڑ کے نیچے سے گزر گیا ہے ان کے اکٹھا ہونے سے میرے اوپر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔"

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کانگریسی تھے اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رح لیگی تھے، بہت سخت اختلافات تھے۔ ایک دفعہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ دسترخوان پر تشریف فرما تھے اتنے میں سُنا کہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ اب کیسے بلواؤں، آپ تشریف لیجائیں تو بلواؤں۔ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کو بلوائیے۔ چنانچہ ان کو بلوایا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہنسی مذاق ان کے ساتھ کرنا شروع کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا اس کی مناسبت سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ابوالدیک کا لقب دیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ بھی اختلاف نہیں ہے۔ اس وقت سے اگر دو آدمی ایسے میرے پاس آجاتے ہیں تو میں کہا کرتا ہوں کہ اونٹ پہاڑ کے نیچے سے گزر گیا ہے اب میرے اوپر اس کا اثر بھی نہیں ہوتا۔

(۷)

۸۲ھ یا ۸۳ھ کا واقعہ ہے، سحری کے لئے حضرت رح نے مہمانوں کو بلوایا، ایک مہمان نہیں آئے تو حضرت نے پوچھا کہ :

"فلاں مہمان کہاں ہیں؟"

ایک صاحب نے جواب دیا کہ غسل کر رہے ہیں تو حضرت نے مزاح کے طور پر حضرت مولانا منوّر صاحب مدّ فیوضھم سے فرمایا کہ :

"مولوی منوّر! رمضان میں تو شیطان بند رہتا ہے۔"

(۸)

ایک دفعہ فرمایا کہ :

"جی چاہتا ہے کہ پیسہ پاس نہ ہو اور کوئی ضرورت اٹکے نہ۔"

(۹)

متعدد بار فرمایا کہ :

"مولانا عطاء اللہ صاحب بخاری رح کہا کرتے تھے" یہ کچا گھر مشترک ہے۔"

رشوت دے رہا ہے؟

رمضان المبارک سہارنپور گزار رہا تھا۔ بہرائچ کے ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ حضرت سے سفارش کر دو کہ حضرت میری اہلیہ کو غائبانہ بیعت کر لیں۔ میں نے حضرت مولانا مسعود الٰہی صاحب سے کہا کہ آپ سفارش کر دیں میری ہمت نہیں ہوتی۔ اوّل اوّل مولانا مسعود الٰہی صاحب نے مجھے بھیجنے کی کوشش کی۔ لیکن میرے زیادہ اصرار پر وہ تشریف لے گئے، اور حضرت سے کہا کہ یہ مولوی احرار کے آدمی ہیں، حضرت ان کی اہلیہ کو بیعت کر لیں۔ حضرت نے فرمایا :

"اس کو بھیجو۔"

جب میں ڈرتے ڈرتے گیا تو حضرت نے فرمایا کہ :

"جب یہ تیرے آدمی ہیں تو تو نے دوسرے کو واسطہ کیوں بنایا۔ خود کیوں نہ آیا۔ جا تجھ سے تین دن تک بات نہ کروں گا۔"

حضرت کے اس فرمان سے ایسا معلوم ہونے لگا کہ زمین میرے پیر کے نیچے سے ہٹ گئی، آکر لوگوں سے پوچھنے لگا کہ کیا کریں۔ لوگوں نے مختلف تدبیریں بتلائیں۔ پھر

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ:

"حضرت کا پیر پکڑ کر معاف کرالو"

چنانچہ اسی دن کانپتے ڈرتے بڑی ہمت کر کے پہونچا۔ اور حضرت کا پیر پکڑ کر معاف کرالیا۔ اور اپنی مرعوبیت کا عذر پیش کیا۔ اور حضرت خوش ہوگئے۔ اس کے بعد میرے پاس ایک نیارو مال تھا اس کو ہدیہ میں دینے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ:

"یہ رشوت دے رہا ہے؟"

میں نے کہا کہ حضرت یہ اس لئے دے رہا ہوں کہ حضرت اس کو قبول فرمالیں گے تو مجھے تسلی ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت نے اس کو قبول فرمالیا۔

بیکار پیسہ صرف کرنے پر تنبیہ

حضرت جب حج کو تشریف لے جایا کرتے تو لوگوں کو روک دیا کرتے کہ وہ نہ آئیں۔ حضرت کے روکنے کے باوجود میں چلا گیا۔ حضرت نے مصافحہ نہیں کیا، اور کہا کہ:

"جب روک دیا تھا تو کیوں آیا؟!"

پھر بعد میں مصافحہ کرلیا۔

اس کے دوسرے یا تیسرے سال حضرت پھر تشریف لے جارہے تھے۔ پھر میں دہلی پہونچا۔ تو حضرت نے مصافحہ نہیں فرمایا۔ اور کہا کہ:

"اس سے پہلے بھی تم کو روک چکا تھا۔ پھر بھی تم آگئے؟!"

چنانچہ تقریباً ایک ہفتہ قیام رہا۔ اور حضرت مصافحہ نہیں کررہے تھے طبیعت بہت مرجھائی مرجھائی سی تھی۔ حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب نے حضرت سے فرمایا کہ:

"مولوی احرار بہت رنجیدہ ہیں۔ بہت اداس ہیں۔ کھانا بھی ان سے نہیں کھایا جارہا ہے"

اس پر حضرت نے فرمایا کہ: "کیوں؟"

مولانا اظہار الحسن صاحب نے فرمایا کہ:

"آپ نے ان سے مصافحہ نہیں کیا اس لئے"

حضرت نے فرمایا کہ:

"وہ تو میرے مخصوص لوگوں میں سے ہے یہ سب تو پیار کی باتیں ہیں"۔

غالباً جس صبح کو حضرت جانے والے تھے، اسی رات کو مغرب کے بعد حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدفیوضہم نے حکیم مولانا محمد الیاس صاحب مدظلہ العالی سے کہا کہ مولوی احرار کا مصافحہ حضرت سے نہیں ہوا ہے وہ پریشان ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا حکیم محمد الیاس صاحب مدظلہ العالی نے حضرت سے تذکرہ کیا۔ حضرت نے فوراً بلایا۔ اور مصافحہ کیا اور دعائیں دیں اور فرمایا کہ:

"دیکھ پیارے! نظام الدین والے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیتے ہیں۔ ملاقات نہیں ہوتی۔ بات چیت نہیں ہوتی۔ نہ تو مجھے دیکھے نہ میں تجھے دیکھو۔ بیکار پیسہ صرف ہوتا ہے۔ ایسے آنے کیا فائدہ ہے؟!"

ایک دو ڈانٹ اور ہے جو خطوط میں درج ہے۔

اصلاح کا ایک انداز

مجھے یاد نہیں پڑتا کہ مالی عطیہ کی کوئی صورت پیش آئی ہو۔ اس کی ایک وجہ میرے ذہن میں ہے، وہ یہ کہ ہے کہ شاید حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ چاہتے ہوں کہ سہارنپور آنے میں خالص نیت اپنی اصلاح کی ہو۔ مال کے ملنے سے کہیں نیت میں فتور نہ ہو جائے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ مجھ جیسے آدمی کے لئے حضرت چاہتے رہے ہوں گے کہ جس قدر جانی اور مالی محنت اور جدوجہد اپنی اصلاح کے لئے ہو وہ بہتر ہے۔ میرے حالات کے مناسب یہی رہا ہوگا۔

حضرت کے مشورہ پر عمل سے کایا پلٹ جاتی تھی؛

اپنا معاملہ تو یہ تھا کہ اپنے گھریلو معاملات و مناقشات تک جو باعث تشویش ہوں، اسی طرح دوسروں سے جو معاملات تشویش پیدا کرتے ہوں ۔ سارے ہی لکھ دیا کرتا تھا ۔ پھر حضرت کے مشورہ پر عمل کرتا تھا حضرت کے مشورہ پر عمل کرتے ہی کایا پلٹ جاتی تھی ۔

قیام دیوبند کے زمانہ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء و مریدین و متوسلین سے کافی تعلق تھا ۔ وہ حضرات مشورہ دیتے تھے کہ حضرت سے اپنے حالات بتا کر ذکر پوچھو اور زیادہ کی خواہش ظاہر کرو ۔ اس طرح پر کیا تو حضرت نے ذکر میں ترقی دی۔

اس کے بعد حضرت شیخ کے پرانے مریدین متوسلین نے کہا کہ جب تک رغبت کا اظہار کر کے ذکر نہ پوچھو گے حضرت نہ بتلائیں گے ۔ چنانچہ پاس انفاس ذکر قلبی و مراقبہ کا ذکر حضرت نے اسی طرح تلقین فرمایا ۔

بقیہ باتیں حضرت کے مکتوبات سے دریافت ہو جائیں گی ۔

خلافت

حضرت مولانا سجاد حسین صاحب، حضرت مولانا معین الدین صاحب اور خادم ناچیز راقم الحروف کو حضرت شیخ نے رمضان المبارک ۸۰ھ کی ستائیسویں شب میں اجازت مرحمت فرمائی، جس شب کو عوام شب قدر کہتے ہیں ۔ ایک مصلّٰی مجھ کو عطا فرمایا تھا ۔ حضرت مولانا محمد ہارون صاحبؒ ابن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بھائی جناب ابو الحسن صاحب مدظلہ موجود تھے ۔

اس وقت نہیں لکھا، البتہ جو یاد پڑتا ہے، وہ یہ کہ حضرت نے فرمایا :

" مولوی احرار پیارے ! جس نسبت کو حاصل کرنے کے لئے تم نے اس ناکارہ سے حسن ظن رکھا تھا اللہ تعالیٰ نے وہ تمہیں مرحمت فرمائی ہے،

میں تم کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی طرف سے بیعت کی اجازت دیتا ہوں"

اس کے بعد فرمایا کہ :

" میں تم کو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سُنّتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو ۔ اور اہل سُنّت والجماعۃ سے وابستہ رہو اور بدعت اور معاصی سے بچو"

اور غالباً یہ بھی فرمایا کہ :

" اس کی بہت حفاظت کیجیو"

پھر ۲۹ر رمضان کو تقریباً بارہ ۱۲ بجے حضرت نے ہم تینوں کو بلایا، اور اکمال وارشاد کے خصوصی مطالعہ کرتے رہنے اور تبلیغی جماعت کی نصرت کو کہا ۔ اور کہا کہ :

" خرابی کہاں نہیں ہے ۔ دیوبند نہیں ہے کہ سہارنپور نہیں ہے ۔ کیا عیوب کو اُچھالا جاتا ہے یا اس کی اصلاح کی جاتی ہے ؟"

حضرت نے متعدد خطوط میں لکھا کہ رمضان اپنے یہاں میرے اور اپنے احباب کو لیکر گزارو ۔ لیکن میرے اوپر اس کا اثر تھا کہ حضرت کی زندگی میں حضرت کے ساتھ گزاریں بعد میں تو اپنے یہاں گزارنا ہی ہے ۔ یہ بھی سوچا تھا کہ حضرت کے منشاء کے خلاف اگر سہارنپور کا قیام ہوگا تو حضرت واپس کر دیں گے ۔ لیکن حضرت نے واپس نہیں فرمایا ۔

مِشکوٰۃ پر نوٹ لکھنے کی ہدایت

حدیث پر کچھ لکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا تھا ۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ :

" مشکوٰۃ پر بطریقِ نوٹ اور یادداشت و تحشیہ کے کچھ لکھتے رہا کرو ۔ اس سے حدیث میں توغّل اور نظر پیدا ہو جائے گی"

حضرت مولانا قطب الدین گیاوی صاحب

زید مجدہم

اسم گرامی محمد قطب الدین گیاوی مظاہری ۔

مقام وپوسٹ پرسادی انگلش وایا اروَل ضلع گیا صوبہ بہار حال مقیم محلہ خان عالم پور ۔

مظاہر علوم سہارنپور (یوپی) سے بفضلہ تعالیٰ ۱۳۸۲ھ میں تحصیل علوم سے فراغت ہوئی تھی ۔

ولادت تاریخ پیدائش تحقیقی طور پر معلوم نہ ہوسکی ، تقریباً ۱۹۴۰ء میں میری پیدائش بتلائی جاتی ہے واللہ اعلم بالصواب ۔

ابتدائی دنیوی تعلیم اس ناکارہ کو بچپن میں مقامی مکتب کی تعلیم کے بعد بستی کے سرکاری اسکول میں داخل کردیا گیا تھا۔ اسکول میں درجہ ششم تک اردو، ہندی، حساب، جغرافیہ، تاریخ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی ۔ بفضلہ تعالیٰ اسکول میں بھی اچھے واعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوتا رہا ۔ مجھ پر اساتذہ کی شفقت رہتی تھی ۔ طلبا رکی حساب وغیرہ کی کاپیاں یہ ناکارہ دیکھا کرتا تھا ۔

دینی تعلیم درجہ ششم کے سالانہ امتحان کے بعد گرمی کی تعطیل میں یہ ناکارہ اپنے گھر پر تھا تو ہمارے سب ڈویژن جہاں آباد ضلع گیا کے مدرسہ عربیہ کے ناظم صاحب رمضان کی تعطیل میں ہماری بستی میں تشریف لائے ۔ رات کو بیان ہوا ، اور بیان کے بعد ہمارے والد صاحب سے ملاقات ہوئی اور گفتگو کے بعد فرمایا کہ :

"اپنے لڑکے محمد قطب الدین کو ہمارے مدرسہ میں داخل فرمادیں"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کو اس ناکارہ کے بارے میں خیر کا فیصلہ فرمانا تھا اس لئے گرمی اور رمضان کی تعطیل کے بعد اس ناکارہ کو مدرسہ عربیہ اسلامیہ جہاں آباد میں شوال میں داخل کردیا گیا ۔

ابتدائی عربی ہدایۃ النحو، نورالایضاح، تیسیر المنطق وغیرہ سے فراغت کے بعد اسی مدرسہ کے استاذ محترم حضرت مولانا نظام الدین صاحب قاسمی ہم دونوں ساتھیوں یعنی قطب الدین وتجمل حسین گیاوی کو لیکر دیوبند میں داخلہ کی نیت سے پہنچے ، مگر مشیت ایزدی سے وہاں امدادی داخلہ درجہ ابتدائی میں نہ ہوسکا ۔ پھر مدرسہ مظاہر علوم میں لائے اور بفضلہ تعالیٰ کافیہ، قدوری، فصول اکبری ومرقات وغیرہ میں امدادی داخلہ ہوگیا ۔ اور نصیحت وتنبیہ کے بعد استاذ محترم وطن واپس ہوگئے ۔

اس کے بعد سے یہ ناکارہ بفضلہ تعالیٰ ذوق وشوق اور محنت سے پڑھتا رہا ۔ اور ہر سال کم ازکم دو کتابوں کا تکرار کراتا رہا ۔ اور بفضلہ تعالیٰ اساتذہ کی دعاؤں سے اکثر کتابوں میں ہر سال اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوتا رہا جیساکہ مدرسہ کی روداد ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے ۔ اور بہت سی کتابیں اس ناکارہ کو منجانب مدرسہ انعام میں ملتی رہیں ۔ اور چونکہ کتابیں خریدنے کا شوق بھی اللہ نے دے رکھا تھا اس لئے انعامی کتابوں کے علاوہ باقی دوسری کتابیں ہر سال خرید لیتا تھا ۔ چنانچہ الحمدللہ

دورۂ حدیث کے علاوہ مشکوٰۃ شریف تک تقریباً تمام درسی کتابیں اس ناکارہ کے پاس موجود ہیں، اللہ تعالیٰ استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

پھر شعبان ۱۳۸۲ھ میں بفضلہ تعالیٰ دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی۔ اس طرح ۱۳۷۶ھ میں غالباً داخلہ ہوا تھا اور اسی مادرِ علمی میں چھ سال علم حاصل کر کے ۱۳۸۲ھ میں فراغت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ علم و عمل کی دولت سے مالامال فرمائیں اور عالمِ باعمل فرماویں، اور ان علوم دینیہ کو اس ناکارہ کے دارین کی بلاؤں سے نجات دلانے کا اور دارین کی ترقیات کا ذریعہ فرماویں نامرضیات سے حفاظت فرما کر اپنی مرضیات پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رضا و محبت عطا فرماویں۔ آمین

نکاح و اولاد

اس ناکارہ کا نکاح ۱۳۸۲ھ دورۂ حدیث کے سال میں ہوا تھا۔ مقام و پوسٹ سکوڑہ وایا پالی گنج ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں بندہ کا سسرال ہے۔

بندہ کی اولاد فی الحال چار ہیں۔ ان میں سے تین لڑکے ہیں۔ بڑا لڑکا خیر الدین بارہ سال کا ہے، اب تک تقریباً اٹھارہ ۱۸ پارے حفظ کر چکا ہے۔ دوسرا لڑکا صلاح الدین ہے جس کی عمر تقریباً ۵ سال ہوگی۔ تیسرا لڑکا فلاح الدین ہے، جس کی عمر تقریباً اڑھائی سال ہے۔ ایک لڑکی بڑے لڑکے سے چھوٹی ہے، جس کی عمر تقریباً آٹھ ۸ سال ہے، خدیجہ خاتون اس کا نام ہے۔

ہمارے یہ چاروں بچے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی حیات طیبہ میں پیدا ہو چکے تھے اس لئے ان چاروں کے نام بندہ کی درخواست پر حضرت نے تجویز فرمائے تھے۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی تو اس ناکارہ اور گھر والوں سبھی سے بیحد شفقت و محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کو ہم لوگوں کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائیں

وہاں کے درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔

دینی خدمت کا آغاز

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ جب بندہ نے شعبان ۸۳ھ میں فنون وغیرہ سے فراغت حاصل کر لی۔ پھر جب شوال ۸۳ھ کا مہینہ آیا، جو مدرسہ کی تعلیم کے اعتبار سے شروع مہینہ ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور نعمت عظمیٰ سے نوازا کہ مدرسے کے حضرات میں استاذ محترم حضرت مولانا جمیل الرحمان صاحب نور اللہ مرقدہٗ ناظم مدرسہ شاخ نے فرمایا کہ:

”مدرسہ مظاہر علوم کی شاخ میں ایک ابتدائی عربی مدرس کی ضرورت ہے تم درخواست دے دو، انشاء اللہ منظور ہو جائے گی۔“

چنانچہ بندہ نے اپنے بزرگوں اور استاذوں وغیرہ سے مشورہ کیا تو سب نے یہی مشورہ دیا کہ اس موقعہ کو غنیمت جانو، قلت تنخواہ کو مت دیکھو بلکہ توکل علی اللہ درخواست دے دو، انشاء اللہ آگے چل کر دارین کی ترقی کا ذریعہ ہوگا۔ بندہ نے پھر خاص کر حضرت شیخ دامت برکاتہم سے مشورہ کیا تو حضرت اقدس نے بھی فرمایا کہ:

”استخارہ مسنونہ کر لو۔“

تو بندہ نے استخارہ کر کے درخواست دے دی، بفضلہ تعالیٰ درخواست منظور ہو گئی اور شوال ۸۳ھ میں بندہ مبلغ تیس ۳۰ روپے ماہانہ وظیفہ کے ساتھ مدرسہ مظاہر علوم کی شاخ ابتدائی عربی تعلیم کے مدرس کی حیثیت سے بحال ہو گیا۔ اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر۔

اس کے بعد بفضلہ تعالیٰ ۸۶ھ کے ابتداء میں مولوی محمد رفیق صاحب پرتاب گڈھی مدرسہ شاخ کی مدرسی و نگرانی سے استعفیٰ دے کر چلے گئے تو اربابِ مدرسہ

نے ان کی جگہ بندہ ضعیف و ناتواں کو بارہ ۱۲ روپے مزید ماہانہ وظیفے کے ساتھ علاوہ تنخواہ کے طلبار شاخ کی نگرانی کی خدمت بھی سپرد کی ۔ بندہ اس خدمت کے قبول کرنے سے بہت گھبرا رہا تھا ۔ چونکہ اخیر دور کے طلبہ کی نگرانی بہت مشکل اور اہم ہے مگر جب حضرت شیخ قدس سرہٗ سے اس کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت نے فرمایا :

"اللہ کا نام لیکر قبول کرلو۔"

تو اس خدمت کو بھی اللہ کی ذات کریم پر بھروسہ اور حضرت اقدس کی توجہ پر اعتماد کر کے قبول کرلیا اور اس خدمت کو الحمدللہ باحسن وجوہ انجام دینے لگا ۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ ۔

پھر مولانا جمیل الرحمٰن صاحب کے ۱۳۹۹ھ ماہ رمضان میں وصال کے بعد ارباب مدرسہ کی تجویز اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کے مشورہ کے مطابق شاخ کے جملہ امور کی نگرانی وذمہ داری بھی ایک سال تک بفضلہ تعالیٰ انجام دی ۔

اس کے بعد مدرسہ شاخ کی تمام عربی تعلیم مظاہر علوم میں منتقل ہوگئی ، اور بفضلہ تعالیٰ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی دعا و توجہ کی برکت اور دوسرے اربابِ مدرسہ کی توجہ سے بندہ کو مدرسہ شاخ سے مدرسہ مظاہر العلوم میں منتقل کردیا گیا اور موجودہ مشغلہ بھی مدرسہ مظاہر علوم میں عربی درس وتدریس کا ہے اور شہر سہارنپور کے محلہ قلعہ نواب گنج میں پیش امام کا بھی ہے ۔

علاقہ کا ماحول

ہمارے تھانہ اور ڈاک خانہ مقام ارول میں مسلمانوں کی آبادی اور غیر مسلموں کی قریب برابر سرابر ہے ۔ اور وہاں پر دو مدرسے ہیں جن میں حفظ ، ناظرہ اور ابتدائی عربی فارسی کی تعلیم ہوتی ہے ۔ اور جمعرات کے روز تبلیغی اجتماع بھی ہوتا ہے ۔

اس کے علاوہ بندہ کے سب ڈویژن جہان آباد ضلع گیا میں بھی ایک اپنے

مسلک کا مدرسہ عربیہ اسلامیہ جہان آباد ہے ۔ اس ناکارہ کی ابتدائی تعلیم ہدایۃ النحو، قدوری وغیرہ تک اسی مدرسہ میں ہوئی تھی ، اس وقت ناظم مولانا ابوالبرکات تھے اور صدر مدرس مولانا نظام الدین صاحب خالش قاسمی تھے اور صدر مدرس صاحب ہی ناکارہ کو مدرسہ مظاہر علوم میں داخل کرا گئے تھے جیسا کہ پہلے ذکر کیا ۔ اور اس مدرسہ کے موجودہ ناظم حافظ قاری مولوی شوکت علی صاحب ہیں ۔

دوسرا مدرسہ اسی شہر میں بریلوی حضرات کا ہے غالباً عین الہدیٰ یا شمس الہدیٰ کے نام سے مشہور ہے ۔

اسی طرح تبلیغی کام بھی اچھا خاصہ ہوتا رہتا ہے اور اس سلسلے میں جمعرات کو جامع مسجد میں تبلیغی اجتماع بھی ہوتا ہے ۔

اس کے علاوہ اس ناکارہ کے خاص ضلع گیا میں اپنے مسلک کے دو مشہور و معروف قدیم مدرسے ہیں ۔ ایک مدرسہ قاسمیہ جس کے مہتمم حضرت حافظ قاری مولانا الحاج فخر الدین صاحب مدظلہ العالی خلیفہ مجاز حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ ہیں ۔ مدرسہ میں حفظ و ناظرہ سے لیکر درجہ اوسط تک تک تعلیم ہوتی ہے ۔

دوسرا مدرسہ انوار العلوم ہے ۔ جس کے بانی حضرت مولانا سجاد حسین صاحب قاسمی بہاری نور اللہ مرقدہٗ تھے ۔ اور موجودہ ناظم مولانا محمود الحسن صاحب گیاوی ہیں، اس میں درجہ حفظ و ناظرہ سے لیکر عربی اوسط تک کی تعلیم ہوتی ہے ۔

اور تبلیغی نقل وحرکت بھی خوب ہوتی ہے ۔ سارے ضلع کا مرکز تبلیغ چھوٹی مسجد محلہ گھسیار ٹولہ باڑی روڈ ضلع گیا ہے ، اس کے ذمہ داروں میں سے مولانا اصغر حسین صاحب مدظلہ العالی ہیں ۔

بیعت

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ جب بندہ شعبان ۸۳ھ میں حصولِ علمِ دین سے فراغت حاصل کی اس وقت اس ناکارہ کی عمر تقریباً اکیس ۲۱ سال تھی اور فنون ہی کے سال ۱۳۸۳ھ میں محض اللہ کے فضل و کرم سے جو بندہ پر ہمیشہ سے بلا استحقاق رہے ہیں ایک بزرگ کے واسطے سے جو بطور مہمانی حضرت مدظلہ کی خدمت میں آئے ہوئے تھے مولانا زبیر عالم صاحب چاٹگامی جو پوربی پاکستان (حال بنگلہ دیش) کے رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائیں دارین کی ترقیات سے نوازے کہ انہوں نے مجھے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے خصوصی تعلق پیدا کرنے کو کہا، گرچہ عمومی تعلق پہلے ہی تھا اور مشورہ دیا کہ تم اپنا پانچواں گھنٹہ خالی رکھ کر حضرت کو خطوط لکھا کرو انشاء اللہ دارین کی ترقیات و کامیابی کا ذریعہ ہوگا اور پھر خود ہی حضرت سے بندہ کا خصوصی تعارف کرا کے کہا کہ:

"یہ حضرت کو خطوط لکھا کریں گے"۔

بفضلہ تعالیٰ حضرت نے منظور فرمالیا۔

چنانچہ اس کے بعد سے ڈھائی تین سال تک حضرت کو خطوط لکھتا رہا، یہ بھی محض اللہ کے فضل و کرم سے ہوا۔ پھر اسی درمیان میں طرفین میں عقیدت و محبت بڑھی، اللہ نے وہ دن بھی نصیب فرمایا کہ بندہ نے حضرت اقدس قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کی شرافت و فضیلت حاصل کی ۸۳ھ کے وسط ہی میں۔

اسی طرح اللہ کے کرم پر کرم ہوتے چلے آرہے تھے کہ بندہ نے شعبان ۸۳ھ میں تعلیم سے فراغت کے بعد ذکر و شغل کی اجازت چاہی۔ حضرت نے اولاً مشفقانہ انکار اور پھر پابندی کی تنبیہ کے بعد اجازتِ ذکر جہر مرحمت فرمادی۔

بندہ نے یہ سوچ کر کہ اب آئندہ یہاں سے جانے کے بعد یہ بابرکت مقام و ہستیاں کہاں نصیب ہوں گے رمضان ۸۳ھ میں بھی حضرت ہی خدمت بابرکت میں رہ کر گزار دیا۔

یہ ناکارہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے سے قبل کسی اور سے وابستہ نہیں تھا بلکہ براہِ راست حضرت ہی سے ابتداءً بیعت ہوا۔ اور حضرت سے بیعت اور اصلاحی تعلق کی صورت وہی پیش آئی جو اوپر ذکر کی گئی۔

بیعت میں حضرت شیخ کا انتخاب

مختلف مشائخ میں سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو بیعت کے لئے اس ناکارہ کے انتخاب کی کئی وجوہ ہیں۔

سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مدرسہ مظاہر علوم (جو حضرت ہی کا مدرسہ ہے) میں داخلہ کی توفیق عطا فرمائی جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر حضرت کی زیارت و ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ادھر حضرت کے فیوض و برکات اور لوگوں کی رجوعات عامہ کو ہر وقت اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہتا تھا کہ عوام و خواص اکابر و اصاغر دیندار و دنیادار سیاسی یا غیر سیاسی ہر قسم کے لوگ حضرت کی خدمت میں آتے رہتے تھے حتیٰ کہ اپنے وقت کے مفسرین و محدثین اور مشائخ اور اولیاء کرام بھی آتے رہتے تھے۔ رجوعات عامہ بھی اس ناکارہ کے بیعت کے لئے محرک ہوا۔

نیز حضرت اقدسؒ سے بخاری شریف سے درس حاصل کرنے کا بھی شرف ہوا، یہ بھی ایک محرک ہے۔

نیز تقریباً ڈھائی تین سال حضرت کی خدمت بابرکت میں ڈاک لکھنے کا بھی شرف حاصل ہوا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اس دوران میں حضرت کے ظاہری و

باطنی فیوض وبرکات کا خوب مشاہدہ ہوا یہی محرک اعلیٰ ہے۔

بالمشافہ بیعت

اس ناکارہ کی بیعت حضرت سے بالمشافہ ہوئی ہے خط سے نہیں۔

اس ناکارہ نے بار بار بیعت کے لئے اصرار کے ساتھ درخواست کی تو حضرت یہ کہکر ٹال دیتے تھے کہ:

”ہم بھی یہیں ہیں اور تم بھی یہیں ہو“

پھر ایک روز فراغت کے بعد سنہ ۸۳ھ میں جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ حضرت نے حکیم محمد ایوب صاحب مدظلہ العالی کی مسجد میں بیعت بابرکت کی سعادت سے نوازا۔ اور معمولات کی پابندی کی تاکید وتنبیہ فرمائی اور کوئی خصوصی نصیحت یاد نہیں۔

خط وکتابت

بیعت کے بعد چونکہ اکثر یہ ناکارہ سہارنپور میں حضرت کی خدمت ہی میں رہتا تھا اس لئے تربیت واصلاح کے سلسلے میں زبانی بات چیت ہو جاتی تھی خط وکتابت کی نوبت بہت کم آئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ناکارہ مضمون نگاری نہیں جانتا اس لئے حضرت کی خدمت میں خط لکھنے سے بہت ڈرتا تھا کہ شاید کوئی بے ادبی وگستاخی اور مزاج عالی کے خلاف کوئی بات لکھی جائے۔ البتہ کچھ خط وکتابت ضرور ہوئی ہے لیکن فی الحال موجود نہیں ہے۔ تلاش کرنے کے بعد اگر وہ خطوط مل جائیں گے اور ان کے مضامین تصوف کے سلسلے میں مفید ہوں گے تو انشاء اللہ روانہ کر دیں گے۔

حضرت کی ڈانٹ

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی طرف سے بندہ کی یاد میں ایک مرتبہ ڈانٹ پڑی تھی، جب سبھی لوگ حضرت کے ساتھ دوپہر کا کھانا قریب قریب کھا چکے تھے اور یہ ناکارہ کچے گھر کے اندر والے کمرے میں حضرت کے لئے بستر وغیرہ جھاڑ کر بچھا رہا تھا اس وقت حضرت نے غالباً یہ فرمایا

تھا کہ:

”تم نے کھانا کھالیا؟“

بندے نے عرض کیا کہ ابھی نہیں۔ اس وقت حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا:

”کھانا ہو تو جلد کھالو ورنہ تمہاری مرضی“

تو بندہ ایک دم سے گھبرا کر دسترخوان پر پہنچ گیا۔

اور اس قسم کی ڈانٹ دوسرے پیر بھائیوں پر مثل مولوی احمد وغیرہ پر بھی ناکارہ کے سامنے کئی مرتبہ پڑی۔

عطایا

حضرت اقدس قدس سرہٗ کی طرف سے اس ناکارہ پر روحانی عطایا کے ساتھ مادی ومالی ھدایا کی بارش رہا کرتی تھی۔ شروع شروع میں لفافہ میں بند کر کے کبھی دس ۱۰ روپے کبھی بیس ۲۰ روپے اور کبھی بغیر لفافہ کے دے کر فرماتے تھے کہ:

”یہ تیری نذر ہے“

پھر بعد میں سو ۱۰۰ پچاس ۵۰ روپے عطا کرنے شروع کر دیے۔ خصوصاً جب یہ بندہ تبلیغ میں جاتا تھا اس وقت اور اسی طرح رمضان کے قبل اور رمضان کے درمیان میں دو ۲ دو ۲ تین ۳ تین ۳ مرتبہ عطا فرما دیا کرتے تھے چاہے حضرت کے ساتھ مسجد میں اعتکاف میں ہوتا تھا یا اپنے محلے کی مسجد میں اعتکاف میں ہوتا وہاں کبھی مولانا یامین صاحب مدظلہ العالی کی معرفت کبھی رقم کبھی چائے کا ڈبہ اور کبھی کپڑے وغیرہ عطا فرمایا کرتے تھے۔

اور کبھی بندہ کے واسطے سے بندہ کی اہلیہ کے لئے کچھ روپے دیکر فرماتے تھے کہ:

”یہ رقم اپنی گھر والی کو پہنچا دینا تیری نہیں“

اور اس ناکارہ کی معرفت محلہ پٹھان پورہ کے حاجی خلیل الرحمٰنؒ کے اہل خانہ کو جو بیوہ ہو چکی تھیں کبھی طلب پر اور اکثر بغیر طلب کے سو ۱۰۰ دو سو ۲۰۰ روپے کے قریب قریب

ارسال فرمادیا کرتے تھے اور تاکید فرماتے تھے کہ:

"خاص کر خلیل کی بیوہ کے ہاتھ میں روپیہ دینا اور کسی کو نہیں"۔

حاجی خلیل صاحبؒ حضرت رائے پوری کے خواص میں سے تھے۔

انداز تربیت

حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کا انداز تربیت اس ناکارہ کے ساتھ بظاہر بذریعہ ڈاک تھا۔ حضرت کی پوری توجہ دعا شفقت ومحبت ڈاک کے دوران میں رہتی تھی اور اس زمانے میں ناکارہ کو حضرت کی دعا، توجہ سے پورا پورا فائدہ ہوتا تھا۔ نیز جن دنوں میں بندہ حضرت کی خدمت میں ڈاک لکھا کرتا تھا ان دنوں میں بندہ کا قیام دفتر مدرسہ کے حجرہ میں تھا۔

جن ایام میں بندہ حضرت کی خدمت میں ڈاک لکھتا تھا ان دنوں حضرت نے اس ناکارہ کو دفتر مدرسہ کی مسجد میں امام بھی مقرر کر دیا تھا۔ ناکارہ امامت کے لائق نہیں تھا لیکن بندے کی سمجھ میں امام مقرر کرنا یہ بھی میری اصلاح وتربیت کے لئے ایک کڑی سی تھی۔

ذکر کا شوق وذوق

اس ناکارہ کو ذکر جہری کی اجازت ملنے کے بعد اور معمولات کے مقابلہ میں ذکر کا شوق وذوق زیادہ رہا اور ذکر میں خوب طبیعت لگتی تھی اور یہی جی چاہتا تھا کہ ہر وقت زیادہ سے زیادہ ذکر کرتے رہیں۔ اس دوران میں بفضلہ تعالیٰ گریاں بھی طاری ہو جاتا تھا۔ حضرت اقدس سہارنپور میں موجود ہوتے تھے تب بھی اور مدینہ وغیرہ کہیں سفر میں رہتے تھے تب بھی بندہ کچے گھر میں حاضر ہو کر ذکر کرنے کی کوشش کرتا تھا چونکہ وہاں ذکر میں زیادہ فائدہ محسوس ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ جب حضرت تکان وبیماری کی وجہ سے صبح کے وقت آرام کرنے لگے تو خدام نے حضرت کی پریشانی کا خیال کرتے ہوئے مجھے کہا کہ تم مسجد میں جا کر

ذکر کرلو حضرت کی نیند میں خلل ہوگا۔ تو غالباً حضرت نے میری دلجوئی اور ہمت افزائی کی خاطر فرمایا کہ:

"اس کو چھوڑ دو اور ذکر کرنے دو اس کے ذکر کرنے سے میری نیند میں خلل نہیں ہوگا"۔

ایک مرتبہ بندہ نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! بندہ کی مراقبہ وغیرہ میں اتنی طبیعت نہیں لگتی جتنی ذکر میں، تو فرمایا:

"کوئی حرج کی بات نہیں، کیونکہ مراقبہ سے مقصود اللہ کے ذکر وفکر اور دھیان کا پیدا کرنا ہے"۔

بندہ جب شاخ کا مدرس ونگران ہوگیا اور اس کے پاس ہی محلہ پٹھان پور میں امام مقرر ہوگیا تو ایک روز بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! مکان کے اعتبار سے اب آپ سے اس ناکارہ کی دوری ہوئی جارہی ہے اور حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کا موقعہ کم ہوتا ہے اس سے بڑی فکر ہوتی ہے۔ تو حضرت نے ایک بڑی اہم اور اونچی بات فرمادی کہ:

"کوئی حرج کی بات نہیں ہے، وہ پیر کیا جو دور کی خبر نہ رکھے"۔

بارہ تسبیح کے ذکر کی پابندی کرتے ہوئے جب کافی دن ہوگئے اور ذکر کا شوق بڑھا تو حضرت اقدس سے زیادتی کی درخواست کی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ:

"تعلیم کی ذمہ داری اہم ترین ہے پھر بھی اگر وقت میں گنجائش ہو اور دماغ میں تحمل ہو تو اسم ذات کا ذکر ایک ہزار تک کر لیا کرو"۔

امراض قلب میں سے ذکر وغیرہ کے معمولات میں سے ذکر میں طبیعت نہ لگنا، وسوسے آنا اور نمازوں میں حضور قلبی نہ ہونے کی جب کوئی شکایت کی تو فرمایا کہ:

"اس کی طرف توجہ نہ کرو، جہاں مال ہوتا ہے وہیں چور جاتا ہے، اہتمام

سے ذکر اور دوسرے معمولات کی پابندی کرو۔ انشاء اللہ یہ سب باتیں جاتی رہیں گی اور نماز و ذکر میں جی بھی لگے گا۔"

اس سلسلے میں بھی کوئی خط ابھی تک نہ مل سکا حالانکہ خطوط میں تے اہتمام سے رکھنے کی کوشش کی تھی، اگر مل گیا اور کوئی مفید مضمون ہوا تو لکھکر انشاء اللہ بھیجدیا جائے گا دوبارہ۔

خلافت وبیعت کی اجازت

حضرت نوراللہ مرقدہ کی طرف سے خلافت وبیعت کی اجازت ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ بمطابق ۵ نومبر ۱۹۷۶ء بروز جمعہ سہارنپور کے مشہور ومعروف قبرستان حاجی شاہ کمال الدین والا قبرستان میں ہوئی تھی۔ اس موقع پر حضرت نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ اکابر کا "سلوک واحسان" اور "اکمال" و "امداد السلوک" اہتمام سے مطالعہ میں رکھنا۔

اس وقت کوئی خاص چیز بطور یادگار کے مرحمت نہیں فرمائی تھی اور چونکہ اجازت زبانی ہوئی تھی تحریری نہیں اس لئے اجازت نامہ ملنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ بھائی ابوالحسن نے قبرستان پر ذکر کے دوران بلایا تھا اور حضرت نے اجازت مرحمت فرمادی تھی۔

غالباً ایک دن پہلے حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری مدظلہ العالی کو بھی اجازت ہوگئی تھی۔ اور اجازت سے پہلے حافظ صدیق احمد صاحب مدرس حفظ مدرسہ شاخ کی معرفت حضرت سے ایک پیراہن کی درخواست کی تھی حضرت نے فرمایا تھا کہ "دیدو"۔ چنانچہ الحمدللہ حضرت کے تبرکوں میں سے ململ کا ایک پیراہن مبارک موجود ہے۔

رمضان کا اعتکاف

چونکہ یہ ناکارہ حضرت اقدس کی موجودگی میں اکثر سہارنپور ہی میں موجود رہتا تھا۔ نیز یہ ناکارہ مع اہل وعیال کے سہارنپور ہی میں پہلے محلہ پٹھان پورہ میں مقیم تھا اور اب اس کے پاس ہی دوسرے محلہ خانعالم پورہ میں مقیم ہے۔ اس لئے جب حضرت سے رمضان میں اعتکاف کے بارے میں اجازت وشہود لیتا تھا تو حضرت حسبِ منشار اور حسب معمول یہی فرماتے تھے کہ:

"اپنے محلے کی مسجد میں خود بھی اعتکاف کرو اور اپنے دوست احباب کو بھی ترغیب دے کر اعتکاف میں بٹھانے کی کوشش کرو۔"

چنانچہ کبھی محلہ پٹھان پورہ کی مسجد میں اعتکاف کرتا تھا اور کبھی خوشامد اور اصرار کے ساتھ اجازت پاکر حضرت اقدس کے ساتھ دار جدید کی مسجد میں اعتکاف کرتا تھا۔

تصنیف وتالیف

چونکہ اس ناکارہ کا مزاج تصنیف وتالیف کا نہیں، اور بظاہر اس کی استعداد بھی نہیں، اس لئے نہ تو بندہ نے حضرت سے تصنیف وتالیف کا مشورہ کیا اور نہ حضرت نے اپنی طرف سے تصنیف وتالیف کا حکم دیا۔

باطل تحریکوں کے متعلق ہدایت

بندے کو اہل حق کی جماعتوں اور جمعیت کے ساتھ مل کر اہل باطل کی تحریکات اور سازشوں کے خلاف کام کرنے کی خصوصیت کے ساتھ زبانی یا تحریری ہدایت نہیں فرمائی البتہ ایک موقع پر مخصوص خدام جو ہر وقت حاضر باش رہتے تھے ان کی موجودگی میں جماعت اسلامی کی تحریک سے باخبر اور ہوشیار رہنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

تبلیغی کام میں شرکت

بفضلہ تعالیٰ اس ناکارہ کو طالب علمی کے زمانہ سے تعلیم کے ساتھ تبلیغی کام کا ذوق وشوق تھا

اور یہ ناکارہ فنون کے سال میں اللہ کی ذات عالی سے یہ حسن ظن رکھتا تھا کہ امسال انشاء اللہ حضرت اقدس کی خدمت کے طفیل اور تبلیغی کام کے صدقے مجھے ہمیشہ کی طرح اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کرنی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس ناکارہ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمادیا کہ اس سال میں باوجود کتابوں میں محنت کی کمی کے اچھے اور اعلیٰ نمبروں سے کامیابی عطا فرمادی۔

اس وقت سے لیکر اب مدرسی کے دور تک بھی بفضلہ تعالیٰ اس کام سے دلچسپی اور لگن ہے۔ اور مدرسے میں طلباء کے درمیان تبلیغی کام کی ذمہ داری طلباء کے ساتھ اس ناکارہ پر بھی ہے۔ چنانچہ مدرسے میں تبلیغی اجتماع کے سلسلے میں ارباب مدرسہ سے اجازت دلاتا اور دوسرا انتظام کرتا، اسی طرح جمعرات کے روز جماعت کی روانگی کے سلسلے میں کھانا کرایہ وغیرہ کے ذیل میں اخراجات دلاتا اور تبلیغی مشورہ اور روانگی کے وقت اکثر وبیشتر موجود رہتا اور روانگی کے آداب بیان کرتا، اسی طرح رمضان اور بقرعید کی تعطیل کے موقع پر جماعتوں کی روانگی کے سلسلے میں منجانب مدرسہ اجازت وسہولت اور اخراجات دلانے کی کوشش کرتا ہے۔

حضراتِ نظام الدین جب تشریف لاتے تھے تو مدرسے میں جلسے کے لئے اوّلاً حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے اجازت لیتا تھا پھر اسی مسجد میں حضراتِ نظام الدین سے بیان کی درخواست کرتا تھا پھر حضرت شیخؒ فرماتے تھے کہ:

”اپنے مدرسے کے ناظم صاحب سے اوّلاً اجازت لیکر پھر جلسے کا اعلان کرنا“

اور خوش ہوکر بہت دعائیں دیتے تھے اور سب جگہ جماعتوں کے ساتھ منجملہ اور حضرات کے اس ناکارہ کو اور حضرت مولانا عبدالمالک صاحب کو حضرت کی طرف سے دعوت ہوتی تھی۔

اور جب طلباء کی جماعت رمضان اور بقرعید کی تعطیل میں نظام الدین دلّی جاتی تھی تو حضرت مجھ سے پوچھتے تھے کہ:

”تم بھی جارہے ہو؟“

تو بتوفیق الٰہی جب بھی بندہ نے جماعت میں جانے کا ارادہ کیا تو حضرت تنہائی میں بلاکر چپکے سے بطور سفر خرچ وغیرہ کے کچھ رقم مرحمت فرمادیتے تھے۔

اور مدارس دینیہ اور مکاتب قرآنیہ قائم کرنے کے سلسلے میں حضرت کی کوئی ہدایت یاد نہیں پڑتی۔

اوقاف و مدارس سے متعلق ہدایات:

مدارس عربیہ کے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح نہج پر طلباء کی تربیت کرنے کی کبھی براہ راست اور کبھی دوسرے اکابر مثلاً مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی ہردوئی والے کی معرفت مدرسین کی جو خصوصی مجلس ہوتی اس میں تاکید کرواتے تھے۔

اسی طرح وقف کے بارے میں دیانتداری برتنے کے لئے ایک مرتبہ رمضان میں عشاء کے بعد کچے گھر کے اکابر وعلماء اور مشائخ کی خصوصی مجلس میں بار بار تنبیہ وتاکید کے ساتھ فرمایا کہ:

”میں آپ لوگوں کو یہ خصوصی نصیحت کرتا ہوں کہ مدرسے کے اور دیگر وقف رقم میں خوب احتیاط اور دیانتداری سے کام لیجئے اس لئے کہ مدرسہ وغیرہ کا پیسہ ایک شخص کا نہیں ہوتا بلکہ مختلف مقامات کے مختلف لوگوں کے چندے کے ہوتے ہیں اس لئے اگر ایک شخص کا روپیہ ہو تو خوشامد کرکے معاف کرانا ممکن ہے لیکن میدانِ قیامت میں چندے کے پیسے کو کن کن لوگوں سے معاف کراؤ گے۔ ہم لوگ اور مدرسے کے ناظم وغیرہ حضرات صرف امین ہوتے ہیں مالک نہیں۔ اس لئے ہم لوگوں کے معاف

کرنے سے بھی معاف نہیں ہوگا"۔

عبادت میں حضرت کا استغراق

حضرتؒ کا عبادت میں استغراق بندے کے خیال میں قریب قریب اس انداز پر تھا جیسا کہ حضور پرنور سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں عادت شریفہ عالیہ احادیث کی کتب میں مذکور ہے کہ آپ نمازوں میں ایسے مستغرق ہو کر اور جم کر کھڑے ہو جاتے تھے جیسے سوکھا درخت کہ کبھی کبھی پرندے بھی سوکھا درخت سمجھ کر آپ کے سر مبارک پر بیٹھ جاتے تھے۔

ایسے ہی ہمارے پیر روشن ضمیر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی اکثر نمازوں کی کیفیت ہوتی تھی، بالخصوص مغرب کے بعد سے لیکر عشاء کی اذان کے قریب تک اوابین کے نفل میں ایسے مستغرق ہو کر نماز پڑھتے تھے کہ سردی گرمی جاڑا برسات اور معمولی بیماری کا کوئی احساس نہیں ہوتا تھا اور آس پاس بیٹھنے والے مہمان وغیرہ تک تھک کر اُٹھ اُٹھ کر چلے جاتے تھے لیکن حضرت اپنے معمول کے مطابق نماز ادا کرتے تھے اور بظاہر کسی شخص کا یا کسی حالت کا کوئی اثر نہ لیتے تھے اور ان نمازوں میں جتنے پارے قرآن پاک پڑھنے کا معمول تھا اس کو پورا فرمالیتے تھے جس کا صحیح علم خدام خاص کو ہوگا۔

اس نماز کے بعد پھر لوگوں کو بیعت و ملاقات کے لئے بلاتے تھے۔

وقت کی پابندی

آپ درسِ بخاری، تصنیف و تالیف، ڈاک، مجلس و زیارت و ملاقات وغیرہ جملہ امور میں پابندی اہتمام کرنے والے تھے۔

یہ ناکارہ ڈاک لکھنے کے زمانہ میں حضرت کو مدرسے تک ساتھ لے جایا کرتا تھا، رکشہ والا ہدایت کے مطابق وقت سے تقریباً پندرہ منٹ پہلے آجاتا تھا۔ ڈاک سمیٹ کر پیراہن پہن کر تیار ہو جاتے تھے اور یہ ناکارہ بخاری شریف کی کتابیں

لیکر حضرت کو رکشہ میں بٹھا کر مدرسے میں لاتا تھا جب حضرت درسگاہ میں داخل ہو جاتے تھے تب مدرسہ کا گھنٹہ بجتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی ایسی پابندی کی توفیق نصیب فرمائیں۔

سبق میں اکثر و بیشتر خوب ہشاش بشاش اور خندہ پیشانی نظر آتے تھے۔ آپ کی آواز الحمد للہ خوب بلند اور اچھی تھی، بار بار تکرار کے ساتھ ایک ایک مضمون کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے تھے۔ اور تمام محدثین کی آراء کے بعد اپنی رائے کو "چکی کے پاٹ" کے ساتھ تعبیر کر کے اچھی طرح سمجھاتے تھے۔ عصر کی نماز سے دس پندرہ منٹ قبل تک آپ کا سبق ہوتا تھا۔ سبق کے دوران موقع و محل سے اصلاح و تربیت کے سلسلے میں بھی نصیحت فرمادیا کرتے تھے اور اپنے اکابر کے واقعات بھی سنادیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ دسترخوان پر

ہمارے حضرت دسترخوان پر بہت ہی ہشاش بشاش اور خوش و خرم اور کھلتے ہوئے نظر آتے تھے۔ مہمانوں کے لئے بھی کھانے کی کیفیت و کمیت اور ہر اعتبار سے خوب اہتمام کیا کرتے تھے۔ دسترخوان کی نگرانی بھی خود ہی خوب فرماتے تھے۔ کسی مہمان کی پلیٹ خالی ہو جاتی تھی اور اس میں سالن و کھانا بروقت نہیں آتا تھا تو خدام سے لیکر مولانا انوار احمد صاحب تک سب پر ڈانٹ پڑ جاتی تھی اور فرماتے تھے کہ:

"تم کس لئے کھڑے ہو کیا کر رہے ہو، دیکھتے نہیں کہ فلاں پلیٹ خالی ہے بھاگ کر اس میں سالن اور کھانا لے آؤ"۔

اور خصوصی مہمانوں کو اپنے آگے کے روٹی سالن میں سے مرحمت فرمایا کرتے تھے شفقت و محبت سے روٹی، گوشت و کباب وغیرہ کا ٹکڑا کبھی اس کے پاس بھیج دیا کبھی اس کے پاس، کبھی اِدھر ڈال دیا کبھی اُدھر، اور بعض لوگوں کو تو لقمہ منہ میں

بھی کھلادیا کرتے تھے ۔

حضرت شیخ مسندِ دعوت وارشاد پر

مسندِ مشیخت پر تو آپ کا پوچھنا ہی کیا' تھا۔ آپ اپنی مسند پر شیخ وقت، ولی کامل، بیدار وہوشیار، پُرنور وباوقار اور نہایت ہی خوبصورت وخوب سیرت محسوس ہوتے تھے ،اور باوجود آپ کی خوش خرمی اور خوش مزاجی کے آپ کی عظمت رعب عوام وخواص اور خدام وغیرہ سب پر طاری رہتا تھا۔

بالخصوص عصر کے بعد کی مجلس جو خصوصیت سے مشیخت کی لائن سے متعلق ہوتی تھی' اس وقت ایک طرف کو بیعت کا سلسلہ جاری ہے تو دوسری طرف کو دعاء وتعویذ اور تیل وپانی پر دم کرانے والوں کی لائن لگی ہوئی ہے اور مصافحہ وملاقات کا سلسلہ بھی جاری ہے اور ہر قسم کی دعا ودوا کے طالب حضرت سے زیارت وملاقات کرکے اپنی پیاس کو بجھاتے تھے اور اطمینان وسکون حاصل کرتے تھے ۔

حضرت شیخ ایک نووارد کی نظر میں

ایک مرتبہ ایک نووارد مہمان جو حضرت کے نظام الاوقات سے واقف نہیں تھا اور آتے ہی آپ کے دارالتصنیف کے وقت میں اوپر چلا گیا۔ حضرت نے ڈانٹ کر نیچے واپس لوٹادیا، کیونکہ حضرت کے مزاج عالی کے خلاف تھا تصنیف کے وقت میں کسی سے ملاقات کرنا الا ماشاء اللہ ۔

جب تصنیف سے فارغ ہوکر کھانے کے وقت ساڑھے گیارہ بجے کے قریب آپ نیچے تشریف لائے اور سب سے پہلے اسی مہمان کو تلاش کرکے بلوایا اور کھانے کے وقت اپنے پاس بٹھایا اور خوب ہی خاطر وتواضع کے ساتھ کھلایا پلایا۔ اس کے بعد وہ عصر کے بعد مجلس میں شریک ہوا جو حضرت کی خاص طریقت وتصوف کی مجلس ہوتی تھی ۔

ان تاثرات کو لیکر وہ مہمان جب واپس اپنے گھر گیا، وہاں سے اس نے حضرت کی خدمت میں خط لکھا کہ :

" میں نے آپ کو تین وقت میں تین قسم کا آدمی پایا۔ صبح کے وقت جب میں اوپر دارالتصنیف میں چلا گیا تھا اس وقت میں نے آپ کو اپنا بڑا مخالف اور دشمن سمجھا۔ دوپہر کے وقت کھانے کے دسترخوان پر میں نے آپ کو اپنا سب سے مخلص دوست اور شفیق باپ سمجھا۔ اور عصر کے وقت جب آپ کو مسندِ مشیخت پر بیٹھا دیکھا تو اپنے وقت کا ولی کامل اور سب سے بڑا شیخ سمجھا"۔

بعد عشاء کی مجلس

اس ناکارہ کو عشاء کے بعد کی مجلس میں شرکت کا بہت کم موقعہ ملتا تھا اور جب کبھی حاضر ہوا تو تربوز خربوزہ وغیرہ گرمی کے دنوں میں اور دوسرے دنوں میں کباب وغیرہ تقسیم کرنے کے بعد کبھی خود ہی چلا آتا تھا اور کبھی حضرت کی طرف سے اعلان کردیا جاتا تھا کہ تشریف لے چلئے بھائی حضرات !

(۵)

نقل خط

بنام

مجازین زاد مجدہم

بسلسلۂ کتاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس اللہ سرہٗ اور ان کے خلفائے کرام

"۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

۱۱ر جولائی ۸۲ء

مخدوم مکرم حضرت مدفیوضکم وبرکاتکم

بعد سلام مسنون! قطب الاقطاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے وصال پر ملال کے بعد مختلف افراد و اداروں نے حضرتؒ کے متعلق مختلف موضوعات پر کام شروع کر رکھا ہے۔ دارالعلوم کی طرف سے کام کے متعلق خود ہمارے ذہن میں بھی تھا۔ اور حضرتؒ کے بعض خدام نے بھی

یاد دہانی کرائی کہ حضرتؒ نے دارالعلوم کی طرف سے ایک رسالہ کا اجراء تجویز فرماکر تبرکاً چندہ بھی مرحمت فرمایا تھا۔ اس کا اجراء حضرت کے نمبر سے ہونا چاہیئے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم و حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب دامت برکاتہم و حضرت مولانا محمد شاہد صاحب مدفیوضہم کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ دارالعلوم کی طرف سے حضرتؒ کے حالات اور حضرتؒ کے خلفاء کرام کے حالات جمع کر کے شائع کئے جائیں گے۔ تاکہ رہتی دنیا کے انسانوں کے لئے نمونۂ عمل و اسوہ بنیں اور تاریخ محفوظ ہو جائے کہ حضرتؒ نے اس قحط الرجال کے دور میں کتنا زبردست مردم سازی کا کام انجام دیا ہے۔

سہولت اور واقعات کی یاد دہانی کے خاطر یہ ایک سوالنامہ اس عریضہ کے ہمراہ ارسال خدمت ہے۔ جو دیگر خلفاء کرام کی خدمات میں بھی بھیجا جا رہا ہے۔ اسے سامنے رکھکر اپنی زندگی کا وہ پہلو جس کا کسی بھی درجہ میں حضرتؒ کے ساتھ تعلق ہو اسے بہت تفصیل سے تحریر فرماویں۔

اس لئے کہ "حضرت اقدس کے خلفاء" کے نام سے ایک مبسوط کتاب ایک سے زیادہ جلدوں میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ جتنا جلد ممکن ہو آپ اپنے حالات تحریر فرماکر ارسال فرماویں۔ اور دعا بھی فرماویں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کام کو جلد پایۂ تکمیل کو پہنچائیں اور ہم سب کو حضرتؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرماوے۔

جواب بھیجتے وقت اوپر چھپا ہوا پتہ صرف انگریزی میں تحریر فرماویں

فقط والسلام
احقر یوسف متالا
از مدینہ منورہ

سوالنامہ

(۱) مکمل اسم گرامی۔ پتہ، فون نمبر

(۲) آپ کی تاریخ پیدائش۔ بچپن کی تعلیم و تربیت۔ اعلیٰ دینی تعلیم۔ تعلیم سے فراغ۔ نکاح۔ اولاد۔ دینی خدمت کا آغاز۔ موجودہ مشغلہ۔ اب تک کی آپ کی زندگی کے خصوصی واہم احوال مختصر طور پر تحریر فرماویں۔

(۳) آپ کے علاقہ کی مختصر دینی صورت حال۔

(۴) آپ نے حضرتؒ کو کس عمر سے جانا؟ سب سے پہلے حضرتؒ کی زیارت کہاں اور کیسے ہوئی؟ مفصل واقعہ کی صورت میں تحریر فرمائیں۔

(۵) حضرتؒ سے بیعت و اصلاحی تعلق کی کیا شکل ہوئی؟ کیا آپ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے سے قبل کسی اور سے وابستہ تھے یا براہ راست حضرت ہی سے ابتداءً بیعت ہوئے؟ بہر صورت حضرتؒ سے تعلق جوڑنے کا واقعہ تفصیلاً تحریر فرماویں۔

(۶) مختلف مشائخ میں سے آپ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو کیسے اور کیوں منتخب کیا اور ان کے دامن تربیت سے وابستگی کے لئے کیا اسباب و محرکات پیش آئے؟

(۷) بیعت بالمشافہ ہوئے یا خط سے؟ پہلی صورت میں بیعت کا قصہ یاد ہو اور بیعت کے وقت حضرت نے کوئی خصوصی نصیحت فرمائی ہو تو تحریر فرماویں اور خط سے بیعت کی صورت

میں خط کی فوٹو کاپی یا نقل آسانی سے بھیج سکیں تو ضرور بھیجدیں ۔

۸ بیعت کے بعد اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں حضرتؒ سے جو خط و کتابت ہوئی ہو ان مکاتیب میں سے جن مکاتیب کی اشاعت سالکانِ طریقت و تصوف کے لئے مفید ہو وہ مکاتیب یا ان کے اقتباسات نقل کر کے ارسال فرما دیں۔

۹ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں مشہور تھا کہ جب حضرت کی طرف سے ڈانٹ پڑتی تھی تو وہ خصوصی توجہات کا پیش خیمہ ہوتی تھی اس طرح کے واقعات آپ کے ساتھ پیش آئے ہوں یا آپ کے سامنے اور کسی کے ساتھ پیش آئے ہوں تو اسے تحریر فرما دیں ۔

۱۰ حضرت اقدس قدس سرہٗ کی طرف سے خصوصی خدام و متعلقین پر روحانی عطایا کے ساتھ مادی و مالی ہدایا کی بارش رہا کرتی تھی اس طرح کی خصوصی شفقتیں آپ کے ساتھ رہی ہوں تو اسے بھی تحریر فرما دیں ۔

۱۱ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا انداز تربیت ہر شخص کے مزاج کے اعتبار سے ہر ایک سے الگ الگ رہا، آپ کے ساتھ تربیت کا تعلق کس نوعیت کا رہا ؟ نیز حضرت سے تعلق قائم کرنے کے بعد معمولات میں زیادتی و ترقی کیسے ہوئی ؟ آپ کے معمولات کے سلسلہ میں حضرت کی طرف سے جو ہدایات زبانی یا بذریعہ خطوط آپ کو ملی ہوں ان سب احوال کو بسط کے ساتھ تحریر فرما دیں بالخصوص آپ نے حضرتؒ سے

امراض قلب کے علاج کے متعلق دریافت کیا ہو اور حضرتؒ نے کوئی علاج تجویز فرمایا ہو اسے بھی ضرور نقل فرما کر ارسال فرما دیں۔

۱۲ حضرت کی طرف سے آپ کو خلافت کب اور کہاں عطا ہوئی اور اس موقع پر کوئی چیز حضرت نے بطور یادگار مرحمت فرمائی ہو یا کوئی خاص نصیحت فرمائی ہو تو اس کو ذرا تفصیل سے تحریر فرما دیں اور اگر حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے خلافت تحریری ملی ہو تو اجازت نامہ کی نقل ارسال فرما دیں ۔

۱۳ حضرت اقدسؒ اپنے خلفاء و مجازین کے بارے میں اس کے متمنی رہتے تھے کہ وہ حضرت کے یہاں آنے کے بجائے اپنی جگہ جگہ جم کر بیٹھیں اور کام میں لگیں اس سلسلہ میں آپ کو بھی خصوصی ہدایت فرمائی ہو تو اسے بھی تحریر فرما دیں۔

۱۴ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو تصنیفی و تالیفی ذوق بہت زیادہ تھا اس سلسلہ میں کیا حضرت نے آپ کو کسی کتاب کی تالیف کا اپنی طرف سے حکم فرمایا ۔ یا حضرت نے آپ کے مشورہ طلب کرنے پر کسی تصنیف کی اجازت فرمائی ہو یا مسرت کا اظہار فرمایا ہو تو اس کی تفصیل تحریر فرمائیں ۔

۱۵ کبھی مخصوص مواقع پر حضرتؒ اپنے خصوصی احباب و متوسلین کو اہل حق کی جماعتوں اور جمعیتوں کے ساتھ مل کر اہل باطل کی تحریکات و سازشوں کے خلاف کام کرنے کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے اس طرح کی کوئی ہدایت تحریر یا زبانی آپ کو ملی ہو تو ضرور تحریر فرمائیں ۔

(١٦) حضرتؒ کی خواہش اور تمنا تھی کہ حضرت کے خلفاء تبلیغی کام میں تعاون فرمائیں اور جگہ جگہ مدارس دینیہ و مکاتیب قرآنیہ قائم کریں اس سلسلہ میں کبھی آپ کو ہدایت فرمائی ہو تو اسے بھی تحریر فرمائیں۔

(١٧) مدارس عربیہ کے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح نہج پر طلبہ کی تربیت کرنے اور وقف کے مال میں امانت داری برتنے کی حضرت کے یہاں بہت تاکید رہا کرتی تھی اگر آپ کو کچھ یاد ہو تو ضرور لکھیں۔

(١٨) حضرتؒ کی مختلف ادائیں بحالتِ عبادت و درس و تدریس و بر دسترخوان و بر مسندِ مشیخت و در مجلسِ شب بعد عشاء نیز اکابر کے قصے و تفریحی فقرے و قصے و اشعار وغیرہ امور میں سے جن چیزوں کو آپ کے حافظ اور قلم نے محفوظ رکھا ہو اسے وسعتِ ظرفی کے ساتھ بسط سے لکھیں تاکہ دیگر عشاق و محبین بھی اس سے محظوظ و مستفید ہوں۔

نوٹ: یہ چند امور بطور نمونہ از خروارے ہم نے تحریر کئے ہیں ان کے علاوہ مزید جو کچھ آپ تحریر فرمانا چاہیں ضرور لکھیں بالخصوص حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے دیگر خلفاء کے جو حالات و اوصاف عالیہ آپ کے علم میں ہوں تو اسے بھی ضرور لکھیں۔

---"

اس کے جواب میں قریباً پچاس (٥٠) حضرات نے اپنے حالات تحریر فرمائے۔

ان کے عنوانات حضرت مولانا متالا صاحب مدفیوضہم نے تحریر فرمائے۔
چونکہ تمام خلفاء کے حالات کے لئے ایک جلد متحمل نہیں تھی، اس لئے ایک سے زائد حصوں میں تقسیم کر دینا پڑا، اور تقدیم و تاخیر میں کسی خاص ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، بلکہ جیسے جیسے حالات موصول ہوتے رہے، ایک ایک حصہ تیار ہوتا رہا ہے۔

محمد یوسف لدھیانوی
یکے از خدام
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث و رئیس دار الافتار جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

اسمِ گرامی : ولی حسن ٹونکی ، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵ ـ

پیدائش اور تعلیم و تربیت

۱۹۲۴ء سنہ ہجری یاد نہیں راقم کا خاندان علمار کا خاندان تھا۔ مولانا محمود حسن خان۔ مولانا حیدر حسن خان میرے والد مفتی انوار الحسن خان صاحب کے چچا تھے۔ اوّل الذکر معجم المصنفین کے مصنف اور ثانی الذکر دار العلوم ندوۃ العلمار کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے۔ ندوۃ کے بہت سے قابلِ الذکر حضرات مولانا حیدر حسن خان کے شاگرد تھے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے "پرانے چراغ" میں ان کا طویل تذکرہ کیا ہے میرے دادا مفتی انوار الحسن صاحب اور ان کے والد مفتی محمد حسن خان عدالت شرعیہ ٹونک میں مفتی تھے بلکہ مفتی محمد حسن خان ، مولانا محمود حسن اور مولانا حیدر حسن خان کے استاذ تھے۔ راقم نے ابتدائی کتب فارسی وغیرہ اسی طرح چھوٹی کتب عربی اپنے والد سے پڑھی تھیں میرے والد کا انتقال اس وقت ہوا جب میری عمر گیارہ سال تھی۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا حیدر حسن خان صاحب رمضان المبارک کی تعطیلات میں ٹونک آئے اور تعزیت کے لئے میرے گھر آئے اور میری دادی صاحبہ سے (جو مولانا دوست محمد صاحب کابلی کی بیٹی تھیں مولانا دوست محمد صاحب بڑے عالم اور فاضل تھے صاحب نزہۃ الخواطر نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ عالم علی صاحب سے انھوں نے حدیث پڑھی تھی) سے تعزیت کی اور مجھے دار العلوم ندوۃ میں لے جانے کی خواہش ظاہر کی میری دادی صاحبہ نے بخوشی اجازت دے دی چنانچہ دار العلوم ندوۃ لکھنؤ چلا گیا اور چار سال رہکر ندوۃ کا چار درجہ تک نصاب پڑھا اس درمیان میں مولانا حیدر حسن خان صاحب سے خارج میں الفیہ ابن مالک کا کچھ حصہ اور منطق کے ایک دو رسالے پڑھے جب مولانا حیدر حسن خان صاحب نماز ظہر سے پہلے تفصیلی

وضو فرماتے تھے۔ پھر مولانا حیدر حسن خان صاحب ٹونک تشریف لے آئے ندوۃ کے بعض اساتذہ نے میرے وہیں رہنے کی سفارش کی لیکن مولانا نے یہ کہہ کر کہ اسے پرانے طرز کا عالم بنانا ہے سفارش قبول نہ کی چنانچہ میں بھی ٹونک آگیا ، اور مولانا سے بے ترتیب کتابیں پڑھتا رہا ، حماسہ بھی مولانا سے پڑھا ، ملا حسن فلسفہ کا ایک آدھ رسالہ پڑھا یہاں تک کہ مولانا کا ٹونک بمرض فالج انتقال ہوگیا۔ پھر عدالت شرعیہ ٹونک میں کئی سال تک ملازمت کرلی اس عرصہ میں مولوی الٰہ آباد ، مولوی عالم پنجاب اور مولوی فاضل پنجاب کے امتحانات دیئے دورۂ حدیث اور کتابیں پڑھنے کا شوق تھا آخرکار ملازمت چھوڑ کر رخت سفر باندھا اور مولانا حیدر حسن خان صاحب "مظاہر علوم" کی تعریف کرتے تھے اس لئے مظاہر علوم چلا گیا ، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ العزیز اس زمانہ میں جوان تھے انکی زیارت ہوئی حضرت شیخ کو بخاری شریف کا پارہ لئے ہوئے اور تلاوت قرآن کرتے ہوئے راستہ میں چلتے ہوئے کئی بار دیکھا۔ دار العلوم دیوبند چلا گیا ، موقوف علیہ اور دورۂ حدیث دار العلوم دیوبند میں کیا۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ العزیز سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی پڑھی ، ٹونک آگیا۔ ٹونک کے ایک ضلع "چھبڑہ گوگور" میں مفتی اور قاضی ہوگیا ، عدالت شرعیہ کو ۱۶ قسم کے مقدمات کو فیصل کرنے کا حق تھا۔ تا آنکہ ملک تقسیم ہوگیا۔ ہندو راج قائم ہوگیا ، میرے خلاف ایک مقدمہ درج کرلیا گیا۔ بڑی طویل داستان ہے ترک کرنا ناگزیر ہے۔

تدریس و افتار

پاکستان آنے کے بعد دار العلوم کراچی میں آٹھ دس سال رہا پھر جامعۃ العلوم الاسلامیہ جس کا سابق نام مدرسہ عربیہ اسلامیہ تھا آگیا ، یہاں مختلف کتابیں پڑھائیں اب صحیح بخاری جامع ترمذی باوجود نالائقی کے پڑھا رہا ہوں۔ اور افتار کا بھی کچھ کام لیتا ہوں التخصص فی الفقہ الاسلامی کا بھی مشرف ہوں۔

فتنہ انکار حدیث

فتنہ انکار حدیث کو سب سے بڑا فتنہ سمجھتا ہوں اور کچھ رسالے بھی اس سلسلہ میں تصنیف کئے جو چھپ چکے ہیں عائلی قوانین کے خلاف بڑا مبسوط تبصرہ لکھا جو عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں انشاء اللہ شائع ہونے والا ہے۔

بیعت

حضرت مولانا حماد اللہ صاحب ہالیجویؒ سے پہلے بیعت ہوا کئی مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر بھی ہوا، یہاں تک کہ حضرت کا انتقال ہو گیا، حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز سے بیعت کا اشتیاق تھا کیونکہ میں حضرت کو دارالعلوم دیوبند اور "مظاہر علوم" کے اکابر کی نسبتوں کا مجموعہ سمجھتا تھا اس لئے مکی مسجد میں جبکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب تشریف لائے تھے بیعت کی درخواست کی بیعت تو کرلیا لیکن ڈانٹ بھی پڑی کہ علیحدہ کیوں بیعت ہو رہے ہو پورے مجمع کے ساتھ بیعت کیوں نہیں ہوئے، تسبیحات پڑھنے کو بتائیں پھر ڈھڈیاں میں ذکر تلقین فرمایا اور فرمایا کہ مجھے بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے تعلیم و تدریس میں مشغولیت کی بنا پر یہی ذکر تلقین فرمایا تھا اور پھر حضرت جب افریقہ تشریف لے گئے اور اسٹینگر میں اعتکاف فرمایا تو بندہ بھی حاضر ہوا، پہلے تو حضرتؒ نے اعتکاف کی حالت میں غالباً ایک صاحب کو مقرر فرمایا کہ میرے متعلق معلومات رکھیں، یعنی میں زیادہ باتیں تو نہیں کرتا، وغیرہ وغیرہ ایک روز غالباً عشرہ اخیر میں حضرت نے یاد فرمایا اور اس سے پہلے فرما چکے تھے کہ تم بلا کھٹکے میرے پاس آسکتے ہو لیکن میں ڈر کی وجہ سے جرأت نہ کرسکا اور گمنام ہی رہا۔

اجازت وخلافت

عشرہ اخیر میں حضرت نے یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تم کو اجازت دیتا ہوں جیسے مجھے بڑوں نے اجازت دی ہے۔ راقم نے عرض کیا کہ میں تو بالکل نااہل ہوں، فرمایا ایسے ہی نااہل اہل ہوتے ہیں او کما قال لیکن میں نے اس سے خود کو اہل نہیں سمجھا بلکہ نااہل سمجھنے لگا، اور حضرت کے لوگوں میں سب سے زیادہ گندہ، نجس نااہل سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ قبر، آخرت میں لاج رکھ لے اور شرمندگی نہ ہو۔

خط وکتابت

بیعت اور اجازت سے پہلے حضرت سے کچھ خط وکتابت ہوئی تھی اور معمولی طالب علمانہ اشکالات بھی کئے تھے اب وہ یاد بھی نہیں آرہے البتہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہم نے ایک بار فرمایا کہ حضرت نے تمہارے خط مجھے دیدیئے تھے، ایک والا نامہ میں حضرت نے ڈانٹ بھی دی تھی میں نے جب اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کی اطلاع دی اور تحریر میں ہجری تاریخ کی بجائے انگریزی تاریخ تحریر کی تو

حضرت نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

حضرت قدس سرہٗ کا آخری ذوق وخواہش

حضرت رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃً کا جو آخری حال جسکی کچھ جھلکیاں راقم نے افریقہ کے سفر میں دیکھیں تو یہ محسوس کیا کہ حضرت کو ذکر سے بہت شغف تھا جسطرح حضرت گنگوہی نے تدریس، طبابت تصنیف وتالیف سب مراحل طے کرنیکے بعد ذکر پر بہت زور دینے لگے تھے، اسی طرح ہمارے حضرت کا آخری حال ذکر تھا حضرت چاہتے تھے کہ ذکر کی نئی خانقاہیں آباد ہوجائیں کیونکہ پچھلی خانقاہیں ختم ہوچکی ہیں۔ اور اس کی وجہ میری ناقص اور جاہلانہ رائے میں یہ ہے کہ آج کل قیامت کا دور ہے، دجال کا دور ہے اب صرف ذکر جو روحِ عالم ہے کی وجہ سے نجات ہوسکتی ہے اور اب صرف دل والا اسلام ہی چلے گا، دماغ والا اسلام نہیں چلے گا۔

تربیت کے چند واقعات

تربیت کے سلسلہ میں حضرت کی کئی فرمودات یاد تھے اب کچھ یاد نہیں ہے ایک بات یاد آرہی ہے ایک بار میں نے عرض کیا کہ ذکر چھوٹ گیا ہے اور درمیان میں کافی عرصہ گذر گیا حضرت نے تحریر فرمایا جب اس طرح ذکر چھوٹ جایا کرے تو غسل کرکے عطر وغیرہ لگا کر ۲ رکعت توبہ کی نیت سے پڑھ کر پھر ذکر شروع کرو وساوس کی شکایت تحریر کی تو فرمایا اس کا علاج بھی کثرت ذکر ہے اور وساوس کا علاج اس کی طرف توجہ نہ کرنا ہے۔

خلافت تو کیا اجازت کے موقعہ پر مختلف مطالع کے رمضان اور عید کے متعلق مسئلہ دریافت فرمایا تھا اور پھر اس کی توثیق فرمادی تھی حضرت کی اجازت سے پہلے بندہ تقریباً گونگا تھا تقریر وغیرہ نہیں کرتا تھا اسٹینگر میں قیام کے موقع پر ایک جمعہ کو دریافت فرمایا کہ تقریر کرسکتے ہو احقر نے انکار کیا لیکن حضرت کے فیض سے ٹوٹی ہوئی زبان چلنے لگی، اور تقریر کرنے لگا۔

تبلیغ کے کام کی اہمیت

تبلیغ کے سلسلہ میں حضرت کی ہدایت یاد ہے اور اسی پر کاربند ہوں کہ اگر موقعہ ہو تو تبلیغ میں حصہ لو اگر موقع نہ ہو تو نصرت کرو یہ بھی نہیں کرسکتے ہو تو تبلیغ کے متعلق اچھا خیال رکھو اور مخالفت

قطعًا نہ کرو۔

متفرقات

حضرتؒ سے تعلق کے بعد یہ خیال راسخ ہوگیا کہ پرانا درس نظامی کا نصاب (کیونکہ اس کی کتابیں مخدوم ہیں) ہی کامیابی کا ضامن ہے جدید نصاب سے ذہن بالکل یکسو ہوگیا ہے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ انکار حدیث کے فتنے کے خلاف کام کرنے کا ایک بار حکم فرمایا تھا وہ بھی قلب میں راسخ ہوگیا ہے اور کسی فتنے کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا۔

حضرتؒ کا حدیث نبویؐ سے اشتغال اور اس پر عمل اور چھوٹی چھوٹی سنت پر عمل پیرا ہونا یہ یاد رہ گیا و بس۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کرسوی زید مجدھم

اسم گرامی :- محمد عبداللہ۔

۶ / شعبان ۱۳۳۲ھ کرسی۔ لکھنو۔ بارہ بنکی۔ الہ آباد۔ سہارنپور

۱۳۶۰ھ اوراد و معمولات کا سلسلہ شروع ہوا جو اب تک بفضلہ تعالیٰ سفر و حضر میں کبھی ناغہ نہیں ہوئے، انتہائی پابندی کے ساتھ پورے ہورہے ہیں اگرچہ بروح و جان نہیں، ۱۳۶۴ھ سے تبلیغی کام شروع کیا گیا جو پورے نظام و اصول کے ساتھ اس وقت تک بفضلہ جاری ہے۔

مظاہر العلوم میں داخلہ

پچیس سال کی عمر سے سہارنپور میں دوڑ پڑھنے گیا تھا۔ ۱۳۵۷ھ میں ۱۰ / شوال کو سہارنپور پہونچا حضرت شیخؒ پہلے سے میرے خاندان و والدہ صاحبہ سے واقف تھے اور حضرت میرٹھی کے شفارشی والا نامہ کی وجہ سے بہت زیادہ شفقت و محبت فرمانے لگے۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کا مکتوب

مکرماں و محترماں حضرت ناظم صاحب و شیخ الحدیث صاحب دام فضلہما۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حامل خط مولوی میاں محمد سلمہٗ میرے مخلص دوست مولوی محمد احمد صاحب کی خاندانی عظمت اور ان کا اپنے حضرت اور اعلیٰ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے ساتھ مخلصانہ تعلق غالبًا آپکو معلوم ہوگا۔ میں دونوں بزرگوں سے پرزور سفارش کرتا ہوں کہ اسکو ضرور داخل کرلیا جائے۔ نیز میری خوشی ہے کہ شیخ الحدیث اسکو اپنے زیر نظر اور خاص طلبہ میں اپنے پاس رکھیں کہ علمی و عملی ہر نعمتوں سے مالا مال ہو۔ امید ہے کہ انشاءاللہ ہونہار اور کارآمد ثابت ہوگا۔ بہرحال میری تمنّا ہے کہ یہ ضرور مدرسہ میں داخل کرلیا جائے اور اس پر ہر قسم کی خاص توجہ و نگاہ محبّت فرمائی جائے کہ اس کا بندہ

بہت ممنون ہوگا۔

والسلام: عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھ
۲رشوال ۷۵ھ

حضرت کی شفقت

حضرت کے مکان کے قریب ہی ایک کمرہ میں مولوی اظہار صاحب اور مولوی عین الحسن صاحب رہتے تھے۔ اسی کمرہ میں میرا قیام تجویز فرمایا۔ چونکہ اس میں صحن بالکل نہیں تھا اس لئے حضرتؒ سے اجازت لے کر دار جدید میں منتقل ہوگیا تھا کھانا وچائے وغیرہ کے لئے فرمایا کہ میرے ساتھ رہے گا۔ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا اس کے بعد حضرت سے اجازت لے کر اپنے کھانے کا انتظام کیا گیا۔ آخری سال میں میری کمر میں چک چلی گئی جس کی وجہ سے مدرسہ تین چار یوم نہیں جاسکا اور اسباق چھوٹ گئے جس کا مجھ کو بہت افسوس ہوا تھا کیونکہ پورے سال میں میرا کوئی سبق نہیں چھوٹا تھا، اسباق ختم ہونے کے بعد حضرتؒ نے بخاری وابو داؤد کے چھوٹے ہوئے اسباق کو اپنے کوٹھے پر پورا فرمایا تھا۔

حضرت شیخ کا تقویٰ

اوپر تفصیل سے لکھ چکا ہوں کہ حضرت سے طالبعلمی کے زمانے سے تعلق پیدا ہوگیا تھا۔ حضرت کی طرف متوجہ ہونے میں سب سے زیادہ حضرت کے تقویٰ کو دخل ہے، میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ حضرت کی اجازت سے میں دار جدید منتقل ہوگیا تھا وہاں مسجد کے علاوہ صرف ۳ کمرے تھے دو مسجد سے ملے ہوئے تھے ایک میں گجرات کے طلبہ اور دوسرے میں بمبئی کے رہتے تھے۔ تیسرا کمرہ جہاں اب حوض ہے اس کے قریب تھا وہ میری خواہش پر تنہا مجھ کو مرحمت فرمادیا گیا تھا۔ جو مدرسہ مظاہر العلوم کے نظام کے بالکل خلاف تھا۔ کمرے کے سامنے کافی صحن تھا قفل بھی لگا ہوا تھا۔ اس میں چند پھول کے درخت لگے ہوئے تھے جس کی میں نے نگرانی کی، جب پھول لگے تو ایک روز میں پھول لے کر حضرت کے یہاں گیا اور پھول پیش کئے۔ حضرت نے دریافت فرمایا

کہ کہاں سے لائے، میں نے جو صورت تھی بیان کردی، حضرت نے فرمایا کہ وہ زمین وقف کی ہے اس سے فائدہ اٹھانا طلبہ کو تو جائز ہے میرے لئے جائز نہیں۔ پھول قبول فرمانے سے انکار فرمادیا۔ بعض دوسرے طلبہ سے معلوم ہوا کہ وہ پودینہ لے کر گئے مگر حضرت نے قبول نہیں فرمایا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جب ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے تو حضرت والد صاحب نے بذریعہ خط حضرت سے بیعت کرادیا تھا جبکہ میرا بالکل بچپن تھا۔ میں ابتداءً حضرت سے بیعت ہوا۔

بیعت اور خصوصی نصیحت

بالمشافہ اپنی اصلاح اور تعلق مع اللہ پیدا ہونے کے لئے زمانہ طالبعلمی میں حضرت سے بیعت نہیں ہوا، دورہ پڑھکر مکان چلا آیا تھا، کچھ عرصہ کے بعد بیعت ہونے کے لئے حضرت کو عریضہ لکھا۔ اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر تمہارے خاندان سے تعلقات نہ ہوتے تو بیعت کرنے سے صاف جواب دے دیتا، صاف جواب دینے کی ہمت نہیں پڑتی ہے، جب موقع ہو سہارنپور آجاؤ چند یوم میرے پاس قیام کرو، تمہاری حالت دیکھکر حضرت رائے پوری یا حضرت مدنی سے کرادونگا۔ اس کے جواب میں میں نے یہ شعر لکھ کر بھیجا ؎

شمس وقمر کی روشنی دیر وحرم میں ہے تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

اس کے بعد حضرت نے میرے مفصل معمولات وغیرہ دریافت فرمائے جو لکھے گئے۔ وہ مدت یاد نہیں حضرت نے تحریر فرمایا کہ اتنی مدت تک معمولات پر عمل کرکے لکھو کہ تمہاری حالت میں کیا تغیر وتبدل ہوا۔ عمل کرکے حضرت کو مطلع کیا گیا۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ سردست اس پر عمل کرتے رہو جب سہولت کے ساتھ موقع ہو سہارنپور آجاؤ۔ غالباً ۶۵ھ میں سہارنپور حاضری ہوئی۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ ایسے وقت آؤ کہ میں دہلی جارہا ہوں۔ دوسرے یا تیسرے روز حضرتؒ دہلی تشریف

لے گئے میں ساتھ تھا۔ مرکز پہونچکر دوسرے دن بیعت فرمایا اور فرمایا کہ میں تم کو اس لئے یہاں لایا ہوں کہ تم غور سے تبلیغی کام دیکھو اور سیکھو پھر اپنے یہاں جاکر حتی الوسع اس کام کو کرتے رہو کیونکہ اغیار اسلام کو مٹانے کی پوری کوشش کررہے ہیں۔ واپسی پر تبلیغی کام شروع کیا گیا جو بفضلہ تعالیٰ اس وقت تک جاری ہے اور انشاءاللہ آخری وقت تک جاری رکھنے کا وعدہ ہے۔ باوجود اپنی نااھلی کے اللہ جل شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے محض اپنے فضل و کرم سے خوب کام کیا۔

اس سلسلہ کے میرے پاس حضرت کے سیکڑوں خطوط ہیں جس میں سے میری نااہلی سے دیمک کے نظر ہو گئے جس کا انتہائی قلق ہے، اس وقت یہی کافی ذخیرہ موجود ہے جس میں سے چند کی نقل کررہا ہوں۔

مکتوبات شیخ ۔ مکتوب ۱

عنایت نامہ پہونچا آپ نے جو احوال لکھے ہیں کہ اس کے سبب اپنے کو کچھ سمجھنا ہوا کرتا ہے۔ جب آدمی اپنے کو کامیاب سمجھنے لگے تو ترقی رُک جاتی ہے اور جب تک ناکارہ سمجھتا ہے ذوق و شوق وجد وجہد باقی رہتی ہے معمولات کی پابندی ترقی کا زینہ ہے دل لگے یا نہ لگے اہتمام سے کرتے رہنا چاہیئے۔ اسی طرح تبلیغ میں بھی قطع نظر کر کے دین کا کام سمجھتے ہوئے اس کو کرنا چاہیئے کہ بغیر فائدہ کے بھی ہاجر سے خالی نہیں۔

نسبت مع اللہ عشق و محبت کا نام ہے اور مالک کی یاد سودائے قلب میں پیدا ہو جائے اگر اسباب مساعد ہوں تو ماہ مبارک یہاں گذار دیں۔ اس ناکارہ کو آپ سے ہمیشہ سے تعلق ہے۔ اس لئے نہ دعا میں کبھی پہلے کمی ہوئی اور نہ اب ہے۔ اس ناکارہ کا رسالہ اعتدال مطالعہ میں رکھنا مفید ہے۔

فقط والسلام

محمد زکریا مظاہر العلوم بقلم قطب الدین

مکتوب ۲

عنایت نامہ پہونچا نفس و شیطان کے مکائد سے بہت ڈرتے رہنا چاہیئے یہ دونوں بدترین دشمن ہیں اور بہت اونچی جگہ لے جاکر بھی دھوکا دے دیدیتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی محفوظ رکھے۔ ایک بات بہت اہتمام سے سنو اور اس کو غور سے دل میں جگہ دو۔ کفران نعمت اور عجب یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں مگر صورت ایک سی ہے۔ اللہ کا شکر ہے اور جو ہو رہا ہے اور جو مالک نے عطا فرمایا ہے اس پر بھی شکر ادا کرو اس پر شکر ادا نہ کرنا کفران نعمت ہے۔

فقط والسلام ۔ زکریا

مکتوب ۳

عنایت نامہ پہونچا۔ آپ نے اپنے سیاہ کار کے لئے جو کچھ سُنا وہ بالکل غلط سنا (میں نے حضرت دھلویؒ کا یہ مقولہ سنا تھا کہ حضرت شیخ ان لوگوں میں ہیں کہ اگر کسی بات پر اڑ جائیں تو اللہ جل شانہٗ اسکو پورا فرمادیں) میں بلا تواضع و تصنع بہت سی مرتبہ اجتماعات میں اسی واسطے نہیں جاتا کہ میری وجہ سے اوروں کی دعائیں رد نہ ہو جائیں۔ لیکن اوروں کو چونکہ اس ناکارہ کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اس لئے مجبوری سے جاتا ہوں۔ حضرت اقدس رائے پوریؒ ایک مرتبہ چلّے کے لئے پیران کلیر تشریف لے گئے تھے بہت مراقبہ کیا وہاں سے بار بار القا ہوتا رہا "اپنا کرنا اپنا بھرنا" غالباً حضرت اقدس رائے پوری سے آپ نے خود سنا ہوگا۔ خود مجھے میرے حضرت قدس سرہٗ نے ایک خط میں لکھا تھا کہ میری مثال کنوئیں کی نل کی سی ہے پانی کھینچنے والا جتنی قوت سے کھینچتا ہے، مبدا فیاض سے اسی قدر عطا ہوتا ہے۔ میں نل کی طرح واسطہ ہوں۔ حقیقت بالکل یہی ہے تمہارا یہ لکھنا کہ میں تبلیغی کام کو اپنی ترقی و تنزلی کا سبب سمجھتا ہوں بالکل صحیح ہے اور یقیناً تبلیغی کام بہت ہی ترقی کا سبب ہے اور جتنی بھی آپ اس میں کوشش کریں انشاءاللہ موجب ترقی ہے۔ آپ نے ماہ مبارک میں آنے کا قصد ظاہر کیا ہے۔ یہ ناکارہ دعا کرتا

ہے کہ اللہ جل شانہ سہولت کے اسباب پیدا فرمادیں۔ اہلیہ محترمہ سے اور بچوں سے سلام مسنون فرمائیں۔

فقط والسلام

زکریا بقلم عبدالرحیم ۱۴ر شعبان ۸۶ھ

مکتوب نمبر ۴ عنایت نامہ پہونچا۔ رمضان شریف میں تشریف لانے کے لئے آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں شوق سے تشریف لائیں اور جن جن کو دل چاہے ساتھ لائیں۔ اس رواج کے بانی تو آپ ہی ہیں۔ لیکن جن کو ساتھ لائیں ان سے کہدیں کہ مجمع کی وجہ سے دقت ہوتی ہے ناگواری بھی پیش آتی ہے۔ مجاہدہ کی نسبت سے آئیں مہمانی کی نیت سے نہ آدیں۔

فقط والسلام زکریا بقلم عبدالرحیم ۱۴ر شعبان ۸۸ھ

مکتوب نمبر ۵ عنایت نامہ پہونچا۔ نسبت کے متعلق تو یہ ناکارہ رمضان میں عشأ کے بعد بہت تفصیل سے عرض کرچکا ہے کہ نسبت کی چار قسمیں ہیں نسبت انعکاسی تو ذکر و شغل کے اہتمام سے جلد شروع ہوجاتی ہے۔ اس سے اوپر کا درجہ نسبت القائی کا ہے یہ بہت جلد مشائخ کی توجہ سے اکثر حاصل ہوجاتی ہے اور تم پر اس ناکارہ کے علاوہ حضرت اقدس رائپوری کی بہت خصوصی توجہ رہی ہے اور اسی توجہ کا اثر تھا اور تمہیں یاد ہوگا کہ ایک مجلس میں مولانا اشفاق صاحب رائے پوری نے اس کا اظہار کردیا تھا اور اس ناکارہ کے نزدیک وہ اظہار قبل از وقت تھا اور آپ کے لئے مضر ہوا۔ اس لئے کہ نسبت جونسی بھی حاصل ہوجائے اس کا حصول تو بہت آسان ہے اور بہت جلد ہوجاتا ہے لیکن تحفظ اور بقا بہت مشکل ہے کہ عشق آسان نشود اول ولے افتاد مشکلہا۔ اس لئے مشائخ کا دستور یہ ہے کہ حصول نسبت کے بعد جلد اجازت نہیں دیتے ہیں بلکہ پختگی کا انتظار کرتے ہیں۔ اس کے بعد جن کو اللہ جل شانہ ترقیات سے نوازنا چاہتے ہیں اور ان سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں انکی استعداد بڑھتی چلی جاتی ہے اور جن سے یہ خدمت لینا نہیں چاہتے تو وہ

نسبت تک پہونچکر ہی معلق رہتے ہیں۔ اس ناکارہ کی تو آپ کے اکابر کیوجہ سے انتہائی تمنا ہے کہ آپ اپنے بڑوں کا نعم البدل بنیں مگر اس ناکارہ کی صرف تمنا سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اس میں آپ کی مدد سے ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک آدمی سے پوچھا تھا کہ مانگ کیا مانگے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جنت میں آپ کی رفاقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت نماز سے میری مدد کیجیو۔ اس میں سب سے بڑی بات اپنا غصہ اور بڑائی نکالنا ہے اور یہ دونوں چیزیں بہت ہی دیر میں نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری بھی حفاظت فرمائے اور آپ کی بھی۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ سالک سے جو سب سے اخیر میں عیب نکلتا ہے وہ حب جاہ ہے۔ ہم لوگ اپنے آپ کو ہر حقیر فقیر ناکارہ کہتے ہیں لیکن یہ چیزیں بجائے زبان کے اپنے دل میں ہوں تو زیادہ اچھا ہے۔ بہرحال اس ناکارہ کو آپ کے لئے دعا اور توجہ سے بالکل دریغ نہیں بلکہ اس کا ہمیشہ قلق رہا کہ آپ بہت اونچا پرواز کرنے کے بعد پھر نہ معلوم کاہے میں پھنس گئے؟ اللہ تعالیٰ اس سیہ کار کو بھی کسی قابل بنادے اور آپکو بھی۔ اس میں کیا شک ہے تم تو میرے أخص الخواص لوگوں میں ہو (میرے بعض احباب یہ کہا کرتے تھے کہ تم تو حضرت کے بہت خاص لوگوں میں ہو یہ جملہ میں نے حضرت کو لکھا تھا کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ حضرت والا کیا سمجھتے ہیں اس پر حضرت نے جو جواب ارشاد فرمایا تھا جو اوپر مذکور ہوا) اہلیہ سے سلام مسنون کہدیں یہ ناکارہ ان کے لئے بھی دعا کرتا ہے۔ درود شریف کی کثرت مکارہ سے حفاظت مقاصد کی کامیابی اور دارین کی ترقیات کا ذریعہ ہے آپ بھی اہتمام کریں گھر والوں اور دوستوں کو بھی اس کی تاکید کریں۔

فقط والسلام

زکریا بقلم عبدالرحیم چہار شنبہ ۱۸ر رجب ۹۶ھ

مکتوب نمبر ۶ مکرم و محترم مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون طویل خط ملا منامات سے مسرت ہوئی اللہ جل شانہ مبارک فرمائے۔ میں نے تم دوستوں کو خطوط لکھوائے تھے کہ اپنی اپنی جگہ اعتکاف کریں۔ لیکن آپ نے بجائے خود

آنے کے بیس آدمیوں کے ساتھ آنے کو لکھا ہے. اگر وہیں اعتکاف کرتے تو زیادہ مفید ہوتا. تمہارا اور ان کا قیام تو پسند ہے بشرطیکہ تم اپنے استغراق میں اوروں کی خبر رکھو اللہ جل شانہ ترقیات سے نوازے۔

فقط والسلام

بقلم شاہد ۳ر شعبان ۹۶ھ

مکتوب نمبر ۷

عنایت نامہ پہونچا. آپ نے آنے کو لکھا شوق سے مگر میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنے یہاں اعتکاف کر لو پورے ماہ کا اور اپنے حالات سے ضرور اطلاع کرتے رہو اور لوگوں کو ترغیب دو کہ زیادہ سے زیادہ لوگ تمہارے ساتھ اعتکاف میں شریک ہوں۔ تمہارے لڑکے عزیز عبیداللہ سلمہٗ کے علم سے فراغت پر بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو بھی مبارک فرمائے اور آپ کو بھی۔ عزیز عبدالرحمٰن کی تکمیل کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔ فقط والسلام

زکریا بقلم حبیب اللہ

مکتوب نمبر ۸

عنایت نامہ ملا۔ تمہارے رمضان گذارنے کو تو میرا دل چاہتا ہے مگر میرا جی چاہتا ہے کہ تم جیسے احباب اپنے یہاں رمضان کا سلسلہ شروع کرو تو میری زندگی ہی میں یہ چیز شروع ہو جائے۔ میری تو کبھی یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اپنے ضعف و کمزوری کے ساتھ کیوں آتا ہوں اور کیوں جاتا ہوں. آپ نے مستقل اعتکاف کا ارادہ فرمارکھا ہے پھر مضائقہ نہیں شوق سے آجاؤ (میں نے حضرتؒ کو لکھا تھا کہ خادم نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک حضرت والد حجاز میں قیام فرمائیں گے تو انشاءاللہ اپنے یہاں ہمیشہ پورے ماہ کا اعتکاف کروں گا اس پر حضرت نے اوپر والا ارشاد فرمایا. بفضلہ تیس سال سے اپنے وعدہ کو پورا کیا جارہا ہے)۔

فقط والسلام

بقلم شاہد ۱۳ر شعبان ۹۶ھ

مکتوب نمبر ۹

محترم و مکرم مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون ۸ر جولائی کو دہلی سے سہارنپور پہونچا. آنے کے بعد سے یہاں کی گرمی کی شدت اور ضعف

کی وجہ سے یہ سوچ رہا ہوں کہ قسمت کی بات ہے کہ لوگ تو رمضان کرنے مکہ مدینہ جاتے ہیں اور میں وہاں سے نکالدیا جاتا ہوں۔ ہر سال یہ سوچتا رہتا ہوں اور دوستوں سے پوچھتا بھی رہتا ہوں کہ میرے آنے سے کیا فائدہ ہوا ؟ دوست احباب اپنی محبت سے جو انہیں کہنا چاہیئے تھا کہتے رہتے ہیں مگر میں بلا تورّیہ بلا مبالغہ یہی سمجھتا ہوں کہ او کہ خود گم ست ترا رہبری کنند۔ یہ خیال کئی سال سے ہو رہا ہے اور اس سال اس میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے اور اب کے تو آنے کے بعد سے خاص طور سے ہر وقت یہ خیال ہو رہا ہے کہ ایک شخص کے اوپر تو مدار اعتکاف واذکار کا ہرگز نہیں ہونا چاہیئے. موت وحیات سب کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ تم جیسے احباب کو جو اس کام کو سنبھال سکتے ہیں اپنے اپنے مستقر پر اعتکاف کا اہتمام کرنا چاہیئے اور اذکار واشغال کا بھی تاکہ یہ سلسلہ کچھ دنوں تک جاری رہے اس لئے میری رائے یہ ہے اگرچہ مجھے گراں ہے اور خود تمہیں بھی گراں ہوگا مگر اپنے اپنے مستقر پر تم احباب کو اعتکاف کا رواج ڈالنا چاہیئے اور لوگوں کو مشورہ دیں کہ آپ کے ساتھ پورے ماہ کا اعتکاف کریں. پورے ماہ کا نہ ہو سکے تو آخری عشرہ کا کم از کم کرلیں۔ اگرچہ میرا بھی جی چاہتا ہے کہ تم جیسے احباب رمضان میں میرے پاس رہیں تو میرے لئے بھی موجب سکون وسرور ہے.

فقط والسلام

زکریا بقلم احمد گجراتی ۱۸ر رجب ۹۹ھ

ہدایا مبارکہ

کثرت سے ہزاروں روپیوں کی کتابیں مرحمت فرمائیں بسنہ ۶۵ھ کی حاضری سے گذشتہ سال تک ایک سفر بھی مجھکو ایسا یاد نہیں جس میں حضرتؒ نے مرحمت نہ فرمایا ہو اور سفر بھی کثرت سے ہوئے ادھر تو کئی سال سے دو سو روپیہ مرحمت فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ چار سو روپیہ مرحمت فرمائے حضرت قدس سرہٗ نے مجھ کو کبھی کسی بیماری کا علاج نہیں بتایا بلکہ ہمیشہ دعا و توجہ سے کام پورے

ہوتے رہے، جیسا کہ حضرت کے خطوط سے یہ بات صاف عیاں ہے۔ کثرت سے یہ بات پیش آتی رہتی تھی جو امر بھی پیش آتا تھا حضرت کو لکھا گیا پورا ہو گیا مجھ کو یاد نہیں کہ کسی کام کے لئے لکھا گیا ہو اور وہ کام نہ ہوا ہو سوائے اپنی اصلاح و تربیت کے اپنی بدعملی کی وجہ سے میں بالکل ناکارہ اور کورا کا کورا رہا۔ حضرت تو بالکل فرما چکے تھے کہ صرف میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تمہاری مدد کی ضرورت ہے جو میں نہ کر سکا اور بدحال رہا۔ بیعت سے پہلے حضرت نے صاف میرے معمولات دریافت کئے تھے جو لکھے گئے تھے اس کے جواب میں حضرت نے جو ارشاد فرمایا تھا اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ معمولات کا عریضہ میں نے ۵؍رجب ۶۴ھ کو روانہ کیا تھا۔ جواب ۱۱؍شعبان ۶۴ھ کو ملا تھا وھو ہذا:۔

از زکریا عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون معمولات دیکھے بہت زیادہ مقدار ہے جن کا عمل دشوار ہے دماغ کی رعایت ضروری ہے تاہم سردست ابھی ادا کرتے رہیں جب کبھی ملاقات کی نوبت آئے گی دیکھا جائے گا۔ البتہ بعض چیزیں اس میں قابلِ حذف ہیں جن پر بندہ نے نشان لگا دیا ہے اور چند روز آپ کو میرے پاس قیام کی ضرورت ہے۔ جب بھی آپ بسہولت اپنی غیبت کا انتظام کر سکیں کرایہ کے فکر کی البتہ ضرورت نہیں ہے وہ آمدورفت کا میں پیش کر سکتا ہوں، دوسرے انتظامات اپنی غیبت کے آپ خود کرلیں اور جب ارادہ کریں ہفتہ عشرہ کم سے کم قیام کی نیت سے آئیں اور اس خط کو ہمراہ لادیں۔ فقط والسلام زکریا

حاضری پر حضرت نے معمولات میں کچھ کمی نہیں فرمائی نہ میں نے کچھ دریافت کیا کیونکہ معمولات پورا کرنے میں بفضلہ کوئی دقت نہیں ہوتی تھی اور نہ اب ہے اللہ کے فضل و کرم سے وہ سب معمولات بلکہ کچھ زیادتی کے ساتھ بحسن خوبی پورے ہو رہے ہیں۔

خلافت واجازت

تاریخ و سن تو مجھے یاد نہیں ہجرت فرمانے سے قبل حسب معمول بعد نماز فجر کچے مکان میں ذکر کر رہا تھا۔ حافظ صدیق صاحب نے کہا کہ حضرت شیخؒ یاد فرما رہے ہیں میں حاضر ہوا حضرتؒ اپنے

کمرے کا دروازہ بند کئے ہوئے چارپائی پر تشریف فرما تھے، فرمایا کہ مولوی عبداللہ موت اور زندگی کا کوئی اعتبار نہیں میں تم کو بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہوں یہ سن کر میں بے انتہار رو پڑا اور خوب رویا۔ جانماز اور تہبند عطا فرمایا۔ اس سے قبل ایک بہت عمدہ اونچی عبا جو غالباً عرب کی تھی عطا فرما چکے تھے۔ کوئی نصیحت وغیرہ نہیں فرمائی۔

تبلیغ کے لئے زبانی و تحریری ارشادات برابر فرماتے رہتے تھے جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ مکاتیب و مدارس کی اہمیت کے سلسلہ میں برابر ارشاد ہوتا تھا، چنانچہ اس ناکارہ نے بیسیوں قائم کئے۔

حضرت کا نماز میں انہماک

۴۷ء سے پہلے حضرت کے کئی رمضان مرکز نظام الدین میں گذرے حضرت کی طلب پر یہ ناکارہ بھی حاضر ہوا کرتا تھا، یہ منظر روزانہ دیکھنے میں آتا تھا کہ عشاء کے بعد کی مجلس کے بعد خواہ کتنی ہی گرمی ہو حضرتؒ نماز میں مصروف ہو جایا کرتے تھے لانبی لانبی رکعتیں پڑھتے تھے کرتہ مبارک بالکل پسینہ سے شرابور ہو جایا کرتا تھا مگر نماز میں کوئی فکر نہیں ہوتا تھا۔ سحر کے وقت نماز ختم فرماتے افطار کے وقت بہت ہی زیادہ ٹھنڈا برف پانی اور خوب گرم تیز چائے حضرت کو نوش فرماتے ہوئے دیکھا۔ سہارنپور مدرسہ قدیم میں کئی سال حضرت کے ساتھ روزہ افطار کرنے کا اتفاق ہوا، حضرتؒ صرف کھجور اور زمزم شریف سے افطار فرماتے اس کے بعد تقریباً ۱۱ بجے افطاری و چائے خود نوش فرماتے اور حاضرین کو بھی مرحمت فرماتے کہ کھانا صرف سحر میں تناول فرماتے تھے، تفریحی فقرے و قصہ ہوتے رہتے تھے، مگر مجھ کو صحیح طریقہ پر محفوظ نہیں، کئی سال تک یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ حضرت خود سے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے لیکن جماعت میں دو خادم پکڑ کر کھڑا کرتے تھے، رکوع، سجود، قیام سب ہوتا رہتا تھا ادھر سلام پھیرا پھر وہی حالت کہ بغیر اٹھائے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ حضرت کے حالات اگر میں لکھنا چاہوں تو اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے مگر اس وقت دل قابو میں نہیں دل کا عجیب حال ہے۔ پوری زندگی جو بہت طویل ہے حضرت

کے ساتھ گذری ہے وہ سب نگاہوں کے سامنے گھوم رہی ہے خصوصًا حضرتؒ کے مکاتیب پڑھ کر عجیب حالت ہوتی ہے کہ حضرت کو اس سیاہ کار سے کیا تعلق تھا اور حضرت کیا چاہتے تھے، حضرت جیسا شفیق و محبت کرنے والا شیخ قطب وقت پا کر بھی یہ نالائق کچھ حاصل نہ کر سکا اور ناکارہ کورا کا کورا ہی رہا۔ حضرتؒ کو اس ناپاک سے بہت ہی زیادہ تعلق تھا اور محبت فرماتے تھے اور بے شمار شفقتیں فرماتے تھے۔ بالکل اخیر دور میں اس نالائق نے عرض کیا کہ یہاں تو حضرت والا بے شمار شفقتیں فرماتے ہیں قیامت میں بھی یاد رکھیں گے اور اپنے ہمراہ جنت میں لے جائیں گے۔ برجستہ و بلا تکلف فرمایا کہ ضرور لیکن اگر تو پار ہو جائے تو مجھے بھی گھسیٹ لے جانا۔ میاں یوسف اب پچھتانے سے کیا ہوتا ہے وقت نکل گیا۔ ع

جو دیتے تھے دوائے دل۔ وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

حضرت قطب وقت تھے آپ کا اصلاحی طریقہ بالکل تجدیدی تھا۔ کشف تو کو آپ کو غضب کا ہوتا تھا مگر اسی قدر اخفا تھا۔ اپنی بداعمالی کی وجہ سے میں ہمیشہ سامنے جاتے ہوئے ڈرا کرتا تھا، ہمیشہ توبہ و استغفار کر کے سامنے جایا کرتا تھا۔ بطور مثال چند واقعاتِ کشف لکھتا ہوں:۔

ایک مرتبہ حاضری پر کچھ پھل لے کر حاضر ہوا دل چاہتا تھا کہ اماں جان اور بچے استعمال کریں کیونکہ حضرت کے یہاں اس قسم کی چیزیں زیادہ تر مہمانوں کی نظر ہو جایا کرتی تھی، کئی روز کے بعد فرمایا کہ گھر میں طبیعت خراب ہو گئی ہے تمہارے لائے ہوئے پھل ان کے کام آئیں گے۔

ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ ایک گاؤں جانا ہوا۔ میزبان دودھ و چائے لائے اور کہا کہ جس کا جو دل چاہے نوش فرمائے چائے کے ساتھ بس دودھ ہی دودھ تھا چائے کا نام بھی نہ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ لاؤ مجھ کو دودھ ہی دے دو میں چائے کا زیادہ عادی نہیں۔

بارہا ایسا ہوا میں کچھ عرض کرنے گیا حاضر ہوتے ہی جواب ارشاد فرما دیا بغیر

کچھ عرض کئے ہوئے۔ ۴۷ء میں جب ہندوستان آزاد ہونے والا تھا میں نے دیکھا حضرت بڑے پریشان و متفکر ہیں میری سمجھ میں تو آتا نہیں تھا میں دل میں سوچتا تھا کہ حضرت والا اس قدر پریشان کیوں ہیں مگر جب عید کے بعد ہنگامے شروع ہو گئے تب میری سمجھ میں آیا کہ پریشانی کی یہ وجہ تھی۔

حضرت جس قدر اونچے تھے اس کا اندازہ کرنا ہم جیسوں کے لئے غیر ممکن ہے بیسیوں رمضان میں نے حضرت کے ساتھ گذارے اور بڑی جستجو میں رہا کہ حضرت کے کسی قول و فعل سے شب قدر کا پتہ چلے مگر حضرت نے کبھی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔ طاق راتوں میں بہت غور سے دیکھا کرتا تھا کہ حضرتؒ کچھ اہتمام فرمائیں یا عشاء کے بعد مجلس جلد ختم فرما دیں مگر وہاں کچھ نہیں حسب معمول ہی سب کچھ ہوتا رہتا تھا، کبھی اشارہ و کنایہ سے بھی کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ ایک مرتبہ جرأت کر کے میں نے پوچھا کہ حضرت والا کو شبِ قدر کا کچھ علم ہوتا ہے فرمایا کہ پہلے سے تو نہیں مگر شام ہواؤں وغیرہ سے کچھ اندازہ ہو جاتا ہے، پھر ایک مرتبہ رمضان میں عرض کیا کہ جب حضرت والا کو شبِ قدر کا کچھ اندازہ ہو تو مجھ کو بھی مطلع فرما دیا جائے فرمایا کہ اب تو کچھ بھی احساس نہیں ہوتا ہے۔

حضرت بڑے کامل و زوردار تھے ۴۷ء میں تو چاند دیکھ کر ہی حضرت کے مشورہ سے مکان روانہ ہو گیا تھا۔ حضرت کا قیام عرصہ تک مرکز ہی میں رہا ہنگاموں کی وجہ سے، مولوی عبدالمنان دہلوی نے مجھے بیان کیا کہ کئی روز تک مرکز پر حملہ کا خطرہ رہا۔ حضرت کی وجہ سے کچھ لوگ مسجد کی چھت پر بیدار رہا کرتے تھے۔ ایک روز میں بھی چھت پر تھا نصف رات کے بعد دیکھا کہ ایک طرف سے ایک بہت بڑا مجمع شور و غل مچاتا ہوا مرکز کی طرف آ رہا تھا یہ دیکھ کر کوئی رونے لگا۔ کوئی سجدے میں گر گیا، کوئی دعا مانگنے لگا، میری سمجھ میں تو کچھ آیا نہیں میں نے جا کر حضرت شیخ کو جگا دیا اور واقعہ عرض کر دیا حضرت نے فرمایا کہ تشویش و پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ایک نیلی چادر لاؤ چنانچہ چادر لائی گئی حضرت جس چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اسکو چھوڑ کر دوسری چارپائی پر جو قریب ہی خالی پڑی تھی اس پر چادر کو سر سے پاؤں تک تان کر سیدھے

لیٹ گئے۔ پتہ نہ چلا کہ وہ مجمع کہاں غائب ہوگیا صبح کو معلوم ہوا کہ جو نالہ مرکز کے قریب ہے وہ اس قدر تیز بہہ رہا تھا کہ اس میں کسی کو پاؤں رکھنے کی ہمت نہیں ہوئی مجمع واپس ہوگیا۔

میں صرف حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی سے اور ان کے حالات واوصاف سے کچھ واقف ہوں مگر اس کے بیان کرنے کے لئے بھی ایک دفتر چاہیئے جس کے لئے اب مجھ میں سکت نہیں اور ہوسکتا ہے کہ مفتی صاحب ناراض بھی ہوں اس لئے معافی چاہتا ہوں صرف اس قدر عرض ہے کہ یہ حضرت بھی بڑے اونچے اور گہرے ہیں اور حضرت کے بہت ہی خاص لوگوں میں ہیں اور حضرت شیخ کے حالات و مقامات سے بہت واقف ہیں۔ میری نگاہ میں موصوف سے زیادہ حضرت سے کوئی واقف نہیں اگر آپ کے گرامی نامہ کا مفصل جواب دے دیا آپ کا سارا خلاء پر ہوجائے گا۔

فقط والسلام

محمد عبداللہ از کرسی

۲۶ر شوال ۱۴۰۲ھ

حضرت مولانا ہاشم بخاری صاحب زید مجدہم

اسم گرامی: محمد ہاشم بخاری

تاریخ ولادت: تاریخ پیدائش: ۲۲/۳/۱۹۲۱ء۔

تربیت و تعلیم

پیدائش علاقہ نازان (لینین گراٹ) روسی ترکستان۔ تعلیم و تربیت کاشغر (ترکی ترکستان) اعلیٰ تعلیم و تربیت دارالعلوم دیوبند میں آکر مکمل کی۔

بیعت سے خلافت تک

فراغت کے بعد حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ سے بیعت کا تعلق قائم کیا۔ مولانا مدنی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد جامعہ حسینیہ راندیر (سورت) کی مدرسی کے دوران حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی طرف رجوع کیا۔ اس سال سہارنپور میں زمانۂ اعتکاف میں حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے خود ہی بارہ تسبیح کے ذکر کی تلقین فرمائی۔ اور خود ہی بلند آواز سے بندہ کو کرکے بتلایا۔ اس کے بعد ۹۳ھ میں دارالعلوم میں بندہ کا بحیثیت مدرس عربی کے آنا ہوا۔ جس کی وجہ سے بندہ بارہ تسبیح کی بھی پابندی نہیں کرسکا اس کے باوجود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتیں اور خصوصی توجہات بندہ کو حاصل رہی۔ اب سے تین سال قبل بندہ کو اپنے پاس خصوصیت سے بلایا اور اجازت بیعت عطا فرمائی۔ اور یہ فرمایا کہ مولوی صاحب یہ سند فراغت ہے۔ تو میں اپنی گستاخانہ انداز میں بول پڑا میں ابھی فارغ نہیں ہوا ہوں بلکہ میں طفل مکتب ہوں آپ نے مجھکو بارہ تسبیح کی تلقین فرمائی میں اس کی بھی پابندی نہیں کرتا۔ اب تک میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اگر موقع مل جاتا ہے تو آپ کی خدمت میں آکر بیٹھ جاتا ہوں۔ اور آپ کے دسترخوان سے کھاتا ہوں۔ آپ مجھے اجازت بیعت کس طرح دے رہے ہیں۔ اس میں تو مجھے اشکال ہے۔ حضرت نے میرا ہاتھ خوب مضبوط پکڑا اور مسکرائے اور فرمایا "پیارے کئے جاؤ پیارے کئے جاؤ" اس وقت جو میری حالت تھی میں لکھوا

نہیں سکتا. میرے سارے بدن میں آگ جل رہی تھی میں قریب تھا کہ بے ہوشی کے عالم میں گرجاتا.

کتابوں کے عطیات

حضرت نے ہمیشہ یعنی جب سے حضرت سے بیعت کا تعلق میں نے قائم کیا اس وقت سے اپنی عربی، اردو تصنیفات میں سے ایک ایک عدد بندہ کو عنایت فرماتے رہے. جس وقت حضرت نے اجازت بیعت عطا فرمائی اس سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اور اپنے اکابرین کے تذکرے اور تمام کے تمام تصوف سے متعلق حضرت کی نظر میں جو کتابیں تھی پہلے ہی خادم سے بندھوا کر رکھ چھوڑیں تھیں. جو بندہ کو عطا فرمائیں گئی. ان میں بعض کتابیں خود حضرت نے دستِ مبارک سے عطا فرمائیں. اس طرح میرے پاس حضرت کی تصنیفات اور حضرت کی منظور نظر کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہے.

مراقبہ دعائیہ

حضرت نے اجازت دیتے وقت ایک خاص بات یہ بھی ارشاد فرمائی تھی کہ تمہارے اکابرین کا ایک سلسلہ ہے مراقبہ دعائیہ کا اس کا خاص اہتمام کرو خاص خاص اوقات میں.

روسی ترکستان سے ہجرت

میرا روسی ترکستان سے مشرقی ترکستان میں آنا اور کاشغر میں پانچ سال تک تعلیم حاصل کرنا اور پھر وہاں سے اپنے والد کے ساتھ ١٣٦٩ھ میں ہندوستان کی طرف ہجرت کرنا اور والد صاحب کا راستے میں انتقال ہونا اور مشرق سے کوہ ہمالیہ سے گزرتے ہوئے پاپیادہ اور گھوڑے سواری کرتے ہوئے پہونچنا اور پھر دارالعلوم میں داخل ہوکر سات سال دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرنا. پھر گجرات میں ١٧، ١٨ سال تک مختلف مدارس میں مدرسی کرنا پھر دارالعلوم میں آکر مدرس ہوجانا ان سب باتوں کی تفصیل کے لئے ایک مستقل دفتر چاہیئے.

ڈانٹ کے بعد مٹھائی

حضرت کی میرے ساتھ شفقتیں اور توجہات عجیب وغریب ہیں. جو حضرت کی حیاۃ میں اور حضرت کی وفات کے بعد بھی میری عقل میں آئی ہی نہیں. میں اس قدر گستاخ بے ادب واقع ہوا ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ حضرت کے منشاء کے خلاف اور قانون اعتکاف اور قانون خانقاہ کے بھی خلاف مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی والے اور کئی گجراتی مہمانوں کو چائے پلاتے ہوئے میں پکڑا گیا تو خوب ڈانٹ پڑی. اس کے بعد دو منٹ ہی نہیں گزرے کے حضرت نے بندہ کو اپنے پردے میں یاد کیا. میں کیا بتاؤں مجھ سے معافی مانگی. مجھے ڈوب مرنا چاہیئے. اور اپنے ہاتھ میں لے کر مٹھائی اور جو کچھ بھی حاضر تھا بندہ کو کھلایا. ایک مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ سیب کا ایک ٹکڑا شیخ نے اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں ڈالا. اس کی لذت تو میں اب تک محسوس کر رہا ہوں.

حضرت مولانا سید رشید الدین صاحب زید مجدہم

اسمِ گرامی | رشید الدین - مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی - مراد آباد - یوپی - انڈیا -

ولادت سے لے کر اولاد تک | فروری ۱۹۳۲ء کی پیدائش ہے - تعلیم و تربیت، والد مرحوم حضرت الحاج مولانا سید حمید الدین صاحب - شیخ الحدیث - مدرسہ عالیہ - کلکتہ اور شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے زیر سایہ ہوئی - اعلیٰ تعلیم کی تکمیل - دار العلوم دیوبند سے ہوئی - ۱۹۵۸ء میں دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی - ۱۹۵۹ء میں فنون کی تکمیل ہوئی - ۱۹۶۰ء و ۱۹۶۱ء میں حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب ندوی صدر مفتی دار العلوم دیوبند سے افتاء کی تکمیل اور مشق فتویٰ نویسی حاصل کی - ۱۹۵۳ء میں نکاح ہوا - حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے نکاح پڑھا - کُل نو بچے ہوئے - جن میں ایک بچی نے پیدائش کے چند ہی لمحات بعد سفر آخرت اختیار کیا - دوسری بچی تھی - جو شیر خوارگی کی حالت میں ذخیرۂ آخرت ہوئی - تیسری بچی ۱۸ سال کی عمر کو پہنچ کر راہی ملک بقا ہوئی - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ الحمد للہ چھ بچے اس وقت بقید حیات ہیں -

تعلیمی خدمات | ۱۹۶۲ء سے تعلیمی خدمات کا آغاز ہوا - ۶۷ء میں بارہ بنکی میں مولانا عبد الباری صاحب ندوی کی خواہش پر انکے مکان اور ملحقہ افتادہ زمین میں والد مرحوم حضرت مولانا سید حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ کلکتہ کے حکم سے حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے دستِ مبارک سے مدرسہ دار الرشاد کے نام سے ایک عربی دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی - جو الحمد للہ اکابر کی دعاؤں اور بزرگوں کی توجہات سے روز افزوں ترقی پر ہے - فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰالِکَ -

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ نے میری درخواست پر خاص طور پر اصحاب خیر سے مدرسہ کے لئے مالی امداد کے واسطے اپیل لکھوائی اور اپنے دستِ مبارک سے دستخط فرماکر (بقلم خود) تحریر فرمایا جو حسبِ ذیل ہے یہ ناکارہ مدرسہ دار الرشاد کی ہر نوع کی ترقی اور جملہ مکارہ سے حفاظت کے لئے دل سے دعا کرتا ہے - اللہ جل شانہٗ اپنے فضل و کرم سے مدرسہ کو ہر نوع کی مادی و روحانی ترقیات سے نوازے - ہر نوع کے مکارہ سے محفوظ فرمائے اور اہلِ خیر سے سفارش کرتا ہے کہ دامے، درمے، قدمے، جو معاونت ممکن ہو اس کارِ خیر میں شرکت فرماکر ثواب اخروی حاصل کریں کہ صدقۂ جاریہ ہے - اور علم کی خدمت جملہ صدقات میں افضل ہے - اللہ تعالیٰ اعانت کرنے والوں کی جان و مال میں برکت فرمائے - (دستخط (محمد زکریا عفی عنہ بقلم خود) ۱۴ رجب ۹۲ھ -

دعوت میں جانے پر تنبیہ | حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد کا ایک واقعہ یاد آیا جس کو ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں -

حضرت مدنی کے وصال کے بعد جب بھی میں سہارنپور گیا - قیام حضرت شیخ الحدیث صاحب مرحوم کے یہاں ہوتا تھا - لیکن دوستوں اور متوسلین حضرت مدنیؒ کو جب میرے آنے کی اطلاع ہوتی تو وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر اجازت لے کر مجھے اپنے ساتھ لے جاتے اور کھانا وغیرہ کھلانے کے بعد واپس پہنچا دیتے - چند بار تک تو یہ سلسلہ رہا اور میں حسبِ معمول شیخ ہی کے پاس رہا - ایک مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا - ایک بے تکلف دوست اجازت لینے کے لئے شیخ کی خدمت میں پہنچ گئے - مگر آج شیخ نے اجازت دینے کے بجائے یہ فرمایا کہ بھائی میرے مہمان کی اگر کوئی دعوت کرتا ہے تو میں بہت خوش ہوتا ہوں - کیونکہ میں مہمان کے شایان شان کوئی اہتمام نہیں کر پاتا - میرے یہاں تو وہی شوربا ڈھب ڈھب ہوتا ہے - لیکن میرے مہمان کو اگر کوئی لے جائے گا تو اہتمام کریگا اس لئے جب کوئی میرے مہمان کی دعوت کرتا ہے تو میں بہت خوش ہوتا ہوں - اس کے بعد فرمانے لگے! لیکن میرے پیارے! حضرت مدنی کا دستور تو یہ تھا کہ سہارنپور جب بھی تشریف لاتے، چاہے سیاسی جلسہ میں شرکت ہو - یا دینی جلسہ میں، شادی میں شرکت ہو یا مدرسہ کے جلسہ میں - غرضیکہ کسی بھی مقصد سے

سہارنپور سفر ہوتا تو وہیں دیوبند ہی میں داعی حضرات سے فرمادیتے کہ میں تمہارے جلسہ میں شرکت کروں گا۔ یا تقریب میں شرکت کروں گا مگر کھانا! زکریا کے ساتھ کھاؤں گا۔ تو بھائی ان کا یہ طریقہ تھا۔ اب تیرا جو جی چاہے کر میں خاموش بیٹھا سنتا رہا۔ میرے دوست بھی موجود تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ جا! میں نے عرض کیا کہ بس اب نہیں جاتا۔ اور الحمدللہ پھر اُس دَر کو چھوڑ کر کسی کے دروازے پر نہیں گیا۔

پہلی زیارت

میں نے سنِ شعور بیدار ہوتے ہی حضرت شیخؒ کو حضرت مدنیؒ کی خدمت میں آتے جاتے دیکھا۔ اسی طریقے سے حضرت مدنیؒ کے ہمراہ سہارنپور میں بارہا شیخ کے درِ دولت پر حاضری ہوئی۔ اسی طرح سے جب بھی حضرت مدنی کے ہمراہ سہارنپور سے آتے جاتے گذرنا ہوتا تو ریلوے اسٹیشن پر ضرور حضرت شیخ کی زیارت ہوتی۔ پہلی مرتبہ سہارنپور اسٹیشن ہی پر حضرت کی زیارت ہوئی۔ حضرت مدنیؒ رمضان المبارک اپنے وطن ٹانڈہ میں گذار کر قافلہ کے ہمراہ دیوبند تشریف لے جارہے تھے۔ حضرت مدنی کے ایک فدائی حاجی نظام الحق صاحبؒ مظفرنگر بس لے کر سہارنپور آگئے تھے۔ میرٹھ، مظفرنگر، دیوبند، سہارنپور سے استقبال کرنے والے اس قدر جمع ہوگئے تھے کہ پلیٹ فارم خدّام اور متوسلین سے بھرا ہوا تھا۔ اس ہجوم میں حضرت شیخ کی اس حال میں زیارت ہوئی کہ آپ مجمع کے لئے حضرت مدنی کے مصافحہ کے انتظام میں مصروف تھے۔

بیعت

۷۳ھ میں سہارنپور میں شیخ سے بیعت ہوا۔ دست بدست بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ میرے ہمراہ ہمشیرہ بھی تھی (یعنی حضرت مولانا اسعد مدنی کی اہلیہ) اس کو پس پردہ بیعت فرمایا۔ میرا بیعت کا تعلق براہِ راست حضرت سے قائم ہوا۔ میرا طبعی تقاضا بیعت کا حضرتِ مدنیؒ سے تھا۔ لیکن طالبعلمی کے زمانہ میں حضرت کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے۔ میرا تعلیمی آخری سال تھا کہ حضرت کا وصال ہوگیا۔ فراغت کے بعد کافی وقت مرشد کے تجسّس اور انتخاب میں گذرا۔ مگر کہیں طبیعت نہیں جمی۔ البتہ حضرت شیخ پر جب میں نے اس مقصد سے نظر ڈالی تو حضرت مدنیؒ سے بہت ہی قریب پایا۔ پھر میلانِ طبع اِدھر ہی کو راسخ ہوتا گیا۔ اس لئے حضرت ہی سے بیعت کی سعادت حاصل کی فالحمدللہ والمنۃ۔

ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس وقت کا تو کوئی واقعہ ذہن میں نہیں البتہ یہ ارشاد فرمایا کہ جو بارہ تسبیح حضرت مدنیؒ اپنے مرشدین کو تبلایا کرتے تھے اسی کو کرتے رہو۔

"ذکر جہری سرًا" کرنے میں مضائقہ نہیں

میں نے ایک خط میں حضرت کو لکھا کہ بعض مرتبہ سفر کے دوران ریل میں ہوتا ہوں۔ یا جلسہ وغیرہ میں جانا ہوتا ہے تو قیام گاہ میں اجنبی لوگ ہوتے ہیں۔ یا سوتے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں بارہ تسبیح جہرًا کس طرح کی جائے۔ ۷۸ھ میں مدینہ منورہ سے جواب آیا کہ عوارض کی وجہ سے اگر بارہ تسبیح سرًا کرلی جائے تو مضائقہ نہیں۔

ایک تجربہ سو اشخاص پر

مدرسہ کے بعض احباب کے احوال شیخ کے سامنے آئے تو ایک خط میں تحریر فرمایا کہ اپنا ایک تجربہ لکھتا ہوں جو کم از کم سو اشخاص پر میں نے کیا ہوگا کہ مخالف سے ہرگز انتقام کا ارادہ نہ رکھیں۔ اپنا تعلق مالک سے رکھیں کہ سب سے بہترین انتقام لینے والا وہی ہے۔ اپنی طرف سے ہر مسلمان کے ساتھ صلاح و فلاح کا ارادہ رکھیں اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے کردیں۔ میں نے آپ بیتی میں اس قسم کے کچھ واقعات لکھے ہیں۔ سال گذشتہ مفتی محمد شفیعؒ صاحب نے فرمایا کہ وہ مضمون میں نے اپنے مدرسہ کے اساتذہ کو سنایا۔ مولانا بنوریؒ نے بھی یہی فرمایا ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیر دانا را

مولانا اسعد مدنی کا مقام

متعدد خطوط میں بار بار تحریر فرمایا کہ تم مولانا اسعد صاحب کی طرف رجوع کرلو۔ اس میں تمہیں سہولت بھی ہوگی اور راحت بھی مگر میں بچپن سے مولانا اسعد صاحب سے بے تکلفانہ زندگی کی وجہ سے عذر کردیا کرتا تھا۔ حضرت کے ایک خط کا مضمون یہ ہے۔

میں نے کئی سال سے آپ سے بار بار کہا کہ تم عزیز مولانا اسعد صاحب کی طرف رجوع کرلو۔ میرے پیارے! یہ میں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے احترام میں تمہاری خیرخواہی سے بار بار کہا۔

یں سارے سال بیمار رہا اور اب تک یہ نہیں طے کرسکا کہ اس سال ہندوستان آسکتا ہوں یا نہیں اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔ جب کہنے سے تو ہو تو کوئی خلجان کی بات نہیں۔ عبد الماجد دریا بادی اور مولوی عبد الباری صاحب حضرت شیخ الاسلامؒ سے بیعت تھے۔ اور حضرت قدس سرہٗ ہی کے ارشاد پر تھانہ بھون رجوع کیا۔ اور مولوی عبد الباری مرحوم کو تو وہاں سے اجازت بھی ملی۔ میں خود حضرت رائپوری اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہما کی حیات میں اپنے متعدد لوگوں کو ان دونوں اکابر کی خدمت میں بھیجتا رہا ہوں۔ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے جیل کے زمانہ میں اپنے متعدد احباب کو تحریر فرمادیا کرتے تھے کہ میرے آنے تک زکریا سے پوچھ لیں۔ مولوی محمود پٹیڑدی کو تو خاص طور سے حکم دیا تھا۔ آپ انہیں چاہے دریافت بھی کرلیں۔ مولوی منوّر صاحب بھی پہلے حضرت مدنی سے بیعت ہوئے تھے۔ اور حضرت رائپوری کے یہاں تو بہت کثرت سے یہ معاملہ ہوتا رہتا تھا۔ میرے یہاں اجازت میں محض تعلیم کافی نہیں۔ اس کے علاوہ بھی کچھ چیزیں شرائط کے درجے میں ہوتی رہتی ہیں۔ عزیز مولوی اسعد سے مدّ یہ خط دکھا کر کہدیں کہ وہ اس میں تامّل نہ کریں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب۔ بقلم حبیب اللہ۔ ۱۱ر جون ۷۷ء۔ مدینہ منورہ۔

سفر میں حضرت کی شفقت

اسٹینگر ساؤتھ افریقہ میں ماہِ مبارک میں ایک مرتبہ بلا کر ارشاد فرمایا کہ سہارنپور کی بات اور تھی وہ تو گھر تھا۔ مگر یہ غیر جگہ ہے۔ تم یہاں کسی چیز کی تکلیف مت اٹھانا۔ جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلف مجھ سے کہدینا۔ مگر الحمد للہ اسٹینگر کے احباب کی غیر معمولی مہمان نوازی نے کبھی اس کی نوبت ہی نہیں آنے دی۔ ضرورت کی ہر چیز ہر وقت موجود رہتی تھی۔ سہارنپور میں ایک مرتبہ میرے بچے اخلد سلّمہ نے میرے ساتھ چند دن شیخ کی خدمت میں گذارے تو اس کو سو روپے بطور عیدی عنایت فرمائے۔ ایک مرتبہ میں نے کچھ ہدیہ پیش کرنا چاہا تو قبول کرنے سے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ مجھ پر تیرا حق ہے کہ میں تجھے پیش کروں نہ کہ تجھ سے لوں۔ مجھ کو حضرت نے خود ذکر و اذکار تلقین فرمائے۔ کبھی کسی مجاز یا ذاکر کے سپرد نہیں فرمایا۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ میری تساہلی اور غفلت نے ہمیشہ مجھکو ناکارہ

ہی رکھا۔ میں اپنے آپ کو اس شعر کا پورا پورا مصداق سمجھتا ہوں اور اس میں کچھ مبالغہ بھی نہیں

تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیوان تشنہ می آرد سکندر را

مجھکو حضرت مدنی قدس سرہٗ کے معمولات اور اذکار تلقین فرمائے۔ نیز یہ ارشاد فرمایا کہ جس قدر ممکن ہو اسمِ ذات کو بڑھاتے جاؤ۔ اور حضرت مدنیؒ کے ملفوظات تصوف ضرور مطالعہ میں رکھو۔

خلافت

دارالعلوم فیصل آباد پاکستان میں ۲۶ر رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ کو شب میں بھائی ابو الحسن صاحب تیزی کے ساتھ میرے پاس آئے اور کہا کہ شیخ یاد فرما رہے ہیں۔ میں فوراً حاضر ہوا تو بھائی ابو الحسن کے سامنے ہی بغیر کسی تمہید کے اجازت فرمائی۔ میرے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ چند لمحہ تو با پھر اس عظیم الشان بار کے تحمل سے اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے معذرت کا اظہار کیا۔ تو فرمایا کہ جا جا! میں نے بھی اپنے حضرت سے یوں ہی کہا تھا۔ مگر میری ایک نہیں سنی۔ جا! اور جو کوئی بیعت ہونا چاہے اسکو بیعت کرلینا۔ میرا رسالہ نسبت و اجازت اور حضرت مدنیؒ کے مکتوباتِ تصوف مطالعہ میں رکھنا۔

متعدد بار مولانا اسعد صاحب مدظلہ کے ساتھ رمضان گذارنے کا حکم فرمایا۔ لیکن ہر بار مولانا سے میرے بچپن کے بے تکلفانہ تعلقات کے عذر کو قبول فرماکر بخوشی اپنے ساتھ رمضان گذارنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور میں شیخ سے بیعت بھی مولانا اسعد صاحب کے مشورے ہی سے ہوا تھا۔

"حضرت کی شفقتیں" دسترخوان پر شفقت

سہارنپور میں ایک مرتبہ ایک مخلص دوپہر کے کھانے میں خاص طور سے شیخ کے لئے بٹ پکا کر لائے۔ میں نے کبھی کھائی نہیں تھی۔ اس لئے رغبت نہیں تھی۔ مگر شیخ نے خادم کو حکم دیا کہ اس حقیر کو بھی دی جائے۔ میں نے عطیہ شیخ سمجھ کر اس کو کھالیا شیخ نے جب دیکھا کہ پلیٹ صاف ہے تو مجھ کو خطاب کرکے فرمایا کہ اور لے! خادم میرے سامنے

سے پلیٹ اٹھا کر چلدیا۔ مگر میں خاموش رہا، اس پر حضرت نے فوراً تاڑ لیا اور خادم کو آواز دی کہ رہنے دے اسے مت دے۔ یہ تو کچھ بول نہیں رہا! اسکو پسند نہیں آئی۔ اور یہ واقعہ تھا کہ میں نے پہلی دفعہ کھائی تھی اس لئے کوئی رغبت نہ تھی۔

شیخ کے ساتھ دسترخوان پر جب بھی کھانے کا اتفاق ہوا۔ اپنے قریب داہنی یا بائیں جانب بٹھاتے۔ اور طشتریوں میں خاص خاص چیز عنایت فرماتے جاتے۔ اور ہر ایک پلیٹ پر نگاہ رکھتے۔ جس میں بھی کوئی چیز کم ہوتی نظر آتی فوراً خادم کو لانے کا حکم فرماتے۔

اباحت ہے تملیک نہیں

ایک مرتبہ چار پانچ آدمیوں کے بعد دسترخوان پر بیٹھا حضرت نے پیالے میں کھیر بھیجی۔ میں نے اپنے برابر والے کو بھی اس میں شریک کرلیا۔ حالانکہ وہ میرے ساتھی نہ تھے۔ حضرت نے دیکھ لیا۔ فرمایا کہ اباحت ہے۔ تملیک نہیں۔ جس کو پسند نہ ہو واپس کردے۔

دال کے خلاف قیامت میں گواہ

ایک مرتبہ بھائی مولانا اسعد صاحب کے ساتھ حاضری ہوئی۔ دسترخوان بچھا کھانا شروع ہوگیا۔ حضرت نے دال کا ایک پیالہ بھی منگوایا۔ مگر وہ اخیر تک تقریباً بھرا ہی رکھا رہا۔ حضرت کی نگاہ اس پر پڑی تو خادم سے فرمایا کہ اس پیالے کو اٹھاؤ۔ پھر فرمایا کہ دیکھو گوشت سید الطعام ہے۔ مجھ کو بہت پسند ہے۔ اور دال بالکل پسند نہیں۔ مگر تم لوگ گواہ رہنا میں اس کو محض اس لئے کھا رہا ہوں کہ کل قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں یہ میری شکایت نہ کرسکے کہ میں دسترخوان پر تھی اور زکریا نے مجھکو پوچھا نہیں۔

اگر دو وقت کھاتا تو.....

کبھی کبھی شام کے وقت میں بھی حاضری ہوئی۔ حضرت صرف ایک وقت دوپہر میں کھانا تناول فرماتے تھے۔ لیکن رات میں کھانے کیوقت جب بھی حاضری ہوئی، کھانے میں یہ کہکر شرکت فرماتے کہ رات میں کھانے کا معمول نہیں۔ لیکن تیرے ساتھ ضرور شرکت کروں گا۔

پنکھا جھلنے پر حضرت مدنی کا جلال

ایک مرتبہ دوپہر کے کھانے کے دوران فرمانے لگے کہ صرف ایک وقت کھاتا ہوں (اپنے

تن و توش) کی طرف اشارہ کرکے فرمانے لگے کہ جب تو یہ حال ہے۔ اگر کہیں دونوں وقت کھاتا تو جانے کہاں تک پھیلتا۔

ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ کے ہمراہ سہارنپور شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ اس وقت تک کچے گھر میں بجلی نہیں آئی تھی۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا۔ شیخ لنگی باندھے ہوئے کرتہ اتارے ہوئے ایک کھرّی چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ خادم بالٹی میں پانی رکھے ہوئے تھا۔ جس سے خس کے پنکھے کو تر کرکے جھل رہا تھا۔ اسی دوران میں نے شیخ کو حضرت مدنیؒ کی آمد کی خبر دی۔ شیخ نے فوراً کرتہ پہنا۔ جلدی سے اُٹھے۔ اتنے میں حضرت مدنیؒ تشریف لے آئے۔ گرمی شدید تھی۔ خادم پنکھا جھلتا رہا۔ جو لوگ حضرت مدنی کے مزاج سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ حضرت کے یہاں راحت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ بلکہ ان کی لغت سے راحت اور آرام کا نام ہی خارج تھا۔ حضرت مدنی نے حسبِ عادت خادم کو پنکھا جلنے سے منع کیا۔ مگر شیخ چونکہ حضرت مدنیؒ کے مزاج سے واقف تھے۔ اس لئے فوراً فرمایا کہ یہ آپ کو نہیں جھل رہا ہے مجھے جھل رہا ہے۔ حضرت مدنی خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر میں شیخ کھانے وغیرہ کے سلسلہ میں زنانخانے میں تشریف لے گئے۔ حضرت مدنی نے پنکھا جھلنے والے کو روک دیا۔ وہ بیچارہ بادل ناخواستہ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں شیخ اندر سے باہر تشریف لے آئے تو خادم پھر پنکھا جھلنے کے لئے کھڑا ہوگیا۔ حضرت مدنیؒ نے منع کیا۔ شیخ نے پھر وہی جملے دہرائے۔ مگر اس بار حضرت مدنیؒ کو ایک دم جلال آگیا۔ تیز لہجے میں فرمایا کہ بس خالی تم کو ہی گرمی لگتی ہے اِس کو نہیں۔ کیا یہ انسان نہیں ہے۔ اس پر حضرت شیخ نے فوراً خادم کو اشارہ کرکے بٹھا دیا۔ حضرت مدنیؒ اپنی راحت کے لئے دوسرے کو تکلیف دینا کبھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ حالانکہ اس میں خدام کے لئے عین راحت ہوتی تھی۔

مدنی خانوادے کے بچے کا کچے گھر میں علاج کیلئے قیام

میرا بڑا بچہ احمد سلمہ اللہ کی ایک سال کی عمر تھی۔ شدید ٹائیفائڈ میں مبتلا ہوا۔ حتیٰ کہ دیوبند کے ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کردیا۔

اس وقت سہارنپور میں بچوں کے علاج کے سلسلے میں ایک ڈاکٹر بہت مشہور تھا (ڈاکٹر نعیم مرحوم) اب ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ حضرت مدنیؒ سے کسی صاحب نے ان کی بہت تعریف کی۔ اور کہا کہ بچوں کے علاج میں وہ ماہر ہیں۔ ان کی طرف رجوع کیا جائے حضرتِ مدنیؒ نے ان ڈاکٹر صاحب کے سلسلے میں معلومات کے لئے شیخ کو خط لکھا شیخ نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مرحوم ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کو تفتیش کے لئے حکم دیا۔ ناظم صاحب نے حالات معلوم کر کے شیخ کو تفصیلات بتلائیں۔ شیخ نے حضرت مدنی کو خط لکھا کہ آپ مریض بچے کو اس کی والدہ کے ساتھ میرے گھر بھیج دیں۔ سارا انتظام ہو جائے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ حضرت مدنی نے مریض بچے کو اسکی والدہ اور دوسرے حضرات کے ساتھ شیخ کے پاس بھیج دیا۔ اور فرمایا کہ اخراجات کی فکر نہ کریں۔ باقاعدہ علاج کریں۔ میں سب ادا کردوں گا۔ چنانچہ مریض بچے کا شیخ کے درِ دولت پر رہ کر ایک مہینہ تک علاج ہوتا رہا۔ اس دوران صبح وشام برابر شیخ مریض بچے کے پاس گھر کے اندر تشریف لے جاکر دم فرماتے۔ بحمد للہ بچہ شفایاب ہو گیا۔ ایک مہینہ کے بعد ڈاکٹر صاحب مرحوم نے بچہ کو دیوبند لے جانے کی اجازت دے دی۔ اگرچہ دوا بعد تک چلتی رہی۔ البتہ وہ بچہ آج بھی بقید حیات ہے۔ حضرت مدنیؒ نے شیخ کی توجہ فرمائی کا شکریہ ادا فرمایا اور ڈاکٹر کو انعام واکرام سے نوازا۔

بسم اللہ پر تکمیل کی بشارت

میں نے اپنے چھوٹے بچے اشہد سلّمہ کا حفظ قرآن شیخ سے ماہ مبارک میں سہارنپور میں شروع کروایا۔ ایک ڈبہ مٹھائی کا عنایت فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہم ہی انشاء اللہ ختم بھی کروائیں گے۔ چنانچہ سن ۱۴۰۰ھ میں پاکستان میں رمضان گذارنے کے بعد جب سہارنپور تشریف لائے۔ اس وقت مولانا اسعد صاحب مدظلہ کی معیت میں سہارنپور حاضری ہوئی اس وقت بچے کا قرآن ختم فرمایا اور پچاس روپے کی مٹھائی منگوائی۔

دسترخوان پر نیابت

سہارنپور میں قیام رمضان کے دوران جب دیوبند کے اکابر اساتذہ میں سے کوئی حاضری دیتا تو حضرت کی جانب سے میرے پاس پیغام پہنچتا کہ تم میری قائمقامی کرتے ہوئے ان حضرات کے ساتھ کھانا کھاؤ۔

یہ بڑے میاں ضابطہ کے آدمی ہیں

ایک مرتبہ والد مرحوم حضرت الحاج مولانا سید حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ کلکتہ کے ہمراہ سہارنپور حاضری ہوئی اس زمانے میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ کا قیام سہارنپور میں شاہ مسعود صاحب مرحوم کی کوٹھی بہٹ ہاؤس میں تھا والد صاحب مرحوم نے شیخ سے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کے بارے میں معلومات کیں۔ شیخ نے فرمایا کہ عصر کے بعد میں بھی حضرت رائپوری کی مجلس میں حاضر ہوں ہوگا۔ اس وقت آپ وہیں یہ سوال کریں۔ چنانچہ حسب پروگرام والد صاحب مرحوم نے حضرت رائپوری قدس سرہ سے خلفاء کے بارے میں سوال کیا۔ شیخ سامنے کی چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ حضرت رائپوریؒ نے شیخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ خلافت اور اجازت تو یہ جانیں! میں جانتا نہیں۔ باقی میرا کوئی خلیفہ نہیں۔ اس وقت کلکتہ میں ایک صاحب تھے جو اپنے آپ کو حضرت رائپوری کا خلیفہ کہتے تھے۔ والد صاحب مرحوم نے خاص طور ان کا نام لے کر پوچھا تو صراحتاً انکار فرمایا۔ پھر دو مشہور ومعروف حضرات کا نام لیکر دریافت کیا۔ تو ان حضرات کے بارے میں بھی انکار فرمایا۔ پھر فرمایا کہ توبہ ہر عالم کرا سکتا ہے۔ آپ بھی کرادیا کیجئے۔ اور اس گفتگو کے دوران بار بار شیخ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے جاتے کہ میں تو کچھ جانتا نہیں یہ بڑے میاں جانتے ہیں۔ میں تو جو کچھ کرتا ہوں انہی سے پوچھ کے کرتا ہوں یہ ضابطہ کے آدمی ہیں۔

اکابر ثلثہ

ایک مرتبہ حضرت رائپوری قدس سرہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مرحوم دیوبند تشریف لائے۔ حضرت مدنی قدس سرہ درس بخاری شریف میں مشغول تھے۔ شیخین کی تشریف آوری کی اطلاع جونہی ملی، فوراً درس موقوف فرما کر تشریف لے آئے۔ پھر جس انداز میں اکابر ثلاثہ میں گفتگو شروع ہوئی۔ وہ منظر آج تک آنکھوں کے سامنے ہے۔ کیا گفتگو ہوئی، یہ تو محفوظ نہیں۔ کیونکہ میں چائے وغیرہ لانے کے انتظام میں مصروف تھا۔ لیکن انداز گفتگو اور نشست آج تک

آنکھوں میں پھر رہی ہے۔ حضرت مدنیؒ اور حضرت رائپوریؒ دونوں حضرات ایک دوسرے کے سامنے دوزانو ہو کر مؤدب بیٹھے ہوئے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو حضرت کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں۔ کافی دیر تک تنہائی میں یہ مجلس چلتی رہی۔ اسی اثناء میں باہر طلباء نے ہجوم کرلیا۔ بعد میں یہ حضرات سہارنپور واپس تشریف لے گئے۔

حضرت مدنیؒ کی طرف سے پیر جی کا خطاب

حضرت مدنی قدس سرّہ جب بھی سہارنپور شیخ کے پاس تشریف لے جاتے تو مولانا طلحہ صاحب (جو اس وقت بچے تھے) فوراً مجمع کو چیر پھاڑ کر حضرت کی گاڑی کے سامنے پہنچ جاتے تھے۔ تو حضرتِ مدنی انکو پیر جی کہہ کر خطاب فرماتے پیر جی کہکر مجمع میں آواز دیتے۔ کچھ خوش طبعی فرماتے تو بھی پیر جی کہکر مخاطب فرماتے۔ خدا کے برگزیدہ بندوں کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ فوراً ہو کر رہتا ہے۔ آج اللہ نے واقعی ان کو پیر جی ہی بنا دیا ہے بقول (حضرت شیخ الحدیث قدس سرّہ کے) صاحبزادگی کا سوّر بہت مشکل سے نکلتا ہے۔ مگر جو لوگ مولانا طلحہ کو قریب سے جانتے ہیں وہ اس بات کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مولانا طلحہ صاحب میں صاحبزادگی کے نام کی ادنیٰ درجہ کی بھی کوئی چیز نہیں۔

دارالعلوم کے ہنگامہ کا فکر

حضرت شیخ قدس سرّہ کو دارالعلوم دیوبند کے حالیہ خلفشار نے بہت بے چین کر رکھا تھا۔ جب بھی ارباب دارالعلوم کی طرف کسی غیر آئینی اور غیر دستوری حرکت کا علم ہوتا تو مضطرب ہوجاتے اور بار بار فرماتے کہ ان لوگوں نے یہ غیر دستوری اقدام کیسے کیا۔

لیناسیا ساؤتھ افریقہ میں مَیں نے حضرت سے عرض کیا کہ شوریٰ کو توڑنے کی خبریں آرہی ہیں۔ سن کر کئی بار یہ فرمایا کہ شوریٰ تو سو سال سے زیادہ پرانی ہے اس کو کون توڑ سکتا ہے۔ مگر جب توڑ دینے کی خبر مل گئی تو بہت زیادہ افسوس کا اظہار فرمایا۔

گذشتہ سال حج کے موقعہ پر مکۃ المکرمہ میں بھائی سعدی کے مکان پر شیخ کی زیارت ہوئی۔ پہلا سوال یہی تھا کہ دارالعلوم کا کیا حال ہے۔ اور مولوی اسعد کہاں ہیں۔

میں چونکہ آٹھ نو مہینہ کے اپنے غیر ملکی سفر میں برابر ہر جگہ سے ہر ہفتہ دہلی سے فون پر رابطہ قائم رکھتا تھا۔ اس لئے جو بھی ہفتہ بھر کی تازہ ترین خبریں ہوتی تھیں وہ مل جاتی تھیں۔ میں نے اپنی معلومات کے مطابق جو خبریں تھیں وہ بتلائیں۔ پھر تیسرے دن ساؤتھ افریقہ سے مولانا اسعد صاحب بھی پہنچ گئے۔ ان سے مزید معلومات ہو کر اطمینان کا اظہار فرمایا۔

میں حج کے بعد ایک ہفتہ مکہ مظمہ میں رہا، پھر شیخ کی معیّت میں مدینہ طیبہ کا سفر ہوا۔ ایک ہفتہ مدینہ طیبہ میں قیام کر کے عازم لندن ہوا۔ روانگی کے وقت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر رخصت چاہی دعائیں دیں۔ اور خاص طور پر یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ اللہ مبارک فرمائے۔ چنانچہ انگلینڈ کے پورے سفر میں شیخ کی زبان سے نکلا ہوا یہ جملہ بار بار کانوں میں گونجتا رہا اور اس کی برکتیں اور سعادتیں سامنے آتی رہیں۔

مارچ ۸۲ء کے دوسرے ہفتے میں انگلینڈ سے عمرہ اور شیخ کی زیارت کی غرض سے سعودیہ حاضری ہوئی۔ میں جدہ سے سیدھا مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور شیخ کی خدمت میں پہنچا۔ پہلا سوال وہی تھا، دارالعلوم کا کیا حال ہے، مولوی اسعد کہاں ہیں؟ میں نے چونکہ جدّہ پہنچکر دہلی فون کرلیا تھا۔ اس لئے جو اس وقت کی اطلاع تھی وہ عرض کردی۔ مگر اُن دِنوں دیوبند سے شیخ کے پاس کسی کا خط نہیں پہنچا تھا۔ اس لئے بہت بے چینی اور اضطراب تھا۔ ڈاک کی تلاش میں روزآنہ آدمی ڈاکخانہ جاتا مگر مایوس لوٹ آتا۔ اسی کیفیت میں تقریباً ایک ہفتہ گذر گیا۔ میں اپنے قیام کے دوران برابر حاضر ہوتا رہا۔ مگر شروع کے دو دن شیخ کے دورانِ سر اور بخار کی وجہ سے عصر کے بعد کی عمومی مجلس نہیں ہو سکی۔ اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔ اور خصوصی طور پر اطلاع دے کر حاضری کی ہمت نہ ہوئی۔ تیسرے دن مولانا طلحہ صاحب سے حرم شریف میں ملاقات ہوئی۔ فرمایا کہ شیخ معلوم کر رہے تھے۔ مدرسہ علوم شرعیہ میں داخل ہو کر بھائی ابوالحسن سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی یہی کہا۔ پھر جب شیخ کی زیارت ہوئی تو فرمایا کہ بھائی کہاں ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ناسازیٔ مزاج کی وجہ سے اندر حاضر نہیں ہوا۔ باہر ہی معلومات کر کے چلا جاتا تھا۔ فرمایا کہ تمہارے لئے کیا

رکاوٹ تھی، پھر فرمایا کہ کہاں ٹھہرے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ قاری عباس صاحب کا مدرسہ قریب ہی ہے۔ انکی خواہش پر وہیں ٹھہر گیا ہوں۔ پھر اور دو ایک باتیں ہوئیں۔ اس کے بعد مولانا طلحہ صاحب کو بلا کر چائے پلانے کو کہا۔ مولانا طلحہ صاحب نے مجھ کو دوسرے کمرے میں چلنے کو کہا۔ چونکہ مجلس جاری تھی۔ اس لئے میں نے ان سے چپکے سے کہا کہ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں خاموشی سے مجلس کے ایک گوشے میں بیٹھ جاؤں۔ یہ وقت بہت قیمتی ہے اور چائے کی کوئی خاص خواہش بھی نہیں۔ مگر مولانا طلحہ صاحب نے فرمایا کہ چونکہ شیخ کا حکم ہوا ہے تجھکو چائے پلانے کا اس لئے اسکی تعمیل کے سوا چارہ نہیں۔ پھر جب تک مدینہ طیبہ میں قیام رہا ہر روز عصر کے بعد یہی صورت رہتی۔ کیا پتہ تھا کہ یہ آخری مجلسیں چل رہی ہیں۔ اور اب عن قریب یہ آفتاب رشد و ہدایت غروب ہوا چاہتا ہے۔

۲۴/۲۵ر مارچ ۸۲ء کی درمیان شب میں جب کہ طلباء نے دارالعلوم پر قبضہ کیا۔ میں حسب معمول عصر کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھتے ہی خلاف معمول مسکرائے۔ مصافحہ میں ہاتھ پکڑ لیا اور مسکراتے ہوئے یہ یادگار جملہ ارشاد فرمایا کہ (بھائی آج تو دارالعلوم کے بارے میں کوئی نیک خبر سناؤ) میں نے عرض کیا کہ کوئی نئی خبر تو ملی نہیں۔ مگر میں نے جب شیخ کے چہرے پر نگاہ ڈالی تو غیر معمول بشاشت اور مسکراہٹ نظر آئی۔ جو اس سے پہلے بہت کم دیکھی گئی تھی۔

میں پروگرام کے مطابق اگلے روز حضرت سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ اور عمرہ کے افعال سے فارغ ہو کر مکہ میں مقیم رہا میرا معمول تھا کہ عصر کی نماز کے لئے حرم میں داخل ہوتا تو عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد باہر نکلتا۔ مکہ میں پہنچنے کے تیسرے دن مغرب کے بعد جب کہ میں معمول کے مطابق حرم میں تھا۔ اچانک ایک دوست تیزی سے میری طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میرے پاس آکر انہوں نے کہا کہ کیا آپ نے آج کوئی نئی خبر سنی میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ مدرسہ صولتیہ میں مولانا شمیم صاحب کے پاس دہلی سے فون آیا کہ طلباء نے دارالعلوم پر قبضہ کر لیا۔ میں نے کہا بھائی مجھے کچھ خبر نہیں۔ میں عشاء کی نماز کے بعد قیامگاہ پر پہنچ کر دہلی فون کروں گا۔ چنانچہ

چنانچہ نماز کے بعد اپنے دوست یوسف بٹ کے مکان پر پہنچ کر جہاں میرا قیام تھا۔ دہلی میں جمعیۃ علماء ہند کے دفتر فون کیا۔ مولوی فضیل صاحب سے طلباء کے دارالعلوم پر قبضہ کے سلسلے میں تفصیلی باتیں معلوم ہوئیں۔ اطمینان ہوا۔ اسی وقت مدینہ طیبہ ڈاکٹر اسماعیل کو فون کیا کہ شیخ کو تفصیلات بتلادیں۔ اب جو میں نے شیخ کی بشاشت وجہ مسکراہٹ اور نیک خبر سنانے کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ لگایا تو معلوم ہوا کہ اس واقعہ کو شیخ اپنی فراست ایمانی سے پہلے ہی دیکھ چکے ہیں۔ صرف اسکا رسمی اظہار باقی تھا۔ اللہ اکبر کیا تعلق تھا شیخ کا دارالعلوم اور اکابر دارالعلوم سے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دارالعلوم کے حالات کے پلٹنے اور سدھارنے میں ۸۰ فیصدی شیخ کی دعاؤں اور توجہات کو دخل ہے۔ حضرت بار بار اپنی مجلس میں فرمایا کرتے تھے کہ دارالعلوم مجھکو مظاہر علوم سے زیادہ عزیز ہے۔ کیونکہ میرے اکابر اور اسلاف کی مقدس امانت ہے۔

شاہی کا اہتمام حضرت کے مشورہ سے

جس وقت جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کی مجلس شوریٰ نے اہتمام کے لئے میرا نام طے کر دیا اور تقرر نامہ میرے پاس پہنچا۔ تو میں نے ارباب شوریٰ سے یہ کہدیا کہ حضرت شیخ کے حکم کے بغیر میں نہیں آسکتا۔ اس وقت حضرت رمضان المبارک گزارنے کے لئے سہارنپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ ارباب شوریٰ کا ایک مؤقر وفد سہارنپور حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ اور حضرت سے عرض کیا تو حضرت نے میرے تقرر پر بے انتہا خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور یہ فرمایا کہ یہ ادارہ بھی اپنے اکابر کی مقدس امانت ہے۔

بے کیف رمضان

حضرت کے وصال کے بعد پہلا رمضان مراد آباد میں مدرسہ کی شاہی مسجد میں بہت ہی بے کیفی کے ساتھ گذرا۔ کیونکہ برسوں کے بعد شیخ کے بغیر یہ پہلا رمضان تھا۔ میرے بچے حافظ اخلد سلّمہ نے تراویح میں قرآن کریم پڑھا۔ حضرت کی فیض صحبت کی برکت سے لوگوں نے بہت زیادہ مسرت اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔ فالحمد للہ والمنۃ۔

اس قسم کے ایک نہیں صدہا واقعات ہیں۔ کہاں تک اس کو قلمبند کیا جائے۔ بس اب تو اس بات کی ضرورت ہے کہ حضرت کے چھوڑے ہوئے نقوش کو حرز جان بنایا جائے۔ اور اس پر عمل کر کے دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے ہمکنار ہوا جائے۔

حضرت مولانا سید مختار الدین صاحب زید مجدھم

اسمِ گرامی مختار الدین بن صاحبزادہ سید فضل الرحمٰن صاحب ضلع کوہاٹ ڈاک خانہ کربوغہ شریف۔ پاکستان

ولادت و تعلیم تاریخ پیدائش تقریباً ۱۹۵۲ء۔ ساتویں جماعت تک سرکاری سکول میں پڑھا۔ سرحد کے دینی مدارس میں ابتدائی کتب پڑھکر دورۂ حدیث شریف۔ اکبر دارالعلوم مردان (جسکے شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان صاحب ہیں) میں پڑھا۔ دوسرے سال دارالعلوم کراچی سے چھ ماہ تک تخصص فی الفقہ کیا۔

نکاح و دینی خدمات دینی تعلیم سے قبل ہی اپنے ہی خاندان میں نکاح ہوا۔ الحمدللہ کہ ایک لڑکا زبیر ہے۔ فارغ ہوکر آیا ہوں اور اب حضرت اقدس سیدی مولانا صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم کی ترغیب سے اپنے علاقے میں دینی کام بالخصوص خانقاہ کا ارادہ ہے اللہ کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل توفیق عطا فرماکر قبول فرمائے۔

ہمارا علاقہ الحمدللہ تمام فتنوں سے پاک ہے کیونکہ انگریز ملعون کے ناپاک اثرات کم پہنچے ہیں۔

علاقۂ قلبی و پہلی زیارت تبلیغی نصاب پڑھنے سے حضرت نوراللہ مرقدھم واعلی اللہ مراتبھم سے متاثر ہوا۔ اور اس سے قبل جب کہ احقر حضرت کو بالکل نہ جانتا تھا۔ خواب میں دو منزلہ مسجد دیکھی اوپر سے آواز آئی کہ مختار الدین اور زکریا اوپر آئیں۔

چند سال بعد بندہ دیگر ساتھیوں کے ہمراہ قطر بسلسلہ کاروبار گیا تھا۔ وہاں سے مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ مسجد نور میں قیام تھا وہاں سے حضرت اقدس کے ہاں بعد عشاء حاضری ہوئی، ملاقات کا وقت نہ تھا مگر ہمارے اصرار پر ایک خادم صاحب نے ملاقات کرائی۔ اس

میں حضرت نوراللہ مرقدہ کی طرف سے حلوہ ایک چمچہ نصیب ہوا اور مختصر دعا فرمائی۔

بیعت بیعت کے سلسلہ میں بندہ چونکہ شکی مزاج اور زیادہ محتاط تھا اس لئے پہلی ملاقات میں بیعت نہیں ہوا۔ دوسرے سال جب مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو چند دن حضرت کی عمومی مجلس میں بعد عصر شرکت کے بعد استخارہ کرکے بہ نیتِ بیعت حاضر ہوا تو وہاں چند افراد کے عمومی بیعت میں احقر بھی بیعت ہوا بیعت ہو جانے کے بعد دینی علم کے حصول کا شوق بڑھا اور یہی بیعت الحمدللہ حصول علم دین کا سبب بنا اور اس کے بعد اپنے خواب کی تعبیر بھی ظاہر ہوگئی۔

تسبیحات حضرت اقدس کی غائبانہ توجہ اور برکت تھی ورنہ بندہ کو نہ تو خاص صحبت کا وقت ملا اور نہ بات چیت کا۔ تسبیحات کے لئے بندہ نے عرض کیا تھا کہ بیٹھ کر پورے نہ ہوسکیں تو کیسے کروں؟ تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر جہاز میں بیٹھے بیٹھے روٹی کھائے تو کیا سیر نہ ہوگا؟ جس سے بندہ سمجھا کہ میرے لئے چلتے پھرتے بھی اجازت ہے۔

خلافت بیعت کے ایک سال بعد مدینہ منورہ کی حاضری میں بندہ نے اپنے باطنی امراض لکھ کر حضرت اقدس کی خدمت میں علاج کی غرض سے مجلسِ عام میں ہی پیش کئے حضرت اقدس نے دوسرے روز حاضری کے لئے ارشاد فرمایا جب بندہ حاضر ہوا تو حضرت سیدی صوفی محمد اقبال صاحب اور دوسرے سب حضرات بھی تھے جن میں سے نہ تو حضرت صوفی صاحب سے اور نہ کسی اور سے واقفیت تھی حضرت نے غالباً یوں ارشاد فرمایا کہ میں نے جو کچھ تم کو دیا وہ دوسروں کو دیتے رہو۔ اس بات سے قبل میرا نام اور پتہ بھی پوچھا بندہ حضرت سے مرعوب ہو رہا تھا بندوں نے پوچھا کہ مجھے کیا کرنا ہے اس پر حضرت کے اشارے سے وہاں بیٹھے ہوئے خدام نے حضرت کے سامنے ہی بتایا کہ حضرت تمہیں بیعت کی اجازت دے رہے ہیں اور مجھے مبارکباد دی حضرت نے اپنی کتاب میں میرا نام پتہ درج کرنے کا بھی اپنے کاتب کو حکم فرمایا اور کچھ معمولات کے پرچے بھی دیئے اور فرمایا کہ اسی طرح کے اور چھپوالینا۔

پھر باہر آکر وہاں بیٹھے ہوئے خدام نے دوسرے کمرے میں لے جاکر بندہ کو نصیحتیں کیں اور کام شروع کرنے کی ترغیب دی۔ ان خدام میں حضرت مولانا یحییٰ صاحب بھی تھے نیز حضرت اقدس نے کسی خادم کے ذریعے بندہ کو کتابیں بھی دلوائیں۔

خلافت کے بعد تعلیم اذکار

اس واقعہ کے ایک سال بعد بندہ پھر مدینہ منورہ حاضر ہوا تو حضرت اقدس نے حضرت صوفی محمد اقبال صاحب سے ذکر سیکھنے کے بارے میں ارشاد فرمایا اور صوفی صاحب کو حکم دیا کہ ذکر خفی سکھلا دیں چنانچہ صوفی صاحب نے موسم حج کے رش کی وجہ سے مجھے مصلّٰی جنائز پہ لے جاکر ذکر قلبی اسم ذات مبارک تلقین کیا دوران تلقین ہی انہوں نے محسوس کیا کہ میرا ذکر تو پہلے سے جاری ہے جس کو بندہ نے پہلے نہ تو کبھی کیا تھا اور نہ اس بات کا احساس تھا انہوں نے فرمایا کہ یہ ذکر تمہارا تو جاری ہے دوسروں کو سکھانے کے لئے باقاعدہ طریقہ سیکھ لو اور خود بھی اس باقاعدہ طریقے سے کرتے رہو تاکہ کافی اچھی طرح پختہ ہو جائے۔ اس کے بعد فیصل آباد کے رمضان میں حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم نے بندہ کو ذکر خفی نفی اثبات تلقین کیا۔ (نوٹ) اجازت بیعت ملنے تک سلوک میں صرف معمولات کے پرچہ پر عمل ہوتا رہا اور اجازت کے ایک سال بعد ذکر خفی اسم ذات سیکھا جو بقول صوفی صاحب اقبال خود بخود بلا سیکھے جاری ہو چکا تھا۔ اسکے بعد ہی قطر کا کاروبار چھوڑ کر دینی تعلیم شروع کی جس سے اب فراغت ہوئی۔

صوفی جی سے تجدید بیعت

اس کے بعد حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ سے زیارت وملاقات کی نوبت نہیں آئی بندہ نے رابطہ حضرت صوفی صاحب سے رکھا اور الحمد للہ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم سے راولپنڈی رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ میں تجدید بیعت بھی کی۔

حضرت مولانا امام الدین صاحب زید مجدھم

امام الدین ابن شیخ نجف علی۔ موضع خلیل آباد کھتا ٹولی۔ ڈاکخانہ دھنپت گنج وایا سونتھا۔ ضلع پورنیہ۔ صوبہ بہار۔

(دوسرا پتہ۔ محمد امام الدین۔ مدرس دار العلوم لطیفی کٹیہار بہار)۔

تاریخ پیدائش ۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۱ھ بمقام خلیل آباد کھتا ٹولی۔ ڈاکخانہ دھنپت گنج ضلع پورنیہ بہار ہے۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم قاعدہ بغدادی سے انوار سہیلی۔ دیوان غنی وغیرہ تک اپنے وطن مالوف ہی میں مختلف مکاتیب ومدارس سے فارسی وعربی کی تعلیم مختلف اساتذہ کرام سے حاصل کی۔ درجہ عربی میں میزان منشعب بھی اپنے وطن ہی کے مدرسہ میں پڑھا اس کے بعد اپنے وطن سے باہر مختلف مقامات میں تعلیم حاصل کی۔

فیض الغربا آرہ میں داخلہ

شوال ۱۳۵۸ھ میں مدرسہ فیض الغربا شاہ آباد آرہ میں داخلہ لیا۔ پنج گنج۔ نحو میر آرہ ہی میں پڑھا۔ بعض مجبوریوں کی وجہ سے پھر آرہ سے دار العلوم مئو چلا آیا۔

دار العلوم مئو میں داخلہ

اوائل صفر ۱۳۵۹ھ میں دار العلوم مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں داخلہ لیا۔ تقریباً چار سال مئو میں تعلیم حاصل کی اور مختلف اساتذہ کرام سے مختلف کتابیں پڑھیں۔ پھر دار العلوم مئو سے آنے کے بعد ۲۶ شوال ۱۳۶۲ھ کو مظاہر علوم سہارنپور میں مختصر المعانی کی جماعت میں داخلہ لیا۔ دو سال علوم و فنون کی کتابیں ہوئیں۔ اور شعبان ۱۳۶۵ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل ہوئی (اور درجہ اولیٰ میں کامیابی بھی ہوئی) دورۂ احادیث میں مندرجہ ذیل اساتذہ کرام سے شرف حاصل ہوا۔ حضرت[1] شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ۔ حضرت[2] مولانا عبد الرحمٰن صاحب کیمبلپوری صدر المدرسین۔ حضرت[3] مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم اعلیٰ۔ حضرت[4] مولانا

محمد اسعد اللہ صاحب مناظر اسلامؒ - حضرت مولانا محمد منظور احمد خان صاحبؒ -

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

مظاہر علوم میں دورۂ حدیث سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں شوال ۱۳۶۵ھ میں داخلہ لیا ۱۳۶۸ھ تک مکمل تین سال میں مختلف علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔ ختم بخاری شریف میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کے یہاں چند بار شرکت کی ہے بخاری شریف اور ترمذی شریف کے اسباق میں چند روز حضرت موصوف کے درس میں سماعت کے طور پر حاضری دی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مستقل طور پر دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی -

پہلا نکاح

پہلا نکاح قریب تیس سال کی عمر میں ۱۳ر شعبان ۱۳۷۰ھ کو موضع کٹھامٹھا متصل تکیہ شریف پہلا عقد ہوا۔

اولاد

جن سے ۹ نو اولادیں ہوئیں، جن میں سے اس وقت تین لڑکے اور تین لڑکیاں موجود ہیں -

حادثات

۲۷ر ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ چہار شنبہ کو پہلی اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔ ۷ر رجب ۱۳۶۷ھ والد محترم کا حادثۂ انتقال پیش آیا۔ اور اخیر ماہ صفر ۱۳۷۱ھ میں والدۂ محترمہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئیں اللہ جل شانہ ان سب کو بھی اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آمین -

دوسرا نکاح

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ایماء اور حضرت مولانا منور حسین صاحب کے مشورے سے (محمد اسلام الدین صاحب بنگواں کی صاحبزادی سے) ۱۳ر جمادی الاول ۱۴۰۱ھ جمعہ کو مہر فاطمی پر ہوا اور نکاح حضرت مولانا الحاج منور حسین صاحب مدظلہ نے پڑھایا۔

فراغت کے بعد سے اب تک کے مشاغل یہ ہیں

دیوبند سے آنے کے بعد سب سے پہلے مدرسہ عماد الاسلام ہانڈی پھاتسہ دھنپت گنج پورنیہ میں اخیر عشرہ ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ میں مدرس اوّل کی جگہ تقرر ہوا،

ابتدائی عربی اور فارسی کی کتابوں کے درس وتدریس کا موقع دو سال تک ملا پھر وہاں سے آنے کے بعد مدرسہ منبع العلوم خلیل آباد کھتاٹولی میں انتہائی فارسی کی تعلیم اور ابتدائی عربی کی تعلیم دس ہفتے تک دی۔ پھر اوائل شعبان ۱۳۷۱ھ میں مدرس اول کی جگہ پر رحمانیہ سونتھا میں تقرر ہوا۔ مکمل تین سال ابتدائی عربی سے شرح جامی، شرح وقایہ، مقامات حریری، ہدیہ سعیدیہ تک درس وتدریس کا سلسلہ قائم رہا پھر اخیر شوال ۱۳۷۴ھ میں دارالعلوم لطیفی کٹیہار میں خدمت تدریس سپرد ہوئی، بفضلہٖ تعالیٰ اب تک یہیں مصروف عمل ہوں۔ دارالعلوم لطیفی میں مختلف علوم وفنون کی کتب متداولہ شرح جامی سے بخاری تک مختلف سالوں میں درس وتدریس کی خدمت کرنے کا موقع فراہم ہوتا رہا ۱۳۸۵ھ ہجری میں مولانا منور حسین صاحب مدظلہ درس حدیث کے لئے مدرس بن کر مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے گئے تو بخاری جلد اول کا درس اس سیہ کار ہی کے یہاں ہوا اس کے علاوہ بخاری کے بعض اجزاء کے درس کی خدمت کرنے کا موقع مختلف سالوں میں ملا۔ مستقل طور سے بخاری شریف کا درس شیخ الحدیث مولانا منور حسین صاحب مدظلہ کے یہاں ہو رہا ہے) البتہ ترمذی شریف ۱۳۸۰ھ سے مستقل طور سے اس نالائق کے یہاں ہو رہی ہے فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذَالِکَ -

علاقہ کی دینی حالت

ہمارے علاقہ کی دینی صورتِ حال کسی قدر اچھی ہے یہاں کے باشندگان حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بانی تبلیغ کے تبلیغی کام سے بالکل ناآشنا تھے اب چند سالوں سے کچھ تبلیغی کام چل پڑا ہے اور لوگ دلچسپی لے رہے ہیں (اور علاقوں میں چھوٹے چھوٹے مدرسوں کا جال بچھا ہوا ہے) چند سال ہوئے کہ ہماری بستی وگاؤں میں ایک تبلیغی اجتماع ہوا حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمات عالیہ میں دعا اور اجتماع کی کامیابی کے لئے ایک خط روانہ کیا گیا حضرت نے مسرت کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں۔ تبلیغی کاموں میں شرکت کی اہمیت وضرورت وغیرہ کے متعلق ———— حضرت کے چند گرامی نامے کے اقتباسات کی نقل ذیل میں آرہی ہے۔

حضرت کی پہلی زیارت

سب سے پہلے ۱۳۶۲ھ میں (جب کہ داخلہ کے لئے مظاہر علوم حاضر ہوا) زیارت ہوئی اس وقت میری تخمینی عمر بائیس ۲۲ سال کی ہوگی غیر شعوری کی وجہ سے شعور تو اب بھی نہیں ہے صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ یہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث ہیں۔ دورہ حدیث کے سال میں حضرت اقدس کی شخصیت اور اہمیت دل میں پیدا ہوئی کہ حضرت تو طلبہ پر غایت درجہ کے شفیق ہیں۔ اور متبحر وجیّد عالم دین ہیں۔ بے پناہ قوت حافظہ کے مالک ہیں۔ اسمار رجال پر بحث کرنے میں اپنے آپ بے نظیر ہیں۔ مسالک و مذاہب و اختلافات ائمہ کے بیان کرنے میں اپنے زمانہ کے طحاوی ہیں۔ روایات کے مختلف مطالب بیان کرنے اور روایات کو ترجمۃ الباب پر منطبق کرنے کے وقت میں محققانہ اور مجتہدانہ شان نمایاں طور سے ظاہر ہوتی ہے۔

بیعت

حضرت شیخ قدس سرہٗ سے پہلے۔ غالباً رجب ۱۳۷۵ھ میں کش گنج میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا اور تسبیحات ستہ اور بارہ تسبیح کا ذکر بھی حضرت ہی سے بیعت ہو جانے کے بعد اُسی دن سے لیا اور عمل بھی کرتا رہا۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ کے بعد ۱۳۷۸ھ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی طرف مراجعت کی اور وابستگی اور خاص تعلق پیدا کرنے کے لئے متعدد خطوط ارسال خدمت اقدس میں کئے مگر پہلے تو حضرت انکار ہی کرتے رہے اور مشورے بھی دیتے رہے اور اس نالائق کی طرف سے اصرار میں اضافہ ہی ہوتا رہا اور اخیر میں رجوع کرنے کی ایک وجہ ترجیح یہ بھی تحریر کر دی کہ بخاری شریف اور ابو داؤد پڑھنے میں نالائق نے حضرت ہی سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے اس لئے میری دلی تمنا ہے کہ باطنی امراض کے علاج کے سلسلہ میں حضرت ہی کو اپنا معالج و مرشد و مادیٰ قرار دوں۔ حضرت نے جو جوابات اپنے قلم سے لکھے ہوئے مرحمت فرمائے جن کے اقتباسات ذیل میں آرہے ہیں —

باصرہ نواز ہو۔

مکتوب ۱

مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ پہنچا مژدہ عافیت اور احوال سے مسرت ہوئی یہ ناکارہ دعا کرتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و

کرم سے آپ کو دارین کی ترقیات سے نوازے۔ میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء کی فہرست الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر میں شائع ہو چکی ہے انتخاب کے بعد حضرت کے خلفاء میں سے جس سے طبیعت کو مناسبت ہو رجوع فرمادیں۔ یہ ضروری نہیں کہ پورنیہ کے حضرت سے رجوع فرمادیں اگر ان حضرات میں سے کسی سے مناسبت نہیں ہے تو کوئی مضائقہ نہیں حضرت اقدس کے خلفاء تو ماشاء اللہ ۱۶۷ کے قریب ہیں۔ یہ مشورہ سرسری یا دفع الوقتی نہیں بہت سی مصالح کے پیش نظر غور و غوض کے بعد ہے۔ ناکارہ دل سے ترقی ترجات کی دعا کرتا ہے اور آئندہ بھی عذر نہیں۔

مکتوب ۲

از زکریا عفی عنہ بعد سلام مسنون گرامہ نامہ موجب مسرت ہوا الخ بہر حال آپ کا بھی اصرار ہے تو مجھے بھی انکار نہیں مگر آپ نے اس خط میں بندہ کے دوسرے خط کا مفہوم تو لکھا مگر یہ نہیں لکھا کہ کتنا وقت اور خرچ کر سکتے ہیں اس کے موافق اضافہ کیا جا سکتا ہے اس لئے اوّل اپنے جملہ معمولات جو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے فرمودہ ہیں تحریر فرمادیں اس کے بعد یہ تحریر کریں کہ ان سب پر پابندی سے عمل ہے یا کچھ متروک ہیں اس کے بعد یہ تحریر فرمادیں کہ کتنا وقت آپ اپنے تحمل دماغ اور اوقات کے لحاظ سے خرچ کر سکتے ہیں نیز عملی مشغلہ کیا ہے یعنی اگر تعلیم ہے تو کیا کیا کتابیں پڑھا رہے ہیں۔

مکتوب ۳

از زکریا عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون۔ گرامہ نامہ موجب مسرت ہوا حالات سے مزید مسرت ہوئی۔ میرے خیال میں آپ کے لئے مناسب وہی مشورہ تھا جو سابقہ عرض کیا تھا اور اب بھی مکرر مشورہ دیتا ہوں کہ حضرت اقدس قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے جس سے مناسبت ہو یا مولانا اسعد صاحب سے رجوع فرمادیں جب میرے ہی مشورہ پر ہے تو اس کا خیال نہ فرمائیں کہ یہ تحریرات اس کی منافی ہوں گی۔ اس پر بھی اگر آپ کی رائے نہ ہو تو پھر ۱۲ تسبیح کے اخیر کی تسبیح یعنی صرف اسم ذات یکضربی کی مقدار تین ہزار اس ایک تسبیح کے علاوہ جو ۱۲ تسبیح کے ساتھ ہے شروع کر دیں۔ خواب تینوں مبارک ہیں انشاء اللہ ترقیات کی بشارتیں ہیں الخ۔ یہ ہے حضرت سے تعلق جوڑنے کا تفصیلی واقعہ۔

زمانہ طالب علمی کے بعد ۱۳۷۸ھ کے رمضان المبارک میں پہلی بار سہارنپور حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری دی۔ حاضری دینے کے بعد حضرت کی بے نفسی دنیا سے بے تعلقی شفقت علی الخلق جذبۂ ایثار وخلوص۔ بذل وسخا۔ ضیافت و مہمان نوازی، رجوع الی اللہ وغیرہ وغیرہ کے اوصاف عالیہ نے حضرت کا گرویدہ ودل دادہ بنا دیا حضرت کے کن کن اوصاف جمیلہ کا ذکر کروں۔ ع

داماںِ نگہ تنگ گلِ حسنِ تو بسیار   گلچینِ بہارِ تو زداماں گلہ دارد

یہ تمام اوصافِ مبارکہ حضرت کی طرف رجوع اور تعلق وابستگی پیدا کرنے کی مضبوط کڑیاں وحلقے ہیں جو ٹوٹنے والے نہیں۔ انشاء اللہ العزیز۔

بیعت تو حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ ہی سے ہوگیا تھا البتہ رجوع حضرت شیخ اقدس کی طرف خط کے ذریعہ ہوا اور حضرت نے تجدید بیعت نہیں کی معمولات میں اضافہ فرمایا بیعت ورجوع کا قصہ وواقعہ اوپر گذر چکا۔

بیعت کے بعد اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں حضرت کے اسّی (۸۰) سے زائد خطوط ہیں اور کچھ خطوط ضائع بھی ہوگئے اس وقت چند خطوط کے اقتباسات ارسال خدمت کر رہا ہوں۔

مکتوب ۱ کے اقتباسات

مکرم ومحترم مد فیوضکم بعد سلام مسنون۔ اس وقت گرامی نامہ پہنچا حالات رفیعہ سے بہت ہی مسرت ہوئی حق تعالیٰ شانہ بہت ہی مبارک فرمائے استقامت اور ترقیات سے نوازے۔ اس ناکارہ کو مردہ دیکھنا انشاء اللہ تعالیٰ مبارک ہے میرے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی۔ یہ سب حالات آپ کی محبت کی قوت کی علامت ہے اور ترقیات کی بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے جیساکہ ناکارہ نے ماہ مبارک میں بھی کہا تھا اور خاص طور سے اس پر تنبیہ بھی کی تھی کہ اذکار واشغال سے کثرت سے نسبت کا حصول تو بہت جلد ہوجاتا ہے لیکن اس کے استحکام اور استقرار میں دیر میں نصیب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو نصیب فرمائے اور اس ناکارہ کو بھی۔ فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم عبد الرحیم ۱۴ر ذی قعدہ ۸۴ھ

مکتوب ۲ کے اقتباسات

مکرم ومحترم مد فیوضکم۔ بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ مفصل موجب مسرت ہوا اس سے پہلے مختصر کارڈ بخیر رسی کی اطلاع کا بھی پہنچ گیا تھا۔ اگر دیوبند سے واپس آنے کا طبیعت پر تقاضا تھا تو شوق سے آجاتے۔ یہ تو کوئی مانع نہ تھا کہ رخصت ہو کر آگیا ہوں۔ امروہہ بہت اچھا ہوا تشریف لے گئے اور سلسلے کے اکابر کے مزارات پر حاضری دی بہت مبارک ہے۔ میرا تو خود بھی جی چاہا کرتا ہے کہ سلسلے کے اکابر کے مزارات پر حاضری ہو مگر اپنے امراض سے ایسا مجبور ہوں کہ گنگوہ کی حاضری کا تو طبیعت پر بہت ہی تقاضا رہتا ہے اور قریب بھی ہے مفت کی کاریں بھی اکثر ملتی ہیں مگر اپنے امراض کی وجہ سے معذور رہتا ہوں اور بہت کم حاضری ہوتی ہے تمہارے دونوں خواب تمہاری غایت محبت کی علامت ہے حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے اس محبت کو طرفین کے لئے دینی ترقیات کا ذریعہ بنائے۔ البتہ دونوں خوابوں میں اتنی تنبیہ بھی ہے کہ محبت میں اتنا غلو نہ ہونا چاہیئے کہ شریعت مطہرہ سے کچھ تجاوز ہو جائے اسی چیز پر تنبیہ ہوگی جو اپنے گرامی نامہ میں لکھیں کہ تیری محبت کو بعض اوقات دین پر بھی غالب پاتا ہوں۔ اللہ جل شانہ کی محبت اور اس کے بعد سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی محبت سب چیز پر غالب ہونا چاہیئے۔ انوار کا نظر آنا تو بہت مبارک ہے لیکن اس کی فکر ہونی چاہیئے کہ اس سے عجب پیدا نہ ہو ایسے وقت میں گندگیوں کا احساس خاص طور سے رہنا چاہیئے اسی طرح قبض وبسط میں مایوس نہ ہونا چاہیئے قبض وبسط سب ہی کو پیش آتے رہتے ہیں۔

ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزہ ہو   الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو

اس ناکارہ کے تبلیغی رسائل میں سے کسی کا مطالعہ میں رکھنا ملاقات کا بدل ہے آپ کے لئے شمائل ترمذی کا مطالعہ اس اہتمام کے ساتھ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش ہو زیادہ بہتر ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ عمل صرف انہی چیزوں پر ہو جنکا تحمل ہو سکتا ہو۔ تم لوگ اپنے امراض اور ضعف کی وجہ سے ان شدائد کا تحمل نہیں کر سکتے جن کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اپنی قوتوں سے فرما سکتے ہیں البتہ ان احوال کو رغبت سے دیکھنا اور اس کی تمنا رکھنا ضروری ہے۔ فقط والسلام حضرت شیخ الحدیث صاحب بقلم عبد الرحیم ۱۸ر شوال ۱۳۸۴ھ۔

مکتوب ۳ کے اقتباسات

مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ پہنچا ذکر و شغل میں ولولہ اور ذوق شوق جتنا شروع میں ہوا کرتا ہے بعد میں نہیں ہوا کرتا اس کی فکر نہ کریں آپ نے اچھا کیا کہ اکمال وارشاد کو مسلسل مطالعہ میں رکھتے ہیں بہت اچھا کرتے ہیں بہت مفید ہے اس کے ساتھ تیسری چیز خصائل نبوی کا بھی اضافہ کر لیجئے اور بہت ذوق و شوق کے ساتھ اس تمنا کے ساتھ کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات عبادات اخلاق میں جتنا بھی اتباع نصیب ہو اس پر عمل کی کوشش کی جائے مگر عمل میں اپنے ضعف و تحمل کی رعایت اشد ضروری ہے مثلاً کئی کئی دن کا روزہ اور ٹاٹ پر سونا وغیرہ اس کو ایسا سمجھنا چاہیئے کہ یہ بہترین مٹھائیاں ہیں مگر ہم ذیابیطس کی وجہ سے محروم ہیں فقط والسلام حضرت اقدس شیخ الحدیث مدفیوضہم۔

بقلم حبیب اللہ یکم صفر ۹۳ھ

مکتوب ۴ کے اقتباسات

مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ پہنچا بخیر رسی سے مسرت ہے آپ اس ناکارہ کے لئے روزانہ ایصال ثواب کرتے ہیں اللہ ہی اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے یہ مادی ہدایا تو بیکار ہیں جس قدر مقدر تھا خوب کھا چکا۔ آپ نے جتنا حفظ کر لیا اس کو ضرور اہتمام سے پڑھ لیا کریں۔ دعا اور توجہ سے بالکل دریغ نہیں۔ مدینہ منورہ کی حاضری کی تمنا تو مبارک ہے اللہ تعالیٰ اس شوق میں اضافہ فرمائیں مگر جو لوگ علمی کام میں مشغول ہیں ان کے لئے علمی اشتغال زیادہ اہم ہے۔ یہ ناکارہ جب علمی کام سے بالکل بیکار ہو گیا تب وہاں گیا ورنہ اس سے قبل حضرت مدنی حضرت رائے پوری کے شدید اصرار کے باوجود ہمت نہ کر سکا فقط والسلام حضرت شیخ مدظلہ بقلم محمد شاہد غفرلہٗ

۱۴ر شوال ۹۶ھ

مکتوب ۵ کے اقتباسات

عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون اس وقت عنایت نامہ پہنچا مدرسہ میں خیریت سے مسرت ہے لیکن آپ کے بھائیوں میں زمین کے جھگڑے کی وجہ سے اختلاف سے قلق ہوا اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے آپس کے تعلقات بہتر فرمادیں اس کے لئے لو انفقت مافی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف

بینہم انہ عزیز حکیم تین مرتبہ اول آخر درود شریف تین تین مرتبہ پڑھکر کھانے پینے کی چیزوں پر دم کرکے کھلانا مفید ہے آپ کا خواب مبارک ہے دنیوی تفکرات ہیں اور انشاء اللہ انجام بخیر ہے فقط والسلام حضرت شیخ الحدیث بقلم عبدالرحیم ۲۳/۴ ۸۶ھ۔

ایک مرتبہ حضرت کے کچے گھر کے بالائی کمرہ دارالتصنیف و دارالمطالعہ میں بلا اجازت اپنی حماقت و نادانی سے ایک ضرورت کے پیش نظر پہنچ گیا حضرت شیخ قدس سرہٗ دیکھتے ہی اتنا زور سے بگڑ گئے اور ڈانٹ پلائی کہ ہوش و حواس از خود وارفتہ ہو گیا گویا پیر تلے زمین نکل گئی۔ حماقت اپنی ہی تھی کہ بلا اجازت پہنچ کر حضرت کے قیمتی اوقات میں کیوں خلل انداز ہوا اور اس وقت فوراً یہ مقولہ زبان پر آگیا کہ بریں عقل و دانش بباید گریست کا صحیح مصداق تو تو ہی ہے اس کے بعد سے کبھی بھی حضرت کی ڈانٹ کی نوبت نہیں آئی ہمیشہ ہی تلطف و غایت شفقت و رأفت نرم و شگفتہ کلامی کا معاملہ فرماتے رہے جس کا مختصر سا تذکرہ یہ ہے کہ حضرت نے ایک خط میں بالواسطہ تحریر فرمایا کہ یہ ناکارہ تمہارے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے دل سے دعا کرتا ہے کہ تمہارے ہی حسن ظن پر سہارا ہے۔ تمہارے لئے دعا کرنا اپنے لئے دعا کرنا ہے اور ایک دوسرے خط میں تحریر فرمایا آپ دوستوں کے حسن ظن اور توجہات سے اس سیہ کار کو بھی کسی قابل کر دے اور ایک تیسرے خط میں حضرت الحاج مولانا منور حسین صاحب مدظلہٗ کو مخاطب کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ تم دونوں دوستوں سے دعاؤں کا بہت محتاج ہوں۔ نیز اسی مکتوب گرامی میں حضرت مولانا منور حسین صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا امام الدین نے جو اپنے تعلق کی تفصیل لکھی ہے اس کو یہ ناکارہ اپنے لئے موجب نجات سمجھتا ہے ان خط کشیدہ جملوں پر جب نظر پڑتی ہے گردن شرم و ندامت سے جھک جاتی ہے اور پسینوں سے بھی شرابور ہو جاتا ہوں۔

کجا آں حضرت و کجا ایں ناپاک و نالائق ببیں تفاوت رہ از کجاست بکجا

اللہ جل شانہ اپنی شایان شان حضرت کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے۔ صدیق و شہدا و انبیاء و صالحین کا مقام عنایت فرمائے آمین اور حضرت کی جوتیوں کے طفیل اور اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے اس سیہ کار کی مغفرت ہو جائے

تو زہے نصیب۔

جب بھی کبھی اپنا یا احباب کا مالی ہدایا پیش کیا تو حضرت یہی فرماتے رہے کہ مجھے ضرورت نہیں تم خود ہی رکھ لو اگرچہ خود رکھا نہیں مگر پھر بعد کو بالواسطہ مالی ہدایا بھی ملتے رہے جو حقیقت میں حضرت ہی کی کرم و توجہ کا نتیجہ تھا۔ کتب و رسائل کے ہدایا تو حضرت کے بہتیرے ہے (ان تمام ہدایا و عطایا کے شکریہ ادا کرنے سے زبان قاصر ہے۔

حضرت قدس سرہٗ کا انداز تربیت بندہ کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا رہا۔ پہلے تو آپ نے بارہ تسبیح کے اخیر کی تسبیح یعنی صرف اسمِ ذات اللہ یکضربی کی مقدار اس ایک تسبیح کے علاوہ جو بارہ تسبیح کے ساتھ ہے اضافہ فرمایا پھر اس کے بعد ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ اضافہ کی ضرورت نہیں اسی پر پابندی کے ساتھ عمل کرتے رہو پھر ایک مرتبہ آپ نے مراقبۂ دعائیہ کی تلقین فرمائی۔ پھر ایک مرتبہ ذکر قلبی کی تلقین و تعلیم فرمائی اور پھر ذات باری کا تصور و مراقبہ ایک خط کے جواب میں آپ نے فرمایا معمولات کی پابندی سے بہت مسرت ہے خاص طور سے ذکر قلبی سے اللہ تعالیٰ استقامت و ترقیات سے نوازے ایک مرتبہ آپ نے فرمایا بیماری کی وجہ سے اگر ذکر چھوٹ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں خالی پڑے پڑے اللہ کا ذکر کرتے رہنا چاہیے جو بہر حال مفید ہے (مدینہ منورہ سے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ناکارہ کی غیبت میں تم دوستوں کی ذمے داری بہت بڑھ گئی ہے اس کا خاص طور سے اہتمام کریں ارشاد و اکمال کو خاص طور سے مطالعہ میں رکھیں۔ ایک مرتبہ مکان کی واپسی کے موقعہ پر فرمایا آنے جانے کی فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ ترقیات سے نوازے اسی طرح دوسری بار مکان کی واپسی کے موقعہ پر فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں دین و دنیا کی ترقیات سے نوازے اور دین کا کوئی کام اللہ تعالیٰ تم سے لے الخ

حضرت اقدس کی طرف ربیع الاول ۱۳۷۸ھ میں رجوع کیا اور اسی سال رمضان المبارک سے حضرت کی خدمت میں سہارنپور آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۴۰۱ھ تک یہ سلسلہ جاری رہا البتہ رمضان میں چند سال متفرق طور سے سہارنپور آنے میں ناغہ بھی ہوا) اور ان میں سے اکثر ماہ مبارک سہارنپور گذارنے کے سلسلہ میں ہوئے) ۲۹ر رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ میں پنجشنبہ کو فجر کی نماز سے قبل حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے بعیت کرنیکی اجازت مرحمت فرمائی اور اسی

طرح بھی فرمایا کہ میں تم کو اللہ کے اعتماد پر بعیت کرنے کی اجازت دیتا ہوں اور اپنے سر مبارک سے ٹوپی اٹھا کر اس سیہ کار کے سر پر رکھدی (اور اسی سال اللہ جل شانہ نے حج زیارت حرمین شریف سے بھی نوازا)۔

حضرت نے ایک مرتبہ اپنے ایک مکتوب گرامی میں رمضان المبارک اپنے یہاں گذارنے کی تاکید فرمائی جس کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

مکتوب ۱
مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون اس وقت گرامی نامہ پہنچا مژدۂ عافیت سے بھی مسرت ہوئی آپ نے ماہ مبارک میں تشریف آوری کا ارادہ لکھا سر آنکھوں پر مگر میری تمنا تو یہی ہے کہ تم احباب اپنی اپنی جگہ پر مستقل طور پر ماہ مبارک گذار کر لوگوں کو ذکر شغل میں لگاتے۔ رمضان بہترین طریقے سے گذارنے کی عملی تلقین فرماتے مولانا منور حسین صاحب کی تو ایک مجبوری ہے کہ یہاں کا سارا انظام بھی انہی کے سپرد ہے لیکن دوسرے احباب کو تو اس مبارک کام میں تعدیہ کرنا چاہیئے الخ حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہم

بقلم حبیب اللہ ۲۴ رجب ۹۲ھ

ایک مرتبہ چند اجتماعات میں اس سیہ کار نے اپنی شرکت کی اطلاع دی تو حضرت نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور اسی طرح ایک مرتبہ اپنے گاؤں کے اجتماع کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست دی تو حضرت نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور بہت دعائیں دیں اس سلسلہ میں چند خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

مکتوب ۲
مکرم و محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ اس وقت محبت نامہ پہنچا۔ اس سے بہت مسرّت ہوئی۔ کہ عید کی تعطیل میں آپنے مختلف اجتماعات میں شرکت فرمائی بہت مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آپ کے یہاں کی جماعت پرسوں آئی تھی کل اس جماعت کا قیام بھی میرے یہاں رہا آج صبح مجھ سے تو وہ رخصت ہو کر چلی گئی الخ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے آپ کو بھی اور تم دوستوں کے حسن ظن سے اس سیہ کار کو بھی کسی قابل بنا دے۔ عزیزان ہارون طلحہ اس کوشش میں لگ رہے ہیں کہ آئندہ سال حج تک قیام کی اجازت مل جائے اگر

اجازت نہیں ملی تو آخری جہاز سے واپسی کا ارادہ ہے۔ اہلیہ محترمہ سے سلام مسنون کہدیں عزیز ضیاء الدین سے دعوات اور دیگر احباب سے بھی۔ فقط والسلام حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ ۲۷ ذی الحجہ ۹۲ھ

مکتوب ۲ مکرم محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ آپ کے تبلیغی اجتماع میں شرکت سے مسرت ہے اس میں ضرور شرکت کریں اس کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے کہ اللہ جل شانہ آپکے علاقہ میں اس مبارک کام کو اخلاص کے ساتھ پھیلائے شرور مکارہ سے حفاظت فرمائے۔ عزیز طلحہ کی طرف سے سلام مسنون۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب بقلم محمد اسماعیل ۲ ذی قعدہ

مکتوب ۳ مکرم ومحترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ موجب منت ہوا جب آپ کو بیعت کی اجازت بھی ہے اور لوگ اصرار بھی کرتے ہیں تو بیعت کرلینا چاہیئے۔ کچھ مضائقہ نہیں آپ سے جو بیعت ہوتے ہیں اور آئندہ جو ہوں ان کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔ اللہ جل شانہ ان کو اپنی رضا و محبت نصیب فرمائے مرضیات پر عمل کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے نامرضیات سے حفاظت فرمائے۔ آپ کے گاؤں میں تبلیغی اجتماع کی خبر سے بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے باحسن وجوہ تکمیل کو پہنچائے مثمر ثمرات و برکات بنائے جملہ حاضرین کی طرف سے جو اس وقت یہاں موجود ہیں اور مولانا اسعد مدنی صاحب بھی جو ابھی تشریف لائے ہیں کی طرف سے آپ کی اور مولانا منور حسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہم بقلم حبیب اللہ ۱۱/۴/۹۲ھ

مکتوب ۴ مکرم محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔ پنج کوسہ اجتماع بہت اہم ہے اور ضروری ہے اس میں ضرور شرکت فرمائیں یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ مکارہ سے محفوظ رکھے تم جیسے احباب کی آمد میرے لئے موجب تقویت اور موجب سرور ہے ضرور تشریف لائیں۔

فقط حضرت شیخ مدظلہ بقلم شاہد غفرلہٗ ۱۵ ر شعبان ۹۶ھ

مکتوب ۵ مکرم محترم مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حادثہ پر جو ایصال ثواب میں اہتمام آپ نے فرمایا۔ اللہ جل شانہ اس کو قبول فرمائے

آپ نے بہت اچھا کیا کہ آنے کا ارادہ نہیں کیا بجائے یہاں یا دہلی آنے کے ان ایام کو اگر آپ قریب وجوار میں کہیں مرحوم کے کام میں لگائیں تو اس سے مرحوم کو بھی زیادہ خوشی ہے اور ہم لوگوں کو بھی۔ آپ نے لکھا کہ حوادث سے کبھی طبیعت پریشان ہوتی ہے اور کبھی استغنا ایسا ہوا ہی کرتا ہے اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں ہے اس ناکارہ سے تو غفلت ہونی ہی چاہیئے توجہ اور تصور جتنا بھی ہو وہ اسی پاک ذات کا ہونا چاہیئے۔ فقط والسلام حضرت شیخ بقلم عبدالرحیم $\frac{8}{12}$ ۸۴ھ

حضرت کے یہاں وقف کے مال میں امانت داری برتنے کی بڑی تاکید رہا کرتی تھی اسی سلسلہ میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مدارس کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے اتنا کسی چیز سے نہیں مدارس کے معاملات میں اکابر کے احتیاط کے واقعات سنایا کرتے تھے مثلاً مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری حضرت اقدس مولانا خلیل اللہ صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ وغیرہ وغیرہ کے واقعات آپ بیتی وغیرہ میں طبع ہوچکے ہیں طوالت کی وجہ سے ترک کررہا ہوں۔

ارشادات عالیہ: (۱) حضرت اقدس قدس سرہٗ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو میری تقریر کو دوسرے استاد کے سامنے میرا نام لیکر نہ بیان کرو اسی طرح دوسرے استاد کی بھی تقریر ان کا نام لیکر میرے سامنے نہ بیان کرو انہیں باتوں سے مدرسین میں باہم اختلاف پیدا ہوا کرتا ہے۔ ہذا مفہوم کلام شیخ۔ (۲) ۱۳۸۱ھ کے ۱۵ ر رمضان المبارک کی شب کو حضرت شیخ قدس سرہٗ عشاء و تراویح کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد مکان جاتے ہوئے کتب خانہ یحیوی کے پاس ٹھہر گئے اور کھڑے ہوکر فرمایا (اور آپ کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی) کہ میرا معمول ماہ مبارک میں پوری رات بیدار رہنے کا ۱۳۳۸ھ سے ہے (جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت تینتالیس ۴۳ سال سے ماہ مبارک میں شب بیداری پر عمل کرتے تھے) اب رائے پور جاکر بدل دینا پڑے گا اور تراویح کے بعد سونا ہوگا چونکہ حضرت (یعنی حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری) کے یہاں آٹھ بجے دن سے مجلس ہوتی ہے (ہذا مفہوم کلام شیخ)

تبصرہ: حضرت کے دل میں دوسرے بزرگ کی کتنی بڑی عظمت اور کتنا بڑا ادب کارفرما تھا کہ اپنے معمول کو بدلنے یا ترک کرنے کے لئے تیار ہوگئے اللہ جل شانہ ہمیں بھی حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین)۔

۳؎ ایک رمضان میں آپ نے خاص کر خلفاء و مجازین کو مخاطب کرتے ہوئے چند باتوں کی نصیحت فرمائی ۱؎ ذکر و مراقبہ کی پابندی کرنا ۲؎ باہمی نزاع سے بچتے رہنا ۳؎ علماء کی توہین و تذلیل سے احتراز کرنا۔

۴؎ صبح کی تسبیح کو صبح صادق سے گیارہ بجے دن تک۔ شام کی تسبیحات کو ظہر کے بعد سے عشاء تک متفرق طور سے چاہو یا مجتمع طور پر جس طرح سہولت ہو پوری کر لیا کرو (ھذا مفہوم کلام شیخ) ۵؎ آدمی چاہے کتنا ہی غبی ہو اگر محنتی ہے تو کام کا ہوگا اور آدمی چاہے کتنا ہی ذہین ہو اگر دوستی اور یاری میں لگا رہا تو بیکار ہوگا ۶؎ میں کب کہتا ہوں کہ سارے بڑوں کا معتقد و مرید بن جاؤ۔ البتہ ہر ایک کی عظمت دل میں ہو اور کسی کا وقار نہ گراؤ ۷؎ ہمیشہ چھوٹا بن کر کام کرو بڑا بننے کی کوشش نہ کرو ۸؎ بزرگوں کی باتوں پر نکیر نہ کرو انکی الٹی بھی سیدھی ہو۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب زید مجدہم

نام ـــــ فقیر محمد

پتہ ـــــ پولیس مسجد سپلائی لین پورٹ بلیر۔ جزائر انڈمان

بچپن کی تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم اسکول میں ہوئی۔ میری عمر بارہ سال کی تھی جب کہ ۱۹۶۲ء میں انڈمان میں تبلیغی جماعت پہونچی تھی۔ اس کے قبل تبلیغی کام انڈمان میں شروع نہیں ہوا تھا۔ یہاں دینی علم کی بہت کمی تھی۔ جب جماعت والوں کا چرچا شروع ہوا تو میں بھی پہونچا اور انکی باتیں سن کر بہت متاثر ہوا۔ نماز کا شوق پیدا ہوا اور جماعت میں نکلنے کا ارادہ ہوا اس وقت نہ میں کلمہ جانتا تھا نہ نماز۔ میں نے جماعت میں جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ میں نے اسکول کو خیرباد کہہ دیا اور ایک چلّہ کے لئے والدین کی اجازت لے کر جماعت والوں کے ساتھ نکل پڑا۔ میری جماعت کے امیر حاجی عبدالقہار صاحب تھے جو منگراہاٹ چوبیس پرگنہ بنگال کے رہنے والے ہیں ہم لوگوں کی جماعت جب کلکتہ پہونچی تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کوٹولہ مرکز میں آئے ہوئے ہیں۔ ہم لوگ وہاں پہونچے۔ مغرب بعد حضرتؒ کا بیان ہوا ان کے بیان کے بعد دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔ اور بہت ہی متاثر ہوا۔ جب حضرت بیان سے فارغ ہو گئے تو امیر جماعت حاجی عبدالقہار صاحب حضرتؒ کے پاس مجھے لے کر گئے۔ حضرت دسترخوان پر کھانے کے لئے بیٹھ چکے تھے۔ حضرت سے میرا تعارف کرایا گیا اور ان سے حاجی صاحب نے یوں کہا حضرت یہ بچہ انڈمان سے آیا ہے اور پڑھے گا۔ حضرت نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر دعا دی اور بہت ہی غور سے دیکھنے لگے اس وقت میں نے سوچا کہ میں تو جماعت میں ایک چلہ کے لئے آیا ہوں

اور یہاں میری پڑھائی کی بات ہو رہی ہے مجھکو چلّہ کے دوران ہی نماز کے طور طریقے سے واقفیت ہو گئی تھی ساتھ ہی ساتھ اشراق، چاشت، اوابین۔ تہجد اور تسبیحات کا پابند ہو گیا۔ پھر مجھے قرآن پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ چلّہ ختم ہونے کے بعد مدرسہ تبلیغ العلوم منگراہاٹ ۱۹۶۲ء میں میں نے داخلہ لیا اور گھر پر میں نے ایک خط لکھ دیا کہ قرآن پڑھنا سیکھ کر آؤں گا۔ والدین حضرات کا تقاضا تھا کہ میں جلد گھر پہونچ جاؤں کیونکہ اسکول کی پڑھائی خراب ہو رہی تھی اس بارے میں وہ لوگ کافی متفکر تھے جس مدرسہ میں میرا داخلہ ہوا اس کے سرپرست مولانا عبدالحق صاحب تھے جو بنگال کے امیر جماعت بھی تھے کافی نیک اور بزرگ ہستی تھی اور آپ کا تعلق حضرت تھانویؒ سے تھا میں انہی کی سرپرستی میں وہاں پڑھنے لگا۔ انہوں نے میری پوری ذمہ داری لے لی۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب میرے ہر نوع کا خیال رکھتے تھے اور بڑی شفقت فرماتے تھے اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے یہ بچہ آئندہ چل کر کام کرے گا۔ مولانا مرحوم کی صحبت کی برکت سے میں نے اپنا لباس بھی بدل دیا تھا، میری پڑھائی مدرسہ میں بغدادی قاعدہ سے شروع ہوئی پھر مولانا نے قرآن شریف کے ساتھ اردو اور دیگر کتابیں بھی شروع کرادیں۔ پہلے سال میں نے قرآن پاک کے علاوہ فارسی کی پہلی کتاب۔ حکایات لطیف۔ آمد نامہ۔ کریما۔ گلستان۔ بہشتی زیور۔ تعلیم الاسلام اور میزان پڑھی۔ ایک سال بعد میں واپس گھر گیا مجھ سے گھر والے کافی ناراض تھے کہ میں نے وقت ضائع کیا۔ اب ان کا اصرار تھا کہ میں اسکول جاؤں لیکن میرا دل عربی و دینی تعلیم میں لگ چکا تھا میرا دل بالکل نہیں چاہتا تھا کہ اسکول پڑھوں بڑی مشکل سے گھر والوں کو میں نے اس بات پر راضی کر لیا کہ دینی تعلیم حاصل کروں۔ پھر دوبارہ تبلیغ العلوم منگراہاٹ آکر میں نے داخلہ لیا اور نحو میر سے لے کر بحث فعل تک پڑھی رمضان المبارک سے قبل طلباء سہارنپور سے آکر حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے متعلق سنایا کرتے تھے تو طبیعت کا میلان سہارنپور پڑھنے کی طرف ہوا سہارنپور سے آئے ہوئے طلباء کی زبانی حضرت شیخؒ کے متعلق باتیں سن سن کر حضرت سے عقیدت ہو گئی تھی اور جی یہ چاہتا تھا سہارنپور جا کر پڑھوں۔ حتیٰ کہ وہ وقت بھی آگیا اور میری یہاں کی پڑھائی ختم

بھی ہو گئی میں نے مولانا عبدالحق صاحب سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو مولانا مرحوم اور ان کے بیٹے مولانا عبدالوہاب صاحب نے میری پڑھائی کے سلسلے میں آپس میں گفتگو کی۔ مولانا عبدالوہاب دارالعلوم دیوبند کے حق میں تھے اور مولانا مرحوم مظاہر العلوم سہارنپور پسند فرماتے تھے مولانا عبدالحق صاحبؒ نے فرمایا کہ مظاہر العلوم جانا زیادہ مناسب رہے گا اور فائدہ ہوگا وہاں حضرت شیخؒ موجود ہیں پھر مجھ سے انہوں نے پوچھا تو میں نے جواب دیا کہ سہارنپور جاؤں گا۔

مظاہر میں تعلیم

۱۹۶۵ء میں میں نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور شرح جامی سے لیکر دورِ حدیث تک کتب وہیں پڑھیں وہاں سے میری فراغت ۱۹۷۲ء میں ہوئی پھر ایک سال مزید میں نے فنون کی کتابیں پڑھیں ۱۹۷۸ء میں میرا نکاح قصبہ منگراہاٹ چوبیس پرگنہ بنگال میں ہوا اب تک کوئی اولاد نہیں ہے۔

دینی خدمت کا آغاز

فراغت اور خلافت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ "جا اب انڈمان میں کام کر" اور اسی دوران میں نے حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا انڈمان میں رہ کر کام کرنا ہے۔ ٹھیک دس سال بعد انڈمان واپس آیا۔ اس دس سال پڑھائی کے دوران میں کبھی بھی گھر نہیں آیا تھا۔ میرے لئے انڈمان ایک نئی جگہ معلوم ہوتی تھی یہاں ہر جگہ میں اپنے کو اجنبی محسوس کرتا تھا کچھ دن گھر پر رہا میرے گھر کی حالت بھی عجیب و غریب تھی نہ کوئی نماز پڑھتا تھا نہ کوئی روزہ۔

انڈمان کی مختصر دینی صورتحال

خدا کے فضل و کرم سے اور جماعتوں کی آمد و رفت سے اور ذکر کی مجلس کی برکت سے اکثر لوگ نمازی ذکر کرنے والے بن گئے ہیں پورے جزائر انڈمان میں پہلے ۲ مسجدیں تھیں مگر اب خدا کے فضل و کرم سے انکی تعداد اٹھائیس کے لگ بھگ ہے اور کئی گاؤں میں مکتب بھی جاری ہے ماشاء اللہ لوگ لباس بھی بدل رہے ہیں جسے دیکھ کر دور ہی سے معلوم

ہو جائے کہ یہ مسلمان ہے اور داڑھی بھی رکھنے لگے ہیں مستورات میں بھی تبلیغی سرگرمیاں جاری ہیں خصوصاً نوجوان طبقہ دین کے کاموں میں لگنے لگا ہے اور انڈمان کی ہر مسجد میں اجتماع ہونے لگا. یہاں کی ہر مسجد میں صبح و شام حضرت کے فضائل کے رسالے سنائے جاتے ہیں انڈمان میں جماعتیں باہر سے آتی رہتی ہیں اور یہاں کی جماعت بھی باہر جاتی ہے مسجدوں میں شب گذاری بھی ہونے لگی ہے اور ذکر کی مجلس بھی قائم ہے ہر طبقہ کے لوگ ذکر کی مجلس میں آتے ہیں خصوصاً نوجوان بہت دلچسپی لیتے ہیں اور پابندی سے آتے ہیں

حضرت شیخ سے پہلی ملاقات

میں نے حضرت مرقدہٗ کو پندرہ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ مظاہر العلوم میں دیکھا تھا ان دنوں حضرت کے یہاں چوبیس پرگنہ کے میرے ابتدائی استاد مولانا عبدالمنان صاحب مظاہری مہمان تھے میں نے ان سے گذارش کی حضرت شیخؒ سے ملاقات کروا دیں انہوں نے میری خواہش پر دفتر والی مسجد میں عصر بعد حضرت شیخ کے پاس لے گئے اور کہنے لگے حضرت یہ بچہ انڈمان سے پڑھنے کے لئے آیا ہے مصافحہ کرنا چاہتا ہے حضرت شیخؒ نے مجھ سے اس وقت مصافحہ فرمایا۔

حضرت شیخ سے تعلق جڑنے کا واقعہ

حضرت شیخؒ سے بیعت کے بعد محبت اور عقیدت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی حتیٰ کہ حضرتؒ کو ایک دن بھی دیکھے بغیر رہنا مشکل تھا عصر بعد مجلس میں پابندی سے جایا کرتا تھا میرے استاد حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری مجلس کی پابندی کو دیکھ کر کہنے لگے صوفی جی مجلس میں اتنی پابندی سے آتے ہو عصر بعد تمہاری روٹی کون لیتا ہے میں نے کہا میں خود مغرب بعد لیتا ہوں تو کہنے لگے پھر تو تمہیں جلی روٹی اور بغیر روغن کی ترکاری ملتی ہوگی میں نے کہا جی ہاں. فرمانے لگے تمہیں دو ثواب ملے گا ایک بزرگوں کی مجلس میں پابندی سے آنے کا دوسرے جلی روٹی اور بغیر روغن کی ترکاری کھانے کا. حضرت مولانا کا یہ جملہ سن کر تعلق میں اور اضافہ ہی ہوا اور روز ہی حضرت شیخ کو خواب میں

دیکھا کرتا تھا ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے میرے ساتھ ہوں. پھر مجھے خیال آیا کہ حضرت تو مجھے جانتے پہچانتے نہیں اسکی کیا صورت ہوگی کون میرا تعارف کرائے گا حضرتؒ سے میری بات چیت کیسے ہوگی اس بارے میں میں ہمیشہ پریشان رہا کرتا اور بے چین بھی. حضرت شیخؒ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کا جھوٹا کھانے کی تمنا دل میں روزافزوں زور پکڑتی جارہی تھی. لیکن اس کی کوئی صورت نظر آتی تھی میں نیا نیا طالب العلم تھا. اتنی واقفیت بھی کسی سے نہیں تھی بعض اساتذہ البتہ ضرور پہچانتے تھے جن میں حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری اور حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب رائے پوری تھے۔

حضرت کے ”چبائے“ ہوئے پان کی طلب

مجھے رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا حضرتؒ عصر کے بعد مجلس میں جو پان کھاتے ہیں تھوڑی ہی دیر بعد اسے اگل دان میں اگل دیتے ہیں اگر وہ زمین پر پھینک دیں تو میں اُٹھا کر کھالوں عصر بعد جب مجلس میں پہونچا تھا تو دیکھتا تھا کہ خدام حضرتؒ کے منہ میں پان ڈال دیتے تھے اور میں چباتے ہوئے دیکھا کرتا تھا اور دعا کرتا تھا یا اللہ آج حضرتؒ اپنا چبایا ہوا پان نیچے پھینک دیں تو میں اُٹھا کر کھالوں مگر میرے دل کی حسرت دل ہی میں رہ جاتی خادم اگالدان سامنے کر دیتے اور حضرتؒ اس میں اگل دیتے تھے. اسی طرح روز ہی میں اپنی حسرت دل میں لئے عصر بعد جاتا تھا اور مغرب سے قبل ناکام چلا آتا تھا اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کرتے تین ماہ گذر گئے ایک دن صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا وہ دن جمعرات تھا چاشت کی نماز کے بعد بارگاہ خداوندی میں رُو رُو کر میں نے دعا مانگی اے اللہ میں سلطنت نہیں مانگتا زر و جواہر نہیں مانگتا میں تو حضرت شیخ کا چبایا ہوا پان مانگ رہا ہوں اس کے لئے کئی مہینے سے تڑپ رہا ہوں دعا مانگتے مانگتے میری ہچکی بندھ گئی دعا کرنے کے بعد مجھے سکون سا محسوس ہوا اور دعا کی قبولیت کا احساس بھی. ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد بے چینی شروع ہوگئی کہ کب عصر کا وقت آئے. خدا خدا کر کے عصر کا وقت بھی آن پہنچا

نماز سے فراغت کے بعد مجلس میں شریک ہوگیا حضرت چارپائی پر تشریف فرما تھے
مجلس شروع ہوگئی خادم نے حضرت کے منہ میں پان کی گلوری ڈال دی اور میں
دل ہی دل میں دعا کرنے لگا یا اللہ نیچے ڈالدیں یا اللہ نیچے ڈالدیں جب حضرتؒ
پان اگلنے لگے تو خادم نے اگالدان قریب کیا مگر حضرتؒ نے ہٹادیا اور نیچے اگل دیا
اب میری نظر اسی پر لگی رہی اور پریشان بھی تھا کہ کس طرح اٹھاؤں کہ کسی کو پتہ بھی نہ
چلے مغرب کا وقت ہوا اور خدام ان کو اٹھانے لگے میں نے اس وقت کو غنیمت جانا اور
جلدی سے لپک کر اسے اٹھا کر کھا گیا کھانے کے بعد مجھ پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہوئی
اس کا تذکرہ میں نے کسی سے نہیں کیا۔

حضرت کی شفقتیں

دوسرے دن جمعہ تھا مدرسہ کی چھٹی تھی اپنے کمرے
کے چند ساتھیوں کے ساتھ کھانا پکانے میں شریک
تھا مغرب کی نماز کے بعد اوابین ادا کر کے طلباء کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا کہ شیخؒ کے
خادم مولوی نجیب اللہ صاحب چپارنی میرے کمرے میں آئے اور کہنے لگے مولوی فقیر محمد
کون ہے حضرتؒ بلا رہے ہیں میں کھانا چھوڑ چھاڑ کر اٹھ گیا اور گھبرا کر پوچھا کیا بات ہے
میری گھبراہٹ دیکھ کر میرے کمرے کے سبھی ساتھی کھڑے ہوگئے میں نے مولوی نجیب اللہ
صاحب سے پوچھا آخر کیا بات ہے، کیوں بلا رہے ہیں کہنے لگے "ہمیں نہیں معلوم"، پھر
کہنے لگے "کیا آپ نے حضرت شیخؒ کو کچھ کہا تھا" میں نے عرض کیا کہ بھلا میں کیا حضرت شیخؒ
کے بارے میں کہہ سکتا ہوں گھبراہٹ میں اور اضافہ ہوا اور درود شریف پڑھتا ہوا
حضرت اقدسؒ کے گھر پر حاضر ہوا اس وقت حضرتؒ کے پاس حضرت مولانا یونس صاحب
جونپوری اور حضرت مولانا عاقل صاحب سہارنپوری و دیگر خدام موجود تھے سلام عرض
کر کے میں ذرا دور بیٹھ گیا سب لوگ مجھے غور سے دیکھنے لگے اس سے کچھ خوف میں اضافہ
ہوا اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا "قریب آجا"، میں کچھ قریب ہوا پھر فرمایا "اور قریب آجا"
میں کچھ اور قریب ہوگیا تیسری بار حضرت نے فرمایا "اور قریب آجا" پھر اتنا قریب کر لئے
کہ میرا ناپاک جسم حضرت کے قدموں سے لگنے لگا۔ اس وقت حضرت چارپائی پر نہیں تھے

نیچے گدے پر تکیہ کے سہارے بیٹھے تھے پھر انہوں نے فرمایا "معانقہ کر" میں مشکل میں پڑ گیا
آخر معانقہ کیسے کروں کوئی صورت نظر ہی نہیں آتی کیونکہ حضرت شیخؒ تکیے کے سہارے
بیٹھے ہوئے تھے اور مجھ پر کچھ خوف وگھبراہٹ طاری تھا حضرتؒ نے قدرے بلند آواز میں
فرمایا "کر۔نا" میں حضرت کی طرف جھکا ہی تھا کہ انہوں نے میرے دونوں بازو پکڑ کر اپنی
طرف لئے اور اپنے سینے سے چمٹا لئے اس وقت میری کیفیت عجیب تھی میں زور زور سے
ہچکی لے لے کر رونے لگا اس وقت محسوس یہ ہوتا کہ میرے سینے میں کوئی چیز داخل ہو رہی
ہے حضرت بڑی محبت اور شفقت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگے اس وقت میں حضرتؒ
کی گود میں تھا انہوں نے مجھ سے تین باتیں فرمائیں دو تو یاد ہیں ایک فوراً ہی بھول گیا۔
(۱) فرمائے پیارے بڑھاپے میں تو ہی ایک چاہنے والا مل گیا (۲) ایک ہی مرتبہ آسمان
میں نہیں چڑھنا چاہیئے اس کے بعد انہوں نے مجھے نیچے اتار دیا پھر فرمایا حافظ صدیق مٹھائی
لائیے حافظ صاحب جلیبیاں لے کر حاضر ہوئے حضرتؒ نے جلیبی لے کر آدھی خود کھائی آدھی
انہوں نے مجھے کھلادی پھر انہوں نے فرمایا حافظ صدیق صاحب نمکین لائیے پہلے اس بچہ کو
کھلائیے پھر مجھے کھلائیے حافظ صدیق صاحب نے مجھے کھلا کر حضرت شیخؒ کو چمچے سے کھلانے
لگے پھر حضرتؒ نے فرمایا پانی لائیے گلاس میں پانی آیا آدھا گلاس حضرت نے پی کر مجھے
دے دیا پھر فرمانے لگے پیارے مدرسہ کا کھانا کھاتے ہو یا خرید کر؟ اس پر حضرت مولانا
یونس صاحب نے فرمایا کہ مدرسہ کا کھانا حضرت شیخؒ نے فرمایا "چاہے مدرسہ کا کھانا کھاؤ چاہے
خرید کر کل سے دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھایا کرو" پھر فرمائے "جا بھاگ جا" دوسرے
دن دوپہر کے وقت حاضر ہوا حضرت شیخؒ نے دسترخوان پر اپنے بغل میں بٹھایا میرے سر پر
عربی رومال تھا اس وقت انہوں نے فرمایا "گھونگھٹ اٹھا میں تیرا منہ دیکھوں گا" میں شرما
رہا تھا مہمان حضرات مجھے دیکھ رہے تھے حضرت نے دوبارہ فرمایا "ہٹا۔نا" حضرت مولانا
یونس صاحب دسترخوان پر موجود تھے انہوں نے اشارہ کیا میں نے رومال ہٹادیا حضرت
نے فرمایا "بس بس میں نے دیکھ لیا"، میں حضرتؒ کے ساتھ کھانے میں مشغول ہوگیا لحاظاً میں
بہت چھوٹے چھوٹے لقمے لیتا تھا اس پر حضرت نے فرمایا "میں نے چکھنے کے لئے نہیں بلایا"

یوں کھا کہہ کر حضرت نے ایک لقمہ لے کر میرے منہ میں دیدیا اس کے بعد دوپہر کا کھانا وہیں کھایا کرتا تھا ابھی ایک ہی ہفتہ گذرا تھا کہ مولوی نجیب اللہ صاحب میرے کمرے میں آئے اور کہنے لگے حضرت نے فرمایا ہے کہ میں کھانے پینے کی دوستی نہیں رکھتا اتنا کہہ کر وہ چلے گئے میں گھبرایا گھبرایا مولانا یونس صاحب کے پاس پہونچا اور عرض کی حضرت شیخ ہی نے تو فرمایا تھا کھانے کے لئے اور ابھی ابھی مولوی نجیب اللہ صاحب سے انہوں نے کہلوا بھیجا ہے کہ میں کھانے پینے کی دوستی نہیں رکھتا یہ سن کر مولانا یونس صاحب فرمانے لگے ”ارے فقیر کھانے کے بعد حضرت سے مل کر بھی آتا ہے نہیں ؟ میں نے کہا ”نہیں“ انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے آئندہ کہہ کر آیا کرو دوسرے دن کھانے سے فارغ ہو کر ملنے گیا۔ میں نے حضرتؒ سے سلام عرض کرنے کے بعد مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو حضرتؒ مصافحہ کرتے ہوئے فرمانے لگے ”کیسا مصافحہ کیا جا رہے ہو یا بمبئی جا رہے ہو ؟ میں نے کہا نہیں تو بڑی شفقت سے فرمانے لگے ”ارے پیارے کھانا کھا چکے“ میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا ”بیٹھ جا“ اس طرح ان سے جان پہچان ہو گئی اور ایسی کہ پھر حضرتؒ ہی کا ہو کر رہ گیا۔

بیعت بالمشافہ

حضرتؒ سے بیعت بالمشافہ ہوا۔ حضرتؒ سے عقیدت اور محبت بچپن ہی سے تھی جب سے آپ کی تعریف سنی اور تصنیفات کا مطالعہ کیا ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت اقدس مفتی محمود صاحب مجھے گود میں لے کر حضرت شیخ کی مجلس میں گھوم رہے ہیں خواب دیکھنے کے بعد بار بار دل میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ حضرتؒ سے بیعت ہو جاؤں لیکن جب بھی بیعت کا ارادہ کرتا تھا گھبراہٹ ہوتی تھی میں دار جدید کمرہ نمبر ۹ میں رہتا تھا اسی میں حضرت کے خدام حضرات بھی رہتے تھے مولوی احمد صاحب گجراتی جو حضرتؒ کے مجاز بھی ہیں کچھ دن اسی کمرے میں مقیم تھے۔ میں نماز تہجد۔ اشراق۔ چاشت۔ اوابین اور تلاوت کا پہلے ہی سے پابند تھا خدام حضرات میری اس پابندی کو دیکھ کر اکثر پوچھتے تھے ”آپ کس کے مرید ہیں ؟ بعض لوگوں نے کہا آپ حضرتؒ سے بیعت کیوں نہیں ہو جاتے میں نے کہا ارادہ تو پہلے سے ہے لیکن جب آمادہ ہوتا ہوں تو گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے پھر ایک دن خود ہی زوردار تقاضا پیدا ہوا اور

حضرت کی خدمت میں پہونچا اور خادم کے ذریعہ درخواست پیش کی کہ میں بیعت ہونا چاہتا ہوں حضرت شیخؒ نے خادم سے فرمایا کہ جب میں اوابین سے فارغ ہو جاؤں تو کہہ دینا کہ آجائے اس زمانہ حضرت شیخ دفتر کی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ میرے ساتھ ایک نوجوان طالبعلم اور تھے جو دیوبند سے آئے ہوئے تھے حضرت شیخؒ اوابین سے فارغ ہونے کے بعد بلوائے اور ہم دونوں کو ایک ساتھ بیعت کی۔ جب حضرت شیخؒ بیعت کے الفاظ کہلوا رہے تھے تو مجھ سے کہا نہیں جاتا تھا بے انتہا رقت طاری تھی اس وقت حضرت شیخ زور زور سے میرا ہاتھ دبانے لگے تب میری آواز نکلنے لگی بیعت کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہاں سے آئے ہو میں نے عرض کیا حضرت میں مدرسہ مظاہر العلوم کا متعلم ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا اللہ مبارک فرمائے۔ بیعت کے بعد میں مدرسہ ہی میں پڑھا کرتا تھا دوران ذکر جو حالات وکیفیات پیش آتے تھے حضرت شیخؒ سے براہ راست کہہ دیا کرتا تھا کبھی ایسا بھی ہوا کرتا تھا کہ مجھے کہنا ہوتا تھا اور ہمت نہ پڑتی تو حضرت خود ہی پوچھ لیا کرتے تھے کہ فقیر تجھے کچھ کہنا ہے آ کہہ لے اس وقت میں ان سے کہتا تھا۔ خواب کے بارے میں حضرتؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ پیارے خواب کی طرف توجہ نہ دے حالت مقصود نہیں ہے اصل کام کرنا ہے اور بہت ہی دعائیں دیتے تھے اور فرماتے تھے اللہ مزید ترقیات سے نوازے۔

حضرت شیخ کی طرف سے ڈانٹ

حضرت اپنی زندگی میں دو مرتبہ ڈانٹے تھے ایک مرتبہ صبح ذکر کی مجلس جب ختم ہو گئی خدام چائے تقسیم کر رہے تھے جب چائے مجھے دی گئی تو میں نے وہ چائے اپنے ایک ساتھی عطاء الرحمان بھاگلپوری کو دیدی یہ سوچ کر کہ ذہن میں ٹیک ہیں ذاکر ہیں میں بعد میں پی لوں گا حضرت چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے دیکھ لیا بس بڑے زوروں سے ڈانٹنے لگے اور فرمانے لگے ”تمہیں دعوت کرنی تھی حلوائی کی دوکان سے حلوہ منگاتا اور چائے کی دوکان سے چائے منگاتا“ ہم دونوں ہی گھبرانے لگے اور ڈر کے مارے مولوی عطاء الرحمن صاحب نے وہ چائے مجھے واپس کر دی لیکن چائے کی پیالی میرے ہاتھ سے چھوٹ

گئی حضرت بلند آوازمیں کہنے لگے "نکل جا دور ہوجا" میں ڈر کے مارے دور چلا گیا لیکن نکلا نہیں پھر حضرت خاموش ہو گئے اور میں بیٹھ کر رو رہا تھا جب سارے مہمان چلے گئے تو حضرتؒ بلائے اور فرمانے لگے "پیارے اصول بزرگوں کے یہاں کا یہ ہے کہ جس کو چیز دی جاتی ہے وہی لے اس کو حق نہیں دوسروں کو دینے کا مہمان کو میزبان کے مال میں کیا حق ہے" پھر حضرت شیخؒ خادم سے فرمانے لگے " اے فقیر کو چائے لاکر دیدے" جب میں نے چائے لی تو حضرت شیخؒ نے مجھے سینے سے لگالیا۔

بڑ خلافت ملنے سے ایک ہفتہ قبل کا واقعہ ہے رمضان کا مہینہ تھا ایک دن جبکہ ذکر کی مجلس شروع ہو چکی تھی میں ذکر میں مشغول تھا حضرت شیخؒ نے مولانا عاقل صاحب (جو میرے استاد بھی ہیں اِس وقت مدرسہ کے صدر مدرس ہیں) کو بھیجا کہ جاؤ فقیر محمد کو بلالاؤ حضرت مولانا عاقل صاحب مدظلہٗ میرے پاس آکر اور کاندھا پکڑ کر بڑی شفقت سے فرمانے لگے حضرت شیخؒ ابھی آپ کو بلا رہے ہیں جب میں حضرت کے پاس پہونچا تو بڑے زوروں سے ڈانٹنے لگے "تو کیا سمجھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ چوتھے آسمان پر چڑھ گیا میں تیرا ذکر بھی چھڑادوں گا یہ سن کر میں رونے لگا اور حضرت شیخؒ بڑے غور سے دیکھنے لگے لیکن الحمدللہ مجھے ذرا برابر بھی ان کی ڈانٹ بری معلوم نہ ہوئی پھر فرمانے لگے "بعض اوقات شاگرد استاد سے بڑھ جاتا ہے" پھر فرمایا "جا ذکر کر" اس وقت حضرت کے پاس مفتی یحییٰ صاحب قرآن شریف تلاوت کر رہے تھے اور حضرت مولانا عاقل صاحب آکر بیٹھ رہے تھے اس واقعے کے ایک ہفتہ بعد مجھے خلافت ملی۔

حضرت شیخؒ کی طرف سے مالی ہدایا کی بارش

حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے میری ذات پر ہزاروں روپے خرچ کئے میری طالب علمی کے زمانے میں اپنے فضائل کے سارے رسالے دیدئے تھے اور ہر ماہ کبھی پچاس کبھی اس سے بھی زائد دیتے رہتے تھے عصر کی مجلس میں اشارہ سے بلاتے اور ہاتھ میں لفافہ دیدیتے تھے اس کے علاوہ بے شمار لنگیاں بھی دیں خلافت کے بعد گھر جاتے وقت ریل اور جہاز کے تمام اخراجات کے ساتھ ساتھ کھانے کا خرچہ بھی انہوں نے

عطا کیا طالب علمی کے دوران جب بیمار ہو جایا کرتا تھا تو میرے پاس خدام کے ذریعہ پھل اور نقد رقم بھجواتے تھے فراغت اور خلافت کے بعد جب میں رمضان میں حضرتؒ کے پاس اعتکاف کیلئے پہونچتا تو جو چار سو روپے عطا کرتے تھے اور یوں فرماتے تھے کہ" دو سو روپے تیرے افطار کے لئے ہیں اور دو سو روپے عید کے لئے" اسی طرح ہر رمضان میں اپنی حیات تک دیتے رہے حتیٰ کہ معمولات کے پرچے بھی سو دو سو دے دیا کرتے تھے اور یوں فرماتے تھے" مرید کرے تو۔ اور معمولات کے پرچے دوں میں۔ تو اپنا چھپا" جب بھی حضرت شیخ کی کوئی نئی کتاب شائع ہوتی تو انڈمان پارسل بھیجا کرتے تھے اور قیام مدینہ کے دوران کوئی انڈمان کا حاجی ان سے ملنے جاتا تو اس کے بدست وہاں کے کھجور میرے لئے بھیجا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت شیخؒ نے فرمایا جو فضائل کے رسالے تجھے نہ ملے ہوں باقی رہ گئے ہوں تو وہ مولوی نصیر سے لے لے اور ساتھ ساتھ حضرت نے ایک پرچی بھی لکھ دی تھی جو مندرجہ ذیل ہے:۔

> مولوی نصیر الدین میرے مخلص دوست مولوی فقیر محمد انڈمان میں رہتے ہیں میری طرف سے اجازت بھی ہے وہاں دین کا کام کر رہے ہیں میرے فضائل کے رسالے جو ان کے پاس نہ ہوں دو دو تملیک کرکے ان کو دیدیں۔
>
> حضرت شیخ مدظلہٗ
>
> بقلم احمد گجراتی ۵ شوال سنہ ھ

جب بھی حضرت کتاب۔ لنگی۔ روپے۔ رسالے مجھے دیا کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ " مرید شیخ کو دیتا ہے شاگرد استاد کو دیتا ہے لیکن ہم تم کو دیں گے۔"

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا انداز تربیت

حضرت نور اللہ مرقدہٗ بڑے مزاج شناس تھے۔ میں بچپن ہی سے کمزور تھا لیکن ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ حضرت اقدسؒ کی خدمت کروں

حضرت نے کبھی کوئی کام کرنے کا حکم نہیں دیا اتنا ضرور فرماتے تھے کہ مولوی نصیر سے پوچھ کر آ کہ کھانے میں کتنی دیر باقی ہے کبھی فرماتے حضرت مولانا وقار صاحب کو بلا لا۔ خدام حضرات جب حضرت کا پاؤں دباتے تھے تو میں بھی شریک ہو جایا کرتا تھا اس پر حضرت فرماتے پیارے تیرے بس کا نہیں تو ذکر کر یا تو مجھ سے باتیں کر۔ ذکر سے مجھے بہت دلچسپی تھی حضرت نے بارہ تسبیح کی اجازت دے رکھی تھی میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت ذکر بڑھا دیجئے اس پر حضرت نے فرمایا چھڑا دوں گا ایک مرتبہ رائے پور سے حضرت کے لئے گوشت آیا۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب نے فرمایا فقیر محمد حضرت کے یہاں گوشت دے آؤ مغرب بعد حضرت کی خدمت میں گوشت لے کر حاضر ہوا خادم کو گوشت دے کر سلام عرض کرنے کے بعد وہیں بیٹھ گیا۔ حضرت کے واسطے چنا بھونجا جا رہا تھا، حضرت نے فرمایا "ایک چمچہ فقیر محمد کو بھی کھلاؤ" جب میں کھایا تو کافی لذید معلوم ہوا پھر انہوں نے فرمایا "پیارے اور کھاؤ گے میں نے کہا جی ہاں فرمانے لگے "بھئی اور کھلاؤ"، جب میں کھا چکا تو تیسری بار انہوں نے فرمایا "پیارے اور کھاؤ گے" میں نے تیسری بار کہا جی ہاں بعد میں فرمانے لگے پیارے میں نے اس لئے بار بار پوچھا تو، ہے کمزور ہضم نہیں کر پائیگا رات کو تہجّد میں اُٹھنا بھی ہے اور تجھے ذکر بھی کرنا ہے میں اپنی حالت ہفتے میں ایک بار سنایا کرتا تھا اور کبھی خود پوچھ لیتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ مجھے کچھ کہنا ہے مگر ہمت نہیں ہوتی تھی تو خود ہی فرماتے تھے پیارے کچھ کہنا ہے جلدی سے آجا سننے کے بعد فرماتے اللہ تعالیٰ برکت دے خواب پر اکثر تنبیہ فرماتے تھے کہ اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دو۔ ذکر کی ہمیشہ تاکید فرماتے تھے خدا کے فضل و کرم سے ذکر کی اجازت کے بعد کبھی مجھ سے ذکر نہیں چھوٹا کسی دن سخت بیمار کی وجہ سے نہ کر سکا تو اس پر تنبیہ فرمائی کہ تہجد چھوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن ذکر کرنا پڑے گا اور ہر معمول بڑی شفقت سے بتایا کرتے تھے میری پسند سے بھی حضرت واقف تھے جب لنگی دیا کرتے تھے اکثر فرمایا کرتے تھے "ابوالحسن جو سب سے اچھی اور خوبصورت لنگی ہو وہ فقیر محمد کو دیدے۔

حضرتؒ کی طرف سے خلافت

حضرت اقدس کی طرف سے خلافت ۱۹۷۳؁ء ماہ رمضان المبارک میں

مدرسہ مظاہر العلوم دار جدید کی مسجد میں انیسویں رمضان بروز جمعرات شب پونے چار بجے ملی اس وقت میری عمر تیئس ۲۳ برس کی تھی اس دن عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ حضرت اقدس مفتی محمود صاحب دیوبند سے عصر کے وقت آئے سب سے ملنے لگے مصافحہ کرنے لگے میں نے بھی مفتی صاحب سے مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر مفتی صاحب نے گلے سے لگایا۔ میرے ایک دوست مولوی حسین بنارسی جو وہاں موجود تھے بعد میں کہنے لگے کہ مولوی فقیر محمد صاحب حضرت مفتی صاحب نے سب سے مصافحہ کیا تم سے معانقہ کیوں کئے ضرور کوئی بات ہے میرا ہمیشہ کا یہ معمول تھا کہ جب حضرت اقدسؒ سونے کے لئے جاتے تھے تو میں بھی خدام کے ساتھ حاضر ہوتا اور پاؤں دباتا حضرت فوراً پہچان جاتے اس رات جب حضرت اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معاملہ برعکس پایا وہاں کوئی خادم نہیں تھا حضرت مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے میں نے جاکر سلام عرض کیا فرمایا کون ہے۔ میں نے عرض کیا فقیر محمد۔ فرمانے لگے "کون فقیر محمد" میں نے کہا انڈمانی اور میں خوف کے مارے پردے کے اندر سے جلدی باہر نکل آیا اور حیران ہوا کہ آخر کیا بات ہے کہ شیخؒ آج پہچان نہیں رہے ہیں شاید میرے بارے میں کسی نے کچھ کہہ دیا ہے جس سے حضرت ناراض ہیں لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ میرے ساتھ اب کیا ہونے والا ہے میں اسی سوچ میں ڈوبا اپنے مصلّے پر بیٹھا رہا ایک بار ڈیڑھ بجے کے لگ بھگ میں وضو کرنے کے لئے حوض کی طرف جا رہا تھا اتنے میں حضرت مولانا معین الدین صاحب جو حضرت کے مجاز بھی ہیں اور مدرسہ امدادیہ مراد آباد کے شیخ الحدیث بھی ہیں پیچھے سے آکر پکڑ لئے اور ایک طرف لے جانے لگے میں اور گھبرایا نہ معلوم کیا بات ہے کہنے لگے حضرت شیخؒ نے فرمایا ہے کہ آج رات آپ سحری نہ کھائیں۔ میں نے کہا میں روزہ بھی تو رکھتا ہوں پھر کہنے لگے یہ حضرتؒ کا حکم ہے کہ آپ سحری نہ کھائیں اور پونے چار بجے حضرت کے پردہ کے پاس جاکر بیٹھ جائیں اور حضرت کی طرف سے کوئی بلانے آئے

توچلے جائیں حضرت کچھ باتیں کریں گے میری گھبراہٹ میں اور اضافہ ہوا اب مجھے یقین ہوگیا کہ کسی نے ضرور حضرت سے شکایت کی ہے اس لئے حضرت نے سحری کھانے کے لئے منع فرمایا ہے کیونکہ حضرت کی طرف سے روز ہی اعلان ہوا کرتا تھا کہ خوب کھائیے خوب سوئیے مگر باتیں نہ کیجئے اور میں اپنے ساتھیوں سے باتیں کیا کرتا تھا یہ بھی میری ایک عادت تھی میں نے سوچا کہ آج میں دعا کروں گا کہ اے اللہ اگر حضرت کو میری طرف سے کوئی بدگمانی ہوگئی ہے تو آپ اس بدگمانی کو شفقت و محبت میں بدل دیجئے دل تیرے ہاتھ میں ہے جس طرف چاہے تو پھیر سکتا ہے حضرت کے دل کو میری طرف پھیر دے اس کے بعد حوض کے قریب وضو کرنے کے لئے گیا کہ نماز پڑھ کر دعا مانگوں اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر دو بزرگ نورانی چہرہ والے (ایسا لگ رہا تھا کہ وہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت مولانا گنگوہی تھے) بڑی تیزی سے اتر کر میری طرف آرہے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی کوئی چیز ہے بالکل قریب آکر اور مجھے دیکھ کر غائب ہوگئے میں حیران ہوا کہ آخر کیا معاملہ ہے اس کے بعد میں نے وضو کیا اور صلوٰۃ التوبہ پڑھی اور خوب رو رو کر دعا مانگی اس کے بعد لیٹا تو نیند نہیں آئی پھر یہ سوچا کہ کل کے معمولات آج رات ادا کرلوں کل تھوڑی دیر آرام سے لیٹ جاؤں گا اس کے بعد میں نے قرآن پاک کی تلاوت کی۔ ذکر کیا۔ حزب الاعظم پڑھی۔ مراقبہ کیا اور بار بار صلوٰۃ التوبہ پڑھی صلوٰۃ التسبیح پڑھی اور پھر سحری کا وقت ہوگیا میں تہجّد سے فارغ ہوکر حضرت کے پردہ کے قریب مراقب ہوکر بیٹھ گیا ایسا لگ رہا تھا کہ پردہ کے اندر سے کوئی چیز آرہی ہے معلوم ہو رہا تھا کہ نور کے دھارے نکل رہے ہیں اور مجھ سے ٹکرا رہے ہیں سینے میں داخل ہو رہے ہیں ٹھیک پونے چار بجے بھائی ابوالحسن صاحب جو اس وقت شیخ کے مجاز بھی ہیں پردے کے آڑ سے بلائے اور خود باہر آگئے جب اندر حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سبز رنگ کی پگڑی باندھے ہوئے ہیں اور عربی چوغہ نہایت ہی خوبصورت تھا۔ پہنے ہوئے تھے اور مراقب ہیں میں سامنے جاکر بیٹھ گیا اس وقت میری کیفیت عجیب و غریب

تھی جو بیان سے باہر ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخؒ نے فرمایا "میں تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں" حضرت کا جملہ سن کر میرا سارا جسم حرکت کرنے لگا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ بس چند لمحوں کا مہمان ہوں ابھی روح نکلنے والی ہے بیٹھے بیٹھے حضرت شیخ کی گود میں گرنے ہی والا تھا مگر کسی طرح اپنے آپ کو سنبھالا اور بیٹھا رہا اس کے بعد حضرت نے ایک مصلّٰہ دیا اور ایک ہی نصیحت فرمائی کہ کسی کام میں جلدی نہیں کرنا اس کے بعد باہر آنے کے لئے اُٹھا تو حضرت قدرے بلند آواز میں فرمانے لگے "اللہ مبارک فرمادے اللہ برکت فرمادے" میں بڑی مشکل سے چل کر باہر آیا پھر سجدہ میں گر گیا۔ بہت سے لوگوں نے مجھے گھیر لیا کوئی کہہ رہا تھا مولانا مبارک ہو اکوئی مصافحہ کر رہا تھا کوئی معانقہ کر رہا تھا خادم حضرات پکڑ کر دسترخوان پر لائے بڑی مشکل سے ایک لقمہ کھا سکا تین دن تک بات کرنے کے قابل نہ تھا چوتھے دن سے حالات معمول پر آگئے۔

حضرت اقدسؒ کی ہدایت

حضرت اقدسؒ کا خط رمضان سے قبل ہی آجاتا تھا جس میں ہمیشہ یہ فرماتے پیارے اگر تو رمضان میرے ساتھ گذار لے تو زیادہ مفید ہے بشرطیکہ میرا سہارنپور آنا ہو ورنہ اپنے یہاں کام کرتے رہو اور رجب میں حاضر ہوتا تھا تو فرماتے کہ تمہارے جیسے لوگوں کی یہاں ضرورت ہے۔

حضرتؒ کی خواہش اور تمنّا

حضرت اقدس ہمیشہ تاکید فرماتے تھے کہ بڑوں کو تبلیغ اور بچوں کو تعلیم دیا کرو زور شور نہ باندھو ایک خط میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ کوئی مسجد امامت کے لئے مل جائے بلاتنخواہ کیوں نہ ہو ضرور امامت کرو اور مختلف خطوط میں اکثر یہی تاکید فرماتے رہے کہ بڑوں کو تبلیغ اور بچوں کو تعلیم دیا کرو اور مکتب جاری کرنے پر مسرّت کا اظہار فرماتے تھے۔

حضرتؒ کی مختلف ادائیں

۱ــ ایک مرتبہ صبح کے ذکر کے بعد کی مجلس میں حضرت اقدسؒ چائے پی رہے تھے اوراس سے سلیس کھا رہے تھے کافی مہمان چائے سے فارغ ہوکر بیٹھے تھے میں بھی وہاں تھا حضرت فرمانے لگے "فقیر تو، میری چائے کی طرف دیکھ رہا ہے پھر فرمانے لگے "تو میری چائے میں نظر لگا رہا ہے" میں شرمندہ ہوا سارے مہمان مجھے دیکھنے لگے پھر فرمایا "ادھر آ سلیس لگلواکر کھائے گا یا ایسے ہی کھائے گا" میں نے کہا حضرت میں بھگو کر کھاؤں گا" دو بار حضرت اپنے ہاتھ سے بھگو کر کھلائے پھر فرمایا "لے چائے بھی پی لے۔

۲ــ ایک بار عصر کے بعد مجلس میں فرمانے لگے "ارے فقیر تو رمضان کہاں گذارے گا" میں نے کہا حضرت آپ کے ساتھ اس پر فرمانے لگے "جب دیکھو میرے پیچھے پڑا رہتا ہے" پھر حضرت مولانا یونس مدظلہٗ سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے" او بے یونس فقیر محمد کو انڈمان بھگا دے میں نے اسے سب کچھ دیدیا"

۳ــ ماہ رمضان میں حضرت اقدسؒ تراویح سے فراغت کے بعد جب سونے کے لئے جاتے تو دیگر خدام کے ساتھ میں بھی پہونچ جاتا جب خدام پاؤں دبانے لگتے تو میں بھی شامل ہوجاتا تھا اس پر فرماتے "پیارے تیرا اثر مجھے نہیں ہوتا تو مجھ سے باتیں کر اور جس کو بات کرنا ہے فقیر محمد کے پیچھے لائن لگالے" ایک دن فرمانے لگے "پیارے تم نے بیل گاڑی دیکھی ہے"؟ میں نے کہا جی ہاں فرمانے لگے بیل گاڑی جب گاؤں سے گذرتی ہے تو بچے کیا کرتے ہیں" میں نے عرض کیا حضرت کود کر چڑھ جاتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں پھر فرمانے لگے میری مثال بیل گاڑی جیسی ہے سارے مہمان جو یہاں آکر پڑے ہوئے ہیں یہ سب دھوکے میں ہیں تو، میرے دھوکے میں کہاں آگیا" میں نے کہا حضرت دھوکہ نہیں ہم سب کو اللہ نے یہاں بھیجا ہے۔

۴ــ ایک مرتبہ حضرت اقدسؒ تراویح بعد آرام فرما رہے تھے خدام حضرات پاؤں داب رہے تھے میں حضرت کے سرہانے بیٹھا تھا مجھ سے فرمانے لگے "فقیر تم سب جب

چلے جاؤ گے تو پھر ایک جماعت آئے گی میں نے کہا حضرتؒ کافی رات ہوگئی ہے کونسی جماعت آئے گی فرمانے لگے "جنات کی لیکن اپنی اصلی شکل میں نہیں انسانی شکل میں ورنہ میں ڈر جاؤں گا" یہ کہہ کر مسکرانے لگے پھر فرمائے وہ آکر پاؤں دابتے ہیں گلے ملتے ہیں میں کہتا ہوں چھوڑو بھائی میں ضعیف انسان ہوں آرام کرنے دو۔

۵ــ ایک مرتبہ ناشتے کے دسترخوان پر کافی چیزیں اور طرح طرح کی مٹھائیاں تھیں کلکتہ کے حاجی غلام رسول صاحب اوران کے رفقاء بھی دسترخوان پر موجود تھے میں بھی شریک تھا حاجی غلام رسول صاحب نے ناشتہ کے دوران یہ پوچھا حضرت یہ برفی کتنے روپے کیلو کی ہے بہت ہی لذیذ ہے حضرتؒ نے فرمایا مولوی کے یہاں پوچھا نہیں کرتے کہ کتنے کیلو کی ہے یہاں تو یونہی آتا ہے۔

حضرت حکیم الحاج مولانا عبدالقدوس صاحب دیوبندی زیدمجدہم

اسم گرامی حکیم عبدالقدوس صدیقی
ص ب ۱۱۰۱ مدینہ منورہ

پیدائش محرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو دیوبند میں پیدا ہوا۔ بچپن کی تعلیم و تربیت جناب دادا صاحب حاجی محمد قاسم صاحب ناظم تعمیرات دارالعلوم دیوبند کے زیر سایہ ہوئی کہ محترم والد صاحبؒ مولوی الحاج حکیم عبدالقادر صاحبؒ چھ سال کا چھوڑ کر انتقال فرما گئے تھے۔

دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ابتدائی تعلیم ہی سے دارالعلوم دیوبند میں داخل فرمایا تقریباً چھ سات ماہ میں ناظرہ قرآن کریم ختم ہوا تو درجہ فارسی دارالعلوم میں داخل کرادیا گیا فارسی کا پانچ سالہ کورس مکمل کرنے کے بعد شعبہ عربی میں داخل کردیا گیا درس نظامی کی تعلیم کے ساتھ دارالعلوم ہی میں طب کی تعلیم حاصل کی اور ۱۳۷۱ھ میں دورہ حدیث سے فارغ ہوا اور دارالعلوم کی تعلیم تکمیل ہوئی۔ طب کی مزید تعلیم تشخیص و تجویز و نسخہ نویسی مولانا حکیم سید محفوظ علی صاحب سے انکی مخصوص طبی درس گاہ دیوبند میں حاصل کی اور ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ سے اپنا مطب دیوبند اپنے آبائی محلہ گوجرواڑہ میں شروع کردیا اور دم تحریر مدینہ پاک میں بھی دیگر مشاغل کے ساتھ یہی مشغلہ ہے۔

نکاح مطب کے ایک سال بعد ۱۳۷۴ھ میں محترم چچا صاحب مولوی الحاج قاری عبدالرقیب صاحب مدظلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند کے یہاں شادی ہوئی اور سات بچے ہیں جن میں پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں۔

افسوس کہ دینی خدمت سے ایک حد تک محرومی رہی سات سال قبل دیوبند اپنے محلہ کی مسجد میں بعد عشا ترجمہ قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا

تقریباً پانچ پارہ قرآن کریم کے ترجمہ کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے توفیق عطا فرمادی تھی اہل دنیا کی طبی خدمات کے ساتھ بحمدللہ اہل دین حضرات کی طبی خدمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خوب موقع میسر فرمایا۔

دیوبند ایک صدی سے زائد سے دیوبند دینی و اسلامی خدمات اور دینی تعلیم کا مرکز رہا ہے عوام میں بھی کافی حد تک دینداری پائی جاتی ہے۔

حضرت شیخ کی پہلی زیارت اپنے زمانہ تعلیم میں جب کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی عمر شریف تقریباً ۵۵، ۶۰ ہوگی ایک بار حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے مہمان خانہ میں حضرت نوراللہ مرقدہٗ تشریف فرما تھے کسی نے دور سے بتایا کہ آپ سہارنپور کے شیخ الحدیث صاحب ہیں۔

حجاز میں زیارت اس کے بعد پھر ۱۹۶۹ء میں جب حج و زیارت کیلئے بندہ کی حاضری ہوئی اور بعد فراغ واپسی کیلئے جدہ آیا ہوا تھا معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہ شام کو ہوائی جہاز سے تشریف لارہے ہیں عصر کے قریب بندہ بھی مطار پہنچ گیا اور جب حضرت تشریف لے آئے اور مسجد میں تشریف فرما تھے اس وقت قریب سے حضرت کی زیارت ہوئی چہرہ مبارک کی پر رونق نورانیت اور روحانی جاذبیت کا مشاہدہ کیا۔

بیعت مندرجہ بالا مطار پر حضرت کی زیارت ہی فوری طور پر بیعت کی محرک ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہٗ اور خدام مخصوص گاڑیوں میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے یہ سیہ کار اپنے معلم صاحب سے اجازت لے کر بذریعہ ٹیکسی سیدھا حرم محترم پہونچا حضرت شیخ طواف سے فارغ ہوکر سعی کے لئے تشریف لے گئے تھے احقر بھی بعجلت طواف سے فارغ ہوکر مسعیٰ پہنچا اور بسرعت سعی سے فارغ ہوا تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ مسعیٰ ہی میں مروہ کے نچلے حصہ میں خدام

کے ایک مجمع کے ساتھ تشریف فرما حلق کرانے میں میں مشغول تھے احقر کی پورے مجمع میں کسی سے ادنیٰ واقفیت نہ تھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے خود عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی قریب ترین کھڑے ہوئے خدام میں سے ایک سے کہا کہ میرا ارادہ حضرت سے بیعت ہونے کا ہے دیوبند کا رہنے والا ہوں حج کے لئے آیا تھا صبح ہی واپسی کا جہاز ہے جلد جدہ واپس جانا ہے انہوں نے فوراً ہی حضرت کی خدمت میں عرض کر دیا حضرت نے اسی وقت بیعت کرنا منظور فرمالیا اور بعد فراغ حلق بہت ہی شفقت کے ساتھ دست بدست بیعت فرمالیا احقر کی یہ بیعت ابتدائی بیعت تھی اس سے پہلے کسی سے بیعت نہ کی تھی زمانہ تعلیم میں تو حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ بیعت نہ فرماتے تھے اور بعد فراغ مطب میں ایسا مشغول ہوا کہ اس طرف توجہ نہ ہو سکی۔ کچھ عرصہ بعد جب خدام سے تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ جو صاحب میری بیعت کا واسطہ بنے تھے وہ صوفی اقبال صاحب تھے انہوں نے بتایا کہ بیعت کے لئے میری درخواست سن کر انہوں نے کہا تھا کہ یہ کوئی وقت بیعت کا ہے تب میں نے کہا کہ صبح واپسی کا جہاز ہے جلد جانا ہے پھر پوچھا کہاں کے ہو میں نے بتایا دیوبند کا ہوں یہ سن کر ان کو خیال ہوا کہ حضرت سے ضرور عرض کرنا چاہیئے چنانچہ انہوں نے حضرت سے عرض کیا تو حضرت نے بلا تامل طلب فرمالیا جس پر صوفی جی کو بھی خلافِ معمول معاملہ پر حیرانی ہوئی۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ایک جانثار خادم دیوبند کے نمبردار محمد منعم صاحب کے صاحبزادے حافظ صوفی اکرام الٰہی صاحب جن کو حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی مسجد کا امام بھی منتخب کیا ہوا تھا اور امام جی کے نام سے ان کو پکارتے تھے نہایت ذاکر و شاغل احقر کے درجہ فارسی کے تعلیمی ساتھی عمر میں کچھ بڑے احقر ان کا انتہائی معتقد انہوں نے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد کئی بار حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بیعت کرنے کے لئے مشورہ دیا احقر کا ذہن تو وہ بنا چکے تھے پھر جدہ والی زیارت نے اس کو بحمد للہ عملی جامہ پہنادیا۔

جواب بنا جن کی عادت شریفہ ہی جود و سخا و عطا ہو چکی ہو ان کا یہ ادنیٰ خادم اس سے کیسے محروم رہ سکتا تھا مختلف مواقع پر بہت کچھ عطا فرمایا جزاہم اللہ خیر الجزا۔

حضرت کا قیام پر اصرار

اصلاح و تربیت کا خاص انداز اب سمجھ میں آیا کہ اصلاح و تربیت کا آغاز اس واقعہ سے ہوا چونکہ یہ حضرت کے عمومی معمول کے خلاف قیام پر اصرار اور اس سیاہ کار کی بدحالی گستاخی بار بار جانے کی اجازت کی درخواست پر مشتمل تھا کسی سے چند روز پہلے تک شرم کی وجہ سے ذکر بھی نہ کیا ایک مخلص سے ابھی چند روز پہلے ذکر کر کے یہ کہا کہ میرا ارادہ اس کو لکھنے کا نہیں انہوں نے سکوت فرمایا اس کے چند دن بعد خیال ہوا کہ بظاہر تیری اصلاح و تربیت کا اسی سے آغاز معلوم ہوتا ہے کہ بغیر صحبت و خدمت شیخ یہ طریق بالکل تشنہ رہتا ہے اور اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں حضرت شیخ کے مکارم اخلاق کا بہترین نمونہ ہے ضرور لکھنا چاہیئے۔

بندہ سیاہ کار ۱۹۶۹ء کے حج سے واپسی کے وقت مسجٰی میں بیعت ہوا اور فوراً بعد اپنے وطن دیوبند واپس پہنچ کر حسب دستور اپنے مطب میں مشغول ہوگیا اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا قیام طویل مدینہ منورہ میں رہا اس اثناء میں کچھ ابتدائی معمولات شروع کئے اور مدینہ منورہ حضرت والا کی خدمت میں اپنے حالات کا عریضہ گاہ بگاہ بھیجتا اور جواب باصواب سے مشرف ہوتا رہا طویل قیام کے بعد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی ہندوستان واپسی پر دہلی ہوائی اڈہ اور نظام الدین زیارت کے لئے حاضر ہوا ہجوم کی انتہائی کثرت دیکھکر یہ خیال کر کے کہ ایسے موقعہ پر مصافحہ میں حضرت کو تکلیف ہوگی زیارت پر اکتفا کی اور دیوبند واپس ہوگیا سہارنپور تشریف آوری پر حاضری اور مصافحہ کو معلق کیا۔

یہ سیہ کار بزرگوں اور مشائخ کا ادب و احترام کے ساتھ معتقد لیکن زیادہ حاضر باشی

اور تقرب سے مجتنب اور ڈرتا کہ کہیں کوئی بات خلاف مزاج بزرگاں ہو جائے جس سے گرانی اور تکلیف پہنچے اور اس سے اپنے لئے بھی نقصان کا اندیشہ ہے۔ نیز یہ کہ مریضوں میں انتہائی مشغولیت اور انہماک اوقات کا بیحد اہتمام گھر اور بچوں کی تنہائی کا خیال دور دور بھی مریض دیکھنے جانا ہوتا یا کوئی اہم سفر پیش آجاتا یا کہیں تقریب و تعزیت کے سلسلہ میں دور جانا پڑتا تو شاذ و نادر ہی رات گھر کے علاوہ کہیں گذارتا جب کہ رات میں گھر پہنچنا ممکن نہ ہوتا ورنہ ہمیشہ کا معمول رات میں گھر واپس پہنچ جانے کا رہا ہے۔ اپنی مشغولیات میں منہمک بزرگوں کی مجالس کی شرکت سے محرومی اس طریق کے آداب سے بالکل ناآشنائی حضرت شیخ اللہ نور اللہ مرقدہٗ کے معمولات سے ناواقفیت حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے سہارنپور تشریف لانے کا دن معلوم ہوا تو سہارنپور حاضر ہوا خدمت اقدس میں بعد مغرب حاضری کا موقعہ ملا حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ العالی بھی حضرت شیخ کے قریب دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ سیاہ کار حضرت شیخ مرقدہٗ کے قریب حاضر ہوا سلام عرض کر کے مصافحہ کیا اور بیٹھ گیا کچھ دیر بعد حضرت سے واپسی کی اجازت چاہی حضرت نے گاڑی کے وقت کی تفصیل معلوم فرمائی احقر نے رات کے ڈیڑھ بجے بتایا حضرت نے فرمایا رات کو یہیں ٹھہر جا صبح چلے جانا اس وقت جانے میں تکلیف ہوگی احقر نے عرض کیا انشاء اللہ کوئی تکلیف نہ ہوگی بس حضرت دعا فرمائیں حضرت نے براہ شفقت دوبارہ وہی ارشاد فرمایا احقر نے بھی حسب سابق یہی عرض کیا اسی طرح کئی بار حضرت کا ارشاد اور اس نالائق کا یہی جواب آخر سیاہ کار نے کچھ اپنے اعذار ظاہر کئے حضرت اقدس نے بخوشی اجازت مرحمت فرمادی اب دیکھئے حضرت والا کی دعا و توجہ کے اثرات حضرت سے مصافحہ کر کے رخصت ہو کر اسٹیشن پہنچ گیا اور گاڑی آنے تک نوافل میں ایسی مشغولی رہی کہ بہت ہی دل لگا اور اسی شب میں احقر نے فضائل قرآن والا وہ عمل جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے دیر میں یاد ہونے اور بھول جانے کی شکایت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو

تلقین فرمایا تھا اپنے قرآن پختہ یاد ہو جانے کے لئے پڑھا تین چار سال قبل قرآن کریم یاد کیا تھا ہر سال تراویح میں بھی سناتا تھا لیکن بھول زیادہ ہوتی تھی الحمد للہ اس سے بہت ہی فائدہ پہنچا۔ اور اس خاص شفقت اور توجہ عالی کا یہ نتیجہ نکلا کہ کچھ دن بعد آہستہ آہستہ جو ایک رات بھی کہیں باہر نہ رہتا سیکڑوں نہیں ہزاروں شب و روز گھر سے علیحدہ رہ کر نہایت شوق و رغبت کے ساتھ حضرت والا کی خدمت اقدس میں گذارنے کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے توفیق عطا فرمادی اور مستقل قیام مدینہ منورہ کی وہ دیرینہ آرزو جس کے لئے تقریباً بیس سال سے کوشش کر رہا تھا اس کی بھی بحمد اللہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تکمیل فرمادی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ادب و احترام حب فی اللہ وفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسکو دائم و قائم و مستمر فرمائیں آمین۔

علاج کی خدمت اور تربیت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے گوناں گوں امراض میں مبتلا ہونے اور یونانی معالجہ کو پسند فرمانے کی بنا پر بیعت کے کچھ زمانہ کے بعد سے طبی خدمات کا موقع اس ناکارہ کو عطا فرمایا ہوا تھا اس ادنی خدمت کا ہمیشہ خیال فرماتے ہوئے ایسا جامع مربیانہ و مرشدانہ طریق تربیت اختیار فرمایا کہ اکثر پتہ بھی نہ چلتا اور تربیت کر دی جاتی مثلاً جب مدینہ منورہ میں ابتدائی قیام ہوا اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت اقدس میں زیادہ تر حاضر باشی کا موقع ملا تو کئی بار یہ شعر پڑھکر حضرت نے سنایا۔

اے چمن والو چمن میں یوں گذارا چاہیئے
باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیا بھی

ابتداءً تو خیال بھی نہ ہوا کیوں پڑھا جا رہا ہے بعد میں ذہن میں آیا کہ ساتھیوں اور منتسبین و معتقدین زائرین واردین و صادرین کے ساتھ حسن اخلاق اور میل ملاپ رکھنے کی نہایت مؤثر تعلیم تھی اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر کئی بار یہ شعر پڑھکر سنایا۔

کرے جو کرنا ہے افلاک کے سائے تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سائے تلے

اس وقت تو کوئی خیال نہ ہوا بعد میں دل میں آیا کہ غفلت پر تنبیہ اور معمولات میں اہتمام کے ساتھ وقت لگانے کی تعلیم دی جا رہی تھی یہ اپنی نالائقی و غفلت کہ ایسے مشفق و مربی مرشد کی انتہائی مؤثر تربیت اور توجہات عالیہ کے باوجود اپنی بدحالی نہ گئی۔ معمولات میں اضافہ اور زیادتی کے لئے کئی بار عرض کیا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے موجودہ کو کافی فرماتے ہوئے کوئی خاص اضافہ نہ فرمایا بس ایک مرتبہ سہارنپور کے رمضان میں معمولی اضافہ فرما دیا تھا اور ایک بار فرمایا کہ مدینہ منورہ آنا۔

خلافت

حضرت کی طرف سے چاروں سلسلوں میں بیعت کی اجازت ۱۹۷۷ء میں مدینہ منورہ مسجد نبوی علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام معتکف وخلوہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ جو کہ باب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے داخل ہونے پر چار پانچ صف کے بعد دائیں جانب کا گوشہ ہے بعد نماز عصر عطا ہوئی اس ناکارہ کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ حضرت کا معمول مغرب سے کافی پہلے حرم محترم پہنچنے اور بعد عشا کچھ دیر بعد کمرہ پر تشریف لے جانے کا ایک طویل عرصہ تک رہا ہے خادم ناکارہ حضرت کے تشریف لے جانے سے پہلے مصلّٰی لے کر حرم نبوی علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام پہنچ جاتا اور مصلّٰی بچھا کر وہیں بیٹھا رہتا حضرت شیخ کرسی پر تشریف لاتے خدام بٹھا کر چلے جاتے احقر پیچھے بیٹھا رہتا دوسرے ساتھی بھی مغرب کے قریب آجاتے ایک روز حسب معمول حضرت شیخ تشریف فرما تھے جمعہ کا دن تھا اس میں اور جلدی تشریف لانے کا معمول تھا احقر حسب معمول پیچھے بیٹھا ہوا تھا اچانک حضرت نے بلا کر فرمایا بہت دن سے اجازت دینے کے لئے کئی بار ارادہ کیا نہ دے سکا چاروں سلسلوں میں میری طرف سے بیعت کی اجازت ہے احقر پر گریہ طاری ہو گیا اور اپنی نااہلیت کو عرض کرنے لگا۔ خاص نصیحت یہ فرمائی کہ اس اجازت کا درجہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ علوم کی تکمیل کے بعد سند دے دی جاتی ہے جو کہ تکمیل علوم صلاحیت و استعداد کی ہوتی ہے اگر سند یافتہ علمی مشغلہ میں لگا رہتا ہے ترقی کرتا رہتا ہے کسی دوسرے کام میں لگ جاتا ہے

علمی لائن سے ہٹ جاتا ہے اور علوم سے آہستہ آہستہ خالی ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں لگے رہنا چھوڑنا نہیں۔ اجازت زبانی مرحمت فرمائی اجازت کے وقت کوئی چیز عطا نہ فرمائی۔

حضرت کی رفاقت

خادم ناکارہ کے لئے اپنی جگہ بیٹھ کر کام میں لگے رہنے کے لئے ارشاد نہ فرمایا ابتدائی دور میں ایک بار دیوبند اپنے محلہ کی مسجد میں اعتکاف کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا اس کے کچھ بعد اکثر اوقات سفر و حضر میں ناکارہ کی یہی خواہش رہتی اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ بھی اس کو پسند فرماتے کہ زیادہ تر حضرت کے ساتھ گذرے اللہ کا بڑا احسان و انعام ہے کہ اسکی وصال تک توفیق عطا فرمائی اَللّٰھُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ اپنی سیاہ کاریوں اور بدکاریوں کی وجہ سے ڈر تو بہت لگتا ہے لیکن اللہ کی ذات رحیمی و کریمی سے یہ امید ہے کہ انشاء اللہ آخرت میں جنت میں بھی بلا کسی ادنیٰ استحقاق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا ساتھ خالص اپنے فضل و کرم سے عطا فرما دیں گے ؎ رحمت حق بہا نمی جوید بہانہ می جوید۔

نقل کی خدمت اور قیمتی تصنیف

حضرت اس ناکارہ کو کسی کتاب کی تالیف کا حکم نہ فرمایا بس غالباً ۱۹۷۵ء میں قیام مدینہ منورہ کے دوران جب کہ یہ ناکارہ بھی حاضر خدمت تھا حضرت مجدد صاحب الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ کے تین مکتوب کے نقل کرنے کے لئے اپنے دست مبارک سے کاپی عنایت فرمائی حضرت کے تعمیل ارشاد میں اس کو نقل کر کے حاضر خدمت کیا۔ پھر حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے زبدۃ المناسک قدیم مطبوعہ جس کے آخر میں عامی عربی زبان سے واقفیت حجاج کے لئے ایک عربی رسالہ ضم تھا اس کو نقل کرنے کے لئے ارشاد فرمایا خادم نے اس کی بھی تعمیل کی۔

کافی دنوں سے خالص فضل الٰہی کی رہنمائی مدینہ پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی فیوض و برکات حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضری کی برکت اور حضرت کی توجہات عالیہ سے بار بار دل میں ایسی چہل حدیث کی ترتیب و جمع کا داعیہ پیدا ہوتا تھا

جس میں ضروریات دین کے ساتھ ایسی احادیث شریفہ کو خاص طور پر جمع کیا جائے جن میں ایسے امور پر تنبیہ ہو جو کہ تعلیمات سے بعد کی بنا پر اس زمانہ میں متروک العمل ہوتی جارہی ہیں کچھ دن سے آہستہ آہستہ اس سلسلہ میں کام بھی کر رہا تھا وصال سے تقریباً چار ماہ قبل حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے پسند فرمایا اور مفید مشورہ بھی عنایت فرمایا دل چاہا کہ حضرت سے اس کا افتتاح کرالیا جائے کہ ہر طرح سے باعث خیر و برکت ہو چنانچہ اس کا افتتاح حضرت ہی سے کرانیکی سعادت حاصل ہوئی اور ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۸۲ء بعد نماز جمعہ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے اس چہل حدیث کی بسم اللہ کرائی پہلی حدیث مکمل ہونے پر حضرت کو بھائی مولانا ملک عبدالحفیظ صاحب نے پڑھ کر سنایا حضرت نے پسند فرمایا اور بعد میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے احقر سے فرمایا حکیم جی بس ہمت مت لئے صوفی اقبال اور عبدالحفیظ کو دکھاتے رہنا حضرت کے اس ارشاد سے احقر کھٹکا کہ حضرت کا یہ جملہ بہت اہم معلوم ہوتا ہے کچھ دن بعد حضرت کا وصال ہو گیا اور کھٹک صحیح ثابت ہوئی پیش آنے والے حادثہ کی طرف اشارہ تھا احقر نے اس وقت حضرت کے فرمانے کے بعد یہ عرض کیا تھا کہ انکو دکھاتا رہوں گا اور جب موقعہ ہوگا حضرت کو بھی سناتا رہوں گا۔ حضرت نے پھر کئی بار دریافت فرمایا اور تقاضہ فرمایا آخر بار دریافت فرمانے کے بعد کام کی سُست رفتاری معلوم فرماکر ارشاد فرمایا کہ جلدی کچھ نہیں آہستہ آہستہ ہو جائے گا حضرت کی حیات میں پانچ حدیثیں ہو چکی تھی لیکن آہ افسوس پھر سنانے کا موقعہ نہ ہو سکا۔ الحمد للہ احقر اس میں لگا ہوا ہے اگرچہ کام کی رفتار سست ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے قوی امید ہے کہ انشاء اللہ تکمیل کو پہنچے گا۔

وقف کے سال میں احتیاط کی ہدایت

اس سلسلہ میں سہارنپور کے ماہِ مبارک کے اعتکاف میں مغرب کے بعد والی مسجد میں بہت دلنشین طریقہ پر تفصیل سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو ارشاد فرماتے سنا تھا جس کے سننے والے بہت سے ساتھی اور بہت بڑا مجمع معتکفین کا تھا

ساتھیوں نے اس کو تفصیل سے لکھا ہوگا خلاصہ کچھ مختصراً تحریر ہے مدارس کے منتظمین کے لئے اہلِ خیر کے چندہ سے جمع شدہ رقوم میں بیجا تصرف کا مسئلہ بہت ہی سخت ہے اس لئے کہ وہ منتظم گویا کہ ان سب چندہ دینے والوں کی طرف سے وکیل ہے اور امین ان کی دی ہوئی رقموں کو انکی ہدایت کے مطابق صرف کرے اب اگر یہ منتظم اس کے خلاف کرتا ہے تو دنیا و آخرت میں ہر ہر چندہ دینے والے کو حق ہے کہ وہ منتظم سے باز پرس کرے تب اس تنہا پر کیا گذرےگی اور کس کس کی جوابدہی کریگا اور خیانت کی مکافات کس طرح کرے گا ایک دو کا قصہ ہو تو نبٹنے میں قدرے سہولت ہو سکتی ہے جماعت کثیرہ سے پیچھا چھڑانا بہت ہی مشکل ہو جائے گا اور خیانت کا گناہ اور اس کی سزا علیحدہ رہی یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے اس میں بہت ہی احتیاط برتی ہے اور وہ صحیح مصرف میں صرف کرتے ہوئے انتہائی احتیاط کو عملی طور پر کر کے دکھا گئے جن کے بعض قصے بھی حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے سنائے۔

حضرت کا اہتمام سنت اور آپ کی ادائیں

اتباع سنت کا ہر چیز میں حضرت کو بہت ہی اہتمام رہتا تھا ضعف پیری اور متعدد امراض میں مبتلا رہنے کے باوجود ہمیشہ سے فجر کی نماز کے لئے تہجد کی اذان پر اور ظہر کے لئے گھنٹہ سوا گھنٹہ پہلے عصر کے لئے آدھ گھنٹہ پہلے اور مغرب کے لئے پون گھنٹہ پہلے حرم شریف تشریف لے آتے اور عشاء کے تقریباً آدھ گھنٹہ بعد کمرہ واپس تشریف لے جاتے حرم شریف کے اوقات علاوہ نوافل تسبیحات مراقبہ دعا وغیرہ کے تلاوت قرآن کریم اور کثرت درود شریف میں صرف فرماتے اور بسا اوقات اکثر وقت گریہ و زاری میں گذرتا حضرت نور اللہ مرقدہ ایک لنگی قائمقام رومال ہمیشہ پاس رکھتے اس لنگی کا اکثر حصہ آنکھ و ناک کی مسلسل رطوبتوں کے بہنے کی وجہ سے تر ہو جاتا آخر دور میں بسا اوقات بیماری کی زیادتی انتہائی ضعف اور متعدد اعذار کی بنا پر کمرہ میں جماعت سے نماز ادا فرماتے خادم ناکارہ بھی شریک رہتا نماز پڑھانے والے تو ہمیشہ دوسرے ہی ہوتے ایک بار سیاہ کار کے لئے ارشاد ہوا غالباً

فجر کی نماز تھی طبیعت کی زیادتی خرابی کی بنا پر لِاِیْلٰفِ وَقُلْ ھُوَ اللّٰہ پڑھی سلام کے فوراً بعد حضرت نے فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس پڑھتا تو سنت بھی ادا ہو جاتی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ حضرات سادات کرام کا ہر حال میں انتہائی اعزاز واکرام فرماتے۔ معمولات کی انتہائی پابندی فرماتے کہ آخر تک علاوہ بیہوشی کے وقت کے شاید ہی کوئی معمول ترک ہوا ہو ورنہ بیٹھ کر نہیں تو لیٹے لیٹے ہی پورا فرماتے۔ اپنے ساتھ رہنے والوں کا خصوصًا اٹھانے والے خادموں کا بہت ہی خیال فرماتے اور سفر و حضر میں انکے ساتھ بے تکلف رہتے اور بسا اوقات ان کے ساتھ بے تکلفانہ گفتگو فرماتے کیونکہ حضرت کے رعب و وجاہت وجلالت شان کی وجہ سے کسی کا کچھ بے تکلف عرض کرنا یا زیادہ قریب دیر تک رہنا دشوار ہوتا۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا دستر خوان بہت ہی وسیع تھا اور جس میں عام مراتب کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا اور اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ پر پوری طرح عمل ہوتا علماء صلحاء اساتذہ کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا آخری دور سے کچھ پہلے تک ہمیشہ اول سے آخر تک خود بنفس نفیس شریک دستر خوان رہتے خود بہت کم تناول فرماتے لیکن خوبصورتی کے ساتھ اس کو آخر تک نبھاتے اور مہمانوں کی حسب مراتب میزبانی اور منتظمین کی نگرانی خود فرماکر اکرام ضیف کا انتہائی اہتمام کر دکھاتے۔

حضرت کے ساتھ اگر کوئی ادنیٰ احسان و مروت کا معاملہ کرتا اس کی ظاہری مکافات کے علاوہ ایسا نعم البدل عطا فرماتے کہ ہمیشہ کام آتا رہے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ چیز سے بھی مقابلہ نہ کیا جاسکے اور وہ حضرت کی روز مرہ کی معمولہ دعا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْ وَقْتِیْ وَمَا اَعْطَیْتَنِیْ وَاقْضِ دَیْنِیْ وَاجْزِ مُحْسِنِیْ وَافْلِحْنِیْ وَمَنْ لَحِقَنِیْ وَمَنْ طَلَبَ الدُّعَاءَ مِنِّیْ ۝ میں محسنین کو خاص طور پر دعا میں شامل فرمانا ہے۔ دعا مختصر اور بہت ہی جامع ہے اپنی خاص دعاؤں میں محسنین کی جزاء خیر کی دعا کے ساتھ تمام متعلقین منتسبین خدام اور تمام دعاء کے طالبین کی فلاح و کامیابی کے لئے ہمیشہ دعا فرماتے رہے۔ رفع اللہ درجاتہ واعلی اللہ مراتبہ واکرم مثواہ۔

توکل پر ایک لطیفہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو توکل علی اللہ کا اعلیٰ درجہ حاصل تھا خاص طور پر والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات کے بعد سے آخر عمر تک زندگی کی ہر ہر پہلو میں نمایاں دیکھا گیا ہے لیکن اس دارالاسباب میں حسن تدبیر اور اسباب کو پورے طور پر اختیار فرماتے اور اس سلسلہ میں مناسب کوشش بھی فرماتے اور حقیقی توکل بھی یہی ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت عالی میں خادم ناکارہ کی حاضر باشی اور دوا و علاج کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے مدینہ منورہ مسجد نبوی علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتسلیم میں حضرت تشریف فرماتے کہ استنجے کی ضرورت محسوس ہوئی قیام گاہ پر تشریف لائے خادم ناکارہ اور بھائی مولانا عبدالحفیظ صاحب بھی ساتھ ہی تھے استنجے کے لئے بیٹھے استنجا نہ ہوا حضرت نے خادم کو مخاطب فرماکر ارشاد فرمایا کہ استنجا نہیں ہوا خادم نے عرض کیا انشاء اللہ ہو جائے گا فوری طور پر اس وقت کوئی دوا تجویز نہ کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حکیم جی توکل کا سبق دیتے ہیں خادم خاموش رہا بھائی عبدالحفیظ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ قبض دور کرنے کے لئے حضرت کو دوا دو۔

حضرت کی شان جامعیت

جملہ علوم و فنون میں کامل مختلف علوم و فنون کی کتابوں کے ماہرانہ درس طلباء کی گرویدگی اور معاصر موافق و مخالف علماء کا اس پر اعتراف اس کے شاہد ہیں۔ اور فن حدیث میں تو اعلیٰ مہارت کی بنا پر ابتداً ہی حضرت کے استاذ شیخ و مرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کو شیخ الحدیث کا خطاب عطا فرمایا اور منجانب اللہ اس خطاب نے وہ شہرت حاصل کی کہ نام کے مقابلہ میں اسی خطاب سے مشہور ہوئے آپ کے درس حدیث شریف خصوصًا درس بخاری اور فن حدیث میں آپ کی تصنیفات و تالیفات اپنی جامعیت کے اعتبار سے بہت ہی مشہور و معروف ہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی ذات بابرکات منبع رشد و ہدایت و سرچشمہ علم و عرفان تھی جس سے لاکھوں تشنگان نے اپنی اپنی ضرورت و حال کے مطابق سیرابی حاصل کی اور انشاء اللہ امت مرحومہ آپ کی تصنیفات و تالیفات اور خلف الرشید صاحبزادہ محترم

حضرت مولانا الحاج محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ العالی اور آپ کے خلفاء کے ذریعہ رہتی دنیا تک آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوتی رہے گی۔ جامع شریعت وطریقت اور اتباع سنت تو ہر ہر عمل میں نمایاں ساتھ ہی اعلیٰ درجہ کی قوت مشاہدہ ویادداشت معاملہ فہمی اور صحیح قوت فیصلہ اور فہم وفراست ذکاوت وتدبر اور حسن تدبیر کے واقعات بہت ہی کثرت سے حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی حیات مبارکہ میں ملتے ہیں جو وصال سے چند ساعت قبل تک مشاہدہ میں آتے رہے جن کو اہلِ قلم حضرات تفصیل سے لکھ رہے ہیں اور انشاء اللہ حالات وواقعات وسوانح حیات کی صورت میں لکھتے رہیں گے۔ ذرا غور کرنے پر آپ بیتی سے بھی بہت کچھ اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ بسا اوقات طبیعت کی زیادتی خرابی اور ہیجانی کیفیت کے باوجود مشورہ کرنے کی نوبت آتی حالت صحت کی طرح جواب باصواب سے مشرف فرماتے جس کی حالت کے ماتحت طبعی طور پر بہت ہی کم توقع ہوتی ہے۔ آخری سفر ہندوستان کا واقعہ ہے جس میں بیماری اور کمزوری اپنے انتہائی درجہ پر تھی بسا اوقات خون دینے کی ضرورت پیش آتی اور ہیجانی کیفیت بھی ہوتی رہتی دہلی سے سہارنپور تشریف لانے کے بعد خادم معمولاً رات حضرت کی خدمت میں گذارتا اور نماز فجر حضرت کے ساتھ پڑھکر اجازت لے کر دیوبند مطب مریضوں کی وجہ سے چلا جاتا بعد ظہر پھر حاضر خدمت ہو جاتا اسی دوران ایک دن اہتمام سے بھائی انعام پانڈولی والے خادم کو دیوبند بھیج کر خادم ناکارہ کو یاد فرمایا معمول کے مطابق حاضری کا وقت بھی قریب تھا فوراً ہی حاضر خدمت ہوا حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے دوا وعلاج کے بارہ میں ارشاد فرمایا چنانچہ تعمیل ارشاد فوری طور پر کی اور دوا شروع کردی گئی دوسرے وقت میں جب بھائی ابوالحسن صاحب نے دوسری دوا دینا چاہی تو منع فرما دیا اور خادم پر معلق رکھا چنانچہ جب خادم نے عرض کیا تب ہی استعمال فرمائی۔ بیماریوں کے ایسے شدید حالات کے وقت دوسرے مریضوں میں ہر چیز کا اس طرح استحضار دیکھنے میں بہت ہی کم آتا ہے بلکہ نہیں آتا۔

وصال سے چند سال قبل سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا داڑھی کے سلسلہ میں رویہ بہت سخت گیری کا چل رہا تھا چنانچہ داڑھی کا وجوب نامی کتاب تصنیف فرمائی اور اس کا

عربی ترجمہ بھی کرایا اور بڑی تعداد میں اس کی اشاعت فرمائی اور اس دوران حضرت نوراللہ مرقدہٗ کو بار بار فرماتے سنا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ اعلیٰ اللہ مراتبہ بھی داڑھی کے معاملہ میں سختی سے نکیر فرماتے اور داڑھی نہ رکھنے والوں سے اظہار ناگواری فرماتے اسی طرح ذکراللہ کی اہمیت اور زیادہ سے زیادہ ذاکرین بنانے اور مجلس ذکر قائم کرنے پر بہت زور رہا اس زمانہ میں خاص طور پر ذکراللہ کی کمی کے پیش نظر متعدد سخت بیماریوں اور انتہائی کمزوری اور ضعف پیری ومعذوری کے باوجود دور دراز ملک لندن وافریقہ کے سفر فرمائے۔ اور بلاد میں مجالس ذکر قائم کرنے کے سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت علامہ بنوری صاحب نوراللہ مرقدہ سے خط وکتابت فرمائی اور صوفی اقبال صاحب سے ایک کتاب نصیحت آموز ترغیبی خط لکھوائی اس کو پسند فرمایا اور بار بار سنا اور ماہ رمضان المبارک اسٹینگر میں مزید ذکر کی اہمیت پر رسالے لکھوائے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے کن کن اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کا ذکر کیا جائے کہ بیحد وبیشمار ہیں اہلِ قلم حضرات ان کو انشاء اللہ خوب خوب لکھتے رہیں گے اس خادم ناکارہ کو لکھنا نہیں آتا اس لئے ان چند پر ہی اکتفا کرتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنِ

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہ واتباعہ اجمعین

الیٰ یوم الدین

حضرت مولانا عبدالحئی صاحب زید مجدہم

تاریخ ولادت : میری تاریخ پیدائش ۱۹۳۲ء کی ہے.

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم قرآن کریم سے کافیہ تک اپنے والد بزرگوار جامع الشریعت قطب زمان حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی ثم شجاع آبادی (مجاز سلاسل ثمانیہ یعنی نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، شطاریہ، قلندریہ وغیرہ تلمیذ خاص شیخ الہند محمود الحسن رحمۃ اللہ و حضرت انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ) کے پاس حاصل کی. شرح جامی، میر قطبی قطبی، نور الانوار، مشکوٰۃ شریف تک جامع المعقولات والمنقولات سیبویہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب پونٹوی المعروف کالا صاحب (استاد حضرت بہلوی) کے پاس پڑھیں. معقولات و دیگر کتب موقوف علیہ تک حضرت مولانا محمد امیر صاحب دامانی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان اور حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی کے پاس پڑھیں اور دورۂ حدیث شریف حضرت درخواستی مدظلہٗ کے پاس پڑھا۔

نکاح

دورانِ تعلیم شادی ہوئی تین لڑکے ۶ لڑکیاں ہوئیں جو اب حیات ہیں میرا بڑا لڑکا حاجی عبداللہ اور درمیانہ لڑکا حافظ حبیب اللہ اس سال حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ کے مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں دورہ حدیث شریف پڑھ رہے ہیں. بڑا لڑکا ایف اے پاس بھی ہے. تیسرا بچہ شفیق الرحمان مڈل تک پڑھنے کے بعد اب ۲۰ رواں پارہ قرآن کریم پڑھ رہا ہے۔

کتب حدیث کی تدریس کا شرف

حضرت والد صاحبؒ کی زندگی میں تقریباً ۲۰ رسال اپنے مدرسہ اشرف العلوم ابتداء سے دورہ حدیث شریف تک کتب پڑھائیں۔ اب پانچواں سال ہے کہ تدریسی کام بامرِ مجبوری ترک کر دیا ہے البتہ سفر و حضر میں حضرت والد گرامی کے طریقہ کے مطابق صبح کو درسِ قرآن بعد نماز ظہر درس حدیث اور بعد نماز مغرب تصوف کا بیان اور ذکر جہر و مراقبہ ہوتا ہے. اور ۵ ر شعبان سے ۲۵ ر رمضان المبارک تک گھر میں یعنی مدرسہ اشرف العلوم میں

دورہ تفسیر القرآن والد صاحب کے معمول کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔

حضرت الشیخ کی زیارت اور بیعت

بندہ نے حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت دو مرتبہ رائیونڈ میں کی مگر چار سال قبل برائے حج بدل مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو بواسطہ مولانا محمد عابد صاحب (فاضل مدینہ یونیورسٹی موجودہ مدرس مدرسہ خیر المدارس ملتان) وقاری عبدالمجید صاحب سیالکوٹی مقیم مدینہ منورہ جو حضرت کے زیادہ قریبی تھا اور مولانا عبدالقادر صاحب کی وساطت سے بار بار عرض کیا تو آپ نے بیعت فرما کر اپنے خلفاء میں میرا نام درج کر دیا۔ چونکہ سلسلہ نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ میں حضرت والد صاحب گرامی حضرت بہلویؒ سے اجازت تھی اور سلسلہ چشتیہ مکمل ہو گیا تھا کہ حضرت بہلویؒ رحلت فرما گئے اس لئے میں پریشان تھا کہ اور سلسلہ چشتیہ کی کس سے نسبت قائم کروں۔ جب ہر طرف پاکستان میں نظر دوڑائی مجھے کوئی کامل نظر نہ آیا تو اچانک حضرت شیخ الحدیث جیسی جامع شخصیت نظر آئی۔ کیونکہ حضرت شیخ الحدیث پوری دنیا میں جامع ترین شخصیت کے مالک تھے۔ الحمدللہ حضرت نے بیعت فرمایا۔

کتب کا ہدیہ

حضرت نے چند رسائل عنایت فرمائے اور اپنی ٹوپی مبارک عنایت فرمائی بیعت کے وقت کوئی خاص نصیحت نہیں فرمائی چونکہ آپ بہت زیادہ بیمار اور علیل تھے آپ میں کچھ بولنے کی سکت نہیں تھی۔ میں آپ کی مجلس شریف میں ۱۲ ر روز تک مسلسل جاتا رہا۔ گھر آ کر دو مرتبہ عریضہ لکھا لیکن جواب سے محرومی ہوئی. وہ اس لئے کہ آپ کے خدام آپ کو خطوط سناتے تھے اور جواب لکھتے تھے. پھر فیصل آباد میں آپ نے جب دو ماہ قیام فرمایا تو اس وقت خصوصی ملاقات اور زیارت ہوئی آپ نے احوال پوچھا اور دعا فرمائی. پھر ۹ ر مارچ ۱۹۸۲ء کو میں بمعہ بچوں اور بیوی کے عمرہ کے لئے روانہ ہوا اور ۱۵ ر دن مکہ مکرمہ حاضری دی ۱۵ ر دن مدینہ طیبہ حاضری دی اسی اثناء میں حضرت کی مجلس میں اکثر جاتا تھا یہ حضرت کے ساتھ آخری ملاقات تھی۔ اس ملاقات کے وقت حضرت شیخ الحدیث نے بذریعہ مولانا محمد اسماعیل صاحب اپنی قمیص مبارک عنایت فرمائی۔ آپ کی قمیص مبارک کے بے شمار برکات و فیوضات سامنے آئے. وہ ایسے کہ میرے سلسلہ والے حضرات مکہ مکرمہ و مدینہ میں کافی ہیں احباب کا اکثر میرے پاس

اجتماع رہتا تھا ذکر و مراقبہ ہوتا تھا لیکن قمیص مبارک کے ملنے کے بعد میرے احباب و غیر احباب کی توجہات بہت زیادہ بڑھ گئیں۔ پھر تو احباب کے اجتماع میں کافی رش ہوتا چلا گیا۔ وغیرہ ذالک۔

نسب نامہ حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی محمد عبد الحیٔ ابن حضرت مولانا محمد عبد اللہ ابن مولانا محمد مسلم ابن مولانا نور محمد صاحب۔

(نوٹ) یہ نسب نامہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب جو سابقہ بزرگوں میں سے ہیں ان تک جا ملتا ہے۔ اس طرح حضرت بہلویؒ نے فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت بہلویؒ کی پیدائش ایک بزرگ کی بشارت سے ہوئی:

ولادت کا قصہ حضرت مولانا محمد مسلم صاحب سے منقول ہے کہ جو لڑکا پیدا ہوتا چند ماہ یا برس کا ہو کر مر جاتا تھا۔ ایک بزرگ تشریف لائے ان سے یہ بات عرض کی گئی۔ ان بزرگوں نے مندرجہ ذیل آیت کو ہر نماز کے ساتھ ایک سو بار پڑھنے کا حکم فرمایا۔

"رب ھب لی من لدنک ذریۃً طیبۃ انک سمیع الدعا" اور فرمایا کہ منگل کے دن تقریباً ایک برس کے بعد سعید عمر دراز والا بچہ اللہ تعالیٰ عطا فرما دیں گے اور اس کا نام محمد عبد اللہ رکھنا ہے۔ چنانچہ ان کے فرمانے کے مطابق ایک برس کے بعد منگل کے روز یکم رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ سورج نکلتے ہی حضرت بہلویؒ کی پیدائش ہوئی۔

حلیہ سر پر اجلی گول ٹوپی اور عمامہ، کندھے پر سفید رومال، کھلی پیشانی اور متحرک آنکھیں آنکھوں میں معرفت خداوندی کی گہرائیاں جھلک رہی تھیں۔ چہرے پر نورانیت، لباس میں سادگی۔ آواز میں ہر وقت سنجیدگی اور متانت۔ حد درجہ متواضع۔ تواضع میں ثانی حضرت مدنیؒ تھے۔ طبیعت میں انتہائی سادگی۔ توکل حُسن خلق عبادت میں دن رات انہماک۔ عشقِ رسول ﷺ سے سرشار۔ حرص و طمع و لالچ خود ثنائی و برائی سے متنفر و بیزار۔

حضرت مولانا محمد مسلم صاحب کی منّت کا ذکر

مولانا محمد مسلم نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچہ دیا تو اسے علم پڑھاؤں گا۔ اور عالم بناؤں گا۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ اے اللہ اس وقت تک مجھے زندہ رکھنا کہ میں اپنے بیٹے کو فراغت علم دین کے بعد منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر کرتا دیکھوں۔ چنانچہ جب حضرت بہلویؒ "دیوبند" سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر آئے دو سال بعد مولانا محمد مسلم صاحب رحمۃ اللہ فوت ہوئے۔ اللھم اغفر لنا ولھم آمین۔ آپ نے بمقام بہلی شریف جو شہر شجاع آباد سے قریباً ۲۷ میل کے فاصلہ پر ہے مدرسہ مظہر العلوم بہلی شریف میں چھوٹی بڑی کتب ۱۳۳۵ھ میں پڑھانا شروع کیں۔

ابتدائی دینی تعلیم ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا محمد عبد الحیؒ صاحب بہلوی کو حضرت بہلوی نے مدرسہ اشرف العلوم تحصیل شجاع آباد میں مدرس ٹھہرایا بقول محمد مسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ علماء نے کہا تھا کہ جب لڑکا چار برس چار ماہ چار دن کا ہو جائے تو تعلیم میں سپرد کرنا چنانچہ علماء کے فرمانے کے مطابق حضرت بہلوی کو تعلیم کے سپرد کیا گیا حضرت بہلوی کے عقیقہ پر اس دور کے مشہور بزرگ حضرت حافظ عبد القادر صاحب پونٹوی نے شرکت کی۔ قرآن مجید، فارسی اور تحفۃ الاحرار تک اُس دور کے مشہور عالم حضرت مولانا قادر بخش شاہ صاحب قریشی کے پاس پڑھتے رہے اور ساتھ ساتھ پرائمری تک بھی تعلیم حاصل کی۔ تین سال کے عرصہ میں شرح جامی، منطق، شرح تہذیب، اصول نور الانوار فقہ اور شرح وقایہ تک استاذ کل حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ جو کہ عالم اور کامل بزرگ تھے ان کے پاس مندرجہ بالا کتب پڑھیں۔ پھر ہدایۃ، حسامی، عبد الغفور، تکملہ، مشکوٰۃ شریف اور قطبی تک حضرت سیبویہ وقت جامع الاصول الفروغ حضرت مولانا غلام رسول صاحب پونٹوی کے پاس پڑھتے رہے۔

دار العلوم دیوبند میں داخلہ اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے پہلے سال سلم العلوم، ملا حسن میبذی، تصریح اور مختصر المعانی پڑھیں اور دوسرے سال دورہ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن

رحمۃ اللہ کے پاس پڑھتے رہے۔ ان کے اسیر مالٹا ہو جانے کے بعد حضرت علامہ محدث کبیر انور شاہ کشمیریؒ و علامہ شبیر احمد عثمانیؒ و حضرت سید اصغر حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں پڑھتے رہے۔ کچھ معقول اور فلسفہ کی کتابیں رہ گئیں تو واپس وطن آ کر جامع المعقولات والمنقولات مولانا محمد امیر صاحب دامانی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کے پاس "میر زاہد" ملا جلیل، قاضی مبارک شمس بازغہ، شرح چغمینی، تلویح وغیرہ پڑھیں یہ ۱۳۳۴ھ تھا۔

تدریسی خدمات

۱۳۳۵ھ سے ۱۳۶۸ھ تک حضرت بہلویؒ تمام کتب عربیہ تا دورۂ حدیث شریف بلا تنخواہ پڑھاتے رہے۔ بعد میں بڑھاپے کی وجہ سے ایک قابل مدرس رکھ لیا اور ۱۳۶۸ھ سے ۱۳۷۱ھ تک مدرس پڑھاتا رہا۔ ۱۳۷۲ھ میں حضرت مولانا عبدالحئی صاحب بہلوی اور حضرت بہلویؒ کے بھانجہ و داماد مولانا عبدالحمید صاحب شجاع آباد میں مدرسہ اشرف العلوم بطور مدرس مقرر ہوئے۔ اور مولانا محمد ہاشم صاحب مرحوم بن حضرت بہلویؒ نے بہلی شریف والے مدرسہ میں پڑھانا شروع کیا۔

حضرت بہلویؒ کو والد صاحب کی نصیحت

بقول حضرت بہلوی قدس سرہٗ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت والد صاحبؒ بچپن میں اکثر وقت نصیحت وصیت فرمایا کرتے تھے انکی زیادہ تاکید حق عبدی کے بچنے پر زیادہ ہوتی تھی۔ تاکہ بچپن میں بھی جیسے لڑکے گندم وغیرہ کے خوشے لے لیتے ہیں۔ بندہ ان سے بھی دور رہتا تھا۔ پرائے حق سے پرہیز تھا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ کی نصیحت سے عبادت کا شوق حد سے زائد تھا۔ اور توحید کی طرف ان کی وصیت کا رُخ زیادہ ہوتا تھا۔ قبر پرستی سے ابتداءً نفرت تھی اور حسنِ اتفاق سے میرے ایک رفیق مولانا غلام صدیق صاحبؒ جو کہ بڑے موحد اور پوشیدہ بزرگ تھے ان کے فیض صحبت میں رہا۔ حضرت بہلویؒ نے فرمایا کہ میں جب دیوبند پہنچا ان ایام میں پہلے سال ایک سیّد صاحب بڑے بزرگ کی صحبت ملی اور دوسرے سال ایک بزرگ یاغستان کے مسمی مولانا مطیع الرحمٰن صاحبؒ صاحبِ کرامت تھے اور بچپن سے ان کے کمالات مشہور تھے۔ انؒ کی صحبت نصیب ہوئی یہ موصوف شریک

دورۂ حدیث شریف تھے۔ ان کے فیضِ صحبت میں بے شمار فیوضات نصیب ہوئے۔ اور بالخصوص حضرات اساتذہ کرام حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے صاحب کمالات جو دنیا میں مشہور و معروف کی صحبت حاصل ہوئی۔ اسی طرح وطن میں واپسی پر حضرت فانی فی اللہ و باقی باللہ مولانا محمد امیر صاحب دامانی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کی صحبت حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا غلام حسین صاحب سے بیعت

دو چار ماہ بعد حضرت مولانا محمد امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تنہائی میں فرمایا کہ کانپور میں حضرت مولانا غلام حسین صاحب جو ابدال وقت ہیں ان کے پاس سلوک یعنی راستۂ خدائی سیکھنے کے لئے عریضہ لکھوں، تو میں نے عریضہ لکھا۔ انہوں نے جواب میں یہ الفاظ لکھے۔

"خدا طلبی، بلا طلبی" تم عالم ہو قرآن حدیث پر جو عمل ہو سکے کرو۔

یہ واپسی جواب اپنے استاذ مولانا محمد امیر صاحب کو دکھلایا۔ انہوں نے فرمایا کہ دوبارہ عریضہ لکھو۔ میں نے دوبارہ لکھا تو جواب میں فرمایا کہ تم سلوک اپنے استاذ صاحب کے پاس سیکھو۔ اور استاذ صاحب کی طرف بھی خط لکھدیا کہ انکو سلوک سکھاؤ۔ چنانچہ استاذ صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ مراقبہ میں بیٹھا کرو۔ آپ کے فرمانے پر کپڑا اوڑھ کر بیٹھ جاتا۔ چند ایام کے بعد مکاشفات شروع ہو گئے۔ اور استغراق بڑھتا گیا۔ چند ایام بعد بیعت ہو گیا۔ ایک مہینہ بعد لطیفہ روح کا بھی سبق دیا۔ پھر اچانک کسی واقعہ کے تحت حضرت استاذ صاحب گرفتار ہو گئے۔ اور میرا اضطراب بڑھتا گیا۔ اور خدا طلبی بلا طلبی کا ظہور شروع ہوا۔ کسی کروٹ چین نصیب نہیں تھا۔ پہلا سفر حضرت غوث زمیں فضل علی قریشی مسکین پور شریف کی طرف تھا۔

حضرت مولانا غلام حسین کا انتقال اور حضرت فضل علی قریشی سے بیعت و اجازت

حضرت فضل علی قریشی کے پاس جب حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرا اور

مولانا محمد امیر صاحب کا ایک سلسلہ ہے اور ہم ایک ہی مرشد کے مرید ہیں اور خلیفہ ہیں. چنانچہ آپ کی صحبت میں بندہ کو بھی حالات کیفیات کشف انوار استغراق کشف قلوب زیادہ ہو گئے ہیں پر سبق عنایت ہوتے گئے. ولایت کبریٰ تک اسباق ہو گئے مگر اضطراب اور مرض بڑھتا گیا، دراثناء حضرت فضل علی قریشی رحؒ نے خلافت عنایت فرمائی. مگر مدہوش مضطرب خلق والے کو خدمت سے کیا کام اسی اثنار میں ایک طالبعلم نے نہایت ضعیف جن کے بدن پر گوشت مطلقاً نہ تھا مشکل سے چلتا اور نوجوان تھا. قرآن مجید کا پارہ دوم پڑھنے کو کہا۔ اور یہ بھی کہا کہ میں ملک گجرات کاٹھیاوار کے علاقہ کا ہوں اس کی نحافت ودوری سفر کو دیکھ کر رحم کر کے میں نے پڑھانا شروع کیا. نہایت کند ذہن تھا کوئی لفظ بھی اس کو نہ آسکتا تھا. پھر اس کے دبلاپن وبے کسی سے چونکہ محنت کرتا تھا وہ بھی تمام دن پڑھتا مگر شام تک ایک سطر مشکل سے پختہ ہوتی تین ماہ بعد تنہائی میں مجھے فرمایا کہ میں آپ کے اضطراب کے رفع کے لئے کچھ تبلاؤں میں نے فوراً عرض کیا کہ آپ میرے مرشد کی حیثیت سے ہونگے. بھلا اندھے کو آنکھ کی ضرورت ہے مضطرب کو تسکین کی، لیکن اس نے کہا کہ میں اسی حالت طالب علمی میں رہوں گا. سلسلہ قادریہ مجددیہ میں اس طالب علم نے توجہ دی، مجلس نبوی علیہ السلام کا میرے یقین میں پر توڑا تمام سلوک سینتالیس [۴۵] لطائف طے کر کے اور اجازت بخشی۔

کاٹھیاوار گجرات کا سفر

دوسرا سفر ملک کاٹھیاوار برائے حصول فیض روحانی ودفع اضطراب حضرت فیض درجت چشموی بزرگ مولانا محمد عمر جان قدس سرہٗ۔ آپ نے فرمایا کہ میرا مشرب محمدی ہے اور خلافت بخشی۔ ان سے سلاسل ہشت ۱۔ نقشبندیہ مجددیہ احمدیہ ۲۔ قادریہ ۳۔ چشتیہ ۴۔ سہروردیہ ۵۔ کبرویہ ۶۔ مداریہ ۷۔ قلندریہ ۸۔ اور شطاریہ کی اجازت ملی۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب سے ملاقات

بفرمان حضرت مرشدی مولانا محمد امیر صاحب حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں والے کے پاس پہنچا۔ وہاں کچھ اضطراب کم ہوا

مگر اضطراب نے بے چین کر لیا تھا۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحؒ سے تلمذ کا شرف

اس کے بعد دوسرے سال حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دورۂ تفسیر القرآن پڑھا اور رنگ جان و مال ووطن آبرو کی قربانی کرنے کا قرآن مجید میں پایا۔ حضرت لاہوری رحؒ بڑے کشف وفراست والے تھے آپ نے فرمایا کہ میں آپ کے متعلق عریضہ اپنے مرشد حضرت مولانا امروٹی سندھی رحؒ کے پاس لکھتا ہوں جواب آنے پر وہاں پہنچیں. چنانچہ عریضہ لکھا گیا جواب آگیا۔

چھٹا سفر امروٹ شریف

حضرت مولانا تاج الدین صاحب رحؒ امروٹی نے بہت سے اذکار قادریہ خاندان میں تعلیم فرمائے واپس غریب خانہ آیا مگر اضطراب کا عالم موجود تھا۔

سفر حجاز

وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی اور تمام اضطراب رفع ہو گئے انہوں نے فرمایا کہ میرا نام کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

حضرت حکیم الامت رحؒ سے اجازت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحت تھانوی رحؒ سے بھی حضرت بہلوی رحؒ کا تعلق تھا. حضرت تھانوی رحؒ سے سلسلہ چشتیہ میں اجازت ملی۔ اسی طرح حضرت بہلوی رحؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبید اللہ سندھی رحؒ سے بھی فیض حاصل کیا.

حضرت بہلوی رحؒ کی حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وخلافت

حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سفر حجاز کو روانہ ہوئے اور بعدہٗ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حاضری ہوئی پھر حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ کے پاس زیارت کے لئے تشریف لے گئے. حضرت شیخ الحدیث حضرت بہلوی کی شخصیت سے اچھی طرح واقف تھے. جب حضرت بہلوی رحؒ نے اصرار فرمایا کہ آپ مجھے اپنے سلسلہ چشتیہ میں داخل فرمالیں تو حضرت شیخ الحدیث رحؒ برابر انکار

فرماتے تھے کہ آپ تو باکمال ہیں آپ کو بیعت ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حضرت بہلوی ؒ نے عرض کیا میں آپ سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہو کر آپ سے اور آپ کے بزرگوں سے صرف نسبت و تعلق قائم کرنا چاہتا ہوں صرف تعلق و نسبت جوڑنے کے لئے مجھے بیعت فرمالیں۔ تو کافی اصرار کے بعد حضرت شیخ الحدیث ؒ حضرت بہلوی ؒ ایک کمرہ میں گئے اور کافی دیر تک دونوں اکیلے رہے جب باہر نکلے تو دونوں پسینہ سے تربتر تھے۔ پھر حضرت شیخ الحدیث ؒ نے حضرت بہلوی ؒ کا نام اپنے خلفاء میں درج فرمالیا۔ اس واقعہ کو حضرت بہلوی ؒ نے خود بیان فرمایا اور حضرت شیخ الحدیث ؒ کے بعض خلفاء بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

اساتذہ کرام

(۱) حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں والے۔
(۲) حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت بہلوی ؒ کے مشائخ عظام

(۱) حضرت مولانا مطیع الرحمٰن یاغستان۔
(۲) حضرت مولانا غلام حسین کان پوری۔
(۳) حضرت مولانا محمد امیر دامانی (۴) حضرت حسین علی واں بھچراں۔
(۵) حضرت فضل الٰہی قریشی مسکین پور شریف (۶) حضرت محمد امیر علی کاٹھیاواڑی۔
(۷) حضرت محمد عمر چشتیہ شریف کوئٹہ (۸) حضرت تاج محمود امروٹی سندھ۔
(۹) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (۱۰) حضرت مولانا عبید اللہ سندھی۔

حضرت بہلوی ؒ پاکستان کی شہرہ آفاق مگر غیر سیاسی شخصیت تھے

آپکے پاس پاکستان کے اکثر مشائخ و سجادہ نشین حضرات بریلوی مسلک کے بھی مثلاً گولڑہ شریف والے وغیرہ فیض حاصل کرنے کے لئے خفیہ طور پر آتے تھے۔ آپ کے خلفاء و مریدین میں اکثریت علماء طبقہ د پروفیسر حضرات، وکلاء حضرات، ٹیچرز صاحبان و سرکاری حکام ہیں۔ پورے پاکستان یعنی آزاد کشمیر، صوبہ سرحد، بلوچستان، صوبہ سندھ، صوبہ پنجاب میں آپ کے لاکھوں مریدین و معتقدین ہیں۔ اور بحمد اللہ دن بدن سلسلہ والے

حضرات چاروں سلاسل میں بہت تعداد میں بڑھ رہے ہیں۔ حضرت بہلوی ؒ پاکستان کی جامع شخصیت تھی۔ بیک وقت آپ تمام اوصاف حسنہ کے مالک تھے۔ آپ بہت بڑے عالم، حافظ و قاری، محدث کبیر، فقیہ، شیخ التفسیر، کامل صوفی اور سلاسل ہشت کے مجاز وقت کے قطب تھے۔ آپ کے اکثر اوصاف حضرت تھانوی ؒ سے ملتے جلتے ہیں۔ قرآن کریم کی تفسیر پورے پاکستان میں جداگانہ حیثیت سے پڑھاتے تھے۔ اپنے دور کے تصوف کے امام سمجھے جاتے تھے۔ آپ کی ایک کتاب (مستدلات الاحناف) جو عربی میں ایک جامع کتاب ہے، اکثر بڑے مدارس میں مشکوٰۃ شریف یا دورۂ حدیث شریف سے قبل پڑھائی جاتی ہے۔ آپ کا اپنا ذاتی گھر کے اندر ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا، تمام مکتبہ فکر کے علماء آپ کی شخصیت کو تسلیم کرتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمود ؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہ حضرت مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ، حضرت مولانا عبد الہادی دین پور شریف، حضرت مولانا پیر عبد المالک صاحب تھانہ قریشی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری ؒ و دیگر اکابرین آپ کی خدمت میں آتے تھے اور دعائیں کرواتے تھے۔

حضرت بہلوی ؒ کی تصانیفات

تفسیر القرآن، فوائد القرآن المعروف بہ اصطلاحات القرآن، تفسیر سورۂ فاتحہ، المستدلات الاحناف، علم حدیث، الشجرۃ الطیبہ، خیر الاذکار، عمرۃ الاذکار، (علم تصوف کی جامع کتاب) طب روحانی، فیض روحانی، الوفا بعہد الاولیاء، تحفۃ الفقیر، مہمات التصوف، معارف السلوک، التصرف فی حقیقۃ البیعت (التصوف) انکشاف المثل والاوہام، محاسبۃ الاعمال، قوانین تعلیم تربیت، ترک المنکرات، تصوف اہل صفاء ہمزات الشیاطین، اشاعت التوحید، کتاب الادعیہ والتعویذات، شجرۃ التوحید، طاعۃ الاعلیٰ فیمایتقلن بالاعضاء، فوائد مختلف، تصوف الاعمال، وغیرہ ذالک۔

حضرت بہلوی ؒ نے کتب احادیث و تفاسیر کی کتب پر بہت زیادہ حاشیہ عربی میں لکھے تھے آپ کا طرز و طریق سلوک حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا ہے۔

انتقال پر ملال ۲۲ر محرم الحرام ۱۳۹۸ھ بمطابق یکم جنوری ۱۹۷۸ء وقت بعد نماز عشاء آپ کا جنازہ مبارک حافظ الحدیث حضرت عبداللہ درخواستی مدظلہ نے پڑھایا آپ کو دوسرے روز بعد نماز مغرب مدرسہ اشرف العلوم حبیب آباد کی جامع مسجد کے پاس مسجد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کے جنازہ پر تقریباً ایک لاکھ آدمی شریک ہوئے۔ حالانکہ آزاد کشمیر، صوبہ سرحد، بلوچستان اور صوبہ سندھ سے مریدین واحباب بروقت اطلاع نہ ملنے کے سبب نہ پہنچ سکے البتہ یہ حضرات تیسرے روز پہنچے۔ شجاع آباد کی تاریخ میں جنازے پر اتنا بڑا اجتماع کبھی بھی نہیں دیکھا گیا۔ یہ تھا حضرت بہلویؒ کا مختصر تعارف۔

آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنی مخصوص دعاؤں میں ہم سب کو یاد رکھیں اور دعا خصوصی فرمادیں کہ حضرت بہلویؒ و حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا مشن قیامت تک چلتا رہے۔ اور خداوند تعالیٰ دن بدن ترقی عنایت فرمادیں۔ آمین۔

حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب مدفیوضہم

نام اشتیاق احمد بن مولانا نصیر الدین صاحبؒ۔

طفولیت وتعلیم اس عاجز کی ولادت شب چہارشنبہ ۱۳ر ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۳ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو ہوئی: بچپن کی تعلیم وتربیت والد صاحب (حضرت مولانا نصیر الدین صاحبؒ) جو دار العلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں ہیں کے ذریعہ ہوئی۔ ہدایۃ النحو وغیرہ کتب والد صاحب سے پڑھ کر ۱۹ر شوال المکرم ۱۳۷۲ھ مطابق ۲ر جولائی ۱۹۵۳ء یوم پنجشنبہ ۱۲ سال کی عمر میں بغرض تحصیل علوم دینیہ جامع مفتاح العلوم مئو اعظم گڈھ کے لئے روانہ ہوا اور دوسرے دن وہاں پہنچا۔ کافیہ کی جماعت میں وہاں داخل ہوا اور ۴ سال تک رہکر ہدایہ اولین، نور الانوار، مقامات حریری، دیوان متنبی وغیرہ کتب پڑھیں۔ وہاں کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد ایوب صاحبؒ (والد ماجد مولانا سعید الاعظمی ندوی) تھے۔

اعلیٰ تعلیم ۱۲ر شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۳ر مئی ۱۹۵۷ء بروز دوشنبہ دیوبند کے لئے روانہ ہوا اور دوسرے دن وہاں پہنچا۔ شرح عقائد، دیوان حماسہ، حسامی، میبذی، ملاحسن کی جماعت میں داخلہ ہوا۔ میرا پہلا سال تھا جب کہ حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے وفات پائی انکی مجالس اور درس میں حاضری کی بکثرت حاصل ہوئی ۴ر سال تک وہاں زیر تعلیم رہ کر ماہ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق فروری ۱۹۶۱ء میں دورۂ حدیث کا امتحان دیا اور بحمد للہ اچھے نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔ حضرت مولانا فخر الدین احمدؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ صدر المدرس دار العلوم دیوبند حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحبؒ حضرت مولانا معراج الحق صاحب مدظلہٗ موجودہ صدر المدرس دار العلوم دیوبند

حضرت سید حسن صاحبؒ حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ حضرت مولانا ظہور احمد صاحبؒ دورۂ حدیث اور اونچی کتابوں کے اساتذہ تھے۔

دینی تعلیمی خدمات

فراغت کے بعد ٦ مہینے دہلی میں آکر ایک مدرسہ جامع اعظم میں تدریس اور فارغ اوقات میں تصحیح کتب کا کام کرتا رہا۔ پھر حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب کے توسط سے بجنور کے ایک گاؤں "بیگا والا" کے مدرسہ میں دو ماہ تک ابتدائی کتب عربی پڑھائی اس کے بعد حضرت امیر شریعت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی کے توسط سے مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ گیا اور ساڑھے تین سال تک وہاں تدریسی خدمات انجام دیتا رہا صحت کی خرابی، آب و ہوا کی ناموافقت اور بعض ذمہ داریوں کے طرزِ عمل کی وجہ سے مجبورًا مدرسہ چھوڑنا پڑا اور حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب کے ایماپر جامعہ اشرفیہ تھانہ بھون آگیا مگر یہاں کی مدت قیام بھی چند ماہ سے زیادہ نہیں رہ سکی۔ اور خرابی صحت کی وجہ سے حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے مشورہ سے رانچی چلا گیا۔ ایک سال تک وہاں رہا مگر چونکہ کتابیں ابتدائی تھیں اس لئے طبیعت لگ نہیں رہی تھی۔ ادھر مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم مظفر پور سے خط گیا جس میں یہاں آنے کی پیشکش کی گئی تھی چنانچہ ١٩٦٦ء میں یہاں آگیا اور اس وقت سے یہیں قیام ہے، مسلم شریف ابو داؤد شریف، مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، مختصر المعانی، البلاغۃ الواضحہ، سبعہ معلقہ، دیوان حماسہ، دیوان متنبی، شرح وقایہ، مختارات وغیرہ پڑھانے کی نوبت آئی۔

نکاح و اولاد

میری شادی بعد نماز جمعہ ٥ ذی قعدہ ١٣٨٣ھ مطابق ٢ مارچ ١٩٦٤ء کو مسجد میں ہوئی ایک لڑکی بقید حیات ہے ایک لڑکے کا انتقال ہوگیا۔

علاقہ و ماحول

ہماری برادری سمری بختیار پور ضلع سہرسا (بہار) کے علاقہ میں پھیلی ہوئی ہے اور جونپوری شیخ کہلاتی ہے اس لئے کہ

ان کے آباء واجداد جونپور سے یہاں آکر مقیم ہو گئے تھے ان میں جہالت اور بدعات و خرافات کی بڑی کثرت سے سب سے پہلے اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنے والے ہمارے والد صاحب اور ان کے ایک ساتھی مولوی نسیم الدین صاحب ہیں۔ الحمد للہ اب علاقہ کی علمی و دینی حالت اچھی ہے سینکڑوں فضلاءِ دیوبند بن گئے ہیں، بدعات بھی بہت حد تک ختم ہوگئی ہیں مگر جو غالی رضاخانی ہیں وہ بدعات وخرافات میں اسی طرح ڈوبے ہوئے ہیں ان کا تعلق زیادہ تر کچھوچھ فیض آباد کے پیروں سے ہے جن کا دورہ اس علاقہ میں برابر ہوتا رہتا ہے انکے مدارس بھی علاقہ میں قائم ہو گئے ہیں۔

ہمارے والدین حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہیں اور ہمارا گاؤں مبارک پور اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ وہاں فضلاء دیوبند کی بڑی تعداد موجود ہے والدین کی زبانی اور گاؤں کے بڑے بزرگوں کی مجالس میں بچپن سے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے حالات اور ان کی للّٰہیت و ولایت کے واقعات سنتے سنتے دل میں حضرت مدنیؒ سے انتہائی عقیدت و محبت بیٹھ گئی تھی۔

بیعت

دیوبند میں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی مجلسوں میں حاضری کی سعادت بھی نصیب ہوئی اور اس سے مزید عقیدت میں اضافہ ہوا ان کے وصال کے بعد ہی سے شدید داعیہ پیدا ہوا کہ کسی بزرگ کے دامن سے وابستہ ہوجائے نگاہ دوڑائی تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مراتبہ پر نگاہ جم گئی اس کی سب سے بڑی وجہ تو حضرت کی جامعیت تھی اور تائید کے درجہ میں حضرت کا خاص تعلق تھا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ مگر ایسے حالات پیش آتے رہے کہ شدید خواہش اور جذبۂ عقیدت و محبت کے باوجود (جو دن بدن بڑھتا ہی جا رہا تھا) بیعت میں تاخیر ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ ربیع الاول ١٣٨٨ھ میں اتنا غلبہ ہوا کہ بیعت کی درخواست بذریعۂ خط ہی حضرت اقدسؒ کی خدمت میں روانہ کردی اور اس ڈر سے کہ شاید درخواست حضرت کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل نہ کر سکے درخواست پہلے حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کی خدمت میں روانہ

کر کے ان سے گذارش کی کہ آپ اپنی سفارش کے ساتھ یہ درخواست حضرت اقدسؒ کی خدمت میں روانہ کردیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت اقدسؒ نے درخواست قبول فرماکر اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیا چند دنوں کے بعد سہارنپور حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور بالمشافہہ بھی بیعت ہوگیا۔

معمولات واحوال

بیعت اور سہارنپور حاضری کے بعد عبادات کا ذوق و شوق، تسبیحات ونوافل واذکار وغیرہ کی پابندی خوف آخرت، گریہ وزاری، توجہ وانابت الی اللہ اپنے رذائل سے نفرت ووحشت وغیرہ جو کیفیات وحالات پیش آئے وہ ضبط تحریر میں آنا مشکل ہے اور اب وہ یاد آتے ہیں تو دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے اور سخت حسرت ہوتی ہے۔

وساوس پر حضرت کی نظر

سہارنپور کی اس پہلی حاضری کا واقعہ ہے غالبًا پہلا دن تھا حضرت کے بعد کی مجلس میں یہ عاجز بیٹھا تھا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ بالکل خاموش تشریف فرما تھے دل میں یہ خطرہ گذر رہا تھا کہ اس طرح بیٹھے رہنے سے کیا حاصل کہ معًا حضرت اقدسؒ گویا ہوئے اور فرمایا (مفہوم یہ تھا) کہ مجھے حضرت مولانا وصی اللہ صاحب کا یہ مقولہ بہت پسند آیا کہ جو شخص مجلس میں میرے خاموش رہنے کو اپنے لئے مفید نہ سمجھے وہ میری مجلس میں نہ آئے۔ یہ سننا تھا کہ میں ہمہ تن متوجہ ہوکر بیٹھ گیا۔

حضرت کی دعا سے شفایاب ہونا

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی دعا کی قبولیت وبرکت کا ایک دوسرا واقعہ بھی میری زندگی میں بہت نمایاں ہے جس کا کھلے آنکھوں مشاہدہ ہوا اور جس کا تذکرہ میں اپنے احباب سے بارہا کرچکا ہوں کہ مجھے بچپن سے دانتوں سے خون نکلنے کی سخت شکایت تھی بعض اوقات کلی کرتے وقت دانتوں سے خون نکلنا شروع ہوجاتا اور آدھ آدھ گھنٹہ کلی کرتا رہتا تھا دانتوں سے پھل کھاتا تو پھل پر خون کے نشانات آجاتے تھے تقریبًا پندرہ سال سے یہ شکایت تھی یونانی انگریزی اور ہومیوپیتھک ہر طرح کے علاج کرکے تھک چکا

تھا خون آنے میں معمولی سی کمی بھی واقع نہیں ہوئی تھی۔ سہارنپور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں گذارنے کے ارادہ سے حاضری ہوتی ملاقات کے وقت روحانی وجسمانی امراض سے شفاء کی درخواست کی۔ ماہ مبارک ہی میں دیکھا کہ خون کا آنا بند ہوگیا ہے دو چار دن تو اتفاق پر محمول کیا مگر الحمدللہ وہ دن ہے اور آج کا دن تقریبًا ۱۶، ۱۷ سال ہوگئے خون نہیں آیا اس طرح کے کئی واقعات پیش آئے جن کو میں نے حضرت اقدسؒ کی کرامت پر محمول کیا مگر چونکہ یہ دلیل ولایت نہیں اس لئے ان کے تذکرہ سے پہلوتہی کرتا ہوں۔

خلافت

۱۹۷۶ء کے اواخر میں حضرت اقدس نے بعد فراغ حج مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا وکرامتہ سے بذریعہ گرامی نامہ اجازت مرحمت فرمائی۔

سرکاری امداد مدارس کے لئے مضر ہے

ہمارے مدرسہ میں چند سال ہوئے ممبران ومنتظمین واساتذہ میں یہ بات چلی کہ مدرسہ کو "مدرسہ ایجوکیشن بورڈ بہار" جو گورنمنٹ کا ادارہ ہے اور بہار کے اکثر وبیشتر مدارس اس سے ملحق ہیں اس مدرسہ کو بھی اس سے ملحق کردیا جائے میں نے حضرت اقدس کو اس سے مطلع کیا اور اپنی تشویش کا اظہار کیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فورًا جواب مرحمت فرمایا جس میں الحاق کا ضرر بلکہ بغیر الحاق کے بھی کسی نوع کی سرکاری امداد قبول کرنے کا نقصان بیان فرمایا۔

بدعات سے اجتناب کے ساتھ اصلاح کی کوشش

مظفرپور بدعات وخرافات اور الحاد ومراسم پرستی کا مرکز ہے مزارات کی کثرت بھی ہے اور وہ آباد و بارونق بھی ہیں یہاں میلاد کی مجالس بکثرت ہوتی ہیں میں جب یہاں آیا تو میں نے دیکھا کہ اس مدرسہ کے ذمہ دار حضرات اور اساتذہ ان مجالس میں شریک بھی ہوتے ہیں اور قیام بھی کرتے ہیں میں نے اس سلسلہ میں عریضہ لکھا حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا کہ ملاقات کے وقت کہنا چنانچہ رمضان المبارک کے موقع پر اس عاجز نے استفسار

کیا تو حضرت نے جو جواب مرحمت فرمایا اس کا حاصل یہ تھا کہ اگر منکرات اور خود ساختہ قیودات کی پابندی نہ ہو تو شرکت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علاقہ کی اصلاح

آخر میں یہ بھی عرض کردوں کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی توجہات عالم کی برکت سے اس شہر کے حالات اب پہلے جیسے نہیں رہے الحمدللہ بدعات میں بہت کمی ہوگئی ہے اتباع سنت کا ذوق بڑھ رہا ہے تبلیغی کام میں بھی دن بدن ترقی ہے علوم دینیہ کے ساتھ دلچسپی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے تعلق و توسل رکھنے والے حضرات کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہے، شہر میں اور مضافات میں اہل حق کے کئی مدارس بھی قائم ہوچکے ہیں

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ وَجَلَالِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

حضرت مولانا محمد طاہر منصور پوری صاحب زید مجدہم

اسم گرامی

سید محمد طاہر حسینی ندوۃ العلماء ٹیگور مارگ پوسٹ بکس نمبر ۹۳ لکھنؤ فون نمبر ۴۷۸۵۹۔

تربیت و تعلیم

صحیح تاریخ پیدائش تو معلوم نہیں اور نہ اعزہ سے معلوم ہوسکی لیکن بعض قرائن سے میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ میری پیدائش ۱۹۲۹ء میں ہوئی ہے ماہ کا تعین مشکل ہے۔ میرے والد صاحب مرحوم سول اسپتال میں سول سرجن کے آفس میں ہیڈ کلرک تھے اس بناء پر ان کا مختلف شہروں میں تبادلہ ہوتا رہتا تھا مثلاً مظفر نگر، بریلی، دہرہ دون اور بجنور میں بھی ان کے ساتھ ہر جگہ جاتا رہا ہر جگہ وہاں کے مقامی مدرسہ میں مجھکو داخل کردیا جاتا اور وہ اپنے طریقہ پر تعلیم دیتے پھر کچھ عرصہ بعد دوسرے شہر جانا ہوا تو وہاں کے مدرسہ والے اپنے طریقہ پر تعلیم دیتے یہی سلسلہ چلتا رہا اور صحیح طور پر تعلیم کا انتظام نہ ہوسکا اور میری عمر ضائع ہوتی رہی اس انتشار میں عمر کے ۱۲-۱۳ سال گذر گئے اور میں کوئی ٹھوس تعلیم حاصل نہ کرسکا۔

والد صاحب کا حضرت رائپوریؒ سے تعلق

میرے والد صاحب حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہٗ سے بیعت تھے اور حضرت اقدس سے بہت زیادہ خصوصی تعلق و عقیدت رکھتے تھے اور حضرت اقدس بھی ان کے ساتھ بہت شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے تھے اور اس کی وجہ سے مجھ پر بھی حضرت اقدس کی بڑی نظر عنایت تھی اور بہت لطف و کرم فرماتے تھے۔ میرے والد مرحوم بجنور میں تھے کہ انکی دعوت پر حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ بجنور تشریف لائے حضرت اقدس نے والد صاحب سے میری تعلیم کی بابت دریافت فرمایا والد صاحب کے جواب پر فرمایا کہ آپ نے اسکی عمر ضائع کردی اب تک بہت کچھ پڑھ لیتا اور برجستہ فرمایا کہ میں اس کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور میں اس کو تعلیم

دلاؤں گا حضرت اقدس نے یہ بات بہت زور دے کر فرمائی اس لئے والد صاحب کو حضرت اقدس کی خوشنودی کے تحت بات ماننی پڑی اور وہ کچھ اس سلسلہ میں عرض نہ کرسکے حضرت کا قیام دو تین دن رہا۔

حضرت رائپوری کی نگران میں تعلیم

جب حضرت اقدس کی روانگی ہوئی میرا سامان بھی باندھ دیا گیا اور حضرت اقدس کے ساتھ میں روانہ ہوگیا حضرت اقدس کے اجل خلیفہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب اور حضرت مولانا عبداللہ صاحب کوٹی کا جگراؤں ضلع لدھیانہ (پنجاب) میں مدرسہ تھا اور وہاں کی تعلیم بہت اچھی تھی حضرت اقدس نے رائے پور پہونچنے کے تین چار روز بعد اپنے خادم راؤ الطاف الرحمٰن صاحب کے ساتھ جگراؤں تعلیم کے لئے بھیجدیا ۱۹۴۳ء ۱۹۴۴ء دو سال میں نے وہاں تعلیم حاصل کی کافیہ تک وہاں تعلیم حاصل کی میرے وہاں تنہا رہ جانے اور دو سال گذار دینے پر حضرت اقدس کو بہت خوشی ہوئی اور حضرت اقدس کی میرے اوپر اور زیادہ شفقت وعنایت ہونے لگی حضرت اقدس کے تعلق کی وجہ سے حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب اور حضرت مولانا عبداللہ صاحب کوٹی بھی بہت شفقت وکرم کا معاملہ فرماتے تھے۔ زمانہ تعلیم سے حضرت اقدس کی وفات تک میرا ہر رمضان حضرت اقدس کی خدمت میں رائپور گذرتا تھا۔ وہیں پر حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ سے تعارف ہوا اور تعلق بتدریج بڑھنا شروع ہوگیا۔

"نظام الدین میں" تعلیم

۱۹۴۵ء میں حضرت اقدس رائپوری اور حضرت شیخ الحدیث کے مشورہ سے نظام الدین جانا طے پایا ایک سال وہاں تعلیم حاصل کی حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جامع صغیر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی سے قصیدہ بردہ، قصیدہ، بانت سعاد اور شرح جامی۔ مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی مدظلہ العالی سے مختصر المعانی، شرح وقایہ اور نورالانوار اور دوسرے اساتذہ سے دوسری کتابیں پڑھیں طلبہ کی جماعت کیساتھ ددر قریب ہر جمعرات کو پیدل جماعت میں جاتا تھا اور جمعہ کی

شام کو مدرسہ واپسی ہوجاتی تھی اس سال میوات کے بڑے بڑے اجتماعات میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی مدرسہ میں کھانا پکانے میں میری باری بھی لگتی تھی کھانا پکانے کا پہلی بار وہاں اتفاق ہوا۔

تعلیم کی تکمیل

۱۹۴۶ء میں دونوں حضرات کے مشورے سے میں مدرسہ مظاہر العلوم آگیا تین سال عالمیت کی تکمیل میں گذرے اور ۱۹۴۹ء میں فنون پڑھے اور دونوں حضرات کے مشورہ سے ۱۹۵۰ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء آگیا اور یہاں ایک سال صرف آخری درجہ کے اسباق کی سماعت کی امتحان نہیں دینا پڑا۔

نکاح واولاد

۳؍ جولائی ۱۹۵۳ء کو دونوں حضرات کی اجازت وپسندیدگی سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب حسنی ندوی مدظلہ العالی کی حقیقی بھتیجی سے میرا عقد ہوا۔ میرے گھر میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں ایک بچی کا چھ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا چار اولاد بقید حیات ہیں لڑکوں کے نام محمد سلمان محمد اسحاق۔ محمد صہیب ہے اور لڑکی کا نام مریم ہے۔ محمد سلمان اور مریم کی شادی مارچ ۱۹۸۲ء کے آخری عشرہ میں ہوگئی ہے۔ محمد سلمان نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے امتیازی نمبروں کے ساتھ فضیلت پاس کیا پھر وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ریاض یونیورسٹی چلا گیا وہاں اس نے چار سال گذارے اور ہر امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کرکے انعام پاتا رہا وہاں ایم اے کرنے کے بعد وہ واپس آگیا ڈاکٹریٹ کے لئے اس نے وہاں درخواست گذاری تھی جو منظور کرلی گئی تھی لیکن موضوع ابھی تک متفقہ طور پر طے نہیں ہوا ہے۔ اس نے شروع تعلیمی سال سے آخری سال تعلیمی تک ہر امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا ہے ریاض یونیورسٹی میں اس نے حدیث پر ایم۔اے کیا ہے۔ آج کل وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ محمد اسحاق فضیلت کے دوسرے سال میں تعلیم حاصل کررہا ہے اور محمد صہیب ہفتم عربی میں اس سال آیا ہے۔ اس وقت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ہیڈ آفس میں بحیثیت اسسٹنٹ سکریٹری کی خدمت انجام دے رہا ہوں۔ مالیات کا شعبہ تمام تر مجھ سے

متعلق ہے۔

حجاز کا تبلیغی سفر

۱۹۵۰ء میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب مدظلہ العالی کی سرپرستی میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ وطلبہ پر مشتمل ایک تبلیغی جماعت کے ساتھ حجاز مقدس جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بمبئی سے جس جہاز سے روانگی ہوئی اسی جہاز سے حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ اپنے قافلہ کے ساتھ سفر حج پر تشریف لے جارہے تھے ہمارا قافلہ بھی حضرت اقدس رائپوری کے قافلہ کے ساتھ شامل ہوگیا پورا سفر حضرت اقدس کی معیت میں گذرا اور جب تک حضرت اقدس کا حجاز مقدس میں قیام رہا سب لوگ حضرت اقدس کے ساتھ رہے قیام وطعام ساتھ رہتا تھا اور حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کی سرپرستی میں تبلیغی کام بھی کرتے رہے اس سال پہلی بار یہاں کے تعلیم یافتہ طبقہ اور ارباب حکومت میں تبلیغی کام کا وسیع پیمانہ پر بہت مؤثر انداز میں تعارف ہوا اور اس کام کے ان پر بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ اور ان کے بعض رفقاء ایک سال بعد دوسرا حج کرکے ہندوستان واپس تشریف لے گئے۔ اور میں نے ایک سال مزید وہاں قیام کیا حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کی ہندوستان واپسی کے بعد میں مولانا سید احمد خان صاحب امیر جماعت تبلیغ کے پاس چلا گیا اور ان کی سرپرستی میں تبلیغی کام کرتا رہا اس سال سعودیہ عربیہ کے قریب قریب سب شہروں میں جماعت کے ساتھ جانے کی سعادت نصیب ہوئی اور زیادہ تر مجھ ہی کو خطاب کرنا پڑتا تھا۔ کئی بار مکۃ المعظمہ میں مولانا سید احمد صاحب کی عدم موجودگی میں نیابت کے فرائض میرے سپرد کئے گئے۔ تیسرا حج کرکے ایک بڑی جماعت کے ساتھ جس کی تشکیل مولانا سید احمد صاحب نے کی تھی اور اس کا امیر اصرار کرکے مجھے بنایا گیا تھا حجاز مقدس سے روانگی ہوئی شرق اردن شام اور عراق کے ملکوں میں تبلیغی کام کرتے ہوئے بمبئی واپس آگئے اس دورہ میں مجموعی طور پر چھ ماہ صرف ہوئے۔

نوساری گجرات میں تدریسی خدمات

۱۹۵۴ء میں حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی قدس سرہ کے مشورہ سے نوساری ضلع سورت (گجرات) کے مدرسہ میں چند ماہ تدریسی خدمات انجام دیں مدرسہ کی کمیٹی میں بعض اہم ذمہ دار بریلوی خیالات رکھتے تھے جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں دیوبندی خیالات رکھتا ہوں اور میرا حلقہ اثر روز بروز بڑھتا ہوا دیکھ کر انکو یہ خطرہ گذرا کہ کہیں یہ مسجد اور مدرسہ ہمارے ہاتھ سے نکل کر دیوبندیوں کے پاس چلا جائے تو انہوں نے میرے خلاف بہت پروپیگنڈہ کیا جب اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا تو انہوں نے مجھ کو مدرسہ سے برطرف کردیا وہاں کے تبلیغی احباب نیز دوسرے معزز حضرات نے اصرار سے مجھے اس امید پر روک لیا کہ شاید کچھ عرصہ بعد مدرسہ کے حالات سازگار ہوجائیں اور پھر میں مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کرسکوں وہاں کے لوگوں نے بھی بہت کوششیں کیں مگر کچھ حاصل نہ ہوا ایک ماہ مزید قیام کرکے واپس آگیا۔

اٹاوہ کے بعد ندوۃ میں تقرر

پھر ۱۹۵۶ء میں اٹاوہ (یوپی) کے ایک بڑے مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دینا شروع کردیں لیکن وہاں کی آب وہوا راس نہ آئی کوئی نہ کوئی شکایت چلتی رہی۔ ۷-۸ ماہ بعد مجھے ٹائیفائڈ ہوگیا جس سے میری حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی اور وہاں کسی علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ طبیعت روز بروز گرتی چلی گئی میرے گھر والوں کو جب میری علالت کا علم ہوا تو وہ آکر مجھے اپنے ساتھ لے گئے اس علالت کا سلسلہ دو سال تک چلتا رہا معالج علاج کرتے کرتے تھک گئے مگر بخار کسی طرح جانے کا نام نہ لے دونوں مونڈھے اور دونوں سرین انجکشنوں کی وجہ سے چھلنی ہوگئے تھے۔ اگست ۱۹۵۸ء میں مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب حسنی رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم ندوۃ العلماء نے مجھے ندوۃ میں ملازم رکھ لیا اس وقت سے اب تک ندوۃ کے ساتھ منسلک ہوں۔ تعلیمی لائن اختیار کرنے کی بہت کوشش کی لیکن مقدر نے ساتھ نہیں دیا۔ میں ضلع مظفر گڑھ (یوپی) کا رہنے والا ہوں دیوبند، سہارنپور، کاندھلہ، تھانہ بھون اور میرٹھ کے مشائخ کے دوروں کی

وجہ سے پورا علاقہ اپنی دینداری اصلاح وتقویٰ اور ایثار وقربانی میں ممتاز رہا ہے یہاں کے عوام الناس تک بہت دیندار ہیں۔

"حضرت کی پہلی" زیارت

حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ تعلیم دلانے کی غرض سے بجنور سے مجھے لیکر جب سہارنپور حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کے یہاں پہونچے تو حضرت رائپوری نے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے میرا تعارف کرایا اور لانیکی غرض بتائی تو حضرت شیخ الحدیث صاحب بہت خوش ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ میرے والد صاحب مرحوم سے خوب اچھی طرح واقف تھے اور میرے والد صاحب مرحوم پر بہت شفقت وعنایت فرمایا کرتے تھے اور میرے والد صاحب مرحوم کو بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ یہ میری سب سے پہلی زیارت تھی اس سے قبل زیارت کا مجھے موقع نصیب نہیں ہوا تھا اس وقت میری عمر ۱۳-۱۴ سال کی ہوگی۔

حضرت رائپوری کے یہاں روحانی تربیت

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ زمانہ تعلیم کا میرا ہر رمضان رائپور حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ کی خدمت میں گذرتا تھا ہر مرتبہ رائپور جاتے وقت ہفتہ عشرہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی خدمت میں بھی وقت گذارنے کی سعادت نصیب ہوتی تھی کبھی جب میں نے اس سے زیادہ وقت گذارنے کی اپنی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت شیخ الحدیث صاحب نے اسکو منظور نہیں کیا اور رائپور جانے کی تاکید فرمائی کہ حضرت کو تمہارا انتظار ہوگا۔ حضرت اقدس رائپوری میرے حال پر بہت خصوصی توجہ فرمایا کرتے تھے اور بہت زیادہ شفقت وعنایت اور کرم کا معاملہ فرمایا کرتے تھے خود مجھ کو حضرت اقدس سے والہانہ تعلق تھا۔ حضرت اقدس رائپوری نے کئی بار مجھے اپنے پاس بٹھا کر ذکر خود کر کے اس کا طریقہ تلقین فرمایا اور اپنے قریب بٹھا کر ذکر کروایا کرتے تھے مگر اس وقت میں

بیعت کے مفہوم سے زیادہ واقف نہ تھا اس بنا پر حضرت اقدس رائپوری سے بیعت نہ ہو سکا مگر حضرت اقدس بیعت کرنے والوں کی طرح مجھ سے معاملہ کرتے تھے ابتدائی زیارت کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب سے برابر تعلق بڑھتا گیا اور سہارنپور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جب حاضر ہوا تو پہلے سال کے شروع کئی ماہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے کچے گھر میں رہا پھر مدرسہ قدیم کی مسجد کے اندرونی حجرہ میں منتقل ہو گیا سنا ہے اس حجرہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ نے اپنے زمانہ تعلیم میں قیام کیا تھا مدرسہ مظاہر العلوم کے پورے زمانہ تعلیم میں کھانا وناشتہ پابندی کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ کیا کرتا تھا اس زمانہ میں تعلق بہت بڑھ گیا تھا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب بہت محبت فرماتے تھے مجھے یاد نہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کبھی مجھ سے ناراض ہوئے ہوں یا کسی بات پر مجھے ڈانٹا ہو۔

حضرت شیخؒ سے بیعت

بیعت کے سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی طرف سے طبیعت میں میلان پیدا ہوا استخارہ کے بعد بھی طبیعت کا میلان بدستور قائم رہا بلکہ بیعت کا تقاضہ پیدا ہوا میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بیعت کی درخواست کی پہلے تو یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت اقدس رائے پوری سے بیعت ہو جاؤ جب کہ انکی تمہارے اوپر خصوصی عنایت ہے میں نے جب یہ کہا کہ استخارہ کے بعد بیعت کا میلان آپ ہی کی طرف ہو رہا ہے تو یہ کہکر معذرت کر دی کہ ابھی تم طالب علم ہو جب فراغت ہو جائے تب بیعت ہو جانا میری مسلسل درخواست کے سبب سنہ ۱۹۴۸ء میں مجھے بیعت کا شرف بخشا۔

بیعت بالمشافہ ہوا۔ بیعت کے بعد سوم کلمہ، استغفار اور درود شریف کی ایک ایک تسبیح صبح وشام پڑھنے کے لئے بتانے کے بعد ذکر کی بارہ تسبیحیں بتائیں اور اسکا طریقہ خود تلقین فرمایا اور اپنی نگرانی میں ذکر کروایا کرتے تھے اس کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر بات یاد نہیں آرہی ہے۔

خطوط محفوظ کرنے کا مجھے کبھی اہتمام نہیں ہوا اس کے سبب حضرت شیخ الحدیث

صاحب کے بہت سے خطوط ضائع ہوگئے اپنے خطوط کی بھی کوئی نقل نہیں رکھی کچھ خطوط بہت بعد کے محفوظ رہ گئے ہیں انکی فوٹو اسٹیٹ کاپی روانہ کی جارہی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے میرے سامنے کئی حضرات کو ڈانٹا پھر ان کے ساتھ کیا کیا معاملہ کیا مجھے اس کا علم نہیں تحقیق و جستجو کا نہ مجھے شوق تھا اور نہ اس سے میری طبیعت کو کوئی مناسبت تھی۔

صرف بارہ تسبیح

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے مجھے بارہ تسبیحات سے زیادہ پڑھنے کو کچھ نہیں بتایا میرے بار بار کے استفسار کے جواب میں حضرت نے یہی فرمایا کہ تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے جب میں نے زیادہ اس سلسلہ میں کچھ کہنا شروع کیا تو ارشاد فرمایا کہ جب تم کو اتنی مقدار کی نسبت حاصل ہے تو زیادہ کی کیا ضرورت آخر وقت تک انہیں تسبیحات پر میں نے اکتفا کیا۔ امراضِ قلب سے متعلق خطوط محفوظ نہیں رہے اور نہ انکی کوئی خاص تفصیل ذہن میں محفوظ ہے۔

خلافت

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ نے دو بار مجھے خلافت سے سرفراز فرمایا پہلی بار دارالطلبہ جدید میں ۲۷؍ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ کو بعد مغرب خلوت گاہ میں آنے کی ہدایت فرمائی میں اوابین پڑھکر خلوت گاہ کے قریب آکر بیٹھ گیا اور اس وقت میرے اوپر رقت کا غلبہ تھا اور بدن پر لرزہ طاری تھا اور مجھے کچھ خبر نہیں تھی کہ حضرت نے اس وقت کیوں طلب فرمایا ہے۔

معمولات کی پابندی

حضرت شیخ الحدیث صاحب اوابین پڑھ رہے تھے اوابین پڑھنے کے بعد مجھے اندر بلالیا میرے ہاتھ میں ہاتھ دیکھکر ارشاد فرمایا کہ میں تو کلاً تم کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔ معمولات کی پابندی کرتے رہنا معمولات کی پابندی سے ہی ترقی ہوگی ورنہ ترقی رُک جائے گی اور ایک تحریر میرے حوالہ کی اور جا نماز عطا کی دوسری بار مولانا سید محمد ثانی صاحب حسنی رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کی اجازت کے وقت تہجد میں ہم دونوں کو طلب فرمایا اور دونوں کو ایک ساتھ صرف زبانی بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی اور معمولات کے

کرتے رہنے کی ہدایت کی اور ہم دونوں کو ایک ایک عربی ٹوپی عنایت فرمائی۔

تدریس کی اولیت

حضرت شیخ الحدیث صاحب کو دفتری کاموں کی زیادتی کے سبب میری مجبوری کا بخوبی علم تھا اس لئے حضرت نے اس سلسلہ میں کوئی خاص ہدایت نہیں فرمائی مگر حضرت اقدسؒ کی یہ خواہش ضرور تھی اور حضرت اقدس یہ چاہتے تھے کہ میں دفتری کام سے درس و تدریس کے شعبہ میں منتقل کر دیا جاؤں اور انہوں نے کئی بار حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ سے فرمایا کہ آپ نے طاہر کو کہاں پھنسا دیا اس کو تو تعلیمی شعبہ میں رکھنا چاہئے تھا کبھی ارشاد فرمایا کہ اس کو ایک آدھ سبق دیکر تو دیکھئے اس کے جواب میں حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ نے یہ کہا کہ اس کی صلاحیت سے میں واقف ہوں لیکن نہ معلوم کن مواقع کے تحت انہوں نے مجھے تعلیمی شعبہ میں نہیں لیا اگر تدریسی شعبہ میں ہوتا تو شیخ کی خواہش کے پورا ہونے کا کچھ سامان ہو جاتا۔

تبلیغ و مدارس کے قیام کی ہدایات

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ نے تبلیغی کام کی اہمیت پر بار بار زور دیا اور اس میں حتی الامکان تعاون کی ہدایت فرمائی اور مدرسہ دینیہ قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی مگر میں اپنی مجبوریوں کی وجہ سے ان کاموں میں پورے طور پر حصّہ نہ لے سکا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک شاخ رائے بریلی میں حضرت مولانا علی میاں صاحب کی بستی سے تھوڑے فاصلہ پر قائم کی گئی ہے جس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کورس کے مطابق سوم عربی تک تعلیم دیجاتی ہے اور حفظ قرآن کا بھی اہتمام ہے اس کی نظامت احقر کے سپرد کی گئی ہے اس کے کچھ ذیلی مکاتب شہر کے مختلف گوشوں میں قائم کئے گئے ہیں۔

طلبہ کے بارے میں حضرتؒ کا ذوق

حضرت شیخ الحدیث صاحب اپنی مجلسی گفتگو میں اکثر و بیشتر اسلاف کے قصے بہت مزہ لے لیکر سناتے تھے اور انکی اداؤں پر دل و جان سے فدا تھے۔ مدارس کے ذمہ داروں کو امانت داری کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ

کی خیانت خواہ کسی نوع کی ہو اس کی سزا دنیا میں ضرور ملتی ہے اس لئے مدرسہ کی خیانت کرنے سے بہت ڈرنے کی ضرورت ہے۔ طلبہ کے لئے اس بات کو بہت مضر سمجھتے تھے کہ طلبہ اخبارات و رسائل پڑھیں۔ جلسہ جلوسوں میں شرکت کریں یا بلاضرورت گھومتے پھریں کسی تعلق والے کے متعلق اگر یہ بات معلوم ہوتی تو اس پر بہت برہم ہوتے بلکہ ان کا ذوق تو یہ تھا کہ طلبہ دوران تعلیم صرف تعلیم ہی کی طرف پورا دھیان دیں کسی دوسری چیز کی طرف جو تعلیم کے حصول میں کسی درجہ میں حارج ہو اس کی طرف بالکل توجہ نہ دیں خواہ وہ چیز کتنی اہم کیوں نہ ہو۔

ذوق عبادت

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ طویل رکعت کو پسند کرتے تھے جس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب تندرست تھے اور چلتے پھرتے تھے تو اوابین کی نمازیں قیام، رکوع وسجود بہت طویل ہوتا تھا مغرب کی نماز میں مسجد تشریف لاتے تھے تو عشا کی نماز پڑھ کر پھر تشریف لے جاتے اسی طرح فجر کی نماز کے بعد سے اشراق تک مسجد میں ہی مراقبہ میں مشغول رہا کرتے تھے اور حضرت اقدس کے ذاکرین فجر بعد اور مغرب بعد وہیں مسجد میں ذکر کیا کرتے تھے۔

آداب درس کی ہدایت

حضرت شیخ الحدیث صاحب درس میں اس کو پسند فرمایا کرتے تھے کہ قاری بلند آواز سے قرأت کرے نیز عبارت صاف اور تیز پڑھے اتفاق سے اگر کوئی قاری اس کا لحاظ نہ کرتا تو خود عبارت پڑھنا شروع کر دیتے۔ طلبہ کو فوراً تنبہ ہوتا اور جو اچھا قاری ہوتا وہ فوراً پڑھنا شروع کر دیتا حضرت شیخ الحدیث صاحب اسکو بہت ناپسند کرتے تھے کہ طلبہ دوران سبق سوئیں یا اونگھیں اسی طرح اس کو بھی ناپسند کرتے تھے کہ کتاب کا احترام نہ کیا جائے اگر کسی طالب علم کو دیکھتے کہ وہ کتاب پر کہنی رکھکر ٹیک لگائے ہوئے ہے تو بہت ناراضگی کا اظہار کرتے حضرت شیخ الحدیث صاحب خوشبو بہت زیادہ پسند کیا کرتے تھے جب درس کے لئے چلتے تو خوب عطر لگا کر چلتے جس راستہ سے حضرت اقدس گذرتے وہ راستہ دیر تک خوشبو سے معطر رہتا اور پوری درس گاہ خوشبو

سے معطر ہو جاتی۔ حضرت اقدس درسگاہ میں قدم رکھتے ہی ہوں زور سے کہتے اور قاری فوراً عبارت پڑھنا شروع کر دیتا حضرت اقدس کے تشریف رکھنے کا انتظار نہ کیا جاتا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ عبارت کے کے معانی بتلاتے میں کنایہ سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ اس کے اردو میں جو ٹھیٹھ معنیٰ ہوتے وہی کیا کرتے تھے مجال نہیں کہ کوئی طالب علم ہنس دے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کا رُعب سب پر طاری رہتا تھا اگر کوئی طالبعلم غلطی سے ہنس دیا تو پھر اس کی خیر نہیں تھی ڈانٹ کر اسے درس گاہ سے نکال دیتے پھر بہت معافی تلافی کے بعد درس میں شرکیہ ہونے کی اجازت ملتی۔

دسترخوان پر بیٹھنے کا نظم

دسترخوان پر کسی کو اجازت نہیں تھی کہ جو جہاں چاہے بیٹھ جائے بلکہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ جس کو جہاں بیٹھنے کے لئے فرمائیں وہیں بیٹھے اور حکم کی فوراً تعمیل کرے اگر کسی نے اس میں ذرا سا تکلف کیا یا کسی دوسری جگہ بیٹھ گیا تو اسے ڈانٹ پڑتی اسی طرح دستر خوان پر جس کے سامنے جو چیز رکھدی جاتی کسی کو اس کی اجازت نہیں تھی کہ وہ اسکو دوسرے کی طرف بڑھا دے اسی طرح یہ بھی اُصول تھا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی طرف سے جو چیز تقسیم کی جاتی تو اس کو لے کر خود کھا لے یا اس کو لے ہی نہیں اُس کو اسکی اجازت نہیں تھی کہ وہ کسی اور کو دیدے اسی طرح اس کی بھی ہدایت تھی کہ ہر شخص اپنے قریب کی چیز کھائے دوسرے کی طرف ہاتھ بڑھا کے نہیں لے سکتا تھا جو بھی مندرجہ بالا امور کی خلاف ورزی کرتا خواہ وہ شخص بڑا ہی ہوتا اس پر ڈانٹ ضرور پڑتی تھی۔ حضرت اقدس رائے پوری اپنے بہت سے مُریدوں کو تربیت کے لئے حضرت شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔

مجلس میں نشستوں کی ترتیب

عصر کی مجلس شروع میں کچے گھر میں ہوا کرتی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی چار پائی اندرونی کمرہ کے دروازہ سے مل کر اس طرح بچھائی جاتی تھی کہ اس کا پائنتی حصہ

دروازہ کی طرف ہوتا تھا پائنتی پر گاؤ تکیہ رکھدیا جاتا تھا اور اس پر ٹیک لگاکر حضرت شیخ الحدیث صاحب جلوہ افروز ہوا کرتے تھے سامنے کی داہنی جانب خالی رہتی تھی اس کے ایک حصّہ پر حضرت قاری مفتی سعید احمد صاحب قدس سرہٗ تشریف رکھتے تھے اور دوسرے حصّہ پر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے بائیں جانب کے چبوترے پر دیوار سے ملکر ایک دو گاؤ تکیے رکھدیئے جاتے مشائخ میں سے کوئی آتا تو اس کو اس جگہ بٹھایا جاتا تھا اس سے متصل تھوڑی دور تک معزز مہمانوں کے لئے جگہ رکھی جاتی اور حضرت شیخ الحدیث کے داہنی جانب جو اونچا چبوترہ تھا اس پر مظاہر العلوم کے اساتذہ کرام اور دوسرے مدارس کے اہلِ علم حضرات بٹھائے جاتے تھے اس کے علاوہ سب جگہ تمام حاضرین کے لئے ہوتی تھی۔ عصر کی مجلس میں کثرت سے لوگ تعویذ لینے، پانی اور بچوں پر پھونک چھڑوانے کے لئے آتے تھے۔ اس مجلس میں کبھی کوئی علمی بحث چھڑ جاتی تو اہلِ علم حضرات اس سے بہت مستفید ہوتے تھے کھانے کے دوران اور صبح و شام کی مجلس میں بسا اوقات کچھ ایسے واقعات پیش آجاتے جن پر بے ساختہ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کوئی تفریحی جملہ فرمادیتے تو اس سے پوری مجلس میں ایک انبساط کی لہر دوڑ جاتی تھی اور حاضرین بہت محظوظ ہوتے تھے۔

نظم اوقات

حضرت شیخ الحدیث صاحب اپنے اوقات کی سختی کے ساتھ پابند تھے۔ گرمی جاڑے برسات کسی موسم میں بھی اس میں فرق نہ آتا تھا۔ جس کام کے لئے جتنا وقت مقرر تھا اس پر اتنا ہی وقت صرف کیا جاتا تھا۔ صبح کی مجلس میں گھنٹہ ڈیڑھ لگتا تھا اس کے بعد مجلس برخاست کردی جاتی اور حضرت شیخ الحدیث صاحب ضروریات سے فراغت کرکے اور وضو فرماکر دکان کے اوپر کے حصّہ میں تشریف لے جاتے اور کھانے تک تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ ساڑھے گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان کھانے کے لئے اترتے تھے۔ اُدھر عشاء کے ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد اوپر تشریف لے جاتے اور ساڑھے گیارہ یا بارہ بجے تک تصنیف

و تالیف کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔

شعر و شاعری مستقل معمول نہیں تھا

حضرت شیخ الحدیث صاحب کی مجلسوں میں شعر و شاعری کا بالکل معمول نہ تھا ہاں جب کبھی مولانا عبدالمنان صاحب میواتی دہلی آجاتے اور وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بہت بے تکلف تھے اور وہ اردو عربی میں اچھے اشعار کہنے کی قدرت رکھتے تھے اور ان کا ادبی ذوق تھا تو وہ عشاء کے بعد کی مجلس میں کبھی شعر سُنانا شروع کردیتے حضرت شیخ الحدیث صاحب اس پر مسکراکر کوئی تفریحی فقرہ کہدیتے تھے خود حضرت شیخ الحدیث صاحب کو شعر پڑھتے میں نے نہیں سُنا۔

حضرت مولانا محمد زبیر صاحب زید مجدھم

نام و مکمل پتہ محمد زبیر ولد الحاج محمد امین مسجد رحمانیہ بلاک C نارتھ ناظم آباد کراچی۔

ولادت وتعلیم

پیدائش ۱۹۴۵ء میں دہلی میں ہوئی اور ۱۹۴۷ء میں پاکستان کراچی میں آمد ہوئی اور تقریباً ۶ برس کی عمر میں ناظرہ قرآن پاک سے فراغت ہوئی اور تقریباً ۷ برس کی عمر میں کراچی سے بہت دور پنجاب کے ایک مدرسہ میں جو صادق آباد اسٹیشن سے ۱۵ میل دور میرے شاہ کے گاؤں سے متصل ایک جنگل میں واقع ہے داخل ہوا جس کا نام مدرسہ خدام القرآن میرے شاہ ہے۔ جو حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے ایک جانثار عاشق کھدر پوش حضرت مولانا عثمان صاحب مدظلہ کا قائم کردہ ہے اور بہت بڑا مدرسہ ہے۔ اور آخری دو سال کی تعلیم مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن میں ہوئی اور ۱۹۶۴ء میں سند فراغ حاصل کی۔

تبلیغ وسلوک میں انہماک

۱۹۶۵ء میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلویؒ کی معیت میں تبلیغ میں ۷ چلوں کے لئے نکلا اور اسی عرصہ میں حضرت مولانا جمیل صاحب میواتی دامت برکاتہم (مجاز حضرت لاہوری وحضرت اقدس رائے پوریؒ) سے ملاقات ہوئی اور ان کے مشورہ سے بذریعہ خط حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف نصیب ہوا جبکہ خط بھی انہیں سے لکھوایا۔ کیونکہ حضرت شیخ کے جلال ورعب کی وجہ سے خود خط لکھنے کی ہمت نہیں پڑی مگر حضرت سے عقیدت ومحبت الحمد للہ پہلے سے تھی اور دل گواہی دیتا تھا کہ اس وقت اپنے علم کے مطابق پوری دنیا میں حضرت کی نظیر نہیں لہٰذا اگر بیعت ہونا ہے تو حضرت ہی سے بیعت ہونا ہے اور حضرت کی زیارت بھی اس سے قبل کراچی میں ہو چکی تھی جبکہ حضرت ایک مرتبہ مولانا یوسف صاحب دہلوی کے ساتھ پاکستان تشریف لائے تھے۔ اور اسی وقت سے حضرت کی عقیدت ومحبت دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ بیعت ہونے کے بعد خط وکتابت کا سلسلہ الحمد للہ کافی رہا اور خطوط کا ذخیرہ بھی ہے آپکو حسب ہدایت انکو از سرِ نو دیکھ کر جو قابلِ اشاعت ہوئے انشاء اللہ

ارسال خدمت کر دوں گا۔

کسب فیض کے لئے شرط "معمولات کی پابندی"

بیعت کے بعد سب سے پہلی حاضری ایک ماہ کے لئے حضرت کی خدمت میں ۱۹۶۸ء میں سہارنپور میں ہوئی اور بندہ نے تخلیہ کا وقت لے کر اپنی حاضری کا مقصد اور اپنی حالت بد کا تذکرہ بلا تکلف کر دیا جس پر ارشاد فرمایا کہ (اصلاح تو میری بھی نہیں ہوئی اور میری مثال نل کی سی ہے مبدءِ فیض اللہ جل شانہ کی ذاتِ عالی ہے مگر ملے گا نل ہی کے ذریعہ۔ اس کیلئے معمولات کے اہتمام کی ضرورت ہے) اور پھر ذکر بالجہر اپنے خاص حجرۂ تصنیف میں تلقین فرمایا۔

اسکی تلاوت نے ہمیں گھائل کر دیا

چنانچہ بندہ بھی اہتمام سے حضرت کے حجرہ کے باہر بیٹھکر ذکر اور دیگر بعض معمولات کرتا رہا جس پر حضرت نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا بالخصوص قرآن پاک کو غور سے سنتے تھے اور ایک مرتبہ اپنے ایک خادم خاص سے فرمایا کہ "اس کی تلاوت نے ہمیں گھائل کیا" اور اس کے بعد حضرت کی توجہات اور عنایات اور شفقتوں میں الحمد للہ اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ایک طرف بندہ اپنی حالت بد کو دیکھتا دوسری طرف حضرت کی عنایات بیحد کو دیکھتا میرے نزدیک یہ حضرت کا سب سے بڑا کمال تھا ڈوبتے کو سہارا دینا گرتے کو سنبھالنا اور نابینا کی انگلی پکڑ کر ساتھ لے چلنا۔ اور یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شیخ مظہر صفات خداوندی ہوتا ہے بالخصوص حلم وتحمل کا کمال جس کا مینارِ رأفت وشفقت ہے حضرت کی ذات اقدس میں بالکل عیاں تھا۔ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ ہم لوگوں کی حماقت وجہالت کی وجہ سے حضرت کو اذیت پہنچتی تھی مگر حضرت پی جاتے تھے اور اگر کبھی صراحتہً یا کنایۃً ناگواری کا اظہار بھی فرماتے تھے تو اس میں بھی فقط ہماری اصلاح وتربیت ہی مقصود ہوتی تھی۔

تنبیہ کے بعد شفقت

آپ نے سوال نامے میں بالکل صحیح لکھا کہ حضرت کی طرف سے اگر ڈانٹ پڑتی تھی تو وہ خصوصی

توجہات کا پیش خیمہ ہوتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت کراچی تشریف لائے ہوئے تھے تو مکی مسجد میں بندہ نے ایک بار سرِ مبارک پر تیل لگاتے ہوئے عرض کر دیا کہ چند خدام آپ سے مصافحہ کرنا چاہتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا گویا قیامت قائم ہوگئی اور ایسی زبردست ڈانٹ پڑی کہ بلغت القلوب الحناجر وضاقت علیہم الارض بمارحبت کا مصداق سامنے آگیا اور بندہ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ کادت النفس تزہق کا خطرہ ہوگیا بالآخر جھوٹ موٹ رونا کچھ کام آگیا اور حضرت نے اپنے پاس بلا کر سینے سے لگالیا اس کی لذت آج تک محسوس ہو رہی ہے۔

الحمدللہ حضرت کی طرف سے روحانی عطایا کے ساتھ مالی ہدایا کی کثرت کا معاملہ بندہ کے ساتھ بھی رہا۔

خصوصی شفقت

حضرت کا انداز تربیت بندہ کے ساتھ ابتدا میں جس قسم کا رہا تحریر میں لاتے ہوئے شرم آتی ہے اور پرانی باتیں یاد آکر رلاتی ہیں مختصر یہ کہ حضرت کی طرف سے بے حد شفقتوں دلداریوں اور محبت کا اظہار بالشافہہ بھی اور تحریراً رہا جس کو بندہ ناز برداری کی حد تک کہے تو بے جا نہ ہوگا مگر اپنی حالت پر افسوس اور صد افسوس کہ اس نجس و ناکارہ نے بالکل قدر نہ کی اللہ ہی مجھے معاف فرمائے۔ اور حضرت اقدس کے اس نرالے انداز تربیت کا ہی یہ اثر تھا کہ مجھ جیسے مسجد اور مدرسہ وغیرہ کے مشاغل میں محبوس اور مقید کو بھی الحمدللہ کئی مرتبہ سہارنپور اور مدینہ پاک میں حضرت کی خدمت اقدس میں ایک ماہ یا کم و بیش وقت کے لئے حاضری کا شرف نصیب ہوا ورنہ اگر ہمارے حضرت صرف ضابطہ کا معاملہ فرماتے تو شاید یہ نفس امارہ کا شکار صرف ایک یا دو ہی مرتبہ خدمت میں حاضر ہو سکتا۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ مدینہ پاک میں جو شفقتیں فرمائیں ان میں بعض ایسی ہیں کہ جن کا تصوّر اب کرنے سے حالت غیر ہو جاتی ہے مثلاً اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلانا اپنے دستِ مبارک سے نوالے منہ میں دینا مدینہ پاک پہونچتے ہی غسل فرمانے میں اپنے خادم خاص کے ساتھ بندہ کو بھی خدمت کا موقعہ عنایت فرمانا اپنے دستِ مبارک سے عطر لگانا۔ اقدام عالیہ میں بیٹھنے کے وقت بار بار اپنے قریب بٹھنے

کا امر فرمانا وغیرہ وغیرہ۔ ½ ½ یا پون گھنٹہ سر مبارک پر تیل لگوانا۔

خلافت

بندہ کو اجازت بیعت حضرت نے سہارنپور میں ۱۹۷۰ء میں ماہِ مبارک کی ۲۷ ویں شب میں مرحمت فرمائی جب کہ بندہ پہلی مرتبہ پورے ماہ کے اعتکاف کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا اور اپنے دستِ مبارک سے ایک ٹوپی خرقۂ خلافت کے نام سے مرحمت فرمائی تھی۔

بیعت کا سلسلہ نہ چلانے پر ناراضگی

اپنی جگہ جم کر کام کرنے کی ہدایت حضرت نے بندہ کو بھی فرمائی بلکہ تحریراً بھی اور بالمشافہہ بھی استفسار فرمایا کرتے تھے کہ تم سے کتنے آدمی بیعت ہوئے؟ اور ایک مرتبہ استفسار پر بندہ نے بیعت کے بارہ میں معافی چاہی تو سخت ترین ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ حضرت سے ڈر کر اپنے یہاں بیعت کا سلسلہ شروع کیا۔ اور حضرت کی منشا کے مطابق کچھ ٹوٹا پھوٹا کام شروع کیا اور ہفتہ میں ایک دن مجلس ذکر کا سلسلہ بھی شروع کیا جس میں الحمدللہ مختلف مقامات دور نزدیک سے تقریباً ۴۰، ۴۵ صاحب شرکت فرماتے ہیں جس کے بارہ میں بعض اہلِ کشف بزرگوں نے بشارتیں بھی سنائیں اور اس مجلس میں بندہ کو خود بھی حضرۃ اقدسؒ کا فیض ہمیشہ محسوس ہوتا ہے۔

سہارنپور کے رمضان کی نقل

حضرت کی برکت سے الحمدللہ کئی سالوں سے پورے ماہِ مبارک کے اعتکاف کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے اور بندہ کے ساتھ بعض احباب پورے ماہ کے لئے اور بعض ایک یوم یا ایک عشرہ کے لئے معتکف ہوتے ہیں اور مجلس کے احباب جو معتکف ہوتے ہیں وہ حضرت کی برکت سے بندہ ہی کے مہمان ہوتے ہیں چنانچہ گذشتہ رمضان المبارک میں تقریباً تیس ۳۰ معتکف بندہ کے ہی مہمان تھے جو مختلف مقامات سے تشریف لائے تھے اور بیس ۲۰ معتکف اپنے محلہ کے تھے اور اس

سلسلہ کا بھی پورا ثواب انشاء اللہ حضرت کے نامۂ اعمال میں ہوگا حضرت خود بھی استفسار فرمایا کرتے تھے اور ویسے بھی جب حضرت کو اس قسم کے احوال لکھے جاتے تھے تو حضرت اقدس بہت مسرت کا اظہار فرماتے تھے گذشتہ سال ماہ مبارک میں ایک صاحب کشف نے ہماری مسجد میں ۲۱ رمضان المبارک کو دیکھا کہ حضرت ہماری مسجد میں تشریف لائے ہیں اور نہایت مسرت کا اظہار فرمارہے ہیں اور سب معتکفین کو جمع فرماکر دعا کرائی۔

حضرت مولانا محمد مصطفیٰ آگروی رحمۃ اللہ علیہ

محترم بھائی یوسف صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا لفافہ کل ملا نمبر وار حسبِ معلومات جوابات روانہ ہیں

۱۔۔۔والد صاحبؒ کا نام محمد مصطفیٰ۔

۲۔۔۔پتہ: محلہ قضیانہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی۔

۸ر اپریل ۱۹۰۱ء کی پیدائش، ابتدائی تعلیم نصیر آباد میں گھر پر ہی فارسی اردو قرآن کی تعلیم ہوئی۔ والدہ محترمہ حافظہ تھیں انکی خواہش تھی کہ والد صاحب بھی حفظ کرلیں جو ملازمت کے زمانہ میں خود مکمل فرمایا تنگی سے گزر اوقات ہوتا تھا۔ اس لئے جلدی نوکری کی، بارہ بنکی کے ایک اسکول میں استاد کی حیثیت سے چند سال کام کیا۔ پھر سوہاول ضلع ستنا میں مہاراجہ کے یہاں اجداد کے کچھ لوگ ملازم تھے انکے بلانے پر وہاں نوکری شروع کی تحصیلدار رہے پھر اکاؤنٹنٹ جنرل ہوگئے تھے۔ ایمانداری۔ زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آج تک اس علاقہ کے غیر مسلم یاد کرتے ہیں۔ بہت سی مساجد۔ مدرسہ اور کنویں آج بھی ان کے تعمیر کرائے ہوئے اس علاقہ میں ہیں۔

والد صاحب کے دو نکاح ہوئے ایک وطن ہی میں اور دوسرا قصبہ جائس میں جو نصیر آباد سے ۴ میل پر ہے محلہ غوری سوار (جو تاریخی محلہ ہے۔ سلطان محمد غوری کا گذر ادھر ہوا ہے اسی کے نام سے یہ محلہ ہے) میں نانا و نانی رہتے تھے۔ پہلی بیوی سے سید محمد ظفر جلیل جو اچھے حافظ و حکیم تھے۔ ان کا انتقال ۳ سال قبل ماہ مئی میں ہوا ہے۔ دوسری بیوی سے ۱۔ محمد احسن ۲۔ سید محمد محسن اور چار بچیاں ہوئیں۔ دینی خدمت کا آغاز زمانۂ ملازمت میں ہی کیا۔

۳۔۔۔نصیر آباد کا دینی ماحول اکابرین وقاضی خاندان کی وجہ سے اچھا تھا۔ لیکن شیعوں کی بھی اچھی آبادی اور شیعہ مجتہدین کا وہاں قیام اور سید احمد شہیدؒ کا وطن جس سے وہاں ہمیشہ تنازعہ شیعہ سنی رہا۔ عقائد کے لحاظ سے بہت پختہ عقیدہ کے لوگ ابھی موجود ہیں۔ قصبہ میں ایک دینی مدرسہ والد صاحب نے قائم فرمایا تھا جس کا نام مدینۃ العلوم ہے۔ جس سے آج بھی لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

۴ــــ حضرت والد صاحب نے (محمد احسن لیکچرار شعبۂ معاشیات اسلامیہ کالج فیروزآباد آگرہ) سے اس استفتا پر کہ مجھے کچھ بزرگوں کے نام بتاؤ میں ملنا چاہتا ہوں میں نے مولانا یوسف صاحب حضرت شیخ (جس سے میرا تعلق خط و کتابت و علیگڈھ کے قیام میں تھا) حضرت مولانا وصی اللہ صاحب و مولانا ابرالحق صاحب کا نام بتا دیا سب سے پہلے میں والد صاحب کے ساتھ حضرت مولانا وصی اللہ کے پاس گیا والد صاحب نے مولانا وصی اللہ صاحب کو جو وضو کر رہے تھے فارغ ہونے کے بعد ایک پرچہ لکھا ہوا دیا حضرت اس کو لے کر اندر کمرہ میں گئے پڑھا اور یوں فرمایا یہ ہے دعا کی چیز یہ ہے دعا کی چیز جاؤ پتہ چلے گا۔ بہت اکرام فرمایا والد صاحب نے کہا حضرت میں اپنی اصلاح کے لئے آیا ہوں فرمایا آپ نصیرآباد کے ہیں حضرت سید صاحب کے وطن کے ہیں پھر کچھ کھلایا پلایا رخصت کیا۔ راستہ میں والد صاحب سے میں نے پوچھا آپ نے کیا لکھا تھا فرمایا میں نے لکھا تھا کہ میں حضرت تھانوی کے پاس گیا۔ حضرت مولانا عیسٰی صاحب کے پاس گیا۔ شاہ عبدالکریم صاحب خلیفہ حضرت گنج مرادآبادی سے ملا وہاں رہا لیکن بیعت کہیں نہیں ہوا یہ طے کر رکھا تھا کہ جو ہماری نماز ٹھیک کرا دے اس سے بیعت ہوں گا یہی بات لکھی تھی اس پر فرمایا تھا یہ ہے دعا کی چیز پھر حضرت شیخ سے خط و کتابت شروع کی شیخ کی تصانیف و تالیفات پڑھتے رہے۔ پھر شیخ کے یہاں کا اچانک ایک دن قصد کیا جن کی تفصیل والد صاحب کے خود بیاض سے فوٹو اسٹیٹ کرا کر بھیج رہا ہوں۔

۵ــــ حضرت تھانویؒ اور پھر انکے ہی کہنے پر مولانا عیسٰی صاحب الہ آبادی و شاہ عبدالکریم صاحب خلیفہ حضرت فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے اصلاحی تعلق رہا اور انکے بہت سے خطوط سوال و جواب کے محفوظ ہیں لیکن وقت و جگہ کی کمی سے لکھ نہیں سکتا۔

۶ــ ۷ــــ پہلے ہی سفر میں حضرت سے ملاقات و اپنی بات و برائی کہ میرے اندر خرابیاں بہت ہیں جو نقل کر کے بھیج رہا ہوں، پھر شیخ نے کہا قریب آجاؤ کیا نام ہے کہا محمد مصطفٰے فرمایا اللہ اصطفٰے والا ہمارے والد صاحب نے فرمایا کہ میں نے طے کر رکھا ہے کہ بیعت اس سے ہوں گا جو میری نماز ٹھیک کرا دے فرمایا بہت اچھا طے کر رکھا ہے۔ لیکن کوئی آپ سے بیعت کرنے کو کہے تو کر لیا کیجئے اور یہ میرا حکم ہے اس کو ۳ر جمعہ میں اعلان کرے گا۔

والد صاحب کو ٹوپی منگا کر پہنائی، اور مدینہ کی کھجور دی اور کہا کہ شروع کے خطوط میں کنائے میں لکھ دیا کر دکہ بلا بیعت کے جس کو بیعت کی اجازت دی پھر اپنے سلسلہ کے کسی اکابر کا واقعہ بیان کیا کہ انہوں بھی اجازت ایسے دی تھی۔ پھر والد صاحب نے کہا کہ کل میں چلا جاؤں گا فرمایا جب چاہے جاؤ جب چاہے آؤ۔

اللہ کا شکر ہے کہ والد صاحب جہاں رہے آج تک لوگ یاد کرتے ہیں۔ بہت رقیق القلب اور اپنے کو چھپاتے تھے۔ تارک الدنیا۔ استغنا بلا کا پایا تھا۔ تہجد کبھی بھی میرے علم میں سفر یا حضر میں قضا نہیں ہوئی۔ اور نہ تکبیر اولیٰ نماز کے اوقات کا ایسا اہتمام تھا کہ اذان ہوتے ہی سب چھوڑ کر ایکدم بھاگتے تھے۔ مخلوق کی خدمت کا ایسا جذبہ تھا کہ ہومیوپیتھک کی دوائیں مفت تقسیم کیا کرتے تھے اور ہر ایک کی مدد کرتے۔ گھروں میں والدہ محترمہ کو بھی بھیجا کرتے تھے اولاد کی تربیت میں ایسا شفیق و مربی باپ اور ایسا سخت آنکھوں کے اشاروں سے چلانے والا۔ مردِ مومن کم دیکھنے کو ملا ہے۔

سارے خاندان کو چھوڑے رہنا۔ سب کی جھیل کر میل قائم رکھنا اور سب کی خطوط کے ذریعہ سے اور اگر کسی بستی میں پہنچ جاوے تو ۵ منٹ کے لئے ہر عزیز کے یہاں ضرور جانا ہوتا تھا۔ سادگی زندگی میں بہت تھی۔ مستجاب الدعوات تھے۔

مجھ سے ایک دن اکیلے میں کہنے لگے کہ آج کل حال یہ ہے کہ جیسے کالی کالی بھینس بہت سی ہوں اور اس میں ایک ابلق بھینس ہماری ہے۔ ایسے ہی بیوی بچے جائداد کچھ ہمارا نہیں ایک اللہ ہمارا ہے۔ فضائل کی کتابوں کی تعلیم میں بہت اہتمام سے بیٹھتے تھے۔ امامت سے بچتے تھے۔ اور دیہات میں رہنے والے مسلمانوں کی حالت دیکھ دیکھ کر مجھ سے بڑی تاکید کرتے تھے کہ اللہ ایک ہے محمد اس کے رسولؐ ہیں ہمیشہ کا یہ معمول تھا۔ ۱۳/۱۴/۱۵ کے روزہ کا بہت اہتمام تھا۔ اور یوں کہتے تھے کہ مجھ اپنے اللہ سے امید ہے کہ ۱۳/۱۴/۱۵ کے نفل روزہ کے اہتمام پر اللہ موت انہیں دنوں میں دیں گے۔

اخیر سال میں ۲۰ر گھنٹہ مسجد میں گذارتے تھے پھر آخری چند مہینوں میں معتکف ہو گئے تھے۔ اور ۱۴ر تاریخ کو روزہ کھولنے کا سامان دیکر میں نے اپنے بڑے بچہ اکرم مصطفٰے کو بھیجا اور

پیچھے پیچھے میں خود گیا۔ دیکھا والد صاحب بستر لپیٹ رہے ہیں اور مسجد کی الماری پر رکھ رہے ہیں مگر وہ بستر گر گیا پھر لپیٹنے لگے اور کہہ رہے ہیں کہ اللہ ایک ہے محمدؐ اس کے رسولؐ ہیں۔ اور بستر رکھ نہیں سکے۔ عصر کی اذان ہو چکی تھی وضو کر چکے تھے۔ بستر رکھ کر سنت پڑھی کہ فالج کا اثر ہو گیا۔ جماعت کھڑی ہوئی۔ ان کو صف میں لٹا دیا گیا۔ علاج ہوا لیکن ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۵ء کو ۱۱ر بجے صبح کے قریب اس دنیا سے کوچ کر گئے آخری بول یہی تھا کہ اللہ ایک ہے محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ اللہ مغفرت فرمادے۔

انتقال سے ۶ ماہ قبل ایک دن والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ کہیں چلے نہ جانا آج عصر کی نماز یہاں ہی پڑھنا اور شہر کے علماء کرام اور خواص کو بھی بلوا بھیجا نماز کے بعد مجھے قریب بلایا اور خطبہ مسنونہ کے بعد میرے سر پر حضرت شیخؒ نے جو ٹوپی حضرت والد صاحبؒ کو مرحمت فرمائی تھی وہ پاس سے نکال کر میرے سر پر رکھی اور اجازت بیعت مرحمت فرمائی میں چونکہ طالب علمی کے دور سے ہی تبلیغی جماعتوں میں چلا تھا اس لئے مجھے بہت کوفت ہوئی اور ایسا محسوس ہوا کہ کہاں مجھ کو پھنسا دیا گیا ہے پہلے میں حضرت مولانا یوسفؒ سے بیعت تھا پھر تجدید بیعت حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی سے کیا۔ والد صاحبؒ کے حیات میں ہی فوراً اسی رات کو حضرت کو ایک خط لکھا جس کے جواب میں حضرت جیؒ نے یہ لکھا کہ والد صاحب کے طرف سے دیا ہوا عطیہ بہت ہی خوش آئندہ اگر اس سے آپ کے ذات و مزاج میں کوئی فرق نہ پڑا۔ تسلی ہو گئی۔ لیکن والد صاحبؒ کے انتقال کے بعد لوگوں نے جب بیعت کی خواہش ظاہر کی میں نے پھر حضرت کو خط لکھا کہ حضرت ہندوستان میں موجود نہیں تھے اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی میرے دل میں یہ آیا کہ حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی سے ملو۔ میں فوراً پرتاب گڑھ حاضر ہوا حضرت مولانا کے گھر گیا تخلیہ میں بات ہوئی مولانا نے میرا چھوٹا بھائی جو میرے ساتھ تھا اس کی گردن کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے سینہ پر رکھا اور کچھ پڑھتے رہے اور میرے متھے پر انگوٹھا رکھا اٹھایا اور کہا کہ میاں کوئی اللہ والا کسی کو ایسے ہی دے دیتا ہے جب تک تائید غیبی نہ ہو اس میں غفلت نہ کرنا۔ میرا حکم ہے۔

میری تائید ساتھ ہے میری دعائیں ساتھ ہیں کوئی بڑا کام اللہ لینے والا ہے۔ لیکن پوری تشفی نہ ہوئی۔ پھر حضرتؒ جی کو خط لکھا حضرتؒ نے بلایا اور احوال کے سننے کے بعد فرمایا کہ اس میں کیا حرج ہے ضرور کرو بس لوگوں کا تعلق دعوت کی محنت سے ہونا چاہیئے اس کے بعد سے حضرت شیخ والد صاحبؒ اپنے حضرتؒ کی توجہات کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔ ورنہ اپنے حال کا علم مجھے خوب ہے۔

حضرت والد صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں ایک تحریر بھی لکھ رکھی تھی جس کی فوٹو اسٹیٹ بھیج رہا ہوں۔

بس دعا کی سخت ضرورت ہے۔ حال بہت خراب ہے صرف مالک کے رحم و کرم کے امید سے جی رہا ہوں۔ آپ حضرات مخلصین کی توجہ و دعا کا خاص طالب ہوں۔

بندہ
محمد احسن
لیکچرار اکونامکس
اسلامیہ کالج فیروز آباد ضلع (آگرہ)

جناب الحاج احمد محمد ناخدا افریقی زید مجدہم

اسمِ گرامی : احمد محمد ناخدا۔ ص۔ ب ۱۶۸۹ - مدینہ، سعودیہ عربیہ۔ فون ۸۲۴۰۷۵۸

ولادت : ۲۳ فروری ۱۹۳۶ء کو بمقام جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ میں ولادت ہوئی۔

تعلیم ابتداءً جنوبی افریقہ میں J-C (جے۔سی) کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد دینی کتب کا مطالعہ کرتا رہا۔

نکاح نکاح جنوبی افریقہ میں ہوا۔ ۱۰ بچے ہیں، ۵ کی پیدائش جنوبی افریقہ میں ہوئی اور ۵ کی سعودیہ عربیہ میں ہوئی۔

دینی خدمات سعودی عرب میں حجاج کرام میں تبلیغ کرنا، نیز جنوبی افریقہ کے اسفار میں دینی تقریریں کرنا۔

شیخؒ سے بیعت حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے ۲۰ سال پہلے بیعت کی اس سے قبل مولانا بدر عالم سے مسلسل رابطہ قائم تھا جنہوں نے مجھے بتلایا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ فی الحال دنیا میں بہت اونچا مرتبہ رکھتے ہیں۔ نیز عبد الرحمٰن میاں نے اصرار کیا کہ میں شیخؒ سے بیعت ہو جاؤں چنانچہ میں حضرت شیخؒ سے بیعت ہو گیا۔ بیعت کے بعد ایک چلّہ کے لئے سہارنپور خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد جنوبی افریقہ واپس آیا بہت ہی کم مدت میں پہلا کلمہ اور درود شریف کا ذکر شروع کر دیا۔ بعض مخلص پیر بھائیوں نے کہا کہ اسکے بجائے آپ دوازدہ تسبیح کا ذکر کیا کریں۔ یہ سن کر میں پریشان ہوا۔ میں نے یہ سوچا کہ پہلے دوازدہ تسبیح مکمل کروں گا پھر کلمہ و درود شریف پڑھونگا۔

خیر ایک دن شیخؒ نے مجھے بلایا اور ایک ہزار مرتبہ درود شریف اور ایک ہزار مرتبہ کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ دوازدہ تسبیح کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔

اپنی کتاب فضائل درود منگوا کر ان تمام روایات کو پڑھنے کو کہا جو درود شریف پڑھنے کے متعلق ہے۔

ایک صاحب نے ایک مرتبہ شیخؒ سے مدینہ میں باب جبرئیل کے قریب عجب کا علاج دریافت کیا۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کثرت ذکر اور درود شریف تمام باطنی امراض کے لئے مفید ہے ایک مرتبہ شیخؒ نے میرے لئے فضائل صدقات اور الاعتدال پڑھنے کے لئے فرمایا۔

تبلیغ کے متعلق شیخؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اللہ نے اس کام کو باطنی علاج کے طور پر پیدا فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص برکتیں جماعت پر ہیں۔ جو حضرات اس کام کی مخالفت کریں گے وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک عرب جماعت سہارنپور آئی ان میں سے ایک نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک بہت بڑی جنگ واقع ہونے والی ہے جو کچھ ہی ایام کے لئے ہوگی۔ پوری دنیا ہلاک ہو جائے گی۔ صرف وہ لوگ بچے رہیں گے جو جماعت میں حصّہ لیتے ہیں۔ اب تک مجھے یاد ہے کہ اس دن حضرت شیخؒ نے اعلان فرمایا کہ علماء کو بھی جماعت میں حصہ لینا چاہیئے۔

ایک مرتبہ میں نے حضرت شیخؒ سے دریافت کیا کہ موجودہ فتنوں سے کس طرح بچا جائے۔

شیخؒ نے جواب میں فرمایا کہ سنت کی اتباع کرو اور استغفار اور درود شریف ہر روز جتنا کثرت سے ہو سکے پڑھتے رہو۔ اس سے تمام فتنوں سے حفاظت رہے گی۔

حضرت شیخؒ نے آیۃ الکرسی اور تین قل بھی ہر نماز کے بعد تجویز فرمایا کہ اس سے تمام گناہوں سے حفاظت ہوگی۔

شیخؒ کی ایک خاص نصیحت یہ تھی کہ ایک دوسرے سے جھگڑا کرنے سے احتیاط کرو اور موت کو بکثرت یاد کرو۔

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ نے مجھ سے فرمایا کہ تمام موجودہ گناہوں سے حفاظت کے لئے مراقبہ دعائیہ بہت مؤثر ہے۔

ماہِ مبارک میں حضرتؒ کی صحبت میں اعتکاف کرنے کی غرض سے کئی بار سہارنپور حاضری ہوئی۔ ۱۳۸۸ھ کی بات ہے کہ اکیسویں شب رمضان میں سحری کے وقت حضرتؒ نے طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو تم سے مجھے حسن ظن پیدا فرمادیا ہے اُسی حسنِ ظن کی بناء پر تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہاری بھی مدد فرمائے اور میری بھی۔ پھر فرمایا کہ کوئی بیعت کے لئے کہے تو انکار نہ کیجیو۔ ایک مصلّٰی بھی عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ یہ سلسلہ آگے چلے۔

حضرت مولانا حسّان احمد المظاہری زید مجدہم

نام : حسانِ احمد بن عبد السبحان (صدیقی)۔
تاریخ پیدائش : ۷/۵/۱۳۶۸ھ۔
مقامِ پیدائش : عظیم آباد (پٹنہ) صوبہ بہار۔ الہند۔

بچپن کی تربیت

الحمد للہ بچپن کی تربیت گھر ہی میں ہوئی والدین مکرمین ہی نے دینی تربیت دی اور دینی تعلیم کا جذبہ دل میں بٹھایا علماء سے تعلق اور ان کی عظمت اور محبت کا بیج قلب میں بویا اور بقدر اپنی استعداد کے اسکی آبیاری کرتے رہے۔ کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے اور لباس وغیرہ میں اپنے علم کے بقدر دینی آداب کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ دینی تعلیم کے بارے میں والد صاحب مدظلہ العالی ہی کی کوشش اور خواہش تھی اور اپنے بچپن کی کتابیں ہدایۃ النحو کافیہ وغیرہ محفوظ رکھ چھوڑیں تھیں کہ اپنی اولاد کو پڑھائیں گے۔ رشتہ داروں کا زور تھا کہ انگریزی تعلیم دی جائے اور والد صاحب کا ایک جواب کہ قیامت میں مجھ سے دنیا کے بارے میں سوال یہی ہوگا کہ تم نے اپنی اولاد کو دینی تعلیم و تربیت دی تھی یا نہیں اور اسی نظریہ کے تحت نہ تو مجھے اپنے نانیہال میں تنہا کبھی چھوڑا نہ اور کسی رشتہ دار کے یہاں اور نہ دوستی کرنے دی بہت سخت نگرانی کرتے تھے۔ اور جنت کی کنجی اور دوزخ کا کھٹکا خوب پڑھکر سنایا کرتے تھے۔

بہار سے سہارنپور

۶۳ء میں مدرسہ انوار العلوم گیا بہار میں مَیں نے خود اپنا داخلہ کرایا وہاں ایک میرے ساتھی حافظ عبد الرشید تھے۔ (نحو میر میزان ہیں) انہوں نے ایک دن مدرسہ مظاہر علوم خط لکھا کہ میں داخلہ لینا چاہتا ہوں اس کے کیا اصول وضوابط ہیں۔ میں نے اپنے لئے بھی ان سے خط لکھوایا۔ اور جواب آنے پر والد صاحب نے ۸ یا ۹ شوال کو مجھے گیا سے تنہا روانہ کر دیا ۲۴ گھنٹے میں سہارنپور پہنچا مظاہر علوم میں اسٹرائیک کا ہنگامہ تھا اس لئے مولانا حشمت علی صاحب نے ۹ کلومیٹر

دور مدرسہ تعلیم القرآن رڑھی تاجپورہ بھیج دیا۔ داخلہ مدرسہ میں بند ہوچکا تھا لیکن مجھ پر رحم کھاکر مہتمم صاحب (مولانا عمر صاحب) نے داخل کرلیا۔ بروز سہ شنبہ ۵ مئی ۶۲ء کو وہاں داخل ہوا اور دو سال میں بحث فعل تک پڑھا اور شوال ۸۴ھ مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوا اور چار سال میں شرح جامی بحث اسم سے دورۂ حدیث تک وہاں پڑھا حضرت شیخؒ نے اسی سال بخاری جلد ثانی پڑھانے سے معذرت کردی تھی جلد اوّل حضرتؒ سے پڑھی شعبان ۱۳۸۸ھ مدرسہ مظاہر علوم سے فارغ ہوا امتحان میں درجۂ اوّل سے کامیاب ہوا۔

نکاح | ۱۰ صفر ۱۳۹۳ھ بعد نماز جمعہ قاری محمد فخرالدین صاحب گیاوی (خلیفہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی) کی لڑکی سے مہر فاطمی پر میرا نکاح ہوا۔

اولاد | (۱)۔ خدیجہ مکیہؓ (۲) محمد مدنی (۳) مصعب مدنی (۴) خبیب مدنی (۵) عُبادہ۔
۲۶/۹/۱۳۹۸ھ - ۱۵/۱/۱۴۰۰ھ - ۱۵/۱۰/۱۴۰۲ - ۲۳/۳/۱۴۰۴ - ۲۳/۴/۱۴۰۵

حضرتؒ کو کس عمر سے جانا | سولہ سال کی عمر میں جب کہ مدرسہ مظاہر علوم میں متعلم تھا۔

حضرتؒ سے تعارف اور تعلق کا مفصل واقعہ یہ ہے | جب میں مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوا بچپن کی تربیت کا اثر زائل ہورہا تھا حصول علم کے ساتھ ساتھ آزادی طبیعت میں پیدا ہورہی تھی عمر کے سولھویں میں قدم رکھا تھا کالر والی قمیص پہلی بار پہن کر گھر سے آیا تھا اور سر پر انگریزی بال بھی پہلی بار رکھے تھے لیکن اللہ نے رحم فرمایا داخلہ کے وقت مولانا امیر احمد صاحبؒ مدرس مدرسہ مظاہر علوم نے سر پر ہاتھ رکھکر دوسرے ہاتھ سے تھوڑی الٹے ہاتھ سے دیکھی تو ڈاڑھی تو آنے کا وقت بھی نہیں ہوا تھا ٹوپی سر سے سرک گئی مولانا نے ایک جھاپڑ رسید کیا اور فرمایا بھاگ جا داخلہ نہیں ہوگا میں بہت مایوس ہوکر اٹھا لیکن لڑکوں نے تسلّی دی اور کہا بال کٹوالو داخلہ ہوجائے گا خیر میرے جیسے اور بہت سے لڑکے تھے سیلون میں لائن لگی تھی باری آنے پر بال کٹواکر پھر مولانا امیر احمد صاحب کے پاس خادم لے کر گیا الحمد للہ انہوں نے توثیق فرمادی داخلہ ہوگیا۔

داخلہ کے بعد ایک تقریر مفتی مظفر حسین صاحب کی ہوئی جس میں آداب علم پر زور دیا اور لباس اور وضع قطع پر پر زور تقریر کی (خیر کی بات قبول کرنے کا مادہ الحمد للہ تھا) تقریر سے واپس آکر کالر کو نوچ کر الگ کردیا اور گاڑی پٹری پر آگئی اس وقت سے انگریزی بال انگریزی لباس اور انگریزی وضع قطع سے نفرت ہوگئی سبق میں تو پوری مدّت تعلیم میں ایک غیر حاضری بھی کسی درس میں نہیں کی اس ڈر سے کہ چالیس دن کی برکت ختم ہوجائے گی اور اساتذہ کی خدمت اور عظمت میں الحمد للہ کبھی کمی نہیں کی۔ لیکن عصر کے بعد کبڈی کھیلنا میرا اہم معمول تھا اور عصر کے بعد شیخ کی مجلس ہوتی تھی لڑکے ترغیب دیتے تھے تو میں کہتا تھا کہ کبڈی میں زیادہ ثواب ہوگا وہاں چپ بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ ہوگا صحت کا خیال زیادہ ضروری ہے لڑکے مبالغہ سے کام لیتے تو میں کہتا حضرت بہت بڑے عالم ہیں ٹھیک ہے لیکن بزرگ میں نہیں مانتا کوئی کرامت بتاؤ حضرتؒ سے چلا تو جاتا نہیں بزرگ لوگ تو ہوا میں اڑتے تھے پانی پر چلتے تھے اور میرا مقصد تنقیص کرنا نہیں تھا بلکہ بزرگوں کی سوانح پڑھکر جوان کے بارے میں عقیدت تھی وہ حضرتؒ سے نہیں تھی اور یہ سمجھتا تھا کہ پہلے زمانہ میں بزرگ ہوا کرتے تھے اب ایسے بزرگ نہیں ہیں۔ لڑکے میری کٹ بحثی پر خوب ڈراتے اور دھمکاتے تھے میں پرواہ بھی نہیں کرتا تھا اور حضرتؒ کی مجلس میں کبھی حاضری نہیں دیتا کچھ ماہ کے بعد عصر بعد گیا بھی دو چار دن اور خدمت کا جذبہ تھا سوچا بیٹھنے سے کیا حاصل خدمت میں شریک ہونا چاہیئے مجلس بعد چائے کی پیالی دھونے والوں کے ساتھ لگنا چاہا تو ان حضرات نے نل بھی چلانے نہیں دیا اور ہٹا دیا پھر میں نے جانا چھوڑ دیا کہ ہماری کبڈی ٹھیک ہے۔

مدرسہ سے تبلیغ میں لڑکے جاتے تھے ان میں بعض دوست بھی تھے میں نے درخواست دی لیکن منظور نہیں ہوئی کہ تم اَمرد ہو اور امرد کو نکلنے کی اجازت نہیں ہے اساتذہ سے بہت بحث بھی کی کہ فلاں فلاں بھی امرد ہیں ابھی ڈاڑھی نہیں نکلی ہے لیکن جواب یہی ملا کہ تمہاری عمر بھی ابھی بہت کم ہے مجھے بہت رنج ہوا اور میں نے تنافس میں ہر جمعہ کا اعتکاف شروع کردیا اور جب امتحان کے ایام میں لڑکے جماعت میں نہیں جاتے تو

میں اعتکاف میں بیٹھتا اور ساتھیوں سے کہتا اب مقابلہ کرلو جماعت کا ثواب تو مجھے ملے گا نیت کی وجہ سے اور اعتکاف میں ہوں اس کا ثواب الگ ہے اور تم جماعت میں ابھی جا نہیں سکتے بہرحال یہ سلسلہ پورے سال رہا میں دار الطلبہ جدید میں تھا پھر کسی وجہ سے مجھے مدرسہ قدیم یعنی دفتر مدرسہ مظاہر علوم کے کمرہ میں جگہ مل گئی میں وہاں منتقل ہوگیا وہاں مولانا معین الدین صاحب سکھری حضرتؒ کے خلیفہ پاکستان سے آئے ہوئے تھے اور ۶۵ء کی ہندوپاک کی جنگ کی وجہ سے ان کا قیام طویل ہوگیا تھا انہوں نے مجھ سے دوستی کرلی اور مجھ سے کہا دوستی کرلو مجھے عجیب سا معلوم بھی ہوا کہ ابا کی عمر کے ہیں اور دوستی کررہے ہیں بہرحال انہوں نے دوستی کا حق ادا کیا اور میری تربیت پر دھیان دیا نماز باجماعت کا ایسا پابند بنا دیا کہ ایک رکعت بھی چھوٹ جاتی مدرسہ کے علاوہ کسی بھی مسجد میں تو گھڑوں پانی پڑ جاتا اور تہجّد میں بڑی شفقت سے زبردستی اُٹھاتے تھے اوابین وغیرہ کی عادت بھی ہوگئی۔

حضرتؒ کا پہلا تصرّف

میں اعتکاف میں رات کو زیادہ جاگتا تھا اور دن میں سوتا تھا. حضرت شیخؒ بخاری شریف کا درس جمعہ کے دن اسی مسجد کے باہر کے حصّہ میں دیا کرتے تھے میں یہ سوچ کر اندر سوجاتا تھا کہ شرح جامی کا طالبعلم ہوں بخاری شریف کیا سمجھ میں آئے گی مسجد کے اندر کے حصّہ میں سوجاتا تھا ایک دن اپنی عادت کے مطابق سورہا تھا اور باہر حضرت درس دے رہے تھے میں نے خواب دیکھا کہ حضرت چارپائی پر لیٹے ہیں اور مٹی کے چند ڈھیلے استنجے والے چارپائی کے پاس پڑے ہیں اور مجھے ایمانیات کے بارے میں بہت مہلک قسم کا وسوسہ ہورہا ہے اس لئے حضرتؒ کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا حضرتؒ نے وہی استنجے کا ڈھیلہ اٹھاکر سنگھا دیا جس سے تمام وسوسہ دور ہوگیا اسی وقت آنکھ کھل گئی اور تنبہ ہوا استنجا وضو کرکے حضرتؒ کے درس میں بیٹھ گیا اس کے بعد سے درس میں بیٹھنے کا معمول ہوگیا لیکن بزرگی اور بیعت وغیرہ سے واقف نہیں تھا اس لائن کا تعلق نہیں ہوا بس یہی تعلق ہوا کہ بہت بڑے مولانا ہیں اور بخاری شریف بہت اُونچی کتاب ہے اس میں شریک نہ ہونا بے ادبی ہے۔ لیکن حضرتؒ سے ایک قسم کی محبت ہوگئی۔

دوسرا خواب

پھر ایک بار خواب میں دیکھا کہ حضرتؒ فرما رہے ہیں حسّان رائے پور چل میں نے عرض کیا کہ کتب خانہ رحیمیہ کی دعوت ہے کھانا لے کر جاؤں گا حضرتؒ فرما رہے ہیں چل اور میں اصرار سے یہی عرض کررہا تھا کہ دعوت کا کھانا لے کر جاؤں گا پھر دیکھا کہ میں ناشتہ دان میں دعوت کا کھانا لے کر دفتر میں داخل ہوگیا اس کے بعد دیکھا کہ میں ایک بہت خوب صورت بہت اونچے گھوڑے پر جس کا رنگ کتھئی ہے سوار ہوں اور گھوڑے پر زین وغیرہ کچھ نہیں ہے لگام بھی شاید نہیں ہے اور دفتر کے دروازہ کے سامنے ہوں اور حضرت آگے آگے مولوی عبدالرحیم متالا اور مولوی غلام محمد ترکیسری کے سہارے سے جارہے ہیں رائے پور کی طرف اور بار بار فرمارہے ہیں کہ حسان آرہا ہے؟ مولوی عبدالرحیم صاحب نے عرض کیا جی ہاں جس پر حضرتؒ نے شاید شاباش فرمایا پھر میری آنکھ کھل گئی۔

اس زمانہ میں خواب کی تعبیر مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوری مدظلہ العالی سے دریافت کیا کرتا تھا لہٰذا اس خواب کی تعبیر بھی انہیں سے معلوم کی فرمایا:۔ حضرت شیخؒ سے تعلق رکھو تمہیں فائدہ ہوگا۔ اس خواب کے بعد سے حضرتؒ سے خوب تعلق ہوگیا لیکن حضرت تک پہنچنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آئی اور میں دور دور سے حضرت کی زیارت کیا کرتا تھا اور جمعہ کے اعتکاف کا معمول جاری تھا کہ رجب (۱۳۸۵ھ) کی ۲۵ تاریخ کو ۱۵ یوم کی چھٹی ہوئی سالانہ امتحان کی تیاری کے لئے میں نے ۱۵ دن کا اعتکاف کرلیا کہ باہر میں وقت ضائع ہوگا اعتکاف میں رہنے سے ثواب بھی ملے گا اور امتحان کی تیاری زیادہ بہتر ہوگی۔

حضرتؒ سے تعارف

جیسا کہ اوپر لکھا ہے کہ مولانا معین الدین صاحب سکھری نے مجھ سے دوستی کرلی تھی اور اعتکاف کی پابندی کی وجہ سے دوستی ہوئی تھی انہوں نے اعتکاف کے غالباً دوسرے دن بعد مغرب حضرت سے عرض کیا کہ حضرت یہ ایک طالبعلم ہے جس کا نام حسّان ہے بہار کا رہنے والا ہے پورے سال میں نے اسے ہر جمعہ کو اعتکاف کرتے دیکھا ہے اور اب بھی ۱۵ دنوں کا اعتکاف کیا ہے حضرتؒ تو ایسی باتوں سے بے حد خوش ہوا کرتے تھے" فرمایا بلائیو" میں نفل میں مشغول تھا اور اپنی

تعریف سن رہا تھا مولانا معین الدین صاحب نے فرمایا کہ نماز پڑھ رہا ہے حضرتؒ نے ایک دو منٹ انتظار فرمایا میں بھی جلدی جلدی نماز سے فارغ ہوا اور حضرت کے پاس حاضر ہوگیا وہ منظر ابھی تک نظروں میں ہے حضرت سے بہت محبت سے مصافحہ کیا اور حضرت نے بھی بڑی شفقت و محبّت کے لہجہ میں (ہاتھ بڑھاتے ہوئے) فرمایا "ابے تو تو بڑا اچھا لونڈا نکلا" تیرا نام کیا ہے کہاں رہے۔ میں نے نام اور وطن بتایا پھر فرمایا "اعتکاف میں روزہ بھی رکھے عرض کیا جی ہاں پھر فرمایا رُوٹی کہاں سے آوے کون لایا کرے عرض کیا مدرسہ سے مؤذن عبداللہ لا دیتا ہے فرمایا وہ لا دیا کرے؟ میں نے عرض کیا حضرت ایک روٹی اسکو دے دیتا ہوں لانے کے بدلہ اور ایک روٹی میں کھالیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا ساری اسے دے دیا کر آج سے تیرا کھانا سحری میرے یہاں سے آیا کریگا پھر حضرت کچے گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں حضرت نے گھی چپڑی روٹی اور کوفتے کا سالن بھیجا اور یہ سلسلہ پورے اعتکاف میں جاری رہا اور پانچوں نمازوں میں جب حضرت کے آنے کا وقت ہوتا میں دروازہ کے قریب آکر مسجد کے اندر سے ہاتھ بڑھا کر جوتے حضرت کے اُٹھا لیا کرتا اور دوسرے خدام کچھ مزاحمت کرتے تو حضرت اشارہ فرمادیتے ایک دو بار ایسا ہوا پھر جوتے میں مسجد کے اندر لانے لے جانے لگا اور ہر وقت حضرتؒ بڑی شفقت و محبّت سے نام دریافت فرماتے کہ ابے تیرا نام کیا ہے میں بھول جاؤں۔ حضرتؒ کا وہ محبت بھرا لہجہ آج بھی کانوں میں گونج رہا ہے۔ اعتکاف سے فارغ ہوکر سالانہ امتحان دیا۔ امتحان کے بعد بیعت کا داعیہ پیدا ہوا لوگوں سے جب ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا حضرتؒ طالبعلم کو بیعت نہیں فرماتے ہیں میں نے کئی لوگوں سے سفارش کے لئے کہا سب نے کہا کہ حضرتؒ بیعت نہیں فرماتے پھر مولانا منور حسین صاحب کی خوشامد کی کہ حضرت سے سفارش فرمادیں انہوں نے مان لیا اور حضرت سے سفارش کی حضرت نے مغرب کے بعد کا وقت دیا نوافل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے بلایا میرے ساتھ دو طالبعلم دورہ حدیث کے تھے حضرت نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا "ابھی سے کیوں پھنسے کرلے کچھ اور آزادی میں نے عرض کیا حضرت بیعت فرمالیں پھر حضرت نے بیعت فرمالیا یہ ۸۵ھ شعبان کا واقعہ ہے۔

۵—— حضرت سے قبل کسی سے بیعت کا تعلق نہیں تھا ابتداءً حضرت ہی سے بیعت ہوا جس کا

مفصل تذکرہ اوپر آچکا۔

۸—— حضرت سے خط وکتابت بہت کم ہوئی خدمت میں حاضری کا زیادہ موقع ملا اور جو کبھی خط وکتابت کی نوبت آئی بھی تو خطوط محفوظ نہ رہ سکے۔

۹—— حضرت سے ۱۸ سال تعلق رہا اس دوران بہت ڈانٹ سنی لیکن اپنی بے شعور کی بنا پر کبھی شعور نہیں کہ کس قسم کی ڈانٹ ہے۔

۱۰—— حضرت کی شفقتیں تو ہمیشہ رہیں اور متفرق اوقات میں جو مالی عطایا کی بارش ہوئی ہے وہ ہزار ریال سے اوپر ہوئے ہوں گے۔

۱۱—— حضرت سے جب تعلق ہوا تھا اس وقت میری عمر ۱۶ سال تھی عقل بھی نہیں آئی تھی اس وقت سلوک و تربیت سے اچھی طرح واقف بھی نہیں تھا حضرت سے محبت تھی اور حضرت کی خدمت محبت کی وجہ سے کرتا تھا اور سلوک و تربیت کے بارے میں یہی سوچتا تھا کہ میں تو اس لائق ہوا ہی نہیں ابھی بچہ ہوں ابھی تو صلحاء والی باتیں بھی میرے اندر نہیں تو راہِ سلوک کیسے طے ہوگا۔

حضرت کی مجلس ذکر میں بیٹھتا تھا اور کبھی کوئی اچھا ذکر کرنے والا آتا تو اس کا ذکر سنتا تھا اور خواہش ہوتی کہ میں بھی ذکر کروں لہٰذا ۱۳۸۶ھ میں جب سالانہ امتحان سے فارغ ہوا تو حضرت سے عرض کیا کہ ذکر جہری لینا چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا تیری کونسی کتابیں ہونگی عرض کیا موقوف علیہ ہونگی فرمایا چائے کے بعد آجائیے۔ میں حاضر ہوگیا حضرت نے فرمایا اگلے سال کونسی کتابیں ہونگی عرض کیا موقوف علیہ فرمایا بھاگ جا۔ میں مایوس ہوا اٹھ گیا پھر تیل مالش کرتے وقت حضرت سے عرض کیا حضرت نے پھر وہی سوال کیا میں نے وہی جواب دیا حضرت نے پھر فرمایا آجانا وقت پر پھر حاضر ہوا حضرت نے پھر سوال دہرایا میں نے عرض کیا موقوف علیہ حضرت نے پھر بھگا دیا تیسری بار پھر موقع دیکھکر حضرت سے عرض کیا حضرت نے پھر وہی سوال کیا اور میں نے بھی وہی جواب دیا حضرت نے فرمایا چائے کے بعد آجائیے لیکن اس بار میں نے حافظ صدیق صاحب (خادم خاص وقت۔ یم خادم حضرت شیخ) کی خوشامد کی کہ جب حضرت بھگانے کے لئے کہیں اس وقت آپ سفارش کر دیجئے گا اور کہہ دیجئے گا کہ چھٹی چھٹی ذکر

کرنا چاہیئے تیسری بار پھر میں حاضر ہوا حضرت نے اس بار دیکھتے ہی بغیر سوال کئے فرمایا ابے تو پھر آ گیا چل بھاگ جا حافظ صدیق صاحب نے عرض کیا یہ تو چھٹی چھٹی کرنا چاہے ہے حضرت نے فرمایا اچھا بیٹھ جا پھر ذکر کی تلقین فرمائی وہ منظر اب تک آنکھوں کے سامنے ہے اور حضرت کی آواز اور لہجہ تک کانوں میں گونج رہا ہے۔

ذکر میں نے بہت پابندی سے کیا اور جب چھٹی ختم ہو گئی تو پھر حضرت سے عرض کیا کہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ ذکر کر لیا کروں انشاء اللہ اور وقت مل جائے گا حضرت نے فرمایا شوق سے۔

اس سال یعنی ۸۶ھ میں حضرت حج کے لئے تشریف لے گئے تو ذکر سے دل اچاٹ ہوا وسوسہ کا خوب حملہ ہوا جب حضرت حج سے واپس تشریف لائے تب میں نے پرچہ پر علامت شقاوت جلالین شریف کے حاشیہ سے نقل کر کے اس کے نیچے یہ لکھکر دیا کہ حضرت یہ سب علامتیں میرے اندر ہیں اور وسوسہ سے پریشان ہوں۔ حضرت نے فرمایا پڑھ میں نے دوڑ کر حضرت کا شیشہ لاکر حضرت کو دے دیا حضرت نے غور سے پڑھ کر ذرا سخت لہجہ میں فرمایا: ان واہیات میں نہیں پڑا کرتے چل اپنا ذکر کر۔ مجھے بہت برا معلوم ہوا اور میں یہ سوچا کہ حضرت کا دامن تو اسی لئے پکڑا تھا میرے ایمان اور کفر کا مسئلہ ہے حضرت نے ڈانٹ دیا کوئی توجہ نہیں فرمائی یہ سوچتا ہوا ذکر کرنے بیٹھ گیا پھر میں وسوسہ وغیرہ کو بھول گیا جب دو ہفتہ بعد مدرسہ مظاہر علوم کے ایک طالبعلم نے مجھے ایک پرچہ دیا کہ حضرت کو سنا دینا میں نے کھول کر پڑھا تو وہی وساوس اسے بھی تھے جن میں مَیں مبتلا تھا لیکن میں سوچ میں پڑ گیا کہ اب وہ نہیں ہے کب ختم ہوا تو سوچنے سے یاد آیا کہ حضرت نے ڈانٹا تھا اس کے بعد سے نہیں ہوا ہے اور ڈانٹ نہیں تصرف تھا اور اس تصرف کا اثر اتنا قوی اور پائیدار ہے کہ آج ۱۹ برس اس واقعہ کو ہو رہے ہیں کبھی اسلام کے بارے میں وسوسہ نہیں ہوا اگر کوئی اُلٹا سیدھا سوال کرتا ہے تو فوراً جواب ذہن میں آجاتا ہے اور دل منشرح رہتا ہے اس تصرف سے اور جو فائدے ہوئے ہیں، میں اور میرا رب جانتا ہے۔

پھر ۸۷ھ میں ذکر میں اضافہ کی درخواست کی کہ چھٹی چھٹی میں اضافہ فرما دیں حضرت نے فرمایا کہ اسم ذات جتنا چاہے کر لیا کر لہٰذا میں تین چار ہزار کر لیا کرتا تھا پھر چھٹی کے بعد

میں نے عرض کیا کہ اسم ذات کے اضافہ کو جاری رکھوں تو حضرت نے اجازت دے دی اور دورۂ حدیث کے ساتھ بھی الحمد للہ بارہ تسبیح کے ساتھ تین چار ہزار اسم ذات کر لیا کرتا تھا شعبان ۸۰ھ میں جب فارغ ہوا تو شروع رمضان میں حضرت کے یہاں رہا پھر حضرت نے اپنے ایک مہمان ڈاکٹر عبدالمنان صاحب مرحوم کے ساتھ جن کو دل کا دورہ پڑ گیا تھا ان کے گھر بہار شریف بھیج دیا اور فرسٹ کلاس کا ٹکٹ دونوں کا حضرت نے خرید وایا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو اُن کے گھر تک پہنچا دینے کے بعد میں اپنے گھر چلا گیا اور شوال کے آخر میں حضرت کے یہاں واپس آیا حضرت نے قصد پوچھا میں نے عرض کیا سلوک طے کرنے جس پر حضرت نے فرمایا ابھی تو میرا بھی سلوک طے نہیں ہوا اور حضرت کے دوسرے خدام ہنسنے لگے پھر حضرت نے پوچھا کیا ذکر کتنا کیا کرے عرض کیا بارہ تسبیح اور چار ہزار اسم ذات حضرت نے فرمایا یہ بہت ہے ایک ہزار اسم ذات کر لیا کر پھر دو چار دن کے بعد بلا کر پوچھا کتنا ذکر کیا کرے میں نے عرض کر دیا حضرت نے فرمایا یہ کم ہے دو ہزار کر لیا کر پھر دو چار دنوں کے بعد بلا کر پوچھا کتنا ذکر کیا کرے میں نے بتا دیا فرمایا ابے یہ کم ہے تین ہزار کر لیا کر پھر ایک آدھ ہفتہ میں بلا کر دریافت فرمایا اور پھر فرمایا یہ کم ہے چار ہزار کر لیا کر پھر ایک ہفتہ میں بلا کر فرمایا کہ ذکر کتنا کیا کرے میں نے عرض کیا چار ہزار فرمایا کم ہے پانچ ہزار کر لیا کر اور یہ پانچ ہزار اسم ذات کافی دن چلا۔

حضرت کے یہاں تھوڑے وقت میں کام بہت ہو جاتا تھا کہ الگ رہ کر اس کا آدھا کام کرنا بھی مشکل ترین تھا تمام معمولات کے ساتھ پانچ ہزار اسم ذات اور بیس پاروں کی تلاوت یہ معمول تھا پھر حضرت ۸۹ھ میں عمرہ کے لئے حجاز تشریف لے آئے اور میں بھی خواہاں تھا بمبئی تک آیا لیکن مجھے ویزا نہیں ملا حضرت حجاز تشریف لے آئے میں نے کھوکھا بازار کی مسجد میں اعتکاف کر لیا کہ یا حضرت واپس تشریف لائیں یا مجھے ویزا ملے یا میرا جنازہ مسجد سے نکلیگا۔

اعتکاف میں دن بھر مسجد میں رہنا اور دوسرا کوئی کام نہیں باوجود اس کے اپنا معمول پورا کرنا پہاڑ بنگیا حضرت کی صحبت میں رہ کر سب معمولات بسہولت پورے ہوتے تھے اب وہ برکت کہاں سے لاتا نتیجہ یہ ہوا کہ معمولات سے عاجز آ گیا اور حضرت کی خدمت میں لکھدیا کہ دماغ متحمل نہیں ہے ذکر میں تخفیف فرما دیں حضرت نے تخفیف فرمادی لیکن امتحان میں فیل

ہو چکا تھا وہ تخفیف شدہ بھی پورا نہ کرسکا اور ذکر اور تصوف سے دل اچاٹ ہو گیا اور یہ کیفیت مسلسل کئی سال رہی حالانکہ مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت کی خدمت کرتا تھا طواف عمرہ میں گاڑی بھی میں چلاتا تھا اور ذکر بھی حضرت کی مجلس میں کرتا تھا لیکن ذکر کی کیفیت ختم ہو چکی تھی حضرت نے کبھی کچھ نہیں فرمایا حضرت سے تو محبت میں کمی نہیں آئی عقیدت بھی پوری تھی لیکن معمولات بالکل چھوٹ گئے تھے لوگ سمجھتے تھے کہ میں حضرت کے قریب ہوں لیکن بہت دور جاگرا تھا خدام حضرات نے بھی میری اصلاح کا بیڑہ اٹھالیا تھا اس لئے اور بھی چڑھ پیدا ہو گئی تھی حضرت سے میں نے شکایت بھی کی تو حضرت نے بڑے پیار سے فرمایا اپنے اپنوں کی برداشت نہیں کرتا تو غیروں کی کیسے کرے گا پیارے ساتھیوں میں تو یہ سب ہوا ہی کرے۔ اس زمانہ میں قلبی حالت ایسی گندی تھی کہ میں دھتکار دینے کے لائق تھا اور حضرت کو کشف اس قدر ہوتا تھا کہ سب خدام کو مشاہدہ ہے حضرت میری حالت پر ضرور مطلع تھے لیکن دھتکارنے کے بجائے قریب ہی فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے کئی بار لقمے بھی دیئے ہیں اور از خود کئی مشورے بھی شفقت سے دیئے۔

۱۱ رفروری ۷۳ء میں حضرت کی خدمت میں حجاز سے پہلی بار سہارنپور حاضر ہوا تو پہلی نظر جب حضرت پر پڑی اس وقت قلبی کیفیت بدل گئی اور جو گڑبڑی تھی ٹھیک ہو گئی اور اسی وقت میں نے چلہ گذارنے کا ارادہ کرلیا حضرت سے عرض کیا تو حضرت نے حکماً شادی کے لئے بھیجدیا اور دو بار انکار بھی میں نے کیا تو تیسری بار فرمایا اگر شادی نہیں کرنی تو (گھر سے) ادھر ہی سے حجاز چلا جائیے یہاں قدم نہ رکھنا اس لئے مجبوراً گھر جانا پڑا اور حضرت کی خدمت میں سہارنپور رہنے کا موقع نہیں ملا۔

درمیان میں طویل مدت تک حالت کی گڑبڑ سے بے اعتمادی ہو گئی تھی اس لئے دل میں تھا کہ حضرت سے تفصیل سے تمام حالات بیان کرنے کے بعد پھر سے معمولات شروع کردوں گا روز نئے اسباق لوں گا اس سوچ بچار میں بھی کافی دن نکل گئے۔ جنوری ۸۶ھ میں ایک بزرگ نے توجہ دلائی تو میں نے مفصل عریضہ حضرت کی خدمت میں بھیجا جس کے بعد حضرت کی شفقت اور عنایات بہت زیادہ ہو گئی اور پھر سے میں راستہ پر آگیا۔

شب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ بعد العشاء دار الطلبہ جدید مدرسہ مظاہر علوم کی مسجد میں حضرت نے اجازت دی۔ اکمال الشیم، ارشاد الملوک، تربیت السالک مطالعہ میں رکھنے کا حکم دیا۔ اجازت کے وقت یا بعد میں اس مد میں کوئی چیز نہیں ملی۔ اجازت زبانی ملی ہے۔

بخاری شریف جلد اوّل حضرت شیخؒ سے پڑھنے کے علاوہ دورہ کے بعد ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ میں میرے ایک خواب کی بنا پر حضرتؒ نے عشاء کی نماز کے بعد مشارق الانوار الصنعانی مجھے پڑھائی شروع شروع میں تنہا پڑھتا تھا پھر مجمع بہت ہو گیا تھا کچھ گھر بھر جاتا تھا محرم ۱۳۸۹ھ کے آخر میں حضرت کے سفر عمرہ کی وجہ سے درس موقوف ہو گیا۔

صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہ العالی جو حسب ارشاد حضرت شیخ میرے لئے قائم مقام شیخ ہیں ان کے حکم کی تعمیل میں یہ سب کچھ لکھا ورنہ ان اوراق میں اپنی آپ بیتی ہے حضرت کے متعلق کچھ مواد نظر نہیں آتا۔

فقط والسلام

حسّان احمد المظاہری

حضرت مولانا نجیب اللہ صاحب چمپارنی مدظلہ العالی

۱۔۔۔ نجیب اللہ ص ب ۲۹۷ مکہ مکرمہ۔ المملکۃ العربیۃ السعودیہ۔
اور وطن کا پتہ ہے نجیب اللہ مقام وڈاک خانہ جھٹکاہی ضلع مشرقی چمپارن بہار ہندوستان۔

۲۔۔۔ تاریخ پیدائش ۱۰ محرم الحرام بعد العصر سنہ ھجری صحیح معلوم نہیں ویسے پاسپورٹ

(الف) پر ۲۰/۹/۱۹۵۲ء لکھا ہوا ہے۔ ایک مرتبہ بندہ نے اپنے والد صاحب مدظلہٗ سے عرض کیا تو فرمایا کہ کاغذات میں کہیں لکھا ہوا ہے مگر باوجود تلاش بسیار کے نہ ملا اور پاسپورٹ پر جو سنہ لکھا ہوا ہے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ زیادہ لکھا گیا ہے تمہاری عمر اس سے ۲ یا ۳ سال کم ہوگی واللہ اعلم بالصواب۔

(ب) بچپن کی تعلیم مدرسہ آزاد ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن بہار الہند میں حاصل کی چونکہ یہ مدرسہ میرے گھر سے قریب واقع ہے اس کے علاوہ اس زمانہ میں ہر ہر گاؤں و دیہات میں مدارس و مکاتب کی اتنی کثرت نہیں تھی جیسا کہ اس وقت ہے اس کے علاوہ میرے بھائی جان مدظلہٗ چونکہ پہلے سے ہی اسی مدرسہ میں موجود تھے اس لئے مجھے بھی اسی مدرسہ میں داخل کر دیا گیا۔

(ج) بچپن میں عام بچوں سے کچھ زیادہ ہی شریر واقع ہوا تھا بلا وجہ لوگوں سے لڑنا جھگڑنا گالی گلوچ حتی کہ اپنے والدین بھائی بہن دادی جان سے لڑتا جھگڑتا رہتا چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہٹ اور ضد حتی کہ مرنے مارنے کے لئے تیار غرضیکہ بچپن کی زندگی ایک عجیب زندگی تھی، اللہ جل شانہٗ نے دینی مدرسہ کی راہ دکھلائی اور ساتھ ہی تربیت کے لئے بڑوں کی سرپرستی ونگرانی نصیب فرمائی جس نے آوارگی کی زندگی سے حفاظت کی اس کے باوجود طبیعت میں جو ایک شرارت اور رعونت اور ضد تھی وہ اب تک بھی نہ گئی اللہ جل شانہٗ ہی میری سیئات کو معاف فرمائے درگذر فرمائے اخلاق رذیلہ سے پاک فرما کر

اخلاق فاضلہ سے کوئی حصہ نصیب فرمائے کہ ؎ بر کریما کارہا دشوار نیست۔

(د) اپنے علاقہ کے مدرسہ میں بالکل ابتدائی تعلیم حاصل کی میرے بڑے بھائی جان مولوی قاری حافظ اطیع اللہ صاحب (خلیفہ و مجاز بیعت حضرت اقدس مولانا الحاج اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور یکے از اکابر خلفاء حضرت تھانوی) چونکہ مدرسہ خلیلیہ شاخ مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم حاصل کر چکے تھے اس لئے مجھے بھی وہ اپنے ساتھ سہارنپور لے آئے۔ اور نحو میر سے لے کر دورۂ حدیث تک کی تعلیم مظاہر علوم سہارنپور ہی میں حاصل کی جہاں تک حافظہ ساتھ دے رہا ہے غالباً ۱۳۸۴ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں آیا۔

(ہ) تعلیم سے فراغت غالباً ۱۳۹۱ھ یا ۱۳۹۲ھ میں ہوئی صحیح یاد نہیں۔

(و) تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ زمانہ تک حضرت شیخ قدس سرہٗ کی ہی خدمت میں رہا اور جب حضرت قدس سرہٗ کا سفر حجاز ہوا تو بندہ اپنے وطن چلا گیا اور جاتے ہی نکاح ہو گیا غالباً ۱۳۹۳ھ ہے۔

(ز) دو بچے ہیں ایک لڑکا جس کا نام حضرت قدس سرہٗ ہی کے نام پر "زکریا" رکھا ہے اس بچہ کی ولادت حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے تین ماہ بعد ہوئی اللہ تعالیٰ اس بچہ کو حضرت قدس سرہٗ کی برکات کا حامل بنائے اور بچی کا نام "زاہدہ" رکھا گیا ہے اللہ جل شانہٗ ان دونوں کو علم و عمل رشد و ہدایت کی دولت سے بہرور فرمائے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

(ح) سہارنپور سے جب وطن پہنچا تو کئی مدارس والوں کا اصرار ہوا مگر اپنی افتاد طبع کی وجہ سے ہر جگہ انکار کرتا گیا (ویسے درس و تدریس کے سلسلہ میں دو جگہوں پر رہنا ہوا جس سے مدارس کے احوال اور آپس کی چپقلش علماء کا آپس میں افتراق و انتشار نظماء کی بدنظمیاں اقتدار کی ہوس میں جہلاء کا علماء کے اوپر مسابقت اور انکے وقار کو مجروح کرنا اور نہ معلوم کیسے کیسے احوال معلوم ہوئے جس سے مجھ جیسا ہر طالب علم ناآشنا ہوتا ہے) بالآخر چند ماہ اپنے علاقہ کے ایک مدرسہ میں گذار کر حضرت

مولانا صدیق احمد صاحب (خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور) کی خدمت میں باندہ چلا گیا حضرت مولانا مدظلہ نے ضلع فرخ آباد یو پی کے ایک مدرسہ میں خدمت تعلیم پر لگا دیا تقریباً دو سال خدمت دین کی سعادت حاصل رہی اختتام سال پر یہاں سے استعفیٰ دیکر رمضان المبارک حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں سہارنپور میں گذرا چونکہ حرمین شریفین کی تڑپ ایک زمانہ سے تھی پاسپورٹ بھی اپنے پاس بنا بنایا موجود تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نصرت فرمائی اور حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب زید عنایتہ (اللہ جل شانہٗ مولانا موصوف کو دونوں جہاں کی ہر نوع کی ترقیات سے نوازے ان کے احسانات کا اپنی شان بہترین بدلہ عطا فرمائے) کی خصوصی توجہ اور برکت سے ۱۳۹۶ھ میں حرمین شریفین کی حاضری بسلسلۂ حج نصیب ہوئی۔ چونکہ حضرت قدس سرہٗ کا مستقل قیام مدینہ پاک میں تھا اس لئے حج سے فراغت کے بعد اسی درِ اقدس پر جاکر پڑ گیا اور تاحیات حضرت شیخ قدس سرہٗ کی سفر و حضر میں خدمت کی سعادت میسر آئی۔ فللہ الحمد والشکر والمنۃ۔ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(و) حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مدظلہ العالی نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد اپنے یہاں مکہ مکرمہ میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی نیز انکے والد صاحب مدظلہ کا قائم کردہ ایک مدرسہ بھی ہے جو یہاں تحفیظ القرآن کے طرز پر چل رہا تھا مولانا موصوف اس حقیر کو از راہ شفقت و ذرہ نوازی اپنے یہاں لے آئے مدرسہ مذکور میں چند بچوں کو ابتدائی عربی کی کتابوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حسب توفیق اپنے اسلاف کرام رحمہم اللہ کے طریقہ پر ذکر و شغل کا مشغلہ بھی ہے دعا فرمادیں کہ اللہ جل شانہٗ اس سیہ کار کو مولانا موصوف کا معاون بنا کر کچھ دین کی خدمت کے ساتھ ساتھ حضرت قدس سرہٗ کی آرزوؤں اور تمناؤں کو کہ ذکر کی مجالس جا بجا قائم ہوں اور اصلاحی وسلوکی نظام چل پڑے کہ برصغیر ایشیاء میں دین اور اسلام کی جو خدمت ان بوریہ نشینوں نے کی ہے

وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اللہ تعالیٰ اس کو پوری کرنے کی توفیق و ہمت بخشے۔

آپ نے میری زندگی کے احوال معلوم کئے احوال تو انکے ہوا کرتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں میں تو ایک نکما انسان ہوں نہ دنیا کے کسی کام کا نہ دین کے کسی کام کا اللہ کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھ جیسے دیہاتی کو ضیاء نبوت کے حصول کی طرف رہبری فرمائی بعدہ یگانہ روزگار۔ قطب الاقطاب۔ بقیۃ السلف۔ ریحانۃ الہند۔ محدث کبیر۔ عارف باللہ ولی کامل جیسی شخصیت کے در کی جاروب کشی کے لئے قبول فرمایا اس پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے ؎

آمیت دادئی بعد از مسلمان کردئی   اے خدا قربان شوم احسان بہ احساں کردئی

مگر اپنی نالائقی سے نہ تو کچھ حاصل کر سکا نہ کوئی خدمت کر سکا کہ ؎

خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را۔ باقی انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام ضرور شامل کرالیا اللہ ہی میرے گناہ معاف فرماکر اپنے لطف و احسان سے قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

۳۔ جب سے بندہ نے ہوش سنبھالا ہے اپنے گھر اور وطن سے دور ہی پایا کہ بچپن ہی میں سہارنپور یوپی آگیا تھا تعطیل کے چند ماہ گھر پر گذرے تھے اس لئے جو کچھ علاقہ کی دینی حالت معلوم ہے وہ تحریر ہے۔ مجموعی لحاظ سے علاقہ کی دینی صورت حال عمدہ ہے اکابر علماء و صلحا کا دورہ میرے اس علاقہ میں خوب رہا اور اب بھی ہوتا رہتا ہے خاص طور سے حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ کا دورہ اس علاقہ میں خوب ہوا ہے چنانچہ ہمارے علاقہ میں حضرت مدنی قدس سرہٗ کے متوسلین کافی پائے جاتے ہیں پہلے مدارس خال خال پائے جاتے تھے اب الحمد للہ کہ ہر گاؤں اور بستی جس میں مسلمانوں کی کچھ آبادی ہے مدارس مکاتب ضرور قائم ہیں باقی جس جگہ کوئی مدرسہ نہیں تو مکتب ضرور ہے لیکن ساتھ ہی مدارس میں بدنظمیاں بھی عام ہیں اس کے باوجود دینی تعلیم کا سلسلہ ہر جگہ جاری ہے۔ ابناء زمانہ نے اپنے اسلاف اکابر کی طرز سے قدم ہٹا کر تقریباً ۸۰۔۹۰ فیصد مدارس کو بہار بورڈ سے ملحق کر دیا ہے محض نا عاقبت اندیشی تنخواہ کی زیادتی

اور دنیاء دنی کے لالچ وحرص میں پہلے پہل تو بورڈ سے مدارس کے الحاق کے لئے بڑے بڑے سبز باغ دکھلائے گئے لیکن مآل کی طرف کسی نے نہیں دیکھا اب ان بورڈ کے مدارس کا یہ حال ہے کہ جن خالص دینی اداروں کو عوام نے اپنی ہزاروں امنگوں کے ساتھ ایک ایک پیسہ کر کے جمایا اور آباد کیا تھا جس کے پاس وقف کی اپنی کافی مقدار میں جائداد یں زمینیں تھیں جس میں طلباء علم کے خورد ونوش کا انتظام عوام کے صدقات وعطیات سے ہوا کرتا تھا وہ سب مدارس پوری طرح سے حکومت کی تحویل میں ہیں اوقاف پر پورا کنٹرول حکومت کا ہے بلکہ بحق سرکار ضبط ہیں مدرسوں کو چند فیصد بمد تنخواہ اور بوقت ضرورت بمد تعمیر و تصلیح حکومت دے گی اور کچھ نہیں فیصلہ آپ کے سپرد ہے کہ ایسے مدارس کس نہج پر دین کی خدمت کر رہے ہوں گے جب کہ حکومت نے ایسے مدارس کے لئے خاص قوانین وضع کئے ہیں جس کی رو سے ان مدارس میں غیر مسلم ٹیچروں کو بھی لایا جائے گا اور خدا نہ کرے کہ ایسا بُرا دن بھی دیکھنا پڑے کہ جن جگہوں پر بوریوں پر بیٹھ کر طلباء علم نبوت قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند کرتے ہوں ہر وقت قرآن پاک کی صداؤں سے فضا معمور ومنور کر رہے ہیں وہاں رامائن اور سنسکرت کو داخل کر دیا جائے جس سے عوام کی وہ امنگیں جو انہوں نے ان مدارس سے وابستہ کی تھیں خاک میں ملتی ہی نہیں بلکہ خون ہوتا ہوا دکھیں اللہ جل شانہٗ ان علماء اور دانشوروں کو عقل سلیم عطا فرمائے کہ چند کوڑیوں کے خاطر اپنے دین اور علم دین کو فروخت کرنے سے باز رہیں یہ تو مدارس کا حال ہے رہ گئی جماعت تبلیغ پہلے پہل کسی زمانہ میں ہر قریہ وگاؤں میں لوگوں کا یہ حال ہوتا تھا کہ تبلیغی جماعت کا نام سن کر لوگ بھاگتے تھے کہ معلوم نہیں کہ ہم لوگوں سے کیا کیا کام لے گی جب گشت والے پہنچتے تو لوگ گھروں میں چھپ جاتے کھیتوں کو نکل بھاگتے آہستہ آہستہ یہ وحشت دور ہو گئی اور لوگ اپنی عاقبت بنانے کے لئے دینی زندگی اپنانے کی خاطر اس میں اچھا خاصا وقت لگانے لگے الحمدللہ اکثر کا یہی حال ہے۔ غرضیکہ ہر ایک شعبہ حیات میں ایک قسم کی افراتفری ہے اس کے باوجود اللہ جل شانہٗ کا فضل وکرم ہے کہ تبلیغ کے بعض مخلصین کی برکت سے جگہ جگہ اس کے اثرات پائے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ بالعموم الحمدللہ کہ وہ بستیاں

جہاں علم اور علماء کو کوئی نہ جانتا تھا آج وہاں درجنوں حفاظ۔ علماء۔ قراء موجود ہیں جوان کو دن رات اپنی تقریروں سے نصیحتوں سے دین کی طرف جوڑ رہے ہیں اللہ کا شکر ہے کہ کئی صاحب نسبت بزرگ بھی علاقہ میں موجود ہیں مثلاً حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی کے خلیفہ مجاز۔ اور حضرت مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم وخلیفہ اجل حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا الحافظ قاری اصیح اللہ صاحب مدظلہ العالی ان سب بزرگوں کے سایہ کو تا دیر قائم و باقی رکھے اور ان بزرگوں کی برکات سے علاقہ کو منور فرماتا رہے۔ مگر بعض احباب تبلیغ کی ناعاقبت اندیشی اور اصل تبلیغی اصول سے انحراف و دوری اہلِ علم واہلِ ذکر سے انکی دوری اور ہر جگہ پر اپنی من مانی نے بہت سے لوگوں کو پھر اس سے وحشت زدہ کرنا شروع کر دیا ہے۔

۴ــــ بندہ جب مدرسہ خلیلیہ شاخ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوا اس وقت حضرت قدس سرہٗ کو جانا طلبا اور خاص طور پر اپنے بڑے بھائی جان مولانا حافظ قاری اصیح اللہ صاحب کی زبانی ہر وقت حضرت شیخ الحدیث کا نام سنا کرتا تھا چونکہ خلیلیہ شاخ والوں کا کھانا مدرسہ مظاہر علوم ہی سے جاتا ہے بایں طور کہ طلباء آپس میں مل کر سات آدمیوں کا جوڑ لگا لیتے ہیں اور ہر شخص ہفتہ میں ایک مرتبہ ایک دن صبح وشام آکر کھانا لے جاتا ہے اسی طریقہ سے یہ حقیر اپنے بڑے بھائی جان کی باری کے دن کھانا لینے کے لئے جایا کرتا شام کا کھانا لانے کے لئے عصر کے وقت پہنچتا اور عصر بعد کھانا لے کر شاخ کے لئے روانہ ہوتا تو اس وقت حضرت قدس سرہٗ کی مجلس مبارکہ مولانا نصیر الدین مرحوم کی ٹال میں لگی ہوئی ہوتی بندہ سڑک سے ہی دیوار کی اوٹ میں تھوڑی دیر کھڑا ہو کر حضرت قدس سرہٗ اور مجمع کو دیکھ لیتا اور پھر روانہ ہو جاتا بڑے بھائی جان مدظلہٗ کی تربیت ہوتی رہی گو کہ اپنی قساوت قلبی ضد اور ہٹ کی وجہ سے انکی تربیت کو قبول نہیں کرتا تھا بلکہ ہمیشہ بڑے بھائی جان مدظلہٗ سے لڑتا جھگڑتا رہتا (اللہ تعالیٰ میری نالائقیوں کو معاف فرمائے اور بڑے بھائی جان مدظلہٗ کی حسن سیرت میں اضافہ فرمائے) اس کے باوجود چونکہ بھائی جان مدظلہٗ شب بیدار تہجد گذار اور کثرت

سے تلاوت قرآن پاک کرتے تھے انکو دیکھ دیکھ کر اور کچھ انکی ترغیب و تحریر پر بزرگوں سے محبت ہوتی چلی گئی مدرسہ شاخ کی تعلیم ختم ہوئی اور مظاہر علوم میں آگیا دو سال شاخ میں رہا تیسرے سال مظاہر میں آیا۔ سب سے پہلے حضرت قدس سرہٗ کی زیارت مولانا نصیر الدین مرحوم کی ٹال میں ہوئی یعنی ۱۳۸۴ھ ماہ شوال کے عشرہ اولیٰ میں جبکہ حضرت قدس سرہٗ بعد العصر مجلس میں چارپائی پر تشریف فرما تھے اور عشاق و محبین اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور ساتھ ہی ایک دوسری چارپائی تھی جس پر حضرت مولانا اکرام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ والد ماجد حضرت انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ ناظم مظاہر علوم سہارنپور تشریف فرما تھے مجمع پر سکوت و سکینت طاری تھی اور ساری ہی گردنیں نیچے کئے ہوئے بیٹھے تھے اس زیارت سے طبیعت و دل پر بڑا ہی رعب پڑا ساتھ ہی دل میں حضرت قدس سرہٗ کی ایک محبت اور حضرت کے چہرہ کا جلال و رونق ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بیان سے باہر ہے ساتھ ہی یہ بھی دل میں تأثر تھا بہت بڑے بزرگ اللہ والے ہیں یہ جو دعا کردیں گے اللہ تعالیٰ اس کو انشاء اللہ ضرور قبول کرتا ہے۔

۵ —— جب خلیلیہ شاخ سے مظاہر علوم منتقل ہوا اس وقت حضرت قدس سرہٗ کو بہت ہی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا حضرت قدس سرہٗ کی مجالس مبارکہ میں شریک ہونے لگا جمعہ کے دن نماز جمعہ سے قبل جو مجلس ہوتی تھی اس میں شریک ہوتا بہر حال مجالس میں شرکت ہوتی رہی اور دل میں ایک انجذابی کیفیت پیدا ہوتی گئی طالب علمی کے دور میں نفلیں اوراد و ظائف پڑھنے کی طرف طبیعت خوب مائل تھی اپنے تئیں خوب پڑھا کرتا تھا اس زمانہ میں حضرت قدس کا معمول طلباء کو بیعت کرنے کا نہیں تھا اور نہ ہی طلباء کو ذکر و شغل اوراد و ظائف تلقین فرمایا کرتے تھے بلکہ پڑھنے پڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے اور اسی کو اہمیت دیتے تھے ان سب باتوں کے باوجود بندہ نے حضرت قدس سرہٗ سے بیعت ہونے کا تہیہ کرلیا حالانکہ میری عمر بہت تھوڑی تھی اس کے باوجود حضرت کی مجلس میں جب حاضری ہوتی تو چہرۂ اقدس کے انوارات

خوب خوب محسوس ہوتے مجلس میں سر جھکاتا تو اٹھایا نہیں جاتا تھا بسا اوقات طبیعت پر اتنا سرور اور محبت کا غلبہ ہوتا کہ جی چاہتا کہ حضرت میری طرف متوجہ ہوں اور کسی کی طرف بالکل نہ دیکھیں رعب اتنا غالب رہتا کہ جب مجمع بیٹھا ہوتا تو بڑی مشکل سے اپنے کو چھپاکر مجلس میں حاضر ہوتا اور جب مجلس برخواست ہوتی تو مجمع کے اندر چھپ کر نکلنے کی کوشش کرتا اس زمانہ میں حضرت قدس سرہٗ کا یہ معمول تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد نفلوں سے فارغ ہونے کے بعد دائیں یا بائیں طرف متوجہ ہو کر فرماتے "کوئی ہے بیعت والا" بیعت ہونے والے پہلے سے موجود ہوتے وہ فوراً آگے بڑھ جاتے چنانچہ بندہ بھی یوم جمعہ ماہ ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ کی عصر کے بعد کے مجلس ذکر میں شریک رہا ویسے پہلے سے ہی اس مجلس مبارکہ میں ہمیشہ شرکت کا معمول تھا مغرب کی نفلوں سے فراغت کے حضرت قدس سرہٗ نے حسب معمول فرمایا "کوئی ہے" اس دن اتفاق سے دو ہی آدمی بیعت ہونے والے تھے ایک یہ حقیر دوسرے کوئی صاحب تھے معلوم نہیں وہ کون تھے کہاں کے تھے بہرحال حضرت قدس سرہٗ نے اپنے دونوں دستِ مبارک دونوں کی طرف بڑھائے اور ہم دونوں نے ایک ایک ہاتھ تھام لیا پھر بندہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا (جس وقت حضرت قدس سرہٗ کے ہاتھوں میں ہاتھ تھا خدا ہی جانتا ہے کہ میری کیا کیفیت تھی آج بھی وہ منظر یاد ہے کہ ہاتھ پکڑتے ہی ایسا محسوس ہوا تھا جیسے بجلی کا کوئی جھٹکا لگا ہو اور خوف و سرور ملی جلی ایک عجیب کیفیت تھی جس کا اظہار نوک قلم پر نہیں آسکتا) کیا کام کرتے ہو؟ میں نے ہوش سنبھالتے ہوئے گھبراہٹ سے بھرائی ہوئی آواز میں عرض کیا پڑھتا ہوں اس پر فرمایا کہاں؟ میں نے عرض کیا مظاہر علوم میں پھر فرمایا کیا پڑھتے ہو؟ بندہ نے چند کتابوں کے نام لئے شاید یہ میرا شرح جامی یا مختصر المعانی کا سال تھا اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے کوئی سوال نہیں فرمایا۔ اسی طرح سے دوسرے صاحب سے بھی کچھ دریافت فرمایا اس کے بعد ہم دونوں کو بیعت فرمالیا بعد مختصر دعا فرمائی اور فرمایا معمولات کا پرچہ دکان پر لے لینا اس کے مطابق عمل کرنا اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ کچے گھر میں تشریف لے آئے کہ اس وقت لوگوں کو تخلیہ کا وقت

دیا ہوا تھا اور لوگ عشا سے پہلے پہلے اگر تخلیہ میں کوئی بات کرنی ہوتی وہ کرتے تھے۔ بندہ وہاں سے معمولات کا پرچہ لے کر مدرسہ آگیا۔ اس دن خوشی و مسرت کی انتہا لکھنے میں نہیں آسکتی کہ کس قدر تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ جب بعض مخصوص دوست احباب کو میرے بیعت ہونے کا ارادہ معلوم ہوا تو ان لوگوں نے کہا تھا کہ حضرت طالبعلم کو بیعت نہیں کرتے لیکن جب میں نے آکر بیعت کا قصہ تبلایا تو سب کو تعجب ہوا اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ کے یہاں میری آمد و رفت بڑھ گئی حتی کہ صبح کی مجلس ذکر میں بھی شریک ہونے لگا۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بیعت ہونے سے پہلے کچھ دنوں تک حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور کے یہاں بھی آمد و رفت رہی اور تھوڑی بہت خدمت میں دلچسپی بھی پیدا ہونے لگی تھی مگر خادم خاص کے اخلاق کریمانہ نے دل تنگ کر دیا ساتھ ہی طبیعت کا جماؤ بھی نہ ہو رہا تھا اس لئے بھی وہاں سے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی مجالس میں آمد و رفت اور پھر بیعت ہونے کی طرف پوری طرح میلان ہو گیا۔

۶۔۔۔ آپ نے اس نمبر میں کیسے اور کیوں کا بہت ہی عمیق سوال فرمایا ہے حقیقت یہ ہے کہ زمانہ طالب علمی میں جو علماء و اکابر مظاہر علوم میں تشریف لاتے بہت سوں سے ملاقاتیں ہوئیں بہت ساروں کی زیارت کی مگر یہ بات کہ کسی سے اصلاح کا تعلق قائم کیا جائے ذہن میں نہیں آیا ادھر حضرت شیخ قدس سرہٗ کی مجالس ذکر یومیہ قائم ہوتی ہے بندہ حاضر ہوتا ہے جب ذاکرین ذکر کر رہے ہوں اس وقت جو ایک گونہ لطف و سرور و محویت معلوم ہوتی اور جو قلبی سکون ملتا وہ کہیں اور نہیں ملتا تھا حضرت قدس سرہٗ کی جمعہ کے روز عصر بعد کی مجلس ذکر ایسی پرکیف ہوتی کہ مظاہر علوم میں آنے کے بعد سے اس مجلس میں عدم شرکت یاد نہیں پھر جب ذاکرین ذکر کی صدائیں بلند کرتے اور دوسرے کے ضرب سے اپنے دل پر جو ضرب لگتی وہ لکھنے میں نہیں آسکتی اسطرح سے عصر بعد یومیہ جو مجلس عام ہوتی گو کہ حضرت قدس سرہٗ نہ تو کچھ تقریر فرماتے نہ کوئی بات بلکہ خاموش مجمع پر متوجہ رہتے اور مجمع حضرت کی طرف متوجہ رہتا مگر اس میں جو قلب میں سکون اور کیفیت محسوس ہوتی اب جب خیال آتا ہے تو بدن میں

ایک قسم کا سرور نیز جھرجھری کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے میری کیفیت کی تصویر کشی شاید اس شعر میں موجود ہو کہ ؎

سجدہ طرف کعبہ ہے دل تیری طرف ہے ۔۔۔ اب قبلہ بھی اے قبلہ نما بھول گیا ہوں

کہ حضرت قدس سرہٗ کو دیکھنے آپ کی مجالس میں بیٹھنے کے بعد کسی اور بزرگ کی خدمت میں جانے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان سے ملنے اور ان سے کچھ پوچھنے سے اپنے کو بالکل مستغنی سمجھتا تھا اور کسی دوسرے کی طرف از خود ہی نظر نہیں جاتی تھی۔

۷۔۔۔ اس کا جواب اوپر کی سطور میں تفصیل سے آچکا ہے۔

۸۔۔۔ حضرت قدس سرہٗ سے بیعت ہونیکے بعد چونکہ حضرت سہارنپور میں موجود تھے اسلئے کوئی بات اگر معلوم کرنی ہوتی تو زبانی ہی معلوم کر لیتا تھا جب تک تسبیحات پڑھتا رہا اس وقت تک یہی بات رہی کہ جب کچھ عرض کیا اسی پر مواظبت کی تاکید فرمائی البتہ بیعت ہونے کے بعد جب حضرت قدس سرہٗ کا پہلی مرتبہ سفر حجاز ہوا تو میں نے ایک خواب دیکھا کہ حضرت قدس سرہٗ کسی جگہ پر تشریف فرما ہیں اور مجھے سامنے بٹھا کر آنکھ بند کرنے کو فرمایا الخ یہ خواب اور اپنے معمولات و مختصر حالات حضرت قدس سرہٗ کو مدینہ پاک لکھے اس کے جواب میں حضرت قدس سرہٗ کا مختصر جواب آیا تھا جو بھائی طلحہ کے خط میں تھا جس میں حضرت قدس سرہٗ نے مراقبہ دعائیہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی تحریر فرمایا کہ عزیز طلحہ یا کسی سے اسکی ترکیب معلوم کر لینا اور ساتھ ہی خود ترکیب بھی تحریر فرما دی تھی اور یہ کہ اسکو پابندی سے کسی فارغ وقت میں کر لیا کرو بندہ نے اس پر بہت ہی اہتمام سے عمل کیا اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے مجھے بڑا فائدہ بھی ہوا اس کے بعد جب حضرت قدس سرہٗ ہندوستان تشریف لائے تو بندہ نے ذکر جہری کی درخواست کر دی گو کہ میرا مشکوٰۃ شریف کا سال تھا مگر حضرت قدس سرہٗ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ فرمایا پیارے! تعلیم محنت کر کے حاصل کرلو اس کے بعد پھر ذکر و شغل لینا میں نے عرض کیا حضرت انشاء ذکر و شغل سے تعلیم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا چنانچہ حضرت قدس سرہٗ نے قبول فرمالیا اور مولانا عبدالرحیم متالا صاحب

کو بلاکر فرمایا کہ اس کو ذکر سکھلا دو چنانچہ مولانا موصوف نے کچے گھر کے چبوترہ پر صبح کے وقت چائے کے بعد ذکر کی ترکیب سکھلائی۔ شروع زمانہ ذکر میں عجیب عجیب قسم کی کیفیتیں محسوس ہوئیں ایک دو مرتبہ حضرت قدس سرہٗ سے ذکر بھی کیا چنانچہ میری ڈائری میں ۱۹ر رمضان ۱۳۹۷ھ کا ایک واقع درج ہے بندہ نے حضرت سے اپنے کچھ حالات عرض کئے اس پر حضرت نے فرمایا "پیارے غور سے سُن لے میرے نزدیک انوار و برکات کی کوئی وقعت نہیں اصل میرے نزدیک اتباع شریعت اور اتباع سنت ہے اس میں جتنی استقامت ہوگی اتنی ہی ترقی ہوگی انوار و برکات کے پیچھے نہ پڑ کہ یہ چیز کام کے لئے مانع ہے جا کام کر۔ اسی طرح سے ڈائری میں یکم جولائی ۱۹۸۱ء میں لکھا ہے کہ ایک خادم کو ایک صاحب کے سلسلہ میں بداخلاقی سے پیش آنے پر فرمایا "مکارم اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اعمال میں ثقل پیدا کرنے کی کوشش کرو یہی بعد میں کام دے گا دوسرے یہ کہ اپنے حقوق اگر کسی پر ہوں تو اس کو وصول کرنے کی کوشش نہ کرو معاف کردو تو اچھا ہے اور اگر وصول کرنا ہی چاہو تو نرمی اور دوسرے کا جو تم پر ہو اس کو ادا کرنے کی زیادہ فکر رکھا کرو اور جلد ادا کیا کرو اس سے یہ ہوگا کہ اگر ضرورت پڑی اور تم نے اس سے مانگا تو وہ انکار نہیں کرے گا وہ سمجھے گا کہ یہ شخص وعدہ پر دیدیتا ہے اس کو دیدو۔ میری ساری زندگی ایسے ہی قرضوں پر گذری۔

خشیت الٰہی اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنکھوں کا ہر وقت اشکبار رہنا اور سرخ رہنا تو لاکھوں نے دیکھا ہے جب کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آتا تو ہر مرتبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آواز بھرّا جاتی اور آنکھیں اشکبار ہوجاتیں۔ اسی طرح سے حضرت قدس سرہٗ کا اپنے اکابر سے کیسا تعلق تھا حضرت قدس سرہٗ کی مجالس میں جو بھی شریک ہوا ہے وہ شخص اس کو جانتا ہے۔ ان اکابر کے گذرنے کے بعد ان اکابر کی جگہوں سے بلکہ ان سے متعلق ایک ایک چیز سے بھی عجیب محبت و فریفتگی کا معاملہ تھا اس سلسلہ کا ایک واقعہ میری ڈائری سے نقل کرتا ہوں۔ ۳ر نومبر ۱۹۷۵ء ۲۸ر شوال ۱۳۹۵ھ دوشنبہ صوفی افتخار صاحب کا ندوۃ العلماء لکھنو کے جشن سے خط پہنچا کہ سرہند

میں اپنا انتظام پچاس آدمیوں کا کرنا ہے تاکہ وہاں کے سرائے پر زیادہ بوجھ نہ پڑ جائے وغیرہ وغیرہ (واضح رہے کہ حضرت حرمین شریفین براہ پاکستان تشریف لے جارہے تھے جس میں یہ طے پایا تھا کہ براہ بورڈر پاکستان جایا جائے تاکہ پنجاب میں جو اکابرین کی جگہیں ہیں وہاں بھی حاضری اور زیارت ہوتی جائے) اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا نہیں اپنا انتظام نہیں کرنا کہیں مزار اقدس سے ڈانٹ نہ پڑ جائے کہ سرائے کا کھانا نہ کھایا اس وقت بھائی سلمان صاحب بھی موجود تھے انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ صوفی افتخار صاحب ہی نے ایک مرتبہ سنایا تھا کہ ایک صاحب کے ساتھ میں سرہند گیا اسی رات کو سجادہ صاحب سرہند نے خواب دیکھا کہ "میرا ایک مہمان آرہا ہے مرغ بنالو صوفی افتخار صاحب فرماتے تھے کہ جب میں سرہند پہنچا تو مرغ کا گوشت تیار تھا یہ واقعہ سن کر حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہیں میرے اوپر بھی انہیں باتوں کو لے کر ڈانٹ نہ پڑ جائے کہ میرا مہمان ہوا میری سرائے میں ٹھہرا مگر سرائے کا کھانا پسند نہ کیا بلکہ اپنا انتظام کیا لہٰذا یہ طے کیا گیا کہ کچھ سامان سرائے میں بھیجدیا جائے وہاں والے پکائیں اور وہ کھانا سرائے ہی کی طرف سے ہو۔

آئندہ صفحات میں مہمان نوازی مہمانوں کی خبر گیری اور ان کے سلسلہ میں ذرا سی بھی غفلت و لاپروائی سے حضرت قدس سرہ کو کتنی بےچینی و تکلیف ہوتی تھی۔

۹۔۔۔ اس قسم کے واقعات تو بہت سے سامنے پیش آئے میرے سامنے دوسروں کے ساتھ اور خود میرے ساتھ بھی چند واقعات میری ڈائری میں موجود ہیں وہ نقل کرتا ہوں۔

۱۔۔۔ میرے دورۂ حدیث کا سال تھا کوئی خاص مہمان آیا ہوا تھا حضرت قدس سرہٗ نے صبح ذکر کے بعد بندہ کے ذمہ یہ خدمت سپرد فرمائی کہ جب ۱۱ بجے چھٹی ہو تم فورًا بازار جاکر بریانی خرید لانا اور اس سلسلہ میں توشہ دان اور پیسے بھی عنایت فرما دیا بندہ درس میں چلا گیا اتفاق سے اس دن چوتھے گھنٹہ میں طحاوی شریف کی جگہ پر بخاری ہی شروع ہوگئی کہ دونوں کتابیں حضرت مولانا یونس صاحب مدظلہ کے پاس ہی ہوتی تھیں اور ساتھ ہی چھٹی بھی ۱۲ بجے کے بعد ہوئی جب میں حضرت کے پاس پہنچا تو مہمان کھانے سے فارغ ہو چکے تھے بلکہ حضرت قدس سرہٗ قیلولہ کے لئے لیٹ چکے تھے۔ مگر منتظر تھے۔ حضرت کے پاس سے طلبی آئی بندہ حاضر ہوا حضرت قدس سرہٗ نے بہت زور سے ڈانٹ پلائی کہ جب تم کو یہ نہیں کرنا تھا جب تم سے یہ کام نہیں ہو سکتا تھا تو تم نے اپنے ذمہ یہ کام کیوں لیا میرے مہمان تمہاری وجہ سے بھوکے رہے جب تو جانتا تھا کہ تو یہ کام نہیں کر سکتا تو تو نے یہ ذمہ داری کیوں لی مجھے کیوں پریشان کیا جا بھاگ جا یہاں سے بندہ نے عرض کیا حضرت ابھی چھٹی ہوئی ہے سیدھے حاضر ہو رہا ہوں حضرت قدس سرہٗ فورًا ہی خاموش ہو گئے اور محبت و شفقت سے فرمایا کھانا کھا لیا میں نے عرض کیا نہیں فرمایا جا ٹال میں کھانا کھالے ظہر کی نماز پڑھکر حضرت قدس نے مولانا یونس صاحب کے نام ایک پرچہ لکھوایا مجھے تو معلوم نہیں کہ حضرت نے کیا تحریر فرمایا باقی اتنی بات ضرور ہے کہ میں طلباء سے مار کھاتے کھاتے بچا تھا۔

۲۔۔۔ حاجی غلام رسول صاحب کلکتہ والے مع ۳۰-۳۵ رفقاء کے تشریف لائے ہوئے تھے کچے گھر کے دونوں چبوترہ پر دوپہر کا مہمانوں کا کھانا ہو رہا تھا جتنے انواع واقسام کے کھانے ان کے لئے تیار تھے سب ان کے سامنے رکھے گئے مہمانوں نے کھانا شروع کیا اور حضرت قدس سرہٗ اپنی چارپائی پر تشریف فرما ہر طرف ملاحظہ فرماتے رہے اور بار بار فرماتے لونڈو دیکھو کوئی رکابی خالی تو نہیں بھری ہوئی

رکابی سے مہمان نے کوئی ایک دو چمچہ لیا ادھر حضرت قدس سرہٗ کی نگاہ پڑی فورًا فرمایا کہ دیکھو فلاں رکابی خالی کیوں پڑی ہے حضرت قدس سرہٗ چاہتے کہ مہمان زیادہ سے زیادہ کھالے اور اس میں حضرت قدس سرہٗ کو جو ایک فرحت اور مسرت محسوس ہوتی اس کو دیکھنے والے ہزار ہا افراد اور جن پر خود بیتی ایسے بھی سیکڑوں بلکہ اس سے زیادہ موجود ہیں۔ غرضیکہ اپنے ایک خادم خاص مولانا.......... کو فرمایا جا تو یہاں سے بھاگ جا جب مہمانوں کو کھانا نہیں کھلا سکتا تو یہاں پر کیوں مسلط ہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے زور سے فرمایا نجیب اللہ جا تو باہر جا نفلیں پڑھ یہ نفلیں پڑھنے کی جگہ نہیں میرے مہمان بیٹھے ہیں ان کے سامنے رکابیاں خالی ہیں اور تو منہ تک رہا ہے بہر حال مہمانوں کے فارغ ہونے کے بعد حضرت قدس سرہٗ قریب بلاکر ڈانٹتے رہے اور فرماتے رہے دیکھو پیارو تم لوگوں کے کھانا نہ لانے کی وجہ سے میرے مہمان بھوکے اٹھ گئے اور حضرتؒ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں اللہ رے مہمان نوازی سنت ابراہیمی کی ابتدار۔

مدتوں روئیں گے ارباب وفا تیرے لئے عمر بھر کا داغ ہے یہ ایک دو دن کا نہیں

۳۔۔۔ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ ہجری کے آخری عشرہ کا قصہ ہے پاکستان کے ایک خاص مہمان ہمیشہ رمضان حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ سہارنپور میں گذارتے اور عید پڑھانے کے لئے عید سے دو چار یوم قبل چلے جاتے۔ ۲۴ یا ۲۵ ر رمضان المبارک کی شب کا قصہ ہے گھر کی مستورات حسب سابق حضرت قدس سرہٗ سے ملاقات کے لئے آئیں ان کے ساتھ بچے بھی آئے حضرت قدس سرہٗ کے اس حجرہ میں ان مہمان صاحب کا سالن رکھا ہوا تھا ان بچوں نے سالن کو صاف کر دیا اور چلے گئے جب مہمان کو کھانا دینے کا وقت آیا تو دیکھا کہ سالن کی رکابی صاف پڑی ہے ایک محترم نے حضرت قدس سرہٗ کو شکایت لگادی کہ فلاں مہمان کا سالن گھر کے بچوں نے صاف کر دیا جب انہوں نے مجھ سے سالن مانگا تو میں نے انکو بتلایا کہ سالن صاف ہے تو ان مہمان صاحب نے فرمایا ہے کہ کل تو میں جا ہی رہا تھا اگر ویسے ہی تم بھگانا چاہتے تھے تو کھانا بند

کرنے کی کیا ضرورت تھی مجھے تبلا دیتے میں چلا جاتا یہ نمک مرچ کے ساتھ خبر سن کر حضرت قدس سرہٗ پہلے تو تحقیق فرماتے رہے پھر بہت روئے کہ مہمان کو کتنی تکلیف ہوئی اس کے بعد پھر ہر ایک سے استفسار فرماتے رہے کہ کس نے کھایا کیسے کھایا تھوڑی دیر کے بعد حضرت قدس سرہٗ قدمچہ پر تشریف لے گئے وہاں سے وہاں سے فارغ ہو کر وضو کے لئے جب کرسی پر بیٹھے تو بندہ وضو کا برتن لے کر آگے بڑھا حضرت قدس سرہٗ نے برتن کو زور سے دھکا دیا اور بندہ کا دامن پکڑا پھر دامن چھوڑ کر ہاتھ پکڑ لیا اور خوب خفا ہوتے رہے اور فرماتے رہے آج تیری بزرگی نکالوں سالن کس نے کھایا جلدی بتا ۔ لاؤ جوتا لاؤ جلدی سے مجھے کوئی جوتا دو اسکی بزرگی نکالوں اور پوری ڈانٹ ڈپٹ کے دوران نگاہِ مبارک میرے چہرے پر رہی اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے وضو فرمایا اور اپنے معتکف میں تشریف لے آئے دو تین یوم کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے اجازت بیعت مرحمت فرمائی کما سیاتی۔

۴ـــــ ۲۹ رشوال ۱۳۹۵ھ ۴ رنومبر ۱۹۷۵ء یوم الثلثاء کا واقعہ ہے جو میری ڈائری میں لکھا ہوا ہے حضرت قدس سرہٗ کے یہاں ضعف کی وجہ سے ایک زمانہ سے ایک طریقہ چلا آرہا تھا کہ بیعت کراتے وقت کسی کو رفع صوت کے لئے متعین طور سے کھڑا کر دیتے ۔ آہستہ آہستہ حضرت قدس سرہٗ خود ہی زبان مبارک سے بیعت کے الفاظ ادا فرماتے جاتے اور وہ متعین شخص زور سے ان الفاظ کو دہراتا رہا اور جو لوگ بیعت ہونے والے ہوتے اسکو کہتے جاتے اس زمانہ میں یہ حقیر بیعت کے وقت رفع صوت کے لئے متعین تھا (اور الحمد للہ کہ اس خدمت کی سعادت کئی سال تک سہارنپور میں پھر مدینہ پاک میں بھی وقتاً فوقتاً نیز اسفار میں جو اخیر عمر میں ہوئے حاصل ہوئی) حضرت قدس سرہٗ کا یہ دستور بھی تھا کہ جب بھی کوئی بیعت ہوتا اسکو یہ چار باتیں پہلے تبلا دیتے چنانچہ حسب دستور میں نے وہ چاروں باتیں تبلائیں جو حسب ذیل ہیں:

جو حضرات حضرت سے بیعت ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں پہلے چند باتیں سن

حضرت فرماتے ہیں :۔

۱ پہلی بات یہ ہے کہ جو حضرات ہمارے اکابر میں سے کسی سے بیعت ہو وہ دوبارہ مجھ سے بیعت نہ ہو اور نہ میں اس کو بیعت کروں گا البتہ اگر معمولات وغیرہ کچھ پوچھنا چاہیں اور آگے بڑھنا چاہیں تو شوق سے دریافت کریں ۔

۲ دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص کسی پیر سے بیعت ہو اور ان کے وہ وہ پیر زندہ ہوں اور وہ مشائخ حقہ میں سے بھی ہوں تو وہ بھی دوبارہ بیعت نہ ہوں ۔

۳ تیسری بات یہ ہے کہ دیکھا دیکھی بیعت نہ ہوں بلکہ اگر پہلے سے بیعت کا ارادہ کر کے آئے ہوں تب ہی بیعت ہوں ۔

۴ چوتھی بات حضرت یہ فرماتے ہیں کہ میں اب دو چار دن کا مہمان ہوں (مرنے کے قریب بیٹھا ہوں) میرے جانے کے بعد (مرنے کے بعد) تم لوگ پوچھتے پھرو گے کہ میں اب کس سے رجوع کروں کس سے معمولات وغیرہ پوچھوں اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ ہندوستان کے اندر بکثرت مشائخ حقہ موجود ہیں استخارۂ مسنونہ کے بعد ان میں سے جس کی طرف طبیعت کا میلان ورجحان ہو ان سے بیعت ہو جائیں اور تبلیغی حضرات کے لئے حضرت یوں فرماتے ہیں کہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہو جائیں کہ حضرت جی سے تبلیغ میں بھی مدد ملتی رہے گی ان ساری باتوں کو سننے کے بعد جن حضرات کا ارادہ اب بھی حضرت ہی سے بیعت ہونے کا ہے وہ جو الفاظ کہلوائے جا رہے ہیں کہتے رہیں پھر بیعت کے الفاظ کہلوا دیتا اتفاق سے اس دن خط کشیدہ الفاظ کہ میں اب دو چار دن کا مہمان ہوں کی جگہ پر یوں کہدیا کہ اب میں رات بھر کا مہمان ہوں اس پر حضرت قدس سرہٗ فوراً خفا ہوئے مگر چونکہ میں بیعت کرانے میں لگا رہا اس وجہ سے یہ خیال نہ کر سکا کہ حضرت خفا ہو رہے بعد میں معلوم ہوا کہ جب میری زبان سے یہ الفاظ نکلے تو حضرت نے فرمایا کہ "بس بیٹھ جا میرے راز کو تو نے ظاہر کر دیا" بیعت کے بعد دعا ہوئی بندہ نے معمولات تبلائے پھر مغرب کا وقت قریب تھا یہ مجلس مدرسہ قدیم (دفتر) کے

میں ہوئی تھی اس لئے مغرب کی نماز میں لگ گئے۔ مغرب پڑھ کر حضرت قدس سرہٗ کچے گھر تشریف لائے بندہ بھی پیچھے پیچھے حاضر ہوا جب دروازہ پر پہنچے تو حضرت قدس سرہٗ نے ڈانٹ کر فرمایا نجیب اللہ کو اندر نہ آنے دو باہر کردو میں نے عرض کیا حضرت وہ جملہ بلاارادہ غیر اختیاری طور سے نکل گیا ہے میں نے قصداً نہیں کہا مگر حضرت یہی فرماتے رہے نکل جا جلدی نکل جا تعمیل ارشاد میں بندہ باہر چلا آیا اور مولانا نصیر الدین مرحوم کے کتب خانہ اختری میں جاکر مولانا ہی کے پاس بیٹھ گیا معلوم نہیں اندر حجرہ میں حضرت قدس سرہٗ سے کس کس نے میری صفائی پیش کی مگر عشاء کی اذان ہونے والی ہی تھی کہ یکے بعد دیگرے تین خدام خوشخبری لے کر آئے کہ چلو حضرت بلارہے ہیں یہ حقیر خوفزدہ تھا ڈرتے ڈرتے یا سلامؐ کا ورد کرتے اندر گیا حضرت قدس سرہٗ نے عشاء کی نماز بخار اور شدید ضعف کی بنا پر کچے گھر ہی میں پڑھی بندہ حضرت قدس سرہٗ کے آگے سترہ کے پاس کھڑا ہوگیا نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا نجیب اللہ بتا تو نے کتنی بے وقوفی کی تو نے میرا سربستہ راز کھولدیا تو ہی بتا کہ میں نے علی میاں کے اصرار کے باوجود اپنا پروگرام انکو نہیں لکھا (یہ جملہ اس لئے فرمایا کہ اس زمانہ میں قاری خط میں ہی تھا اور کبھی کبھی کاتب خط بھی) بندہ سر جھکائے خاموش سنتا رہا پھر مستورات کے لئے پردہ ہوگیا ڈھائی تین گھنٹہ کے بعد جب گھر کی مستورات کا پردہ ختم ہوا تو سارے خدام اندر آئے جب بندہ حاضر ہوا تو پھر فرمایا کہ نجیب اللہ تو ہی بتلا تو نے کتنی بڑی بے وقوفی کی رات بھر لوگ گلی میں مسلّط رہیں گے پھر سو گئے رات میں کئی مرتبہ کسی نے کنڈا بجایا حضرتؒ کو تو نیند آئی نہیں ہر دفعہ یہی فرماتے رہے (تفرنجیا) نجیب اللہ کو باہر کردو یہی سب سے مصافحہ کرآئے گا غرضیکہ اس کا اثر دوران سفر سرہند تک رہا حالانکہ ایک رات کاندھلہ میں بھی گذری مگر تأثر شدید تھا چونکہ جب کاندھلہ پہنچے تو پہنچتے ہی ایک صاحب سے فرمایا کہ میں تو آگیا ہوں نجیب اللہ کو مصافحہ کے لئے سہارنپور چھوڑ آیا ہوں جب کاندھلہ حاضر ہوا تو کچھ نہیں فرمایا البتہ سرہند میں پھر فرمایا اس کے بعد ڈرتے ڈرتے بارڈر پر جب مصافحہ کیا تو عرض کیا حضرت گستاخی معاف فرمادیں پھر

پھر رونے لگا حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا جا معاف ہے اللہ جل شانہٗ میرے حضرت قدس کی قبر کو اپنے انوار سے منور فرمائے جب یہ سطور لکھ رہا ہوں تو حضرت قدس سرہٗ خوب یاد آرہے ہیں۔

خدا جانے مجھے کیا دے کے ساقی نے پلایا ہے ؎ وہ کب کا جاچکا پھر بھی نظر آتا ہے محفل میں

اور حسب حال کسی کا یہ شعر بھی مناسب ہے ؎

نہ وہ دنیا ہے نہ دل ہے نہ وہ بادہ ہے نہ ساقی ؎ فقط اک درد ہے زندہ فقط اِک یاد ہے باقی

اللہ جل شانہٗ اس روسیاہ کو حضرت قدس سرہٗ کے حسن ظن کے مطابق آدمی بنادے اور حضرتؒ کے سامنے سرخرو بھی فرمائے اور حضرتؒ کے فرمودات اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ان واقعات کے برخلاف ایک واقعہ تحریر ہے جس سے حضرت قدس سرہٗ کی بلند اخلاقی تسامح و شفقت کا پتہ چلتا ہے۔

مدینہ پاک میں مدرسہ علوم شرعیہ میں ایک مرتبہ تقریباً رات کے بارہ بجے حضرت قدس سرہٗ لیٹ گئے بندہ حجرہ کے دروازہ پر بیٹھا کتاب دیکھتا رہا ایک خادم اپنے گھر چلے گئے اور مولوی نذیر الدین صاحب میرے ساتھ وہیں موجود رہے اتفاق سے مولوی نذیر الدین صاحب بھی علوم شرعیہ سے نکل کر باہر حرم نبویؐ کے اِردگرد کسی ضرورت سے نکل گئے اتفاق سے حضرت قدس سرہٗ کو استنجا کا تقاضا ہوا فوراً فرمایا کوئی ہے۔ بندہ نے عرض کیا نجیب اللہ پھر فرمایا اور کون ہے میں جلدی سے دوسرے کمرہ میں دوڑا چونکہ میرا خیال تھا کہ استنجاء فرمائیں گے دیکھا تو اس کمرہ میں بھی کوئی نہیں واپس آکر عرض کیا میں تنہا ہوں۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا مجھے قدمچہ پر بیٹھاؤ بندہ نے عرض کیا تنہا تو مشکل ہوگی حضرت کے گرنے کا خطرہ رہے گا باہر کسی کو دیکھتا ہوں مولوی نذیر الدین صاحب باہر ٹہل رہے ہونگے فوراً باہر نکلا مولوی نذیر الدین نہیں ملے فوراً دوڑ کر واپس آیا حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا تو میرا ایک ہاتھ پکڑ میں دوسرے ہاتھ کے سہارے سے چارپائی سے اترتا ہوں میں نے عرض کیا بالکل نہیں حضرت ہاتھ پر ضرب پڑنے کا خطرہ ہے میں اپنے دونوں ہاتھ

آپ کے پیچھے سے دونوں بغل میں ڈال اٹھا کر چارپائی سے نیچے اتارتا ہوں (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اس دن بندہ بولنے میں سب سے زیادہ جری اور گستاخ ہوگیا تھا) حضرت نے انکار فرمایا کہ نہیں تو صرف ایک ہاتھ پکڑ میں نے عرض کیا چارپائی ہی پر استنجاء فرمالیں میں بستر صاف کرلوں گا دھولونگا مگر اس طرح اتار کر خطرہ مول نہیں لے سکتا غرضیکہ جب حضرت قدس سرہٗ اصرار سے نہ رکے تو بندہ دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈالکر کسی طرح سے چارپائی سے تو نیچے اتار لایا لیکن اب دو میٹر پیچھے آکر تقریباً نصف میٹر اونچے قدمچہ پر بٹھانا ہے یہ مرحلہ بھی مشکل تھا بندہ اپنی سمجھ سے دونوں بغل میں ہاتھ ڈال کر اٹھانے کی کوشش کرتا اور حضرت قدس سرہٗ صرف ایک ہاتھ پکڑنے پر اصرار کرتے محض یہ اس لئے تاکہ میرے اوپر پورا بوجھ نہ پڑے کسی طرح قدمچہ کے ساتھ تک لے آیا اب تھا مرحلہ قدمچہ پر بیٹھنے کا میں نے یہ کوشش کی کہ حضرت کے دونوں بغلوں میں اپنے دونوں ہاتھ ڈال کر قدمچہ پر بٹھا دوں مگر حضرت قدس سرہٗ اپنے ہاتھوں سے اس قدر روکتے رہے کہ اس پر میں قادر نہ ہوسکا ادھر حضرت کا اصرار کہ ایک ہاتھ سے میں خود سہارا دوں اور ایک ہاتھ کی طرف سے بندہ سہارا دے۔ مگر حضرت قدس سرہٗ کی ناراضگی کی پرواکئے بغیر میں نے زور سے عرض کیا یہیں پر پاخانہ کرلیں مگر جس طرح آپ بیٹھنا چاہتے ہیں میں اس طرح قدمچہ پر نہیں بٹھاؤں گا اس میں ہاتھ پر ضرب آنے کا خطرہ ہے اس کے بعد حضرت روکتے رہے مگر بندہ باہر مولوی نذیرالدین کی تلاش میں نکل آیا۔ دوڑتے ہوئے مدرسہ سے باہر نکلا حرم نبوی کے صحن پر جب پہنچا تو مولوی نذیرالدین صاحب آتے ہوئے نظر آئے ان کو آواز دی وہ فوراً آئے اور ہم دونوں نے مل کر قدمچہ پر بٹھایا پھر وہاں سے فارغ کرا کر چارپائی پر لٹا دیا مگر قربان جائیے ہمارے حضرت قدس سرہٗ پر کہ جب مولوی نذالدین صاحب آئے تو انکو حضرت قدس سرہٗ نے نہ ڈانٹا نہ ڈپٹا نہ مارا بلکہ بہت ہی نرمی سے آہستہ سے فرمایا "کہاں چلا گیا تھا" اور کسی دوسرے کے سامنے اتنے بڑے واقعہ کا ذکر و تذکرہ تک نہ فرمایا بلکہ ایسا گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں البتہ ایک صاحب سے میری

تعریف کی کہ میں نے اسطرح کہا مگر نجیب اللہ نے اپنی سمجھ سے کام لیا ورنہ میرا ہاتھ تو ضرور ٹوٹ جاتا۔

۱۰— اس سلسلے میں تو حضرت قدس سرہٗ کے احسانات بے انتہا ہیں جب سے حضرت قدس سرہٗ کی خدمت مبارکہ میں حاضری ہوئی تب سے لے کر وصال تک ہمیشہ ہی کچھ نہ کچھ مرحمت فرمایا کرتے تھے رمضان المبارک میں کئی کئی مرتبہ عنایت فرماتے تھے جب سے بندہ حقیر مدینہ پاک میں مقیم ہوا کھانے کے لئے حضرت قدس سرہٗ کا دسترخوان تھا اس کے علاوہ ہر ماہ متعین طور پر جیب خرچ اور دیگر ضروریات کے لئے مرحمت فرماتے رہتے تھے جو عموماً پچاس ریال اور کبھی سو ریال بھی ہوا کرتا تھا اس سلسلہ کا ایک واقعہ خاص طور سے میری ڈائری میں لکھا ہوا ہے کہ حضرتؒ کو اپنے خدام کے ساتھ ساتھ خدام کے متعلقین کی بھی فکر ہوا کرتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ نے خاص طور سے تخلیہ میں فرمایا کہ نجیب اللہ یہاں تمہاری کوئی آمدنی ہے اس بندۂ حقیر نے نفی میں جواب دیا اس کے بعد اہل وعیال کے سلسلہ میں استفسار فرمایا میں نے عرض کیا صرف بیوی ہے بچہ تو کوئی ہے نہیں (الحمدللہ یہ تحریر جب لکھی جارہی ہے دو بچے ہیں اللہ جل شانہ' ان دونوں کو علم وعمل رشد وہدایت کے ساتھ عمر طبعی کو پہنچائے) وہ بھی اپنے والدین کے پاس اور ہمارے یہاں کے رواج کے مطابق والدین اس کے متکفل ہیں۔ لہٰذا جب میرے والدین اس کو اپنے گھر لے جاتے ہیں تو والدین اس کے متکفل ہوتے ہیں یہ سن کر حضرت قدس سرہٗ خاموش ہوگئے اس کے دوسرے یا تیسرے دن یکم مارچ ۱۹۷۹ء کو صوفی اقبال صاحب کی بدست حضرت قدس سرہٗ نے یکمشت (۹۰۰) نوسو ریال مرحمت فرمائے صوفی اقبال صاحب نے یہ ریالات عصر کی نماز کے بعد دیئے اس کے بعد بندہ نے عشاء کی نماز کے بعد جب کہ حضرت قدس سرہٗ کے پاس کوئی نہیں تھا ریالات کے ساتھ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت کا ہاتھ میں نے پکڑ لیا اور ریالات حضرت قدس سرہٗ کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے عرض کیا حضرت! یہ حقیر تو خاکروبی کے لئے خدمت اقدس میں پڑا ہوا ہے کھانا حضرت کے دسترخوان پر مل جاتا

ہے جیب خرچ بھی حضرت ہر ماہ مرحمت فرماتے رہتے ہیں پھر اتنی رقم کی مجھے کیا ضرورت
ہے میں اس کو کیا کروں گا اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا،، جا جا پیارے رکھ لے،،
اس کے بعد جب میری طرف سے اصرار ہی رہا تو حضرت نے فرمایا "سن پیارے اگر بے
مانگے بے طلب کے کچھ ملا کرے تو اس کو رکھ لیا کرتے ہیں انکار نہیں کیا کرتے ہیں بزرگوں اور
بڑوں سے سنا ہے کہ اگر بے مانگے کچھ آوے اور اس کو آدمی نہ لے تو ایسا ہوتا ہے کہ بعض وقت
آدمی کو ضرورت ہوتی ہے اور وہ مانگتا ہے مگر اس کو نہیں ملتا یا یوں فرمایا کہ اسکو مانگنے
کی ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے جا لے جا اللہ جزائے خیر دے تم لوگ میری اتنی بیگار اٹھاتے
ہو جا لے جا کام کر،، اس کے بعد بندہ سو گیا۔ ویسے حضرت قدس سرہٗ کا شاید ہی کوئی مہینہ
خالی جاتا ہو جس میں یہ نہ فرماتے ہوں کہ پیارے اگر کچھ ضرورت ہوا کرے (فلاں خادم) سے لیا
کرو میرے پیسے اس کے پاس رہتے ہیں مگر اس کی کبھی نوبت ہی نہیں آئی کہ مانگنا پڑے حضرت
قدس سرہٗ ضرورت کے بقدر بلکہ اس سے زیادہ ہمیشہ خود ہی مرحمت فرمایا کرتے تھے اللہ جل شانہٗ
ہمارے حضرت کی قبر کو نور سے منور فرمائے اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے حقیقت یہ ہے کہ
میری پرورش مادی اور روحانی دونوں طریقہ سے حضرت قدس سرہٗ ہی نے فرمائی تقریباً ۱۲
سال تک حضرت قدس سرہٗ ہی کا کھاتا اور پہنتا رہا اور اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ کی
برکت سے اب بھی کھا رہا ہوں۔ اسی طرح سے جب ہندوستان کا سفر ہوتا تو مدینہ
پاک میں بھی مرحمت فرماتے اور دہلی پہنچنے پر خاص مقدار میں مرحمت فرماتے غرضیکہ حضرت
قدس سرہٗ کو اپنے خدام کی ہر وقت فکر لگی رہتی تھی دوسرے کے متعلق بھی تحقیق فرماتے
رہتے تھے اسی سلسلہ کی کڑی اور یاد آئی یہ گستاخ ایک زمانہ سے پان کھاتا ہے (جس وقت
یہ تحریر لکھی جا رہی تقریباً دو ماہ سے پان چھوڑ رہا ہوں اللہ کرے اس کی لت پوری طرح
ختم ہو جائے) جب مدینہ پاک حاضر ہوا تو پان لگانے کی خدمت بھی میرے حصہ میں آئی
چنانچہ رات میں سونے سے قبل ۲۰-۲۵ ٹکڑے پانوں کے لگا کر ثلاجہ میں رکھ دیتا اور حضرت
قدس سرہٗ اس کو استعمال فرماتے رہتے۔ شروع میں یہ حقیر اپنے پان کے پتے دکان سے
خرید کر لاتا اور اپنا استعمال کرتا۔ حضرت قدس سرہٗ کو کسی نے یہ بات تبلا دی کہ نجیب اللہ

اپنا پان استعمال کیا کرتا ہے حضرت کے پان میں سے نہیں کھاتا اس کے بعد حضرت قدس
سرہٗ نے بلا کر فرمایا "سنا ہے تو پان کھاتا ہے ؟ بندہ خاموش رہا تو فرمایا پیارے میرے
یہاں تو بہت پان آتے ہیں میں تو اتنا پان نہیں کھاتا سنا ہے کہ تو دکان سے پان خرید
کر کھاتا ہے اب خریدا نہ کر اسی میں سے کھایا کر" اس کے بعد فرمایا تو اس لت میں کہاں
پڑ گیا" پھر حضرت قدس سرہٗ نے اپنا واقعہ سنایا جو آپ بیتی میں بھی آ چکا ہے کہ حضرت
شاہ یٰسین صاحب نگینوی حضرت امام ربانی رشید احمد گنگوہی کے لوگوں میں سے تھے
لمبا قصہ ہے جس کے آخر میں ہے کہ انہوں نے فرمایا "مولوی زکریا صاحب آپ حدیث پڑھاتے
وقت پان نہ کھایا کریں حضرت فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے پان حدیث کے اسباق
میں ایسا چھوٹا کہ کبھی یاد بھی نہ آیا یہ انکی توجہ کی برکت تھی اب سوچتا ہوں کہ کاش انہوں
نے یہی فرما دیا ہوتا کہ تم بالکل ہی پان نہ کھایا کرو تو اس لت سے جان چھوٹ جاتی
پھر فرمایا جا اب پان نہ خریدا کر اس کے باوجود اب مانع رہا کبھی کبھار ایک دو پان
برکت کے لئے کھا لیتا اس کے بعد متعدد مرتبہ حضرت نے استفسار فرمایا کہ اب تو پان خرید
کر نہیں لاتا بندہ نفی میں جواب دیتا پھر تو پان بھی حضرت قدس سرہٗ کے یہاں سے ہی ملنے لگا
حتیٰ کہ عمر کے آخری سالوں میں مزاحاً فرماتے تھے کہ سارا پان تو نجیب اللہ ہی کھاتا
ہے میں تو چند پان ہی کھاتا ہوں۔ اسی جگہ ایک اور واقعہ یاد آیا حضرت قدس سرہٗ کی
ڈاک مدرسہ کا ڈاکیہ لایا کرتا تھا اور حضرت کی ڈاک اور مہمانوں کی ڈاک مولانا نصیر الدین
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کر دیتا تھا پھر ڈاک یہاں سے حضرت کے پاس جاتی۔ رمضان
المبارک کے ایام تھے ایک دن ڈاک مولوی نصیر الدین صاحب کی بجائے مدرسہ کے ایک
محرر .... کے پاس پہنچ گئی اور انہوں نے بجائے اس کے کہ ڈاک حضرت کے
یا مولوی نصیر الدین صاحب کے حوالہ کرتا خود اپنے پاس رکھ لی ظہر کی نماز ہو گئی ڈاک
وہ محرر صاحب اپنے ساتھ لے گئے بندہ حضرت مولانا نصیر الدین صاحب کے پاس

ڈاک کے لئے گیا انہوں نے فرمایا کہ دفتر میں جاکر فلاں صاحب سے معلوم کرو دفتر میں چھٹی ہو چکی تھی وہ صاحب دارالطلبہ قدیم میں رہا کرتے تھے بندہ ان کے پاس گیا چونکہ انکے اخلاق عالیہ پہلے سے مشہور تھے بندہ نے نرمی سے پوچھا ڈاک آج نہیں آئی ؟ بس اس سوال پر انکا پارہ چڑھ گیا میری سائیکل کو اٹھا پھینکا اور میرے اوپر ہاتھ اٹھا کر رک گئے اور جو کچھ ذہن میں آیا سب کچھ فرما گئے بہرحال بندہ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کو سارا قصہ سنا دیا حضرت قدس سرہٗ تھوڑی دیر ساکت رہے پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا خفا نہیں ہوا کرتے لڑا نہیں کرتے اس نے مارا تو نہیں ہے ؟ میں نے عرض کیا نہیں الخ۔

اس قسم کے تو بہت سے واقعات ملیں گے اور پیش آئے جن میں سے چند نمونہ از خروارے نقل کر دیئے۔

۱۱—— اس حقیر کے ساتھ حضرت قدس سرہٗ کا تعلق شفقت کا رہا مدینہ پاک کے قیام کے دوران ایک مرتبہ فرمایا تمہارے نظام الاوقات کیا ہیں کیا کرتے ہو لکھکر لاؤ بندہ نے لکھکر ایک خادم کی معرفت حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے سنا دیا سن کر حضرت قدس سرہٗ خاموش رہے صرف اتنا فرمایا اللہ مبارک کرے۔

۱۲ سہارنپور میں ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ حضرت جب ذکر شروع کرتا ہوں تو شہوت پیدا ہوتی ہے اور جوں جوں ذکر میں زور اور انہماک ہوتا ہے شہوت میں بھی زیادتی ہوتی جاتی ہے اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا اسکی طرف دھیان نہ کیا کر ذکر کرتا رہ یہ کیفیت خود ہی ختم ہو جائے گی۔

۱۳ ایک مرتبہ عرض کیا حضرت وساوس بہت آتے ہیں تو فرمایا اسکی فکر نہ کیا کر اپنا کام کرتا رہ لاحول اور استغفار کثرت سے پڑھتا رہا کر جس گھر میں کچھ ہووے ہے

اسی میں چور داخل ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ عرض کیا کہ میرے اندر غصہ بہت ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ آجاتا ہے اس پر فرمایا "ہاں پیارے حق بات پر غصہ آنا تو ایمان کی علامت ہے باقی جب غصہ آیا کرے تو یہ تصوّر کیا کر کہ اللہ کے میرے اوپر کتنے احسانات ہیں اور ہم سے اس کا کتنا شکر ادا ہوتا ہے اگر وہ اس پر غصہ ہونے لگے اور پکڑ کرنے لگے پھر کیا ہوگا۔ ایک مرتبہ ایک خادم نے ایک صاحب کو دھکا دے کر زور سے دروازہ بند کر لیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ خادم کسی کام سے دوسرے دروازے سے باہر نکل گئے کمرہ میں حضرتؒ اور بندہ تھے حضرت قدس سرہٗ نے استفسار فرمایا کیا ہوا تھا اس نے کسی کو دھکا دیا بندہ نے حقیقت حال عرض کی اس پر فرمایا "ہاں پیارے تو کسی کو دھکا نہ دیا کر" بندہ نے عرض کیا حضرت میں کسی کو دھکا نہیں دیتا اس کے بعد حضرتؒ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا "یہ لوگ مجھ سے معلوم نہیں کتنی محبت سے کتنی دور دور سے ملنے آتے ہیں اور میں ان سے اپنی بیماری اور مجبوری کی وجہ سے نہیں مل پاتا اللہ ہی معاف فرمائے اگر وہاں پوچھ ہو گئی تو کیا جواب ہوگا پھر روتے رہے۔

حضرت قدس سرہ کی شفقت بہت زیادہ تھی چنانچہ جب یہ حقیر بسلسلہ حج پہلی مرتبہ یہاں مکہ مکرمہ حاضر ہوا اس وقت حضرت قدس سرہٗ مدینہ پاک میں تھے بندہ نے حضرت قدس سرہٗ کو ایک پرچہ لکھا جس کا جواب آیا عزیزم مولوی نجیب اللہ سلمہٗ بعد سلام مسنون اسی وقت تمہارا پرچہ پہنچا اور اسی وقت قاصد جا رہا ہے اس لئے نہایت عجلت میں یہ چند سطور لکھوا رہا ہوں تم نے جتنا اشتیاق یہاں (مدینہ) آنے کا لکھا وہ تو تمہاری محبت کی علامت ہے مگر اب حج کا زمانہ قریب آرہا ہے اور آنے جانے کی مشکلات بڑھ رہی ہیں خدا نہ کرے کہ اگر تم یہاں آبھی جاؤ تو واپسی کا راستہ بند ہو جائے اور حج بھی خطرہ میں پڑ جائے گذشتہ سال حج سے ۵ - ۶ دن پہلے جدہ کی سڑکیں لاریوں سے اس قدر اٹی ہوئی تھیں کہ حج کو جانے والے بھی جدہ سے مکہ دو دن میں پہنچے تم میری طرف سے عمرہ (طواف ہونا چاہیئے بظاہر کاتب کی غلطی ہے) کرتے رہتے ہو یہ تمہارا

احسانِ عظیم ہے جو تمہاری آمد سے میرے لئے یہ زیادہ موجب فرحت ہے کہ آنے کی ملاقات اور سرور وقتی ہے اور یہ دائمی فقط والسلام۔

۱۰ر نومبر ۷۷ء

مدینہ طیبہ

اس خط کے چند دنوں بعد دوسرا مفصل والا نامہ آیا جو درج ذیل ہے۔

عزیزم مولوی نجیب اللہ سلمہٗ بعد سلام مسنون کئی دن ہوئے حافظ مشتاق کے ذریعہ تمہارا پرچہ پہنچا تھا اور انہیں چونکہ جانے کی عجلت تھی لہٰذا مختصر جواب تو اسی وقت لکھوا دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ تمہارا ٹکٹ صرف چالیس دن کا ہے اور تم مزید قیام کرنا چاہتے ہو حاجی یعقوب صاحب نے اس کے متعلق لکھا تھا میں تو ان چیزوں سے واقف نہیں اور اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے کہ مجھے کبھی ایسی چیزوں سے سابقہ نہیں پڑا مگر یہاں دوستوں نے بتایا کہ بہت آسان مسئلہ ہے عزیز عبدالحفیظ اگر آ گئے ہوں تو آسان ہے ورنہ انکے مشیر خاص مولوی رضوان سے میری طرف سے کہدو کہ وہ تمہارے ٹکٹ کا نظم کر دیں اس کی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ کوئی جلدی جانیوالا جو طیارہ سے جانے والا ہو تمہارا ٹکٹ کسی واقف کے ذریعہ سے تبدیل کر سکتا ہے میرے مخلص دوست مولوی امیر حسن صاحب جو میری وجہ سے ایک سال سے یہاں مقیم تھے وہ حج کے بعد جلد جانا چاہتے ہیں اور طیارہ سے جانا ہے انکو یکطرفہ طیارہ کا ٹکٹ خریدنا ہوگا تم اپنا ٹکٹ مولوی عبدالحفیظ یا مولوی رضوان کے ذریعہ سے ان کے ہاتھ فروخت کر دو اس کے جو دام ہوں وہ تمہاری روانگی کے وقت کام دیں گے مگر میں وہمی آدمی ہوں اور یہاں کے حضرات سب بڑے جری ہیں میں نے تدبیر تو دوستوں کے بتلانے سے لکھ دی ہے مگر خود میری سمجھ میں اب تک نہیں آئی اسلئے ضابطہ کے خلاف تو کوئی چیز نہ کیجیو میری طرف سے عبدالحفیظ اور مولوی رضوان دونوں سے کہدیجیو کہ ایسی کوئی صورت اختیار نہ کریں جس سے بعد میں دقت اٹھانی پڑے مولوی یوسف (تتلا افریقی) یوں کہتے ہیں کہ بڑی آسان صورت ہے مکہ میں مسفلہ میں حج کمیٹی کا جو دفتر ہے وہ تبادلہ کر دیتی ہے اگر یہ

صورت ہو تو مجھے بھی اشکال نہیں خط لکھتے ہوئے معلوم ہوا کہ مولوی امیر حسن نے ٹکٹ ایک مہینہ ہوا خرید لیا تھا مگر مولوی تتلا وغیرہ احباب کی رائے یہ ہے کہ اگر تمہارا ٹکٹ خرید لیں تو وہ سستا پڑے گا مولوی یوسف تو بہت آسان بتا رہے ہیں مگر وہ تو میری وجہ سے اپنا حج ضائع کر رہے ہیں اور نہیں آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے مجھے اپنے دوستوں کے حج ضائع ہونے سے بڑا قلق ہے۔ والسلام

یکم ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ مدینہ طیبہ

بندہ جب حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ پہنچا تو پہنچتے ہی امتحان وابتلا پیش آیا جو ہے تو ۹ کے مناسب مگر یہ واقعہ چونکہ ان خطوط کے چند ہفتوں کے بعد پیش آیا اس لئے یہاں پر تحریر ہے میری ڈائری میں جو لکھا ہوا ہے وہ یہ ہے ۵ر دسمبر ۷۷ء ۲۵ر ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ پیر کے دن یہ حقیر حضرت جی مدظلہ کے قافلہ کے ہمراہ رابغ میں فجر کی نماز پڑھ کر چلا ظہر سے قبل مدینہ پاک حاضری ہوئی نماز ظہر کے بعد حضرت شیخ قدس سرہٗ کی زیارت وملاقات ہوئی کھانا کھا کر روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ عصر کی نماز کے بعد ایک خادم نے تبلایا کہ تمہاری ایک شکایت حضرت کے پاس پہنچی ہوئی ہے حضرت تم سے استفسار فرمائیں گے میں نے شکایت کی نوعیت معلوم کی تو بتلایا کہ مولانا منور حسین صاحب کا خط آیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ .... جب رمضان میں سہارنپور تشریف لائے تھے تو انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ حضرت شیخ سے فرما دیجئے گا کہ نجیب اللہ کو آپ نے اجازت بیعت دیدی بہت مبارک مگر اس کی میں نے ایک جھوٹ پکڑی ہے چنانچہ دوسرے دن جب کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ مدرسہ شرعیہ کے کتب خانہ میں (حجاج کرام کے اژدھام کی وجہ سے نمازیں ساری مدرسہ علوم شرعیہ کی پہلی منزل کی بالکونی کے پاس اور مجلس مدرسہ کے کتب خانہ میں ہوتی تھی کہ وہاں تک مسجد نبوی کی جماعت کی صفوف کا اتصال ہو جاتا تھا) تشریف لے جا رہے تھے حجرہ مبارکہ سے نکلتے ہی فرمایا تو نجیب اللہ ہے بندہ نے عرض کیا جی۔ فرمایا پیارے مدرسہ کا کیا رہا (بندہ جو ہندوستان میں مدرسہ میں تعلیم دے رہا تھا اس سلسلہ میں استفسار فرمایا) بندہ نے عرض کیا حضرت استعفاد ے کر آیا ہوں اب میرا اس مدرسہ سے کوئی تعلق نہیں اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا میرے پیارے! یہاں مدینہ پاک میں کوئی علمی کام

کی جگہ تو ہے نہیں اور میں اپنے ان متعلقین سے جو علمی کام کرنے کے اہل ہوں قطعًا مناسب نہیں سمجھتا کہ وہ یوں علم کو ضائع کریں میں فلاں فلاں ------------ سے بھی یہی کہتا رہتا ہوں کہ جاؤ ہندوستان میں علمی کام کرو مدرسے چلاؤ مگر وہ نہیں جاتے میری طرح جب ۷۸ سال کی عمر ہو جائے گی تو یہاں آکر پڑ جانا اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ خاموش ہو گئے دوسرے روز حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ العالی مفتی اعظم ہندوستان تشریف لائے میرے سلسلہ میں حضرت قدس سرہٗ اور حضرت مفتی صاحب کا تخلیہ ہوا اور تحقیق مفتی صاحب کی ذمہ ہوئی چونکہ وہ بزرگ بھی حج پر تشریف لائے ہوئے تھے حضرت قدس سرہٗ نے بندہ سے فرمایا ------------ سے ملاقات ہوئی ہے بندہ نے عرض کیا کہ روزانہ ۲-۳ مرتبہ ملاقات ہو ہی جاتی ہے صولتیہ میں ان صاحب کا قیام تھا وہاں بھی حاضری ہوتی تو ملاقات ہوتی بہت ہی محبت سے پیش آتے تھے پھر حضرت نے فرمایا کہ مدرسہ چھوڑنے کا قضیہ کب پیش آیا میں نے عرض کیا شعبان سے بہت پہلے پھر بندہ نے مولانا ------------ اور ان کے مدرسہ کو چھوڑنے کی وجوہ اور ان کے مکاتب کے طریقوں کو پوری وضاحت سے بتلایا نیز یہ بھی بتلایا کہ مدرسہ چھوڑتے وقت ایک مدرس نے جس کے ذمہ میرا قرض تھا کچھ پیسے دیئے اور یہ صاف بتلایا کہ جو قرض میرے ذمہ تمہارا تھا وہ یہ ہے اس کے بعد میری تنخواہ کا معاملہ رہ گیا میں نے جب مولانا ------------ سے اپنی تنخواہ کا مطالبہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ فلاں ------------ صاحب آپ کو تنخواہ دے چکے ہیں میں نے عرض کیا وہ تو میرا جو اس کے ذمہ قرض تھا وہ ادا کیا ہے چنانچہ کاغذی طور سے اقرار کہ یہ پیسے نجیب اللہ کے میرے پاس قرض کے ہیں ان صاحب کا مولانا ------------ کے پاس موجود تھا مگر مولانا ------------ اس بات پر مصر رہے کہ وہ تنخواہ کی رقم تھی چنانچہ اس سلسلے میں میری اور ان مولانا ------------ کی چند مرتبہ خط و کتابت بھی ہوئی اس معاملہ کو مولانا ------------ نے جھوٹ سے تعبیر کیا۔ چنانچہ اس لڑائی میں میں نے خاموشی اختیار کی اور مولانا موصوف کو لکھ دیا کہ میرے ذمہ جو بھی مطالبہ ہو وہ میں دینے کو تیار ہوں۔ موصوف مطالبات کرتے رہے چنانچہ مدینہ پاک سے میں نے ان کو کچھ روپے بھیجے اور اس طرح سے جاکر ان سے جان چھڑائی۔ ادھر حضرت قدس سرہٗ نے مولانا منور حسین صاحب کو لکھوایا کہ اجمال سے کام نہیں ہوتا جھوٹ کی تفصیل لکھیں۔ چند دنوں بعد وہ مولانا بذاتِ خود

مدینہ پاک آئے چنانچہ حضرت قدس سرہٗ نے مفتی صاحب کے ذریعہ مولانا ------------ سے دریافت کرایا تحقیق کے بعد حضرت مفتی محمود صاحب نے حضرت قدس سرہٗ کے پاس آکر جو رپورٹ دی وہ یہ تھی "کوئی خاص بات نہیں تھی" یہ صرف مولانا ------------ کی جدت طرازی تھی چنانچہ جب حضرت قدس سرہٗ کے سامنے بندہ حاضر ہوا تو حضرت اقدس نے ایک دوسرے خادم کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا " مارا شیر نکلا بھجنگا"۔ اس کے چند یوم کے بعد حضرت قدس سرہٗ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور یہاں سے ہی مولانا منور صاحب کو کارڈ لکھوا کر کسی حاجی کی بدست بھیجا کر ہندوستان جاکر اس کو ڈاک میں ڈالدینا اس میں حضرتؒ نے تحریر فرمایا مولوی ------------ خود آگئے تھے نجیب اللہ کے سلسلے میں میں نے تو نہیں بلکہ مفتی محمود صاحب سے تحقیق کرایا معلوم ہوا کہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ الحمد للہ کہ اس قضیہ سے اللہ جل شانہ نے باعزت بری فرمایا شاید یہ شعر حسبِ حال ہو ے

سچ پوچھئے تو نالۂ بلبل ہے بے خطا — یہ گلشن میں ساری آگ لگائی صبا کی تھی

۱۲ ——اس سلسلہ میں میری ڈائری میں اسی وقت کا جو لکھا ہوا ہے بعینہٖ درج ہے۔

آج شب ۲۷ ر رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ ۱۲ ر ستمبر ۱۹۷۷ء یوم الاثنین بوقت ۱۲ ر بجے شب دار الطلبہ جدید مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی ہندوستان کی مسجد میں تراویح کی نماز کے بعد حسب معمول سورۂ یٰسین شریف کا ختم ہوا اس کے بعد دعا ہوئی اس کے بعد فضائل درود شریف جب یہ مجلس ختم ہوئی تو حضرت اقدس سیدی وسندی وسیلۃ یومی وغدی مرشدی ومولائی قطب دوراں ریحانۃ الہند شیخ الحدیث مولانا زکریا (قدس اللہ روحہ وطاب ثراہ) نے فرمایا جلدی پردہ کھینچو (چونکہ حضرت قدس سرہٗ کے معتکف کے ارد گرد پردہ لگا رہتا تھا جو بوقت نماز و مجلس ہٹا دیا جاتا تھا) جب پردہ کھینچ دیا گیا تو حضرت نے فرمایا نجیب اللہ اور حسان دونوں آجائیں جب بندہ نزدیک ہوا تو فرمایا تو نجیب اللہ ہے؟ بندہ نے عرض کیا جی فرمایا قریب آجاؤ ہم دونوں قریب ہوئے فرمایا اور قریب آجاؤ ہم دونوں بہت ہی قریب ہو گئے پھر حضرت نے فرمایا " توکلاً علی اللہ میں تم دونوں کو اپنی طرف سے بیعت کی اجازت دیتا ہوں اللہ جل شانہٗ ترقیات سے نوازے مبارک فرمائے پھر مولانا حسان صاحب (مقیم حال مدینہ طیبہ) سے مخاطب

ہوتے ہوئے فرمایا میرے مرنے کے بعد حسان اگر تم کو کچھ پوچھنا ہو تو صوفی اقبال صاحب سے پوچھ لیا کرنا اور نجیب اللہ تمہیں اگر کچھ پوچھنا ہو تو مفتی محمود صاحب سے پوچھ لیا کرنا میرے رسائل کو مطالعہ میں رکھنا اور امداد السلوک اور تربیۃ السالک خاص طور سے مطالعہ میں رکھنا۔ جس وقت حضرت یہ جملے فرما رہے تھے اس وقت میں بیخودی میں تھا اور ایسی کیفیت معلوم ہوئی گویا کہ بجلی کا کرنٹ بدن میں لگ گیا کانپتے ہوئے اور روتے ہوئے بندہ نے حضرت کے پاؤں پر سر رکھ دیا حضرت نے سر کو ہاتھ سے اٹھاتے ہوئے فرمایا اس کی ضرورت نہیں جاؤ اللہ مبارک فرمائے پھر ہم دونوں معتکف سے باہر آگئے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ پیارے کچھ کرنے ہی سے آتا ہے اس کا بڑھانا تمہارا کام ہے اس کے بعد حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا واقعہ سنایا (جو مختلف کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے) کہ جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت امام ربانی کو اجازت دی تو فرمایا رشید احمد میرے پاس جو کچھ تھا وہ دیدیا اب اس کو بڑھانا تمہارا کام ہے "فرمایا پیارے جتنا کرو گے اتنا ہی پاؤ گے"۔

ایک مرتبہ فرمایا سن پیارے پیر اور شیخ کی مثال نلکے کی سی ہے جتنا نلکا کو چلاؤ گے اتنا ہی پانی نکلے گا۔ شیخ مبدأ فیض ہے جتنا کرو گے اتنا ہی فائدہ ہوگا اور اگر کچھ نہ کرو گے تو میری طرح کورے کے کورے رہ جاؤ گے۔ اللہ اکبر یہ تھی شان عاجزی وانکساری صحیح ہے من تواضع للہ رفعہ اللہ کیا مقام تھا دنیا جانتی ہے۔

۱۳—— حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں جب مدینہ پاک حاضری ہوئی تو حضرت نے جو کچھ فرمایا وہ ملا میں گذر چکا ہے اس کے علاوہ ایک بار مدینہ پاک ہی میں حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ پیارے میرے پاس یہاں کیوں وقت ضائع کر رہے ہو ہندوستان جاؤ وہاں کوئی کام کرو بندہ سر جھکا کر بیٹھ گیا دو چار قطرے آنسو بھی ٹپکے حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا میں نے ایک بات کہی اس پر رونے لگا پیارے یہ عمر تم لوگوں کے کام کرنے کی ہے جاؤ کہیں کام کرو میں تو بالکل بیکار ہو گیا اس لئے یہاں آکر پڑ گیا اس کے بعد تخلیہ میں بندہ نے عرض کیا حضرت! میری تمنا و آرزو یہی ہے کہ حضرت (قدس اللہ روحہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر

کو نور سے بھرے) جب تک حیات ہیں قدموں میں پڑا رہوں اس پر حضرت نے فوراً فرمایا پیارے قدموں میں کیا رکھا ہے پھر بندہ نے عرض کیا حضرت اگر نہیں ہوں گے پھر تو کرنا ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ نے جو مقدر میں لکھا ہوگا وہ ہوگا بعد میں آخر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے حضرت کو اللہ نے جب تک حیات دی ہے حضرت کو نہیں چھوڑوں گا اور یہ سب اس حالت میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت لیٹے ہوئے تھے اور بندہ سینہ کے قریب سر رکھے ہوئے تھا حضرت قدس سرہٗ دست شفقت سر پر پھیرتے ہوئے دعائیں دیتے رہے اور فرماتے رہے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو جزائے خیر دے میری وجہ سے تم لوگوں نے آرام و راحت چھوڑ رکھا ہے اپنی بیوی بچوں کو چھوڑ رکھا ہے اس کے بعد حضرت قدس سرہ نے پھر کوئی بات نہیں فرمائی ویسے میرے سامنے سہارنپور نیز مدینہ پاک میں متعدد احباب کو اپنی جگہ پر بیٹھ کر علم و عمل ذکر و شغل کی تاکید فرماتے رہے ہیں باقی رمضان المبارک گذارنے کے لئے تو تقریباً تمام ہی اجل خلفاء کو اپنی اپنی جگہوں پر جا کر کام کرنے کی تاکید فرماتے۔

۱۴—— اس سلسلہ میں نہ تو بندہ نے حضرت قدس سرہٗ سے کچھ عرض کیا اور نہ حضرت نے کبھی کچھ استفسار فرمایا۔

۱۵—— اس طرح کی کوئی بات اس حقیر سے نہ ہوئی اور نہ کچھ فرمایا۔

۱۶—— اس سلسلہ میں بھی حضرت قدس سرہٗ نے اس بندۂ حقیر سے کچھ نہیں فرمایا۔

۱۷—— اس سلسلہ میں مختلف اوقات میں مختلف احباب کو تنبیہ فرمانے کے متعدد واقعات پیش آئے چنانچہ ضلع سہارنپور یوپی کے دیہات میں مدرسہ سراج العلوم فتح پور بھادوں تھا جس کے سرپرست مولانا نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے حضرت قدس سرہٗ ان کے متعلق ان کے سامنے ان کی غیبوبت میں خطوط میں بہت مرتبہ فرمایا کہ اس کو مدرسہ کے سلسلہ میں مقدمہ لڑنا ایسا ہی ہے جیسے کھانے کے بعد چورن کہ جب تک .... مقدمہ نہیں لڑتا اس کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ مرحوم سے ایک مرتبہ باتوں باتوں میں بہت زور سے فرمایا پیارے .... تو جو مدرسہ کے مال سے مقدمات لڑتا رہتا ہے کسی مفتی سے فتویٰ بھی لے لیا ہے کہ اس مدرسہ کے لئے تو چندہ تو بہت کرتا ہے مگر سب کو مقدمہ میں لگا دیتا ہے اس پیسہ کو اگر طالب علموں

پر خرچ کرتا تو تیرے لئے بھی فائدہ ہوتا اور بچوں کے لئے بھی مگر تو سب کو ضائع کر رہا ہے۔

مدارس کے اندر اہلِ دل کی کثرت ہو وہاں ذکر و شغل قائم کرکے یہ فضا بنائی جائے اس سلسلہ میں حضرت قدس سرہٗ نے ایک خط مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری کو میرے ہی قلم سے لکھوایا تھا اس کی نقل میرے پاس موجود ہے وہ نقل کرتا ہوں۔

مکرم و محترم مولانا الحاج عبدالحلیم صاحب زاد مجدکم بعد سلام مسنون آج ہی عزیز مولوی نجیب اللہ کی معرفت گرامی نامہ ملا اور اسی وقت جواب بھی لکھوا دیا مجھے تو یاد پڑے ہے کہ آپ کے خط کا جواب لکھوا دیا تھا۔ مجھے تو کئی سال سے گرمی میں رمضان بہت سخت گذرتا ہے اور اس سال تو لائل پور (فیصل آباد) کی خبریں سن رہے ہیں کہ وہاں بہت گرمی ہو رہی ہے اللہ ہی رحم کرے ارادہ تو ضرور ہے کہ ۵ رشوال کو سہارنپور پہنچ جاؤں اور رمضان لائل پور میں گذرے مگر وہاں کی گرمی سے تو بہت ہی ڈرا رہے ہیں اور چونکہ (فیصل آباد کا) پہلا ہی سفر ہے اس لئے ہجوم بھی بہت ہے اللہ ہی رحم کرے۔ مجھے مولوی انعام (حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہ) کے خط سے آپ کی سرپرستی مظاہر علوم معلوم ہوگئی تھی اللہ بہت ہی مبارک کرے آپ کے فیوض سے اہلِ مظاہر اور مظاہر کو مالا مال کرے میری بہت دنوں سے خواہش ہے کہ دارالعلوم اور مظاہر علوم کے اہل شوریٰ میں کثرت اہلِ دل کی ہوا کرے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو ان کے زمانہ میں میں نے یہ لکھا تھا اور انہوں نے اس کو بہت ہی پسند کیا تھا اور اسی وقت قاری طیب صاحب کو بلا کر کہا تھا کہ اس کو تجاویز سرپرستان میں نقل کر دیا جائے مگر وہاں کی اکثریت پہلے سے اس کے ہم خیال نہیں تھی اس لئے میری تجویز غتر بود ہوگئی آپ کو تو اس کا پتہ بھی نہیں ہوگا میں بھی اس زمانہ میں (دارالعلوم) کی شوریٰ کا ممبر تھا میں نے اس کی یاد دہانی بھی کرائی تھی اور اسی زمانہ میں ڈاکٹر عبدالحئی صاحب اور حضرت رائے پوری کا نام بھی لکھوا دیا گیا تھا مگر حضرت رائپوری نے حاضری سے معذوری لکھدی تھی جس پر اہلِ شوریٰ نے مجھے لکھا تھا کہ وہ حاضری سے معذور ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا جواب معلوم نہیں (انہوں نے کیا دیا تھا) میری دلی خواہش یہ ہے کہ اگر اکثریت نہیں تو مساوات اہلِ دل کی ضرور ہونی چاہیئے کہ فتن اسی

سے دب سکتے ہیں خدا کرے دونوں مدرسوں کے ممبروں میں اس کا خیال بڑھ جائے۔ امریکہ کا سفر آپ کے لئے مشکل ہے وہیں سے دعا کرتے رہیئے لائیلپور کے متعلق میری رائے بالکل نہیں کہ آپ آویں کہ وہاں گرمی بہت ہے اگر امریکہ کی ہمت ہو تو یہی مشغلہ دین کا ایک رہ گیا ہے ہو آویں دعا میں اس ناکارہ کو بھی یاد رکھیں ضعف اتنا بڑھ رہا ہے کہ مسجد نبویؐ تک بھی جانے کی ہمت نہیں ہوتی فقط والسلام (حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب زید مجدہٗ)

بقلم نجیب اللہ ۲۴ر جون ۸۰ء

مدینہ طیبہ

اسی طرح سے ایک اور خط حضرت قدس سرہٗ نے اسٹینگر سے مولانا عثمان صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام جس وقت ان کو نیابت سپرد ہوئی تھی تو انہوں نے حضرت قدس سرہٗ کو خط لکھا تھا جس کے جواب میں حضرت نے انکو یہ والا نامہ تحریر کروایا تھا بندہ حقیر کے پاس اس کی نقل موجود ہے جس کے اندر بہت ساری باتیں آگئی ہیں افادۂ عام کے لئے وہ بھی تحریر ہیں۔

مکرم و محترم مولانا محمد عثمان صاحب زاد مجدکم بعد سلام مسنون گرامی نامہ مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۴ر رمضان آج ۲۷ر جولائی ۲۶ر رمضان کو پہنچ کر موجب عزت ہوا۔ میری طبیعت تو کئی سال سے بہت خراب ہے۔ اور بہت تعجب اس پر ہے کہ جو شخص اپنی صحت و قوت اور جوانی کے زمانے میں سہارنپور سے رائیپور اور نظام الدین یا چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ میوات چلا گیا ہو کہیں اور نہ گیا ہو وہ اس ضعف و پیری اور لب گور ہونے کی حالت میں دنیا بھر میں جھک مارتا پھر رہا ہے مگر جہاں جہاں کا رزق مقدر ہو چکا ہے وہ تو کھانا ہی ہے میں بہت زیادہ بیمار ہوں اور یہاں کی سردی میرے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ دو دو لحاف اور دو دو ہیٹروں کے سائے میں ایک مسجد میں صورت اعتکاف بنائے پڑا رہتا ہوں دارالعلوم میرے اکابر کا لگایا ہوا باغ ہے اس لئے ہر قسم کی ترقی موجب فرحت اور ہر قسم کا خزاں میرے لئے کلفت ہے دارالعلوم کے اختلافات کی چنگاری تو ۱۰-۱۲ برس سے سن رہا تھا مگر صد سالہ اجلاس کے بعد یہ چنگاری جوالا ہو کر پھوٹی ہے اس نے بہت ہی بے چین کر رکھا

ہے بلا توریہ بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ دارالعلوم کے موجودہ انتشار اور فساد سے جو بے چینی دل پر گذرتی ہے وہ اللہ ہی کو معلوم ہے یا میرے ان مخلص دوستوں کو جو شوریٰ کے ممبر ہیں اور میرے ان سے خصوصی تعلقات ہیں دارالعلوم کی صلاح و فلاح کے لئے دل سے دعا کرتا رہتا ہوں مگر بقول حضرت مدنی قدس سرہٗ کے کہ جب ان کو کوئی دعا کو کہتا تھا تو وہ جوش میں فرماتے کہ اگر میری دعا میں کچھ ہوتا تو انگریز کب کا منہ کالا کر چکا ہوتا اگرچہ حدیث پاک میں دعوت فلم یستجب لی کی ممانعت آئی ہے مگر اپنا حال مطعمہ حرام و مشربہ حرام فانی یستجاب لہ کا ہے دارالعلوم کے لئے تو بہت اہتمام سے خود بھی دعائیں کرتا ہوں اور دوستوں سے بھی کراتا ہوں اور آج سے آپ کے گرامی نامہ آنے کے بعد سے خصوصیت سے آپ کے لئے دعا کا وعدہ کرتا ہوں انشاء اللہ ضرور کروں گا اللہ جل شانہ آپ سے دارالعلوم کو اور دارالعلوم سے آپ کو بہترین سرخروئی عطا فرمائے اس اکابر کی یادگار کو آپ کی مساعیٔ جمیلہ اکابر کے نقش قدم پر چلانے میں ہوں۔ ہے تو بڑی گستاخی مگر اپنا ایک تجربہ آپ کو لکھتا ہوں انشاء اللہ اگر آپ اس کو اپنائیں گے تو اکابر کی نگاہ میں بھی سرخرو ہوں گے اور معاصرین بھی بے جا اصرار آپ پر نہیں کر سکیں گے۔

اس ناکارہ کا تعلق مدرسہ مظاہر علوم سے یکم محرم ۳۵ھ کو ہوا تھا اور مختلف ادوار سے گذرتے ہوئے ۹۵ھ میں مدینہ منورہ کا تابعیہ مل گیا تھا۔ اس ۶۰ سال میں مظاہر علوم کی مختلف خدمات۔ مدرسی۔ صدر مدرسی۔ مشیر ناظم۔ اور سرپرستی سارے مراحل گذرے مگر ان سارے مرحلوں میں اللہ کے فضل و کرم سے محض اس کی اعانت سے ایک اصول کا بہت پابند رہا کہ اپنے ذاتی تعلقات کی وجہ سے کسی ملازم یا طالب علم کی مدرسہ میں داخلہ کی سفارش نہیں کی۔ اس ۶۰ سال زندگی میں سیکڑوں واقعات طلبہ کے ایسے پیش آئے ہوں گے کہ مدرسہ سے ان کا اخراج ہو گیا اِن کے یا اُن کے سرپرستوں کے زور دینے پر میں نے صاف انکار کر دیا کہ مدرسہ میں سفارش کرنے سے معذوری ہے البتہ مدرسہ سے مخفی اس مُخرج کے کھانے کا انتظام میرے ذمہ ہے سفارش کسی اور سے کرا لو اور مدرسہ سے مخفی کا راز یہ تھا کہ اہل مدرسہ کو یہ خیال نہ ہو کہ ہمارے یہاں کے مُخرج کی یہ سرپرستی کر رہا ہے اسی طرح سے اپنے کسی مخالف کی چاہے اس سے مجھے کتنی ہی اذیتیں پہنچی ہوں میں نے مدرسہ سے اخراج کی کبھی کوشش تو درکنار اخراج میں ہمنوائی بھی نہیں

کی میری سرگذشت میری آپ بیتی میں جو ایک جنگل ہے سیکڑوں نکلیں گی غالباً آپ کی نظر سے بھی گذری ہونگی ان واقعات کا لکھوانا تو مجھ بیمار کے لئے بہت ہی دشوار ہے ایک الف لیلیٰ چاہیئے مگر میری آپ بیتی میں بہت سے قصے آ چکے ہوں گے نمونتاً دونوں لائن کے ایک ایک لکھواتا ہوں۔ دارالعلوم کی ۴۵ھ کی اسٹرائک میں میں نے مظاہر علوم کے سرپرستان کے یہاں کوشش کر کے یہ منظور کرا لیا تھا کہ دارالعلوم کا کوئی مخرج مظاہر علوم میں داخل نہیں کیا جائے گا اس زمانہ میں سیکڑوں واقعات اس کے خلاف میرے ساتھ پیش آئے اور یہ میرا اقدام دارالعلوم کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ بقول حضرت مدنی قدس سرہٗ کے اپنی بزدلی کی وجہ سے تھا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ مجھے بہت طعنہ دیا کرتے تھے کہ تم مظاہر والے جتنے بزدل ہو ہم دارالعلوم والے اتنے بزدل نہیں اور میں حضرت قدس سرہٗ کے سامنے اپنی بزدلی کا اقرار بھی بڑی خوش دلی سے کر لیتا تھا۔ دارالعلوم کے ۴۵ھ کے واقعہ میں بیسیوں بلکہ سیکڑوں طالب علم اور ان کے اکابر مظاہر علوم میں داخلہ کے لئے آئے۔ ہمارے مدرسہ کے ناظم حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نور اللہ مرقدہ ہر شخص سے یہ کہہ کر الگ ہو جاتے تھے کہ اس کا تعلق مجھ سے نہیں زکریا سے ہے اگر وہ منظور کر لے تو داخلہ ہو سکتا ہے ورنہ نہیں اس زمانہ کے بہت سے واقعات مجھ پر گزرے ایک واقعہ میرے ماموں زاد بھائی مولوی ادریس کاندھلوی کے چھوٹے بھائی موسیٰ مرحوم کا ہوا اس کے والد اس کو لے کر مظاہر میں آئے اور جب ناظم صاحب نے یہ کہہ دیا کہ اس کا تعلق مجھ سے نہیں زکریا سے ہے تو وہ بہت خوش ہوئے کہ معاملہ تو اپنے گھر میں آگیا۔ جب انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اس کا داخلہ کرنا ہے اور میں نے صاف انکار کر دیا تو وہ بہت ہی ناراض ہوئے اور مجھ سے بولنا بھی چھوڑ دیا۔ اور عزیز ادریس مرحوم پر جو اثر ہوتا وہ تو اور بھی قرین قیاس تھا ماموں جان مرحوم نے فرمایا کہ اگر حضرت تھانوی سفارش لکھدیں تب بھی تم داخلہ کر لو گے یا نہیں حضرت تھانوی کے ساتھ ماموں کے بڑے گہرے تعلقات تھے اور مجھے یقین تھا کہ یہ ضرور سفارش لکھوا لائیں گے میں نے ماموں جان سے کہا کہ اگر حضرت تھانوی نے صرف سفارش لکھی تب تو قبول نہیں کروں گا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول کرنے سے معذرت کر دی تھی البتہ اگر حضرت

تھانوی یہ تحریر فرمادیں کہ میں بحیثیت سرپرست حکم دیتا ہوں کہ اس کا داخلہ کرلیا جائے تو میں ضرور کرلوں گا اور اس کے بعد موسیٰ مرحوم کی نظیر کوئی پکڑے گا تو میں کہہ دوں گا کہ تو بھی حضرت تھانوی سے حکم نامہ لکھوالا - اور اس کے بالمقابل دوسرا واقعہ ہمارے مدرسہ کے ایک بہت اونچے آدمی جو حضرت مرشدی نور اللہ مرقدہٗ کے بھی بہت معتمد تھے مگر میرے والد صاحب سے بعض وجوہ سے ان کو پرخاش تھی جن کی وجہ سے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ اور مجھ سے بھی عداوت تھی ہم لوگوں کی بڑی بڑی شکایتیں جھوٹ سچ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں کرتے رہتے تھے والد صاحب کے انتقال کے بعد چچا جان کے نظام الدین چلے جانے کے بعد یہ ناکارہ ہی رہ گیا جس کی بہت ہی مخالفتیں جھوٹی سچی شکایتیں حضرت نور اللہ مرقدہ کے یہاں ہوتی رہتی تھیں آخر اکابر کی عداوت رنگ لائی اور انہوں نے حضرت کی مخالفت بھی اپنی علوشان پر شروع کردی۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے مظاہر علوم سے انکو نکال دیا تھیں نے حضرت کی خدمت میں اس مرحوم کی سفارش کی تو میرے حضرت قدس سرہٗ نے بڑی استعجاب اور حیرت سے فرمایا کہ تم بھی اس کی سفارش کرتے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت بڑے اخلاص سے حضرت کا تو کوئی دینی یا دنیوی نقصان نہیں ہوسکتا مگر اس شخص کا دین ودنیا دونوں برباد ہوجائے گا- دنیا کی بربادی کا تو کچھ قلق نہیں مگر میں دین کی بربادی کی وجہ سے عرض کررہا ہوں حضرت للّٰہ معاف فرمادیں- حضرت نے میری سفارش تو قبول نہیں فرمائی مگر میرا خیال ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کی نگاہ میں اس قسم کے واقعات سے میری وقعت بڑھتی رہی اس لئے آپ سے بڑی مؤدبانہ درخواست ہے کہ دارالعلوم کے معاملہ میں کبھی بھی اپنے ذاتی تعلقات یا ذاتی دشمنی کو حائل نہ ہونے دیں-

دوسری درخواست میری یہ ہے کہ دارالعلوم کے مالیات میں ہمیشہ اپنے آپ کو مالک الملک کے سامنے جواب دہی کے لئے تیار رکھیں میرے بڑے حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کا بہت مشہور ارشاد ہے جو بار بار حضرت نے فرمایا کہ میں مدرسہ کی سرپرستی سے جتنا ڈرتا ہوں اتنا کسی اور چیز سے نہیں ڈرتا ہم سرپرست لوگ مدرسہ کے مال کے مالک تو ہیں نہیں معطیان چندہ کے وکیل ہیں اگر کسی شخص کی ذراسی بددیانتی پر ہم لوگ اپنے تعلقات سے درگذر کریں تو اس سے تو معاف ہونے کا نہیں اس لئے کہ ہمیں معاف کرنے کا کیا حق ہے مگر ہماری پکڑ ضرور ہوجائے گی

اس لئے دارالعلوم کے مالی معاملات میں آپ اپنے کو بہت ہی بچائے رکھیں- میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے جتنے دنوں مدرسہ میں کام کیا اس کی تنخواہ نہیں لی میں نے اپنے مرشد حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد پر ابتداء میں لی تھی مگر بڑے حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ نے بحیثیت سرپرست مدرسہ میں لکھا تھا کہ تنخواہ بہت تھوڑی ہے کچھ اور اضافہ کردیا جائے جس کو میرے حضرت نے یہ کہہ کر منظور نہ کیا تھا کہ مدرسہ کے مصالحہ اس سے زیادتی کی اجازت نہیں دیتے مگر اعلیٰ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ جب اللہ توفیق دے تو مدرسہ کی تنخواہ چھوڑ دیجیو حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی اور محض اپنے فضل وکرم سے جتنے دنوں کی تنخواہ میں نے مدرسہ سے لی تھی وہ واپس کرادی اللّٰہم لك الحمد کلہ ولك الشکر کلہ اللّٰہم لا احصی ثناءً علیك - مجھے اس خط کے لکھوانے میں دقت تو بہت ہوئی اور دوران سر کی وجہ سے دیر بھی بہت لگی مگر جس اخلاص کی وجہ سے آپ نے اس روسیاہ ناکارہ کو دعا کے لئے لکھا اس سے متاثر ہو کر میں نے بھی اپنے ۶۰ سالہ تجربات میں سے چند لکھوا دیئے اللہ جل شانہٗ آپ کی مدد فرمائے دارالعلوم کو آپ سے اور آپ کو دارالعلوم سے فائدہ پہنچائے میری اس بے ربط تحریر سے خدا کرے کوئی تکدر آپ کو نہ ہوا ہو اگر ہوا ہو تو معافی چاہتا ہوں میں نے بھی محض اخلاص سے یہ طویل بکواس لکھوادی - فقط والسلام-

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہ

بقلم نجیب اللہ ۲۸ جولائی ۱۹۸۱ء اسٹینگر جنوبی افریقہ

۱۸ـــ حضرت قدس سرہٗ کی یہ ساری ادائیں ایسی ہیں کہ اگر کسی ادیب کا قلم بھی خامہ فرسائی کرے تو وہ ایک قطرہ ہی میں گم ہو کر رہ جائے گا چہ جائیکہ مجھ جیسا نابکار - کیا لکھ سکتا ہے۔

باقی عبادت میں حضرت قدس سرہ کا انہماک دیکھنے والی آنکھیں ہزاروں موجود ہیں کہ اگر نماز پڑھنے میں لگے تو کأنّہم علی رؤسہم الطیر کا منظر پیش کر رہے کہ جب معذوری ہوگئی تو بیٹھ کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گھنٹوں دو دو رکعت میں گذر گئے نہ حرکت ہے نہ کچھ اور- ادب کا یہ عالم کہ پاؤں تو پاؤں جب آدمی آلتی پالتی بیٹھتا ہے تو انگلیوں کا رخ یقیناً سامنے کی جانب

ہوتا ہے مگر حضرت قدس سرہٗ کو یہ بھی گوارہ نہیں کہ انگلیاں روضۂ اطہر کی جانب ہوں۔ گرمی کے دن ہیں سفر میں ہیں اور کمال یہ ہے کہ روزہ سے ہیں کہ ہند سے بلاد حرام تک اسی حال میں سفر ہو خدام متعلقین بار بار عرض کرتے ہیں کہ کچھ کھا پی لیں مگر نہ تو کچھ نوش فرمایا نہ بھوک و پیاس کا اظہار اور تازگی کا یہ عالم کہ صحت مندوں سے زیادہ چست چاق و چوبند کیا مجال کہ ذرا سی کوئی نقل و حرکت بھی ایسی ہو جس سے کوئی پریشانی ظاہر ہو۔ روضہ اقدس کے پاس اقدام عالیہ میں اس کے بعد جب ترقی درجات اور ہوئی تو باب عمر پر تشریف لے آئے کہ کس منہ سے روضہ کے قریب جاؤں اور بیٹھوں ایسی حالت سے بیٹھتے کہ سر جھکائے گھنٹوں گذر جاتے اسی حالت میں راز بھی ہوا نیاز بھی ہوا مگر اللہ رے ان کی شان ذرا سی حرکت بھی نہ کی۔ بیمار ہیں بخار ہے دیگر امراض لاحق ہیں مگر مجال کہ ذرا بھی شکوہ زبان پر آئے نہ آہ ہے نہ کراہ بلکہ ادھر ہی لو لگی ہوئی ہے اور بزبان حال گویا کہ فرما رہے ہیں ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی ہے — حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کوشش پر کوشش مجاہدہ پر مجاہدہ تہجد کے لئے اتنا پہلے بیدار ہوتے کہ حوائج سے فارغ ہو کر حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر موجود ہیں اس کے بعد اذان تہجد ہوتی ہے پھر دروازہ کھلتا ہے اور اگر خدانخواستہ اذان ہو گئی اس کے بعد حجرہ سے نکلنا ہوا پھر تو پریشانی کا عالم نہ پوچھئے مضطرب و بے چین ہیں کہ اذان ہو گئی تاخیر ہو گئی اور یہ معمول کوئی ایک دو دن کے لئے نہیں بلکہ دائمی تھا۔ مضبوط اعصاب کے خدام تھک جاتے مگر حضرت قدس سرہ کی ذات اقدس پر ذرا سا بھی تکان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جب مسند مشیخت پر تشریف فرما ہوتے تو جاہ و جلال رعب و دبدبہ ایسا ہوتا کہ لوگوں کے سر نیچے سے اوپر کم اٹھتے تھے حضرت قدس سرہٗ خاموش مجمع پر توجہ فرماتے ہوتے اور مجمع حسب توفیق و استطاعت اکتساب فیض کر رہا ہوتا ہر وقت کے حاضر باش خدام کو بھی دم مارنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ لیکن جب خصوصی مجلس ہوتی تو اس میں ایسی بے تکلفی سادگی دلجوئی کہ میرے لئے تحریر میں لانا مشکل۔ چنانچہ متفرق واقعات کچھ ڈائری سے کچھ یادداشت سے سپرد قلم ہیں۔

(۱) ۱۱ر شوال ۹۵ھ شب جمعہ سہارنپور بندہ کی طبیعت کئی دنوں سے خراب تھی اس لئے

حضرت قدس سرہٗ کی کوئی خدمت نہیں ہو پا رہی تھی عشاء کی نماز کے بعد کا وقت تھا حضرت قدس سرہٗ کو استنجاء کی حاجت ہوئی قدمچہ پر دو خادم بازو میں ہاتھ ڈال اور ایک پاؤں پکڑ کر بٹھا دیتا چنانچہ کچے گھر میں قدمچہ پر بٹھانے کے لئے بندہ آگے بڑھا تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا تو ہٹ تو کہاں بندہ نے عرض کیا حضرت اب تو ٹھیک ہو گیا ہوں اٹھا بٹھا سکتا ہوں اس پر بہت ہی مسرور ہوئے۔

(۲) ۴ر شوال ۹۵ھ ۱۰ر اکتوبر ۷۵ء مغرب کی نماز کے بعد جب حضرت قدس سرہ کچے گھر میں پہنچے تو مولوی بھائی سلمان ابن مفتی یحییٰ صاحب آئے اور عرض کیا کہ مفتی محمود صاحب روزہ سے تھے ان کو گھر لے جا کر کھانا کھلا دوں حضرت قدس سرہٗ نے فوراً فرمایا۔ ضرور لے جا جلدی کھلا دو" پھر موجودین خدام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا" مجھے تم لوگوں نے پہچانا ہی نہیں میں تو کسی کام کا آدمی تھا۔

(۳) عشاء کی نماز کے بعد خدام کی مجلس تھی دسترخوان لگا ہوا تھا چونکہ یہ مجلس بہت ہی بے تکلف ہوا کرتی تھی چنانچہ ایک صاحب ذرا زیادہ ہی تکلف کرنے لگے تو حضرت قدس سرہ نے گلوگیر ہو کر فرمایا" اللہ کی شان میرے سارے اکابر مجھ سے محبت کرتے تھے اللہ معاف کرے میں جب سوچتا ہوں کہ آخر میرے اندر کیا بات تھی جس سے سب محبت کرتے تھے تو مجھے تو کوئی بات سمجھ میں آئی نہیں بتاؤ بے لونڈو؟ کیا میں تم جیسا آدمی نہیں اس کے بعد کاندھلہ کے ایک صاحب کا قصہ سنایا جو عزیز ہوتے تھے مگر حضرت قدس سرہٗ سے خفا تھے مگر اب تو وہ مرحوم ہو چکے وہ اپنی آخری عمر میں سہارنپور آ کر پڑ گئے تھے (اور کہتے رہے کہ بس اب تو اسی گھر میں مروں گا)۔

(۴) ۱۴ر شوال ۹۵ھ ۲۱ر اکتوبر ۷۵ء یوم الثلثاء کو فرمایا "سنو بے لونڈو! بھنڈیاں جو ہوتی ہیں اس کو کھانا لونڈا جننے کے لئے بہت مجرب ہے حکیم یعقوب صاحب (والد محترم حکیم ایوب صاحب) کو لوگ یوں کہا کرتے تھے کہ مولوی بھنڈیاں کھاتا ہے اس لئے صرف لڑکا ہی جنتا ہے۔

(۵) حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ کے اوصاف عالیہ و محبت کا تذکرہ فرماتے

ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مدنی قدس سرہٗ تشریف لائے میں کسی گہری سوچ میں تھا (راقم کی ڈائری میں وہ بات تحریر نہیں) حضرت نے آتے ہی برجستہ فرمایا ؎

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری — چاہے ہیں سو آپ کریں عبث ہمیں بدنام کیا

ہمارے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت مدنی کے یہ فرماتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے ذہن و دماغ پر کوئی گرہ لگادی تھی وہ فوراً کھل گئی پھر وہ سوچ آئی ہی نہیں۔

(۶) بھائی شمیم صاحب ناظم مدرسہ صولتیہ اپنے دو صاحبزادوں بھائی حشیم وزعیم کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے ۱۹؍شوال ۹۵ھ کو مولانا سلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خط آیا جس میں بھائی حشیم وزعیم کے لئے ایک خط اخبار کا تراشہ۔ ڈاک کا نیا ٹکٹ تھا حضرت قدس سرہٗ نے یہ چیزیں دیکھ کر فرمایا "بھائی سلیم نے اس لئے یہ لکھا اور یہ سب بھیجا کہ کہیں لونڈا ہندوستان جاکر مکہ کو نہ بھول جائے پھر فرمایا کہ عربوں کا ایک بہت پرانا مقولہ ہے مَن دخل فی ہندوستان۔ واکل الانبذۃ والبان۔ نسی الاھل والاوطان اس پر مجلس کشت زار بن گئی۔

(۷) فرمایا ایک مرتبہ حضرت مدنی قدس سرہٗ۔ مفتی کفایت اللہ صاحب۔ اور چند اکابر (کاندھلہ یا گنگوہ فرمایا صحیح یاد نہیں) کسی بزرگ کے یہاں کھانے کے لئے گئے دروازہ میں داخل ہوتے ہی سالن کی پتیلی پر نظر پڑ گئی حضرت مدنیؒ نے ازراہِ مزاح پتیلی اٹھا کر پینا شروع کردیا کسی نے کہا حضرت یہ کیا کررہے ہے فرمایا مولویوں کا مال جتنا مل جائے اس کو خوب وصول کیا کرو۔ اوکما قال۔

(۸) متعدد مرتبہ یہ قصہ سنایا کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ اور چچا جان مولانا الیاس صاحب اور میں حضرت امام ربانی کی صاحبزادی محترمہ حافظ یعقوب صاحب کی والدہ صاحبہ سے ملنے گئے صاحبزادی صاحبہ کو چونکہ ہم سے تعلق بہت زیادہ تھا اس لئے گھر کے اندر ہی بلالیا کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا گیا حافظ یعقوب صاحب سالن دستر خوان پر رکھ کر جب روٹی لینے گئے تو حضرت مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا سالن صاف کردو ہم لوگوں نے سالن صاف کردیا وہ روٹی لے کر آئے دیکھا کہ سالن صاف ہے جاکر اپنی والدہ صاحبہ سے شکایت کی کہ سالن ان لوگوں نے صاف کردیا جب تک کہ روٹی بھی سب بلا سالن کے کھا چکے تھے صاحبزادی صاحبہ

نے کچھ سالن بھیجا جب حافظ صاحب آئے تو دیکھا کہ روٹی بھی ختم ہے پھر واپس جاکر والدہ صاحبہ کو یہ قصہ سنایا اس پر صاحبزادی صاحبہ دروازہ پر پردہ کی اوٹ سے کھڑی ہو کر فرمانے لگیں "ابے تم لوگ سارے کہلاتے تو ہو مشائخ اور بچوں جیسے کام کرتے ہو اس پر حضرت مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا" اماں جی ہم تو آپ کے بچے ہی ہیں اس گھر کے تو ہم ہمیشہ بچے ہی رہیں گے (یہ واقعہ شاید آپ بیتی میں بھی ہے)۔

(۹) ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ حضرت سہارنپوری حضرت اقدس مدنی حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدھم کے واقعات حالات شفقتیں سنا رہے تھے اور گریہ خوب خوب طاری تھا اسی کے درمیان ایک آہ اور درد کے ساتھ یہ اشعار سنائے۔ ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمل تھا — ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں اک شور تھا غل تھا
جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا جز خارِ گلشن میں — بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گُل تھا

(۱۰) ۲۵؍شوال ۹۵ھ ۳۱؍اکتوبر ۷۵ء کی صبح فجر کی نماز کے بعد سہارنپور میں حاجی شاہ کے قبرستان میں اکابرین کے قبور پر تشریف لے گئے خدام و ذاکرین کی کافی تعداد تھی وہاں سے جب فارغ ہوکر واپس تشریف لانے لگے تو اسی جگہ پر ٹھہر کر حضرت مفتی محمود صاحب۔ مولانا منور حسین صاحب کو بلایا اور فرمایا "کہو جی یہ بڑے بڑے قبے کیا ہیں بہت لمبے لمبے جو مجھے نظر آئے اس پر مولانا منور حسین صاحب نے فرمایا قبولیت کی علامت ہے، پھر مفتی محمود صاحب سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہو جی مفتی جی! ہم لوگوں کا کچھ ان مردوں کا پہنچتا بھی ہے اس پر حضرت مفتی محمود صاحب نے برجستہ فرمایا یہاں والے ڈاکیہ تھوڑے ہیں (مطلب یہ تھا کہ یہاں ڈاک میں ڈاکیہ گڑبڑ کردیتا ہے مگر وہاں تو ایسا نہیں ہوتا کہ وہاں کے ڈاکیہ فرشتے ہیں)۔

(۱۱) ۲۹؍شوال ۹۵ھ ۴؍نومبر ۷۵ء شب یوم الثلثاء کو حضرت قدس سرہٗ نے کچھ ملاحظہ فرمایا صبح کو خدام سے فرمایا کہ "رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکریا سے فرمایا کہ وہ تیری کتاب جو تو نے عربی زبان کی فضیلت پر لکھی ہے سناؤ"، حضرت شیخ نے فرمایا کہ بھائی یاد رکھنا عربی زبان کی فضیلت پر ایک رسالہ مدینہ طیبہ پہنچ کر لکھا ہے چنانچہ فضائل زبان عربی کی تالیف مدینہ میں ہوئی۔

(۱۲) جس زمانہ میں یہ حقیر ضلع فرخ آباد کے ایک مدرسہ میں پڑھا رہا تھا وہاں کے ایک متدین بزرگ جو مولانا منت اللہ رحمانی سے بیعت تھے اور ان کا میرے پاس اکثر آنا جانا ہوتا رہتا تھا حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بندہ کے ذریعہ متعارف ہوئے انہوں نے سہارنپور چلنے اور حضرت قدس سرہٗ سے ملاقات کی تمنا ظاہر کی چنانچہ ایک دفعہ اس حقیر کا پروگرام سہارنپور کا بن گیا چنانچہ اس حقیر نے ان صاحب سے ذکر کیا کہ فلاں تاریخ کو سہارنپور کا پروگرام ہے موصوف نے ہفتہ عشرہ کی (چونکہ وہ سرکاری ملازم تھے) رخصت لی اور میرے ساتھ سہارنپور کے لئے روانہ ہوگئے رات میں وہاں پہنچے مدرسہ مظاہر علوم کے دفتر میں جو مہمان خانہ ہے اس میں قیام رہا صبح کو ذکر کی مجلس میں شریک ہوئے اس کے بعد چائے سے فارغ ہوکر حسب دستور سب لوگ باہر آگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کہ حضرت قدس سرہٗ ڈاک لکھوا رہے تھے بندہ ان کے ہمراہ حاضر ہوا اور ان کا تعارف کرایا وہ صاحب حضرت قدس سرہٗ کے قریب مراقب بیٹھ گئے اور تقریباً ایک منٹ کے بعد ہی پریشانی کے عالم میں بہت ہی سرعت کے ساتھ اٹھ کر باہر نکل گئے اور وہ جاکر کتب خانہ پر بیٹھ گئے بندہ بھی جلدی سے ان کے پیچھے گیا کہ خدانخواستہ کوئی بات تو نہ ہوگئی کہ اتنی جلدی وہ اٹھ کر چلدئے چنانچہ جب میں کتب خانہ پہنچا تو وہ سر جھکائے ساکت وصامت بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ تھوڑی دیر تو ان کے پاس خاموش بیٹھا رہا اس کے بعد ان سے کہا خیریت تو ہے بہت جلد اٹھ کر آپ آگئے انہوں نے سر اٹھایا اور آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھتے رہے تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے کہا مولانا کیا بتاؤں ماشاء اللہ آپ کے پیر تو بہت ہی اونچے ہیں میں نے ان سے کہا اس میں کیا شک پھر میں نے جلدی باہر آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتلایا کہ جب میں سر جھکا کر حضرت کا فیض حاصل کرنے کے لئے متوجہ ہوا تو دل پر حضرت کی طرف سے اس قدر انوار کا ورود ہوا کہ سانس گھٹنے لگا میں فوراً وہاں سے بھاگا اگر نہ بھاگتا تو خدانخواستہ میری تو روح نکل جاتی پھر وہ رات سے صبح تک کی کیفیات بتلاتے رہے کہ رات جب میں مدرسہ میں ٹھہرا تو ہر طرف انوار ہی انوار نظر آتے رہے اور صبح جب ذکر کی مجلس میں شریک ہوا تو اس مجلس کی کیفیت مولانا صحیح بات یہ ہے کہ میں آپ سے بیان نہیں کرسکتا اس کے بعد

میں نے حضرت قدس سرہٗ سے ان کی ساری باتیں عرض کردیں حضرت نے بہت ہی استغناء سے فرمایا ان کو کچھ معلوم ہوا ہوگا مجھے تو کچھ پتہ نہیں پھر فرمایا کہ ان سے ضرور ملانا چنانچہ انکو حضرت قدس سرہ سے ملایا حضرت ان سے محبت سے بہت ساری باتیں کرتے رہے وہ صاحب دوسرے ہی دن وہاں سے دلی کے لئے روانہ ہوگئے کہ وہاں سے انکو کہیں اور جانا تھا۔

(۱۳) مہمان نوازی کے سلسلہ میں واقعہ یاد آیا کہ مولانا عمران خانصاحب بھوپالی جب کبھی حضرت قدس سرہٗ سے ملنے سہارنپور آتے تو حضرت قدس سرہٗ ان سے بہت ہی بے تکلفی میں معاملہ فرماتے۔ مولانا موصوف کو ہر نوع کی چیزیں پیش کرتے خدام سے فرماتے اور لاؤ ارے دیکھو مولانا کی رکابی خالی ہے غرضیکہ مولانا کو اصرار کرکے خوب کھلاتے اور اتنا کھلاتے کہ مولانا بار بار فرماتے حضرت بس اب گنجائش نہیں رہی۔ اکرام ضیف کا یہ عالم تھا کہ جب سید محمد علوی مالکی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے جشن صدسالہ سے واپس سہارنپور تشریف لائے تو حضرت قدس سرہٗ نے ان کے لئے جیسا کہ میری ڈائری میں لکھا ہے ۷۷-۳-۷، انواع واقسام کی چیزیں رکھوائیں۔ اس میں سنگھاڑے بھی تھے انہوں نے تعجب سے عربی میں پوچھا یہ کیا چیز ہے اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا ہذا ذوالشوکتین اور ساتھ ہی فرمایا کہ شیخ انعام الحسن امیر تبلیغ اسکو ذوالقرنین فرماتے ہیں تم ان دونوں ناموں میں سے جو کہو اس پر وہ اور انکے ساتھ جو اخبار کے ایڈیٹر تھے (جو ان کے ساتھ ہی مکہ سے آئے تھے) خوب ہنسے۔ جب وہ سہارنپور سے روانہ ہونے لگے تو کچھ سنگھاڑے ان کو ہدیہ ایک ٹوکری میں بند ہوا کر مرحمت فرماتے کہ یہ جلدی خراب ہونیوالی چیز نہیں ہے آپ کا اگر جی چاہے تو اس کو مکہ مکرمہ ضرور لے جائیں اور وہاں پر دوستوں کو کھلائیں۔

(۱۴) سب سے پہلے حضرت قدس سرہٗ کو اٹھانے کا واقعہ مدرسہ قدیم کی مسجد کے دروازہ پیش آیا حضرت قدس سرہ مجلس کے بعد مغرب کی نماز کے لئے اپنی کرسی پر مسجد تشریف لائے چونکہ حضرت سہارے کے بغیر نہیں چل سکتے تھے اور اس وقت جب کہ کرسی مسجد کے دروازہ پر رکی میرے اور مولوی یوسف متالا کے علاوہ کوئی اور نہ تھا اور تیسرا آدمی کرسی چلا رہا تھا بہرحال داہنی طرف سے مولوی یوسف متالا اور بائیں طرف سے بندہ نے

کرسی سے اٹھایا حضرت قدس سرہٗ کرسی سے اتر کر سہارے کے ساتھ پیدل مسجد کی طرف چلے جوتے آتارنے کی جگہ پر میری طرف متوجہ ہوئے چونکہ میرا قد چھوٹا تھا میں دُبلا پتلا بھی تھا اس لئے میری جانب سے حضرت نیچے جھکے ہوئے تھے اور مولوی یوسف صاحب کی طرف سے اوپر تھے بہر حال جوتا اتارتے ہوئے مولوی یوسف سے فرمایا یہ کون ہے مولوی یوسف صاحب نے کوئی جواب دیا پھر حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا " میرے ساتھ تو کہاں پھنس گیا تو کون ہے کہاں کا ہے ؟ پھر فرمایا عشاءٗ بعد کچھ گھر میں آنا چنانچہ بندہ عشاء بعد حاضر ہوا قربانی کے گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا حضرت قدس سرہ نے اپنے دست مبارک سے منہ میں دیا اور پھر ایک ٹکڑا ہاتھ میں اور فرمایا حافظ جی (حافظ صدیق صاحب) اس لونڈے کو مٹھائی کی کوئی ڈلی دے دو اس نے مجھے آج اٹھایا ہے اس کے بعد سے عشاء بعد کی مجلس میں کبھی کبھی میری حاضری شروع ہوگئی۔

(۱۵) امانات کی حفاظت اور راز کی باتوں کو راز میں رکھنے کا حضرت قدس سرہ کے یہاں بڑا ہی اہتمام تھا۔ خود تو کبھی اس قسم کی کوئی بات کرنا یا کسی کا راز افشاء کرنا میرے علم میں نہیں کہ حضرت قدس سرہٗ نے خود کبھی ایسا کیا ہو اور نہ ہی دوسروں کے لئے اس کو برداشت کرتے تھے چنانچہ اس سلسلہ کا ایک واقعہ موجود ہے کہ ۔

ایک مولوی صاحب حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں آئے ذکر و شغل میں اچھے چل رہے تھے حضرت قدس سرہٗ کو ان پر اعتماد ہوگیا اور موصوف کے ذمہ ڈاک حوالہ فرمادی چونکہ ڈاک میں حضرت قدس سرہٗ کے یہاں ہر قسم کے خطوط آیا کرتے تھے کوئی مشورہ کا ۔ کوئی سلوکی لائن کا کوئی نجی طور سے اسی طرح سے ایک خط خاص تھا جس کا افشاء یا اظہار نہیں ہونا چاہیئے تھا حضرت قدس سرہ کے ایک عزیز نے وہ خط ان سے لے کر دیکھ لیا حضرت قدس سرہٗ کو کسی طرح یہ علم ہوگیا کہ فلاں خط فلاں آدمی نے دیکھ لیا ہے حضرت قدس سرہٗ ان مولوی صاحب پر بہت ہی خفا ہوئے اور ان پر عتاب فرمایا حتیٰ کہ ڈاک کی ذمہ داری بھی ان سے واپس لے لی گئی۔

حالانکہ موصوف ذکر و شغل میں بھی بہت عمدہ جارہے تھے حضرت کی خصوصی توجہ بھی ان کی طرف ہونی شروع ہوگئی تھی مگر مقدرات بالآخر یہ مولوی صاحب حضرت قدس سرہٗ سے آہستہ آہستہ بالکل کٹ گئے اور حضرت قدس سرہٗ نے بھی ان کی طرف توجہ نہ فرمائی۔

حضرت الحاج حافظ صغیر احمد صاحب زید مجدہم

۱——— نام۔ صغیر احمد مدینہ سٹیشنری مارٹ ۱۷۸ انارکلی لاہور ٹیلیفون نمبر ۵۶۱۷۸

۲——— تاریخ پیدائش یکم اپریل ۱۹۳۶ء مقام دہلی: بچپن میں قرآن پاک حفظ کیا تقسیم ہند کے بعد لاہور میں قیام پذیر ہوئے اور چشتیہ ہائی سکول سے دسویں جماعت کا امتحان دیا سکول کی تعلیم کے دوران ہی ادیب عالم کا امتحان پاس کیا دسویں کے بعد پنجابی فاضل کا امتحان دیا اس موقعہ پر بابا فریدالدین شکر گنج رح کے کلام سے طبیعت نے بے حد اثر لیا بعد ازاں کامرس کی تعلیم کے لئے کالج میں داخلہ لیا مگر تکمیل سے قبل ہی دوکان پر کل وقتی طور پر آنا پڑا اور اس وقت سے اب تک دوکان پر ہی ہوں اس طرح اعلیٰ دینی و دنیاوی تعلیم تو کجا ادنیٰ تعلیم بھی نہیں مئی ۱۹۶۰ء میں نکاح و رخصتی ہوئی الحمدللہ بفضلہ تعالیٰ ایک بچہ حافظ مولوی انیس احمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے موقوف علیہ تک رائے ونڈ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی اور ۱۴۰۳ھ میں مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور ہند دورۂ حدیث کے لیے داخلہ لیا اور ۱۴۰۴ھ میں فراغت پائی۔ "دورۂ حدیث شریف کے بارے میں حضرت اقدس مرشدی و سندی نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی حیاتِ طیبہ ہی میں طے فرمادیا تھا۔" ایک بچی مولوی آفتاب احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں ہے عزیزی موصوف نے موقوف علیہ تک کی تعلیم رائے ونڈ کے مدرسہ میں حاصل کی اور دورۂ حدیث شریف کے لئے ۱۳۹۹ھ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں داخلہ لیا اور ۱۴۰۰ھ میں فراغت حاصل کی۔

اب بفضلہ تعالیٰ تبلیغ کے کام میں کُل وقتی مشغول ہیں اس بات کا بیحد رنج و قلق ہے کہ ابھی تک عزیزی موصوف کو کسی بھی درجہ میں درس و تدریس میں مشغول نہیں کیا گیا ایک بچہ عزیز حافظ خلیل احمد سلمہ اللہ تعالیٰ تجارتی تعلیم (کامرس) میں مشغول ہے ان کے بعد والے حفظ قرآن سے فارغ ہو کر ابتدائی اسکول کی تعلیم میں مشغول ہیں جو کہ انشاءاللہ العزیز اس کے بعد دینی تعلیم میں بھی مشغول ہوں گے۔

۳——— لاہور شہر معروف جگہ ہے اس کی دینی و دنیاوی صورتِ حال عام ہے۔

۴——— حضرت اقدس شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ و برداللہ مضجعہٗ کا نام نامی اسمِ گرامی ۱۹۶۴ء میں پہلی بار لاہور تشریف آوری پر سنا تھا حضرت اقدس والد صاحب نوراللہ مرقدہ اکثر حاضری کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے اور بندہ دوکان پر کاروبار کی مشغولی کی وجہ سے زیارت سے محروم رہا پہلی بار ۱۹۶۷ء میں جبکہ بندہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ حج کے لئے گیا ہوا تھا دوران طواف حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا اور بعد حج مدینہ منورہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ اللہ وسلامہ میں اللہ جل شانہ نے محض اپنے لطف و کرم سے بیعت سے مشرف فرمایا اور یہ پہلی ہی بیعت تھی بیعت سے قبل حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ میرے پیارے میرے پیر تو قبر میں لٹکے ہوئے ہیں تمہارے پاکستان میں حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ و حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء موجود ہیں مجھ سے کیا فائدہ ہوگا بندہ خاموش رہا حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی چارپائی پر بٹھا کر بیعت فرمایا یہ واقعہ بعد فجر کا ہے۔ بیعت سے فراغت کے چند منٹ بعد ہی زوردار آوازیں آنے لگیں کہ اٹھو بھائی جاؤ بھائی جاؤ بندہ بیٹھا رہا اس پر حضرت نے فرمایا کہ کچھ کہو تو اس پر بندہ نے عرض کیا کہ حضرت ہندستان بلالیں تو فرمایا کہ بھائی بڑی رکاوٹیں ہیں عرض کیا کہ حضرت دعا فرمادیں فرمایا کہ ضرور انشاءاللہ پھر مصافحہ کیا اور رخصت ہوگیا دوسرے روز بعد ظہر کچھ پھل لے کر حاضری ہوئی کھانا کھُلا ہوا تھا کسی نے دیکھ کر بلایا اور حضرت کے دریافت فرمانے پر بتایا کہ کل جو پاکستانی بیعت ہوا تھا وہ آیا ہے حضرت نے اپنے قریب بٹھایا بندہ نے پھل پیش کئے حضرت نے کھانے کے لئے فرمایا بندہ نے عذر کیا کہ اہلیہ کے لئے کھانا لے کر ہسپتال جانا ہے حضرت نے فرمایا کہ پہلے خود کھالے پھر جاکر کھلا دیو بس حجاز مقدس میں اتنی ہی حاضری ہوئی۔

پاکستان حج سے واپسی کے بعد حضرت علیہ الرحمۃ سے مکاتیت کا سلسلہ شروع ہوا جو ۱۹۸۰ء تک جاری رہا ان میں اہم مکتوبات بھی ہیں جو کہ انشاءاللہ پھر کسی وقت پیش کردیئے جائیں گے ۱۹۶۸ء میں پہلی بار رمضان المبارک کے فوراً بعد دس یوم کے لئے سہارنپور حاضری ہوئی اس حاضری کے دوسرے ہی دن مخدومی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب زاد مجدہٗ

کے واسطے سے ذکر کی اجازت چاہی تو حضرت نے انہی سے بتانے کے لئے فرمایا اور ۶۴ء میں پاکستان حضرت کی پہلی بار آمد پر جب یہ سنا کہ شیخ الحدیث صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں اسی وقت سے حضرتؒ کی زیارت کا اشتیاق اور ایک انجانی سے چاہت قلب میں محسوس کرتا تھا گو والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو دادی صاحبہ نے بندہ کے دادا کے انتقال کے بعد جبکہ انکی عمر شریف ۵ سال ہی تھی جس محلہ میں قیام تھا اس محلہ میں ایک بزرگ جو کہ میاں صاحب کے لقب سے معروف تھے ان سے بیعت کروایا تھا ہمارے گھرانہ پر یہ اللہ کا بہت ہی فضل واحسان تھا اور دادی صاحبہ کی فہم وبصیرت تھی اور اس کے نتائج اونچے ظاہر ہوئے اس کے باوجود ہمارے گھرانہ میں کیا بلکہ پورے خاندان و برادری میں اصلاح وتزکیہ تو کجا بیعت ہونے کا بھی رواج نہ تھا البتہ علماء وصلحاء ومشائخ سے کسی نہ کسی درجہ میں وابستگی ضرور ہوا کرتی تھی تقسیم ہند کے بعد پاکستان آنے کے بعد اس رواج میں بھی بیحد کمی واقع ہوگئی۔ ہمارے اپنے گھر میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ بڑے سے پوچھے بغیر کوئی دینی ودنیاوی کام نہیں کرتے اس کے پیش نظر بندہ مدینہ منورہ سے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بار بار خط کے ذریعہ دریافت کرتا رہا اور تحریر کرتا رہا کہ میری طبیعت حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے کو ہے چونکہ اس وقت ڈاک کا نظام اتنا صحیح نہ تھا اس لئے ان کے جواب آنے میں قدرے تاخیر ہوگئی جب انکا خط مجھے ملا اس میں یہ تحریر تھا کہ میں تمہارے ہر خط کا جواب دیتا رہا اور بھلا یہ بات بھی کوئی پوچھنے کی ہے اور فوراً بیعت ہو جاؤ پھر یہ موقعہ زندگی میں ہاتھ نہ آئے گا۔

جواب ملنے سے قبل اور طبیعت میں ایک گونہ پریشانی کے سبب بندہ نے مولانا عبدالرحمٰن صاحب (صاحبزادہ مفتی محمد حسن صاحب نور اللہ مرقدہ) نائب مہتمم مدرسہ جامعہ اشرفیہ جو کہ اپنی والدہ کے ہمراہ قیام مدینہ منورہ میں ساتھ تھے سے سوال کیا کہ اگر کوئی بیعت ہونا چاہے تو آپ کی کیا رائے ہے کس سے ہو موصوف نے اپنے والد صاحب کا قول نقل کیا کہ اگر کوئی اصلاح وتزکیہ کرانا چاہے وہ فلاں فلاں بزرگ سے بیعت ہو جائے بندہ نے فوراً دوسرا

سوال کیا کہ سُنا ہے کہ کوئی شیخ الحدیث ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے ہیں انکے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے موصوف نے فرمایا کہ وہ تو ایسے ہیں کہ اگر ان کی ایک نگاہ پڑجائے تو میلوں کا سفر طے ہو جائے یہ جواب سن کر بندہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے تو ایسے ہی شیخؒ سے بیعت ہونا چاہئے کر تو کرے گا تو کچھ ہے ہی نہیں۔

۵ ـــــ سردست کوئی ایسا واقعہ ذہن میں نہیں آرہا۔

۶ ـــــ سردست کوئی ایسا واقعہ ذہن میں نہیں آرہا ہے جو کہ تحریر کیا جاسکے۔

۷ ـــــ جہاں تک تربیت کا تعلق ہے بندہ کو اس کا شعور نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت کے انداز تربیت کو اپنے جہل کی وجہ سے کبھی بھی نہ سمجھ سکا البتہ معمولات کے پرچہ کے مطابق ہر ہر نمبر کچھ کلیتہً پورا کرنے کی پہلے بھی سعی کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہوں مگر اس کا ملال ہے اور اس کے اعتراف میں تأمل نہیں کہ اسی کوشش میں کامیابی نصیب نہ ہوئی ہر حاضری سے قبل ایک خوف طاری ہوا کرتا تھا اور بہت ہی توبہ واستغفار کے ساتھ حاضر ہوا کرتا تھا اور ہر واپسی پر یہ احساس ہوا کرتا تھا کہ اب تک کی عمر تو اسی طرح ضائع ہوئی ہے ۷۹ء کے ماہ مبارک کے لئے سہارنپور حاضری پر مخدومی الحاج صوفی محمد اقبال صاحب مدنی دامت برکاتہم نے ماہ مبارک کے دوران فرمایا کہ تو نے اپنے بارے میں حضرت کو کبھی کسی خاص بات سے مطلع فرمایا تو بندہ نے عرض کیا کہ نہیں پھر فرمایا کہ لکھکر لے جا بندہ نے عرض کیا کہ کوئی خاص بات ہے ہی نہیں جو لکھکر لے جاؤں فرمایا کہ سوچو کچھ تو ضرور لکھ کرلے جاؤ کافی سوچتا رہا دوسرے روز لکھ کرلے گیا جواب تحریر فرمایا اس کی نقل یہ ہے "اللہ کا شکر ہے تمہارے حالات سے بہت ہی مسرت ہوئی اللّٰھم زد فزد اب آگے بڑھانے کی ضرورت نہیں مگر استقامت ضروری ہے اور استقامت سے مراد یہ ہے کہ جو حالات چل رہے ہیں ان پر جماؤ اور استقلال رہے جب عجب پیدا ہوئے تو یہ سوچ لیا کہ مجھکو میری حالت معلوم ہے یہ اللہ کا فضل ہے اس نے ستاری فرما رکھی ہے"۔

۸ ـــــ اس وقت کوئی چیز بطور یادگار عطا فرمانے کا معمول ترک ہو چکا تھا اور ۲۶ ویں شب رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹ جولائی ۸۰ء شب ہفتہ کو بعد نماز عشاء و

تراویح کے اجازت عطا فرمائی اور اجازت مرحمت فرمانے سے قبل یعنی جمعہ کے دن صبح کے وقت نسبت و اجازت والا رسالہ محترم جناب بھائی ابوالحسن صاحب کی معرفت ارسال فرمایا کہ اس کو پڑھ لو۔

۹ ـــــ اس کا کوئی موقع نہیں ملا۔

۱۰ ـــــ بندہ تصنیف و تالیف کی لائن کا تو ہے نہیں البتہ اس کا بیحد اشتیاق رہتا تھا کہ حضرت کے رسالے طبع ہونے میں بندہ سبب بن جائے اور رسالہ صفائۃ القلوب وغیرہ کی طباعت سے الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ چیز مقدر ہوئی اور حضرت نے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ "صوفی جی کی جو کتاب آپ چھپوا رہے ہیں اسکا احسان مجھ پر بھی ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں" فقط اس کے علاوہ ایک گرامی نامہ جو کہ رسالہ ذکر و اعتکاف کی اہمیت میں طبع ہو چکا ہے اس سے یقین ہوا کہ حضرت والا بندہ کی اس سعی سے خوش ہیں اس گرامی نامہ کی نقل ذیل ہے:۔

۱۱ ـــــ اس کا بھی کوئی موقعہ نہیں آیا۔

۱۲ ـــــ گو مستقلاً حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے اس ذیل میں کوئی ہدایت تو تحریر نہ فرمائی البتہ حضرت والا کے علم میں یہ بات خوب اچھی طرح تھی کہ بندہ تبلیغی کام میں خوب جڑتا ہے۔

۱۳ ـــــ یہ لائن بھی بندہ سے متعلق نہیں ہے۔

۱۴ ـــــ پہلی بار دس یوم کی حاضری سہارنپور سے واپسی سے ایک یوم قبل حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے دریافت فرمایا کہ تیرا شام کو کھانے کا معمول ہے یا نہیں بندہ نے عرض کیا کہ جی ہے حضرتؒ نے فرمایا کہ میرا معمول تو ایک عرصہ سے ہے نہیں کل تیرے خاطر تیرے ساتھ کھاؤں گا مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر اندر آجانا اس زمانہ میں کچے گھر میں لالٹین جلتی تھی بندہ کے پہنچنے کے بعد کھانا منگوایا دسترخوان پر ایک چھوٹا ڈبہ بھی آیا جس میں دیسی گھی تھا حضرت نے فرمایا یہ بھی لگاتا جا اور کھانا آنے کے بعد زنجیر لگوادی اور بندہ کو اپنے ساتھ بیٹھنے کا حکم فرمایا اور کھانے کا حکم فرمایا بندہ پر اسی وقت ایک عجیب کیفیت جس کو محسوس تو آج بھی کرتا ہوں

لیکن بیان کرنے سے آج بھی قاصر ہوں بالکل بے خود تھا معاً خیال آیا کہ حضرت بھی تناول فرمارہے ہیں یا نہیں دیکھا کہ حضرت بھی بھنی ہوئی کھچڑی جس میں مرغی پکی ہوئی تھی مرغی کی بوٹیاں چن چن کر بندہ کے آگے ڈال رہے ہیں بس پھر بندہ بھی بوٹیاں چن چن کر اپنے خیال میں اس طرح حضرت کے آگے ڈالتا رہا کہ حضرت کو معلوم نہ ہو حضرت نے فرمایا کہ ساری مرغی مجھے ہی کھلا دے گا۔

ذکر سیکھنے کے بعد جمعہ کے روز جو کہ بعد عصر مسجد میں ہوا کرتا تھا بندہ بالکل حضرت کے عقب میں بیٹھا ہوا تھا دوران ذکر ایسا شدید گریہ طاری ہوا کہ پسلیاں ٹوٹنے لگیں اور بے اختیار منہہ سے ہائے ہائے نکلتا رہا روانگی کے وقت جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے یہ شعر پڑھا ؎

نہیں بھولتا ان کی رخصت کا وقت   وہ رو رو کر ملنا بلا ہو گیا

(۱) بندہ اس بات کو بہت ہی شدت سے محسوس کرتا تھا کہ جب بھی کسی سے تخلیہ ہوتا یا عمومی مجلس ہوتی حضرت والا لنگی کو اس طرح ٹھیک کراتے کہ اکثر قدم مبارک بھی نظر نہ آتے ایک مرتبہ اعتکاف کے دوران مغرب کے بعد کی مجلس میں بندہ جبکہ بالکل شروع میں بیٹھا ہوا تھا بندہ کی نگاہ پڑی کہ آج حضرت کے قدم اس قدر باہر ہیں کہ پنڈلی کا بھی کچھ حصہ نظر آرہا ہے غیر ارادی طور پر اٹھا اور لنگی درست کرنے لگا حضرتؒ نے فرمایا کہ جزاک اللہ۔

(۲) مخدومی حاجی متین احمد صاحب شملہ پہاڑی والوں کے یہاں تشریف لے گئے اس موقعہ پر ان کی اہلیہ نے کچھ گفتگو کرنی تھی حضرت والا نے ان کے صاحبزادے تسنیم احمد صاحب کو بلوایا پھر خدام کے ہمراہ ان کے کمرے میں تشریف لے گئے جس میں ان کی اہلیہ تھیں جب گفتگو ختم ہو گئی تو بندہ نے عرض کیا کہ حضرت باہر تشریف لے چلیں حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی اٹھاؤ اُٹھانے سے قبل بندہ نے حضرت کی لنگی کو حضرت کے قدموں کے نیچے دبا دیا اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھئی اور اچھی طرح ٹھیک کر دو۔

(۳) اسی طرح ایک مرتبہ فیصل آباد تشریف آوری پر ایک ماہ مبارک کے اعتکاف کے دوران

ایک روز خدا جانے بندہ پر نیند کا اس قدر کیوں غلبہ تھا باوجود اس کے کہ اپنی ٹانگوں میں چٹکیاں بھرتا تھا نیند میں بجائے کمی شدت ہی ہوتی گئی اور مجلس کا سارا وقت اسی میں گذر گیا خلاف معمول دس منٹ قبل حضرت نے اپنے خادم الحاج ابوالحسن صدیقی صاحب سے فرمایا کہ بس بھائی پردہ ڈالو آج تو دوستوں کو نیند ہی نہیں چھوڑ رہی ہے اور یہ فرماتے ہی بندہ کی نیند ہرن ہوگئی۔

(۴) ایک مرتبہ ڈھڈیا شریف کے قیام میں حضرت مزار شریف پر تشریف لے گئے بندہ بھی معمول کے مطابق دیگر خدام کے ہمراہ حضرت کے بالکل عقب میں بیٹھ گیا چند منٹ بعد قاضی عبدالقادر صاحب تشریف لائے اور وہ بھی دیگر خدام کے ہمراہ بیٹھ گئے مگر جلدی اُٹھ کر تشریف لے جاتے ہوئے بندہ کے مونڈھے کو ہلا کر اشارہ کیا کہ اٹھو بندہ نے اس کا کوئی اثر نہ لیا اور بندہ اس اٹھانے کی وجہ نہ سمجھتے ہوئے بیٹھا رہا چند منٹ کے بعد قاضی صاحب کا پیغامبر آیا اور اس نے زور سے ہلا کر قاضی صاحب کا پیغام نقل کیا کہ بلا رہے ہیں بندہ نے اشارہ سے جواباً کہدیا کہ ابھی آتا ہوں ۱۰ یا ۱۵ منٹ بعد پیغامبر پھر آیا اور اس مرتبہ زیادہ شدت سے ہلا کر کہا کہ قاضی صاحب بلا رہے ہیں ایک مرتبہ پھر بندہ نے اشارہ سے کہدیا کہ بس ابھی آتا ہوں لیکن بس اس مرتبہ طبیعت میں انتشار پیدا ہوگیا اور بار بار یہ خیال آتا رہا کہ بات سُن آ کہیں حضرت کے یہاں شکایت نہ ہو جائے اس شش و پنج میں بندہ اُٹھا اور قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا موصوف نے فرمایا کہ بس اب کچھ نہیں ہے بندہ اُلٹے پیروں مزار شریف پر آیا تو دیکھا کہ خدام حضرت کو اٹھا رہے ہیں بندہ بھی خدام کے ہمراہ حضرت والا کے کمرے میں پہنچا حضرت نے کمرے میں داخل ہوتے ہی فرمایا کہ لٹا دو بھائی آج تو دوستوں کا دل ہی نہ لگا اس پر بندہ کو جو رنج و افسوس ہوا اس کا آج تک احساس ہے۔ فقط

(۵) ایک مرتبہ جب کہ پاکستان میں بھٹو حکومت کا عروج تھا اور دین والوں پر ہر نوع کی سختی شروع تھی۔ اسی دوران حضرت والا کی تشریف آوری پاکستان ہوئی اور بہت سے قانونی جوڑ توڑ کے بعد اور تمام بااثر احباب کے اثر کے استعمال کے بعد ۲۴ گھنٹے صرف قیام کی منظوری ملی مگر ۲۴ گھنٹے پورے ہونے سے قبل ہی اس قیام کو منسوخ کر دیا چونکہ آئندہ کے

سفر کا جہاز اور سیٹ ۲۷ گھنٹہ کے بعد ہی تھی اور ۲۷ گھنٹے پورے ہونے میں ایک شب باقی تھی حکومت وقت کے با اختیار افسران کا یہ مطالبہ تھا کہ یہ ایک شب کسی مسجد میں کسی طرح بھی نہیں گذاری جا سکتی البتہ اتنی رعایت ہو سکتی ہے کہ یہ شب ہوٹل میں گذار دیں خدام کی حالت تو قابلِ دید تھی مگر حضرت والا پر ظاہر کے اعتبار سے اس کا کوئی اثر ہی نہ تھا جب ہوٹل میں شب کے قیام کا قطعی فیصلہ ہوگیا تو بندہ کی طبیعت ایک بات کے خیال سے شدید پریشان ہوگئی وہ یہ کہ حضرت کیا ہوٹل کا بستر استعمال فرمائیں گے اور حضرت کے ساتھ جن خدام کا قیام طے ہوا تھا ان میں بندہ شامل نہ تھا بندہ اضطراری کیفیت سے اللہ سے دعا کرتا رہا یا اللہ ایسا تو نہ ہو کہ حضرت ہوٹل کا بستر استعمال فرمائیں تو ہی کوئی صورت پیدا فرما دے اسی الجھن و پریشانی میں بندہ نے اپنے بستر سے رضائی اور چادر نکالی اور اس گاڑی میں جس میں ہوٹل تک جانا تھا خاموشی سے رکھدی البتہ ہوٹل تک ساتھ جانے میں بندہ کا جانا بھی منتظم حضرات نے قبول فرما لیا تھا حضرت والا کو ہوٹل کے کمرے میں پہنچایا گیا اور رضائی و چادر کے رکھنے کا علم بندہ کے سوا کسی کو نہ تھا کمرے میں داخل ہوتے ہی حضرت نے فرمایا کہ لاؤ بھائی وہ چادر اور رضائی جو گھر کی ہے سب خدام حیران تھے کہ حضرت نے کیا فرمایا ہے بندہ بھاگا ہوا گیا اور دونوں چیزیں لے آیا حضرت والا کی برکت سے اس شب میں حضرت کے ساتھ ہی ہوٹل میں قیام رہا۔

(۶) غالباً ۷۰ء یا ۶۹ء کی بات ہے کہ حضرت کی تشریف آوری لاہور ہوئی اور بلال پارک میں قیام فرمایا ایک دو شب کے لئے / بندہ کے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مع بندہ کے دیگر برادران کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے غالباً الحاج بھائی ابوالحسن صاحب نے حضرت سے والد صاحب کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا کہ صغیر کے والد صاحب ہیں مصافحہ کے بعد والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ بیٹھ گئے بندہ بھی ساتھ بیٹھ گیا حضرت نے فرمایا کہ بھائی صغیر ہیں بندہ خاموش رہا اس خیال سے کہ سامنے بیٹھا ہوں دوبارہ پھر فرمایا بندہ پھر خاموش رہا نہ کسی اور نے ہی کچھ کہا حضرت والا نے تیسری مرتبہ غصّہ میں اور خاصی بلند آواز سے فرمایا اور وہ فرمانا ایسا تھا جیسے بندہ پر بجلی گر گئی اس بجلی گرنے کا احساس بھی آج تک

خوب اسی حالت میں ہے اس تیسری مرتبہ کے فرمانے پر بندہ نے بے ساختہ قدم مبارک پکڑ لئے سارا جسم کانپ رہا تھا اور بہت ہی مشکل سے اتنا لفظ نکلا "حضرت" بندہ کی اس ناگفتہ بہ کیفیت کو حضرت نے مطلع فرما کر اس لمحہ نہایت کریمانہ و مشفقانہ انداز میں فرمایا کہ میرے پیارے میری بینائی اب اتنی بھی نہیں کہ جتنی تو سہارنپور چھوڑ کر آیا تھا۔

(۷) سن ۷۳ھ ماہ مبارک میں بندہ مع اپنی اہلیہ اور تین بچوں کے سمیت حاضر تھا مکہ مکرمہ میں معمول اس طرح تھا کہ بعد عصر کی مجلس غروب سے تقریباً نصف گھنٹہ قبل ختم ہوتی اور حضرت حرم شریف تشریف لے جاتے جس گاڑی میں حضرت تشریف لے جاتے اس گاڑی میں برف کا تھرماس بھی رکھ دیا جاتا برف فروش صولتیہ کے باہر ہی بیٹھا کرتا تھا ایک روز حسبِ معمول حضرت والا گاڑی میں بیٹھ چکے تھے برف کا تھرماس برف سے بھر کر گاڑی میں رکھا جا چکا تھا اور گاڑی اسٹارٹ ہو چکی تھی حضرت کی نگاہ مبارک ایک چھوٹے سے برف کے ٹکڑے پر پڑی جو وزن کے اعتبار سے بمشکل ایک چھٹانک ہوگا حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی برف پڑی ہوئی ہے یہ ضائع ہو رہی ہے لیکن اٹھائے کون کسی کی مِلک نہ تھی حضرت والا کا اصرار کہ یہ ضائع ہو رہی ہے برف والے کو بلاؤ اور اس کو کہو کہ اس کو برف کے ڈبہ میں محفوظ کرلے۔ چنانچہ خدام نے برف والے کو آواز دی وہ آیا اور اس کو بتایا کہ یہ ٹکڑا تمہارا ہے اس کو اٹھاؤ اس نے بڑی ہی بے التفاتی سے کہا کہ پڑا رہنے دو کوئی بات نہیں ہے ایک صاحب نے اس کو عربی میں سمجھایا اس نے برف کو اٹھا کر پیٹی میں محفوظ کیا پھر گاڑی روانہ ہوئی۔

ایک مرتبہ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے تعلق والے نے والد صاحبؒ کی دعوت کی اور بندہ کو اور بندہ کے مرحوم بھائی محمد احمد کو ہمراہ لانے کے لئے اصرار کیا ان صاحب کا مکان مودودی صاحب کے مکان والی گلی کے ساتھ والی گلی میں تھا کھانا کھلانے کا انتظام کھڑے ہو کر کھانے کا تھا جب ہم پہنچے تو صاحب خانہ نے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی رعایت سے ایک کمرے میں میز کرسی کا انتظام کیا ہوا تھا ہمارے پہنچنے پر صاحب خانہ ہم کو اس

کمرے میں لے گئے ہم ابھی پہنچے ہی تھے کہ مودودی صاحب مع اپنے ایک ہمراہی کے آپہنچے صاحب خانہ ان کو بھی اسی کمرے میں لے آئے والد صاحبؒ کی طبیعت میں مروت بے حد تھی انہوں نے اٹھکر سلام کے بعد مصافحہ کیا مگر ہم دونوں بھائی بیٹھے رہے والد صاحبؒ کو ہمارا سلام نہ کرنا اور نہ ملنا بیحد ناگوار ہوا اس کے آثار چہرہ پر خوب نمایاں تھے دورانِ کھانا بالکل خاموشی رہی اور فراغ پر بھی بالکل خاموشی رہی اور کوئی بات نہ کی گھر پہنچ کر بندہ اپنی رہائش والے حصہ میں چلا گیا والد صاحب نے محمد احمد کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے یہ بات بالکل ناپسند ہے اختلاف پسند و ناپسند اپنی جگہ ہے مگر سلام کر لینے میں کیا مضائقہ تھا محمد احمد مرحوم نے اسی وقت آ کر ساری بات بندہ سے نقل کی بندہ نے جواباً کہا کہ میری طرف سے جا کر کہدو کہ میں نے اس لئے سلام نہ کیا کہ دیکھنے والے یہ کہیں گے کہ شیخ الحدیث صاحب سے تعلق رکھنے والے جب اس طرح ملتے ہیں تو ہم کو ملنے میں کیا مضائقہ اور اگر آپ کا حکم ہو تو میں ابھی جا کر ان کی جوتیاں صاف کرنے اور ان سے معذرت کرنے کے لئے تیار ہوں محمد احمد مرحوم نے یہ بات اسی وقت جا کر نقل کر دی مگر اس پر نہ تو والد صاحبؒ نے کوئی جواب مرحمت فرمایا اور نہ ہی طبیعت کے تکدر میں کمی ہوئی والد صاحبؒ کی ناراضگی کی وجہ سے بندہ کی عجیب حالت تھی نہ کھایا جاتا تھا اور نہ نیند آتی تھی اسی وقت حضرت والا کو عریضہ تحریر کیا اور اس میں مکمل تفصیل بھی تحریر کی اور یہ بھی درخواست کی کہ اگرچہ بندہ سے غلطی ہو گئی ہے تو حضرت سے درخواست ہے کہ بندہ کے لئے استغفار فرمائیں اور تلافی کی کیا صورت ہو گی بصورت دیگر دعاء فرما دیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ محض اپنے لطفِ و کرم سے والد صاحب کی ناراضگی کو رضامندی و خوش دلی میں مبدل فرما دیں تاکہ یہ سیہ کار دنیا و آخرت کی بربادی سے محفوظ رہے بندہ نے بہت سوں سے یہ بات سنی تھی کہ ہم کسی سخت پریشانی کے وقت حضرت کی خدمت میں عریضہ ارسال کرتے ہیں تو اس کے پہنچنے سے قبل ہی اللہ پاک خلاصی نصیب فرما دیتے ہیں اس موقعہ پر بھی بندہ کو خوب تجربہ ہوا عریضہ ڈالے ہوئے ابھی تیسرا ہی دن تھا کہ والد صاحبؒ کا پیغام مرحوم بھائی لے کر آیا کہ صغیر سے کہو کہ مودودی صاحب کے بارے میں اپنے اکابر کی جو تحریرات گھر میں اس کے پاس ہوں تو وہ ورنہ بازار سے لا کر مجھے

دے دے بس یہ سنتے ہی بندہ خوشی کے مارے گھنٹوں روتا رہا اور اسی وقت عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح لے کر حاضر ہوا اب مجھے شدت سے حضرت کے گرامی نامہ کا انتظار تھا جو کہ ہفتہ عشرہ کے بعد ملا اور اس میں بہت ہی دعائیں تحریر فرمائی ہوئی تھیں اور اس میں یہ بھی تھا کہ اول تو والد صاحب کی طبیعت میں تیری طرف سے انبساط پیدا ہو گیا ہوگا ورنہ ہو جائے گا اور یہ انبساط تیرے لئے موجب ترقیات ہوگا۔

فقط والسلام محتاج دعا صغیر احمد

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

حضرت مفتی بشیر حسن احمد صاحب زید مجدہم

۱۔۔۔ بشیر حسن احمد ۹ ۳۴ سلور گلن ڈربن نٹال ساؤتھ افریقہ فون نمبر ۴۳۲۱۸۱ ۴۳۔

۲۔۔۔ تاریخ پیدائش ۱۳ محرم الحرام ۶۵ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۴۵ء بچپن کی دینی تعلیم حضرت والد صاحب مرحومؒ کی زیر نگرانی ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ اسکول بھی جاتا رہا جب سولہ سال کی عمر ہوئی تو اللہ کے فضل سے دار العلوم دیوبند کے لئے روانہ ہوا ۶۳ء میں اور وہاں اعلیٰ دینی تعلیم شروع ہوئی پھر ۷۲ء میں دار الافتاء سے فراغت کے بعد جنوبی افریقہ واپس آکر دینی خدمت مدرسہ میں شروع کی۔ نکاح ۷۶ء میں ہوا اور اللہ کے فضل و کرم سے اس وقت چار اولاد ہے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔

۳۔۔۔ اس علاقہ میں مغربیت کا غلبہ ہے مگر اللہ کا احسان ہے مسلمانوں میں دینی جذبہ بھی ہے اور فکر بھی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی رہنمائی فرمائے۔

۴ و ۵ و ۶۔۔۔ حضرت شیخؒ کی خدمت میں بندہ دیوبند سے سہارنپور حضرت مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ سفر کیا کرتا تھا تقریباً ۶۸ء سے جب کہ حضرت مفتی محمود صاحب دیوبند میں تھے اور ہر جمعرات کو حضرت مفتی صاحب دیوبند سے سہارنپور سفر کیا کرتے تھے بندہ ساتھ رہتا تھا پھر جمعہ کو واپس دیوبند جاتے تھے۔ اس لحاظ سے بندہ نے حضرت شیخ کو قریب سے دیکھا۔ ایک جمعہ کو حضرت مفتی صاحب سے بندہ نے کہا کہ مجھے بیعت کرلے اس وقت حضرت شیخؒ کا خود مسجد میں بیعت فرمانے کا وقت تھا۔ حضرت مفتی صاحب سے فرمایا جاؤ اور حضرت شیخؒ سے بیعت کرلے۔ بندہ نے اسی وقت سے بیعت کرلیا تھا۔

۷۔۔۔ بندہ نے جب دیوبند میں فارسی کا سبق شروع کیا تو حضرت مولانا رحم الٰہیؒ کے پاس شروع کیا اور اس وقت بندہ کا تعلق بھی حضرت مولانا رحم الٰہیؒ کے ساتھ رہا یہ تقریباً ۶۶ء میں رہا اس کے بعد توجہ ہٹ گئی۔ اس سے قبل ۶۵ء میں بندہ چند دفعہ جمعہ یا

جمعرات کو جلال آباد بھی حضرت مولانا مسیح اللہ مدظلہ العالی کی خدمت میں جایا کرتا مگر اللہ نے مجھکو حضرت شیخ رحؒ کے ذریعہ سے سیراب کرانا تھا اس لئے بذریعہ حضرت مفتی صاحب بندہ کو حضرت شیخ رحؒ کے یہاں پہنچایا گیا تھا۔

۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ ــــ چند خطوط حضرت شیخ رحؒ سے ملے تھے جو ارسال ہے مگر تربیت حضرت مفتی محمود صاحب کے ذریعہ سے ہوا کرتی تھی بارہ تسبیح کے بعد مفتی صاحب نے "ذکر اللہ" ۵۰۰۰ کا ہر حلیہ کے بعد فرماتے رہے اور ایک لاکھ پچیس ہزار کا ارشاد فرمایا یعنی لطائف ستہ کا ذکر۔

۱۲ ــــ اوّل حضرت شیخ رحؒ کی طرف خلافت رمضان المبارک ۲۷ تاریخ کو ۸۰ھ میں سہارنپور میں ملی اور ساتھ ہی ساتھ حضرت نے ایک مصلّی بھی عنایت فرمایا تھا اس رمضان میں تین اشخاص کو خلافت ملی تھی۔

۱۳ ــــ حضرت شیخ کا خط ارسال ہے اور باقی معاملات بندہ کے خطوط حضرت شیخ کے خطوط سے ہیں فقط والسلام۔ حضرت مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم کے حکم سے بندہ سہارنپور حضرت شیخ رحؒ کی خدمت میں جایا کرتا تھا اور کبھی ایک ہفتہ یا دس دن رہ کر پھر دیوبند واپس ہوتا بندہ حضرت شیخ رحؒ کے یہاں فجر کی مجلس کے بعد کچھ آٹھ یا نو بجے پھر آکر ذکر کرتا رہتا تھا جب تک کہ حضرت شیخ رحؒ کچھ ساڑھے بارہ بجے آرام فرمانے لگے۔ ایک روز کا واقعہ یاد ہے کہ حضرت شیخ رحؒ مولانا سلمان صاحب مولانا عاقل صاحب وغیرہ تصنیف میں مشغول تھے اور بندہ ذکر ایک کونہ میں کر رہا تھا۔ اس ذکر میں جو لطف آیا اور حضرت شیخ رحؒ کے توجہات اور جو حالات گزری وہ بیان سے باہر ہے اس روز حضرت شیخ رحؒ نے اپنے ساتھ دوپہر کا کھانا بھی کھیلایا اور بندہ پر جو حالات گزرے تھے اس کے متعلق بہت ہی تاکید سے نصیحت بھی فرمائی اور بندہ کا ایک خواب جو ۶۵ھ میں دیوبند میں دیکھا تھا کہ حضرت شیخ رحؒ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا وہ خواب کی تعبیر پوری بن کر سامنے آئی۔

حضرت مولانا بلال صاحب باوا مدظلہ،

نام ونسب

احقر کا نام محمد بلال بن ابراہیم یوسف اور خاندانی نام باوا ہے۔ آبائی وطن "دریاؤ" ہے جو ہندوستان میں ضلع سورت کا مشہور قصبہ ہے۔ غالباً ایک صدی پہلے جب کہ ملک برما میں تجارت کافی زوروں پر تھی۔ اور مختلف مقامات سے لوگ ادھر منتقل ہو رہے تھے انہی دنوں ہمارے اجداد وہاں منتقل ہو گئے۔ اور تجارت کا پیشہ شروع کر دیا۔ اور آہستہ آہستہ وہیں کا قیام اختیار کر لیا۔

پیدائش

مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۶۲ء عیسوی کو بمقام رنگون (برما) میں احقر کی پیدائش ہوئی۔

طفولیت اور تعلیم کی ابتداء

غالباً احقر کی عمر چار برس کی ہوگی جب احقر نے اپنے بڑے بھائی مولانا محمد اقبال صاحب کے ساتھ سرکاری اسکول جانا شروع کیا۔ اگرچہ پڑھائی کا وقت پانچ سال کی عمر سرکار کی طرف سے متعین تھا لیکن برادر عزیز کی معیت میں صبح کے وقت سرکاری اسکول میں اور دوپہر کے وقت دینی تعلیم کے لئے مدرسہ تحفظ القرآن جانا شروع کیا جہاں وہ حفظ قرآن کر رہے تھے۔ احقر نے بھی ان سے سن سنکر کم از کم پاؤ پارہ یاد کر لیا۔ چنانچہ ابھی تک الف بار سے واقفیت نہیں ہوئی تھی۔ فللّٰہ الحمد۔ والد بزرگوار مدظلہ نے شوق دیکھ کر استاد محترم حافظ حبیب اللہ صاحب برمی سے ابتدائی تعلیم شروع کرانے کی درخواست کی۔ چند دنوں میں قاعدہ بغدادی یسرنا القرآن وغیرہ سے فراغت پاکر ناظرہ قرآن مکمل کئے بغیر ہی حفظ شروع کر دیا۔ جب کہ اس وقت عمر کا چھٹا سال چل رہا تھا۔ دو سال کے عرصہ میں احقر نے اپنے استاد محترم حضرت حافظ ہاشم بوڈی صاحب اور حافظ حبیب اللہ صاحب (برمی) سے حفظ قرآن کی تکمیل کی۔

عربی کی ابتدائی تعلیم

ساڑھے آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن سے فراغت کے بعد اپنے بڑے بھائی جو مجھ سے ڈیڑھ سال پہلے حفظ قرآن سے فراغت حاصل کر چکے تھے۔ اور اردو کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور ان طلباء کے ساتھ جو مدرسہ مذکورہ سے

حافظ قرآن ہو چکے تھے مدرسہ سورتیہ عربیہ میں حضرت مولانا فرید الزمان صاحب (برمی) کے پاس عربی کی ابتدائی تعلیم شروع کی، نور الایضاح اصول الشاشی وغیرہ تک کی تعلیم انہی سے حاصل کی، اس کے بعد برما کے مشہور و معروف عربی ادارہ (جو دار العلوم العربیہ کے نام سے مشہور ہے اور جس کے مہتمم ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے اسی طرح حضرت تھانوی کے خلفا میں سے ہیں جن کا نام نامی حضرت اقدس مولانا مفتی محمود داؤد یوسف صاحب راندیری مظاہری ہیں) میں داخلہ لیا اور دیگر علوم و فنون کی تکمیل کی اور وہیں دورۂ حدیث پڑھ رہے تھے کہ تقدیر الٰہی سے ملک برما چھوڑ کر ۲۷ر جنوری ۷۷ء ہجری میں انگلینڈ پہنچے۔

دار العلوم العربیہ الاسلامیہ برمی میں داخلہ

چونکہ ابھی درس نظامی کی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی جس کی والد محترم کو از حد فکر تھی اور بظاہر اس تعلیم کا مستقبل قریب میں مکمل ہونا ناممکن بھی تھا۔ مگر اس کریم ذات کا بے حد احسان ہے کہ اس نے ہمارے یہاں آنے سے پہلے ایک مردِ مجاہد (حضرت مولانا محمد یوسف متالا) کے ہاتھوں دار العلوم کی بنیاد ڈال دی حضرت مولانا متالا صاحب مدظلہ العالی سے مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ اگلے رمضان کے بعد مشہور و معروف ادارہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں اس کی تکمیل ہو جانے اور اگلے رمضان تک چند کتب فنون کی (جو برما میں نہیں پڑھی تھی) دار العلوم العربیہ بری میں پڑھ لی جائے۔ غرضیکہ ہم نے اپریل ۷۸ء میں اس دار العلوم میں داخلہ لیا۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ دار العلوم میں درس نظامی کی ابتدائی تعلیم تھی اس لئے حضرت اقدس مرشدی حضرت مولانا یوسف صاحب مدظلہٗ نے ہم کو چند ادب کی کتابیں، مثلاً السبع المعلقات، دروس التاریخ الاسلامی۔ قصیدہ بردہ وغیرہ وغیرہ کتابیں ہمارے لئے منتخب کیں۔ اور اپنی شفقتوں اور عنایتوں کے صدقے میں ان کتابوں کو بذاتِ خود پڑھانا شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ معاف کرے ان ایام کی کوتاہیوں کو کہ جس قدر روز بروز اُدھر سے الطاف و کرم بڑھتا رہتا تھا اسی قدر ہماری طرف سے کوتاہیاں اور لاپرواہیاں بڑھتی جاتی رہی۔

بلکہ کئی بار اس بات کی نوبت بھی آئی کہ حضرت والا مدظلہ کلاس میں حاضر ہوں۔ اور ہم اپنے کمرے میں خواب خرگوش میں ہوں۔ لیکن اللہ رے اس شفقت کا کیا کہنا کبھی بھی سخت لہجہ استعمال نہیں فرمایا اور کبھی ڈانٹا نہیں بلکہ شفقانہ انداز میں تنبیہ فرمادیتے تھے۔

جس دن سے ہماری واقفیت حضرت نور اللہ مرقدہ سے ہوئی ہے کبھی کبھی درس میں اور کبھی کبھی مجالس میں حضرت مولانا حضرت نور اللہ مرقدہ کے واقعات حضرت کی حیاتِ طیبہ پر روشنی حضرتؒ کی زندگی کے گذرے ہوئے ایام کے واقعات بتلاتے تھے۔

غالباً ۱۳۹۸ھ تھا اور مئی ۷۸ء تھی کہ حضرت مولانا مدظلہ کی طرف حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا وہ نامہ آیا جس نے حضرت مولانا کو بے چین کر دیا۔ اور جس کی وجہ سے حضرت مولانا کا فرحت و سرور غم میں بدل گیا اور راتوں کی نیند حرام ہو گئی۔ اور طبیعت میں بے قراری اور بے چینی بڑھ گئی چند دن گذارنے کے بعد حضرت مولانا نے اس کا اظہار یوں کیا کہ:

"حضرت دامت برکاتہم کا خط آیا ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ میں اس بار رمضان ہندوستان میں گذاروں گا اگلے سال کا پتہ نہیں کہ فرش پر ہوتا ہوں کہ فرش کے نیچے"۔

چونکہ رمضان المبارک کے ایام قریب تھے اور ہماری نصابی تعلیم بھی ادھوری تھی والد بزرگوار سے مشورہ کے بعد میرا اور میرے بڑے بھائی کا ہندوستان مظاہر العلوم سہارنپور میں تعلیم کا مکمل کرنا طے پایا۔

اور اس طرح حضرت مولانا مدظلہ العالی کے ساتھ ہندوستان کا سفر ہوا۔ راستہ میں حضرت مولانا ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہ کے حالات ماضی کی رمضانوں کی کیفیتیں سناتے رہے۔ اور حضرت نور اللہ مرقدہ سے ملاقات کے آداب اور بزرگان دین سے ملنے کے چند اصول بتلائے

حضرت نور اللہ مرقدہ کی پہلی زیارت

غالباً عشاء کی نماز سے کچھ پہلے حضرتؒ کی خانقاہ عالیہ میں پہنچے خانقاہ عالیہ کا یہ حال تھا کہ ہزاروں لوگوں کا مجمع تھا۔ اور نماز کے بعد حضرتؒ کی مجلس ہوتی تھی اس لئے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اگلی صفوں میں نماز پڑھے تاکہ حضرت کی زیارت بآسانی ہو سکے۔

نمازِ عشاء کے بعد حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت ہوئی۔ اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر۔

چونکہ ہماری تعلیم نظامی کی تکمیل کا مشورہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کے مطابق مدرسہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ اور تعلیم شروع کردی۔ پڑھنے کے معاملے میں ہمیشہ سے بدشوق رہا ہوں۔ مطالعہ کرنا اور سبق پڑھنے کے بعد اسکی تکرار کرنا یہ بھی بہت ہی کم ہوا۔ البتہ الحمد للہ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا اسباق میں حاضری ضرور دیتا رہا اور ہر سبق باوضو پڑھنے کی کوشش کی۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے اپنے متوسلین کو جو معمولات تبلائے تھے۔ اللہ معاف کرے دورانِ تعلیم ان میں سے سوائے ایک عمل کے اور کسی پر بھی عمل نہ ہو سکا جس پر عمل ہو سکا وہ یہ کہ روزانہ دن کے کسی بھی حصّہ میں چند پارے کی تلاوتِ قرآن ضرور کر لیتا تھا۔ تعلیمی سال کے اختتام پر تعلیم کی تکمیل کے بعد دوبارہ ۷۸ء میں انگلینڈ واپس آگیا۔

رمضان المبارک اپنے شہر "گلاسٹر" میں گذارا اور بعد رمضان چند ماہ کے لئے تبلیغی جماعت میں نکل گیا۔

انگلینڈ واپسی کے بعد حضرت کے بتلائے ہوئے معمولات پر پابندی سے بھی عمل شروع کردیا۔ بسا اوقات ذوق وشوق کی وجہ سے بغیر اجازت کے ذکر بالجہر کر لیا کرتا تھا۔ تا آنکہ شعبان ۹۹ھ میں ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہ کی انگلینڈ تشریف آوری ہوئی جس کا پورا واقعہ سفر انگلینڈ وافریقہ میں مذکور ہے۔ ساری دنیا امنڈ امنڈ کر دار العلوم میں جمع ہونا شروع ہوگئی میں بھی ان ہی لوگوں میں سے تھا۔

ایک دن دوپہر کے وقت مرشدی حضرت مولانا یوسف صاحب مدظلہ سے ملاقات ہوگئی۔ احقر نے سلام کیا تو جواب کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرتؒ تشریف لائے ہیں اور تم نے حضرت کی خدمت اقدس میں حاضری دیکر ذکر بالجہر نہیں طلب کیا۔ ذکر والی زندگی تو ہونی چاہیئے۔ اگرچہ میں ذکر بالجہر کا بہت ذوق رکھتا تھا مگر حضرت کا مقولہ بار بار سنا تھا کہ ذکر بالجہر پر مداومت نہ ہو سکتی ہو تو نہ کرے مگر ابتداء کر لینے کے بعد اس کا چھوڑنا بہت مضر ہے اس لئے اسکی اجازت طلب کرنے سے دل بہت ہی گھبراتا ہے مگر حضرت مولانا یوسف صاحب مدظلہ نے کچھ ایسے انداز میں فرمایا کہ احقر سے کچھ کہا نہیں گیا اور یہ کہدیا کہ انشاء اللہ کسی وقت حاضر ہو کر

ذکر کی اجازت طلب کروں گا۔ حضرت مرشدی مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ بعد نمازِ ظہر فلاں جگہ حاضر ہو جانا میں لے چلوں گا۔ ارشاد کے مطابق احقر وہاں حاضر ہوا۔ حضرت مولانا یوسف صاحب مجھے حضرت کی خدمت میں لے گئے۔ کمرہ میں کوئی موجود نہیں تھا۔ سارے خدام و متعلقین کمرہ سے باہر ذکر بالجہر میں مشغول تھے۔ احقر حضرتؒ کی چارپائی کے پائینتی کی طرف بیٹھ گیا۔ یہ حضرت نور اللہ مرقدہ کے ساتھ احقر کی اس اعتبار سے پہلی ملاقات تھی کہ حضرتؒ اور میرے درمیان تیسرا کوئی شخص موجود نہیں تھا (حضرت مولانا بھی مجھے چھوڑ کر باہر تشریف لے آئے تھے)۔

پیرانِ پیرؒ کے مواعظ وملفوظات میں کئی بار پڑھا تھا کہ شیخ کامل کے سامنے جب مرید جاتا ہے اس کے حالات مرشد پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس وقت احقر کی جو کیفیت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ دل میں خطرہ تھا کہ ابھی حضرت نے خوب ڈانٹنا ہے اچھی طرح خبر لینی ہے کہ جب تجھ میں اتنی خرابیاں ہیں تو کس منہ سے ذکر کے لئے آیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت نے پوچھا کون نام بتلایا۔ حضرت نے وجہ دریافت کی احقر نے وجہ تبلادی۔ فرمایا مولانا عبد الرحیم صاحب کو بلاؤ۔ جب وہ تشریف لائے تو ان سے فرمایا کہ ذکر کا طریقہ اسے بتلا دو۔ حضرتؒ کی موجودگی میں انہوں نے ذکر کا طریقہ تبلا دیا۔

اس کے بعد گھر کی واپسی تک حضرتؒ کے ہاں اور گھر پہنچ کر بھی اس پر مداومت رہی۔ چند ماہ کے بعد اپنے شہر گلاسٹر میں ایک مسجد میں امامت کی خدمت میرے ذمہ سپرد ہوئی۔ تقریباً ۷ ماہ تک وہاں خدمت انجام دی۔ مشیت ایزدی اور اپنی شامتِ اعمال کی وجہ سے وہاں کی خدمت سلب کرلی گئی۔ تقریباً ۴ ماہ تک اپنے مکان میں چند بچوں کو دینی تعلیم دیا کرتا رہا کہ اتفاقاً چند اساتذۂ دار العلوم کی شہادت عظمیٰ کا وہ حادثہ پیش آیا جس سے ہر شخص کانپ اٹھا خصوصاً دار العلوم چند ایسے اساتذہ سے محروم ہو گیا جو برسوں میں زمانے کو میسر ہوتے ہیں۔ انا للہ الخ۔ تمام لوگوں کی زبانوں پر دار العلوم کے حق میں یہ جملہ دعائیہ ضرور بالضرور آیا تھا کہ "اللہ تعالیٰ دار العلوم کو نعم البدل عطا فرمائے"۔

اگرچہ میں اس لائق نہیں تھا مگر حضرت اقدس مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمود الحسن

صاحب مدظلہ کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ اس میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اپنے تمنا کا یوں اظہار فرمایا کہ "کیا اچھا ہوتا کہ آپ ان کی (یعنی حضرت مرشدی مولانا یوسف صاحب مدظلہ کے) مدرسہ کی خدمت کرتے اور چار اساتذہ کے شہید ہونے پر ان کی جگہ پُر کرتے"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا کو پورا فرمایا اور دار العلوم کی خدمت کا موقع عنایت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ظاہراً و باطناً ان بزرگوں کا علماً عملاً اخلاقاً جانشین بنا دے تو یہ اس کے کرم سے بعید نہیں ہے۔ اگرچہ ابھی احقر اس سے خالی ہے (وما ذالک علی اللہ بعزیز)

خلافت واجازت

اس سلسلہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جو گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا وہ درج ذیل ہے:-

من مدینہ منورہ علی منورہا الف الف صلوٰۃ وسلام -

محترم المقام مولانا بلال صاحب مدرس دار العلوم بری وخطیب مسجد خضرا دامت برکاتہم - بعد سلام مسنون آج مؤرخہ ۱۰ محرم ۱۴۰۲ھ بروز جمعہ بعد عصر قطب الاقطاب حضرت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم نے بندہ (صوفی اقبال صاحب) سے فرمایا کہ عزیز مولوی بلال سلمہ مدرس دار العلوم بری کو میری طرف سے لکھدو کہ میں (یعنی حضرت شیخ) تم کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں - کوئی بیعت کے لئے درخواست کرے تو بیعت کرکے مناسب حال معمولات اور ذکر تلقین کیا کریں طالب کی تربیت میں اہتمام وفکر کریں، اللہ تعالیٰ ان کو مبارک فرمائے اور ان کے فیوض سے امت کو مستفید کرے۔

اس کے ساتھ اس راستے کی اپنی ترقی واصلاح کا بھی بہت زیادہ فکر رہنا چاہیئے کہ ترقی کی ابتداء اب شروع ہوئی ہے اس نعمت کی بہت قدر کریں لاپرواہی اور بے فکری ہو جانے سے بسا اوقات تنزل ہو جاتا ہے اس سلسلے میں میرا رسالہ نسبت واجازت کو بغور مطالعہ میں رکھیں اور اکمال وارشاد وغیرہ کتب بھی مطالعہ میں رہیں۔ کچھ پوچھنے کے لئے مولانا محمد یوسف متالا سے ربط رکھیں۔

فقط

بارشاد حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم بقلم محمد اقبال ہوشیارپوری مدینہ منورہ ۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

اللہ پاک نے اپنے فضل وکرم سے ایسی ذات بابرکت تک پہنچایا جو نہ صرف اپنے معاصر علماء میں ممتاز ہے بلکہ آسمان طریقت وشریعت کے درخشندہ آفتاب بھی ہیں۔ مگر شوخی قسمت اور کاہلی وطبعی رذالت کی وجہ سے ناکامی کا منہہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

اللہ پاک اپنے فضل وکرم اور ان اکابر کی قدموں کی برکت سے اخلاقِ فاضلہ اصلاحِ حال کی نعمت اور اپنی مرضیات نصیب فرماوے۔ آمین -

یظن الناس بی خیراً وانی　　لشر الناس ان لم یعف عنی

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا مدظلہ العالی

مہتمم معہد الرشید الاسلامی چپاٹا زامبیا (افریقہ)

عزیزم مولانا احمد علی سلمہٗ! بعد سلام مسنون خیریت طرفین نیک مطلوب ہے۔ کل گذشتہ غیر متوقع طور پر کرم نامہ موصول ہوا، اور باعث مسرت ہوا، مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ آجکل آنعزیز پاکستان میں نورافشانی کر رہے ہیں، ماشاء اللہ، قیام پاک مبارک اور خدمت سوانح مرشدی ماوادارین نوراللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہ، صد مبارک، آپ خوش نصیب ہیں کہ اس مبارک اور اعلیٰ کام میں لگے ہوئے ہیں، آپ پر بڑا ہی رشک آیا، میرا خود بھی جی چاہتا ہے کہ پاکستان حاضر ہو کر حضرت مولانا یوسف صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں قیام کروں، اور پریس وغیرہ جانا آنا، پروف وغیرہ دیکھنا وغیرہ وغیرہ جو بھی خدمت حضرت مولانا فرمادیں، اپنے سر پر رکھ کر اس کو انجام دوں، لیکن مدرسہ، اور وہ بھی ابتدائی نیا نیا، بنیادی کام، نیا ماحول، نئے لوگ، نئی قوم، قانونی کاروائیاں، مختلف امور و مشاغل اور اپنی طبیعت ان چیزوں سے انتہائی آبی، لیکن حکم حضرت والا، فکرِ موت اور حضرت کے سامنے پیشی، اور باز پرس کا ڈر، وغیرہ وغیرہ، یہ اسباب یا موانع مجھے حاضری سے مانع ہیں، لیکن میرا دل اس سوانح کی زیارت کے شوق میں اٹکا ہوا ہے۔ بار بار آپ کے پیرو مرشد کو فون کر کے پوچھتا رہتا ہوں، ابھی دو ہفتہ میں دو مرتبہ فون کیا، اور روزآنہ انتظار اور اشتیاق میں اضافہ، اس پر جناب والا کا کرم نامہ صادر ہوا جو جرنیلی حکم لئے ہوئے تھا کہ جب تک میرے حالات نہ بھیجوں گا------- یہ فقرہ اور جرنیلی حکم تیر کی طرح میرے قلب کی گہرائی میں پیوست ہو گیا، میں سوچتا رہا کہ سوانح تو امت کا حق اور مطالبہ ہے اس میں ایک نالائق کی بداخلاقی کی وجہ سے یہ شدت کیوں؟ میرے خیال انقص میں ایک کی بدعنوانی کے خاطر لاکھوں کے جذبات سے صرفِ نظر کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ میں گجراتی آدمی ہوں، زبان و قلم کے اعتبار سے مافی الضمیر کو شاید اچھی طرح ادا نہیں کر پا رہا ہوں، اس لئے تعبیر میں نامناسب انداز کی معافی پیشگی چاہتا ہوں۔

چونکہ جناب نے فقرہ بہت سخت لکھا ہے اس لئے تعمیل ارشاد میں اور میری وجہ سے ہزاروں کو انتظار کی مزید زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ نیز آپ کے پیرو مرشد کا بھی مسلسل اصرار ہے اس لئے ان سب باتوں کے پیش نظر چل میرے خامہ بسم اللہ۔

میرا جی چاہتا تھا کہ جناب کے خط کے جواب میں ایک شعر لکھ دوں۔

گر نام و نشان من پرسند بگو قاصد   آوارۂ مجنونے رسوا سر بازارے

لوگ بزرگوں سے استفادہ کرتے ہیں اور خلق خدا کو دینی نفع پہونچاتے ہیں، اپنا حال اس کے برعکس ہے، بزرگوں کی نسبت سے مال اڑاتے ہیں، عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی حال زار پر رحم فرمادے، اور آپ جیسے حضرات کے حسنِ ظن کی برکت سے دین کا کوئی کام لے لے۔ آمین۔

جن دنوں میں حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہٗ حضرت جیؒ کی سوانح مرتب فرما رہے تھے، ان کا اصرار حضرتؒ کے حالات بھی لکھنے کا تھا اس لئے بار بار حضرت پر اصرار کر رہے تھے، نیز اسی طرح حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری حضرت کی سوانح مرتب فرما رہے تھے اس کا علم جب حضرتؒ کو ہوا نیز اس طرح کی کوئی بات حضرتؒ کے علم میں آئی تو حضرت یہی ارشاد فرماتے "مجھے مرنے تو دو" اور فرماتے فان الحی لا تومن علیہ الفتنۃ۔ اسی لئے آپ کے پیرو مرشد سے میں یہی اشکال کرتا رہا کہ یہ سوانح حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ ہے یا سوانح خلفاء کرام؟ اس پر آپ کے حضرت صاحب تحریری اور تقریری جوابات مدلل و مبسوط دیتے رہے، ماشاء اللہ عالم و فاضل، آپ جیسے شاب صالح جن کے شاگرد، بھلا مجھ جیسا ناداں ان کے استدلالات کے جوابات کی تاب کہاں لاسکتا ہے؟ پھر ان کی ناراضگی اور خفگی کا ڈر، اس لئے یہ سطور کئی اعتبار سے ضروری ہو گئیں۔

پھر مجھے یہ خیال بھی بار بار ستاتا رہا کہ اپنے متعلق نہ لکھنے کی وجہ ذہن میں یہ ہے کہ میں کیا لکھوں؟ میں تو کچھ نہیں ہوں، سیہ کار بدنام کنندۂ بزرگان ہوں، یعنی کہ تواضع کر رہا ہوں۔ لیکن اس تواضع میں کہیں تکبر تو نہیں ہے، بہرحال کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے؟ بہرحال الٹی سیدھی یہ سطور لکھ رہا ہوں۔

نقشبندی بزرگ سے بیعت کا عزم

۶۳ء میں مشکوٰۃ شریف ہوئی اس کے بعد ایک گاؤں میں محراب سنائی، ماہ مبارک میں جب محراب سنا رہا تھا، میرے بعض خاص دوست ماہ مبارک سہارنپور گزار رہے تھے شعبان میں (زبانی) اور اس کے بعد سہارنپور سے تحریری طور پر وہ مجھے اس کی دعوت دے رہے تھے کہ میں بھی آخری عشرہ میں سہارنپور حاضر ہو جاؤں، اور حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ سے شرف بیعت حاصل کروں، لیکن میرا ارادہ ایک نقشبندی بزرگ سے بیعت کا عرصہ سے تھا، انکی تشریف آوری راندیر سے بالکل متصل سورت بھی سال میں ایک دو مرتبہ ہفتہ عشرہ کے لئے ہوتی رہتی تھی۔ میں کئی مرتبہ آمد کی اطلاع پر حاضر بھی ہوا لیکن وہاں جا کر معلوم ہوتا کہ آمد کسی وجہ سے نہیں ہو سکی، لیکن ارادہ پختہ تھا کہ ان سے بیعت ہوں گا۔

استخارہ اور خواب میں زیارت

ماہ مبارک بلکہ شعبان سے دوستوں کے اصرار پر کچھ کچھ خیال استخارہ کا ہوا، ماہ مبارک میں استخارہ شروع کیا، برابر استخارہ کرتا رہا ایک روز خواب دیکھا کہ ایک بڑی مسجد کے صحن کے آخر میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما ہیں اور فضائل رمضان شریف حضرت کے دستِ مبارک میں ہے، مجھے دیکھ کر حضرتؒ نے بہت قوت کے ساتھ مجھے گھورا، اس سے مجھ پر بڑا رعب طاری ہوا۔

سہارنپور حاضری

اس سے قبل میں سہارنپور حاضر نہیں ہوا تھا۔ صبح ارادہ کر لیا کہ ان شاء اللہ سہارنپور حاضر ہونا ہے۔ عام طور سے گجرات میں ۲۷ ر ویں شب میں ختم قرآن پاک کا معمول ہے، ۲۷ ر ویں شب میں ختم قرآن پاک کر دیا اور اس شب میں رات ۲ ر بجے دہرا سے روانہ ہو گیا۔ ۲۸ ر رمضان المبارک کو ظہر کے وقت سہارنپور حاضری ہوئی، اس سال حضرتؒ نے اعتکاف نہیں فرمایا، میرے وہ دوست مولانا احمد اصاحب جو سہارنپور دیکھنا چاہتے تھے مجھے یکایک دیکھ کر اچھل پڑے (اللہ تعالیٰ انکی محبتوں کا دارین میں بہت ہی بدلہ عطا فرماوے) خوشی میں غسل کیا کپڑے

بدل لئے، خوشبو لگائی مٹھائی کی دعوت دوستوں کی کی، وغیرہ وغیرہ۔

حضرتؒ سے بیعت کا فیصلہ

ظہر کے بعد حضرتؒ کچے گھر تشریف لے گئے۔ معتکفین کے علاوہ ذاکرین حضرت کے ساتھ کچے گھر گئے، اور حضرتؒ حجرہ کے اندر قرآن پاک سنانے میں مشغول ہو گئے، اور باہر ذاکرین نے ذکر شروع کیا، احقر بھی اس مبارک مجلس میں شریک رہا، حضرت اقدس کا رعب اور ذاکرین کا ذکر دلمیں عجیب سا اثر پیدا کر رہا تھا، اس مجلس میں شاید بیعت کا ارادہ پختہ کر لیا چنانچہ اپنے دوست کی معرفت حضرتؒ سے درخواست بیعت کی گئی۔ حضرتؒ اوابین سے فارغ پر قبیل عشاء بیعت فرماتے تھے، چنانچہ حاضری ہوئی، ساتھ ہی ایک اور صاحب بھی تھے، حضرت اقدس کا دستِ مبارک ایک ان کے ہاتھ میں اور دوسرا احقر کے ناپاک ہاتھوں میں تھا اور حضرتؒ نے بیعت کیا۔

ذکر بالجہر

بیعت کے بعد ہمارے ساتھی نے حضرت کے سامنے ذکر کا اشتیاق ظاہر کیا حضرت نے اگلے روز بعد ظہر پوچھنے کے لئے فرمایا، میں نے بھی اس وقت ذکر کا شوق ظاہر کیا حضرتؒ نے مجھ سے بھی وہی سوال کیا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اور کیا کرتے ہو؟ میں نے اگلے سال دورہ ہوگا جواب دیا حضرت نے فرمایا دورہ کے سال میں اور طالبعلم کو ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد واپس آ گئے مجھے حضرت کے انکار فرمانے پر بڑا رنج ہوا، میرے دوستوں نے کہا کہ رنج کی کوئی بات نہیں ہے تم بھی کل ظہر کے بعد تمہارے ساتھی کے ساتھ چلے جانا، حضرت تو طلب دیکھنا چاہتے ہیں، لیکن میری ہمت نہیں ہو رہی تھی خدا خدا کر کے بڑی دعائیں کر کے اگلے روز ساتھی کے ساتھ بعد ظہر حاضرِ خدمت ہوا، حضرت نے فوراً فرمایا، تم کیوں آئے؟ میں عرض کیا ذکر کے لئے، ڈانٹ کر فرمایا، میں نے رات منع نہیں کیا تھا کہ طالبعلم کو ذکر نہیں کرنا چاہیئے، میں تو چکرا گیا، پھر حضرتؒ نے بارہ تسبیح کا ذکر بتا دیا، تقریباً دس روز حاضری کے بعد واپسی ہوئی۔ دورہ کے ساتھ بعد عصر ذکر کا اہتمام الحمد للہ ہوتا رہا اور گاہے گاہے حضرت کی خدمت میں عریضہ بھی لکھتا رہا حضرت کے عنایت نامے بھی آتے رہے۔

دوسری مرتبہ حاضری اور خدمت کا شرف

دورہ سے فراغ پر ۲۲؍ شعبان کو سہارنپور حاضری ہوئی، اور بقرہ عید تک کے لئے حضرتؒ سے اجازت بھی لے لی، مہمان خانہ میں جہاں میرا بستر تھا۔ حضرت کے کاتب خطوط مولانا یعقوب صاحب مدراسی کا بستر بالکل میرے بستر سے متصل تھا، اواخر شعبان میں ان کے گھر سے دو ایک برقیہ ان کی جلد واپسی کے آئے، ایک دن انہوں نے مجھ سے نام پتہ وغیرہ دریافت کیا اور مدّت قیام وغیرہ معلوم کیا، پھر مجھ سے پوچھا کیا تم حضرت کی ڈاک لکھو گے؟ یہ سوال میرے لئے انتہائی تعجب خیز تھا اس لئے کہ حضرت سے کوئی جان پہچان تو کجا، راستہ میں حضرت کو سلام کرتے ہوئے بھی ڈر معلوم ہوتا تھا، اور پرانے پرانے حضرت کے کئی خادم موجود تھے، ایکدم نئے سوال سے میں باغ باغ ہوگیا میں نے کہا ضرور ضرور، بات ختم ہوگئی۔

تم تو علامہ ہو

دستر خوان پر حضرت یہ تذکرہ فرمانے لگے کہ ہمارے مولوی یعقوب تو جارہے ہیں ہماری ڈاک کا کیا ہوگا؟ ایک دن ظہر کے کھانے میں جو ٹال میں سردیوں کی وجہ سے دھوپ میں ہورہا تھا، حضرت نے فرمایا ارے تم میں کوئی ہے جو میری ڈاک لکھ لے گا؟ میں ایکدم سے نہ معلوم کیسے کھڑا ہوگیا کہ میں لکھونگا، سارے لوگ مجھے تعجب سے دیکھنے لگے۔ حضرت نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا گجرات سے۔ دریافت فرمایا کیا کرتے ہو؟ عرض کیا میں جامعہ حسینیہ سے فارغ ہوگیا ہوں (اُس وقت اور اب بھی بات کرنے کا سلیقہ تو آتا نہیں) فرمایا "تم تو علامہ ہو" بیٹھ جاؤ۔

ڈاک لکھنے کی ابتداء

ماہ مبارک آگیا حضرت نے شاید پہلی مرتبہ اس سال پورے ماہ کا اعتکاف گھر کے قریب والی مدرسہ قدیم کی مسجد میں فرمایا، دو چار ہی دن گذرے تھے کہ مولوی یعقوب صاحب کا وقت سفر آگیا، اگلے روز وہ مجھے حضرت کے پاس لے گئے ان دنوں میں حضرت کا معمول ۹؍ بجے اٹھنے کا تھا اور پونے بارہ کے قریب ڈاک مختصر دیکھنے اور لکھوانے کا تھا، حضرتؒ

نے فرمایا اس کو میری ڈاک کی جگہ اور ڈبہ وغیرہ دکھادو، پھر فرمایا تو مجھے اٹھالیگا؟ میں نے عرض کیا اِن شاء اللہ، اِن دِنوں میں حضرت ایک آدمی کے سہارے دوسرے ہاتھ میں چھڑی کی مدد سے چلتے پھرتے تھے اتنے معذور اس وقت نہیں ہوگئے تھے، حضرتؒ نے فرمایا مردہ ہاتھی کا اُٹھانا ہر ایک کے بس کا نہیں ہے، اس دن سے الحمدللہ خلاف وہم وگمان محض مالک کے کرم سے ڈاک کی سعادت اور حضرتؒ کو استنجاء کے لئے لے جانے کی اور وضو وغیرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

سال بھر قیام کا عزم

پھر حضرت کی شفقتیں بھی بڑھنے لگیں، عشاء کے بعد کی مجلس میں حضرت یاد فرمانے لگے اور پھلکی کباب وغیرہ مرحمت فرمانے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے بقرہ عید قریب آگئی اور اپنے گھر سے بھی اور حضرت سے بھی بقرہ عید تک کے لئے اجازت تھی، حضرت نے حافظ صدیق صاحب سے معلوم کرایا کہ بقرہ عید کے بعد کیا نظام ہے؟ عرض کیا کہ جی تو اب نہیں چاہتا لیکن مجبوری ہے، ملازمت کرنا ہے۔ حضرت نے حافظ صاحب سے فرمایا ہوگا، اس پر حافظ صاحب مجھ سے مزید ٹھہرنے کے لئے فرمانے لگے، میں نے اپنے گھر سے ماہ مبارک تک کے لئے اجازت لے لی۔ اور حضرت سے عرض کیا کہ اب ماہ مبارک کے بعد جاؤں گا۔ حضرت بہت خوش ہوئے، بڑی دعائیں دیں، اللہ جل شانہ کا فضل وکرم ہوا۔

حضرتؒ کی شفقتیں

حضرت کی شفقتیں اور توجہات روز افزوں ہونے لگیں اور ڈاک کا سلسلہ بھی بحسن وخوبی انجام پاتا رہا حضرتؒ بڑے مطمئن رہتے، ٹوٹا پھوٹا ذکر وغیرہ کا سلسلہ بھی چلتا رہا، ساتھ ہی درس بخاری شریف میں بھی برائے نام شرکت ہوتی رہتی، سال پورا ہوگیا، اگلے سال پھر سال بھر کے لئے ارادہ کرلیا کہ سہارنپور ہی قیام کرنا ہے، اور حضرتؒ بھی اب تو یہی چاہتے تھے کہ مستقل وہیں پڑا رہوں، بار بار دریافت فرماتے کہ ابے لونڈے گھر جاکر کیا کرے گا؟ پڑا رہ، ملازمت پھر زندگی بھر کرتے رہنا اپنے اور بزرگوں کے واقعات پڑ جانے کے سناتے رہتے، حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ کے پڑ جانے کے واقعات سناتے، خود اپنے

واقعات ملازمتوں کی پیشکش اور حضرت کی طرف سے انکار کے سناتے رہے، دینی آزمائشوں کے واقعات سناتے، میرے دوسرے سال بھر کے قیام کے ارادہ سے بہت ہی خوش ہوئے اور بڑی دعائیں دیں۔

اب تو حضرتؒ کا تعلق شفقتوں اور عنایتوں سے بہت آگے محبت کے درجے میں تھا اور محبت بھی ماشاء اللہ بہت زیادہ، کبھی طبیعت خراب ہوتی تو حضرتؒ حجرہ پر کھانا بھجواتے، بار بار طبیعت پوچھواتے، مونگ کی دال کی کھچڑی خصوصیت سے گھر میں پکواتے عشاء کے بعد کی مجلس میں مستقل شرکت، نہ صرف شرکت بلکہ کبھی غیر حاضری ہوتی تو اس پر فقرہ فرماتے، ان دنوں میں چند روز کے لئے اپنے گھر جانا ہوتا تو گھر پہونچنے کے ساتھ ساتھ ہی محبت نامہ بھی ڈاک میں پہنچ جاتا اس میں واپسی کی تاریخ اور انتظار وغیرہ ہوتا، گھر جانے کے دنوں میں دو چار روز پہلے سے ہی اشعار وغیرہ پڑھتے اور فرماتے رہتے تیرے جانے کا بڑا قلق ہو رہا ہے، میری ڈاک کا کیا ہوگا؟ اور فرماتے، ہماری طبیعت ایسی ہے کہ جلدی کسی سے مناسبت نہیں ہوتی، جب کسی سے مناسبت ہو جاتی ہے تو دہی منہہ پھیرنے لگتا ہے اور فرماتے ؎

گر گدھی کے کان میں کہدوں کہ ہوں تجھ پر فدا　　قسم رب کریم کی وہ بھی کھیت کھانا چھوڑ دے

وغیرہ وغیرہ۔ دلچسپ قصے اور فقرے اور اشعار سناتے، جب گھر سے واپسی ہوتی تو بڑی دعوت فرماتے خوب شفقتیں فرماتے۔ ساتھ ہی قیام سہارنپور میں پھر تو پیسے کپڑے ہر چیز کا خیال فرماتے اور آخر میں تو ہزاروں کی رقم مرحمت فرماتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کو ہزاروں دے کر سکون اور چین ملتا ہے۔

اصلاح و تربیت

ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ ذکر شغل اور اصلاح کی طرف سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوتے تھے، کبھی ذکر ناغہ ہو جائے یہ گوارا نہیں تھا، کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو چھوٹی غلطی پر فقرہ اور بڑی غلطی پر ڈانٹ، اور غصہ اور کبھی زیادہ قابلِ اصلاح بات ہوتی تو زبردست ڈانٹ بھرے مجمع میں پڑا کرتی تھی۔ اس میں کسی قسم کی رو رعایت، اور شفقت اور محبت اس کے لئے مانع نہیں تھی، بلکہ یہی حقیقۃً محبت

تھی کہ غلطیوں پر تنبیہ اور ڈانٹ سے خبر لیتے تھے، اور اپنے اور بزرگوں کے اس سلسلہ کے واقعات سناتے رہتے، لیکن حضرت کی ایک عجیب بات یہ تھی کہ سخت غصہ کی حالت میں جب یہ عرض کیا گیا کہ حضرت غلطی ہوگئی فوراً معاف اور محسوس بھی نہیں ہوتا تھا کہ ایک منٹ پہلے حضرت اس قدر شدید غصہ میں تھے۔

مدرسہ کا ناظم مالیات نہ بننا

دوسرے سال بھی حسبِ معمول ڈاک کی سعادت نصیب رہی، اس کے ساتھ ساتھ بخاری شریف کی سماعت بھی برائے نام رہی، اور اُلٹی سیدھی کاپی بھی بخاری شریف کے دورانِ درس لکھی جو الحمد للہ محفوظ بھی ہے۔

ایک مرتبہ دورانِ درس میں وقف للہ مال کی اہمیت اور اس میں احتیاط کے متعلق ارشادات فرمائے، اور اپنے والد صاحبؒ کا قصہ بھی سُنایا کہ مدرسہ کے حمام کے باہر ماہ مبارک میں سالن کا پیالہ رکھکر جمے ہوئے گھی کو پگھلالیا کرتے (قصہ معروف ہے) اس کے دو روپے مدرسہ میں اس نام سے کہ مدرسہ کے حمام کی آگ سے فائدہ اٹھایا مدرسہ میں داخل کراتے تھے وغیرہ وغیرہ، پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا (میں ساتھ ہی بیٹھا کرتا تھا) عبدالرحیم تو تو مدرسہ کا ناظم مالیات نہیں بنے گا نہ؟ میں نے عرض کیا انشاء اللہ نہیں، فرمایا انشاء اللہ۔

مدرسہ کے حمام کی لکڑیوں کی قیمت

پہلے سال میں قبیل بقرہ عید حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کا حادثہ جانکاہ پیش آیا، چونکہ سردی کا موسم ختم ہو رہا تھا، اس لئے مدرسہ کے قانون کے مطابق حمام جلنے کا وقت ختم ہوگیا تھا لیکن ابھی سردی باقی تھی اس لئے حضرت نے اپنے جیب سے لکڑیاں منگوائیں تاکہ ان حضرات نظام الدین کی لاہور سے آمد پر مدرسہ قدیم میں حمام جلتا رہے، مہمان خانہ میں چارپائیوں کا انتظام وغیرہ بھی ہوگیا۔

لونڈا کام کا تھا وہی چلدیا

یکایک حضرت جی کا حادثہ پیش آیا، حضرتؒ کے ساتھ نظام الدین بھی حاضری ہوئی اور جنازہ میں

شرکت کی سعادت بھی، حضرتؒ کا یہ حادثہ بڑا زبردست تھا فرمایا کرتے تھے کہ لونڈا کام کا تھا وہی چلدیا۔

بزرگوں کا وجود سدّ سکندری ہے

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بزرگوں کا وجود حوادث اور فتن کے لئے سدّ سکندری ہوتا ہے مجھے بڑا فکر ہو رہا ہے، اور کچھ ہی دنوں کے بعد ہند و پاک جنگ شروع ہوگئی تھی ان دنوں میں (حضرت جی کے وصال کے بعد) جب ہم لوگ دوپہر میں قیلولہ کے بعد ظہر کی اذان پر حضرت کو لینے جاتے تو اکثر فرماتے کہ نیند نہیں آتی، اور اکثر یہ شعر پڑھتے ؎

نیند بھی فرقت میں کھا بیٹھی ہے نہ آنے کی قسم
خواب میں دیکھنے کا آسرا بھی جاتا رہا

جب ۶۵ء میں ہند و پاک جنگ شروع ہوئی، وہ دن بھی بڑے سخت تھے، انہی دنوں میں حضرت نے یٰسین شریف کا ختم عشاء کے بعد مدرسہ قدیم کی مسجد میں شروع کرایا، چونکہ جنگ کی وجہ سے شہر میں بجلی بالکل بند رہتی تھی، اور جن سنگھ کے نوجوان غروب ہوتے ہی گلیوں میں منظم طریقہ پر پہرہ دیتے اور رات بھر جاگتے، چھوٹا سا بلب بھی کہیں جلتا ایک شور اور ہنگامہ مچا دیتے، عشاء کے بعد کوئی رہگذر ملتا باز پرس کرتے، دن کے وقت میں شہر میں جانے میں ہندو مسلمانوں کو گھور گھور کر دیکھتے، ہر طرف خبروں کا تبادلہ اور جنگ کے تذکرے ہوتے، فضا میں عجیب کشیدگی اور خوف ہوتا، لیکن الحمدللہ حضرتؒ کے وجود باجود کی برکت نمایاں تھی کہ کسی قسم کا ذرّہ برابر کوئی خوف وہراس خدام کے دلوں میں محسوس نہیں ہوتا تھا۔

حضرت کی نظام الدین تشریف آوری

الحمدللہ حضرتؒ کے ساتھ حضرت جیؒ کے وصال کے بعد کئی مرتبہ نظام الدین حاضری ہوئی، ہر تین ماہ کے بعد ایک ہفتہ کے لئے نظام الدین حاضری ہوتی، اکثر و بیشتر حضرت کے ساتھ ہی کار میں سفر ہوتا، بابوجی (بابو ایاز) کی بڈھی گاڑی میں سفر ہوتا، کئی مرتبہ مزارات پر بھی حاضری ہوتی، اور شنبہ کی صبح کو جانا ہوتا، اور جمعرات کو واپسی ہوجاتی۔ وہاں مشورے وغیرہ ہوتے رہتے، ڈاک کا بھی سلسلہ رہتا، اور اکابرین تبلیغ، و ذمہ داران دہلی، و اطراف و اکناف دہلی کی آمد ہوتی، خوب مہمانوں کا ہجوم رہتا، بعد عصر مجلس ہوتی اس میں کارگزاری مولانا محمد عمر صاحب کسی نہ کسی جماعت کی سناتے، ذکر کا

سلسلہ قبیل فجر اور بعد مغرب بھی رہتا، سفر سے حضرت کو ہمیشہ وحشت رہتی، اگلے روز سے سفر کے نام اور تصوّر سے درد سر شروع ہوجاتا اور اگلے روز سے امتلاء کے ڈر سے کھانا پینا بند فرماتے، جب سے سفر شروع ہوتا، حضرت یٰسین شریف کا ورد فرماتے، اور اکثر فرماتے رہتے سفر میں یٰسین شریف پڑھ کر سب کو یکے بعد دیگرے ایصالِ ثواب کرتا ہوں، اور جس بستی میں جاتے وہاں کے مرحومین کو بھی خاص طور سے ایصالِ ثواب کرتے۔

بھائی تو ہم سے تو گیا

تیسرے سال احقر کی شادی طے ہوئی، حضرت سے اجازت لے کر ایک ماہ کے لئے گھر جانا ہوا، بقرہ عید کے دنوں میں شادی ہوئی تھی، جب سے شادی کا تذکرہ ہوا تھا حضرت سے برابر صلاح و مشورہ ہوتا رہا، اور حضرت کے مشورے سے الحمدللہ سب طے ہوا، ایک مرتبہ حضرت فرمانے لگے حضرت رائے پوریؒ کے ایک خادم کی شادی طے ہوئی انہوں نے حضرت رائے پوری سے اس کا تذکرہ اور دعا کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا دعا تو ضرور کرونگا لیکن بھائی تو ہم سے تو گیا، اس کے کچھ عرصے کے بعد انہوں نے حضرت کو بچہ کا مژدہ سنایا اور دعا کی درخواست کی حضرت نے جواب دیا دعا ضرور کروں گا لیکن بھائی تو تو اپنے آپ سے بھی گیا۔

نکاح پر عطیہ اور ولیمہ

جب شادی کی غرض سے جا رہا تھا حضرت نے بڑے پیسے بھی مرحمت فرمائے اور بہت کچھ دیا، اور بڑی دعائیں بھی دیں، شادی کے بعد جب سہارنپور واپسی ہوئی حضرت نے بہت ہی اہتمام سے ولیمہ کیا، اور بہت سے حضرات کو مدعو کیا، اور بار بار فرماتے آج تو مارے (ہمارے) لونڈے کا ولیمہ ہے، اس کے بعد تقریباً روزانہ دریافت فرماتے اب جورو کا کوئی خط تو نہیں آیا، جب عرض کرتا کہ آیا ہے، فرماتے کیا لکھا ہے؟ اس کے بعد خوب تفریحی فقرے فرماتے، اور کبھی دوسرے خدام سے مخاطب ہوکر فرماتے، ارے آج تو اس کی جورو کا خط آیا ہے، اس لئے بڑا خوش ہو رہا ہے، روٹی بھی نہیں کھائی جا رہی، وغیرہ وغیرہ۔

عزیزم مولانا احمد علی سلمہٗ میں نے ماہ مبارک سے قبل یہ صفحے لکھنا شروع کئے تھے خیال تھا دو چار روز میں مکمل کرکے بھیجدوں گا، لیکن مقدرات کا کیا علاج ہے کہ ہمارے ناظم مدرسہ کو فالج ہوگیا، سر پر سالانہ امتحان اور دیگر مشاغل، یکدم کام بند ہوگیا پھر ماہِ مبارک شروع ہوگیا جتنا ہوچکا تھا وہ ارسال ہے۔

ابھی تو بہت سے اہم واقعات سفر حجاز کے، اور پھر مصر کے اسفار پھر معہد کے لئے حضرت کا انتخاب، معہد کا قیام اور حضرت کا اپنا وعدہ کے طور پر یہاں تشریف لاکر تعلیم کی بسم اللہ کرانا وغیرہ انشاء اللہ ماہ مبارک کے بعد ضرور لکھکر بھیجدونگا۔

فقط والسلام

۱۶ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

اظہارِ تشکّر

خوش قسمتی سے جبکہ جلد ثالث طباعت کے لئے جارہی تھی کہ شب ۲ محرم الحرام رات گیارہ بجے حضرت مولانا مدظلہ کا بقیہ ارسال کردہ مسوّدہ جس کی کتابت و تصحیح حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدنی زید مجدہٗ نے لاہور میں کرائی تھی، اُسے مخدوم ومکرم الحاج بھائی صغیر احمد صاحب نے محترم بھائی الحاج حافظ فیروز الدین کے بدست ارسال کیا لہٰذا آئندہ صفحہ سے اُس مضمون کو منسلک کیا جارہا ہے۔

۱:- شادی کے بعد اہلیہ کے لیے بھی ماہانہ اخراجات بہت اعتماد سے گھر بھجواتے رہے، گجرات جانے والا بھی اپنے وطن کے قریب کا کوئی مل جاتا تو کوئی چیز پھل وغیرہ اہلیہ کے لیے بھجواتے، کبھی کبھی گرامی نامہ بھی اس کے نام لکھواتے، اس میں دعائیں وغیرہ ہوتیں اور یہ کہ عزیز عبد الرحیم جو یہاں ذکر شغل کے لیے مقیم ہے اس میں تم بھی حصہ دار ہو وغیرہ وغیرہ، شادی کے بعد چونکہ تین چار ماہ بعد تین چار ہفتوں کے لیے گھر جانا ہوتا تھا۔ حضرت پر یہ جانا بڑا شاق گزرتا، فرماتے تیری شادی نے تو ہمیں بڑا دق کر رکھا ہے، اس کے بعد ایک مرتبہ فرمانے لگے تیرے جانے آنے میں بڑا حرج ہوتا ہے، میرے مکان میں اگرچہ گنجائش نہیں ہے (حضرت کا مکان بہت چھوٹا ہے) اسی لیے میں ان لوگوں کو جو مستورات کو لے کر آنے کی اجازت مانگتے ہیں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ مستورات کو رات میں کہیں ٹھہرانے کا انتظام کریں، دن میں میرے یہاں اور رات کو کہیں اور سونے کا انتظام کریں۔ لیکن چونکہ تیرے جانے سے بڑا حرج ہوتا ہے۔ اس لیے اب اپنی بیوی کو بھی یہاں لے آؤ، میں یہ سمجھوں گا کہ ایک میری بچی اور بھی ہے۔ لیکن تو مدرسہ ہی میں سوئے گا۔ چنانچہ اہلیہ کو بھی سہارنپور لے آیا، وہ حضرت کے مکان میں ہی رہتی تھی، اس کا حضرت بڑا خیال فرماتے، جب گھر تشریف لے جاتے پھوپھی کلثوم کے ذریعہ اس کی خیر وخبر پوچھواتے، کبھی بیمار وغیرہ ہوتی تو حکیم جی پر کہلواتے اور دوا علاج کا بھی اہتمام کراتے، ایک مرتبہ حکیم جی نے سکائی کے لیے کچھ پتے تجویز فرمائے، حضرت نے حافظ صدیق صاحب سے فرمایا کہ یہ پتے تمہارے ذمے ہیں؟ جب ۱۱½ بجے دسترخوان پر تشریف لائے اور آتے ہی دریافت فرمایا کہ پتے آگئے، جب یہ معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بھول گئے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا ابھی کھانا شروع نہیں ہوگا جب پتے آجائیں گے اس کے بعد کھانا شروع ہوگا، چنانچہ جب پتے آگئے اس کے بعد کھانا شروع ہوا، یہ تو بڑے واقعات ہیں کہاں تک ان کو لکھوں؟

ان دنوں میں حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مدظلہم کی اہلیہ کا قیام بھی سہارنپور میں تھا۔ رات کو مولانا نصیر الدین صاحب کے مکتب یعنی ابوالمدارس میں قیام رہتا، جب اس کی واپسی ہوئی تو مولانا نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے عرض کیا کہ اب یہ عبدالرحیم کے حوالہ کر دیں۔ حضرت نے فرمایا تیرے مشورہ کی ضرورت نہیں ہے، میں اس سے یہ طے کر چکا ہوں کہ وہ مدرسہ ہی میں سویا کرے گا، لیکن پھر حضرت نے قبول فرمالیا، ایک دن جمعہ کی نماز میں کچھ تاخیر ہو گئی، چونکہ فجر کی مستقل اور عشاء کی گاہے گاہے امامت بھی میرے ذمہ تھی، وقت ہوتے پر تلاش کرایا، جب معلوم ہوا کہ ابھی نہیں آیا ہے، ایک اور صاحب کو یاد فرمایا، معلوم ہوا وہ بھی نہیں ہیں، تیسرے صاحب کو بلوایا معلوم ہوا وہ وضو فرما رہے ہیں، حضرت نے فرمایا ابھی تو وہ ذکر کر رہا تھا تو کہا بغیر وضو ہی ذکر کر رہا تھا، ایک اور صاحب (افریقی) جنہوں نے کچھ ہی دنوں پہلے حضرت سے اجازت لی تھی کہ اگر کبھی عبدالرحیم نہ ہو تو میں امامت کرا دیا کروں، تلاش کرایا معلوم ہوا وہ بھی نہیں ہیں۔ حضرت کو بہت ہی غصہ آیا، احقر جماعت میں تو شریک ہو گیا تھا سلام پھیرتے ہی معلوم ہوا کہ حضرت بہت غصہ میں ہیں بیت الخلاء چلا گیا اور سب اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ دعا کے بعد حضرت نے ہر ایک کو آواز دی معلوم ہوا کہ سب استنجاء گئے ہیں۔ حضرت گھر تشریف لے گئے، غائبین حضرات یکے بعد دیگرے حاضر ہوتے رہے ہر ایک پر بڑی سخت پڑتی رہی، میں بھی حاضر ہوا، بہت غصے میں فرمایا اسے تو بھی گھر جا اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ لیتا جا، آہستہ سے ہٹ کر ایک کونے میں بیٹھ کر چونکہ مجلسِ ذکر ہوتی تھی میں نے اپنا ذکر شروع کر دیا، چونکہ وہ بات تو اب ختم ہو چکی تھی، ذکر کے بعد دیکھا ایک خادم جنہیں اس طرح کی ہدایت حضرت کی طرف سے ملی تھی کہ افریقہ واپس جائیں حضرت سے مصافحہ الوداعی کر رہے ہیں۔ اور عرض کر رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں کہ چونکہ حضرت نے فرما دیا چلے جاؤ

تو اب جا رہا ہوں۔ فرمایا ہاں، ہاں ضرور جا، اور ان سب کو بھی ساتھ لیتے جانا، میں نے اور ساتھیوں نے انہیں باہر لے جا کر کہا کہ یہ کیا کیا؟ وہ کہنے لگے کہ حضرت تو ناراض ہو گئے، ہم لوگوں نے کہا کہ حضرت کی ناراضگی تو ڈانٹ کے بعد ختم ہو گئی۔ جا کر معافی مانگ لو چنانچہ وہ حاضر ہوئے اور معافی مانگ کر قصہ کو ختم کر دیا۔

۲ :۔ الحمد للہ ڈاک کا سلسلہ برابر چلتا رہا حضرتؒ بہت مطمئن رہتے، پھر تو عام ڈاک کے لیے حضرت نے فرمایا کہ اب تو ماشاء اللہ تجھے مشق ہو گئی ہے خود ہی جواب لکھ کر مجھے سنا دیا کر، چنانچہ کچھ دنوں یہ سلسلہ رہا اس پر حضرتؒ بہت ہی خوش ہوئے کہ ماشاء اللہ تو تو بالکل ہی میرے الفاظ لکھتا ہے اب سنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر تو خصوصی خطوط کے جوابات حضرتؒ لکھواتے خواب وغیرہ کی تعبیر لکھواتے بقیہ خطوط کے جوابات احقر ہی لکھتا تھا، البتہ عام طور سے خطوط سارے سُن لیتے۔ کوئی خاص قسم کے حالات ہوتے تو فرماتے اس کا جواب مجھے سنانا، جب میں سناتا تو خوش ہو کر دعائیں دیتے اور خصوصی حضرات کے سامنے تذکرے بھی فرماتے رہتے کہ ڈاک کا بڑا بوجھ ہے لیکن لونڈے نے الحمد للہ بے فکر کر دیا ہے، اور خدام بھی ڈاک میں تھے لیکن اگر وہ کوئی جواب از خود لکھتے اور نیچے بقلم لکھتے تو حضرت منع فرماتے کہ بامر حضرت لکھو، بقلم مت لکھو، لیکن میرے لیے یہ قانون نہیں تھا، بلکہ میرے لیے یہی تھا کہ بقلم لکھوں۔

۳ :۔ اس کے علاوہ حضرت کے سفر و حضر اور مزارات پر حاضری میں بھی الحمد للہ معیت حاصل رہتی۔ اسفار نظام الدین میں بھی برابر ساتھ رہتا۔ بعد میں حرمین شریفین کے حضرت کے سفر ہوئے اس میں بھی الحمد للہ ہمرکابی یا بعد میں حاضری کی سعادت حضرت کی دعاؤں اور توجہات سے برابر حاصل رہی، کئی کئی ماہ قیام کی توفیق بھی بارہا نصیب ہوئی، سب سے پہلے حضرت کے ساتھ عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی جس کا تذکرہ میں نے (رؤیا صالحہ کے تحت فالودہ کے پیالہ والا خواب)

میں کیا ہے۔ اس کے بعد جب احقر اپنے رشتہ داروں کی دعوت پر والدہ کی ملاقات کی غرض سے ہی زامبیا حضرت کی اجازت سے آیا اور وہاں سے لندن ہوتے ہوئے سعودیہ حاضر ہوا۔ اور خیال تھا کہ اس سال ماہ مبارک مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں انشاء اللہ گزاروں گا کہ ماہ مبارک سے چند یوم قبل حضرت والا کا گرامی نامہ پہنچا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ۳۰ سال سے بذل کو ٹائپ پر عمدہ اور نفیس چھپوانے کا خیال تھا الحمدللہ اب اس کی صورت پیدا ہوگئی ہے اور اس کے لیے مولانا تقی صاحب جدہ، قاہرہ کے ارادہ سے آرہے ہیں۔ ان کی معاونت کے لیے تمہیں تجویز کیا گیا ہے، تم ان کے ساتھ فوراً قاہرہ چلے جانا، چنانچہ حضرت مولانا تشریف لائے اور ان کی امارت اور سرپرستی میں قاہرہ جانا ہوا اور بذل کی طباعت میں شرکت اور مولانا موصوف کی خدمت کا موقعہ ملا، اس پر حضرت کو خوشی تھی اس کے جاننے اور دیکھنے والے سینکڑوں ہیں۔ حضرتؒ کے بڑے طویل طویل محبت نامے آتے رہے جو دعاؤں سے لبریز ہوتے تھے۔ جب ہم لوگوں نے قاہرہ پہنچ کر یکم رمضان المبارک کو بخیر رسی کا تار حضرتؒ کی خدمت میں بھیجا اس کا جواب آیا اس میں حضرتؒ نے تحریر فرمایا کہ مجھے خیال تھا کہ ماہ مبارک کی لالچ میں تو کچھ دنوں تاخیر کرے گا اور مجھے بذل کی طباعت کا تقاضا بہت ہو رہا تھا۔ جب تیرا برقیہ پہنچا تو مجھے بہت ہی خوشی ہوئی کہ تو فوراً چلا گیا، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہٗ بار بار تجھے حج و زیارت کی دولت سے نوازے۔ حضرت کی مذکورہ دعا اللہ جلشانہٗ نے ایسی قبول فرمائی ہے کہ اس پر جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے کہ باوجود اپنی ظاہری و باطنی گندگیوں اور معاصی کی کثرت کے (اللہ جلشانہٗ ہی معاف فرمائے)۔ اور ظاہری اسباب کے فقدان کے حرمین شریفین

کی حاضری اللہ جلشانہٗ نے ایسی آسان فرمارکھی ہے کہ حد نہیں۔ الحمدللہ کئی مرتبہ حج اور عمرہ کے لیے حاضری نصیب ہوئی (اللہ جلشانہٗ آئندہ بھی بار بار صفات قبولیت والی حاضری نصیب فرمائے) جب حج کا زمانہ قریب آیا تو حضرتؒ نے کئی گرامی نامے بھیجے کہ تو تو پہلے بھی حج کر چکا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی کئی کرے گا لیکن آج کل سفر بہت مشکل ہو رہا ہے خاص طور سے مستورات کے لیے اس لیے میری رائے یہ ہے کہ اپنی اہلیہ کو لے کر حج ضرور کرا آؤ اور حج کے بعد واپسی میں دیر مت کرنا کہ بذل کا حرج ہوگا، چنانچہ الحمدللہ حاضری ہوئی اور پھر ٹوٹا پھوٹا حج بھی نصیب ہوگیا۔

جب ہم دونوں حج کو گئے تو اللہ جلشانہٗ نے بڑا کرم یہ بھی فرمایا کہ اہلیہ کو اُمید عطا فرمائی۔ میں نے حضرتؒ کو اس کی اطلاع دی کہ تقریباً ۸ سال کے بعد اللہ جلشانہٗ نے اپنے کرم اور حضرتؒ کی دعاؤں اور بذل کی برکت سے اہلیہ کو اُمید عطا فرمائی ہے، دعا فرماویں، حضرتؒ نے بڑی دعاؤں کے ساتھ گرامی نامہ لکھوایا اور لکھوایا کہ "ہم خورما و ہم ثواب" اس کے بعد جب ولادت کا وقت آیا تو حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مدفیوضہم کو ان کی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ بھیجا کہ پردیس میں تکلیف نہ ہو، جب نومولود کی اطلاع حضرت کو تار سے کی تو حضرت نے مبارک باد کا اور دعا کا تار بھیجا، (حالانکہ حضرت کے یہاں (تار) اس کا رواج بہت کم تھا) پھر طویل گرامی نامہ مبارک باد کا بھی، القصہ ولادت سے قبل الحمدللہ بذل بھی نمٹ گئی تھی حضرت بہت خوش تھے۔ واپسی کے دنوں عرب اسرائیل جنگ شروع ہوگئی، اس لیے ہم لوگوں کو تاخیر ہو رہی تھی۔ حضرت بہت متفکر اور پریشان تھے، جب میں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر بھائی حبیب اللہ کو فون سے اطلاع کی انہوں نے جاکر حضرت کو بتایا حضرتؒ نے خوشی سے انہیں مٹھائی کھلائی اور بہت ہی خوش ہوئے، جب میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اس پر حضرت کو جو خوشی تھی اس کے دیکھنے والے الحمدللہ بہت سارے دوست احباب ہیں۔ بہت سے

حضرات کو کھانے پر مدعو فرمایا، پھر حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب نے دعوت کی، پھر حضرت مولانا آفتاب عالم صاحب نے دعوت کی، خاصا سلسلہ رہا، حاضری پر حضرت نے ایک بہت نفیس عطر عود کی شیشی جس پر میرا نام لکھوا کر رکھوا رکھی تھی عنایت فرمائی (جو الحمدللہ محفوظ ہے) عزیز عبدالحلیم سلمہٗ کا عقیقہ دو دُنبے منگوا کر فرمایا، حضرت جی اور حضرت مولانا علی میاں صاحب ان دنوں مکہ مکرمہ میں تھے، ان کے لیے عقیقہ کا گوشت مکہ مکرمہ بھجوایا، وغیرہ، وغیرہ (بذل کے ختم پر حضرتؒ نے جو تحریر لکھوائی ہے جو آخری جلد میں چھپ چکی ہے اس سے بھی حضرت کی خوشی کا اندازہ ہو سکتا ہے اسے ملاحظہ فرمایا جائے۔

حضرت کی دعا و توجہ سے الحمدللہ دوسرے حج کی بھی سعادت نصیب ہوئی اور اس طرح قاہرہ کا قیام بذل کی طباعت کا سلسلہ ۱۴ مہینے تک حضرتؒ کی مسلسل دعا اور توجہ اور اپنی طرف سے ناقدری کے ساتھ ختم ہوا۔

اس کے بعد اوجز کی طباعت کا مرحلہ پیش آیا، اس کی دو جلدیں تو الحمدللہ حضرت مولانا تقی صاحب کی امارت اور سرپرستی میں بذل کے ساتھ ساتھ نمٹ گئی تھیں، بقیہ جلدوں کے لیے حضرتؒ فکر مند تھے اور چند خدام کو اسی غرض سے پہلے بیروت پھر قاہرہ بھیجا، اس وقت بھی حضرتؒ یہی چاہتے رہے کہ میں بھی اس میں شریک رہوں اور میری تو یہی تمنا تھی کہ بقول حضرت ہم خورما و ہم ثواب، لیکن عزیز عبدالرشید سلمہٗ کی ولادت کا زمانہ قریب تھا اور ڈاکٹر اہلیہ کے لیے اپریشن تجویز کر چکے تھے اس لیے حضرت نے حکماً منع فرمایا لیکن کئی گرامی نامے اس مضمون کے تحریر کروائے کہ انشاء اللہ تو بھی اوجز کی طباعت میں شریک ہی ہے اور خود اپنے جملوں کی تحریر میں جو اوجز کے ختم پر لکھی اور جو اوجز کی آخری جلد کے آخر میں چھپ چکی ہے بہت زور سے الحمدللہ حضرت نے اس بات کو بھی لکھا ہے، اللہ تعالی حضرتؒ کی دعا اور حسن ظن کو قبول فرمائے۔ (ملاحظہ ہو اوجز آخری جلد طبع ٹائپ) جن دنوں میں ہم لوگ مصر میں بذل کی طباعت میں مشغول تھے، مصر کے مشہور و

معروف محمد شادر شیخ، شیخ محمد تیجانی کی خدمت میں ہم لوگ حاضر ہوئے (جن کا مضمون بھی بذل کے ختم پر چھپ چکا ہے) (ملاحظہ ہو بذل جلد ۲۰ مطبوعہ قاہرہ) ملاقات اور زیارت کے بعد قاہرہ آمد کا مقصد بتایا، بہت ہی خوش ہوئے اور فوراً خادم سے فرمایا کہ میری لیتھو والی بذل اٹھا کر لاؤ اور اس کے بعد فرمایا میں بذل کا جب سے چھپی ہے عاشق ہوں اور ہندوستان سے میں نے مکمل بذل اس وقت منگوائی تھی جب یہ چھپی تھی۔ اور اس کے بعد سے برابر آج تک اس سے استفادہ کر رہا ہوں، یاد پڑتا ہے کہ یوں فرمایا کہ یہ کتاب میرے سرہانے رہتی ہے، اس کے بعد بڑی دعائیں دیں اور خوب خاطریں کیں۔ ہمارے محترم دوست مولانا تقی الدین صاحب نے جو بذل کے اصل ذمہ دار تھے اور ہماری جماعت کے امیر بھی، حضرتؒ سے درخواست کی کہ حضرتؒ اس پہ کچھ تحریر فرماویں، حضرت نے فرمایا میں بذل کے متعلق لکھوں؟ اب نہیں ہو سکتا۔ ہاں سعادت سمجھ کر اس پر لکھوں گا۔ چنانچہ لکھا اور حضرتؒ کی اجازت سے وہ مضمون طبع ہو گیا، بعد میں شیخ تیجانی جب مدینہ منورہ آئے تو حضرتؒ سے بہت اہتمام سے ملنے کے لیے بھی تشریف لائے۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت کو لامع کی ٹائپ پر طباعت کا اشتیاق ہوا، میں پہلے ہی اس کے لیے پیشکش کر چکا تھا، حضرت نے تحریر فرمایا کہ اہلیہ کے ساتھ کچھ وقت کے لیے قاہرہ چلا جا اور عزیز عبدالحفیظ سلمہٗ بھی تیری معاونت کے لیے آتا جاتا رہے گا۔ اب تو تو ماشاء اللہ قاہرہ سے اور مطابع سے واقف ہو گیا ہے اس لیے مجھے امید ہے اِنشاء اللہ تو لامع بھی نمٹا دے گا، چنانچہ دوبارہ قاہرہ جانا ہوا اور ۶ ماہ میں الحمدللہ لامع بھی اللہ جلشانہٗ نے پوری کرا دی، اس وقت بھی حضرتؒ کی بڑی دعائیں ملتی رہیں، اللہ تعالی قبول فرما وے۔

اس کے بعد ایک مرتبہ مدینہ منورہ حاضری ہوئی، حضرتؒ کی طبیعت ان دنوں کافی خراب چل رہی تھی، تقریباً ۴ ماہ حضرتؒ کے پاس پڑے رہنے کا موقعہ ملا، اِن دنوں

بھائی ابوالحسن مخدومی مخدوم زادہ گرامی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب جانشین حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ اور والدہ ماجدہ کو لینے کے لیے سہارنپور گئے تھے، حضرتؒ کے حجراءِ مبارک میں ہی سونا ہوتا تھا، جب بھائی ابوالحسن واپس آئے اور میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت نے فرمایا اوجز کی دو جلدیں جن کی فلم بیروت کی جنگ کی وجہ سے پڑے پڑے خراب ہو گئی اور اس کی وجہ سے اب تک اوجز ناقص ہے، تو قاہرہ چلا جا۔ ایک آدھ مہینہ کا کام ہے، نمٹا کر وہیں سے واپس ہو جانا، میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ چنانچہ دوبارہ قاہرہ جانا ہوا، تقریباً دو ماہ میں دو جلدیں اور بعض مطبوعہ جلدوں کے بعض صفحات جو خراب ہو چکے تھے ان کی طباعت سے فراغت ہوئی، واپسی سے کچھ دنوں قبل حضرتؒ کی طرف سے یہ ارشادِ گرامی پہنچا کہ بجائے سیدھے گھر جانے کے عمرہ کے لیے جاؤں اور کچھ دنوں حضرتؒ سے مل کر پھر واپس جاؤں، چنانچہ الحمد للہ حاضری ہوئی اور اپنے ساتھ وہ دونوں جلدیں بھی تھیں جو تیار ہو چکی تھیں، مجھے اچھی طرح یاد ہے عصر کے وقت حاضری ہوئی عصر کے بعد حضرت نے بلوایا۔ دونوں جلدیں منگوائیں۔ ارشاد فرمایا چارپائی پر بیٹھ، میں نے نیچے بیٹھنا چاہا زور سے فرمایا اُوپر بیٹھ جا، اقدامِ مبارک میں بیٹھ گیا، دونوں جلدیں اپنے دستِ مبارک میں لیں اور بہت ہی خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا اور خوب دعائیں دیں۔ یہ اللہ جلشانہٗ کا بڑا ہی کرم ہوا کہ حضرتؒ کی تینوں کتابوں میں شرکت کا اگرچہ تھوڑی سی سہی لیکن موقعہ مل گیا اور اس سے الحمد للہ حضرتؒ کی شفقتوں اور عنایتوں بلکہ محبت میں بہت ہی اضافہ ہوا۔

ایک بات اُوپر لکھنا بھول گیا، جب بذل کے ختم کے بعد مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو کتاب تو مکمل ہو چکی تھی، لیکن عرب اسرائیل جنگ کی وجہ سے ابھی تک کتابیں مصر ہی میں اٹکی ہوئی تھیں، حضرتؒ بار بار فرماتے رہے کہ کتابیں کب پہنچیں گی۔ حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب سے مشورہ کر کے حضرتؒ سے عرض کیا گیا کہ اگر ارشاد ہو تو ہم دونوں قاہرہ جا کر ہوائی جہاز سے کتابوں

کی منتقلی کا انتظام کریں، حضرتؒ بہت ہی خوش ہوئے فرمایا ضرور جلد از جلد جاؤ۔ چنانچہ ہم دونوں جب تیار ہو کر احرام باندھ کر بعد عصر مسجدِ نبوی شریف میں حضرتؒ سے الوداعی مصافحہ کے لیے حاضر ہوئے تو عجیب وقت تھا، یک وقت ہم دونوں سے حضرتؒ مصافحہ فرما رہے تھے، حضرتؒ کی آواز بھرائی ہوئی تھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے دعائیں دے رہے تھے اور فرما رہے تھے جاؤ پیارو اللہ معکم اللہ معکم، بار بار فرما رہے تھے، کیا بعید ہے کسی وقت حضرتؒ کی یہ مبارک دعا اللہ جلشانہٗ قبول فرما لے۔

اپنے قیام سہارنپور کے زمانہ کا ایک واقعہ کئی دن سے یاد آ رہا ہے، اس کشمکش میں ہوں کہ لکھوں یا نہ لکھوں، محترم مولانا یوسف صاحب اور حضرتؒ کے محب گرامی محترم صوفی جی کا ارشادِ عالی تو یہ ہے کہ اس طرح ہر بات جس کو تم قابلِ اشکال سمجھتے ہو ضرور لکھو اس لیے کہ تمہارے خیال میں یہ تمہارا واقعہ ہے لیکن درحقیقت ہم لوگوں کی ظاہری دینداری والی شکل و صورت بھی رب کریم کا فضل اور حضرتؒ کا فیض ہے۔ اپنا کچھ نہیں ہے۔ اس لیے سوچا لکھ دوں، ایک مرتبہ میری عجیب حالت ہو گئی کہ کسی سے ملنے کو بالکل جی نہیں چاہتا تھا، ایک دن دو دن تین دن اسی طرح گزر گئے، حتیٰ کہ حضرتؒ سے بھی نہیں ملتا تھا نماز سے فراغ پر فوراً کمرہ میں جو مسجد سے بالکل متصل تھا، جا کر سو جاتا اور طبیعت میں شدید تقاضا تھا کہ کہیں بھاگ جاؤں، کسی تہ خانہ میں چلا جاؤں، پہلے جب کبھی طبیعت خراب ہوتی حضرتؒ سے کسی نماز کے بعد حاضر ہو کر دم کرا تا اس دفعہ ایک مرتبہ بھی اس کی نوبت نہیں آئی۔ حضرتؒ برابر خیریت معلوم کراتے رہے، جب میں خود حاضر نہ ہوا تو ایک مرتبہ کمرہ میں بھی تشریف لائے۔ خیریت معلوم کی دم فرمایا۔ اس کے بعد میں نے ایک عریضہ بہت مختصر حضرتؒ کی خدمت میں لکھا کہ مجھ پر عجیب سی وحشت سوار ہے، کسی سے ملنے کو جی نہیں چاہتا حتیٰ کہ حضرتؒ سے بھی اور کسی تہ خانہ میں چلے جانے کو جی چاہتا ہے، وغیرہ وغیرہ، حضرتؒ نے پرچہ سُن کر فوراً بلوایا، حاضر ہوا، مسکرائے، ہنسے، بہت مبارک باد دی اور فرمایا بہت مبارک ہے۔

اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے۔ لیکن عمل اس پر ہرگز مت کرنا۔ ہمارے یہاں تبتل اور صحرا نوردی نہیں ہے۔ فرمانے لگے جب بھی رائے پور جایا کرتا تھا، کبھی کبھی حضرتؒ رائپوری دریافت فرماتے کیوں جی تو نہیں گھبرا رہا ہے، میں عرض کرتا توبہ توبہ لیکن اندر سے طبیعت گھبرائی ہوئی تھی۔ (عقلی انشرح کے ساتھ طبعی گھبراہٹ جمع ہو سکتی ہے) اس کے بعد حضرت اقدس شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا اور بہت ہی عجیب بات فرمائی کہ سلوک میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ سالک کو اپنے مشائخ سے بھی علیٰحدگی معلوم ہوتی ہے، لیکن آدمی کو اپنے بڑوں سے کبھی مستغنی نہیں ہونا چاہیئے۔ سبحان اللہ کیسی اچھی اور کیسی پیاری بات فرمائی۔ اللہ جلشانہٗ اپنے کرم سے جیسے دنیا میں معیت نصیب فرمائی آخرت میں بھی اپنے بڑوں اور ان کے صدقہ اور طفیل سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب فرمائے آمین۔

جیسا کہ صوفی جی نے فرمایا تھا کہ اپنا کچھ مت سمجھو واقعی یہ اپنا حال نہیں تھا۔ حضرتؒ پر تخلیہ کا غلبہ ان دنوں میں بہت تھا۔ بار بار یہ شعر پڑھا کرتے:۔

باغ میں لگتا نہیں صحرا سے گھبراتا ہے دل
کس جگہ لے جائیں یارب ایسے دیوانے کو ہم

ایک مرتبہ تو اس کا اس قدر غلبہ ہوا کہ کچھ دنوں کے لیے کسی ایسی جگہ چلے جانے کا تقاضا تھا کہ لوگوں کی آمد و رفت وہاں نہ ہو، دو چار خدام ساتھ ہوں اور بس، اس کے لیے حضرت جی اور حضرت مولانا علی میاں صاحب وغیرہ کو خطوط لکھوائے کہ اس کے لیے کوئی مناسب جگہ ہو تو بتائیں اور یہ شعر بھی بار بار پڑھتے تھے۔

اب رہیں ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم نفس کوئی نہ ہو ہم زباں کوئی نہ ہو
گر پڑیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیماردار
اور مر جائیں اگر تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

ان حضرات کے جوابات آئے، اپنی اراء لکھیں، حضرت نے اس کے لیے خاص طور سے گنگوہ شریف کا سفر بھی فرمایا کہ مزار شریف کے متصل جو مسجد ہے، وہاں تنہائی رہے گی۔ اس کو اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھا، لیکن حضرت مولانا علی میاں صاحب کا جواب آیا۔ کہ اگر حضرتؒ کسی پہاڑ کی چوٹی پر بھی تشریف لے جائیں گے تو وہ پہاڑ بھی اب حلقِ خدا کیلیے سکندری ہی نہیں بن سکتا، پھر حضرتؒ نے بادل ناخواستہ اپنا ارادہ ملتوی فرمادیا۔

لکھنے کے لیے تو اور بھی بہت سی باتیں یاد آرہی ہیں لیکن کل فون سے مولانا یوسف صاحب سے رابطہ قائم ہوا انہوں نے جلد از جلد یہ اوراق بھیجنے کے لیے فرمایا اس لیے اب اس کو ختم کر کے معہد الرشید کے متعلق کچھ لکھ کر ختم کر رہا ہوں۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ اور معہد الرشید الاسلامی

ہمارے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ رجال الآخرۃ میں سے تھے، اللہ جلشانہٗ نے کمال تبتل اور انقطاع عن الدنیا آپ کو کمال درجہ عطا فرمایا تھا۔ حب مال اور حب جاہ سے احتراز سے اللہ جلشانہٗ نے آپ کو بھرپور نوازا تھا۔ جہاں تک مال کا تعلق ہے، جب آپ کے سر سے پدر بزرگوار کا سایہ اٹھ گیا جو آپ کے عنفوان شباب کا زمانہ تھا اس وقت والد مرحوم کا ہزاروں کا قرض اپنے ذمے لے کر اس چھوٹی سی عمر میں اپنے آپ کو ہزاروں کا مقروض بنا لیا تھا اور اس کی ادائیگی کا فکر آپ پر سوار رہتا تھا (ملاحظہ ہو تفصیل آپ بیتی) اس کے باوجود کاندھلہ کی ایک بڑی جائداد کو اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا کہ اس کے لیے تھوڑا سا حرج دینی کاموں کا ہوتا تھا اور یہ کہہ کر اسے چھوڑ دیا تھا کہ جتنا وقت اس کے حصول میں گزرے گا میں اتنا وقت حدیث پاک کے پڑھنے پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں خرچ کروں گا۔ معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ ایک عید کے موقعہ پر حضرت کی ایک صاحبزادی جو کہ اس وقت کمسن تھی، عید کیلیے نئے چپل اس کے پاس نہیں تھے اور نہ ہی حضرت کے پاس اتنے پیسے تھے کہ اس کے لیے نیا چپل خریدیں، دو پیسے کا تیل خریدا اور حضرت نے خود اس کے پرانے چپلوں پر لگایا اور نئے جیسے بنا کر کمسن بچی کا دل بہلا دیا۔ حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے جوتے ۱۸ سال

سے استعمال کر رہا ہوں ایک کُرتہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اس کو ۱۵ سال سے پہن رہا ہوں۔ ایک مرتبہ مدینہ پاک میں ایک خادم نے حضرت کے کپڑوں کو استری کر دیا (اگرچہ آخر میں اچھا کُرتہ مدینہ منورہ کے احترام میں زیب تن فرمانے لگے تھے) حضرت بہت ہی ناراض ہوئے اور فرمایا تو نے میرے کپڑوں کی عمر کم کر دی، آئندہ کبھی یہ حرکت مت کرنا، غرض دنیا کی زیب و زینت اور حبِ مال سے انتہائی وحشت تھی، فرمایا کرتے کہ میرے دستر خوان پر دو سالنوں کا میں بہت مخالف ہوں، ہاں مہمانوں کی نیت سے کئی میں بھی حرج نہیں اور خود بھی کھاتا ہوں فرماتے تھے کہ مہمانوں کی نیت سے بازار سے چیزیں منگواتا ہوں۔ اپنی نیت سے کبھی نہیں منگواتا اور مہمانوں کی نیت سے منگوا کر خود بھی کھاتا ہوں لیکن مجھے امید ہے انشاء اللہ اس کا مجھ سے حساب نہیں ہوگا، اس طرح کی تنگی اور احتیاط کے باوجود اپنے لیے تو دور کی بات ہے کسی خادم کے متعلق جب یہ معلوم ہو جاتا کہ اس کے تعلقات اہلِ مال سے ہو رہے ہیں۔ تو حضرت کی نظروں سے وہ گر جاتا۔ خود مجھ سے حضرت نے فرمایا کہ فلاں بہت اچھا چل رہا تھا بڑے اچھے احوال تھے خوب ذکر و شغل بھی کرتا تھا، میں نے اسے اجازت بھی دے دی تھی۔ لیکن بعد میں اس کے تعلقات مالداروں سے ہو گئے، جس کی وجہ سے میرے تعلقات اس سے ختم ہو گئے، حتیٰ کہ اجازت بھی یہ مختصر حال تو حبِ مال کا ہے۔

حبِ جاہ کے متعلق تو ہر ایک کے علم میں ہے ہی، کہ مدتوں حضرت کو بہت کم لوگ جانتے تھے۔ اکابرین تو خوب جانتے تھے بلکہ اکابرین کے نورِ چشم تھے۔ لیکن عوام حضرتؒ کی گوشہ نشینی اور خلوت پسندی کی وجہ سے بہت کم جانتے تھے، حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت اقدس رائے پوری اعلیٰ اللہ مراتبہٗ لوگوں کو متوجہ کیا کرتے تھے اور بھیجا بھی کرتے تھے۔ ساتھ ہی حضرتؒ کسی بھی دینی تحریک میں ذمہ دارانہ کوئی اقتدار نہیں قبول فرماتے تھے۔ اگرچہ ساری تحریکوں کے اکابرین سے گہرے روابط و تعلقات تھے اور ان سے پورے باخبر اور ان کے ساتھ مشوروں میں پورے پورے شریک اور ہمدردی و غمخواری کے

جذبہ کے ساتھ اپنی قیمتی آراء سے اکابرین تحریک کو مطلع بھی کرتے تھے، لیکن چونکہ خلوت پسندی کا غلبہ تھا اس لیے کسی بھی تحریک میں نام کے ساتھ شریک نہیں ہوتے تھے، اپنے لیے حبِ جاہ کا خیال تو کیا اپنے کسی خادم کے متعلق بھی یہ شبہ ہوتا تو اچھی طرح اس کی رگڑائی کرتے ایک مرتبہ مجلس میں ایک خادم حضرت کے پاس ایسی جگہ آکر بیٹھ گئے جو ان کی جگہ نہیں تھی، بلکہ اور بڑے حضرات کی جگہ تھی، حضرت نے ایسا ڈانٹا ایسا ڈانٹا کہ شاید عمر بھر وہ خادم اسے نہیں بھولیں گے، اس کا بڑا خیال فرماتے، سچ کہا ہے۔

وآخر ما یخرج من قلب السالک حب الجاہ و ھذا مرتبۃ الصدیقین

اس تمہیدِ طولانی کے بعد عرض ہے کہ چونکہ حضرتؒ کے ہر وقت پیشِ نظر آخرت تھی۔ اسی کے لیے رات دن کوشش اور سعی میں لگے رہتے، اس کو اصل کام سمجھتے اس زندگی کو اصل زندگی سمجھتے، اس لیے جب کسی سے خوش ہوتے تو جو دعا فرماتے وہ بھی اسی طرح کی ہوتی کہ اللہ جلشانہٗ اپنی رضا و محبت نصیب فرمائے، مرضیات پر عمل کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرماوے، نامرضیات سے حفاظت فرماوے" تم سے اپنے دین کا کام لے" جب مختصر دُعا فرمائے یہی فرماتے اللہ جلشانہٗ تم سے اپنے دین کا کام لے، اپنے لوگوں خصوصاً اپنے خدام کے بارے میں یہی تمنا اور خیال رہتا کہ وہ کسی دینی کام میں لگ جائیں۔ جب کسی کو دینی کاموں میں مشغول دیکھتے بہت خوش ہوتے، بڑی دعائیں دیتے، مشوروں سے اس کی ہمت بڑھاتے، ٹھیک اسی طرح میرے بارے میں حضرتؒ بہت دنوں سے فکر مند تھے اور چاہتے تھے میں بھی کوئی کام شروع کر دوں اور لامع کی طباعت کے بعد اب الحمد للہ عربی کتب کی ٹائپ کی طباعت کا سلسلہ بھی تقریباً پورا ہو چکا تھا، اس لیے اب حضرتؒ کو زیادہ اس کا فکر تھا۔

میں حضرتؒ کے ساتھ سہارنپور میں ماہ مبارک گزار رہا تھا کہ رات تقریباً ۱۱½ بجے بھائی نجیب اللہ خادم حضرت اقدسؒ نے آکر بتایا حضرتؒ یاد فرما رہے ہیں۔

حاضر ہوا، حضرت نے فرمایا: عبدالرحیم زامبیا جاکر مدرسہ کھول لے اور پڑھانا شروع کر، اگر اللہ جل شانہٗ کو منظور ہوا تو میں خود آکر تیرے مدرسہ کی بسم اللہ کر دوں گا۔ میں خاموش رہا، حضرتؒ نے فرمایا کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا اگر حضرتؒ کا حکم ہے تو پھر میری رائے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے، فرمایا حکم تو نہیں ہے لیکن جی ضرور چاہ رہا ہے اور مشورہ ضرور ہے کہ سلسلہ شروع کر دے، میں نے عرض کیا حضرتؒ مجھ میں ہمت نہیں ہے اور نہ ہی میرا زامبیا میں جی لگتا ہے، میرا خیال تو یہ تھا کہ اللہ جل شانہٗ حضرتؒ کو عمر طویل صحت وعافیت کے ساتھ نصیب فرماوے۔ حضرتؒ کی زندگی میں مستقل کسی کام میں لگنے کو جی نہیں چاہتا۔ کہ اس سے پابند ہو جاؤں گا۔ پھر حضرت نے اپنے متعلق فرمایا کہ جب تک میری صحت اچھی تھی پڑھنے لکھنے میں مشغول تھا اتنے سال حرمین شریفین بھی جانا نصیب نہیں ہوا، اب معذور ہو گیا پڑھنا لکھنا سب چھوٹ چھاٹ گیا تو اب مدینہ منورہ جاکر پڑ گیا۔ میرے حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ جب بیمار ہوئے سید محمود صاحب نے تار بھیجا کہ میں مستقل جہاز لے کر آتا ہوں۔ یہاں کی اور وہاں کی حکومت سے میں خود نمٹ لوں گا۔ بشرطیکہ آپ کی اجازت ہو اس پر میرے حضرت مدنیؒ نے جواب دیا کہ میں یہاں خدمتِ حدیث پاک میں مشغول ہوں، اچھا ہو گیا تو یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ تشریف نہیں لے گئے۔ اس لیے میرے پیارے آدمی کو دین کا کام کرنا چاہیئے۔ جی تو یہی چاہے ہے کہ تو میرے پاس مستقل رہے[1] لیکن کوئی تکلیف نہ ہو تو اچھا ہے یہ شروع کر دے، میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ فرمایا یوسف سے بھی مشورہ کر لینا اور کل آکر مجھ سے دونوں مل لینا۔ اس کے بعد

---

[1] حضرت مولانا عبدالرحیم کے متعلق احقر محمد اقبال کے علم میں کہ حضرت قدس سرہٗ کا یہ ارشاد بھی ہے فرمایا کرتے تھے کہ تجھ سے مجھے روحانی راحت پہنچتی ہے۔

حضرتؒ نے فرمایا اچھا دُعا بھی کر لو، حضرت نے خود دعا کرائی، اگلے روز حضرت کی طبیعت ناساز تھی اس لیے حاضری تو کئی مرتبہ ہوئی لیکن قصداً اس کا تذکرہ نہیں کیا، اگلے روز ہم دونوں حاضر ہوئے، فوراً فرمایا کل کیوں نہیں آئے؟ بتایا کہ حضرت کی طبیعت ناساز تھی اس لیے مناسب نہیں سمجھا، اس کے بعد عزیز یوسف سے بھی رائے دریافت فرمائی۔ اور کچھ نصیحت وغیرہ فرمائی، تیسرے روز ظہر کے بعد یاد فرمایا اور دس ہزار روپے مرحمت فرمائے اور فرمایا کہ پانچ ہزار تیرے مدرسہ کے ہیں اور پانچ یوسف کے مدرسہ کے۔ اور فرمانے لگے میں نے سوچا تیرے مدرسہ کے چندہ کی بسم اللہ بھی میں ہی کر دوں، جب دوستوں اور بزرگوں کو یہ سارا قصہ معلوم ہوا تو سب ہی بہت خوش ہوئے، اور بہت مبارک باد بھی دی،

ماہ مبارک کے کچھ دنوں بعد میں زامبیا حاضر ہوا، دوستوں کے مشورہ سے ایک جگہ چیپاٹا سے ۵ کلومیٹر تجویز کی، اس اثناء میں مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کسی کام سے لندن تشریف لائے۔ جب مجھے معلوم ہوا تو محترم ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو میں نے فون کر کے بتایا کہ مدرسہ کے لیے جگہ تو الحمدللہ مل گئی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اگر حضرت کی اجازت ہو تو مولانا عبدالحفیظ صاحب لندن سے دو چار روز کے لیے یہاں آکر اس کا سنگِ بنیاد رکھ جائیں اور دعا بھی کر جائیں، ڈاکٹر صاحب نے حضرت سے معلوم کیا حضرت نے فرمایا ضرور ضرور جائیں اور میری طرف سے اور اپنی طرف سے سنگِ بنیاد رکھیں، چنانچہ مولانا عبدالحفیظ صاحب تشریف لائے اور مورخہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹/ اکتوبر ۱۹۷۹ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ بڑے مجمع کی موجودگی میں پہلے حضرتؒ کی طرف سے اور پھر اپنی طرف سے سنگِ بنیاد رکھ کر طویل دعا بھی فرمائی۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ہمیں معلوم ہوا کہ وہ جگہ حکومت دینے کے لیے تیار نہیں ہے، دو حجرے بھی اس جگہ تیار کر لیے تھے لیکن اس وقت قانونی مشکلات کی وجہ سے

مکتب شروع نہیں ہوسکا، بعد میں ابتدائی تعلیم مکتب کی شروع کرادی اور اب تک بھی الحمدللہ اس میں مکتب جاری ہے تقریباً ۳۰ بچے اس میں پڑھ رہے ہیں اور معہد کے ایک طالب علم ہی اب دو سال سے وہاں پڑھا بھی رہے ہیں، لیکن حکومت نے سختی سے اس سے زیادہ جگہ سے انکار کر دیا، اس کے بعد ہم لوگ اور جگہ کے متلاش رہے اور مذکورہ جگہ کے لیے بھی کوشش کرتے رہے، کچھ دنوں بعد ایک جگہ کی فروختگی کا علم ہوا جا کر دیکھا بہت ہی پُرفضا جگہ تھی۔ تقریباً چاروں طرف پہاڑ اور پہاڑوں کے دامن میں پُرفضا جگہ، لب سڑک، دس حجروں پر مشتمل ایک بڑا مکان جس پر گھاس کا چھپر پڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ تین حجروں کا ایک چھوٹا سا مکان اس کے علاوہ احاطہ میں تین بڑے ہال نما حجروں پر مشتمل ایک اور مکان، اس کے پیچھے چار چھوٹے چھوٹے حجرے خانقاہ نما، اس کے علاوہ تین حجروں والا ایک اور مکان، جس کے متصل عمال کے رہنے کے لیے چھوٹے چھوٹے چار حجرے، تین چار پانی کی بڑی ٹینکیاں، دو کنوئیں اور ۱۲ ایکڑ خالی زمین جس میں پچاسوں درخت تھے، دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور تمنا بھی کی کاش یہ جگہ ہمیں مل جائے، ہم لوگوں نے بھی درخواست دی اس کے مالک اور وکیل سے رابطہ قائم کیا، قیمت بہت معمولی تھی صرف تیس ہزار کواچہ، جو اس کے وکیل کے پاس بذریعہ چک بھیج دیئے۔ دعائیں اور کوشش کرتے رہے، وقت گزر گیا اور لوگ اس جگہ کے حصول کے لیے کوشش کر رہے تھے اور اس سے زیادہ قیمت دینے کے لیے تیار تھے، جب کئی ماہ گزر گئے اور اپنی کوششیں رائیگاں معلوم ہونے لگیں، تو حضرتؒ کو ایک تار سے دعا کی درخواست کی گئی، اللہ جلشانہ، نے کرم فرمایا حضرتؒ کی دعا قبول ہوئی اور تقریباً ۱۰ ماہ بعد ۳۰ ہزار ہی میں وہ جگہ ہمیں الحمدللہ مل گئی۔

جب ہمیں یہ جگہ مل رہی تھی انہی دنوں میں حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کا سفر جنوب افریقہ کا طے ہو رہا تھا۔ چنانچہ حضرت نے اسی وقت مدینہ منورہ میں

مولانا عبدالحفیظ صاحب اور مولانا یوسف صاحب سے یہ طے کر دیا تھا کہ عبدالرحیم کے مدرسہ پر بھی جانا ہے۔ ان دنوں یہ احقر چونکہ زامبیا کے طویل قیام اور قانونی مشکلات اور مدرسہ کے لیے جگہ نہ ملنے سے پریشانی سے تھک کر اور گھر میں ولادت کا قصہ بھی تھا ہندوستان گیا ہوا تھا اور واپسی کا زیادہ ارادہ بھی نہیں تھا اپنی کوششیں کر چکا تھا اور کچھ زیادہ پُرامید بھی نہیں تھا لیکن مادرچہ خیالیم و فلک درچہ خیال، ادھر حضرت کا سفر افریقہ طے ہوا اور ادھر جگہ کی منظوری کی اطلاع بھی اہل شوریٰ کو ملی، اللہ جلشانہ، کو یہی منظور تھا کہ اپنے مقبول بندے کے مبارک الفاظ کہ میں ہی انشاءاللہ زندہ رہا تو اس کی بسم اللہ بھی کرادوں گا۔ کو صحیح کر دیں اور اسے حقیقت بنا دیں، چنانچہ ۹ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۱ھ کو احقر بھی بمبئی سے سید ھا ڈربن اور پھر وہاں سے شینگر حاضر ہو گیا، حضرت بہت خوش ہوئے، فرمایا تجھے تار بھی کرایا، خط بھی لکھوائے لیکن جواب ندارد۔ میں نے عبدالحفیظ اور یوسف سے کہہ دیا تھا کہ پڑاوہ نہ آئے ہم لوگ اس کے مدرسہ پر جائیں گے۔ چنانچہ ۱۸/ شوال سنہ ۱۴۰۱ھ کو حضرت تشریف لائے اور ۱۹/ شوال سنہ ۱۴۰۱ھ شب پنجشنبہ کو بعد عشاء حضرت نے مدرسہ اور تعلیم کی بسم اللہ کرائی اس میں کافی بچے زامبیا اور معدوی وغیرہ شریک تھے، اس کے بعد مولانا عبدالحفیظ صاحب نے طویل دعا کرائی۔ یہ مدرسہ کی پہلی بسم اللہ ہے، اور اس طرح مالک نے اپنے بندہ کا کیا ہوا وعدہ بھی پورا کرا دیا۔

تعلیم کی بسم اللہ اور مدرسہ

حضرتؒ نے ۳ روز مسلسل بسم کرائی۔ چپاٹا اور اطراف و جوانب کے بچے آتے رہے اور بسم اللہ کرتے رہے اور الحمدللہ کئی وہ بچے اب مدرسہ میں ہیں کہ جنہوں نے حضرت سے بسم اللہ کی تھی، عزیزم محمد لونڈائی عزیزان عبدالحلیم و عبدالرشید عزیزم موسیٰ پٹیاؤ کے وغیرہ اس طرح مدرسہ کھولنے کا مشورہ، اس کے لیے دعا اور اس کے لیے چندہ کی بسم اللہ اور تعلیم کی بسم اللہ مدرسہ کے نام کی تجویز ذکریا مسجد کا سنگ بنیاد وغیرہ سارے

کاموں کی تکمیل کر کے اور پانچ روز تک معہد الرشید الاسلامی میں نور افشانی فرماکر ہزار ہا بندگان خدا کو سیراب فرما کر عظیم ادارہ کے لیے دعائیں کرا کر اور اپنے مالک سے کیا کیا اس کے لیے منوا کر زبان حال سے سب کو روتا ہوا چھوڑ کر یہ کہتے ہوئے براہ لوساکا و لندن ہوے کر

مثل شبنم آئے سیر گلستاں کر چلے
خوش رہو اہل چمن ہم تو اپنے گھر چلے

احقر بھی حضرتؒ کے ساتھ لندن اور حجاز کے لیے ارادے کئے ہوئے تھا، ایک مرتبہ دریافت فرمایا کیا نظام ہے؟ اپنا نظام بتایا، حضرت نے فرمایا اب مدرسہ شروع کر میرے ساتھ جا کر کیا کرے گا؟ میں نے عرض کیا جی چاہتا ہے۔ فرمایا بہت اچھا، لندن کے قیام میں پھر دریافت فرمایا کیا نظام ہے؟ عرض کیا حضرت کے ساتھ حجاز مقدس کا ارادہ ہے فرمانے لگے اب کیا ضرورت ہے واپس چلا جا، میں نے عرض کیا وہاں سے پھر چلا جاؤں گا، خیال تھا کہ اگر اجازت مل گئی تو حج کا زمانہ بھی قریب ہی ہے حج کر کے چلا جاؤں گا، حجاز مقدس پہنچ کر تقاضا فرمایا کہ واپس جا۔ میں نے عرض کیا اجازت ہو تو حج کر لوں، فرمایا حج تو ماشاءاللہ کئی کر چکا ہے اب جا کر اپنا کام کر، چنانچہ آخر ذیقعدہ میں واپسی ہوئی۔ کچھ کام مدرسہ کے باقی رہ رہے تھے ان کو نمٹایا اور اللہ کا نام لے کر ۱۳ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۷/اکتوبر ۱۹۸۱ء بروز بدھ ۷ بچوں سے تعلیم کی ابتداء کی۔ الف با پڑھنے والے بچے تھے، جن کی زبان سے میں واقف نہیں اور میری زبان سے وہ واقف نہیں نیا ماحول، نئے لوگ، نیا ملک، رات دن اس سوچ میں رہتا کہ اب کیا ہوگا؟ کس طرح ہوگا؟ ظاہری و باطنی ہمت کی کمی، طرح طرح کی مشکلات، ہر وقت اس کا ڈر کہ نامعلوم کب یہ سلسلہ بند ہو جائے اور حضرتؒ کو جوابدہی مشکل ہو جائے۔ حضرت کو حالات لکھتا رہا۔ دعاؤں کی درخواست کرتا رہا، حضرتؒ کے دعاؤں سے

بھرپور گرامی نامے آتے رہے جس سے امید بندھتی رہی۔ یہی اصل پشت پناہی تھی۔

چہ غم دیوار معہد را کہ دارد چوں تو پشتیباں

امید و بیم میں دن گزر رہے تھے۔ اللہ جلشانہٗ نے موقعہ عطا فرمایا۔ دو مرتبہ حاضری حرمین شریفین کی بھی اس کے بعد سعادت نصیب ہوئی، حضرت سے دُعا کی درخواست حالات سنا کر کرتا رہا۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں مولانا عبدالحفیظ صاحب کی موجودگی میں حضرت سے درخواست کی کہ حضرت اس کی سرپرستی قبول فرمادیں۔ حضرت نے قبول فرمالیا۔ معہد کو یہ سعادت اور فخر حاصل ہے (الحمد للہ) کچھ عرصہ بعد آہستہ آہستہ مدرسہ کو ترقی ہوئی اور طلبہ بھی ادھر ادھر سے آئے اور معاونین بھی ملتے گئے، مخلصین اور ہمدرد بھی حاصل ہونے لگے اور بقول کسے

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ آتے گئے کارواں بنتا گیا

تعلیمی ترقی

اب تو ماشاءاللہ جب کہ یہ سطور لکھی جا رہی ہیں اور معہد ابھی تک اپنے ایام طفولیت سے گزر رہا ہے۔ تقریباً پورے زامبیا کے کونے کونے اور شہر شہر اور ہر صوبے کے علاوہ ملاوی موزمبیق۔ تانزانیہ نائیجیریا وغیرہ کے تقریباً ۱۰۰ بچے ابتدائی ناظرہ حفظ، تجوید، اردو، عربی کی تعلیم میں مشغول ہیں۔ ۵ اساتذہ ہیں تقریباً ۳۰ بچے درجہ حفظ میں ہیں، کئی بچوں نے گزشتہ سال ناظرہ قرآن پاک ختم کیا جو لکھو کھا میں سے چند ہیں، جن لوگوں کو صحیح کلمہ طیبہ بھی نہ آتا ہو ان کے لیے قرآن پاک کا تصور امر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے اور امسال امید ہے اِنشاءاللہ کئی بچے حفظ بھی پورا کریں گے، ایک افریقی بچہ نے امسال پیٹاؤکے میں محراب سنائی جو زامبیا اور ملاوی کی تاریخ میں ہماری محدود معلومات کے مطابق پہلا واقعہ ہے، جسے صرف مالک کا فضل اور قرآن پاک کا معجزہ اور حضرت کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے۔

زامبیا اور اطراف کے ممالک میں بولی جانے والی مختلف زبانوں میں سے تقریباً ۱۱ زبانیں بولنے والے بچے معہد میں زیرِ تعلیم ہیں۔ تقریباً زامبیا ہی سے دو ہزار کلو میٹر سے بھی زیادہ دور سے آئے ہوئے بچے موجود ہے۔ جنگلوں میں رہنے والے، چرندوں اور درندوں سے بھڑنے والے بچے، مشینریوں کے جالوں میں پھنسے ہوئے نونہال، جو انسانوں سے متوحش اور صحرا اور صحرائی آبادی سے مانوس جنہیں سورۃ فاتحہ تو کجا کلمۂ طیبہ بھی نہ آتا تھا، جو نہ اسلام جانتے تھے، نہ مسلمان ہونا، جن کے ماحول میں ہر برائی مرغوب اور ہر خیر اجنبی تھی، سب چھوڑ چھاڑ کر پہنچے اور ایسے ماشاءاللہ مشغول ہوئے کہ شکوک و شبہات میں رہنے والے اور مدرسہ کو ڈھکوسلہ سمجھنے والوں کے لیے سوالیہ نشان بن گئے، اور ان پڑھ اور بعضے غلط پڑھے ہوئے جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور جب محبت اور پیار سے اپنے محسن اور مربّی بانیٔ معہد الرشید حضرت اقدس مولائی و مرشدی وسیلۂ یومی وغدی کا نام نامی اسم گرامی لیتے ہیں تو لطف آجاتا ہے، صحیح ہے آدمی کبھی نہ کبھی تو اپنے محسن کو یاد کرتا ہی ہے اور محسن بھی جب دین کا ہو تو بھی پوچھنا ہی کیا کہ اگر مقدرتے یاوری کی اور یہ بچے انشاءاللہ پڑھ گئے تو امید ہے ان کے نہ صرف زامبیا بلکہ ملاوی، موزمبیق تا زائرے غرض پورے افریقہ کے لیے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سبب بنیں گے اور انشاءاللہ تاقیامت حضرت اقدس کے لیے صدقۂ جاریہ

مبشرات

بالکل ابتدائی اور انتہائی ناساعد حالات میں شروع ہونے کے بعد اللہ جلشانہٗ کے فضل و کرم سے ہر نوع کی مدد اور نصرت ہوئی اور ہوتی رہی اور الحمدللہ ہو رہی ہے اور روز افزوں بھی ہے اللھم زد فزد، ان ظاہری اسباب کے مہیا ہونے کے

علاوہ کریم مالک کا بڑا اکرم یہ بھی ہوا جو مالک کا دستور بھی اپنے ضعیف اور کمزور بندوں کے ساتھ رہا ہے کہ مبشرات سے نوازتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑی بشارت تو وہ ہے جو بہجۃ القلوب میں چھپ بھی گئی ہے اور حضرتؒ اسے سُن کر بہت محظوظ بھی ہوئے تھے اور بہت روئے بھی تھے (ملاحظہ ہو بہجۃ القلوب حصہ دوم) اس کے علاوہ معہد پر مقیم ایک مسماۃ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اقدس سیدی و مرشدی نور اللہ مرقدہٗ اور قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ پر تشریف لائے ہوئے ہیں اور ملاحظہ فرماتے ہوئے ہمارے حجرہ میں بھی تشریف لائے اور سب چیزیں بہت غور سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اہلیہ نے رو کر عرض کیا یارسول اللہ ہمارے لیے دعا فرمائیں اللہ جلشانہٗ ہماری آخرت بہتر بنا دے۔

اس کے بعد سال گذشتہ جب قبلہ حضرت اقدس مفتی محمود الحسن صاحب مدفیوضہم تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ کے دستِ مبارک سے معہد کے دار الطلبہ کا سنگِ بنیاد رکھنا طے ہوا تھا، معہد پر مہمان آئی ہوئی ایک مسماۃ نے خواب دیکھا کہ ایک بڑے درخت کے نیچے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور بچوں میں سے شاید عبدالرشید نے مجھ سے بتایا کہ . . . دیکھو دیکھو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ میں نے پوچھا کہاں؟ اس کے اشارہ سے وہ درخت بتایا، میں نے دیکھا بڑا مجمع ہے، لوگ عمامے باندھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحے کر رہے ہیں اور ان میں تو بھی ہے چونکہ مسماۃ مہمان نے ابھی تک معہد اور اس کا احاطہ اچھی طرح دیکھا نہیں تھا اس لیے اس وقت تو یہ نہیں بتا سکیں کہ وہ درخت کہاں ہے؟ البتہ خواب ہی میں انہیں یہ خیال رہا کہ وہ درخت یہاں کہیں ہے۔ جب ایک مرتبہ ان کی نظر اس درخت پر پڑی تو مجھے بلا کر کہا کہ یہ وہی درخت ہے جس کے نیچے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور یہ وہی درخت تھا جس کے قریب دار الطلبہ

کا سنگِ بنیاد رکھا گیا تھا، بہت ہی خوش ہوئی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ اسس کی طرف مبذول ہیں، اللہ جلشانہٗ آئندہ بھی برکت کے ساتھ باقی رکھے (امین)

ہمارے ایک رکن شوریٰ دیندار تہجد گزار صاحب نے مجھ سے بتایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معہد پر تشریف لائے ہیں۔ مدرسہ کے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو میں بھی دونوا کٹھے بیٹھے ہوئے ہیں اور مدرسہ کے امور میں سوچ رہے ہیں اور فکر مند ہیں، منامات اور مبشرات تو اور بھی ہیں برکت کے طور پر اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی دعاؤں کے طفیل اس طرح کے مبشرات سے دھارس اور اُمید بندھتی رہی، اور الحمد للہ فکریں اور الجھنیں بھی دور ہوتی رہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب زید مجدہ

اسمِ گرامی

عزیز الرحمٰن بن مولانا محمد ایوب صاحبزادہ۔
گاؤں وڈاک خانہ چھپڑ گرام۔ تھیسل بٹ گرام۔ ضلع مانسہرہ ہزارہ ڈویژن صوبہ سرحد پاکستان۔ حال امام جامع مسجد صدیق اکبر محلہ محمد آباد چوہڑ ہڑپال راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان۔

تعلیم و تربیت

تاریخ پیدائش سکول سرٹیفکیٹ کے مطابق ۲ر فروری ۱۹۴۸ء ہے جبکہ محترمہ والدہ ماجدہ کے بقول رجب المرجب کا مہینہ تھا۔ (پہلے ہمارے ہاں تاریخوں کا لکھنا رواج نہیں تھا اس لئے تخمیناً ہو گی۔

بچپن کی تعلیم و تربیت جدامجد حضرت مولانا عبدالمنان صاحبزادہؒ کے زیرِ سایہ ہوئی جو سلسلہ نقشبندیہ میں آزاد کشمیر کے ایک بزرگ سے مجاز تھے۔ دادا جان مقامی مسجد میں امام تھے اور اہلِ قصبہ و طلبہ کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی باطنی تربیت کرتے تھے۔ ذکر و شغل کا خود بھی بہت اہتمام فرماتے تھے۔ تعلیم و تربیت کے معاملہ میں بہت سخت تھے اور بندہ کی بھی سخت نگرانی فرمایا کرتے تھے عام لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کی اجازت بالکل نہ تھی۔ چھپ کر بھی کھیلنے جاتا تو اچانک انکی گرجدار آواز کانوں میں پڑجاتی۔ دادا جان کو مغربی تعلیم سے سخت نفرت تھی باوجودیکہ نقشبندی تھے لیکن ان کا ذکر بالجہر خوب یاد پڑتا ہے۔ تلاوت کلام پاک کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

ناظرہ قرآن، کچھ صرف و نحو اور فقہ کی ابتدائی کتب ہی پڑھی تھیں کہ ان کا وصال ہو گیا۔ ان کے بعد تربیت کا معاملہ والد ماجد زید مجدہم کے پاس آیا۔ جو دادا جان سے بھی زیادہ سخت تھے والد ماجد تو ذرا ذرا سی غلطی پر سخت پٹائی فرماتے تھے۔ انہی کی سخت گیر شفقت نے احقر کو بچپن میں غلط ماحول اور لہو لعب سے نفرت دلائی ایک مقامی عالم صاحب سے درسی کتب پڑھنے کے ساتھ سکول کی تعلیم بھی جاری رہی دادا جان کے

وصال کے بعد والد ماجد پر عسرت کا زمانہ آیا۔ لیکن میرے والدین نے اپنے قریبی اعزہ کو بھی اس کی خبر نہ ہونے دی۔ باوجود صغر سنی کے گھر کے ان حالات سے احقر کو بھی تشویش تھی۔ میرے ایک چچا صاحب جو کراچی میں ملازم تھے۔ روزگار کے سلسلے میں احقر کو کراچی ملازمت کے لئے ساتھ لے گئے یہ ۱۹۶۰ء کی بات ہے، والدین کو اور خود احقر کو یہ کڑوا گھونٹ بھی پینا پڑا۔ لیکن والدین پر اس کا بہت اثر تھا۔ وہ میرے تعلیمی حرج پر سخت پریشان تھے۔ انہی کی دعاؤں کا صدقہ ہوا کہ میرے ماموں صاحب مولانا عبدالستار نے چند ماہ بعد کراچی سے واپس لاکر دوسرے بھائی حبیب الرحمٰن سمیت راولپنڈی کے ایک دینی مدرسہ میں داخل کیا۔ بھائی نے قرآن کریم حفظ شروع کیا اور احقر نے درس نظامی میں داخلہ لیا جو موقوف علیہ تک راولپنڈی ہی کے مختلف مدارس میں مکمل کیا اور مختلف اساتذہ کرام سے استفادہ کا موقع نصیب ہوا۔ دورۂ حدیث شریف کے لئے احقر کی نگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پر پڑی۔ جس کو اہلِ علم "دیوبند ثانی" کہتے ہیں۔ اس مدرسہ کے بانی و مہتمم حضرت اقدس استاذ گرامی حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم ہیں۔ چنانچہ شوال ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء میں احقر نے دارالعلوم میں داخلہ لیا یہاں کا ماحول روحانی ہے اور اساتذۂ کرام قابل اور بہترین مربی ہیں بالخصوص حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہم کا تقویٰ و طہارت اور باطنی فیض طلبۂ حدیث کے لئے اکسیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلبہ میں سادگی اور اتباع سنت باقی مدارس کی نسبت یہاں زیادہ ہے۔ اور یہاں ذکر و شغل کی فضا بھی ہے۔ احقر کو الحمدللہ کہ ابتداء ہی سے اساتذۂ کرام کے ادب و احترام کا بہت خیال ہوتا تھا۔ اور اساتذہ کرام بھی بہت شفقت فرمایا کرتے تھے اسی طرح اپنے طالبعلم ساتھیوں کا بھی بندہ اکرام ملحوظ رکھتا تھا۔ اور ان کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھتا تھا۔

نکاح و اولاد

احقر کا رشتہ گاؤں کے ایک زمیندار گھرانے میں طے ہوا تھا اور ابھی طالب علم تھا کہ شادی کردی گئی (ہمارے خاندان اور علاقہ میں بھی یہ بات ہے کہ بلوغ کے بعد جلدی شادی کردی جاتی ہے)

الحمدللہ کہ اب چار بیٹے محمد عتیق الرحمٰن، محمد اویس، محمد زکریا، محمد اقبال اور ایک بیٹی خدیجہ ہے۔

ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما ٥

دینی خدمت

دورہ سے فراغت کے فوراً بعد احقر راولپنڈی میں چوہڑ ہڑپال کے مقام پر امام مسجد مقرر ہوا۔ الحمدللہ کہ پانچگانہ نمازیں اور جمعہ کی نماز بھی پڑھاتا اور صبح و شام درس قرآن و حدیث دیتا اور بعض طلبہ کو ابتدائی درس نظامی کی کتابیں بھی پڑھاتا تھا اور علاقے کے بچوں کے لئے ایک مکتب بھی کھولا۔ اسی طرح کا ایک مکتب آبائی گاؤں میں بھی بفضلہ تعالیٰ کامیابی سے چل رہا ہے۔

علاقے کی دینی صورتحال

ہمارا علاقہ الحمدللہ کہ انگریز کے منحوس اثرات سے بچا رہا اور یہ برکت تھی اہل اللہ کی۔ مقامی بزرگانِ دین و علمائے حق کے علاوہ شہدائے بالاکوٹ مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید بریلوی اور حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہما اور ان کی جماعت مجاہدین نے بھی اس علاقہ کو مشرف فرمایا جس کی تفصیل جناب غلام رسول مہر مرحوم کی کتاب سید احمدؒ میں تفصیلاً ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ تبلیغی کام سے بھی یہاں بہت فائدہ ہوا۔ یہ علاقہ پاکستان میں علمی لحاظ سے صفِ اوّل میں ہے کہ پاکستان بھر کے تقریباً تمام مدارس دینیہ میں یہاں کے طلبہ خاصی تعداد میں ہوتے ہیں۔ مدرسین، ائمہ، خطباء اور حفاظ میں بھی اکثریت اس علاقہ کے حضرات کی نظر آتی ہے۔

مجاہدِ اسلام حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی نور اللہ مرقدہٗ بھی اسی خطہ کے بطلِ جلیل تھے۔ جن کے مجاہدانہ کارناموں سے یہ علاقہ دہریت، مرزائیت، مودودیت شیعیت، خاکساریت، خارجیت وغیرہ فتنوں سے کافی حد تک محفوظ رہا۔ اس علاقہ میں ذکر و شغل کی مستقل خانقاہیں تھیں جن میں سے بائیمال شریف کے بزرگ (جو حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کی اولاد میں ہیں) اور ہمارے جد اعلیٰ حضرت صاحب

تمائی بابا رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً کی خانقاہیں تھیں۔ (اور دوسرے بزرگانِ دین کی خانقاہیں بھی تھیں، جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں)۔ مرورِ زمانہ سے یہ خانقاہیں تقریباً ویران ہو چکی تھیں۔

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدنی خادم خاص وخلیفہ مجاز قطبِ عالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی اس علاقہ میں آمد و رفت کی برکت سے الحمدللہ دوبارہ آباد ہونا شروع ہوگئیں ہیں اور بیعت و مجالس ذکر کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ یہی تمنا وآرزو میرے مرشد پاک حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تھی کہ ان کے لوگ اس کام کو خوب پھیلائیں۔

بیعت

حضرت مرشدی کو اس ناکارہ نے زمانہ طالب العلمی سے جانا اور غالباً اس کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ میں نے حضرت کی کتاب "حکایات صحابہؓ" خرید کر پڑھی۔ پڑھنے کے دوران بیحد اثر ہوتا تھا اور رقت وگریہ کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔

حضرت کی پہلی زیارت مسجد زکریا راولپنڈی میں اس وقت ہوئی کہ احقر طالب العلم تھا اور اسی ملاقات میں بیعت کی عمومی مجلس میں حضرت اقدس سے بیعت ہوا۔ حضرت نے کھانے کے وقت مدارس دینیہ کے طلبہ کو خصوصیت سے انتہائی شفقت فرماتے ہوئے بلوا کر کھانا کھلایا جس کا مجھ پر بہت اثر ہوا کہ اتنے بڑے بزرگ اور غریب طلبہ پر ایسی شفقت فرمائی۔ حالانکہ اور بڑے بڑے لوگ بھی موجود تھے، حضرت سے مصافحہ بھی ہوا۔ اور باجماعت نماز پڑھتے بھی دیکھا اس پر حضرت کی معذوری ایسی تھی کہ نماز کے لئے آپ کھڑے کئے گئے پھر ساری نماز خود ہی ادا فرمائی۔

ایک دلخراش واقعہ

۱۹۷۵ء میں ہمارے علاقہ چوہٹر میں ایک دلخراش واقعہ پیش آیا۔ ایک رافضی بدبخت کے گھر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شبیہہ بنا کر توہین کی گئی جس کا علم کسی طرح سُنی مسلمانوں کو ہوگیا۔ اس واقعہ پر سخت ردعمل ہوا۔ بندہ پر بھی اس کا زبردست اثر تھا اور

اس واقعہ کے ردعمل میں رافضیوں کے خلاف سُنی محاذ بنایا گیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان سے مکمل بائیکاٹ ہوگیا اور باوجود مقامی انتظامیہ کی مداخلت کے اہل سنت والجماعت کامیاب رہے اس کا بدلہ اسلام دشمنوں نے مجھ سے لینا تھا چنانچہ میری مسجد میں بعض نام نہاد سُنیوں کے ذریعہ ہنگامہ آرائی کی گئی (چونکہ یہ مسجد مختلف طبقات کی تھی) (اس لئے مصلحتاً حسبِ مشورہ علیحدگی ہوگئی۔ احباب نے دوسری جگہ مسجد کے لئے رقبہ حاصل کیا اور اس کا نام جامع مسجد صدیق اکبر تجویز ہوا۔

سفر حجاز

بندہ کی طبیعت پر اثر تھا اس لئے حرمین پاک کے مستقل قیام کا ارادہ کیا۔ اور چونکہ مرشد پاک حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا مستقل قیام بھی مدینہ منورہ میں تھا۔ اس لئے اس موقعہ کو میں نے غنیمت سمجھا۔

الحمدللہ کہ یہ سفر بھی نصیب ہوگیا اور حُسنِ اتفاق سے اس سفر میں بھی میرے محسن حضرت مولانا حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ اور حضرت لاہوری کے دو خواص حکیم حضرت مولانا محمد جان صاحبؒ، حکیم حضرت مولانا محمد داؤد صاحب مدظلہٗ اور انکے صاحب زادے حکیم مولانا مسعود الرحمٰن صاحب بھی تھے اس سفر کے اخراجات مؤخر الذکر بزرگوں نے برداشت کئے۔ ۷ر یا ۸ر رجب ۱۳۹۶ھ مئی ۱۹۷۶ء مکہ مکرمہ پہنچے ۸ر یا ۹ر رجب کو احقر مدرسہ صولتیہ ایک امانت رقم دینے گیا تو مدرسہ کی مسجد میں ایک بزرگ کو دیکھا جو کہ مراقب تھے اور چند خدام جو پیچھے بیٹھے ذکر جہری میں مصروف تھے غور سے دیکھا تو مرشد عالم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ تھے۔ مدرسہ والوں سے معلوم ہوا کہ حضرت مدینہ طیبہ سے ہندوستان کے لئے بغرض سفر مدینہ طیبہ سے رخصت ہو کر آئے ہیں۔ اور رمضان کے بعد ہندوستان سے واپسی ہوگی یہ معلوم کر کے مجھے بہت صدمہ ہوا۔

تجدید بیعت

چنانچہ غالباً بعد نماز عشاء حاضر خدمت ہوا۔ حاضری سے قبل اسی غرض سے طواف کیا اور ملتزم وغیرہ مقامات مبارکہ پر دعائیں کیں۔ حضرت اقدس سے مصافحہ کیا حضرت نے خصوصی شفقت فرمائی۔ کھانا بھی کھلایا۔ اب احقر نے اپنی تمنا وخواہش کا اظہار کیا سابقہ بیعت کا بھی

بتایا اور دوبارہ بیعت کے لئے درخواست کی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کل فلاں وقت آجانا، بندہ نے عرض کیا کہ میں جماعت کے ساتھ پابند ہوں وہ تو کل مدینہ منورہ جائیں گے اسی وقت بیعت فرمالیں۔ حضرت اقدس چارپائی پر رونق افروز تھے بندہ کی درخواست قبول کی اور کمال شفقت سے احقر کے ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لیکر بیعت فرمایا اور دعا فرماکر رخصت کر دیا۔ اس بیعت کی پہلی برکت یہ دیکھی کہ اسی رات پاکستان ہاؤس محلہ شامیہ مکۃ مکرمہ میں بندہ نے خواب دیکھا جس کی کیفیت الفاظ میں بیان ہو ہی نہیں سکتی دیکھا کہ میرے سینے سے بیت اللہ شریف تک ایک برقی رو چل رہی ہے اور اس سے دل کو بے حد سرور ہو رہا ہے۔

رمضان المبارک کے بعد حضرت اقدس ہندوستان سے واپس تشریف لائے۔ تو پہلے مسجد نور ہی تشریف لائے اس وقت کی رونق بھی خوب یاد ہے۔ احقر کو یہ معلوم ہوا تھا کہ مسجد نور کی طرف سے حضرت اقدس کی خدمت میں دو آدمی مقرر ہوتے ہیں چنانچہ بندہ نے اس کے لئے درخواست کی جو منظور ہو گئی۔ اور اس طرح بندہ باقاعدہ حضرت اقدس کے ہاں خدمت پر مامور ہو گیا۔ بعد عشاء مہمانوں کو کھانا کھلاتے وقت حضرت کی خوب خوب زیارت ہوتی تھی دسترخوان سے فراغت کے بعد ہم برتن دھوتے اور حضرت اقدس وضو تازہ فرماکر روضۂ شریف پر حاضری کے لئے جاتے اور خدمت والوں کو بھی شفقت و محبت کی نظر سے دیکھتے۔ فارغ ہو کر احقر بھی اس جگہ پہنچ جاتا (یعنی مصلی جنازہ پر) جہاں حضرت اور خدام تشریف فرما ہوتے تقریباً ایک گھنٹہ کی یہ سعادت بھی نصیب ہو جاتی تھی۔ علاوہ ازیں بعد فجر مجلسِ ذکر، بعد عصر عمومی مجلس میں بھی بندہ پابندی سے شرکت کرتا۔ انہی دنوں ایک بار خصوصی ملاقات کے لئے وقت لیا۔ اس میں حضرت اقدس کو اپنا ایک خواب سنایا جو عبرت آموز ہونے کی وجہ سے لکھتا ہوں۔ "خواب میں دیکھا، میں اور دو اور صاحب تھے۔ جن کو جانتا نہیں تھا مسجد نبوی میں ریاض الجنۃ میں روضہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑے ہیں اور پوری مسجد شریف خالی ہے ان دو میں سے ایک صاحب عقیدہ حیات النبی کے منکر تھے اور چونکہ میں زبردست قائل تھا۔ اسی لئے وہ منکر حیات مجھ سے کہتا ہے کہ پڑھو نا سنتے

ہیں۔ اس کا مقصد انکار اور استہزا تھا۔ اتنے میں دیکھا جالی مبارک اوپر کو اُٹھی اور حضور پُرنور فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم نے احقر کو اشارہ فرمایا، کہ اس کو مارو چنانچہ اشارہ ملتے ہی بندہ نے اور دوسرے ساتھی نے اس بدبخت کو مارنا شروع کیا وہ بھاگ گیا۔ اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چادریں بندہ کو عنایت کیں جن میں خاص قسم کی سبز لکیریں تھیں۔ بندہ نے خوشی خوشی قبول کیں اور آنکھ کھل گئی" اس خواب کو حضرت نے غور سے سُنا پھر بندہ نے نصیحت کے لئے درخواست کی فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد رکھنا۔ اور اپنا رسالہ "موت کی یاد" اور کتاب "شمائل ترمذی" کو مطالعہ میں رکھنے کا فرمایا (یہ کتب بندہ نے درس میں احباب کو بھی سنائی تھیں اور حضرت کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو خوش ہو کر دعائیں دی تھیں)۔

بندہ کا خیال مستقل قیام کا تھا مگر راولپنڈی سے احباب اور حضرت ہزاروی رح کا حکم نامہ بھی پہنچا تھا جس میں لکھا تھا کہ یہاں دینی کام کی ضرورت ہے۔ اور احباب کا تقاضا ہے کہ واپس آجاؤ۔ احقر نے قیام مدینہ منورہ کے لئے مرشدی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے مجاز حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب سے بھی مشورہ کیا فرمایا کہ جوان ہو پاکستان جاکر کام کرو میں تو بوڑھا ہوں جب تم بوڑھے ہو جاؤ مرنے کے لئے آجانا.........!

مدینہ منورہ کا چھ ماہ کا قیام بے حد دلچسپ، بابرکت اور مفید رہا۔ اس دوران میں جب تک ہندوستان میں تشریف فرما رہے میرا زیادہ وقت تبلیغی جماعت کے ساتھ گذرتا تھا۔ چنانچہ حج کے فوراً بعد پاکستان آیا اور مسجد صدیق اکبر میں مالک کریم نے خدمتِ دین کا موقع عطا فرمایا۔ الحمد للہ کہ روزانہ مجلس ذکر باقاعدگی سے ہوتی ہے اور درجۂ حفظ و ناظرہ اور درجہ کتب کا ابتدائی مکتب بھی ہے۔

رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

احقر کو جب علم ہوا کہ حضرت مرشدی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ فیصل آباد تشریف لا رہے ہیں تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی احقر نے متعلقین کے روکنے پر جن کا خیال تھا کہ فیصل آباد جانے کے بعد اپنی مسجد کی رونق کم ہو جائے گی (یہ بات قدرتی طور سے

امام مقتدیوں اور استاذ شاگردوں میں ہوا ہی کرتی ہے) چنانچہ میرے پختہ عزم کو دیکھ کر ان میں سے بھی بعض دوست فیصل آباد اعتکاف کرنے آ گئے تھے۔ بندہ حضرت اقدس کی آمد سے ایک ہفتہ قبل ہی فیصل آباد پہنچ گیا تھا۔ حضرت کی تشریف آوری سے پہلے حضرت صوفی صاحب پہنچے ان سے مدینہ طیبہ کی ملاقات تعارف و تعلق کی بنیاد بنا۔ فیصل آباد میں بندہ نے اعتکاف کی حالت میں دستر خوان پر خدمت والوں میں نام لکھوایا الحمد للہ کہ اللہ والوں کی خدمت نصیب ہوئی۔ عید کے دن بندہ فیصل آباد سے واپس ہوا اور چند ہی روز بعد حضرت صوفی صاحب زید مجدہم بھی راولپنڈی تشریف لائے ایک ہفتہ یہاں قیام کیا۔ ٹیکسلا بھی تشریف لے گئے۔ پھر لاہور گئے اور وہاں سے دوبارہ راولپنڈی تشریف لائے اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے اب احقر کی مکاتبت حضرت صوفی صاحب سے ہو گئی۔ اور اس میں سہولت بھی ہو گئی اور جو بات حضرت اقدس مرشدی قدس سرہٗ سے پوچھنی ہوتی پوچھ کر جواب عنایت فرماتے۔ اللہ کریم ان کے اس اخلاص و شفقت کا ان کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائیں۔ ان سے اور حضرت کے دوسرے مجازین سے پورے عالم میں حضرت کا فیض پاک پھیلائیں۔ حضرت صوفی صاحب مدظلہم نے بندہ کی نالائقی و نااہلی کو بندے کی محرومی کا ذریعہ نہیں بننے دیا اور یہ بھی مالک الملک کا وہبی عطیہ ہے۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلیٰ والِدیّ وان اعمل صالحًا ترضاہ وادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحین ہ

اوپر کی سطور میں بندے نے حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کے بارے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ محض حسن ظن نہیں بلکہ امر واقعہ ہے کہ وہ حضرت اقدس کے بعض دوسرے خلفاء کرام کی طرح فیضِ شیخ کی اشاعت میں بے حد حریص ہیں اس کے لئے بھی کچھ تفصیل مفید ہوگی۔ محرم الحرام سنہ ۱۴۰۱ھ یعنی فیصل آباد کے رمضان کے تین ماہ بعد احقر کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہم کی طرف سے اجازت ملی جس کا واہمہ بھی نہ تھا۔ اس کے بعد اپنی بدحالی اور ناپاکیوں کا احساس کرتے ہوئے مدینہ پاک حضرت اقدس

قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کا اشتیاق بڑھ گیا مالک کریم نے ہمیشہ کی طرح یہ کرم بھی فرمایا اور حرمین پاک کا یہ سفر بھی نصیب ہو گیا۔ ۱۸ دن رہائش تو حضرت صوفی صاحب کے پاس رہی لیکن باقاعدگی سے مجالسِ شیخ میں حاضری ہوتی رہی۔ یہ معلوم کر کے کہ حضرت کا رمضان المبارک افریقہ میں ہوگا بندہ نے بھی توکلاً علی اللہ ارادہ کر لیا مگر حضرت صوفی صاحب کے اس فرمانے پر کہ فیصل آباد کے طرز پر اپنے ہاں رمضان کرنے سے حضرت بہت خوش ہوں گے اور کارگذاری بھیجنے کا بھی ارشاد فرمایا الحمد للہ کہ حضرت کی برکت سے یہ رمضان سنہ ۱۴۰۱ھ کا فیصل آباد والے معمولات سے معمور گذرا اور پورے ماہ مبارک میں بیس۲۰ اور آخری عشرہ میں پچاس۵۰ معتکفین تھے اس ماہ مبارک کی پوری کارگذاری حضرت صوفی صاحب مدظلہ کو روانہ کی۔ انہوں نے حضرت اقدس کو سنائی اور حضرت اقدس نے خوش ہو کر خوب دعائیں دیں۔ چند ماہ بعد اسی سال مالک کا یہ کرم بھی ہوا کہ حج کی سعادت نصیب ہو گئی یہ حج حضرت اقدس شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا آخری حج بھی تھا۔ حج سے قبل حضرت کی زیارت مکہ مکرمہ میں شیخ سعید صاحب کاتب العدل حکومت سعودیہ کے مکان پر ہوتی رہی۔ حج سے فراغت پر دوبارہ مدینہ طیبہ حاضری ہوئی اور حضرت اقدس کی مجالسِ مبارکہ میں شرکت ہوتی رہی۔ حج سے واپسی کے چند ماہ بعد اسی سال حضرت اقدس نور اللہ مرقدہم کی شدید علالت کی خبر سے پریشان ہو کر مدینہ طیبہ حاضری کا عزم کیا۔ یہ حضرت ہی کی کرامت تھی کہ ایک سال میں تیسری بار ایک غریب بندہ کو حرمین پاک کا مبارک سفر نصیب ہوا۔ سفر کا چند ہی روز میں سہولت سے انتظام ہو گیا۔ چنانچہ جمعرات ۱۵ ر جمادی الاول سنہ ۱۴۰۲ھ ۱۱ ر مارچ سنہ ۱۹۸۲ء راولپنڈی سے دوپہر کے وقت بذریعہ جہاز جدہ کے لئے روانہ ہو کر رات مکہ مکرمہ پہنچا اور جمعہ ادا کر کے مدینہ طیبہ پہنچا۔ ۱۰ ر جمادی الثانی ۵ ر اپریل تک کا یہ بیس روزہ قیام حضرت صوفی صاحب زید مجدہم کے پاس رہا۔ اور حضرت نور اللہ مرقدہم کے مجالس مبارکہ میں برابر شرکت رہی۔

۵ ر اپریل کو بعد عصر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہم سے رخصتی کا آخری مصافحہ کر کے بندہ مکہ مکرمہ اور وہاں سے پاکستان آیا۔ اس مصافحہ میں ایک عجیب بات دیکھی کہ حضرت

اقدس نے باوجود ضعف کے اپنے دستِ مبارک سے بندہ کے ہاتھ کو دبایا پہلے مصافحوں میں یہ بات کبھی نہیں دیکھی تھی۔

حضرت اقدس سرہٗ سے آخری مصافحہ کے ایک ماہ بیئس دن بعد حضرت کا وصال مبارک ہوا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۰

راولپنڈی میں حضرت شیخ کے طرز کا رمضان

راولپنڈی کے رمضان ۱۴۰۱ھ کا مفصل حال تو اوپر آچکا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد ۱۴۰۲ھ کا رمضان خاص اہمیت کا حامل ہے اس لئے کہ اس میں حضرت صوفی صاحب پہلی مرتبہ شرکت کیلئے راولپنڈی تشریف لائے اور پورے ماہ مبارک ہماری مسجد صدیق اکبر میں معتکف رہے، حضرت صوفی صاحب نے رمضان المبارک راولپنڈی میں گذارنے کا فیصلہ اپنے شیخ کے طریق پر مسنون استخارے کرنے اور حضرت شیخ کے محبوب مجاز مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی زید مجدہٗ سے روضۂ اطہر سے اجازت حاصل کرنے کے بعد ہی کیا تھا۔ یہ گویا ایک طرح کا اشارہ غیبی تھا۔ جس کی برکات اور واضح اثرات ہمیں اس اعتکاف میں نظر آئے، خاصی تعداد بیعت ہونے والوں اور ذاکرین کی تھی، ذکر کی گونج سے مسجد صدیق اکبر ایک مستقل خانقاہ بنگئی اور حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کا ایک کشف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی کے مطابق "تجلی گاہِ حق" نظر آنے لگی۔

رمضان ۱۴۰۳ھ ۱۴۰۴ھ حضرت صوفی صاحب نے راولپنڈی میں ہی گذارے جس میں سینکڑوں خوش نصیب شریک ہوتے رہے اور ہر سال تعداد بڑھتی ہی رہی۔

۱۴۰۵ھ کا رمضان راقم نے راولپنڈی میں گذارا جب کہ حضرت صوفی صاحب نے جامعہ خیر المدارس ملتان کی مسجد میں اعتکاف کیا جس میں سو سے زیادہ حضرات نے شرکت کی اور بہت سے اہلِ علم بزرگ بھی ان سے بیعت ہوئے۔

اس ناکارہ کو اجازت تحریراً ملی ہے۔ اجازت کے خط ملنے سے قبل بندہ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ:

"سید الاولین والآخرین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی حضرت مرشدی شیخ نور اللہ مرقدہم (جن کے ساتھ چند دوسرے حضرات بھی تھے) سے فرما رہے ہیں کہ ہم ان سے (مراد احقر ہے) راضی ہیں۔"

اس خواب کے چند ہی روز بعد اجازت کا والا نامہ آیا۔ میرا خواب تعبیر کے لئے حضرت اقدس کی خدمت میں بعد میں پہنچا تھا۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بجنوری زید مجدہم

اسم گرامی

(مولانا) عبدالرحیم (صاحب) ابن شیخ رفیع الدین صاحب موضع تھے پور ڈاکخانہ راجوپور ضلع بجنور (یوپی)۔

ولادت طفولیت تعلیم

تاریخ پیدائش محرم ۱۳۳۴ھ گیارہ برس کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ اپنے تائے میاں جی امین الدین صاحب سے پڑھا جو حضرت قاضی اسماعیل صاحب منگلوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے حفظ حافظ عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سہارنپور جامع مسجد سے کیا قرارت سبع و عشرہ قاری عبداللہ صاحب مرادآباد شاہی مدرسہ میں پڑھی ابتدائی عربی شرح جامی تک ہٹور میں حضرت مولانا حامد حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ سے پڑھی۔ متوساط مختصر المعانی سے جلالین شریف تک مرادآباد مدرسہ شاہی اور مشکوٰۃ شریف ہدایہ آخرین وغیرہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب وغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی دورۂ حدیث کی تکمیل ۱۳۵۹ھ میں مرادآباد شاہی مدرسہ میں شیخ الحدیث مولانا فخرالدین احمد صاحب وغیرہ سے کی۔

تدریس و تعلیم

فراغت کے فوراً بعد دھامپور میں قرآن پاک حفظ و تجوید بمشاہرہ دس۱۰ روپے حضرت شاہ محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر تقرر ہوا۔ تین سال کے بعد مستقل عربی اور سبع قرأت کا درس شروع کردیا تقریباً بائیس۲۲ سال دھامپور اور بائیس سال ہی نجیب آباد میں درس نظامی کی خدمت کرتا رہا

ابتدا سلوک

احقر نے زمانہ طالب علمی سے عارف باللہ حضرت شاہ محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا تقریباً ۶۳ھ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی مگر تعلیمی اور دیگر ملّی خدمات، سیاسی و مذہبی مصروفیات کی بناء باقاعدہ سلوک کے مراحل طے نہ کرسکا یہاں تک کہ حضرت شیخ الاسلام

رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔

حضرت شیخؒ سے تعلق

چونکہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے احقر اپنے حفظ کے زمانہ ہی سے واقف اور مانوس تھا۔ حضرت نے اس زمانہ میں احقر کا حفظ کا امتحان بھی متعدد مرتبہ لیا اور مدرسی کے زمانے میں متعدد مرتبہ حضرت سے شرف ملاقات حاصل ہوتا رہا اور حضرت کے ساتھ کھانا کھانے کا بھی اتفاق متعدد مرتبہ ہوا حضرت نے انتہائی شفقتوں سے خادم کو نوازا نیز طالب علمی کے زمانہ میں حضرت شاہ محمد یٰسین صاحب نے بھی حضرت سے استفادہ کے لئے ارشاد فرمایا نیز حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق حضرت سے جس درجہ کا تھا وہ بھی احقر کے علم میں تھا اور بعض دوسری وجوہ بھی تھیں جن کی بناء پر حضرت مدنی کی وفات کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حضرت میں حضرت مدنیؒ سے تعلیمی انہماک اور ضعفِ دماغ کی وجہ سے باقاعدہ سلوک کی تکمیل نہ کرسکا لہٰذا حضرت والا خادم کی طرف سے توجہ فرمائیں۔

حضرت مدنیؒ کے لوگوں کو بیعت نہ کرنا

حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا میں حضرت مدنی کے لوگوں کو بیعت تو کرتا نہیں ہوں البتہ رجوع فی التعلیم کے لئے تیار رہوں مگر بہتر یہ ہے کہ حضرت ہی کے خلفاء میں سے کسی کی طرف رجوع کیا جائے نیز فرمایا کہ تعلیمی مصروفیات اور ضعفِ دماغ میں تو اضافہ ہی ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت سلوک کی تکمیل تو ضرور کرنی ہے اور حضرتِ والا ہی سے کرنی ہے حضرت نے بڑی شفقت و عنایت سے احقر کو ذکر کی تعلیم فرمائی، پھر تو حضرت کی برکت اور توجہ سے اور شفقتوں سے باوجود تعلیمی انہماک اور دوسری ملّی مصرفیات اور ضعفِ دماغ کے خادم نے سلوک کے سلسلہ میں خوب کام کیا اور نہ معلوم وقت میں اتنی برکت ہوئی کہ مجھے حیرت معلوم ہوتی تھی یہ سب حضرت کی کرامات تھیں۔

حضرت کی شفقتیں

حضرت کی جہاں خصوصی شفقتِ روحانی اور عنائتیں خادم پر بے پایاں رہی ہیں متعدد مرتبہ کچھ کتابیں اور ایک مرتبہ اُونی چادر عنایت فرمائی نیز جب اپنے بعض خلفاء کو اپنی اپنی جگہ اعتکاف کرنے کا حکم دیا تو خادم کو بھی بہت تاکید سے حکم فرمایا تھا، چنانچہ اس وقت سے خادم برابر نہٹور والوں کی طلب پر نہٹور میں رمضان گذارتا رہا اس زمانہ میں بھی حضرت سہارنپور سے مدنی کھجوریں بھجواتے رہے مدینہ منورہ کے قیام میں کھجوروں کا حلوہ بھی بعض حجاج کے ذریعے ارسال فرمایا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا اندازِ تربیت احقر کے ساتھ بہت مشفقانہ رہا البتہ یاد پڑتا ہے کہ ایک طویل خط پر قدرے ناخوشگواری کا اظہار فرمایا تھا خط کے طویل ہونے کی وجہ سے، باقی کبھی شفقتوں و عنائیتوں کے خادم کے ساتھ دوسرا معاملہ نہیں کیا۔

آرام اور معراج

تقریباً دس بارہ سال کی بات ہے جب احقر رمضان شریف حضرت کے یہاں ہی گذارتا تھا حضرت نے خادم کو دو مرتبہ تلاش کرایا ایک مرتبہ جب مجھے اس کا علم ہوا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو بڑی شفقت سے فرمایا مولوی صاحب میں نے دو مرتبہ آپ کو تلاش کرایا ایک مرتبہ تو آرام میں تھے دوسری مرتبہ آپ معراج میں تھے پھر تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا نماز مومن کی معراج نہیں ہے پھر فرمایا کہ کیا نظام ہے۔ خادم نے مکان جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت نے فرمایا اب تو جاؤ مگر رمضان کے بعد اطمینان سے تین چار روز کے قیام کے ارادہ سے آجانا۔

خلافت

خادم حسب الارشاد حضرتِ والا عید کے چند یوم بعد حاضرِ خدمت ہوا ملاقات پر فوراً اعتکاف میں بیٹھے کا حکم دیا دو۲ روز تک برابر حضرت خادم کو بلا کر کیفیات و حالات معلوم فرماتے رہے تیسرے روز عشاء کے بعد بلا کر مسجد ہی میں فرمایا۔

اجازت کے بارے وارد قلبی پر عمل

کہ مولوی صاحب رمضان میں میں نے اسی لئے آپ کو بار بار بلایا تھا اور طبیعت میں تقاضا

تھا کہ میں آپ کو اجازت دوں لیکن جب اتفاق سے آپ نہ ملے تو پھر میں نے خیال کیا کہ ابھی اور پختگی ہونے دو اب چونکہ میں حجاز جا رہا ہوں لہٰذا میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ پھر بڑی شفقت کے ساتھ دعا دے کر خادم کو اجازت فرمائی نہ معلوم حضرت مولانا اسعد اللہ ناظم صاحب کو کس طرح علم ہوا کچھ ہی دیر کے بعد ہمارے مولانا وقار علی صاحب مدرس مدرسہ مظاہر علوم نے حضرت ناظم صاحب کی طرف سے آکر مبارکباد دی۔

تبلیغ میں تعاون کی تلقین

تبلیغ کے سلسلے میں حضرت والا نے میرے ابتدائی تعلق میں اس طرف توجہ دلائی تھی لیکن بعد میں چونکہ حضرت نے میرے تعلیمی اور دوسری مصروفیات دینی دلی کی وجہ سے کبھی تبلیغ میں کام کرنے کے لئے نہیں فرمایا البتہ اپنی جگہ رہتے ہوئے لوگوں کو تبلیغ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ضرور فرمایا تھا۔

احقر کا نکاح فراغت کے سال ۵۸ھ میں اپنے وطن میں ہوا ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں جن کا عقد ہو چکا ہے، لڑکا مولوی محمد قاسم سلمہٗ حافظ قاری دار العلوم سے فارغ اور تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت شیخ سے بیعت بھی ہیں، احقر کے وطن میں الحمدللہ دینی ماحول علماءِ دیوبند سے وابستہ بحمدللہ بستی میں متعدد حفاظ و قراء اور عالم موجود ہیں حضرت قاضی اسماعیل صاحب منگلوریؒ کا فیض قاضی صاحب کے زمانے میں کافی لوگ وابستہ تھے۔ اس کے بعد کچھ حضرات شاہ محمد یٰسین اور حضرت مدنی اور حضرت شیخ سے وابستہ ہیں۔ باقی علاقہ میں بحمدللہ بہت بڑی اکثریت اپنے ہی مسلک کی ہے ماشاء اللہ ماحول اچھا ہے۔

حضرت مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب زید مجدہم

اسم گرامی

اسماعیل حسین بھیکھا بمقام کچھولی۔ وایا۔ املساڑ۔ ضلع بلسار گجرات۔ ہند۔

ولادت وبچپن وتعلیم

۲۷-۴-۱۹۴۳ بچپن کا دور کچھولی میں گزرا۔ ناظرہ وہیں ختم کیا اور اردو کی ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں ہوئی۔ اس کے ساتھ پرائمری اسکول میں گجراتی کی تعلیم ہوتی رہی۔ اس کے بعد ڈابھیل کے جامعہ میں اردو دینیات میں داخلہ ہوا۔ اور ہدایہ تک وہاں پڑھکر ۱۶ر شوال ۸۲ھ کو دیوبند کے لئے سفر کیا لیکن وہاں طبیعت نہ لگنے کی وجہ سے ۱۹-۱۱-۸۲ مطابق ۱۴ر اپریل ۶۳ء کو مدرسہ عالیہ مظاہر علوم میں مشکوٰۃ شریف جلالین شریف۔ شرح عقائد خیالی میں داخلہ لیا۔ اور اسی کے کچھ دن بعد سے حضرت اقدس کی عصر بعد خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ دورۂ حدیث ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء میں پڑھا اور اس کا نتیجہ حسب ذیل ہے۔

بخاری شریف	مسلم شریف	ترمذی شریف	ابوداؤد شریف	طحاوی شریف	نسائی شریف
۲۱	۱۸	۱۹	۱۵	۲۱	۲۰
ابن ماجہ شریف	موطا محمد	و مالک شریف	شمائل۔		
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸		

اوّل نمبر پوری جماعت میں ہونے کی وجہ حسب دستور مدرسہ سے ۱۰ر روپے اور پورے مدرسہ میں بھی اوّل آنے پر مزید ۵ روپے انعام ملے۔

مفتی محمود صاحب رح کی خدمت میں

حضرت اقدس کی رہنمائی پر افتاء کی تجویز ہوئی اور حضرت ہی نے حضرت مفتی محمود صاحب کی خدمت میں بھیجنے کا فیصلہ فرمایا ان دنوں حضرت مفتی صاحب دیوبند تشریف لائے تھے اس لئے وہاں جاکر داخلہ لے کر تمرین کا ارشاد فرمایا بلکہ حضرت ہی نے

خصوصی توجہ کی اور حضرت مفتی صاحب کو فہمائش کی، چنانچہ ۱۳۸۶ھ میں تمرین افتاء سے فراغت ہوئی اور حضرت ہی کے ارشاد سے حضرت اقدس مفتی محمود صاحب مدظلہٗ نے ڈابھیل کے جامعہ میں نائب مفتی کی حیثیت سے تقرر کروایا اور ابتک وہیں پڑا ہوا امور مفوضہ میں مشغول ہوں۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

حضرت کی خدمت

مظاہر میں داخلہ کے بعد دوسرے گجراتی طالب علموں کے ساتھ عصر کی مجلس میں شرکت کے لئے جاتا تھا حضرت سبق پڑھاکر عصر کی نماز مدرسہ قدیم میں پڑھکر تشریف لاتے تھے اس وقت خود سہارے سے چلتے تھے کچے گھر میں پیشاب اور وضو فرماکر کچھ دیر تیل کی مالش کے بعد مجلس میں تشریف لاتے تھے۔ ایک دن موقعہ دیکھکر میں بھی خادموں کے ساتھ چلا گیا۔ حضرت کی نظر پڑتے ہی پوچھا کون؟ کسی نے جواب دیا ایک سورتی نیا طالب علم ہے۔ میں پنکھا جھلنے لگا۔ حضرت نے پانی نوش فرماکر مجھے دینے کے لئے ارشاد فرمایا اور دعائیں دیں اس طرح خدمت شروع ہوئی۔

بیعت

اور اس کے تقریباً چھ ماہ بعد حضرت سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے جمعہ کے دن عصر کے بعد کا وقت طے فرمایا چنانچہ غالباً ۲ر ربیع الاول ۸۲ھ کو بیعت ہوا تھا۔ فراغت کے بعد جب ڈابھیل میں مدرس ہو گیا تو اس وقت بہت خوب خط وکتابت رہی ہر خط میں کوئی خاص نصیحت اور کام کی باتیں ہیں جو میرے پاس بتعداد ۲۵۸ مکتوبات کی شکل میں محفوظ ہیں مولانا شاہد سہارنپوری صاحب نے اس میں سے بہت سوں کو نقل بھی کیا ہے۔

مدرسہ کے قوانین کی خلاف ورزی پر ناراضگی

حضرت کی طرف سے اپنی کوتاہیوں پر متعدد مرتبہ ڈانٹ بھی پڑی جن میں تین بہت سخت تھیں۔ ایک مرتبہ تو جب میں مشکوٰۃ میں تھا خدمت میں لگے زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا تھا اور مظاہر میں بھی داخلہ لئے زیادہ وقت نہیں گزرا کہ رات کو شہر میں کسی عالم دین کی تقریر تھی وہ سننے چلے گئے۔ واپسی جب ہوئی تو دار الطلبہ کا دروازہ بند تھا تقریباً ۵، ر طالبعلم تھے اس لئے کواڑ تو ناظم صاحب نے کھلوا دیئے مگر سب کے نام لکھ لئے

اور صبح حضرت کی خدمت میں مدرسہ کے قانون کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے شکایت پہنچی
عصر کے وقت پہلے سے مسجد دفتر میں جاکر بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت درس بخاری سے دارالحدیث
میں سے فارغ ہوکر تشریف لاتے تھے اس وقت تک اس مسجد میں بجلی کا پنکھا نہیں لگا
تھا اس لئے ہاتھ سے پنکھا کرنے کا موقعہ ملتا تھا آج جب پنکھا کرنے لگا تو حضرت نے صرف
داہنے ہاتھ کے اشارہ سے روک دیا۔ دل میں کھٹکا تو ہوا کہ ناراض معلوم ہوتے ہیں مگر یہ خیال
ہوا کہ شاید آج پنکھے کی ضرورت نہ ہو۔ عصر سے فراغت کے بعد حجرہ میں تشریف لے گئے
اور وضو کے لئے پانی ڈالنے لگا تو ڈانٹ پڑی اور سختی سے روک کر فرمایا کہ جو شخص مدرسہ کے
قانون کی خلاف ورزی کرے میں اس سے اپنی خدمت نہیں لیتا۔ اور باہر نکالدیا۔ پاؤں تلے
سے زمین نکل گئی۔ خوب رویا تو صرف مجلس میں حاضری کی اجازت ہوئی کئی دنوں
تک روتا اور معافی مانگتا رہا تب جاکر معافی ہوئی لیکن الحمدللہ اسی دن سے مدارس کے قانون
کی پابندی کرنا اور احترام کرنے کا ایسا ملکہ ہوگیا کہ گویا طبیعت ثانیہ ہوگئی۔

مادّی عطایا

لنگی اور مالی عطایا بھی وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے تھے۔ درس میں اسی طرح
دس محرم کو ہر ایک دورہ کے طالب علم میں سے جو روزہ سے ہوا اہتمام سے
حضرت عنایت فرماتے رہتے تھے وہ تبرکات تقریباً ۲۵-۳۰ روپے کی شکل میں بندہ کے
پاس محفوظ ہیں۔

خلافت

سہارنپور س ۲۹ ر رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ ۲۰ ر دسمبر ۱۹۶۸ء بوقت سحر
۴ بجکر ۴۵ منٹ پر بھائی الحاج ابوالحسن صاحب اچانک بلانے آئے
اور ساتھ میں مولانا احسان الحق ساکن رائے ونڈ مدرس مدرسہ عربیہ بھی تھے۔ ہم دونوں کو
ساتھ میں بٹھا کر حضرت نے اپنے شیخؒ کا عطا کردہ عمامہ اپنے سر پر رکھوا کر دو عدد مصلے نکلوائے۔
پہلا بندہ کو اور دوسرا مولانا احسان صاحب کو دیکر اجازت مرحمت فرمائی۔
متعدد مرتبہ روک کر بھٹمی، جامعہ ڈابھیل میں رمضان گزارنے کے لئے ارشاد فرمایا
چنانچہ تعمیل کی گئی چنانچہ سب سے پہلے ۱۳۹۱ھ میں ڈابھیل جامعہ میں گزارا۔

حضرت مولانا عبدالجبارؒ الاعظمی

شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ شاہی زید مجدہم

وطن اور خاندان

آپ حاجی عبدالرشید صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ قصبہ
پورہ معروف میں ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ اور "پورہ معروف"
ضلع اعظم گڑھ کا مشہور و معروف قصبہ جو اعظم گڑھ سے تقریباً ۲۰ ر کلومیٹر جانب
مشرق دریائے تونس کے ساحل پر واقع ہے۔ اس کی کل آبادی کا تخمینہ کم وبیش دس
ہزار ہے اس قصبہ کی شہرت کسی صنعت آثار قدیمہ یا عجائباتِ روزگار کی وجہ سے نہیں
بلکہ ان علوم نبویؐ کے حاملین اور کلام الٰہی کے حافظین کی وجہ سے ہے جن سے اکنافِ عالم میں
علمی مراکز اور دینی درس گاہیں آباد ہیں۔

"پورہ معروف" میں قابل شمار دو ادارے ہیں جو "مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم" اور
"مدرسہ معروفیہ" کے نام سے موسوم ہیں۔ مقامی تقریباً سبھی علماء، فضلاء، حفاظ و قراء انہیں دو اداروں
کے فیض یافتہ ہیں۔ اعظم گڑھ کے قصبات اور قرب و جوار میں علوم دینیہ سے وابستگی، علم دوستی
اور ادب نوازی کے اعتبار سے اتنا زرخیز کوئی قصبہ نہیں ملتا۔ جہاں گھر گھر عالم و فاضل، حافظ و قاری
نظر آتے ہوں "مشاہیر پورہ معروف" میں علماء و فضلاء، حفّاظ و قراء کی فہرست دیکھی جاسکتی ہے۔

انہیں علماء ربانیین کی محنت و کاوش سے وہاں کا ماحول آج بھی انتہائی پاکیزہ اور شستہ
ہے، وضع قطع، رہن سہن، لباس و پہناوا۔ معاشرت و معاملات میں اسلامی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔
کہا جاسکتا کہ آپ کا نسبی تعلق کسی قوم اور خاندان سے ہے البتہ موجودہ قرابت داریوں کو دیکھ
کر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ آپ انصاری خاندان سے ہیں۔

زمانۂ طالبعلمی اور واقعہ زہر

آپ کے سب سے پہلے استاد حافظ عبدالقادر
صاحب ہیں جن سے آپ نے کلام اللہ پڑھا
پھر مدرسہ معروفیہ میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ نے شرح وقایہ تک تعلیم حاصل کی۔ اس

کے بعد احیاء العلوم مبارکپور چلے گئے۔ وہاں ایک سال سے زیادہ رہ کر سال کے باقی ایام دار العلوم مئو میں گزارے پھر علمی جستجو اور لگن نے شوال ۱۳۴۵ھ میں آپ کو کشاں، کشاں مظاہر علوم سہارنپور پہونچا دیا۔ آپ چار سال وہاں زیرِ تعلیم رہے۔ شعبان ۱۳۴۸ھ میں فراغت حاصل کی اور ۱۳۴۹ھ میں فنون کی تکمیل کی فراغت کے سال آپ کے ساتھ زہر خورانی کا واقعہ پیش آیا۔ آپ شروع ہی سے محنتی اور اساتذہ کی نگاہوں میں سعادت مند واقع ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کے ہمنشینوں اور درسی ساتھیوں میں حسد و رشک حسبِ ظرف پیدا ہو گئے اتفاقاً اواخر سال میں آپ تپ کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا عبد الستار صاحب مدظلہٗ سابق شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ آپ کے لئے دوا لینے چلے گئے۔ اِسی اثناء میں آپ کے ایک ساتھی نے دواء کے نام پر زہر قاتل کی ایک پڑیا پیش کی اور کہا کہ آپ کے بھائی نے دیا ہے۔ آپ نے دوا سمجھ کر استعمال کر لیا۔ نتیجہ ظاہر تھا مگر قدرت کی شان رحیمی دیکھئے کہ آپ کو فوراً استطلاقِ بطن میں مبتلا کر کے اس سم قاتل کے مہلک انجام سے بچا لیا۔ پھر بھی اس کے اثر سے آپ کی صحت غیر ہو گئی آپ کے برادر بزرگ نے زہر دینے والے شخص کو بہت جاننے کی کوشش کی لیکن آپ نے خلاف مروت سمجھ کر بتانے سے انکار کر دیا اور کہا۔ اگر میرے مقدر میں شہادت ہے تو شہید ہو جاؤں گا نام نہیں بتاؤں گا۔ بہر کیف اس وقت علاج و معالجہ سے کچھ افاقہ تو ضرور ہو گیا۔ تاہم آپ نے دورۂ حدیث شریف کا امتحان اسی حالت میں دیا۔

اصل وطن

آپ کا اصل وطن بھیٹی کے قریب ہے جو مغلسرائے کے اطراف میں واقع ہے۔ وہاں کے راجہ کے مظالم سے تنگ آ کر آپ کے پردادا نے بھیٹی کو خیر آباد کہہ دیا۔ اور شیخ معروف بابا کے پورہ "پورہ معروف" میں سکونت اختیار کی۔

انقلاب ۱۸۵۷ء میں جب انگریزوں نے شہروں اور بستیوں کو تاراج اور برباد کرنا شروع کیا انسانیت دم توڑنے لگی اور ہندوستان زبان حال میں ان الملوك اذ دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة کی کہانی سنانے لگا تو وہ لوگ جو لوگ حریت پسند تھے اور جن کے سینوں میں ملک و ملت کا سوز تھا۔ کفن بر دوش ہو کر میدان میں نکل آئے جس کے صلے میں یا تو انہیں دار رسن کو گلے لگانا پڑا یا گمنامی کی زندگی بسر کرنی پڑی۔

آپ کے پردادا بھی انہیں لوگوں میں سے تھے جن کے دل و دماغ میں قوم اور وطن کی محبت کا سودا تھا۔ اور جو گیسوئے وطن کو سنوارنے کے لئے ہر طرح کا ایثار اپنا ملکی فرض سمجھتے تھے۔ جب ہر سُو انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند ہوا۔ اور مضافات اعظم گڑھ میں بھی انگریزوں کے خلاف تحریکیں چلیں تو آپ کے پردادا بھی اس میں شریک رہے وقت نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ شہید ہوئے یا پھانسی دے دی گئی یا مشق ستم بن کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گردش وقت کی بھیڑ میں کھو گئے۔

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

جب ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ فرو ہوا۔ اور انگریزوں کا ہندوستان پر پوری طرح تسلط و اقتدار قائم ہو گیا۔ تو برطانوی جاسوسوں نے بھیٹی کی املاک و جائداد کے ذریعے آپ کے خاندان کا پتہ لگانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن آپ کے خاندان والوں نے اپنے آپ کو اس طرح چھپایا۔ کہ حکومت بھی اس کا سراغ لگانے میں کامیاب نہ ہو سکی اس وقتی مصلحت نے آپ کے خاندان و نسب کو آشکارا نہ ہونے دیا۔ جس کی وجہ سے آج وثوق کے ساتھ کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔

زیارت و ملاقات

شوال ۱۳۴۵ھ میں آپ بغرض تحصیل علم مظاہر علوم سہارنپور پہونچے اور اس گہوارۂ علم و ادب میں مشفق اساتذہ کے زیر سایہ علمی شہپاروں سے دامن مراد بھرنا شروع کر دیا لیکن اس وقت تک آپ کو اپنے پیر و مرشد کی زیارت کا صرف موقعہ ہی مل سکا تھا وقت گزرتا گیا۔ حضرت شیخ حسبِ معمول اپنی مُربیانہ شفقت کی وجہ سے تحقیق کرتے رہے کہ موقوف علیہ میں کون کون طالب علم ذی استعداد ہیں اس دریافت کے نتیجہ میں حضرت کو آپ سے قدرے واقفیت ہو گئی۔ شب و روز گزرتے رہے یہاں تک کہ سہ ماہی پھر اس کے بعد ششماہی امتحان کی ساعت بھی آ پہونچی۔ امتحان کے پرچے جمع کئے جا رہے تھے۔ حضرت بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مشکوٰۃ کا پورا پرچہ دیکھا اور یہی امتحان کا پرچہ ابتداءً محبت و شفقت کے لئے سلسلۃ الذہب ثابت ہوا۔ حضرت نے مولانا محمد یامین صاحب مدظلہ کے ذریعہ جو آپ کے ہم سبق تھے۔ اور آج مکہ معظمہ میں

سکونت پذیر ہیں آپ کو اپنے گھر بلایا اور فرمایا سُنا تو پہلے بھی تھا مگر یہ پرچہ دیکھ کر تم سے تعلق ہوگیا۔ یہ آپ کی پہلی اور خصوصی ملاقات تھی پھر آپ گاہے گاہے حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت نے فرمایا کہ میرے چاہنے کے لئے وجیہہ وشکیل ہونا ضروری نہیں۔

صدرا، خیالی دیوان متنبی، دیوان حماسہ وغیرہ، پڑھیں۔ پھر حضرت تھانوی رح کے اجل خلفاء میں سے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری بھی وہاں موجود تھے۔ یہ تینوں حضرات آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ ان بزرگوں سے استفادہ اور خدمت کا موقعہ حضرت شیخ سے پہلے ملا۔ جس کی وجہ سے ابتداءً بیعت کا خیال حضرت تھانوی رح سے ہوا۔ تھانہ بھون حضرت تھانوی رح کی مجلس میں دو مرتبہ حاضر ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ مگر اس خیال سے کہ آپ طلبہ کو بیعت نہیں فرماتے ہیں۔ اس لئے بیعت کی درخواست نہ کر سکے۔ حضرت شیخ رح کے یہاں اس وقت تک بیعت کا سلسلہ عام نہیں ہوا تھا۔ نیز حضرت نے ابتداءً اجازت وخلافت کو پوشیدہ رکھا۔ اس لئے تعلق کے باوجود بھی بیعت کے لئے آپ کو کہنے کی ہمت نہ ہوئی جب تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوا تو زہر کے اثرات کی وجہ سے گھر جانا پڑ گیا اور کسی سے بیعت شرف حاصل نہ ہو سکا۔ گھر پہونچنے کے بعد جب بیماری سے نجات ملی۔ اور حالت ساز گار ہوئے تو آپ ضلع دیوریا کے ایک دیہات میں مدرس ہو گئے۔ آپ وہاں تقریبًا چھ برس رہے اس اثناء میں حضرت تھانوی رح دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔ قلتِ مشاہرہ سہارنپور حاضر ہونے سے مانع تھا۔ تاہم یہ بات ذہن میں نہ آسکی کہ خط کے ذریعہ بھی بیعت ہو سکتی ہے۔ اس دوران یہ کبھی کبھی یہ خیال تو ضرور ہوا کہ حضرت مدنی رح سے بیعت ہو جائیں کیونکہ شیخ الاسلام رح کا سفر اکثر وبیشتر ان علاقوں کا ہوا کرتا تھا۔ مگر آپ کا یہ خیال بھی تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

جب آپ ڈابھیل مدرس بن کر گئے اور وہاں سے وطن واپسی ہوئی تو پہلے حضرت رح کی ملاقات کے لئے سہارنپور پہونچے۔ حضرت سے اپنے ایک خواب کا تذکرہ کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ خواب اچھا ہے۔ مبارک ہے کسی سے بیعت ہو جاؤ، چونکہ آپ کو حضرت شیخ رح سے گہرا

لگاؤ اور تعلق تھا۔ اس لئے آپ سے بیعت ہو گئے اب یہیں سے آپ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔

خلافت واجازت

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ تھا۔ آپ آنند سے سہارنپور پہنچے۔ تقریبًا ایک ماہ قیام رہا اس وقت تک مہمانوں کی تعداد بہت کم ہوا کرتی تھی۔ جب آپ اٹھائیسویں شب میں سہارنپور سے آنند روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت نے بعد عشاء آپ کو بلایا۔ اور خلافت کا تاج (ٹوپی) آپ کے سر پر رکھا۔ ذمہ داریوں کے احساس نے آپ پر رقت طاری کر دی آپ مہمان خانہ میں تشریف لائے اور سامانِ سفر درست کرنے لگے کسی سے اپنی کامیابی کا تذکرہ بھی نہ کیا جس کی وجہ سے خود حضرت شیخ رح نے آپ کے متعلق اجازت کا تذکرہ لوگوں سے فرمایا۔

ہدایات واصلاحات

بیعت وارادت خلافت واجازت کی وجہ سے جو تعلق ہو جاتا ہے وہ ہمہ وقت ہدایات واصلاحات کا محتاج رہتا ہے۔ اور انہیں ہدایات واصلاحات کی وجہ سے اس تعلق کو غذا ملتی ہے۔ اور پھر اس غذا کے ذریعہ سالکانِ طریقت کے دل و دماغ تجلیاتِ الٰہی کا مظہر بنتے ہیں ظاہری اور باطنی ہر طرح سے دل ودماغ کو پاکیزگی اور جلاء حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ ہر دم حضرت شیخ کی توجہات آپ کے ساتھ رہیں اور ابتداءً اصلاحی وتربیتی خطوط بھی بہت آتے رہے جن میں علمی مسائل اور سلوک وتصوف پر مفید مضامین بھی ہوتے تھے۔ مگر افسوس! ان خطوط کے ساتھ ستم ظریفی یہ ہوئی کہ آپ جب ڈابھیل سے روانہ ہونے لگے تو ایک طالب علم نے ردّی کاغذوں کے ساتھ ان خطوط کو بھی تالاب میں ڈال دیا۔ اور اس طرح حضرت شیخ کے ان گرانمایہ ابتدائی مکتوبات سے تہی دامن ہو جانا پڑا۔ البتہ بعد کے مکتوبات جو محفوظ رہ گئے ان میں سے بعض مفید خطوط آئندہ صفحات پر نقل کئے جائیں گے۔

یہاں ایک اصلاحی واقعہ نقل کیا جا رہا ہے۔ جس نے آپ کے نظامِ حیات کو بدل کر رکھ دیا۔ تاراپور گجرات کے ایک پابند صوم وصلوٰۃ تہجد گزار شخص نے خواب میں دیکھا کہ آپ تاراپور کی جامع مسجد میں ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عرب شخصوں کے ذریعہ

آپ کے لئے عبا بھیجا ہے آپ نے وہ عبا لے کر زیب تن فرمالیا اور قوم کی تبلیغ کے لئے چلے گئے۔

کبر کا علاج

تارا پور کے ان صاحب نے آپ کو خط لکھا۔ جس میں ایک دو جگہ انہوں نے آپ کو "حضرت" لکھا تھا اس کے علاوہ اور دوسری باتیں بھی تھیں آپ نے خط کی بعینہ کچھ عبارت لکھکر حضرت شیخ کی خدمت میں بھیجدیا۔ مگر یہ خیال رہا کہ خواب کی بات ہے اس لئے عبارت میں تغیّر اچھا نہیں۔

حضرت شیخ رح نے اس کے جواب میں جو خط تحریر فرمایا اس میں انہوں نے بھی دو چار جگہ "حضرت" لکھا۔ اور یہ بھی رقم فرمایا کہ "مجھے تعجب ہے کہ تم نے اپنے قلم سے اپنے آپ کو حضرت کیسے لکھا؟" اس تحریر کا آپ پر یہ اثر ہوا۔ کہ روز بروز آپ کو اپنی کم مائگی کا احساس ستاتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ سیہ کار لکھنا شروع کر دیا۔ لیکن جب حضرت مولانا محمد میاں صاحب رح نے کہا۔ کہ تفاول بھی کوئی چیز ہے۔ تو آپ نے اپنے آپ کو "ناکارہ" لکھنا شروع کر دیا۔

مگر کوتاہی کا احساس تو برابر بڑھتا ہی رہا۔ اور اکثر خدا سے دعائیں مانگتے رہے کہ اے اللہ ظاہری تکمیل تو ہوگئی، حقیقی تکمیل آپ فرما دیجئے۔ کیونکہ میں تو کسی لائق نہیں میرا سجدہ بھی قابل قبول نہیں آپ ہی اپنے فضل و کرم سے قبول کر لیجئے۔ ابتداءً آپ حضرت شیخ رح کے سامنے بیٹھا کرتے تھے۔ مگر آپ پر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ شیخ محترم کے روبرو ہونے کی تاب بھی نہ رہی۔ پورے رمضان آپ کے پاس نہ جاتے اس خیال سے کہ حضرت کا فیض تو تمام معتکفین کو بے حساب پہنچ رہا ہے کہیں میری قربت سے آپ کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔ مولانا منور صاحب مدظلہٗ اور مولانا مفتی محمود حسن صاحب آپ کو قریب بیٹھنے کے لئے اشارہ بھی کرتے مگر آپ کو ہمّت نہ ہوتی ایک مرتبہ آپ نے مولانا سلیمان صاحب سے کہا کہ بعض لوگ اَللّٰہُ اَللّٰہُ ذکر کرتے ہیں اور بعض اَللّٰہْ اَللّٰہُ کہتے ہیں یعنی ضمّہ معروف اور ضمّہ مجہول میں کیا فرق ہے انہوں نے حضرت شیخ رح سے دریافت کیا حضرت شیخ سمجھ گئے کہ یہ ان کا سوال نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے معلوم کیا کس نے پوچھا ہے۔ انہوں نے آپ کا نام بتا دیا۔ فوراً حضرت نے آپ کو طلب کیا۔ اور ہنس کر فرمایا "ہماری تمہاری کب سے لڑائی ہوگئی ہے۔ کہ تم نے خود نہیں پوچھا۔ آپ نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ہمّت نہیں ہوتی ہے۔

پھر حضرت نے دونوں کے درمیان وجہ فرق بتایا کہ ضمّہ مجہول کے ساتھ مبتدی لوگوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جن کا دل تعلقات میں گھرا ہوا ہو۔ اور ضمّہ معروف ازدیاد محبت و شوق کے لئے ہے جو تعلقات سے مستغنی ہیں۔

بہرکیف حضرت کی اس کریمانہ گفتگو کے بعد بھی احساس کوتاہی ہمہ وقت رہا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت نے آپ سے فرمایا کہ مفتی محمود صاحب اور مولانا منور صاحب کے ساتھ تم بھی آجایا کرو، بار بار نام لے کر بلانا اچھا نہیں ہے ایسے ہی زمانہ اعتکاف میں روزانہ دس بجے مولانا عبید اللہ صاحب کی تقریر ہوا کرتی تھی۔ کبھی کبھی آپ کی بھی باری آجاتی تھی۔ ایک مرتبہ حسبِ دستور مولانا منور صاحب نے آپ سے فرمایا کہ آج تم کو تقریر کرنا ہے مگر کم مائگی کا احساس تقریر سے مانع رہا اور آپ نے تقریر نہ کی۔ حضرت شیخ نے مولانا منور حسین صاحب سے فرمایا کہ فلاں نے تقریر کیوں کی۔ عبدالجبار سے کیوں نہیں کہا۔ تو انہوں نے جواباً عرض کیا میں نے کہا تو تھا مگر اس نے انکار کر دیا۔ اور کہا میں گمنام ہی رہنا چاہتا ہوں مغرب کے بعد کھانے میں حضرت شیخ نے آپ کو بلایا۔ اور اپنے ہاتھ سے روٹی دی اور روٹی پر بوٹی دی اور فرمایا کہ تم گمنام رہنا چاہتے ہو۔ اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی نام و نمود اچھی چیز نہیں ہے۔

چند واقعات

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کھانا کھانے کے دوران حضرت نے کچھ سُنانا چاہا۔ لوگ متوجہ ہوگئے حضرت نے فرمایا۔ کھانا بند کر کے مت سنو، کھانا بھی کھاتے رہو۔ اور میری بات بھی سنتے رہو پھر یہ قصہ سُنایا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا غلاف پکڑے زار و قطار بے اختیار رو رہا ہے مگر جب میں نے اس کے دل کی طرف توجہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا دل خدا کی طرف ایک منٹ کے لئے بھی متوجہ نہیں ہے۔ پھر وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ انگور کی ایک ٹوکری لئے صبح سے شام تک بیچتا رہا۔ اس کے دست و پا اور زبان تو خرید و فروخت میں مشغول ہیں۔ لیکن جب میں نے اس کے دل میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا۔ کہ اس کا دل ایک سیکنڈ کے لئے خدا کی طرف سے غافل نہیں۔ اسی طرح سے میری باتیں بھی سنتے رہو۔

اور کھاتے بھی رہو۔ ہمارے شیخؒ نے اس واقعہ کو نقل کرنے بعد یہ بیان کیا۔ کہ حضرت نے اس میں تصوف کے ایک بڑے اہم راز کی طرف اشارہ فرمایا۔ اسی کو کہتے ہیں "خلوت در جلوت"، کہ آدمی مجمع میں بھی رہے۔ اور دل خدا کے ذکر سے غافل بھی نہ ہو ؎

"در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق" اکابر کے حالات میں اس قسم کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔

کھانا کا دوسرا واقعہ ...... اور

یتنازعون فیھا کأسًا کی تفسیر

آپ کی زندگی کے ابتدائی زمانے کچھ عسرت سے بھی دوچار رہے ہیں جس کی وجہ سے آپ بادل ناخواستہ مقروض بھی ہوجاتے تھے یہ انہی دنوں کی بات ہے کہ حضرت نے آپ سے فرمایا۔ جب تک قرض ادا نہ ہوجائے میرے پاس نہ آنا۔ حضرت مدنیؒ ٹانڈہ میں رمضان گزارتے ہیں ان کی خدمت میں رہنا۔ اس ہدایت کے ساتھ حضرت مدنیؒ کے نام رقعہ بھی تحریر فرمایا۔ جب آپ حضرت مدنی کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے شیخ محترم کا رقعہ پیش فرمایا۔ غرض رمضان المبارک کے ایام حضرت مدنیؒ کی خدمت میں گزارنے لگے۔ حضرت اپنے مریدوں سے زیادہ آپ پر توجہ فرماتے تھے۔ آپ اکثر و بیشتر حضرت ہی کے ساتھ بیٹھ کر انہی کی پلیٹ میں کھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی موقع کی مناسبت سے آپ نے عرض کیا۔ کہ حضرت یتنازعون فیھا کأسًا کا کیا مطلب ہے؟

امام بخاریؒ نے یتنازعون کی تفسیر یتعاطون کے ساتھ کی ہے اسی لحاظ سے حضرت نے فرمایا کہ جب ایک فارغ ہوجائے گا تو دوسرے کے ہاتھ میں دے دے گا۔ نزاع وخلاف اس آیت میں مقصود نہیں ہے۔ آپ نے عرض کیا۔ اگر چند دوست بے تکلف بیٹھے ہوں اور چھین جھپٹ کر کھائیں تو بڑا مزہ آئے گا۔ اگر اس کی یہی تفسیر ہو تو کیا حرج ہے۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا۔ "اگر آپ کا ذوق اسی کو قبول کرتا ہے تو بہت اچھا۔ حضرت مولانا قاسم صاحب شاہجہانپوری بھی قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خاموش ان دونوں حضرات کی گفتگو سن رہے تھے وہاں کچھ بولنے کا موقع بھی نہ ملا کیونکہ حضرت کے مخاطب اس وقت بھی اور اکثر علمی

باتوں میں آپ ہی ہوا کرتے تھے۔ جب کھانے سے فارغ ہو کر حضرت جانے لگے تو مولانا قاسم صاحب وہاں سے اُٹھ کر اپنی جگہ پہنچے اور پان بنانے لگے جب آپ مولانا قاسم صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا بیٹھئے۔ آج تو آپ نے دل کے کنول ہی کھلا دیئے جیل کی زندگی یاد آگئی۔ کوئی کام تو جیل میں تھا نہیں کھانا کھانے بیٹھتے تو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے ٹک جاتے تھے پھر اپنا ایک لطیفہ سنایا۔

ایک مرتبہ ہم جیل میں کھانا کھا رہے تھے ہمارے ساتھ برہمن اور چھتری بھی دسترخوان پر تھے۔ میرے ہاتھ میں ایک بہت بڑی ہڈی تھی۔ اور میں اس کو چوسنا چاہ رہا تھا۔ کہ اتنے میں ایک پنڈت جی نے میرے ہاتھ سے وہ ہڈی چھین لی۔ میں نے سوچا کہ ایک مسلمان کے لئے بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ کہ ایک برہمن اس کے ہاتھ سے ہڈی چھین لے چنانچہ میں نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے ہڈی چھین لی اور پنڈت جی دیکھتے ہی رہ گئے ؎

پہونچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

ثلة من الاولین وقلیل من الاٰخرین کی تفسیر

حضرت مدنیؒ کے یہاں معمولاً عصر کے بعد دور ہوتا تھا کبھی کبھی آپ کسی آیت کے متعلق معلوم کر لیا کرتے تھے۔ کہ بتاؤ اس کا کیا مطلب ہے۔ شفقت کی وجہ سے زیادہ تر آپ ہی کو مخاطب کیا کرتے تھے چنانچہ جب یہ آیت دور میں آئی۔ ثلۃ من الاولین الخ تو حضرت نے فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ پہلی امّت کے لوگ اس امّت سے افضل ہوں گے اس لئے مقربین کی زیادہ جماعتیں پہلی امتوں میں ہوں گی کیونکہ قلیل من الاٰخرین فرمایا گیا ہے۔ آپ نے عرض کیا علماء نے اس کے متعلق جوابات دیئے ہیں۔ آخر میں حضرت نے خود فرمایا کہ شیخ الہندؒ کی توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت اسی اُمّت سے متعلق ہے یہاں تقابل پہلی اُمّت اور بعد کی اُمّت سے نہیں ہے۔

آپ جب رمضان کے بعد مکان میں پہنچے۔ تو کچھ دنوں کے بعد حضرت کا خط پہونچا کہ جس طرح امتحان میں سوالوں کے جوابات لکھتے ہو۔ اسی طرح میرے سوال کا جواب دو حضرت نے جو باتیں سوالاً تحریر فرمائی تھیں۔ وہ سب حضرت مدنیؒ کی مجلس کے متعلق تھیں آپ نے پورے حالات لکھدیئے اور یتنازعون کأسًا الخ پر جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی تحریر

کردیا۔ اس پر حضرت نے جواب میں لکھا کہ حضرت مدنیؒ کے یہاں تو چھین جھپٹ کر کھانے کا معمول ہی ہے۔ نہ جانے انہوں نے دوسری توجیہ کیوں کی اور حضرت تھانویؒ نے تو اس کا ترجمہ ہی چھینا جھپٹی کے ساتھ کیا ہے۔

علمی لگن اور جستجو

کہتے ہیں کہ والدین کی خدمت سے دولت ملتی ہے اور اساتذہ کی خدمت سے علم حاصل ہوتا ہے آپ کو اپنے شیخ سے جو محبت تھی اور شیخ کو آپ سے جو والہانہ لگاؤ تھا آج وہ ہر حیثیت سے واضح ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے سینے میں ظاہری اور باطنی علوم کا بیکراں سمندر موجزن ہے وہ حضرت کی نگاہ تلطف کا ہی ثمرہ ہے۔ حضرت کی محبت اور خصوصی توجہ آپ پر اس طرح بھی ہوا کرتی تھی۔ کہ کبھی کبھی بخاری شریف کے تراجم کے بارے میں سوال فرما لیتے تھے۔ کہ بتاؤ کہ اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری کا کیا مقصد ہے ؟ جبکہ امام بخاری کے ترجمۃ الابوب کے متعلق مشہور ہے۔ فقہ البخاری فی تراجمہ۔ پھر بھی آپ کبھی اسی وقت اس کی توجیہہ بیان کردیتے اور کبھی سوچ کر بتا دیتے کبھی کبھی آپ کی توجیہہ حضرت اس قدر پسند فرماتے کہ اپنی بیاض میں اس عبارت کے ساتھ ساتھ لکھ لیتے وافاد بعض الطلبۃ فی الدرس واجاد۔

حضرت توجہ اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے فنون کے سال تراجم بخاری پر قلم اٹھایا آپ نے حضرت کے بالائی کمرے میں پشت کی جانب بیٹھ کر اس کام کا آغاز کیا۔ کتابیں دیکھنے کے لئے خود تلاش کر لیتے۔ اگر کبھی نہ ملتیں تو حضرت سے طلب فرما لیتے حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا۔ مجھے بھی دکھاؤ کیا لکھا ہے۔ چنانچہ آپ نے دکھا دیا۔ حضرت نے دیکھنے کے بعد کیا فرمایا؟ آپ کو اچھی طرح یاد نہیں البتہ اس قدر ضرور یاد ہے۔ کہ کسی غلطی کا اظہار نہیں فرمایا۔

آپ نے بخاری کے علاوہ ترمذی پر بھی لکھنا شروع کیا۔ جسے آپ اپنے کمرے میں لکھا کرتے تھے۔ اس وقت آپ معین مدرس تھے مدرسہ کی کتابیں با آسانی دستیاب ہو جاتی تھیں۔ رات گئے تک آپ اس دینی کام میں منہمک رہتے۔ ترمذی شریف آپ نے جامع المعقولات والمنقولات حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب خلیفہ اجل حضرت تھانویؒ سے پڑھی تھی اس لئے ترمذی شریف پر جو تعلیقات عربی لکھی وہ ان کو دکھایا۔ جب حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب

نے اس کو دیکھا تو پسند فرمایا اور کچھ نیک مشورے بھی دیئے پھر زہر والے واقعہ کی وجہ سے آپ کو سہارنپور چھوڑنا پڑا اس کے بعد رمضان شریف میں کچھ دوستوں کو آپ نے مشکوٰۃ پڑھانا شروع کیا۔

آپ کو شرح لکھنے کی ہدایت

بذل المجہود جلد نمبر ۵ کتاب الحدود کے ذیل میں ایک اشکال نقل کر کے چھوڑ دیا گیا ہے۔ جواب نہیں لکھا گیا آپ نے اس اشکال کی تین توجیہ لکھ کر حضرت کے پاس بھیجا۔ جسے حضرت نے بہت پسند فرمایا اور گرامی نامہ میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ حدیث کے کسی کتاب کی شرح لکھنا شروع کردو۔ یہ خیال نہ کرو کہ اسباب نہیں ہیں جب کتاب تیار ہو گی اللہ تعالیٰ اسباب خود پیدا فرما دیں گے۔

امداد الباری کی تالیف

حضرتؒ نے حدیث کی شرح لکھنے کے بارے میں جو ہدایت اور تمنا کی اور اسباب کے من جانب اللہ پیدا ہونے کی طرف جو رہنمائی اور اشارات ہوئے تھے ان سب کی تکمیل امداد الباری کی صورت میں آپ کے سامنے ہے امداد الباری کی تالیف کا کام ایسے وقت میں شروع ہوا۔ جب کہ مراد آباد بحرانی کیفیت سے دوچار تھا لوگ اپنے گھروں میں محبوس تھے۔ گھٹن اور خوف وہراس کے منحوس سائے پیر پھیلائے ہوئے تھے۔ شب و روز قید و بند کی تنہائیوں کی طرح گزر رہے تھے۔ زندگی کے سارے کاروبار معطّل تھے۔ جب رفتہ رفتہ حالات سازگار ہوئے اور زندگی معمول پر آنے لگی۔ تو آپ اپنے شیخ کی زیارت کیلئے سہارنپور تشریف لیگئے وہاں پہنچ کر شیخ کی توجہ نے اس عظیم دینی خدمت کے لئے شرح صدر فرما دیا۔ اور آپ مراد آباد پہنچ کر امداد الباری کی تالیف میں مشغول ہو گئے اس وقت آپ کو اپنے خوابوں کی تعبیر مل گئی جن میں اس عظیم گراں قدر دینی کام کی طرف اشارات کئے گئے تھے۔

اشارات منامی

ایک مرتبہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نے ایک کاغذ آپ کے ہاتھ پر رکھا اور دیا۔ پھر بہت احتیاط سے اس کو محفوظ کر دیا۔ آپ نے شیخ کی خدمت میں اسی خواب کو لکھا تو شیخ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ چونکہ تم میری

تقریر کو سبق میں نقل کرتے ہو اس خواب میں اسی کی طرف اشارہ ہے اس وقت تو آپ کو یہ تعبیر کچھ عجیب سی لگی لیکن جب امداد الباری لکھنے لگے تو خیال ہوا کہ اس کی تعبیر یہی ہے۔

اسی طرح سے آپ نے ہندوستان میں خواب کے اندر دیکھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن دبا رہا ہوں اور صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ وسلم پڑھ رہا ہوں۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عبدالجبار کے پرال والے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔ حضرت کو آپ نے یہ پورا واقعہ خط میں لکھا۔ (آپ کا یہ خط حضرت کے جوابات کے ساتھ مکتوبات میں چھپ چکا ہے) پھر جب آپ ساتویں حج میں مدینہ طیبہ پہنچے تو مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا۔ کہ بیداری کی حالت میں حضورؐ کا بدن دبا رہا ہوں۔ مگا یہ بھی خیال ہوا کہ یہ خواب تو ہندوستان میں دیکھا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن دبا رہا ہوں لیکن یہاں تو بیداری میں دبانے کا خواب دیکھ رہا ہوں اس کا کیا مطلب ہوگا خواب کی کچھ تعبیر سمجھ میں نہ آئی کہ معاملہ تو خواب کا ہے اور بدن بیداری میں دبا رہا ہوں۔ حضرت شیخؒ سے مدینہ میں آپ نے اس خواب کو بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا جو بات پہلے تھی اس میں زیادتی ہے۔)

گویا اس خواب میں بھی حدیث کی روشنی میں اپنے کو مزید سنوارنے کی طرف اشارہ تھا۔

امداد الباری کی تالیف جن اشارات اور تائید غیبی پر مبنی ہے اس کے پیشِ نظر یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف وقت کی اہم ترین ضرورت تھی۔

قدرت کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جب بھی امتِ مسلمہ کسی حادثۂ عظمیٰ سے دوچار ہوئی یا علمی انحطاط، قومی افراتفری، دینی تنزل، مذہب وملت سے بیزاری، فکر وخیال کی پستی یا خارجی تراش وخراش میں مبتلا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ذریعہ دین اسلام کی کوئی نہ کوئی ایسی خدمت ضرور فرمایا جو رہتی دنیا تک کے لئے جریدۂ عالم پر پیغام عمل بنکر ثبت ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس تالیفی خدمت کو قبول فرمائے اور فوز وفلاح کا ذریعہ بنائے اب تیسری جلد کی تالیف ہو رہی ہے اور دوسری جلد زیرِ کتابت ہے۔

امداد الباری کی خصوصیات

اپنی جگہ کام کرنے کی ہدایت

بیعت وارادت حقیقتاً انسانی زندگی بلکہ نظام عالم کی صحیح تشکیل کا دوسرا نام ہے اسی لئے سالکانِ طریقت ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہیں ظاہر ہے مَن عرفَ نفسهٗ فَقَدْ عَرَفَ ربّهٗ (جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو جان لیا۔

جب انسان اپنی ذات اور حقیقت جاننے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس میں گم ہو جاتا ہے۔ تو جہاں وہ اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ اپنے خالق ومالک کو بھی پہچانے بغیر نہیں رہتا۔ اسی حقیقت کی طرف علامہ اقبال نے بھی اشارہ کیا ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی   تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اور جب تعلق للہ قائم ہو جاتا ہے۔ تو وہ تعلق ہمہ وقت عالم کی اصلاح، سنتِ نبویؐ کی اشاعت اور دعوت وتبلیغ پر مجبور کرتا ہے اور پھر جو لوگ بھی اس سے وابستہ ہوتے ہیں ان کو سنت کی ترویج، اسوۂ حسنہ کی تعلیم وتشہیر اور تزکیۂ نفوس کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے۔ کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں محنت ولگن، عزم وحزم کے ساتھ دین کے کاموں میں لگیں۔

اس طرح کی ہدایت حضرت کی طرف سے آپکو بھی برابر ہوا کرتی تھیں چنانچہ حضرت نے ایک خط میں تحریر فرمایا۔

مکرم ومحترم مولانا الحاج عبدالجبار صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔

اس وقت ۹ر رمضان کی شب میں گرامی نامہ موجب منت ہوا۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ نے جامع الہدیٰ میں اعتکاف فرمالیا۔ یہ ناکارہ اب لب گور ہو گیا۔ اور امراض نے بہت زیادہ معذور کر دیا۔ اب تم دوستوں پر ہی نظر ہے اپنی اپنی جگہیں سنبھالو۔ اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرو۔ تنخواہ کے بارے میں غور کرلیں۔ اپنے اکابر کے دونوں ہی معمول رہے ہیں۔ بلکہ اکثریت تنخواہ لینے والوں کی ہے۔ البتہ تنخواہ میں احتیاط بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد عبدالجبار نے لکھا کہ اب تو غور کرلیا اور عزم کرلیا ہے کہ مدرسہ سے تنخواہ نہیں لینا ہے۔

دعا فرما دیجئے تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ہاں جی میرا بھی جی چاہتا ہے کہ حدیث کا سبق تنخواہ لے کر کیا پڑھایا جائے اللہ تعالیٰ تمہاری غیب سے مدد فرمائیں. حضرت کی دعائی برکت ہے. جب سے تنخواہ چھوڑ دی. قرض دار نہیں ہوا. تنخواہ لیتا تھا تو اکثر مقروض رہتا تھا. معتکفین سے میری طرف سے سلام مسنون فرمادیں. یہ ناکارہ ان سب کے لئے دل سے دعا کرتا ہے مولانا مستحسن الدین صاحب سے سلام مسنون فرمادیں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث بقلم حبیب اللہ ۹ رمضان ۹۸ھ

۱۳ اگست ۷۸ء مدینہ طیبہ

دارالعلوم جامع الہدیٰ میں اعتکاف کا منظر

شعبان کا مہینہ جب ختم ہونے کو آتا ہے. دارالعلوم جامع الہدیٰ کے اراکین واساتذہ معتکفین کو سہولیات بہم پہنچانے کی تیاریوں میں مصروف ہوجاتے ہیں اور جیسے ہی ہلال رمضان نظر آتا ہے معتکفین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے. ہندوستان کے مختلف صوبوں سے کثیر مقدار میں علماء حفاظ اور عقیدت مند آپ کے گرد اکٹھا ہوجاتے ہیں. معتکفین کے افطار وطعام اور سحری کا مکمل نظام آپ کی طرف سے ہوتا ہے. ظہر کے بعد کتاب پڑھی جاتی ہے. اس کے بعد لوگ تلاوت میں مشغول ہوجاتے ہیں. عصر کے بعد ذکر واذکار کی مجلس ہوتی ہے مگر سہ شنبہ کے دن خصوصی اہتمام ہوتا ہے. جن میں ذکر کرنے والوں کی تعداد ہزاروں کے قریب پہنچ جاتی ہے۔

افطار کے وقت جو سماں ہوتا ہے. وہ انتہائی روح پرور ہوتا ہے جس کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پورے شہر کی رونق جامع الہدیٰ میں سمٹ آئی ہے لوگ صفیں لگائے بیٹھے ہیں. دستر خوان پر ہر قسم کی نعمتیں چنی ہوتی ہیں اور روزہ دار دعاؤں میں مشغول ہیں کیونکہ انہیں یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے. مؤذن صدائے اللہ اکبر بلند کرتا ہے. لوگ افطار کی مسرت سے ہمکنار ہوتے ہیں. افطار کے بعد خدا کے دربار میں مغرب کی نماز کے لئے صفیں باندھیں رکوع وسجود کرتے نظر آتے ہیں. مغرب کی نماز کے فوراً بعد کھانے

کا دستر خوان لگ جاتا ہے. کھانے کے بعد چائے کا بھی انتظام رہتا ہے کھانے سے فراغت کے تھوڑی ہی دیر بعد مؤذن عشاء کے لئے پکارتا ہے. شہر کے چہار جانب سے لوگ نماز عشاء اور تراویح کے لئے دارالعلوم جامع الہدیٰ کی مسجد میں پہنچتے ہیں. دیکھتے ہی دیکھتے مسجد نمازیوں سے بھر جاتی ہے. آپ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب جو حافظ وقاری اور مفتی بھی ہیں نماز تراویح پڑھاتے ہیں. پہلے عشرہ میں ایک ختم سے فارغ ہوجاتے ہیں پھر اس کے بعد دیگر حفاظ پڑھتے ہیں. بعد تراویح وعظ ونصیحت کی مجلس ہوتی اخیر عشرہ میں زیادہ تر آپ ہی کا بیان ہوتا ہے. اور شہر کی مختلف مساجد سے لوگ جمع ہوجاتے ہیں پورے رمضان اخیر شب میں تہجد کی نماز باجماعت ہوتی ہے اس میں بھی ختم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب پڑھتے ہیں. کبھی کبھی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے دوسرے حفاظ اس نظم کو باقی رکھتے ہیں۔

اس طرح انتہائی پاکیزہ نظم کے ساتھ رمضان المبارک کا خیر وبرکت والا مہینہ رخصت ہوتا ہے۔

مسلسلات پڑھانے کی اجازت بلکہ حکم

ایک وقت وہ تھا جب کہ راقم الحروف نے خود دیکھا کہ تمام اکابر حضرت شیخ رح کے یہاں مسلسلات کی مجلس میں سہارنپور حاضر ہوتے تھے. نیز سہارنپور اور گرد ونواح کے اداروں کے طلباء بکثرت سہارنپور مسلسلات میں شرکت کی غرض سے جاتے تھے. اس لئے جب مسلسلات کی مجلس کا زمانہ آتا حضرت رح کے پاس لوگوں کے خطوط آمد واجازت کے متعلق پہنچتے چنانچہ آپ نے حضرت کے پاس مسلسلات کے موقع پر ملاقات کے متعلق لکھا جس کے جواب میں حضرت نے ذیل میں درج کیا ہوا خط تحریر فرمایا.

مکرم ومحترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون

تقریباً ۱۵ یوم ہوئے آپ کا ایک دستی پرچہ مسلسلات کے موقع پر تشریف آوری کے متعلق آیا تھا. اس وقت تک تو بندہ کا ارادہ امسال مسلسلات کے متعلق بالکل نہیں تھا. اس لئے کہ آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے کتاب بالکل نظر نہیں آتی بخاری شریف جلد

اوّل بغیر کتاب کھولے ہوئے اور دیکھے ہوئے پڑھائی اور جلد ثانی قاری مظفر کی طرف منتقل کردی لیکن طلبہ کا اصرار ہے۔ وہ آنکھ بند کرکے میرے سامنے پڑھنے پر بھی مصر ہیں۔ میں نے بھی یہ سوچ کر کہ آئندہ سال تک تو حیات مستعار ہے یا نہیں ۲۴ ر رجب جمعہ کا وعدہ کرلیا ہے۔ طلبہ میں سے بھی جو آنا چاہیں اجازت ہے۔ بشرطیکہ کسی مدرسہ کی اسٹرائک میں شرکت نہ کی ہو۔ یہ میں نے اس لئے لکھوادیا کہ آپ کے یہاں کے طلباء کے خطوط ہر سال طلب اجازت کے لئے آتے ہیں اس میں حرج وخرچ ہے، مشورہ میرا ان کو یہی ہے کہ وہ وہیں آپ سے پڑھ لیں چنانچہ آپ نے حضرت کے مدینہ منورہ ہجرت کرجانے کے بعد بلکہ پہلے ہی سے مرادآباد میں مسلسلات پڑھانا شروع کردیا۔ آج مرادآباد کے مدارس کے علاوہ قرب وجوار میں جتنے بھی ادارے ہیں ہر جگہ کے طلباء اور مدرسین کی ایک متعدبہ جماعت مسلسلات کی مجلس میں شریک ہوتی ہے۔ ولِلّٰہ الحمد۔

فقط والسلام حضرت شیخ الحدیث بقلم محمد اسماعیل

۱۵ ر رجب ۸۸ھ

چند جلیل القدر اساتذہ

قسّامِ ازل نے علم اور جلالتِ شان کا جو حصۂ وافر آپ کے مقدر فرمادیا تھا۔ اس کے لئے ظاہری اسباب کی تخلیق بھی ضروری تھی۔ جو نیک صفات، پاک طینت اساتذہ کی صورت میں آپ کو عطا کئے گئے جن سے آپ نے علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کی۔ جن میں مصلح الامۃ حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری حضرت مولانا اسداللہ صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارنپور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نعمانی مہتمم وشیخ الحدیث جامع مفتاح العلوم مئو۔ قطب الارشاد شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کے اسمائے گرامی سرِفہرست نظر آتے ہیں۔

قطب الارشاد شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر آپ نے بیعت کی اور خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔

ان بزرگوں کو علاوہ آپ کی محنت وعزیمت کو جس چیز نے مزید دوآتشہ کیا وہ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب کی دعوت صالحہ اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی صحبت اور شفقت ومحبت ہے جس وقت آپ ڈابھیل میں مسند درس کی زینت تھے۔ حضرت میاں اصغر حسین صاحب ڈابھیل، مدرسہ میں تشریف لے گئے مدرسہ کے مہتمم مفتی اسمٰعیل بسم اللہ صاحب نے آپ کا تعارف کرایا۔ اتفاق سے اس وقت حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کے بیمار ہوجانے کی وجہ سے اور ان کے خادم مولانا یحیٰی صاحب کے نہ آنے کی وجہ سے آپ کے پاس چھ کتابیں شرح جامی، سلّم، مقامات، مختصر المعانی نسائی شریف وغیرہ تھیں۔

حضرت کو جب معلوم ہوا کہ آپ چھ گھنٹے مسلسل درس دیتے ہیں تو فرمایا ایک تو چھ گھنٹہ اور وہ بھی مشکل مشکل کتاب پھر کہا "بعض لوگ لادو ہوتے ہیں لادو جتنا لادو دو اٹھا لیتے ہیں۔ آپ کا خود بیان ہے، کہ اس جملہ کی برکت ہے کہ آج تک کبھی پڑھانے سے نہیں تھکا۔

اسی طرح جب حضرت شیخ الاسلامؒ گجرات تشریف لے جاتے تو آپ کا زیادہ تر وقت حضرت کی صحبت ومعیت میں گزرتا پھر حضرت شیخ بھی آپ کو خط کے ذریعہ ہدایت فرماتے کہ حضرت چراغ سحری ہیں جس قدر ہوسکے ان کی خدمت وصحبت سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرنا۔ حضرت بھی آپ سے بہت شفقت ومحبت فرماتے تھے ایک مرتبہ ٹرین میں آپ حضرت کے ساتھ تھے۔ حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی مدظلہٗ اور حضرت مولانا بایزید صاحب آپ کا پاؤں دبارہے تھے آپ نے بھی بدن دبانے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اوّلاً حضرت نے محبت سے فرمایا آپ نہیں آپ نے کہا میں بدن دبانا اچھا جانتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ بدن دبانا تو میں جانتا ہوں حضرت شیخ الہندؒ کا بدن دبانے کے لئے فلاں جگہ سیکھنے گیا تھا۔

ہاتھ بڑھائیے میں آپ کو دبانے کا ڈھنگ سکھادوں۔ آپ نے ہاتھ سمیٹ لیا۔ لیکن آپ کا ہاتھ شیخ الاسلامؒ کے مبارک ہاتھوں میں پہنچ چکا تھا۔ پہلے حضرت نے

داہنا ہاتھ دبایا ایک ایک پور ایک ایک انگلی کو دبایا اور یہ بتایا کہ خون یوں چڑھایا جاتا ہے. یوں آتارا جاتا ہے. پھر حضرت نے فرمایا بایاں ہاتھ لائیے میں نے کہا حضرت بہت گستاخی ہوگی. تو حضرت نے فرمایا کہ اس ہاتھ کا قاعدہ اور ہے۔ اور دوسرے ہاتھ کا قاعدہ اور۔ دوسرا ہاتھ بھی لے لیا۔ اور بہت اطمینان سے دبایا اس پر آپ سے عرض کیا کہ اس سے میری بخشش ہوجائیگی۔ حضرت نے فرمایا یہی جواب حضرت مولانا یحیٰی صاحب نے حضرت گنگوہیؒ کو دیا تھا پھر جب حضرت نے کہا لیٹ جائیے کمر دبا دوں تو آپ جلدی سے اُٹھ بھاگے۔

حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب زیدمجدہم

نمبر ۱: کفایت اللہ ابن مولانا محمد عثمان. مقام پوسٹ مڈانہ. تحصیل پالنپور. ضلع بناس کانٹھا۔ گجرات۔

نمبر ۲: تقریباً ۱۹۳۲ء تاریخ یادنہیں۔ قرآن پاک ناظرہ بڑے بھائی مولانا عبداللہ صاحب رونق موضع رویانہ ضلع مہسانہ۔ (RIVIYANA DISTIK MAHESANA)
فارسی اول و دوم موضع رجوسنہ۔ (N-G) DISTIK-BANAS RAJOSNA KANTHA
اردو قاعدہ پارۂ عم موضع میتہ۔ META
عربی اوّل از نحومیر تا دورۂ حدیث مدرسہ تعلیم الاسلام آنند ضلع کھیڈہ۔
ANND-DI-KHEDA

فراغت ۱۹۵۵ء موضع آنند مدرسہ تعلیم الاسلام تکمیلِ فنون دارالعلوم دیوبند دو سال۔
نکاح ۱۹۵۸ء اولاد چار لڑکے جن کے نام حضرت قدس سرہٗ نے یہ تجویز فرمائے: رشید احمد خلیل احمد۔ حسین احمد۔ سعید احمد، تین لڑکیاں عائشہ۔ خدیجہ۔ فاطمہ۔

دینی خدمت دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۶۱ء وطن واپس ہوکر موضع فتح گڑھ ضلع بناس کانٹھا کے مکتب میں ساٹھ۶۰ روپے تنخواہ پر تقرر ہوا۔ دو سال قیام کے بعد موضع رنوج ضلع مہسانہ کے مکتب میں ستّر۷۰ روپے تنخواہ میں تقرر ہوا۔ دو سال کے بعد اپنی خواہش کسی عربی مدرسہ میں نیز استاذِ محترم حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ شاہی کے حکم سے مدرسہ امدادالعلوم وڈالی ضلع سابرکانٹھا گجرات۔ (VADALI DISTIK SABAR KANTHA)
قطبی شرحِ جامی گلستان وغیرہ کتب کا فقط چار مہینہ درس دیا۔

آنکھوں کی کمزوری کی وجہ سے اس خدمت سے محروم رہا حضرت قدس سرّہٗ کے مشورہ سے اپنی بستی موضع مڈانہ منتقل ہوگیا۔ حضرت کے مشورہ سے مدرسہ قائم کیا جس کا نام حضرت قدس سرہٗ نے مدرسہ خلیلیہ تجویز فرمایا۔ مگر وہ اب تک مکتب ہی رہا۔ اپنی کمزوری

سے ترقی نہ کرسکا بستی کی بے دینی خاص کر ایمان سوز ماحول میں اس وقت ماہی بے آب
کی طرح زندگی گذار رہا ہوں نیز حضرت قدس سرہٗ سے بستی سے منتقل ہونے کے متعلق
اجازت و مشورہ طلب کیا۔ حضرت قدس سرہٗ نے اہتمام سے استخارہ مسنونہ کے بعد منتقل ہونے
کی اجازت مرحمت فرمائی تھی مگر اب تک احقر فیصلہ نہ کرسکا کہ کس بستی میں منتقل ہو جاؤں مسلسل
کئی ماہ سے استخارہ کئے جا رہا ہوں اب تک فیصلہ نہیں ہوا۔ اس وقت بچوں کی تعلیم و تربیت کی
فکر میں بچوں کی والدہ کو موضع کڈی KADI DISTIK MEHSANA مدرسہ حضرت
مولانا یونس صاحب مدظلہ العالی جو ماشاء اللہ اس مدرسہ کے مہتمم ہیں اور بچوں کی تعلیم کے ساتھ تربیت
بھی فرماتے ہیں خاص کر لڑکیوں کو اپنے مدرسہ میں داخل فرما کر اہتمام سے تعلیم و تربیت فرماتے ہیں۔
اس وجہ سے بندہ نے اہل و عیال کو عارضی طور پر مدرسہ میں داخل کر کے حج بیت اللہ کے لئے
ارادہ کیا ہے۔

نمبر ۳ : علاقوں کے حالات مولانا محمد ابراہیم صاحب پالنپوری نیز مولانا محمد عمر صاحب
پالنپوری نے بیان کر دیئے ہوں گے۔

نمبر ۴ : بیعت و زیارت آستانۂ عالیہ پر حاضر ہو کر کی۔

نمبر ۵ : کسی سے وابستہ نہیں تھا۔

نمبر ۶ : طبعی میلان حضرت قدس سرہٗ کی طرف ہوا۔

نمبر ۷ : بیعت بالمشافہہ ہوا۔

نمبر ۸ : حضرت قدس سرہٗ کے چند مکاتب ارسالِ خدمت کرتا ہوں۔

نمبر ۱۰ : ماہِ مبارک میں دو سو روپے عنایت فرماتے تھے۔

نمبر ۱۱ : حب مال و حب جاہ سے پرہیز حضورِ قلب کی تاکید بیعت کے دوسرے دن
دوازدہ تسبیح اپنے سامنے بٹھلا کر بعدہ ذکر اسمِ ذات چھ ہزار بندہ نے مراقبہ نعمت طلب
کیا۔ حضرت قدس سرہٗ نے انکار فرمایا اور مراقبہ معیت کا حکم فرمایا۔ احقر نے اپنا مرض حب
جاہ کا بارہا عرض کیا۔ حضرت قدس سرہ نے مراقبہ اپنے عیوب کا تجویز فرمایا حضرت نے
ارشاد فرمایا تھا۔

"میرے پیارے! شیطان مولویوں کو اسی طرح سے گمراہ کرتا ہے۔
ہمیشہ لوگوں کی تعریف پر اپنے عیوب کا مراقبہ کریں"۔

نمبر ۱۲ : بیعت کی اجازت سہارنپور آستانۂ عالیہ کی حاضری کے وقت بطور یادگار
عبا (جوغہ) عنایت فرمایا۔

نمبر ۱۳ : حضرت قدس سرہٗ نے جب پہلی مرتبہ مدینہ پاک میں رمضان گذارا اس وقت
حضرت کے پرانے مرید الحاج حبیب جان محمد بمبوی نے اپنے رمضان کے متعلق مدینہ پاک
عریضہ ارسال کیا کہ رمضان کہاں گذاروں تو حضرت قدس سرہٗ نے احقر کا نام تجویز فرمایا
اور احقر کے نام بھی حکم تحریر فرمایا کہ اپنی بستی میں احباب کے ساتھ اعتکاف کروں۔ احقر
نے تعمیل ارشاد کی وجہ سے اپنی بستی میں چند احباب کے ساتھ اعتکاف کیا۔

نمبر ۱۴ : کسی کتاب کی تالیف کا حکم نہیں فرمایا۔

نمبر ۱۵ : کوئی ہدایت تحریر نہیں فرمائی۔

نمبر ۱۶ : تبلیغی جماعت کے متعلق فقط اجتماع و مشورہ میں شرکت سے مسرت کا اظہار
فرمایا شرکت کا حکم کبھی نہیں فرمایا۔

نمبر ۱۷ : مدرسہ کی رقم کے متعلق دیانت داری کی نہایت تاکید۔

نمبر ۱۸ : خلفاء حضرات احقر سے زیادہ اس کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

نمبر ۹۔ **ڈانٹ کا پہلا واقعہ** | حضرت قدس سرہٗ نے داخل سلسلہ فرما کر اپنا
نظام الاوقات بیان فرمایا اور ساڑھے گیارہ بجے دوپہر کو بوقتِ طعام حاضر ہو جانے کا حکم
فرمایا احقر پانچ سات منٹ تاخیر سے پہنچا۔ ہاتھ دھو کر دسترخوان پر بیٹھ گیا۔ حضرت قدس
سرہٗ نے ڈانٹ کر فرمایا: او مولوی صاحب اٹھ جاؤ بازار جا کر کھا لو سخت ڈانٹ پلائی۔
احقر دسترخوان پر ہی بیٹھا رہا۔ دوسرا قصہ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری کے
انتقال پر تعزیتی خط پالنپور روانہ کرنا تھا۔ حضرت قدس سرہٗ کو پتہ یاد نہیں تھا حضرت
کے خادم پوسٹ کارڈ حضرت کی طرف سے پتہ لکھوانے احقر کے پاس حاضر ہوئے احقر
نے خود پتہ لکھنے کے بجائے خادم سے لکھوانا شروع کیا اس میں قدرے تاخیر ہو گئی حضرت

قدس سرہٗ نے خادم سے فرمایا تاخیر کیوں ہوئی خادم صاحب نے وجہ بیان فرمائی کہ پتہ لکھوانے میں دیر ہوگئی۔ حضرت اقدس اس پر ناراض ہوئے کہ خود پتہ کیوں نہیں لکھا اور غصہ میں پوسٹ کارڈ پھاڑ دیا احقر معلوم ہونے پر معافی کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ اس پر حضرت کی طرف سے ڈانٹ پڑی۔ تیسرا قصہ مولانا حبیب اللہ صاحب گجراتی موضع ڈینڈرول نے اپنے حالات حضرت اقدس کو مدینہ منورہ روانہ کئے حضرت قدس سرہٗ نے جواباً تحریر فرمایا اس خط کو محفوظ رکھیں جب میں ہندوستان آجاؤں مجھے بتلائیں مولانا موصوف ماہِ مبارک میں جب کہ حضرت والا سہارنپور معتکف تھے۔ احقر کے ساتھ وہ خط لے کر حاضرِ خدمت ہوئے حضرت والا نے وہ حالات غور سے سُن کر موصوف کو روانہ کر دیا اور احقر سے فرمایا تو میری طرف سے ان کو بیعت کی اجازت دے دے بندہ یہ حکم سن کر کانپ گیا اور ایک عریضہ معذرت کا لکھ کر حضرت قدس سرہٗ کو پیش کیا۔ اس پر احقر کو سخت ڈانٹ پڑی اور ارشاد فرمایا میرے نزدیک تو وہ بن گیا ہے اگر تیرے نزدیک نہ بنا ہو تو بیعت کی اجازت نہ دے آخر احقر نے حضرت کی طرف سے بیعت کی اجازت دے دی۔

(۱) حضرت اقدس مدنی قدس سرہٗ کے وصال تک بندہ کا بیعت کا تعلق کسی سے نہیں تھا۔ جب حضرت مدنیؒ کا وصال ہوا۔ اس وقت میں سیدھپور تبلیغی اجتماع میں تھا۔ خبر سنتے ہی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس کے بعد میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو بندہ نے بیعت کرنے کے لئے خط لکھا۔ اس کے جواب میں حضرت نے لکھا کہ سہارنپور حاضر ہو کر بیعت ہو جاؤ۔ اس وقت بندہ تنگ دست تھا اتنا پیسہ نہیں تھا کہ سہارنپور کا کرایہ بھی ہو جاوے خیر اس کے باوجود میں کسی طرح سہارنپور پہنچا اور حضرت اقدس مدنیؒ کے وصال کے تقریباً ایک سال بعد آستانۂ عالیہ پر حاضر ہو کر بالمشافہہ سلسلہ بیعت میں داخل ہوگیا۔

(۲) اجازت کے سلسلہ میں

چھاپی سے ایک طالب علم نے حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے کے لئے حضرتؒ کو خط لکھا۔ اس کے جواب حضرتؒ نے تحریر فرمایا کہ کفایت اللہ سے جا کر بیعت ہو جاؤ۔ مجھے تو کوئی خبر نہ تھی اس لئے میں

کچھ سمجھ نہیں سکا بس یہی سمجھا کہ شاید کچھ تسامح ہوگیا ہے پھر دوبارہ اسی طرح کا خط آیا۔ اس کے بعد بندہ نے خواب دیکھا کہ بائیں جانب سات مرتبہ تے ہوئی اور خواب ہی میں حضرت سے تعبیر پوچھنے لگا حضرت قدس سرہٗ نے خواب سن کر اپنی عبا (چوغہ) اپنے ہاتھ سے پہنادی۔ اس کے بعد حسبِ معمول سہارنپور آستانۂ عالیہ پر ماہِ مبارک گذارنے کے لئے حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ اب کوئی بیعت ہونا چاہے بیعت کرلیں اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ماہِ مبارک کے بعد یکم شوال کو شب میں جب روانگی کے مصافحہ کے لئے حاضر ہوا۔ تو حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ٹھہر جاؤ صبح مل کر جانا، احقر کچے گھر میں حاضر ہوا۔ حضرت قدس سرہٗ نے چبوترہ پر سے اس کمرہ میں جس میں حافظ صدیق صاحب اس وقت مقیم ہیں بلایا اور کچھ ارشاد فرما کر (جو کہ اس وقت یاد نہیں ہے) چوغہ عنایت فرمایا چونکہ اس زمانہ میں اجازت کم ہوتی تھی اور اس کا تصوّر بھی نہیں تھا اس لئے احقر یہ سمجھا کہ یہاں کی سردی کی وجہ سے حضرت والا نے شفقتہً گرم چوغہ عنایت فرمایا ہے۔ وطن پہنچنے کے تقریباً ایک سال بعد حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم کے گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ بیعت کی اجازت ہوگئی ہے۔ حضرت موصوف نے حضرت قدس سرہٗ سے بعض احباب کے انکار کی وجہ سے دریافت کیا کہ کفایت اللہ کو بیعت کی اجازت ہوگئی حضرتؒ نے فرمایا۔ جی ہاں۔ تو حضرت مولانا نے فرمایا کیا تکمیل ہوگئی؟ اس پر حضرت نے فرمایا کہ تھوڑی سے کمی رہ گئی ہے جو انشاء اللہ دور ہو جائے گی۔

حضرت ڈاکٹر اسماعیل میمنی صاحب زید مجدہم

اسم گرامی اسماعیل ابن موسیٰؒ میمن - ص - ب ۱۱۰۱ مدینہ منورہ۔
۸۳۸۸۳۹۱ ۸۳۶۵۰۶۶

ولادت تاریخ پیدائش میری کہیں لکھی ہوئی نہیں ہے۔ پاسپورٹ میں ۱۷ جنوری ۱۹۳۶ء درج ہے۔ پیدائش مانگرول ضلع جوناگڑھ صوبہ کاٹھیاوڑ سوراشٹر۔ گجرات میں ہوئی۔

بچپن میں تربیت میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مانگرول کے بہت بڑے تاجر مخیر اور ذی وجاہت لوگوں میں سے تھے اس کے باوجود دینداری بھی تھی۔ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا نیاز احمد صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ اور روزانہ فجر کے بعد اپنے معمولات میں مشغول رہتے جس میں تقریباً دو تین گھنٹے صرف ہوتے۔ ہم بھائیوں پر نماز کی پابندی مسجد میں باجماعت لازم تھی۔ جب کبھی مسجد میں نماز میں حاضری نہیں ہوتی۔ تو مطالبہ ہوتا۔ اور قصور ہوتا تو خوب پٹائی ہوتی۔

والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی پٹائی کا طرز بھی عجیب تھا کہ دونوں ہاتھ رسّی سے باندھ دیا کرتے۔ اور لکڑی سے اس قدر مارتے۔ کہ لکڑی ٹوٹ جاتی۔ تب جاکر کہیں پٹائی بند ہوتی۔ کبھی کبھی دادی اماں بیچ میں پڑ کر بیچ بچاؤ کرا دیا کرتی تھیں۔

دنیوی تعلیم بندہ نے دینی تعلیم حاصل نہیں کی۔ بلکہ اسکول کالج میں پڑھا۔ البتہ علماء کی مجلس میں بیٹھنے کا مسجد میں زیادہ وقت گزارنے کا بہت شوق تھا۔ مانگرول کے مفتی محمد ابراہیم صاحبؒ جو حضرت مولانا محمد سہول صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ (جو کہ حضرت گنگوہی اور ان کے بعد حضرت شیخ الہند نور اللہ مراقدہما سے مجاز تھے) بندہ سے بہت محبت فرماتے۔ بندہ ان کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہوا کرتا تھا۔

اور انہوں نے بندہ کو اپنے گھر میں فارسی بھی پڑھائی تھی۔ اہل مانگرول کی اصلاح اور مانگرول سے بدعات کے ختم ہونے میں موصوف کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ ان ہی کی وجہ سے تبلیغی جماعتوں کی مانگرول میں جتنی کامیابی ہوئی۔ کاٹھیاواڑ کے کسی اور علاقہ میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ اکثر جگہ تو انہیں ٹھہرنے بھی نہیں دیا گیا ان کی مجلس کے علاوہ کا وقت مسجد میں گزرتا۔ مسجد میں جھاڑو دینا۔ کنویں میں سے پانی کھینچ کر حوض بھرنا مسجد کی خدمت کرتے رہنا وغیرہ روزمرّہ کا معمول تھا۔ شروع میں مانگرول بعد میں کراچی میں ایم بی۔ بی ایس تک پڑھا۔

نکاح واولاد نکاح پڑھائی کے دوران فراغ سے دو سال قبل ۱۹۵۹ میں ہوا اولاد میں سات لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ جن میں سے تین لڑکے بچپن ہی میں فوت ہوگئے۔ اب باقی چھ بچے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں علم وعمل رشد وہدایت اور وسعت رزق کے ساتھ عمر طبعی کو پہنچائے۔ آمین۔

ماحول اور شغل دینی خدمت تو نہیں کی۔ اور نہ اب ہو رہی ہے۔ البتہ ڈاکٹری کے پیشہ ہی میں مشغولی پہلے بھی اور اب بھی ہے۔

۱۹۵۴ء میں جب میں میٹرک پاس کرکے ڈی جے سائنس کالج کراچی میں داخل ہوا تو سب سے پہلے اسلامی جمعیت طلبہ جو کہ جماعت اسلامی کی طلبہ کی شاخ ہے۔ ان کے افراد اور کارکنوں سے ملاقات ہوئی۔ ملاقات کیا ہوئی۔ بلکہ انہوں نے ہی ملنا اور کھینچنا شروع کیا۔ پورے دو سال ان کے ساتھ رہنا مودودی صاحب کی کتابیں پڑھنا۔ ان کے جملہ اجتماعات میں شریک ہونا۔ کالج کے انتخابات میں ان کی طرف سے خوب پڑھ چڑھ کر کنویسنگ کرنا وغیرہ وغیرہ خوب رہا۔ ان دو سالوں میں مودودی صاحب کی اور دیگر جماعت اسلامی والوں کی کتابیں رسالے خوب پڑھے۔ بلکہ رات دن یہی مشغلہ تھا۔ اس دوران ہمیشہ دل میں کھٹک سی ہوتی۔ کہ مودودی صاحب کی کتابوں میں دین کے خلاف گمراہ کن مواد نظر سے گزرتا۔ اسی طرح جمعیت طلباء اور جماعت اسلامی کے کارکنوں کو بہت قریب سے دیکھنا ہوا۔ اور ان سے گہرا تعلق ہوگیا تھا۔ ان سے گہرے مطالعہ پر

تعلق میں کمی ہوتی گئی۔ اور یہ احساس ہوتا کہ یہ دین کے نام سے بے دینی کی دعوت ہے۔

جماعت اسلامی کے اعلیٰ ذمہ داروں سے بہت قریبی تعلقات رہے۔ اور اسلامی جمعیۃ طلباء کے اس وقت کے ناظم میرے اعزہ میں سے تھے۔ ان وجوہات سے جماعت کے اندرونی معاملات میں کافی حد تک دخیل بننے کی نوبت آئی۔ اس وقت ان حضرات کی ذاتی زندگیاں اسلام سے بہت ہی دور تھیں۔ سنن اور نوافل کا تو ذکر ہی کیا۔ فرائض وواجبات کا بھی اہتمام نہیں تھا۔ ان حضرات کے لئے دین کا کام صرف یہی تھا۔ اور سب سے بڑا جہاد یہی تھا کہ مودودی صاحب کا لٹریچر زیادہ سے زیادہ پھیلایا جاوے۔ اور زیادہ سے زیادہ جماعت اسلامی کے لئے چندہ جمع کیا جاوے۔ خواہ کتنے ہی فرائض وواجبات چھوٹ جائیں اور خواہ کتنے حرام ومکروہات کا ارتکاب کرنا پڑے۔

تبلیغ میں پہلی شرکت

۱۹۵۶ء میں تبلیغی جماعت کے بعض کارکنوں سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ چنانچہ دو ایک مرتبہ مکی مسجد شب جمعہ کے اجتماع میں گیا۔ لیکن وہاں تو جو بھی ملے۔ وہ ایک ہی بات کہے۔ کہ وقت دو باہر نکلو۔ اس وقت یہ باہر نکلنا سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ لہٰذا پھر باوجود ان حضرات کے اصرار اور تقاضوں کے دوبارہ تبلیغی پروگراموں میں شریک نہیں ہوا۔ ایک مولوی صاحب تو بہت ہی زیادہ پیچھے پڑے رہے۔ میرے گھر بیسیوں پچاسوں چکر لگائے کہ میں تبلیغی پروگراموں میں شریک ہوں۔ مگر میں ہو کے ہی نہیں دیا۔ بالآخر مایوس ہو کر انہوں نے بندہ سے ملنا چھوڑ دیا اور میں بھی اس وقت خوش ہوا تھا۔ کہ چلو جان چھوٹی۔

حضرتؒ کی پہلی زیارت

۱۹۵۶ء میں انٹرسائنس کا امتحان دے کر میں نے تفریحی دورہ کا پروگرام بنایا، جس کا مقصد تاریخی مقامات ودیگر مقامات کی سیر تھا۔ چنانچہ کراچی سے بمبئی۔ پونا۔ گجرات۔ جیپور۔ اجمیر۔ آگرہ دہلی بھاکرہ ننگل کا نظام بنایا۔ ایک دوست نے دیگر مقامات کی نشاندہی کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ راستہ میں سہارنپور بھی آئے گا۔ وہاں ایک بزرگ مولانا زکریا صاحب رہتے ہیں۔ ان کی زیارت بھی کرنا۔ چنانچہ اس دورہ میں خاص طور سے سہارنپور گیا۔ دوپہر بارہ بجے کا وقت تھا۔ سب لوگ

کھانا کھا کر لیٹ چکے تھے۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کچے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ اندر گیا۔ حضرت تنہا تھے۔ بندہ کو پاس بٹھایا۔ کھانا منگوایا۔ بندہ نے اکیلے حضرتؒ کے قریب بیٹھ کر کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران حضرت کبھی بندہ کو دیکھتے کبھی کھانے کی طرف دیکھتے۔ جب میں کھانا کھا چکا تو فرمایا کہ ہمارے ہاں ظہر تین بجے ہوتی ہے۔ اسوقت تک آرام کر لو۔ ظہر کے بعد تمہیں مدرسہ دکھائیں گے۔ خادم کو بلا کر فرمایا۔ ان کو مہمان خانہ میں لٹادو۔ ظہر کے بعد ان کو مدرسہ دکھانا۔

یہ حضرت قدس سرہٗ کی بندہ کی پہلی زیارت تھی۔ بندہ مہمان خانہ میں لیٹ گیا۔ ظہر کے بعد مدرسہ دکھایا گیا۔ اسی دوران مدرسہ قدیم میں اوپر کی منزل میں حضرت حدیث پاک کا درس دے رہے تھے۔ بندہ بھی درس میں بیٹھا۔ اس وقت میری وضع قطع وہی تھی۔ جیسی عام طور پر کالج کے طلباء کی ہوتی ہے۔ سر پر ٹوپی بھی نہیں تھی۔ عصر کی نماز کے بعد حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ چائے پی۔ اور جانے کے لئے اجازت چاہی۔ حضرتؒ نے فرمایا" اتنی جلدی ؟ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت میں تو صرف زیارت کے لئے آیا تھا۔

فرمایا "اس طرح زیارت تھوڑی ہی ہوتی ہے۔ کچھ یہاں "ٹھہرو" بندہ نے اپنا پاکستانی ہونا اور ویزانہ ہونا عذر کے طور پر بیان کیا۔ تو اجازت مرحمت فرمائی۔ وہاں سے جا کر اپنا بقیہ دورہ مکمل کیا۔ اس پورے دورے میں ایک ماہ تقریباً خرچ ہوا۔

تبلیغ سے لگاؤ

واپس جب کراچی آیا تو دل کی عجیب حالت ہو گئی تھی۔ پہلے تو تبلیغ والوں کے اصرار کے باوجود ان سے دُور بھاگتا تھا۔ اور اب یہ ہوا۔ کہ دل خود ہی چاہنے لگا۔ کہ نیکوں کے ساتھ اٹھوں بیٹھوں۔ جو صاحب پہلے بندہ کے گھر کے چکر لگایا کرتے تھے۔ اور میں ان کے سایہ سے بھی بھاگتا تھا۔ اب خود میں ان کی تلاش میں نکلا۔ میرا خیال ہے۔ کہ یہ حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کی مختصر سی صحبت اور توجہ کا اثر تھا۔ جب میں ان صاحب کے مکان پر گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ تو چند ماہ ہوئے یہاں سے دوسرے فلاں شہر منتقل ہو گئے ہیں۔ میں مایوس ہوئے بغیر از خود مکی مسجد گیا۔ (پہلے وہاں جانے سے جان چراتا تھا) اور شب جمعہ کے اجتماع میں تین دن

لکھوائے۔ اور جمعہ کی صبح کو تین دن کے لئے جماعت میں نکلا۔ اس کے بعد تو وقتاً فوقتاً جماعت میں جانا ہوتا ہی رہا۔

حضرت رحؒ سے مکاتبت

حضرت قدس سرہٗ کی مختصر سی زیارت نے ایسا دل پر اثر کیا تھا کہ حضرتؒ سے تعلق قلبی ہو گیا اور کبھی کبھار حضرتؒ کی خدمت میں عریضہ لکھتا رہا۔ چونکہ مشائخ کے آداب معلوم نہیں تھے۔ تو خط غیر جوابی ہی لکھتا۔ لیکن اس کے باوجود حضرت قدس سرہٗ اپنے دستِ مبارک سے خود جواب تحریر فرماتے۔ اور ضرور ارسال فرماتے (ان دِنوں حضرت قدس سرہٗ اپنے دستِ مبارک سے جواب تحریر فرمایا کرتے تھے) ایسے حضرتؒ کے دستِ مبارک کے تحریر فرمودہ والا نامے بندہ کے پاس محفوظ ہیں۔ بعضوں کی نقلیں ارسال ہیں۔

میرا بچپن تو جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ مانگرول میں گزرا۔ ۱۹۵۱ء کے بعد سے کراچی میں۔ مانگرول اور سارے کاٹھیاواڑ میں جہالت اور بدعات کا زور رہا۔ مانگرول میں نسبتاً کم تھا۔ جو بعد میں تقریباً ختم ہی ہو گیا۔ اب تو تبلیغی جماعتوں کی برکت سے کافی حد تک بدعات ختم ہو چکی ہیں۔ اور لوگوں کی بہت اصلاح ہوئی ہے۔

تبلیغی مساعی

حضرت قدس سرہٗ سے خط و کتابت کبھی کبھار ہو جاتی تھی۔ اور تبلیغ میں بھی مشغولی رہتی تھی۔ ۱۹۵۷ء میں رائے ونڈ میں ایک چلّہ لگایا۔ چلّہ کے بعد واپس کراچی آگیا۔ اس کے چند ماہ بعد لاہور حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت کے لئے دو روز کے لئے گیا۔ پھر ڈاکٹری کے دوسرے سال کا امتحان قریب آیا تو بندہ نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ بندہ کی چھٹیاں ہونے والی ہیں تو چھٹیوں کا وقت کہاں گزاروں حضرتؒ نے حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کی خدمت میں گزارنے کا حکم فرمایا چنانچہ امتحان کے بعد چند روز حضرت رائے پوری کی خدمت میں وقت گزارا۔ نیز ایک اور گرامی نامہ میں حضرتؒ نے تاکید فرمائی کہ آئندہ بھی جب موقع ملے حضرت رائے پوری کی خدمت میں ضرور جا اور ان سے بیعت بھی ہو جا اس خط کی فوٹو بھی ارسال

ہے چنانچہ تیسری مرتبہ بیعت ہونے کے لئے لاہور کا سفر کیا اور حضرت رائے پوریؒ سے بیعت ہو گیا۔

حضرت کی طرف رجوع

۱۹۶۲ء میں حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا۔ ۱۹۶۴ء میں حضرت شیخ قدس سرہٗ اور حضرت مولانا یوسف صاحب قدس سرہٗ حج کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ بندہ بھی حج میں تھا۔ حج کے بعد مدینہ منورہ میں آٹھ روز حضرت قدس سرہٗ کی معیت میں وقت گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ صوفی اقبال صاحب سے اس وقت تعلق ہوا تھا جبکہ میں تبلیغ میں ایک چلّہ کے لئے نکلا ہوا تھا۔ اور وہ تین چلے کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ اور وہی جماعت کے امیر تھے۔ یہاں مدینہ طیبہ میں صوفی اقبال صاحب کی وساطت سے حضرت قدس سرہٗ کے قریب ہونے کا موقعہ ملا۔ اسی دوران حضرت قدس سرہٗ سے تجدید بیعت کی درخواست کی۔ حضرتؒ انکار فرماتے رہے۔

دو تین روز تک مسجد نبوی میں بندہ اصرار کرتا رہا۔ اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ میں حضرت رائے پوریؒ کے لوگوں کو بیعت نہیں کرتا بے ادبی سمجھتا ہوں۔ البتہ کچھ پوچھنا پاچھنا چاہتے ہو تو حاضر ہوں۔ یہ گویا بیعت کا قائمقام ہو گیا۔ پھر تو حضرت قدس سرہٗ سے تعلق بڑھتا ہی گیا۔

اس کے علاوہ تبلیغی جماعت سے تعلق اور حضرت قدس سرہٗ کی کتابوں سے دینی فوائد اور ان کتابوں کی تحریر سادہ ہونے کے باوجود اس کے مضامین میں ایک مقناطیسی اثر پاتا تھا۔

تنبیہ

اس طرح کے واقعات تو بہت ہیں مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھتا ہوں ۱۳۸۷ھ کے ماہ مبارک میں جو کہ اس ناکارہ کا سہارنپور میں پہلا رمضان تھا۔ اور وہ دور بندہ کے لئے دلداری اور شفقت و نرمی کا دور تھا۔ جیسا کہ ابتداء میں ہوا کرتا ہے اس رمضان میں بندہ نے تخلیہ کے لئے وقت مانگا۔ جیسا کہ اور سالک لوگ مانگتے ہیں۔ وہ عموماً ظہر کے بعد ذکر سے فراغت کے بعد کا وقت ہوتا تھا۔ بندہ چونکہ رات بھر جاگتا

تھا۔ اور فجر کے بعد سے بارہ بجے تک سوتا تھا۔ سردیوں کی راتیں تھیں۔ ذکر کے بعد وہیں بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی۔ حضرتؒ نے بندہ کو تلاش کروایا۔ سردی کی وجہ سے چادر منہ پر پڑی ہوئی تھی۔ اس لئے خادم کو میں نظر نہیں آیا۔ تقریبًا دس منٹ تک خادم بندہ کو تلاش کرتے رہے۔ پھر کسی نے دیکھکر مجھے جگایا۔ کہ حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ جب اندر گیا۔ تو خوب زور سے ڈانٹا۔ کہ میرا اتنا وقت ضائع کیا۔ جب معلوم ہوا۔ کہ معتکف کے بالکل قریب ہی تھا۔ تو خادم کو بھی ڈانٹا۔ بندہ کا اس واقعہ سے برا حال تھا۔ کئی روز تک روتا رہا۔ اور توبہ کرتا رہا۔ کہ حضرتؒ کو بندہ سے تکلیف پہنچی۔ خادم سے تو کئی بار معافی مانگی۔ کہ میری غلطی کی وجہ سے آپ کو ڈانٹ پڑی لیکن حضرت سے براہِ راست معافی مانگنے کی ہمت نہیں پڑی۔ لیکن اس ڈانٹ سے اور اپنی ندامت و گریہ زاری سے روحانی نفع بہت ہوا۔ جو الفاظ میں بیان کرنا دشوار ہے۔

شفقت

اسی کے چند روز بعد عید کی رات میں بندہ کو حضرت قدس سرہٗ نے بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

شفقت کے واقعات

شفقت کے واقعات تو بہت ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھتا ہوں۔

بندہ ایک دفعہ ایک غلط مقدمہ میں پھنس کر جیل میں تھا۔ جس کے بعد میں مقدمہ میں برأت ثابت ہونے کی وجہ سے رہائی ہوئی تھی۔ اس دوران حضرت قدس سرہٗ نے میرے گھر والوں کے پاس تھوڑے تھوڑے دن کی فصل سے تین مرتبہ دو دو ہزار ریال ارسال فرمائے کہ انکو اپنے خرچ میں لاؤ۔ رہائی کے بعد جب بندہ نے وہ چھ ہزار ریال لوٹانے چاہے۔ تو انکار فرما دیا اور باوجود بندہ کے اصرار کے قبول نہیں فرمایا۔

ابتداءً حضرت اقدس قدس سرہٗ کا بندہ کے ساتھ معاملہ دلداری اور شفقت کا رہا۔ اسی کے ذریعہ سے تربیت فرماتے رہے۔ تعلق کچھ قدیم ہوگیا۔ اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ ۱۳۹۰ھ میں حج کے لئے تشریف لائے بندہ ان دِنوں میں فارغ تھا۔ اس لئے ہر وقت خدمت اقدس میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور چونکہ خدام کم تھے۔

اس لئے بندہ کے ذمہ ڈاک۔ نماز کی امامت حضرت قدس سرہٗ کو اٹھانے بٹھانے کی خدمت اور اپنی گاڑی میں ڈرائیور کی حیثیت سے مستقر سے حرم شریف اور حرم شریف سے مستقر تک لانے لے جانے کی خدمت تھی۔ اس چار ماہ کی حاضر باشی کے دوران شاید کوئی وقت بھی ایسا نہیں گزرا ہوگا۔ کہ بندہ پر ڈانٹ نہ پڑی ہو۔ اور ہر ڈانٹ کے وقت بندہ کو اپنی غلطی و کوتاہی کا احساس ہوتا تھا۔ اور دل میں نادم ہوتا تھا۔ کہ حضرت کو مجھ سے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ اتنی کثرت سے میرے اوپر ڈانٹ پڑتی کہ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ کے ہر وقت کے حاضر باش بے تکلف خادم نے ہنس کر عرض کیا۔ کہ حضرت اب تو بس کریں۔ اس کے اوپر بہت ڈانٹ پڑ چکی ہے۔ اب تو اس کی اصلاح ہوگئی ہے۔ اس ڈانٹ کی وجہ غالبًا بندہ کا ایک خواب تھا۔ جو ۱۳۸۷ھ میں سہارنپور سے واپسی کے بعد دیکھا تھا۔ کہ حضرت قدس سرہٗ نے ایک بڑا طباق بندہ کو مرحمت فرمایا۔ جس میں کچھ مٹھائی کی قسم کی چیز تھی۔ فرمایا کہ جاؤ اس کو لوگوں میں تقسیم کرو۔ اس وقت خواب ہی میں بندہ نے تعمیل حکم میں وہ طباق لے تو لیا۔ لیکن دل میں یہ خیال بھی آیا تھا۔ کہ میں تو ڈاکٹر ہوں۔ مجھ سے آواز کیسے لگائی جائے گی۔ اس خواب کی تعبیر میں حضرت قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا کہ ڈاکٹری کی رعونت ابھی باقی ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ کا دور صرف چار ماہ ہی رہا۔ اس کے بعد آخیر تک شفقت اور پیار و محبت کا معاملہ رہا۔

ملازمت کیلئے حکم

حضرت قدس سرہٗ سے تعلق کے بعد معمولات بالخصوص ذکر کی طرف طبیعت کا میلان بڑھتا گیا۔ جس کی وجہ سے شام کا مطب بالکل بند کر دیا۔ اور آدھے دن کی ملازمت پر اکتفا کر لیا۔ پھر ایسا بھی دور آیا۔ کہ مسلسل ۳½ سال تک نہ ملازمت کی نہ مطب نہ اس قسم کا کوئی اور مشغلہ رہا۔ یہاں تک کہ جب ۱۳۹۳ھ میں حضرت قدس سرہٗ حجاز مقدس تشریف لائے۔ تو حکمًا نوکری کی تلاش کے لئے بندہ کو بھیجا۔ اور چند ہی دن تلاش کے بعد بدر شریف میں ملازمت مل گئی۔

معمولات

معمولات میں سب سے پہلے تو حضرت قدس سرہٗ نے ابتدائی معمولات کا پرچہ ۱۳۸۴ھ میں ارسال فرمایا تھا۔ اس کے ساتھ ذکر بالجبر

بھی تبلایا تھا۔ ذکر بارہ تسبیح چند ماہ کیا۔ اس کے بعد رمضان ۸۷ھ میں مراقبہ دعائیہ تبلایا۔ حج ۸۷ کے موقعہ پر بندہ نے مراقبہ معیت کی اجازت مانگی۔ تو دریافت فرمایا۔ کہ مراقبہ دعائیہ کب سے کرتے ہو۔ بندہ نے عرض کیا۔ کہ گزشتہ رمضان سے تو فرمایا کہ سال ڈیڑھ سال مراقبہ دعائیہ کرلو۔ پھر مراقبہ معیت پوچھ لینا۔ اور اگر مر جاؤں تو خود ہی کرلینا۔ ۹۰ھ میں مراقبہ معیت تعلیم فرمایا۔ ۹۳ھ میں دریافت فرمایا۔ کہ کون سا مراقبہ کرتے ہو۔ بندہ نے عرض کیا کہ مراقبہ معیت۔ فرمایا معیت کو بھی ختم کرو۔ اور بس ذات کا مراقبہ کرو۔ اور فرمایا کہ میرے پاس بیٹھ کر یہ مراقبہ کیا کرو۔ جبکہ میں ڈاک وغیرہ میں مشغول ہوتا ہوں۔ چنانچہ حضرت کے پاس بیٹھ کر یہ مراقبہ کرتا رہا۔ کبھی کبھی حضرتؒ فرماتے۔ کہ اس میں گہراؤ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

وارد قلبی کا حکم

۸۹ھ میں جبکہ بندہ کا قیام کراچی میں تھا۔ اور زیادہ وقت خلوت میں گزرتا تھا۔ تو اکثر ایسا ہوتا کہ جب کوئی بات حضرتؒ سے پوچھنے کا ارادہ کرتا۔ تو ایسا محسوس ہوتا کہ گویا حضرتؒ نے اس کا جواب تبلا دیا۔ اس طرح قلب پر وارد ہوتا۔ حضرتؒ کو یہ حال مع مثالوں کے لکھا۔ تو حضرتؒ نے اس کی تصویب فرمائی اور تنبیہ بھی فرمائی کہ اگر خلاف شرع کوئی بات ہو تو اس پر عمل نہ کرو۔

سلسلہ بڑھانے کی عملی صورت

بندہ سے تعلق رکھنے والے بعض دوست جب حضرت قدس سرہٗ سے براہ راست کوئی بات پوچھتے۔ تو حضرتؒ فرماتے کہ جو کچھ پوچھنا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کرو۔ وہ اگر کچھ پوچھنا ہوگا۔ تو مجھ سے پوچھ لیں گے۔ بعض دوستوں کے متعلق بندہ نے بہت کوشش کی کہ انکا جوڑ براہِ راست حضرت سے ہو جائے۔ لیکن حضرت قدس سرہٗ کے یہاں یہ چلی نہیں۔ اور حضرت نے ہمیشہ اس ناکارہ کے ساتھ ہی انکو لگائے رکھا۔ لہٰذا بندہ اپنے دوستوں کے حالات وقتاً فوقتاً حضرت قدس سرہٗ کو سناتا رہتا تھا۔ ایک دوست کے حالات جب بندہ نے ایک مرتبہ سنائے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا۔ کہ استقامت ہو جائے۔ تو بیعت کی اجازت دیدیجیو۔ کچھ عرصہ کے

بعد دوبارہ ان کے حالات بتائے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا۔ کہ اجازت دے دو۔ بندہ نے عرض کیا۔ کہ وہ تو حضرتؒ سے بیعت ہیں۔ حضرت ہی اجازت مرحمت فرمائیں۔ لیکن حضرتؒ نے فرمایا۔ نہیں تم ہی دے دو۔ کئی بار کے بندہ کے اصرار پر حضرتؒ نے فرمایا۔ پیارے اسی طرح سلسلہ چلے ہے۔ چنانچہ تعمیل حکم میں بندہ نے ان کو بیعت کی اجازت دے دی۔ اس طرح جناب صوفی اقبال صاحب مولانا یوسف متالا صاحب وغیرہ سے بھی حضرت نے کئی ایک کو اجازت دلوائی۔

امراض باطنی کا علاج

امراض قلب کے لئے ہدایات تو بیشمار ہیں۔ دو ایک باتیں بطور نمونہ از خروارے لکھ رہا ہوں۔

نمبر ۱:۔ وساوس کا علاج عدم التفات فرمایا کرتے تھے۔

قبض کی وجوہات میں فرماتے تھے۔ کہ بسا اوقات گناہوں کی وجہ سے بالخصوص بدنظری سے ہو جایا کرتا ہے اور اس کا علاج توبہ و استغفار ہے۔ بندہ نے ایک دفعہ حضرت سے عرض کیا۔ کہ ذکر کی مجلس میں اپنے بعض دوستوں کو آگے بٹھاتا ہوں۔ اور خود پیچھے بیٹھ کر بعض ضربیں اپنے دل کی بجائے ان کے دل پر لگاتا ہوں۔ جس کا نفع وہ بھی محسوس کرتے ہیں۔ لیکن حضرتؒ سے پوچھا نہیں ہے۔ اس لئے معلوم نہیں۔ میرا طریقہ صحیح ہے یا غلط۔ حضرت قدس سرہٗ نے اس کی تصویب فرمائی۔ اور فرمایا ضرور کرو۔ مفید ہے۔

خلافت

رمضان ۱۳۸۷ھ بندہ کا پہلا رمضان ہے۔ جو حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں گزارا۔ اس کے اختتام پر عید کی شب تہجد کے وقت حضرت قدس سرہٗ نے بندہ کو اور صوفی اقبال صاحب کو اپنے معتکف میں طلب فرمایا۔ حضرت قدس سرہٗ کے دستِ مبارک میں دو مصلے تھے۔ ہم دونوں کو ایک ایک مصلّٰی مرحمت فرمایا۔ اور فرمایا کہ تم دونوں کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا تھا کہ حضرت حاجی

صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت قطب العالم گنگوہی قدس سرہٗ کو آٹھویں دن خلافت دی تھی۔ اور فرمایا تھا۔ کہ میاں رشید احمد میرے پاس جو کچھ تھا۔ وہ تمہیں دے چکا۔ اب اس کو بڑھانا تمہارا کام ہے۔ میں بھی تم دونوں کو یہی کہتا ہوں۔

خصوصی احباب کے بارے میں حضرت کی خواہش

حضرت قدس سرہٗ کی اپنے بعض خدام کے بارے میں یہ خواہش ہوتی تھی۔ کہ وہ حضرت ہی کے ساتھ رمضان گذاریں۔ ان میں ایک بندہ بھی تھا۔

ردّ مودودیت کے کام کی ہدایت

بندہ کا تصنیفی ذوق کبھی نہیں رہا۔ البتہ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ نے حکم فرمایا۔ کہ مکتوبات حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی چاروں جلدوں میں سے مودودی صاحب کے سلسلہ میں سے جو مکتوبات ہیں انکو علیحدہ جمع کردو۔ چنانچہ بندہ نے تعمیل حکم کی۔ اور وہ علیحدہ حضرتؒ کے حکم سے بنام مکتوبات شیخ الاسلام بسلسلہ مودودی طبع ہوچکی ہیں۔ اس کے علاوہ حضرتؒ نے اپنی متعدد تصانیف کے لئے مختلف کتابوں سے مواد جمع کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ جس کی بندہ نے تعمیل کی۔ خاص طور سے شریعت وطریقت کا تلازم۔ اکابر علماء دیوبند۔

تبلیغی ہونیکی "شہادت"

تبلیغی جماعت میں نکلنے کے لئے یا مدارس دینیہ و مکاتیب قرآنیہ قائم کرنے کے سلسلہ میں حضرت قدس سرہٗ نے بندہ کو کوئی ہدایت فرمائی ہو۔ یہ یاد نہیں۔ البتہ ایک مرتبہ تبلیغی جماعت کے ایک بزرگ کا یہ فقرہ کہ ڈاکٹر اسماعیل تبلیغ میں نہیں ہے۔ حضرتؒ نے سنا۔ تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ اگر ڈاکٹر اسماعیل تبلیغ میں نہیں ہے۔ تو میں بھی تبلیغ میں نہیں ہوں۔ اس وقت حضرتؒ سہارنپور میں تھے۔ اور بندہ پاکستان میں تھا۔ اس وقت موجودہ خدام نے بندہ سے یہ روایت نقل کی۔

حضرت کا نماز میں استغراق

حضرت قدس سرہٗ کے اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے ہیں۔ مثلاً عبادت ہی کو لے لیجئے۔ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ماہ مبارک میں صرف دو تین گھنٹے آرام فرمانا۔ اور بقیہ دن رات سارے اوقات نماز، تلاوت میں انہماک اور نماز میں استغراق کا یہ حال کہ ایک مرتبہ نظام الدین ماہ مبارک میں نوافل میں اس قدر استغراق تھا۔ کہ حضرتؒ نماز ہی کی حالت میں گر پڑے۔ اور بے ہوش ہوگئے۔ اور کئی روز تک بیمار رہے بعض خدام کے اصرار پر کہ یہ "خرّ موسیٰ صَعِقا" والی بات تو نہیں تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گردن ہلا کر اثبات میں جواب مرحمت فرمایا۔

روزوں کی کثرت

رمضان کے علاوہ بھی باوجود علمی مشاغل کے دن رات کی سنن ونوافل میں روزانہ تقریباً دس پارے پڑھنے کا معمول رہا۔ روزوں کا حال یہ تھا۔ کہ ۱۳۸۹ھ جبکہ حضرت کی عمر مبارک چھپتر ۷۵ برس کی تھی اور جون جولائی کی گرمی کا زمانہ تھا۔ حضرت نے مدینہ منورہ میں دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ اور سارے مخلصین کے اصرار کے باوجود اس کو نہیں چھوڑا۔ اسی حال میں مکہ مکرمہ کا سفر بھی فرمایا۔ اس سفر میں مولانا علی میاں بھی آئے تھے۔ اور وہ بھی روزہ رکھنے سے منع فرماتے رہے کہ گرمی بہت ہے۔ جب واپس جانے لگے۔ تو حضرت قدس سرہٗ نے بھی ان کے ساتھ مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ فرمایا۔ مگر اس سفر میں بھی روزہ رکھنے پر اصرار تھا۔ خدام نے بھی عرض کیا۔ اور مولانا موصوف نے بھی عرض فرمایا کہ حضرت گرمی بہت ہے۔ کم سے کم سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھیں بعد میں جیسی رائے ہو۔ اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ علی میاں! روزہ تو میں چھوڑنے کا نہیں۔ زیادہ اصرار کروگے تو مکہ مکرمہ کا سفر ملتوی کردوں گا۔ اس پر مولانا علی میاں صاحب بھی خاموش ہوگئے۔ اس سفر میں اور دیگر اسفار میں حضرتؒ نے اس کا اہتمام فرمایا۔ کہ سہارنپور سے حرمین شریفین تک کا سفر بار روزہ گذرے۔ دو مہینہ متواتر روزوں کے بعد مدینہ طیبہ کے قیام میں کئی ماہ تک حضرتؒ کا یہ معمول رہا۔ کہ

پیر جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھتے تھے۔

دستر خوان کی وسعت

اسی طرح دستر خوان کے سلسلہ میں ہر شخص جانتا ہے۔ کہ سہارنپور کے قیام کے زمانہ میں حضرت قدس سرہٗ کا دستر خوان مشہورِ عالم دستر خوان کہا جائے تو بر محل ہے۔ کہ مہمان نوازی کے لئے نوع بنوع کے کھانے اور ساتھ ہی مہمانوں سے بار بار استفسار فرماتے۔ اور فرماتے کہ کھاؤ اور فلاں چیز کھاؤ۔ حتیٰ کہ اگر کوئی مہمان تکلف برتنے والا ہوتا تو اس کو اپنے قریب سے قریب تر بٹھاتے۔ اور اپنے دستِ مبارک سے بہت سی چیزیں ان کو مرحمت فرماتے اسی میں کبھی کھلانے والوں سے فرماتے۔ کہ پانی الگ رکھو۔ ان کو کھانا کھانے دو۔ حتیٰ کہ بسا اوقات پورے دستر خوان والوں سے یہ فرماتے جو کھانے سے فارغ ہو جائے۔ ایک لقمہ میرے پاس سے لیتا جائے۔ بعضوں سے فرماتے کھالو یہ مال پھر نہیں ملے گا۔ غرضیکہ جو بھی دستر خوان پر آجاتا وہ بلا کھائے نہ جاتا۔

توجہ کی تاثیر

حضرت قدس سرہٗ کی مجلس میں بیٹھنے والوں کا عجیب حال ہوتا تھا۔ آخرت کی رغبت دنیا سے بے رغبتی اور اللہ سے تعلق میں اضافہ شاید ہی کوئی شخص ہو جو اس کا انکار کرے۔ حضرتؒ کی توجہ کا اثر قریب سے تو ہر شخص محسوس کرتا تھا۔ ہزاروں میل دور سے بھی حضرت کی توجہ کا اثر محسوس ہوتا تھا۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ لکھتا ہوں۔

بندہ کا قیام مدینہ پاک میں تھا۔ اور حضرت قدس سرہٗ سہارنپور میں تشریف فرما تھے۔ کئی بار قلب پر ایسی بسط کی کیفیت طاری ہوتی۔ کہ عبادات و معمولات سب میں اس کا اثر محسوس ہوتا۔ ایک دو روز اس کا اثر رہتا۔ شروع میں تو بندہ اس کو اتفاقی چیز سمجھا۔ مگر بار بار ہونے لگا۔ تو وہ دن اور تاریخ ذہن میں نوٹ کر لیتا۔ جب حضرت کا والا نامہ آتا۔ تو وہ اسی تاریخ کا ہوتا۔ جس دن وہ بسط کی کیفیت ہوتی۔ چنانچہ حضرتؒ کی خدمت میں یہ حال تحریر کیا۔ عریضہ کا وہ حصہ اور اس کا حضرتؒ کی طرف سے جواب نقل کرتا ہوں۔

عریضہ۔۔۔۔۔ ایک اور بات قابلِ ذکر یہ ہے۔ کہ بندہ بعض اوقات ایسی کیف

سرور کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ جس کی لذت ساری عبادات و معمولات میں محسوس ہوتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ حضرت والا بندہ کی طرف متوجہ ہیں۔ اسی طرح کی کیفیت ۲۷ اگست کو بڑے زور سے محسوس ہوئی۔ تو بندہ نے اپنے ذہن میں وہ تاریخ نوٹ کر لی۔ جب حضرتؒ کا والا نامہ موصول ہوا تو وہ اس تاریخ کا تھا۔ اس سے خیال ہوا کہ حضرتؒ والا نامہ لکھوا رہے ہوں گے۔ تو بندہ پر توجہ کا اثر پڑتا ہوگا۔ معلوم نہیں بندہ کا یہ خیال صحیح ہے یا نہیں۔

جواب از حضرت قدس سرہٗ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلب میں بہت زیادہ روشنی پیدا فرمائے۔ قبض و بسط تو ذاکرین سب ہی کو مبتدیوں کو منتہیوں کو سب ہی کو پیش آتا ہے۔ یہ کوئی قابلِ التفات چیز نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے۔ کہ جب کسی کو خط لکھوایا جاتا ہے۔ تو اس کا تصور تو خط لکھوانے والے کے دل میں ہوتا ہی ہے۔ (یہ خط و کتابت مکتوبات۔ شیخ جلد دوم میں طبع ہو چکی ہے۔)

تم تو ہمارے ہو

آخیر میں حضرت قدس سرہٗ کی شفقت کے دو واقعات پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

"الف" ۱۳۸۶ھ کے حج میں جبکہ حضرت قدس سرہٗ اور تبلیغی اکابر بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ بندہ اپنے بھائی عبدالستار صاحب کے ساتھ جب مکہ مکرمہ حاضر ہوا تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت قدس سرہٗ اور اکابر تبلیغ کے قیام و طعام نیز منیٰ و عرفات کے سلسلہ کا سارا انتظام قاضی عبدالقادر صاحب کے ذمہ ہے۔ بندہ نے قاضی صاحب سے عرض کیا۔ کہ ہم دونوں بھائیوں کا بھی آپ حضرات کے ساتھ انتظام فرما دیں۔ اور جو خرچہ ہو بندہ سے لے لیں۔ قاضی صاحب نے کہا۔ کہ ہمارے یہاں تمہاری گنجائش نہیں ہے۔ تو اپنا انتظام کہیں اور کر لو۔ بندہ خاموش ہو گیا۔ جب کھانا کھانے کا وقت قریب آیا۔ تو ہم دونوں بھائی باہر چلے گئے۔ اور ہوٹل میں کھانا کھا کر واپس آگئے تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ تم کہاں تھے۔ میں تمہیں تلاش کروا رہا تھا۔ بندہ خاموش رہا۔ حضرت قدس سرہٗ سمجھ گئے۔ فرمایا نہیں بھائی تم تو ہمارے ہو۔ تم ہمارے ساتھ ہی رہو گے۔ قاضی صاحب

نے یہ سن کر خرچ کی رقم لے لی۔ اور بندہ نے حضرتؒ کے ساتھ حج کیا۔

جنت کی بشارت

دوسرا واقعہ: ۱۳۸۹ھ کا ہے۔ جب کہ مدینہ پاک میں بندہ حضرت قدس سرہٗ کے خدام میں شامل تھا۔ اور حضرت کو اٹھانے بٹھانے کی سعادت حاصل تھی۔ حرم نبوی شریف میں ایک شرطی ہمیشہ ہمیں یہ خدمت کرتے ہوئے دیکھتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ جب کہ حضرت قدس سرہٗ کو ایک طرف سے بندہ نے سہارا دیا۔ اور دوسرے طرف سے مولوی اسرار نے سہارا دیکر حضرتؒ کو اٹھایا۔ تو اس شرطی نے جس سے بندہ کی خاصی واقفیت ہوچکی تھی زور زور سے بندہ کو کہنا شروع کیا تدخل الجنۃ۔ حضرت قدس سرہٗ نے دریافت فرمایا۔ کہ کیا کہہ رہا ہے۔ مولوی اسرار صاحب نے کہا۔ کہ ڈاکٹر صاحب کو یوں کہہ رہا ہے۔ اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ ”بھائی ڈاکٹر صاحب کے جنتی ہونے میں کیا اشکال ہے۔

حضرت مولانا

محمدؐ سجاد صاحبؒ

زید مجدہم

اسمِ گرامی

محمد سجاد ولد شیخ واجد علی ولد شیخ اشرف علی ولد شیخ گوماً ولد شیخ لال محمد شہید ساکن موضع علیٰ پور۔

طفولیّت و تعلیم

ضلع جون پور مشرقی یوپی ہندوستان ۱۹۱۳ء میں وطن مذکور میں پیدا ہوا۔ پانچ سال کی عمر میں سرکاری اسکول میں پڑھنا شروع کیا۔ درجات الف۔ ب سے درجہ سوئم تک پڑھنے کے بعد اسکول کے ترک کا غیبی سبب پیدا ہوا۔ اور قرآن شریف پڑھنے کے لیے وطن سے چودہ میل فاصلے پر قصبہ مانیکلاں ضلع جونپور حافظ عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے جایا گیا۔ مرحوم ایسے بافیض باعمل فرشتہ صفت تھے کہ بلامبالغہ ہزاروں لڑکوں اور لڑکیوں نے ان سے حفظ کی تکمیل کی۔ اور ان کا پڑھایا ہوا طالبعلم اس دور میں صحت، صفائی اور یاد کے لحاظ سے ضرب المثل ہوتا تھا۔ ان کی خدمت میں رہ کر پانچ پارہ ناظرہ پڑھنے کے بعد استاد مرحوم نے فرمایا اس لڑکے کو اب ناظرے کی ضرورت نہیں، اور حفظ شروع کرادیا پھر تین پارے حفظ کے پورے نہیں ہونے پائے تھے کہ اس جگہ کے ترک کا بھی غیبی سبب پیدا ہوا۔

مدرسہ فاروقیہ جونپور میں

وہاں سے شہر جونپور فاروقیہ نامی مدرسے میں بھیجا گیا وہ مدرسہ حضرت مولانا سخاوت علی

اور حضرت مولانا کرامت علی صاحبان رحمۃ اللہ علیہما کا قائم کیا ہوا تھا جو بڑے سید صاحب بریلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور سید صاحب قدس سرہٗ کے حکم سے ہی یہ مدرسہ شہر کی شاہی جامع مسجد میں قائم ہوا تھا جو اُس زمانے کی ہندوستان کی بڑی درسگاہوں میں شمار ہوتا تھا پورے علوم دینیہ کی وہاں تکمیل ہوتی تھی مگر حالاتِ زمانہ کے ساتھ اس نے بھی انحطاط قبول کیا اور میرے داخل ہونے کے زمانے میں صرف حفظ اور قرأت کی تعلیم باقی رہ گئی تھی وہاں رہ کر حفظ کی تکمیل اور قرأت کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

پہلا نکاح

وہاں کے قیام ہی کے دوران میں سارده بل ایکٹ کے فتنے میں میرا پہلا نکاح ہوا (انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں شادی کے لیے لڑکے کی عمر کا اٹھارہ برس کا ہونا اور لڑکی کی عمر کا چودہ برس کا ہونا قانوناً لازمی قرار دینا چاہا تھا)۔

جونپور، شرقی لودھی

یہ شہر جونپور مسلم بادشاہوں کا آباد کیا ہوا دہلی کے بعد دوسرے نمبر کا دارالسلطنت تھا جس میں شیر شاہ سوری، ابراہیم لودھی، فیروز شاہ تغلق وغیرہم کی بادشاہت رہی جن کی یادگار میں کئی عالی شان مسجدیں اور قلعہ لودھی وغیرہ اب تک موجود ہیں، اس زمانے میں یہ شہر اکابر علماء اور اولیاء اللہ کا گہوارہ تھا اسی مناسبت سے اسکو شیراز ہند کہا جاتا تھا، مُلّا محمود صاحب شمس بازغہ، ملّا عبدالرشید صاحب رشیدیہ، ملّا عبدالباقی صاحب باقیہ اور ملّا الٰہ داد وغیرہم حضرات مختلف فنون کے ماہر اسی شہر سے تعلّق رکھتے تھے مہدویت محمد نامی گمراہ اسی شہر کا باشندہ تھا وغیرہ وغیرہ۔

بیت العلوم اور عین العلوم میں تعلیم

بہر حال حفظ ختم کرنے کے بعد فارسی پڑھنے کا شوق غالب ہوا جس کے

لیے بیت العلوم سرائیمر، دار العلوم مئو ضلع اعظم گڑھ اور بنارس وغیرہ کی دو سال تک خاک چھانتا رہا۔ آخر کار فضلِ ایزدی شامل ہوا۔ اور مدرسہ عین العلوم ضلع فیض آباد (یوپی) میں اللہ نے پہنچایا، یہ مدرسہ مولانا محمد اسماعیل صاحب ابن مولانا قدرت اللہ صاحب نے اُمّی بزرگ حضرت چاند شاہ صاحب ساکن قصبہ ہذا کے حکم سے (موصوف نے) قائم کیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب ہی پانچ روپیہ ماہوار تنخواہ اپنے پاس سے دیتے تھے یہ دونوں حضرات حضرت شاہ صاحب کے خلیفۂ خاص تھے ان حضرات کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اعظم گڑھ، جونپور، سلطانپور وغیرہ ضلعوں میں سنّت پھیلانے اور بدعت مٹانے کا کام لیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ، حضرت شاہ صاحب نقشبندی سلسلے کے بابرکت عالی شان متبع سنّت بزرگ تھے۔ ان کا سلسلۂ سادات نصیر آباد ضلع رائے بریلی (یوپی) سے تھا۔ ان کے خلفاء نے دور دور علاقوں میں سنّت کے پھیلانے میں بہت کامیابی حاصل کی۔ مدرسہ مذکور سے تقریباً دو سو علماء فارغ ہوئے جن کا آخری فرد یہ ناکارہ اور درمیانی فرد حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب ہیں۔ بندہ نے اس مدرسے میں گلستان سے جلالین وغیرہ کتب تک تین سال دو مہینے میں پڑھا۔ پھر حسب الحکم مولانا موصوف ۵۵ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوا۔ ۵۸ھ، ۵۹ھ شعبان تک مظاہر علوم میں رہ کر درس نظامیہ کی تکمیل زمانہ قیام مظاہر میں چھٹیوں میں تھانہ بھون حاضر ہوتا رہا۔

اصلاحی تعلّق و تدریس

اصلاحی تعلق حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مولانا محمد علی صاحب الہ آبادی قدس سرہٗ سے قائم کیا۔ فراغت کے بعد اسی سال ۲۵ ذلقعدہ ۵۹ھ بحکم اپنے شفیق استاذ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مدرسہ رحمانیہ قصبہ ٹانڈہ باؤلی ضلع مرادآباد صدر مدرس بن کر گیا شعبان ۶۱ھ تک وہاں رہا وہ زمانہ ہند بلکہ پوری دنیا کے انقلاب کا تھا۔ پھر

۱۱ ربیع الثانی ۶۲ھ میں قصبہ دوست پور ضلع سلطان پور (یوپی) کے اندر ایک مدرسہ دعوۃ الحق نامی قائم کیا، جو بحمد اللہ اب تک متوسط حالت میں قائم ہے۔

مولانا پھولپوری سے بیعت

حضرت الٰہ آبادی کے وصال کے بعد ۶۲ھ میں حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب (موصوف حضرت تھانوی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں تھے) بانی مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور اور مدرسہ سرائیمیر کے ہاتھ پر سلاسل اربعہ میں بیعت ہوا پھر ۶۶ھ بماہ ذیقعدہ بتاریخ ۴ حسب ارشاد حضرت مولانا موصوف قدس سرہ بیت العلوم چلا آیا اور تا ایندم یہیں مقیم ہوں۔

چار شادیاں

یکے بعد دیگرے میری چار شادیاں ہوئیں جن سے کل دس اولاد پیدا ہوئیں چار باحیات ہیں دو لڑکے حافظ مولوی علی عباد اور حافظ محمد عارف اور دو لڑکیاں مسماۃ طیبہ اور مسماۃ صفورہ ہر ایک صاحب اولاد ہیں الحمد للہ دونوں لڑکوں پر حضرت شیخ قدس سرہ کی خاصی عنایت تھی۔

آپ کے حسب الحکم میں نے اپنے حالات کا اجمالی نقشہ لکھ تو دیا مگر قابل اشاعت ہرگز نہیں الا یہ کہ آپ خود امت کے لیے نافع سمجھیں۔

حضرتؒ کی غلامی کے لیے دعا

حضرت شیخ قدس سرہ کو میں نے ۵۵ھ سے جانا اور اپنے نادان ہونے کے باوجود حضرتؒ کے تقدس اور محدث اور صائب الرائے ہونے کو بھی اچھی طرح یقین کے ساتھ جانتا تھا کیونکہ ناظم حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب قدس سرہ کوئی کام باوجودیکہ مسلم بزرگ ذی علم سراپا دیانت و عقل تھے بغیر حضرت قدس سرہ کے مشورے کے نہیں کرتے تھے۔ حضرت شیخ کا تبحر علمی تقویٰ، سخاوت حق گوئی وغیرہ زبان زد عوام بھی تھا اور ہر وصف کمال تا دمِ آخر تیز رفتاری کے ساتھ ترقی پذیر رہا۔

۷۹ھ میں جب کہ میرے شیخ بارادۂ ہجرت پاکستان تشریف لے گئے میرے دل میں قدرتی طور پر حضرت شیخ کی طرف میلان ہوا بسلسلہ حج دوم اسی سال مکہ مکرمہ حاضری ہوئی اور احباب تبلیغ کے ساتھ بغرض شب گذاری مقام شہداء میں بشب جمعہ جانا ہوا اور رات ہی میں واپسی ہوئی جب کعبۃ اللہ کے سامنے پہنچا تو اس میلان اتنی شدت اختیار کی کہ حضرت کی غلامی میں داخل ہونے کیلئے دعا کی اور گویا حضرت کی تصویر آنکھوں کے سامنے سا رہنے لگی۔

خواب میں راہنمائی

اسی دوران خواب دیکھا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ مظاہر کے دار الطلبہ کی طرف سے گھوڑے پر سوار تشریف لائے اور مجھے ساتھ لے کر حضرت شیخ قدس سرہ کے کچے گھر کے دروازے تک پہنچا دیا مگر میں اس وقت یہ نہیں سمجھ سکا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور کیوں پہنچایا ہاں دو شیشیوں میں کچھ دوائیں عنایت فرمائیں۔

حضرتؒ سے بیعت کی تجدید

پھر جب میرے شیخ قدیم کا پاکستان میں انتقال ہو گیا اور میں نے اپنے بڑوں سے اپنے اصلاحی تعلق کے متعلق مشورہ کیا تو میرے مشفق استاد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہ نے حضرت شیخ کے متعلق مشورہ دیا چونکہ داعیہ پہلے سے موجود تھا اس لیے فوراً حضرت کی خدمت میں بیعت قبول کرنے کا عریضہ ارسال کیا، حضرت شیخ قدس سرہ نے بھی از راہِ شفقت بلا تامل بطور بیعت عثمانی داخل سلسلہ فرما لیا جس وقت حضرت کا والانامہ بندہ کے پاس پہنچا اور پڑھا تو ایسا محسوس ہوا کہ ایک بجلی میرے اندر کوند گئی جس میں اتنی حرارت تھی اور ہے کہ اب تک بحمد للہ تعالیٰ کسل و کاہلی کسی وقت غالب نہیں ہو سکی۔

حضرتؒ کے یہاں پہلا رمضان

پھر اسی سال رمضان شریف کی تعطیل میں رمضان گذارنے کے ارادے سے اپنے بڑے لڑکے علی عباد کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اس زمانے میں چند نفر

حضرت کے یہاں رمضان گذارنے کے لیے تشریف لاتے رہے اور میرٹھ کے صرف ایک بزرگ مہینے بھر کا اعتکاف کرتے رہے (مجھے جہاں تک یاد ہے کہ آپ کے (مولانا یوسف متالا صاحب کے) بڑے بھائی مولوی عبدالرحیم صاحب بھی اسی سال تشریف لائے تھے)۔

ماں سے زیادہ شفیق شیخ

اول ملاقات سے لے کر تادم آخر حضرت کی جو عنایات مجھ جیسے پر تھیں اس کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ شفیق ماں سے بھی زیادہ تھیں۔ ایک دفعہ جب میں واپسی کے لیے بغرضِ آخری ملاقات حاضر ہوا تو دریافت فرمایا کہ چائے پی لی میں نے عرض کیا نہیں فرمایا سحری والوں کے لیے چاء تو بکی تھی میں نے عرض کیا کہ میں یہ سمجھا کہ صرف سحری والوں کے لیے ہے حضرت نے تأسف کے لہجے میں فرمایا کہ مجھ سے یا مولوی منور صاحب سے پوچھ کیوں نہیں لیا، اس پر میری زبان سے نکل گیا کہ دوکان پر پی لوں گا اس پر بہت ہی درد بھرے عنوان سے ارشاد فرمایا کہ تم کو تو سٹو جگہ چاء مل جائے گی مگر مجھ کو کیسے تسلی ہوگی۔ غرض یہ کہ حضرت کے عنایات بے پایاں کا میں خود اندازہ نہیں کر سکا ہاں اتنا سمجھا تھا کہ حضرت قدس سرّہٗ کی عنایت مجھ پر میرے سمجھنے سے بھی زیادہ ہے۔

خلافت

۲۷ رمضان ۱۳۸۸ھ بعد نماز تہجد اپنے معتکف میں طلب فرمایا اور بایں ارشاد اجازت بیعت مرحمت فرمائی کہ میں اپنے حُسنِ ظن کی بناء پر اجازت دیتا ہوں اور غالباً کچھ دعائیہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے اور ایک مصلیٰ عنایت فرمایا جو بطور تبرّک محفوظ ہے حضرت کا مربیانہ تعلق میرے ساتھ خالص شفقت کا رہا، نہ کبھی زجرہ و توبیخ کی نوبت آئی اور مالی عنایت کی۔

ہما کے لیے دانے

اجازت بیعت کے بعد تقریباً ہر آخری ملاقات کے وقت

خصوصیت سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب یہ وہ زمانہ ہے کہ پیر کو مرید بن کر کام کرنا ہے، اور حضرت رائے پوریؒ کا مقولہ اکثر بار بار نقل فرماتے کہ بھائی جال پھیلا کر اس پر دانے ڈال رکھے ہیں چڑیاں آکر کھا جاتی ہیں شاید کسی دن ہما آکر پھنس جائے غالباً یہ ارشاد اس وجہ سے بتاکید فرماتے رہے کہ طبعاً میرے مزاج میں رابطہ کم ضابطہ زیادہ ہے اور ایک مدت تک حضرت تھانوی قدس اللہ اسرارہم کے زیر تربیت رہ چکا تھا حضرت نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ ایک قطب کا یہی مقام ہے کہ احیاء سنت کے لیے ضرورتِ حالاتِ زمانہ کو خوب پہچانے فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف و کرم سے حضرت کے دینی درد کا ایک شمہ اس نابکار کو نصیب فرمائیں۔ بندہ کی تربیت کے بارے میں جو آپ نے سوال فرمایا تو حضرت قدس سرّہٗ کے تمام والا نامے از اول تا آخر جو میرے پاس محفوظ ہیں اس گراں قدر امانت کے آپ ہی لائق امانتدار ہیں لہذا ارسال خدمت ہیں۔ ان میں سے جن جن والا ناموں کو چاہیں شائع فرمادیں میری طرف سے کلی اجازت ہے۔

رمضان میں حاضری

اجازت کے بعد میرے لیے حضرت کی یہی کوشش ہمیشہ رہی کہ میں اپنے مقام پر ہی لوگوں کو لے کر رمضان شریف گذاروں مگر کچھ تو غلبہ شوق اور حضرت کی کشش اور کچھ حضرت کے ہجرت کا تصوّر بار بار حکم عدولی پر مجبور کرتا رہا مگر ہر بار حضرت بجائے ناراض ہونے کے بوقت ملاقات نہایت مشفقانہ لہجے میں مسکرا کر ارشاد فرماتے کہ مولوی تو اپنی منوا ہی لے اور روز بروز حضرت کی عنایت ہی بڑھتی رہی۔ حضرت کے حسب الحکم ایک سال میں نے اپنی جائے قیام پر ہی رمضان گذارا۔ اور اعتکاف کیا تو حضرت نے سارے کوائف نمبروار طلب فرمائے اور پھر میرے عریضے کو اپنے معتکفین حضرات کو سنوایا۔

تبلیغی اجتماعات میں شرکت کی ہدایت

میرے بارے میں حضرت کی

ہمیشہ تاکیدی ہدایت درس وتدریس اور وعظ و تبلیغ ہی کی رہی مگر چونکہ میں طبعاً وحشی الطبع اور یکسوئی کا شیدائی تھا اس لیے کہیں آنے جانے کا حکم نہیں فرمایا یوں ارشاد فرمایا کہ اگر ممکن ہو تو قریب کے تبلیغی اجتماعات میں شریک ہوجایا کرو جس پر میں کچھ نہ کچھ پابند رہا۔

مدارس میں جوڑ کے لیے فکر

ایک مرتبہ اس ناکارہ نے مدارس میں جوڑ پیدا کرکے تبلیغ کا ایک خاکہ حضرت کی خدمت میں مدینہ منورہ ارسال کیا تو حسب عادت خوب تحسین فرمائی آگے اور ارشاد فرمایا کہ مگر پیارے ایک مدرسے کے لوگ تو اس زمانے میں متفق ہوتے ہی نہیں تو تم اتنے مخلص کام کرنے والے مدرسوں میں کہاں پاؤ گے۔ از خود جو ہو سکے کرو باقی تمہارا حوصلہ بلند ہو تو میں منع نہیں کرتا۔ اس ارشاد کے بعد یہ لایعنی وسوسہ ہی میرے دل سے نکل گیا۔

قرض لینے کی ممانعت

ایکمرتبہ ایک مضمون پر میں نے ایک رسالہ مرتب کیا اور بطور استشارہ حضرت کی خدمت میں اطلاعی عریضہ بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی چھپوانے کی ذمہ داری لے تو خیر ورنہ میری طرح قرض مت مانگتے پھرنا۔ وہ بے چارہ بھی نسیاً منسیاً ہو گیا۔

وعظ کی ترغیب

ایک مرتبہ میں نے عریضہ لکھا کہ میں حضرت کے ہدایتی والا ناموں میں سے منتخب کرکے اپنے پاس نقل محفوظ کر رہا ہوں تو ارشاد فرمایا کہ میری زندگی میں چھپوانے کی زحمت مت کرنا ان مجموعہ ارشادات سے اور ہمیشہ بار بار تعلیم و وعظ گوئی کی ترغیب سے میں یہی سمجھا کہ حضرت کو مجھ سے یہی خدمت لینا پسند ہے اور ہمیشہ کے لیے بعونہ تعالیٰ اسی کی نیت کر لیتا اللہ تعالیٰ حضرت کے مبارک منشاء کو پورا فرمائیں۔

مدارس کے مال میں احتیاط

بارہا میرے سامنے مجمع کو مخاطب کرکے ارشاد فرماتے رہے کبھی فرمایا اے مولویو! کبھی فرمایا اے مدارس کے ناظمو، کبھی مسکرا کر فرمایا اے لونڈو، کبھی دردمندانہ انداز میں فرمایا پیارو مدارس کے اوقات اور اس کی رقم کو آگ سمجھو مدارس کے حقوق کی ہمیشہ پوری رعایت رکھو۔ کسی ناظم کو بھی اس کا اختیار نہیں کہ مفاد مدرسہ کے خلاف کسی کی بے جا رعایت کرے اور اس پر اپنے اکابر مثلاً مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری اور اسلاف مظاہر کے تقوےٰ بھرے واقعات بیان فرماتے اور بار بار یہ ارشاد فرماتے کہ نمونہ کے لیے ہمارے اسلاف مثلاً خاندان ولی اللٰہی اور حضرت گنگوہی وغیرہم حضرات قدس اللہ اسرارہم کافی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ کے نمونہ بنو۔ تاکہ کوئی ضعفِ قوت اور بُعدِ زمانہ کا عذر کر سکے ہمارے اکابر نے سُنّت مطہرہ پر پوری پابندی کرکے اسوۂ حسنہ قائم فرما دیا ہے۔

طویل درسی تقریروں پر اظہار ناراضگی

آجکل مدرسین میں فضول تقریروں کا جو مرض پیدا ہو گیا ہے اس پر اکثر ناگواری ظاہر فرماتے اور اپنے اکابر کی سادہ اور جامع تقریر کی تحسین فرمایا کرتے تھے اور خود یہ بندہ بھی بدترین بدعت اور استعداد کے لیے روڑا اس طرزِ تعلیم کو سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سلف کے نمونے قائم کرنے والے پیدا فرمائیں۔ ہمارے حضرات سلف کی تقریروں میں اصلاحی اور عملی نقشہ ہوتا تھا فضول تحقیقات نہیں ہوتی تھیں۔

غوثِ اعظم

بارہا حضرت کے اخیر دور میں یہ خیال آتا رہا کہ حضرت اس دور کے غوث الاعظم ہیں اور غوث الاعظم کے جو صفات ”الیواقیت والجواہر“ وغیرہ کتب سلف میں مذکور ہیں سارے اوصاف بدرجۂ اتم موجود پاتا رہا ایک

مرتبہ خواب دیکھا کہ میں کچھ حضرات کے ساتھ مکہ مکرمہ کی ایک پہاڑی میں موجود ہوں اور کچھ فاصلے پر ایک سائبان جیسی جگہ میں حضرت ہم لوگوں کی طرف مُنہ کیے ہوئے بیٹھے ہیں اور چہرے مبارک پر حسبِ عادت مسکراہٹ ہے اور گویا انوار برس رہے ہیں. میرے ساتھ کے بزرگوں میں سے ایک صاحب نے حضرت شیخ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا ہے اس جملے کو سُن کر خواب ہی کے اندر میرے دل میں آیا کہ یہ تو غوث الاعظم کی شان ہے مگر اس خیال پر ان کے کہنے والے صاحب نے کچھ نکیر نہیں فرمائی۔ میں نے یہ خواب حضرت کی خدمت میں لکھ کر ارسال کیا مگر حضرت نے کچھ نفی نہیں فرمائی نہ اثبات ہی کا کوئی زور دار پہلو تھا۔

حضرت مولانا
عبدالحلیم صاحب
زید مجدھم

اسم گرامی | مولانا عبدالحلیم صاحب۔ مدرسہ عربیہ ریاض العلوم چوکیہ گورینی پوسٹ کھیتاسرائے ضلع جون پور یو۔پی۔ انڈیا۔

پیدائش | ۱۹۰۹ء بمقام دیوریا ضلع فیض آباد۔ یو۔پی۔

بچپن کی تعلیم و تربیت: اپنے گاؤں میں کوئی دینی مکتب نہ تھا۔ برطانیہ کے دور میں ہر شہر و قصبہ اور دیہات میں سرکاری اسکول قائم تھے ایک سرکاری اسکول میں داخلہ لیا۔ چند ہی دنوں میں سرکاری اسکول کی تعلیم چھوڑ کر قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد کی مشہور دینی درس گاہ عین العلوم میں تعلیم شروع کی۔ مدرسہ کے صدر مدرس اور اس ناکارہ کے ابتدائی استاد مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ (جو حضرت شیخ الہند و حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہٗ کے شاگرد اور حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کے رفیقِ درس اور ٹانڈہ کے مشہور بزرگ میاں چاند شاہ صاحبؒ کے خلیفہ اور مجاز تھے) اس ناکارہ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور تعلیم و تربیت کی پوری نگرانی رکھتے تھے۔ موقوف علیہ تک کی تعلیم انہی استاذ موصوف سے حاصل کی۔

مظاہر میں داخلہ | اس کے بعد اعلیٰ تعلیم دینی کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

میں ۱۳۴۷ھ میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ و حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور و حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوری وغیرہم سے حدیث کی تکمیل کی۔ ۱۳۴۸ھ میں

مظاہر میں مدرسی

فراغت کے بعد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ بہت سے متمول طلباء مظاہر علوم میں پڑھانا چاہتے ہیں جو اپنے قیام وطعام کے خود کفیل ہوں گے اور مدرسے سے کوئی معاوضہ نہ لیں گے مگر مدرسہ انہیں اجازت نہیں دیتا۔ تیرے بارے میں اہل مدرسہ کی رائے ہے کہ اگر تو چاہے تو تجھ کو اسباق دے دیئے جائیں اس ناکارہ نے اپنی سعادت سمجھا اور معین مدرس ہو گیا۔

وطن میں خدمات

لیکن اسی سال غالباً رجب میں شدید بیماری کی وجہ سے بغرض علاج حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت کے بعد وطن چلا آیا۔ اہلِ وطن نے اصرار کیا کہ گاؤں ہی میں دینی مکتب قائم کر کے ہمارے بچوں کو دینی و تعلیمی نفع پہنچاؤ۔ اس پر اس ناکارہ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ گاؤں والوں کی خواہش ہے کہ اپنے گاؤں ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کروں مگر مشکل یہ ہے کہ یہاں بچوں کو اُردو قرآن شریف وغیرہ پڑھانا ہے عربی درسیات کے لئے کوئی سبیل نہیں۔ ایسی صورت میں آں مخدوم جو حکم دیں اس پر عمل کروں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ الحمد للہ یہاں کام کرنے والے بہت ہیں۔ ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ اکناف عالم میں رہیں اور دین کا کام ہو جاتی تم نے جو یہ لکھا ہے کہ یہاں صرف اُردو وغیرہ پڑھانا پڑے گا تو میرے پیارے مقصود دین ہے اس کے لئے اردو عربی سب برابر ہے ہاں اپنی استعداد کی بقاء کے لئے کتب دینیہ شامی مشکوۃ وغیرہ

کو مطالعہ میں رکھو باقی تمہارے لئے ہمیشہ یہاں جگہ خالی ہے جب جی چاہے آجاؤ۔ انتہیٰ۔ چنانچہ گاؤں کے مکتب میں پڑھانے لگا۔ پھر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی دُعا و توجہ سے عربی درسیات کا بھی نظم ہو گیا۔

جونپور میں مدرسی خدمات

چند سال بعد جونپور کے قصبہ مانی کلاں میں دینی تعلیم شروع کی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی دعا اور توجہ بے انتہا رہتی تھی۔ تقریباً چالیس سال بعد ۱۹۷۲ء میں ایک نیا ادارہ مدرسہ عربیہ ریاض العلوم کے نام سے ضلع جونپور ہی میں قائم کیا۔ اس نئے مدرسہ کے لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے خصوصیت سے بہت دعائیں دیں اور لکھوایا کہ تمہارے مدرسہ ریاض العلوم کے لئے بہت دعا کرتا ہوں۔

مدرسہ کے لئے سفارشی گرامی نامہ

ایک بار حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے مدرسہ کے لئے دعا و سفارش لکھوایا جو مندرجہ ذیل ہے: یہ ناکارہ مولانا عبد الحلیم صاحب زید مجدہم خلیفہ ارشد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے تو اس زمانے سے واقف ہے جب یہ مظاہر علوم سہارنپور میں دورۂ حدیث پڑھتے تھے میں اس وقت بھی ان کی خوبیوں کا معترف تھا اور اسی وقت سے مولانا موصوف سے میرے تعلقات بہت زیادہ وسیع ہوتے رہے اور جب سے حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کا حال معلوم ہوا اس وقت سے تعلق اور بڑھ گیا مولانا کے مدرسہ ریاض العلوم چوکیہ گورینی کے لئے دل سے دُعا گو ہوں اس کو اللہ تعالیٰ ہر طرح کی ترقیات سے نوازے۔ مولانا کے مدرسہ کے طلباء جامعہ مظاہر علوم میں تکمیل کے لئے داخلہ لیتے رہتے ہیں اور آج کل ہمارے جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف ہی کے شاگرد

ہیں مولانا موصوف کے مدرسہ کے اور بھی متعدد طلبا ہمارے یہاں مختلف شعبہ ہائے علم میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مدرسہ ریاض العلوم کو اور مولانا موصوف کو زیادہ سے زیادہ ترقیات سے نوازے۔ اہلِ خیر حضرات سے یہ ناکارہ پرزور سفارش کرتا ہے کہ مدارس عربیہ خصوصاً مدرسہ ریاض العلوم چوکیہ گورینی کی جو بھی خدمت ہوسکتی ہو اس سے دریغ نہ فرمائیں کہ ان مدارس کی خدمت صدقہ جاریہ ہے۔ مرنے کے بعد بھی کام آنے والی ہے۔ واللہ الموفق لما یحب و یرضیٰ۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ۔ بقلم سلمان

طالب علمی میں حضرتؒ کی خدمت

۱۳۴۷ھ میں جب مظاہر علوم میں داخلہ لیا تو اسی وقت سب سے پہلی بار حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی زیارت نصیب ہوئی۔ جدید طالب علم ہونے کی وجہ سے حضرت شیخؒ کا رعب بہت زیادہ تھا جس کی بناء پر سبق کے دوران بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اگرچہ اکثر عبارت پڑھنے کا موقع اسی ناکارہ کو ملتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ فیض آبادی طلبہ تو بالکل خاموش رہتے ہیں کچھ بولتے ہی نہیں۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں آمدورفت شروع ہو گئی اور دوپہر کا کھانا بھی ساتھ ہی ہونے لگا۔ ان دنوں دسترخوان پر یہ ناکارہ اور مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ اور چند خدام ہوتے تھے اور بس دورۂ حدیث کی مشغولی اور وقت کی تنگی کے باوجود یہ ناکارہ دوپہر میں حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پابندی سے سر پر تیل ملتا۔ سر پر تیل ملتے وقت حدیث پاک کے بعض اشکالات عرض کرتا اور حضرت شیخؒ بسط سے جواب مرحمت فرماتے۔

طالبعلمانہ سوال کا جواب

ایک بار اس ناکارہ نے عرض کیا کہ احادیث میں بکثرت بین السجدتین دعا پڑھنے کا ذکر ہے اور حضرات احناف سب کو نوافل پر محمول کرتے ہیں وجہ کیا ہے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ فرائض کا مبنیٰ تخفیف پر ہے اور قومہ وجلسہ کی دعائیں تخفیف کے منافی ہیں۔ اس ناکارہ نے عرض کیا یہ حکم تو جماعت کے لئے ہوسکتا ہے منفرد کو اجازت ہونی چاہیئے کہ وہ فرض میں ادعیہ طویلہ پڑھے اس پر حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ پیارے فرض نماز بھی کہیں تنہا ہوتی ہے۔ فقہاؒ کی نگاہ میں فرض نماز کے لئے جماعت کا لازم ہے گویا منفرد کی نماز نماز ہی نہیں انتہیٰ۔

تیرے مولوی نے کیا بیان کیا؟

اسی زمانہ یعنی ۱۳۴۸ھ میں حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ کا معمول تھا کہ ہر پنجشنبہ کی شب کو دیوبند سے سہارن پور تشریف لاتے اور جامع مسجد میں سیرت پاک پر وعظ فرماتے۔ طلبہ کو وعظ میں شرکت کی عام اجازت تھی اس لئے یہ ناکارہ بالالتزام وعظ میں شریک ہوتا۔ جمعہ کے دن جب حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضری ہوتی تو مزاحاً فرماتے کل تیرے مولوی (حضرت شیخ الاسلام) نے کیا بیان کیا۔ چونکہ یہ ناکارہ فیض آبادی تھا اور حضرت مدنی قدس سرہٗ بھی قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد کے اصل باشندے تھے اس لئے بربنائے محبت حضرت شیخؒ یوں سوال فرماتے جو کچھ یاد ہوتا عرض کر دیتا۔

تیرے مولانا کو خوب موقع ملا

ایک بار حضرت مدنیؒ نے سیرت پاک کا وہ واقعہ ذکر فرمایا کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رواح مبارک کو ایک بدو نے زور سے کھینچا کہ شانۂ مبارک پر چادر کے نشانات پڑ گئے۔ حضرت مدنی رحؒ نے یہاں پہنچ کر بڑے تیز لہجہ میں فرمایا کہ چادر مبارک ململ کی نہیں تھی نرم نہیں تھی موٹی تھی گاڑھے کی تھی کھدّر کی تھی اور پوری تقریر دیسی اور ولایتی کے فرق پر فرماتے رہے۔ حضرت شیخ رحؒ ململ وغیرہ نفیس کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ اور حضرت مدنی رحؒ ململ کے مخالف اور کھدّر کے فریفتہ تھے۔ حضرت شیخ رحؒ کے سوال پر کہ رات کیا وعظ ہوا تھا۔ اس ناکارہ نے مذکورہ بالا مضمون کو نقل کیا۔ اس پر حضرت شیخ رحؒ بے ساختہ ہنسے اور فرمایا کہ ہاں تیرے مولانا کو خوب موقع ملا۔

تیرے فیض آباد میں بھی کوئی پڑھا لکھا ہے

ایک بار حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے مزاحاً فرمایا کہ ارے تیرے فیض آباد میں بھی کوئی پڑھا لکھا ہے۔ اس ناکارہ نے عرض کیا جی ہاں وہ کیا ہر پنجشنبہ کو تشریف لاتے ہیں ہنس کر فرمایا چل بس وہی ایک غرضیکہ حضرت شیخ رحؒ درس میں اور دسترخوان پر اور سر میں تیل ملتے وقت بڑی شفقت کرتے تھے جس سے طبیعت بہت متاثر ہوتی اور تعلق وعقیدت کا سلسلہ اخیر عمر تک قائم رہا۔ فللّٰہ الحمد والمنہ۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے اصلاحی تعلق — طالب علمی کے زمانے میں حضرت شیخ رحؒ سے انتہائی قرب ومحبّت اور عقیدت وتعلق تھا۔ تعلیم سے فراغت پر حضرت شیخ رحؒ کی ایماء سے مظاہر علوم میں معین مدرسی کا بھی شرف حاصل ہوا جو اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے قائم نہ رہ سکا لیکن اپنے وطن آنے کے بعد حضرت شیخ رحؒ ہی کے حکم سے دینی مکتب قائم کیا۔ اور دوسرے امورِ

دینیہ حضرت شیخ رحؒ ہی کے مشورہ سے انجام پاتے رہے۔ لیکن حضرت شیخ رحؒ سے اس وقت اصلاحی تعلق قائم نہ ہو نہ سکا بلکہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ خلیفہ ومجاز حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم ہو گیا اور اپنی نااہلی کے باوجود حضرت کے یہاں سے خلافت و اجازت بھی ملی۔ جب حضرت شیخ رحؒ کو اس کا علم ہوا تو حضرت شیخ رحؒ نے حکماً فرمایا کہ لوگوں کو بیعت کرنا شروع کر دو۔ ۱۹۶۸ء میں حضرت شاہ صاحب کے انتقال کے بعد حضرت شیخ رحؒ کو اطلاع کئے بغیر ہی بیعت ہو گیا اور خط وکتابت کا تو ہمیشہ سے معمول تھا ہی۔

خلافت

غالباً ۱۳۹۴ھ میں رمضان المبارک میں قیام سہارنپور میں تھا۔ دار جدید کی مسجد میں یہ ناکارہ بھی معتکف تھا۔ سحر کے وقت حضرت شیخ رحؒ نے بلوایا اور اجازت مرحمت فرمانے کے بعد ایک مصلّٰی عنایت فرمایا۔ (۱۳) جب بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا قیام رمضان مبارک میں سہارنپور ہوا اس ناکارہ نے اعتکاف میں شرکت کی خواہش کا اظہار کیا اور اجازت چاہی تو یہی فرمایا کہ پیارے اپنی جگہ اپنے انڈے اور بچّے لے کر کام کرو۔

حضرت میاں جی محمد عیسیٰ میواتی صاحب زید مجدہم

اسم گرامی

محمد عیسیٰ ولد حافظ محمد اسحاق رحؒ۔ ساکن فیروز پور نمک۔ تحصیل نوح ضلع گوڑگانوا۔ ہریانہ۔ ہندوستان۔

ولادت، دینی تعلیم،

تاریخ پیدائش یکم جون ۱۹۱۶ء بچپن میں اُردو اور قرآن پاک اپنے گاؤں کے مدرسہ میں پڑھا۔ ۱۹۲۰ء میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ ہماری بستی میں تشریف لائے اور ہمارے گھر کھانا تناول فرما رہے تھے کہ میں نے والد صاحبؒ سے پوچھا حضرت کون ہیں ؟ کیونکہ آپ کے ساتھ بیس پچیس دوسرے حضرات بھی تھے اور میں نے اس سے پہلے حضرت کو دیکھا نہیں تھا۔ والد صاحب نے تو ڈانٹ دیا حضرت نے والد صاحب سے پوچھا یہ بچہ کس کا ہے۔ والد صاحب نے ازراہِ کرام فرمایا کہ آپ کا ہی ہے۔ حضرت نے مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا اور فرمایا کہ تو اب میرا ہے پھر اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اور اسی دن اپنے ہمراہ نظام الدین لے گئے اور گھر میں سب سے فرمایا کہ یہ بچہ میرا ہے میرا قرآن چونکہ سات سال کی عمر میں پورا ہو چکا تھا اور اردو بھی پڑھ لیتا تھا۔ اور حضرت نے فارسی شروع کرائی لیکن حضرتؒ نے قصبہ نوح میں مدرسہ کھولا۔ اور مولانا عبدالکریم گمتھلوی اور مولانا محمد علی آگرہ والے وہاں مدرس رکھے مجھے بھی اور میرے ساتھیوں کو بھی نوح بھیج دیا۔ لیکن یہاں میں تعلیم جاری نہ رکھ سکا کیونکہ میرے خاندان کے سب بچے اسکول میں پڑھتے تھے اور بندہ کے تایا صاحبؒ وہاں ٹیچر تھے۔ بندہ بھی اسکول میں داخل ہو گیا۔ جس کی وجہ سے والد صاحب بہت ناراض ہوئے۔ بعد میں حضرت جیؒ نے ہی ان سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے کچھ بچے انگریزی بھی پڑھ جائیں اس لئے عیسیٰ کو اسکول میں ہی پڑھنے دو۔

حضرت جیؒ سے بیعت

(ب) ۱۹۳۳ء میں بندہ حضرت جیؒ سے بیعت ہو گیا۔ بیعت کے بعد انگریزی سے دل میں

ایسی نفرت ہو گئی کہ اسکول بھی چھوڑ دیا۔ حضرت کو جب معلوم ہوا تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ اب میرے پاس اپنی آمد و رفت کو بڑھاتے رہو۔

نکاح اور اولاد

۱۹۳۴ء میں بندہ کا نکاح ہو گیا۔ ۳۹ء میں اس بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ والد صاحب نے اس کا نام سعید احمد رکھا جو کہ زندہ ہے۔ مکمل تعلیم اس کی نظام الدین مدرسہ کاشف العلوم میں ہوئی حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے پاس اکثر ان کا وقت گذرا۔ اب بھی دینی کاموں میں مشغول ہے۔ صاحبِ اولاد ہے ۴۰ء میں پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا اور دو ماہ بعد دُوسری شادی ہو گئی۔ اس بیوی سے آٹھ بچے پیدا ہوئے۔ ان میں سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں حیات ہیں۔ سوائے ایک کے سب صاحبِ اولاد ہیں۔ شادی اس کی بھی ہو گئی ہے یہ لڑکا بھی مدرسہ کاشف العلوم میں تعلیم پاتا رہا۔ لیکن دورہ نوح کے مدرسہ معین الاسلام سے کیا۔ اس کا نام عمیر احمد ہے۔

حضرت مولانا یوسف صاحب سے بیعت

بندہ کا شروع سے ہی تبلیغ سے تعلق رہا بڑے حضرت جیؒ کے شروع زمانہ میں تبلیغ میں لگ گیا تھا۔ اور حضرت کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد یوسفؒ سے بیعت ہو گیا۔ انہوں نے تو بالکل تبلیغ کا ہی بنالیا پاکستان کے آخری سفر میں ساتھ تھا۔ انتقال سے آٹھ یوم قبل سب ساتھی چھٹی لے کر اپنے اپنے رشتہ داروں سے ملنے جا رہے تھے۔ ایک بھی باقی نہ رہا۔ بندہ بھی چھٹی لینے کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوا۔ ابھی کچھ کہنے نہ پایا تھا۔ خود ہی فرمایا تجھے چھٹی نہیں ملے گی تو میرے آخری وقت تک میرے پاس رہ۔

حضرت الشیخؒ کی نظام الدین آمد اور زیارت

۱۹۲۵ء میں جب بندہ کا قیام نظام الدین میں تھا تو بڑے حضرت جیؒ نے ایک دن فرمایا کہ آج حضرت شیخ تشریف لا رہے ہیں سب بچے ذرا محتاط رہیں کوئی بے ادبی شیخؒ کے سامنے نہ ہونے پائے ان کا مقام

اللہ کے ہاں بہت بلند ہے بندہ پر اسی وقت سے ایک رعب سا طاری ہوگیا جب حضرت شیخ پہنچے تو دیکھا کہ ایک نوجوان گورا چٹا بہت خوبصورت آدمی ہے اور داڑھی بھی ہلکی سی ہے اور بال سر کے بڑھے ہوئے ہیں لیکن سارے حاضرین معہ حضرت جیؒ بہت ادب اور احترام فرما رہے ہیں۔ یہ پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد تو بہت کثرت سے حضرتؒ کی زیارت ہوتی رہی۔

حضرت الشیخؒ سے بیعت

یکم اپریل ۱۹۶۵ء میں جب حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا انتقال لاہور میں ہوگیا تو بندہ بہت متفکر تھا کہ اب کس سے وابستہ ہونا چاہیئے۔ دل سوائے حضرت شیخؒ کے اور طرف مائل ہی نہ تھا۔ لیکن تبلیغ کے امیر حضرت مولانا انعام الحسن زید مجدہم بنا دیئے گئے اسی لئے دل میں تشویش تھی۔ کہ کیا کروں یہ بندہ چونکہ لاہور ہی میں رہ گیا تھا اس لئے حضرت شیخ کو حضرت جی کے وصال کے تفصیلی حالات لکھ کر ڈاک سے ارسال کئے اسی پرچہ میں آپ سے بیعت ہونے کی درخواست بھی کردی۔ دوسری طرف یہ کیا کہ حضرت قاضی عبدالقادر صاحب پاکستانی لاہور تشریف فرما تھے اور بندہ کا ان سے بے تکلفانہ تعلق تھا۔ ان سے تنہائی میں مشورہ کیا کہ بندہ اب کسی سے اصلاحی تعلق جوڑنا چاہتا ہے میری نظر چند حضرات پر ہے اول شیخ مدظلہٗ۔ دوسرے حضرت مولانا انعام الحسن زید مجدہم تیسرے آپ۔ اب آپ مجھے مشورہ دیں۔ کہ کس سے بیعت ہو جاؤں۔ انہوں نے فرمایا آپ میرے پاس تین یوم قیام فرماویں تب مشورہ دے سکتا ہوں۔ بندہ نے وعدہ کرلیا اور چند روز بعد قاضی صاحب کے گھر گیا۔ صرف ایک ہی رات گذری تھی کہ قاضی صاحب نے صبح ہی تنہائی میں بلا کر فرمایا کہ تم حضرت شیخؒ سے بیعت ہو جاؤ۔ تم کو شیخؒ سے ہی فیض پہنچے گا۔ مئی میں پاکستان سے واپسی ہوئی۔ اور بندہ لاہور سے سیدھا سہارنپور پہنچا۔ دو دن تک نہ بندہ نے بیعت کے سلسلہ میں کچھ عرض کیا اور نہ شیخؒ نے ہی کچھ فرمایا۔ تیسرے دن صبح مہمانوں کی چائے کے بعد بندہ نے حضرت شیخؒ سے اپنے عریضہ کا ذکر کیا اور اس میں بیعت کے مضمون کو دہرایا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی میں تو تمہارے

پہنچنے سے ہی منتظر تھا کہ تم کہو گے لیکن جب تم نے ذکر ہی نہ کیا تو میں سمجھا کہ ارادہ بدل گیا ہوگا۔ اب مزید تین دن قیام کرنا ہوگا۔ بندہ نے قیام کا وعدہ کرلیا۔ حضرت نے بعد میں فرمایا کہ مغرب کے بعد مسجد میں نوافل کے بعد حاضر رہنا۔ چونکہ بندہ فرمان کے مطابق حاضر ہوگیا۔ حضرتؒ نے اوابین کے بعد بیعت فرمالیا۔ اور فرمایا کہ جو چچا جان یا مولانا محمد یوسف نے بتلایا ہوا ہے اسی کی پابندی کرتے رہنا اور ہر ماہ اپنے حالات خط کے ذریعہ یا زبانی بتاتے رہنا۔

حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت بھری ڈانٹ

بندہ پر صرف ایک دفعہ ڈانٹ پڑی ہے قصہ یہ پیش آیا کہ رمضان میں دار جدید کی مسجد میں حضرتؒ کے ساتھ بندہ بھی معتکف تھا۔ بندہ نے حضرتؒ سے اپنے لئے تنہائی چاہی۔ حضرت نے وقت دے دیا۔ بندہ حاضر ہوگیا۔ لیکن وقت سے شاید چند منٹ پیشتر پہنچ گیا۔ پس حضرتؒ نے بہت بلند آواز سے بہت سخت ڈانٹا۔ ساری مسجد والے سہم گئے سونے والے بھی اُٹھ کر ذکر و فکر یا تلاوت یا نماز میں مشغول ہوگئے۔ بندہ سے فرمایا میرے پاس سے چلا جا۔ اور اپنا بستر بھی لے جا۔ بندہ حکم کی تعمیل میں اُٹھ کر چلا گیا اور اپنے بستر کو لپیٹنے لگا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ بستر سمیٹ کر چلنے لگا تو پاؤں باہر کو نہ چل سکے۔ آخر پھر حضرت کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ کسی خادم نے ذکر کردیا عیسیٰ بیٹھا ہوا رو رہا ہے۔ حضرت نے بہت شفقت سے پاس بلایا۔ اور فرمایا پیارے جو کہنا ہے کہہ۔ مجھے تو تجھ سے محبت ہے اور بہت پیاری پیاری باتیں فرماتے رہے۔

ہدایا

حضرت روحانی غذاؤں کے ساتھ مادی عطایا بھی فرماتے رہتے تھے۔ اگر بندہ بھی کچھ پیش کرتا۔ اگرچہ قبول فرما لیتے لیکن تاکید فرماتے کہ تو اپنے گھر کی چیزیں لایا کر۔ چنانچہ جب کبھی اپنے گھر کی بھینس کا گھی لے جاتا۔ تو بہت خوشی کا اظہار فرماتے۔

اجازت وخلافت

بندہ نہ پہلے خلافت کا اہل تھا نہ اب تک کوئی اہلیت ایسی اپنے اندر محسوس کرتا ہے بس حضرت کی نظر شفقت تھی کہ حضرت نے اس نعمتِ خاصہ سے منسوب فرمادیا ۱۴ر شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۹ر اکتوبر ۱۹۷۶ء بعد مغرب حضرت مولانا محمد طلحہ زید مجدہم مدرسہ قدیم کی مسجد میں تشریف لائے اور بندہ سے فرمایا کہ حضرت شیخؒ آپ کو بلا رہے ہیں۔ بندہ کے دل میں مختلف خیالات آتے رہے اور ڈرتا ہوا کچے گھر میں حاضر خدمت ہوا۔ حضرت تنہا تھے۔ مولوی طلحہ تو کسی کام سے اندر چلے گئے حضرت نے بالکل قریب بلا کر فرمایا کہ میں ارادہ کر چکا تھا کہ اب خلافت کا سلسلہ ختم کردوں۔ لیکن اب تمہیں میں اجازت وخلافت اللہ کے حکم سے دے رہا ہوں۔ کئی سال سے ارادہ کر رہا تھا لیکن حاسدوں کی وجہ سے ملتوی کرتا رہا۔ اب جبکہ اشارہ خداوندی ہی ہوگیا اس لئے دے رہا ہوں۔ اللہ برکت فرمادے جو بھی اللہ تعالیٰ کا نام پوچھے ضرور بیعت کرلینا انکار ہرگز نہ کرنا پھر اپنے سرِ مبارک کی ٹوپی عطا فرمائی اور مولوی طلحہ کو بلا کر ایک نسخہ احسان وسلوک کا اور بعض کتابیں مرحمت فرمائیں۔

خلافت دیتے وقت کوئی خاص ہدایت نہیں فرمائی بعد میں بعض حالات کی بناء پر ارشاد فرمایا کہ مناسب ہے کہ بجائے نظام الدین کے آپ اپنے گھر قیام کریں۔ تو بہتر ہے کیونکہ وہاں تم سے حسد کرنے والے بڑھتے جارہے ہیں یا کسی مدرسہ کو سنبھال لو۔ اور تعلیم کے ساتھ تبلیغ بھی کرتے رہنا۔ ساتھ میں یہ بھی خاص طور سے فرمایا کہ مولانا نیاز احمد صاحب (میواتی خلیفہ ومجازِ حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ) سے مل کر رہنا۔ ان کی مخالفت بالکل نہ کرنا اور مولانا عبیداللہ صاحب سے خط و کتابت جاری رکھنا۔

اس سلسلہ میں مجھ سے یہ ہی فرماتے تھے کہ تبلیغ کے کام میں لگے رہو۔ یہ کام سارے باطل کو مٹانے والا ہے۔

حضرت الشیخؒ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت رائپوریؒ کے خادم کا خواب

حضرت کا ہر فعل وقول ایک نرالی ادا رکھتا تھا اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار نظر آتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں پر مر مٹنے کی شان کھلم کھلا محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری کے ایک خادمِ خاص نے خواب دیکھا کہ آگ کا ایک الاؤ ہے۔ جو بہت بلند ہے اس کے اوپر حضرت شیخؒ تشریف فرما ہیں اور اس کے چاروں طرف بحالت مراقبہ بہت مشائخ بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہی میں حضرت مدنیؒ حضرت رائپوریؒ بھی ہیں۔ اس خادم نے حضرت رائپوریؒ سے مجلس کے وقت میں یہ خواب بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ شیخؒ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا مقام ہے بندہ بھی اس مجلس میں حاضر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ادنیٰ علامت یہ ہے۔ کہ آپ سبق جس طرح احادیث کا ترجمہ اردو میں فرماتے اسی طرح شرمگاہوں کا ترجمہ اسی نام سے فرماتے جو اردو میں ان کے نام لئے جاتے ہیں اور فرماتے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ کوئی باحیاء ہوسکتا ہے۔ فقط

بندہ بعض بیماریوں کی وجہ سے بہت کمزور ہورہا ہے لیکن آپ کی محبت اور آپ کے حکم کی وجہ سے یہ چند سطور لکھ دی ہیں۔ اگر پسند آویں آپ کی شفقت وکرم۔ اور نہ آویں تو بندہ کی نااہلیت تو ظاہر ہے ہی۔

تمام احباب اور پرسان حال سے سلام مسنون عرض کردیں۔

فقط والسّلام بندہ محمد عیسیٰ عفی عنہٗ

۱۱ر ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

تالیف:

مقامی کام: اس رسالہ میں میوات کے دینی حالات اور تبلیغی جماعت کی آمد کے اثرات بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت الحاج محمد ذکی بھوپالی صاحب زید مجدہم

ولادت اور وطن

ہمارا خاندان اولاً یوپی ضلع رائے بریلوی میں صدیوں (MHOW) سے آباد تھا تقریباً ڈیڑھ صدی سے جد امجد مہو آ گئے۔ ہندوستان کے صوبہ مدھیہ پردیش ضلع اندور کے ایک شہر "مہو" میں میری پیدائش ہوئی گھر میں بچوں کی تاریخ پیدائش لکھنے کا معمول تھا لیکن ایک حادثہ کی وجہ سے وہ کاپی گم ہوگئی جس کی وجہ سے مجھے صحیح تاریخ پیدائش کا علم نہیں لیکن سرکاری اسکول کی سند میں ۱۶ر جولائی ۱۹۴۰ء تحریر ہے۔ مہو ایک چھوٹا سا شہر ہے لیکن فوجی تربیت گاہ کا بہت بڑا مرکز ہے۔

ابتدا میں مہو میں بدعت کا بہت سخت زور تھا۔ لیکن جب حضرت اقدس مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی قدس سرہٗ کو اجین کے راجہ نے ایک مسجد کے مسئلہ میں اس کی منشاء کے مطابق فتویٰ نہیں دینے کی وجہ سے اجین سے شہر بدر کر دیا۔ تو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے مہو ہجرت فرمائی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی بھی تھے مہو تشریف لانے کے بعد آپ مفتی مالوہ کہلائے آپ کی سعی مبارکہ سے مہو شہر اور اطراف کے دیہات و قصبات سے بدعت کا صفایا ہوگیا اور مسلک دیوبند کا غلبہ ہوگیا حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہ سے میرے دادا حضرت الحاج سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعد میں میرے والد صاحب محترم قبلہ محمد امین صاحب مدظلہٗ العالی بیعت ہوئے فطری طور پر اس رشتہ کی وجہ سے مجھے بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے محبت ہوگئی حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ بھی مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی سعی مبارکہ سے اور آپ کے مہو شہر میں قیام کی برکت سے اکابرین علماء دیوبند کی تشریف آوری کے سبب مہو شہر

کے ماحول میں بڑی حد تک پاکیزگی پیدا ہوگئی حضرت مفتی صاحب قدس سرہ مہو شہر کی جامع مسجد میں امامت فرماتے تھے میری رہائش بھی جامع مسجد کے قریب تھی، اکثر حضرت اقدس قدس سرہٗ کی صحبت میں حاضری رہتی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہم بچوں سے بہت محبت فرماتے نمازیں سکھاتے ادعیہ مسنونہ سکھاتے۔ اور ہم بھی بچپن میں حضرت اقدس قدس سرہ، سے عجیب و غریب بے تکے سوالات کرتے رہتے آج اس کا احساس ہوتا ہے کہ حضرت ہماری خاطر داری میں اپنے مقام سے کتنا نیچے اتر کر ہمارے بے ڈھنگے سوالات کا جواب مسکراتے ہوئے دیا کرتے تھے۔

تعلیم اور دینی تنظیمی خدمات

حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے محترم حضرت مولانا مفتی حماد احمد صاحب صدیقی نانوتوی مدظلہٗ العالی نے ایک مدرسہ قائم فرمایا جس میں ابتدائی دینی تعلیم ان سے حاصل کی چونکہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ اور مولانا مفتی حماد احمد صاحب مدظلہٗ العالی کا تعلق جمعیۃ العلماء ہند سے تھا اور حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ مدھیہ بھارت صوبہ کے صدر بھی تھے اس لئے میرا تعلق بھی جمعیۃ العلماء ہند سے ہوگیا اور مہو میں بحیثیت ناظم جمعیۃ العلماء ہند مہو شاخ میں کام کرتا رہا۔ دینی ماحول اور حضرت اقدس قدس سرہٗ کے تعلق کی وجہ سے دار العلوم دیوبند سے تعلق ہو گیا اور جب دار العلوم دیوبند کے دینیات کے پرائیویٹ امتحانات شروع ہوئے تو ابتدائی دینیات پھر عالم دینیات کے امتحانات دار العلوم دیوبند سے دیئے اسی طرح مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ادیب اور ادیب ماہر کے امتحانات بھی پاس کئے اور جب مہو میں تبلیغی کام شروع ہوا تو اس میں حصہ لینا شروع کیا پھر تبلیغی سلسلہ میں بھوپال آمد و رفت ہوئی تو بھوپال میں قیام کا داعیہ بہت شدت سے ہوا۔ کیونکہ پورے صوبہ مدھیہ پردیش (وسط ہند) میں بھوپال سے بہتر دینی ماحول کسی دوسرے شہر میں نہیں ہے۔ اس ایک شہر میں تقریباً چار سو مساجد آباد ہیں۔

مولانا یوسف صاحب سے بیعت

اللہ تعالیٰ نے ایک ملازمت کے سلسلہ میں بھوپال بھی پہنچا دیا۔ کاش ان اوقات کی قدر کر لیتا تبلیغی تعلق کی نسبت سے دہلی کے سفر میں حضرت اقدس سیدی مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہو گیا تھا۔

شاہ یعقوب صاحب سے تجدید بیعت

بھوپال حاضری کے بعد نقشبندی مجددی سلسلہ کے مشہور و معروف بزرگ حضرت اقدس سیدی مولائی مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب (معروف بہ پیر صاحب ننھے میاں) نقشبندی مجددی قدس سرہٗ کی مجلس میں بہت کثرت سے حاضری کی سعادت ملتی رہی اور جب حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا تو ان کے بعد حضرت اقدس شاہ محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ سے تجدید بیعت کی، جب حضرت سیدی شاہ محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ کا بھی وصال ہو گیا تو حضرت اقدس سیدی مرشدی مولائی قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب قدس سرہ سے تجدید بیعت کر کے طوق غلامی گلے میں ڈالا۔

نکاح واولاد

بھوپال میں ملازمت کے دوران ۱۹۶۶ء میں میرا نکاح مہو میں ہوا۔ نو بچے جن میں چھ (۶) لڑکیاں، تین (۳) لڑکے ہوئے۔ الحمد اللہ ایک لڑکی ایک لڑکا اللہ تعالیٰ کے پاس بطور امانت پہنچ گئے۔ بقیہ پانچ لڑکیاں دو لڑکے حیات ہیں جو دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دین کے فروغ کا ذریعہ فرمائے۔ آمین

بڑی بچی کا نکاح اسی سال ۱۴۰۳ھ ذی الحجہ کو جدہ میں سید حافظ رفیع الدین صاحب سے کر دیا۔ پہلی بڑی بچی ہونے کی وجہ سے چھوٹے بھائی بہنوں کی نگہداشت و گھریلو کام کی پوری ذمہ داری کے باوجود اس بچی نے بہشتی زیور، تعلیم الاسلام، انگریزی، ہندی

کے علاوہ (۱۳) تیرہ پارہ قرآن پاک کے حفظ کر لیے ایک چھوٹی بچی تقریباً گیارہ بارہ سال عمر ہو گی ماشاء اللہ (۲۹) انتیسواں پارہ حفظ کا چل رہا ہے اس کے علاوہ بہشتی زیور، تعلیم الاسلام (انگریزی، ہندی بقدر ضرورت) کی تعلیم بھی چل رہی ہے ایک بچے کا چودھواں (۱۴) پارہ حفظ کا، دوسرے بچے کا چوتھا پارہ حفظ کا چل رہا ہے ایک بچی پہلا سپارہ اور چھوٹی بچی قاعدہ پڑھ رہی ہیں۔

گھر کا ماحول

بھوپال کے دوران قیام ایک حلقہ کا مستورات کا اجتماع گھر پر ہی ہوتا تھا چونکہ اہلیہ کا بیعت کا تعلق حضرت اقدس مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ العالی سے ہے اور میرے ہمراہ دہلی، سہارنپور اور بھوپال و قرب وجوار کے مختلف شہروں میں تبلیغی اسفار کر چکی ہیں۔

الحمد اللہ گھر میں مستورات میں دینی تعلیم کا رواج ہے میرے چھوٹے بھائی برادر عزیز محمد یونس صاحب کی اہلیہ بھی حافظ قرآن ہیں ان سے چھوٹے بھائی برادر عزیز مفتی محمد علی صاحب جو اس سال علماء کی ایک جماعت کے ہمراہ ایک سال کے لیے سوڈان، لتناد کی طرف گئے ہوئے ہیں، برادر مفتی محمد علی صاحب نے مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے ۱۳۹۲ھ میں فراغت حاصل کی پھر ۱۳۹۳ھ ایک سال تبلیغی جماعت میں وقت لگایا پھر اپنے اکابر کے حکم سے ندوۃ العلماء لکھنؤ سے عربی ادب میں تخصص کیا ۱۳۹۵ھ + ۱۳۹۴ھ میں پھر مزید ایک سال ۱۳۹۶ھ میں ندوۃ لکھنؤ میں صرف نحو کی تعلیم حاصل کی ان تینوں سالوں میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تبلیغی کام کے ذمہ دار بھی رہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر ۱۳۹۷ھ میں مزید دار العلوم دیوبند میں دورہ حدیث میں داخلہ لیا ۱۳۹۸ھ میں تفسیر پڑھی۔ پھر ۱۳۹۹ھ میں دار العلوم دیوبند سے افتاء کیا افتاء کرنے کے بعد ایک سال ۱۴۰۰ھ گنگوہ میں مدرسہ اشرف العلوم میں پڑھایا پھر قبلہ والد صاحب کی علالت کی وجہ سے بھوپال آ گئے اور دار العلوم بھوپال تاج المساجد میں مدرس ہو گئے۔ دو سال ۱۴۰۱ھ، ۱۴۰۲ھ پڑھانے کے بعد امسال معہ اپنی اہلیہ کے حج کے لیے آئے اور یہیں سے ایک سال کی جماعت

میں سوڈان روانہ ہوگئے، اہلیہ ان کے والدین کے ہمراہ بھوپال واپس روانہ ہوگئیں۔ مفتی محمد علی صاحب کی اہلیہ بھی عالمہ اور حافظ قرآن ہیں ساتھ ہی غیر ممالک کی مستورات کی جماعت میں دینی تعلیم و تبلیغ کے لیے گھر پر رہ کر پرائیویٹ طور پر اعلیٰ انگریزی ادب کی B.A تک تعلیم حاصل کی اور بھوپال کے مشہور مستورات کے مدرسہ حیات العلوم لنسواں میں لڑکیوں کو تفسیر و حدیث پڑھاتی رہیں ؎۱

چھوٹی ہمشیرہ مرحومہ عالمہ تھیں اپنے بچوں کو خود حفظ کراتی تھیں اسی سال ایک بچے کی ولادت کے موقع پر انتقال ہوگیا۔ ان لله وانا الیه راجعون

الحمدللہ ابھی مدینہ منورہ میں گھر پر مستورات کا ہفتہ واری اجتماع ہوتا ہے۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ نے ایک مرتبہ حرم نبوی ؐ سے آکر علوم شرعیہ کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مجھ پر نظر پڑ گئی تو خادم خاص الحاج ابوالحسن صاحب سے گاڑی رکوائی اور فرمایا بھائی ذکی مبارک ہو، مبارک ہو مجھے معلوم ہوا ہے کہ مستورات کا اجتماع شروع کیا ہے اللہ پاک بے انتہا مبارک فرمائے۔

حضرت شیخ سے بیعت

حضرت اقدس قطب الاقطاب قدس سرہٗ سے تعلق تو اسی وقت سے ہوگیا تھا جب تبلیغی جماعت سے نسبت پیدا ہوئی لیکن بیعت کی سعادت ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔

جب حضرت اقدس شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی قدس سرہٗ کا وصال ہوگیا تو جزائر مالدیپ اور سیلون کے ایک تبلیغی سفر سے واپسی پر بہت ہی شدت سے داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت اقدس سیدی قطب الاقطاب قدس سرہٗ کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیا جائے جب سفر سے واپسی پر سہارنپور حاضری ہوئی تو ایک جگہ غسل وغیرہ کر کے دو رکعت نماز پڑھی بہت دیر تک

؎۱ برادر عزیز مفتی محمد علی صاحب کی اہلیہ بھوپال کے مشہور بزرگ عالم حضرت اقدس مولانا عمران خانصاحب ندوی مدظلہٗ العالی سرپرست دارالعلوم بھوپال و سابق مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی حقیقی بھانجی ہیں۔

روتا رہا اور بڑی دیر تک دعا کرتا رہا پھر جا کر حضرت اقدس قدس سرہٗ سے بیعت ہوگیا۔ بارہا حضرت اقدس سے اپنی بدحالی کا تذکرہ کیا۔ ہمیشہ حضرت اقدس تشفی فرماتے رہے۔

"حضرتؒ کی شفقتوں کے چند واقعات"

حضرت اقدس قدس سرہٗ کے خطوط بھوپال سے مدینہ منورہ آنے کے بعد خدا معلوم کہاں گم ہو گئے جس کا از حد صدمہ ہے۔

حضرت اقدس سہارنپور میں اکثر بہت محبت سے بڑے حوصلہ افزا کلمات فرماتے تھے لیکن مجھ پر حضرت اقدسؒ کا اس قدر رعب غالب رہتا تھا کہ ان کلمات کا کبھی خود کو اہل نہ سمجھا۔

(۱) ایک مرتبہ پوچھا بھائی ذکی کھانا کہاں کھاتے ہو میں نے عرض کیا حضرت باہر مدرسہ میں فرمانے لگے نہیں تم اندر کے آدمی ہو کھانا یہیں کھایا کرو۔

(۲) ایک مرتبہ کچے گھر میں کسی محترم مہمان کی ضیافت کے بعد دسترخوان پر تمام خدام کو بیٹھنے کا حکم دیا میں باہر برتن دھو رہا تھا کسی نے مجھے دسترخوان پر آواز دی میں بھی گیا حضرت اقدس قدس سرہٗ چارپائی پر تکیے کے سہارے بیٹھے دسترخوان کی نگرانی فرما رہے تھے مجھ سے مارے ہیبت کے لقمہ نہیں نگلا جا رہا تھا کہ کسی ساتھی نے ٹوکا بھائی ذکی تم نہیں کھا رہے۔ حضرت اقدس نے سن لیا تو فرمایا ہاں بھائی وہ تو بزرگ آدمی ہیں کھانا کہاں کھاتے ہیں۔

(۳) ایک مرتبہ قبلہ والد صاحب محترم رمضان المبارک میں سہارنپور تشریف لائے میں نے قبلہ والد صاحب سے عرض کیا کہ کسی مناسب وقت حضرت والا سے ملاقات کراؤں گا۔ قبلہ والد صاحب محترم اتنا انتظار نہ فرما سکے اور جذبۂ شوق کی وجہ سے مصافحہ کرنے والے مہمانوں کی لائن میں لگ گئے جب قبلہ والد حضرت اقدس سے مصافحہ کرنے لگے تو کسی خادم کی نظر پڑ گئی۔ اور حضرت والا سے کہا کہ یہ بھائی ذکی کے والد ہیں۔ حضرت اقدس نے بے اختیار فرمایا ہمارے بھائی ذکی اور قبلہ والد صاحب سے بہت محبت سے پیش آئے اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے ان جملوں کی

لاج رکھ کر حضرت اقدس کے ساتھ حشر فرمادے۔

(۴) ایک مرتبہ تراویح سے قبل کی مجلس میں کم کھانے کی فضیلت کے بارے میں چند حکماء کے اقوال بیان فرمائے پھر فرمایا اگر کسی صاحب نے میری کسی کتاب میں یہ واقعہ دیکھا ہو تو مجھے بتلائے میں اسی وقت باہر دوکان سے حضرت اقدس کی تصنیف فضائل صدقات خرید کر لایا اور وہ واقعہ تلاش کر کے رات کو حضرت اقدس کو بتایا حضرت اقدس بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا۔ کل کو مجلس میں بتانا دوسرے دن مجلس میں حضرت اقدس کو وہ واقعہ بتاتے ہوئے غیرت مانع ہوئی اور دوسرے صاحب کے ذریعے وہ واقعہ حضرت والا کو بتلا دیا۔

(۵) ایک مرتبہ دار جدید کی مسجد میں اعتکاف فرمانے کے بعد حضرت حاجی شاہ (قبرستان) جانے کا فرمانے لگے کسی نے عرض کیا حضرت بارش کی وجہ سے خاردار جھاڑیاں کانٹے دار گھاس خودرو پودے بہت اگ گئے ہیں، راستہ میں بہت گڑھے اور کیچڑ ہے جس کی وجہ سے راستہ بند ہو رہا ہے حضرت اقدس نے اپنے پڑوسی شاہ عالم صاحب سے فرمایا تم کل کو دیکھ کر آنا راستہ کیسا ہے ہا مجھے یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ حضرت اقدس کی خدمت کا ایک موقع ہاتھ آیا میں خاموشی سے اٹھا اور فوراً قبرستان گیا اور تمام راستے کی خاردار جھاڑیاں کاٹ کاٹ کر ایک طرف کا راستہ ہموار کیا راستہ میں بارش کی وجہ سے بڑے بڑے گڑھے ہو گئے تھے ان کو پر کیا قبروں کے قریب بھی گڑھے اور کیچڑ بہت تھی ان سب کو صاف کر کے قبروں کو ہموار کیا شاہ عالم صاحب جب قبرستان پہنچے تو ان کو معلوم ہو گیا کہ میں نے تمام راستہ صاف کیا، میرے ہاتھ پیر خاردار جھاڑی اور تیز نوکیلی گھاس سے زخمی ہو رہے تھے۔ جناب شاہ عالم نے میری حالت اور قبرستان کا ہموار کرنا حضرت اقدس سے ذکر کر دیا۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ نے فرمایا بھائی ذکی کو میرے پاس لانا میرے محسن ہیں میں ان کا شکریہ ادا کروں گا۔ دوسرے روز شاہ عالم صاحب مجھ سے حضرت اقدس کے پاس چلنے کے لیے اصرار کرنے لگے لیکن میری ہمت نہ ہوئی کہ حضرت اقدس کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوتا کہ میں نے یہ کام انجام

دیا ہے۔

(۶) ایک مرتبہ میں حضرت اقدس قدس سرہٗ کا مہمان تھا بچے اہلیہ سب کو لے کر سہارنپور گیا تھا میں مسجد دار جدید میں حضرت اقدسؒ کے ہمراہ معتکف تھا گھر پہ اہلیہ کو درد زہ شروع ہو گیا اور ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ کی شب میں لڑکے کی ولادت ہوئی اس بچہ کو لے کر مولانا طلحہ صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں آئے اور کہا حضرت یہ بھائی ذکی کا بچہ ہے۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ نے فرمایا ہاں اس کو تو خبر بھی نہ ہو گی مجھے فکر لگی تھی کہ کیا ہوگا مجھے بہت ہی مسرت ہوئی کہ حضرت اقدس کو میرے گھر کے بارے میں بھی اتنی فکر ہے پھر اپنے گھر کے افراد کو نگہداشت کے لیے کہا اور ضروری چیزوں کو لانے کا حکم فرمایا، بچہ کا نام محمد شاکر رکھا، اس وقت اس بچہ کا چوتھا پارہ حفظ کا چل رہا ہے۔

(۷) ایک بچی جو ابھی تقریباً گیارہ بارہ سال کی ہے اس کی بسم اللہ حضرت اقدسؒ نے سہارنپور مدرسہ ابو المدارس میں کرائی اور اپنے پاس سے بچی کو دس روپیہ مرحمت فرمائے اس بچی کو ناظرہ حضرت اقدسؒ کی اہلیہ مکرمہ نے پہلی مرتبہ مدینہ منورہ قیام کے دوران پڑھایا ناظرہ ختم قرآن کی دعا مدرسہ علوم شرعیہ میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حکم سے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ العالی نے جو تبلیغی مرکز نظام الدین نئی دہلی سے مدینہ منورہ تشریف لائے ہوئے تھے کرائی اب الحمد للہ اس بچی کا حفظ کا ۲۹ انتیسواں پارہ چل رہا ہے۔

(۸) مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ میں جس چارپائی پر حضرت اقدس لیٹتے تھے اس چارپائی کو بننے پر مجھے زبردستی سو ریال مرحمت فرمائے سہارنپور قیام کے دوران بھی لنگی و نقد رقوم مرحمت فرماتے رہے۔

(۹) ایک مرتبہ حاجی نصیر الدین صاحب مرحوم علیگڑھی سے فرمانے لگے حاجی جی میں تو اب موتوا قبل ان تموتوا میں داخل ہو چکا۔

(۱۰) ایک مرتبہ حضرت اقدس قدس سرہٗ کا سفر بذریعہ کار سہارنپور سے گنگوہ، تھانہ بھون کاندھلہ، پانی پت، سرہند شریف، چلی، براس، جالندھر، لدھیانہ وغیرہ ہوتے ہوئے

پاکستان پہنچنے کا تھا وہاں سے مدینہ منورہ کا سفر تھا۔ ہند، پاک کی سرحد تک بہت سے احباب کا ساتھ جانے کا پروگرام تھا۔ مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے جب کاندھلہ کے قبرستان میں حضرت اقدس مراقب ہوئے تو کچھ دیر کے بعد حضرت والا نے پانی مانگا میں حضرت اقدس کے قریب ہی تھا فوراً تھرماس سے ٹھنڈا پانی نکال کر حضرت اقدسؒ کو پیش کیا حضرت اقدس نے فرمایا نہیں قبرستان کے کنویں کا پانی، کنویں کے اوپر رکھے ہوئے مٹی کے لوٹے میں لاؤ میں فوراً لیکر گیا حضرت اقدس نے پانی پیتے ہوئے مسکراتے ہوئے مجھ سے فرمایا بھائی ذکی یہ سارے قبرستان کی ہڈیاں مجھ سے جھگڑا کر رہی ہیں۔

(۱۱) ایک مرتبہ سہارنپور کے کچے گھر میں بڑے بڑے مشائخ جمع تھے نس بندی کا خطرناک ماحول پورے ملک ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا حضرت اقدس چارپائی پر آرام فرما تھے مشائخ آپس میں مشورہ فرما رہے تھے کہ حضرت اقدس نے پوچھا کہ آپس میں کیا گفتگو چل رہی ہے، مولوی محمد کاندھلوی نے کہا حضرت ملکی مسائل پر بات ہو رہی ہے اس کا کیا حل ہو حضرت اقدس نے فرمایا اس کا کیا حل، پھر فرمایا اس کا حل تو وہ ہے وہ اور کونے میں بیٹھے ہوئے حضرت حافظ مقبول صاحب مرحوم (خلیفہ حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا لوہے کو لوہا کاٹے ہے اور فرمایا چچا جان مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ یہ دہلی کا قطب ہے میں تو یوں کہوں کہ یہ تو پورے ملک کا قطب ہے۔

(۱۲) اس نس بندی کے خطرناک موقع پر ایک کلکٹر اور حکومت کے دوسرے بڑے عہدیداراں حضرت شیخ سے ملنے آئے اطلاع پہلے سے آگئی تمام خدام اور متعلقین کو فکر ہوئی کہ خدا معلوم کیا سوال جواب ہوں کیا حادثہ پیش آجائے جیسا کہ ملک کے دوسرے حصوں میں بعض اکابر کو پیش آچکا تھا۔ بہر حال جب کلکٹر آیا تو مارے رعب وہیبت کے ہاتھ جوڑے کھڑا رہا۔ حضرت اقدس نے نحیف انداز میں دو ایک مرتبہ بیٹھنے کو بھی فرمایا لیکن وہ اور دوسرے اعلیٰ عہدیداران ہاتھ جوڑے کھڑے رہے پھر حضرت والا نے ان سے فرمایا

تھی اور اسی دستر خوان پر ان کا چپراسی، ڈرائیور مٹھائیاں کھا رہا تھا اور ہم خدام اندر ہی اندر مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

(۱۳) بارہا حضرت اقدس کو گاڑی میں لیجاتے ہوئے راستہ میں کوئی جانور بکری، کتا وغیرہ آجاتا اگر کوئی خادم اس کو ہٹانا چاہتا فوراً حضرت قدس سرہٗ منع فرماتے کہ گاڑی دوسری طرف سے چلو۔

(۱۴) سنت کا حضرت اقدس کو ہمیشہ سے بہت اہتمام رہا کھانے پینے میں، پہننے میں، نشست برخاست میں، اکرام ضیف میں، عبادات میں، معاملات میں قریب رہنے والے احباب نے جس کا خوب مشاہدہ کیا ہوگا ایک مرتبہ سہارنپور میں خدام حضرت کو نہلا رہے تھے۔ مظاہر العلوم کے ایک مولوی صاحب حضرت اقدس کے پیروں کو دھونے لگے اور پہلے بایاں پیر دھونے لگے حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی صاحب دوسری سنتوں پر عمل نہ ہو سکے، وضوٗ غسل کی سنتیں تو بہت آسان ہیں اسی طرح خلاف سنت کرنا، موزے پہنانے، اتارنے میں کسی خادم سے کبھی غلطی ہو جاتی آپ فوراً ہاتھ روک لیتے انتہائی معذوری کے باوجود جب کہ مسواک کو اپنے ہاتھ سے کرنا تو درکنار ضعف، نقاہت غنودگی کی وجہ سے منہ سے بولنا ہی ناممکن تھا۔ منہ میں دانت نہیں، مسواک چبا نہیں سکتے، زبان سے مانگ نہیں سکتے، ایسی حالت میں کسی نے بغیر مسواک وضو کرانا چاہا تو منہ بند کر لیا اور نگاہ سے ٹکٹکی باندھے مسواک کی جانب جہاں مسواک رکھی جاتی تھی دیکھنے لگے فوراً وضو کرانے والے احباب کو تنبہ ہوا مسواک اٹھا کر منہ میں پھیری تب حضرت اقدس نے وضو فرمایا۔

اس بات کو بھی بہت محسوس کیا کہ متعین خدام واحباب کے علاوہ کسی سے خدمت لینا حضرت اقدس کو بہت گراں گزرتا تھا حتیٰ کہ اگر خدام میں سے کوئی کسی سے کچھ کام کرا لیتا تو حضرت اقدس گرفت فرماتے۔

ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بعد نماز عشاء طواف سے فارغ ہو کر جب حضرت اقدس کو گاڑی

بھائی یہ صوفے، کرسیاں تو آپ ہی حضرات کے لیے ادھر ادھر سے مانگ کر جمع کی ہیں لیکن وہ حضرات صوفوں اور کرسیوں پر نہیں بیٹھے بلکہ درمیان میں بچھی ہوئی ایک دری پر حضرت اقدس کے پلنگ کے قریب سب بیٹھ گئے حضرت اقدس نے خدام سے فرمایا ان حضرات کی تواضع کرو خدام نے فوراً دسترخوان لگایا مختلف قسم کے پھل اور مٹھائیاں رکھی گئیں اتنے میں حضرت اقدس کی نگاہ چبوترے کے کنارے بیٹھے ہوئے دو آدمیوں پر پڑی حضرت والا نے خدام سے پوچھا وہ کون ہیں خدام نے بتایا کلکٹر صاحب کے چپراسی اور ڈرائیور ہے حضرت اقدس نے ان سے فرمایا بھائی تم بھی دسترخوان پہ آجاؤ لیکن وہ بھلا کب زندگی میں ایک دسترخوان پر کلکٹر صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوں اس لیے ان کی شریک ہونے کی ہمت نہیں ہوئی اور وہیں سے ہاتھ جوڑ کر گویا معذرت کی۔ حضرت اقدس نے پھر فرمایا بھائی اگر تمہارے صاحب کے اصول کے خلاف نہ ہو تو تم بھی دسترخوان پر شریک ہو جاؤ۔ اور اگر تمہارے صاحب کو ناگوار ہو تو تمہارے لیے الگ دسترخوان لگا دیں کلکٹر مارے شرم کے دھیرے دھیرے ان چپراسیوں کو اشارہ سے بلا رہا تھا آخر آواز دیکر ان لوگوں سے کہا آجاؤ آجاؤ جب سب دسترخوان پر بیٹھ گئے تو کھانا شروع کرنے سے قبل حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کلکٹر صاحب ایک بات کہوں آپ کی تو لوگوں نے ہمیشہ عمدہ عمدہ کھانوں پھلوں اور مٹھائیوں کی ہی دعوت کی ہوگی اور آپ نے خوب کھائی ہوگی لیکن سنگھاڑے کی دعوت آپ کی کسی نے نہیں کی ہوگی دسترخوان پر عمدہ مٹھائیاں بھی تھیں اور سنگھاڑے بھی تھے حضرت اقدس نے سنگھاڑے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کلکٹر صاحب یہ سنگھاڑے آپ کے لیے اور ان چپراسیوں ڈرائیور کی طرف مخاطب ہو کر حضرت اقدس نے فرمایا بھائی تم لوگ سنگھاڑے تو خوب ہی کھاتے ہوں گے یہ مٹھائیاں اور پھل تمہارے لیے عجب منظر تھا۔ ایک ہی دسترخوان پہ کلکٹر صاحب سنگھاڑے کھا رہے تھے اور ان کی ہمت دوسری چیز کھانے کی نہیں ہو رہی تھی گویا دسترخوان کی دوسری چیز ان کو نظر نہیں آرہی

میں بٹھا دیا گیا، باہر لوگوں کا ہجوم تھا گاڑی (کار) کا دروازہ پچھلا والا اندر سے بند کرنا مشکل تھا خدام میں سے کسی نے باہر کھڑے ہوئے ایک شخص کو کہہ دیا کہ ”دروازہ بند کر دیجیے“ حضرت اقدس کو گرانی ہوئی فوراً پوچھا: ”کس سے دروازہ بند کرنے کو کہہ دیا“

اللہ تعالیٰ شانہٗ حضرت اقدس کی عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی زندگی کی اتباع کی توفیق مرحمت فرمائے تعمیل حکم میں چند باتیں تحریر کر دیں جملہ خیریت ہے احباب کی خدمت میں اس سیاہ کار کا سلام پیش فرمادیں اور دعا کی درخواست اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی معرفت کامل عشق حقیقی کی دولت سے مالا مال فرمائے اور آپ کی اس سعی مبارکہ کو حضرت اقدس قدس سرہٗ کے فیض کو جاری ہونے کا ذریعہ فرمائے ہر نوع سے اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور بہترین جزائے خیر برکت فرمائے۔ یہ سیاہ کار دعا گو ہے۔

حضرت مولانا محمد ہاشم حسن پٹیل صاحب زید مجدھم

اسم گرامی

ہاشم ابن حسن محمد حافظ پٹیل جوگواڑ وایہ رانکوا ضلع بلسار۔ انڈیا۔ حال مقیم یوکے
152 BOLTON ROD WEST
RAMS BOTTOM BURY- TEL - 070-682-S104-

ولادت سے لے کر دورہ سے فراغت تک

احقر کی تاریخ پیدائش ۲۵ مارچ ۱۹۴۴ء ہے۔ بچپن کی ابتدائی تعلیم احقر کے حقیقی ماموں مولانا آدم صاحب جو ولی صفت نہایت ہی متقی متواضع تھے کی زیر نگرانی قرآن شریف ناظرہ وضروری مسائل تعلیم الاسلام بہشتی ثمر وغیرہ پڑھا۔ ۱۲ سال کی عمر میں ڈابھیل جامعہ تعلیم الدین میں فارسی اوّل پڑھا۔ سن داخلہ ۱۹۵۷ء ہے، ۱۹۵۸ء مطابق ۱۳۷۸ھ میں راندیر جامعہ حسینیہ میں فارسی دوم میں داخلہ لیا اور ۵ سال ۱۹۶۲ء تک عربی کتب شرح وقایہ تک پڑھا۔ بحمد اللہ اساتذہ کی شفقت رہی۔ اوّل نمبر پر امتحانات میں کامیابی رہتی تھی۔ ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۳ھ سے ۱۳۸۵ھ تک مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھا اور دورۂ حدیث میں بخاری شریف کامل حضرت مرشدنا شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی۔

حفظِ قرآن اور جذبی کیفیت

دورۂ حدیث سے فراغ کے بعد ایک سال کامل حضرت اقدس مرشدنا کی خدمت میں گذارنے کا ارادہ کیا۔ حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ حضرت کی خدمت میں ذکر وشغل کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن بھی شروع کیا تھا۔ بہت کم عرصے میں آٹھ پارے حفظ کر لئے۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے خادم خاص حافظ صدیق صاحب کو قرآن پاک سناتا تھا۔ تین ماہ بعد جذبی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اس دوران حضرت متمثل ہوئے اور میں گویا اس آواز کو سہارنپور سے سن رہا ہوں۔ حضرت یہ فرما رہے ہیں کہ مولوی ہاشم میں تمہیں یوں ضائع نہ ہونے دوں گا۔ اس لئے حضرت نے میرے وطن جوگواڑ بھیج دیا اور چار پانچ ماہ اس کیفیت میں گذرے۔

تدریسی خدمات

بعد صحت اپنے وطن ہی میں تدریس شروع کی۔ تین سال خدمتِ تدریس کے بعد ۱۹۶۸ء میں برطانیہ حاضری ہوئی۔ قبل از حاضری حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا مولانا یوسف صاحب متالا مدظلہٗ سے رابطہ رکھیں۔ الحمد للہ آتے ہی مولانا یوسف صاحب جو ہند کا ارادہ کر رہے تھے ان کی ملاقات مقام ننی ٹن میں ہوئی جہاں پر میں شروع میں آیا تھا۔ موصوف نے فرمایا کہ میری جگہ پر بولٹن میں خدمتِ تدریس وامامت کرو میری واپسی کے بعد تیرا تقرر دوسری مسجد میں ہو جائے گا۔ چنانچہ مولانا کی غیبوبت میں ان کی جگہ پر خدمتِ تدریس وامامت کی۔ ان کی واپسی ۱۹۶۹ء میں ہوگئی اس لئے بندہ دوسری مسجد میں منتقل ہوگیا۔ اور وہاں خدمت کرتا رہا۔ حفظِ قرآن کی بنیاد ڈالی اور تقریبًا سات سال خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد ۱۳۹۵ھ میں دار العلوم شروع ہوا۔ اس لئے

دار العلوم میں خدمت شروع کی اور الحمد للہ تا حال خدمت انجام دے رہا ہوں امسال زیر درس ابو داؤد شریف کامل مشکوٰۃ شریف جلد اوّل جلالین شریف جلد ثانی کافیہ تلخیص کتب ہیں۔

وطن

احقر کا وطن جو گوارڈ صوبہ گجرات ضلع بلسار میں واقع ہے چھوٹا سا دیہات ہے۔ جو تقریباً ۱۲۵ مکانات پر مشتمل ہے قدیم سے الحمد للہ ماحول دینی رہا ہے حتّٰی کہ اطراف کے دیہات والے رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ الحمد للہ صحیح العقیدہ ہیں۔

غائبانہ بیعت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے غائبانہ عقیدت و محبت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فضائل کی کتب سے ہو گئی تھی اس لئے زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت رحمۃ اللہ سے بیعت کا شوق پیدا ہوا اور ۱۳۸۱ھ میں بذریعہ خط بیعت ہوا۔ خط کی نقل یہ ہے غسل کر کے دو رکعت نفل پڑھ کر اپنے سابقہ جملہ گناہوں سے توبہ کریں آئندہ کو یہ عہد کریں کہ انشاء اللہ کوئی گناہ نہیں کروں گا اور جو ہو جائے گا تو توبہ کروں گا اس کے بعد اس ناکارہ سے بیعت کا اقرار کریں اور معمولات کے پرچہ پر حتی الامکان عمل کرنے لگا اور خط و کتابت بھی کرتا رہا اور حضرتؒ کے پاس حاضری کا بہت ہی اشتیاق رہا۔ اس لئے

مظاہر میں تعلیم

۸۳ھ میں جب کہ میری ہدایہ اوّلین شروع ہوئی راندیر سے سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم میں چلا گیا اور راندیر جامعہ حسینیہ کے اساتذہ کرام سے چونکہ قلبی تعلق تھا اور ان حضرات کی شفقتیں رہا کرتی تھیں اس لئے فراق کا غم بہت زیادہ تھا اور قلب میں بے چینی کی کیفیت تھی۔ سہارنپور پہنچا تو دفتر والی مسجد میں بندہ وضو

کر رہا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک آدمی کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ ایک دم زیارت ہوئی۔ زیارت ہوتے ہی سارا درد غم بے چینی رفع ہو گئی اور ایک سکون کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اسی سے میرے قلب نے یقین کر لیا کہ یہی میرے ہادی دارین مرشدی شیخ الحدیث ہی ہیں۔

بالمشافہ بیعت اور اذکار

پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عصر کے بعد کی مجلس میں پابندی سے حاضر ہوتا رہا اور جو حالات پیش آتے عرض کرتا رہا۔ ایک روز یہ بھی عرض کیا کہ حضرت بندہ بیعت تو بذریعہ خط ہو چکا ہے اور اب دست بدست بالمشافہ بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مغرب کے بعد جب میں نوافل سے فارغ ہوں آجائیں۔ چنانچہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے دست بدست بیعت فرمایا۔ ہدایہ مشکوٰۃ والے سال میں تو معمولات کے پرچہ پر جن جن نمبرات پر عمل ہو سکا کرتا رہا۔ لیکن دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک سال مکمل رہنے کا ارادہ کیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ازراہِ شفقت قبول بھی فرمایا۔ ذکر بالجہر دوازدہ تسبیح حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بنفسِ نفیس عملی طور پر تلقین فرمائی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ضرب سے قلب صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ دھوبی کپڑے سے میل کو دور کرنے کے لئے زور زور سے کوٹتا ہے۔ اسی طرح ضرب سے قلب کی گناہوں سے دھلائی ہوتی ہے۔ حضرتؒ کی خدمت میں ذکر کا سلسلہ اور حفظِ قرآن مجید کا سلسلہ رہا۔ تقریباً چار ماہ حضرتؒ کی خدمت میں رہا پھر صحت ناساز ہو گئی اس لئے اپنے وطن چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے بیماری کی بنا پر حفظ اور ذکر بالجہر بند فرمایا البتہ پاس انفاس کی اجازت باقی رہی۔

مدینہ پاک حاضری

پھر جب ۱۳۸۹ھ میں جب کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ حرمین شریفین میں قیام پذیر تھے۔ برطانیہ میں مقام بولٹن سے مولانا یوسف صاحب مدظلہٗ کی معیت میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت اب تو بحمد اللہ صحت اچھی ہے۔ اب ذکر بالجہر کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

چنانچہ حضرتؒ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ لہٰذا ڈیڑھ ماہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری رہی۔ اس دوران میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی دورے میں شرکت رہی اور بہت ہی پُرلطف سفر رہا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں دو عمرے بھی ادا کئے۔ پھر برطانیہ واپسی ہوئی۔

حضرتؒ کی خدمت میں بار بار حاضری

رمضان المبارک گذارنے کے لئے سہارنپور حضرتؒ کی خدمت میں ۱۳۹۰ھ میں حاضر ہوا اور کامل ماہِ مبارک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں گزارا۔ پھر تیسرا سفر ماہ مبارک گذارنے کیلئے سہارن پور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ۱۳۹۲ھ میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس سفر میں اسمِ ذات ایک ہزار دفعہ کا اضافہ کیا۔ اس کے علاوہ مراقبۂ دعائیہ شروع کیا۔

یہ ماہِ مبارک بھی بحمد اللہ کامل اعتکاف میں گذرا۔ درمیان میں جو حالات پیش آتے عرض کرتا رہا۔

اس کے بعد چوتھا سفر ماہ مبارک گذارنے کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ۱۳۹۴ھ میں ہوئی۔ یہ رمضان المبارک بھی بحمد اللہ حضرت رحؒ کی صحبت میں اعتکاف میں گذارا۔

۱۳۹۵ھ میں پانچواں سفر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رمضان المبارک کے لئے حاضری کی سعادت ہوئی اور ماہِ مبارک کامل اعتکاف میں حضرتؒ کی معیت میں گذرا۔

چھٹا سفر ۱۳۹۶ھ میں سہارن پور میں ہی ماہِ مبارک حضرتؒ کی خدمت میں اعتکاف میں گذرا۔

خلافت

اسی سال حضرت نے بذریعہ مکتوبِ گرامی نامہ اجازت مرحمت فرمائی۔ جس کی نقل یہ ہے:

عنایت فرمائم مولوی ہاشم سلمہٗ

بعد سلام مسنون تمہیں بیعت کی اجازت کا ارادہ تو بہت دنوں سے تھا۔ مگر یوں چاہوں تھا کہ مدینہ یا سہارن پور بالمشافہ ہوتی تو زیادہ اچھا تھا۔ مگر چند ماہ سے طبیعت زیادہ خراب ہے۔ موت و حیات کا اعتبار نہیں۔ اس لئے اس خط کے ذریعہ سے تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ بیعت کی درخواست کرے تو ضرور کر لیجیو مگر ایک نہایت اہم بات جس کو میں کئی سال سے تجربہ کر رہا ہوں کہ دوست واحباب اجازت کے بعد بہت مطمئن ہو جاتے ہیں اور یہ چیز بہت مُضر ہو رہی ہے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ تو ایسے لوگوں کی اجازت منسوخ کر دیتے تھے۔ اس کا بہت خیال رکھیں۔ مولوی یوسف متالا کو بھی یہ پرچہ دکھلا دیجیو کہ کام کرنے سے ترقی ہوتی ہے اور چھوٹ جانے سے تنزلی معلوم نہیں میرا رسالہ اکابر کا سلوک تمہارے یا یوسف متالا کے پاس پہنچا یا نہیں اگر کوئی مدینہ یا ہندوستان جانے والا ہو منگا

...لیجیو۔ ورنہ مولوی نصیر کو ایک خط لکھ دو کہ اکابر کا سلوک کے دو نسخے تمہارے پاس بھیج دیں اور اگر موجود ہو تو منگانے کی ضرورت نہیں مگر بہت اہتمام سے تم بھی مطالعہ میں رکھیو اور قاری یوسف کو بھی تقاضا کر دیجیو۔

حضرت شیخ الحدیث
بقلم
حبیب اللہ
۹/۵/۷۷
مدینہ طیبہ

اس کے بعد ساتواں سفر حرمین شریفین حج کے فریضہ کے لئے ہوا۔ ۱۳۹۸ھ سن میں ماہِ مبارک کے ۱۳ یوم مکہ مکرمہ گذار کر بقیہ رمضان حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں مدینۃ المنورہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ گذارا اور شوال کا اکثر حصہ مدینہ منورہ گذرا۔

آٹھواں سفر ہند کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رمضان المبارک گذارنے کے لئے ۱۳۹۹ھ میں ہوا۔

نواں سفر ساؤتھ افریقہ کا ۱۴۰۱ھ میں جب کہ حضرتؒ کا رمضان ساؤتھ افریقہ میں اسٹینگر میں ہوا۔

ان سارے اسفار میں بحمد اللہ اجتماعی انفرادی اعمال میں وقت گذرا اور اوراد واشغال جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم فرمائے ان ہی میں وقت گذرا۔ اللہ جل شانہٗ سیأت کو معاف فرمادے۔ تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل۔ کا یہ ناپاک مصداق ہے ورنہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس ناپاک پر ابتدا سے آخر تک شفقت ہی شفقت رہی۔ جذبی کیفیت کے بعد حضرتؒ گرامی ناموں میں بہت ہی

اہتمام کی تاکید فرماتے کہ اپنی صحت کا زیادہ خیال رکھیں مغزیات سے سر پر تیل مالش کا اہتمام کرتے رہا کریں وغیرہ شفقت آمیز خطوط حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے برابر آتے رہے۔ ان شفقت آمیز خطوط کو جب پڑھتا ہوں تو رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا پرتو حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں کامل معلوم ہوتا ہے۔ یہ تقریباً ۳۰، ۴۰ خطوط میں صحت کے خیال کی تاکید حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔

حضرتؒ کے چند ملفوظات

(۱) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا انداز بہت نرالا تھا۔ ایک دفعہ بندے نے کسی معمول کے ادا نہ ہونے کو لکھا حضرتؒ نے تحریر فرمایا کہ صبح کی چائے چھوڑ دو کتنا وقت ملے گا۔ معمولات رُوحانی غذا ہیں۔ اس کا چھوٹنا یا بے اعتنائی مناسب نہیں۔

(۲) ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میرے ایک دوست کُرتا گھٹنوں سے اُونچا پہنتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھو اس کا کُرتا میرے بنیان سے چھوٹا تو نہیں۔

(۳) ایک دفعہ واپسی کے مصافحہ کے موقع پر عرض کیا حضرت کچھ نصیحتیں فرمائیں تو حضرتؒ نے سر پر دستِ مبارک پھیرا اور یوں ارشاد فرمایا میرے پیارے معمولات پر پابندی اور میں نے ساری نصیحتیں اپنے رسائل میں لکھ دی ہیں ان کو اہتمام سے دیکھتے رہا کرو۔

(۴) ایک دفعہ بدگمانی کے علاج کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ فرمایا کہ اپنے عیوب پر نظر رکھا کرو اور دوسروں کی خوبیاں سوچا کرو۔

(۵) ایک دفعہ مجلس میں فرمایا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ساتھ سفر کر رہے تھے اس وقت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخؒ نے یہ نصیحت کی :

مرا پیر دانائے شہاب — دو انداز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ بر خود خود بین مباش — دیگر آں کہ بر دیگر بد بین مباش

(٦) جذبی کیفیت کے بعد اپنے وطن جو گواڑ سے رمضان المبارک میں حاضری ہوئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ اعتکاف کی اجازت نہیں زیادہ آرام کرو۔ بندے نے عرض کیا کہ حضرت اعتکاف تو کئی سال ہوئے الحمد للہ ترک نہیں ہوا۔ ارشاد فرمایا اجازت ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ آرام زیادہ کرو گے اور یوں ارشاد فرمایا کہ اب تو میں تمہیں عمر بھر نہیں بھولوں گا۔

وساوس پر اطلاع

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وساوس پر اطلاع بکثرت ہوتی تھی۔ اس سلسلہ کے دو واقع لکھتا ہوں۔

جب ١٣٨٣ھ میں اوّل حاضری سہارن پور ہوئی تو حضرت کے ساتھ ہی کھانا ہوتا تھا۔ جب ہفتہ ہو گیا تو صبح فجر کی نماز کے بعد مراقب رہتے اور اشراق کے وقت تشریف لے جاتے بندے نے ارادہ کیا کہ آج سے میں اپنا خود انتظام کر لوں گا۔ حضرت نے اُٹھتے وقت خلافِ عادت فرمایا کہ وہ مُوتی مہمان کہاں ہے میرے ساتھ ہی چائے کے لئے چلو۔

دوسرا واقعہ یہ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول بعد ظہر خطوط کے جوابات لکھوانے کا تھا۔ بندہ پیر دبا رہا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسی کے خط کا جواب لکھوا رہے تھے مفصل خطوط دعاؤں پر مشتمل جواب تھا۔ بندے کو خیال آیا کہ حضرت اور خطوط کے جواب تو مختصر لکھواتے ہیں اور ہدیہ کے جواب میں مفصّل لکھواتے ہیں یہ خیال گذر نا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دینا چاہیئے یا دعاؤں کے ساتھ بدلہ

دینا چاہیئے اور یوں ہی چھوڑنا نہیں چاہیئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں وقت کی حفاظت کا مسئلہ بہت اہم تھا۔ ایک روز حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حالات پوچھے اور قرآن پاک کے متعلق استفسار فرمایا کہ کتنے پارے حفظ ہو گئے۔ بندے نے بتایا کہ اتنے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الحسن سے فرمایا کہ کام یوں ہوتا ہے۔ کہ ابو الحسن نے بھی حفظ قرآن کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔

بندہ جب کبھی خطوط میں حفاظتِ اوقات اور مشغولی کو لکھتا تو حضرتؒ بہت ہی مسرّت کا اظہار فرماتے۔

حضرتؒ کی ادائیں

نیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اعتدال بہت پسند تھا چنانچہ ایک دفعہ فرمایا نہ چل کر گرنا ہے اور نہ دوڑ کر اکڑنا ہے بلکہ اعتدالی کی راہ چلا کرو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا بھی اہتمام تھا کہ اسباقِ حدیث باوضو پڑھیں اور کوئی حدیث چھوٹنے نہ پائے۔ الحمد للہ دونوں چیزوں پر عمل رہا۔ اسی کی برکت ہے کہ الحمدللہ ہمیشہ اب تک باوضو ہی درس دیا اللہ جل شانہٗ آئندہ بھی اسی پر استقامت نصیب فرمادے اور قبول فرمادے اور اپنی رضا نصیب فرمادے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بخاری شریف کے درس سے پہلے دو چیزوں کا بہت ہی اہتمام دیکھا کہ وضو فرماتے ہیں اور عطر بکثرت استعمال فرماتے ہیں اور وقت پر اہتمام سے پہنچ جاتے۔ ٨٥ھ میں جب دورۂ حدیث ہوا تو پورا سال برابر یہ دیکھا۔ اِدھر حضرت مسجد کلثومیہ میں تشریف لاتے اُدھر مدرسے کا گھنٹہ بجتا اس کے خلاف کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں یہ بھی دیکھا کہ دارالحدیث تک جانے اور آنے میں

ہمیشہ نیچی نگاہ رکھتے دیکھا کبھی نہیں دیکھا اِدھر اُدھر نظر گئی ہو اور متواصل الحزن کی کیفیت دیکھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بھی دیکھا جب بھی کسی نے بیعت کی درخواست کی اور حضرتؒ نے بیعت فرمالی۔ پھر اسی نے ہدیہ دیا تو قبول نہیں فرمایا۔ اور یوں فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کا معاوضہ ہو جاتا ہے۔

۱۳۸۲ھ میں جب ابتدائی سہارنپور حاضری ہوئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تمام نمازوں میں لمبی لمبی نفلیں پڑھتے دیکھا کہ ظہر کی سُنتیں بھی بہت لمبی ہوتی تھیں ظہر کے بعد سنت نفل بھی بہت طویل ہوتی تھیں۔ مغرب کے بعد اوابین میں تقریباً گھنٹہ صَرف ہو جاتا تھا بعد عشاء دیر تک نوافل پڑھتے دیکھا تو بندے کو خیال ہوا کہ بندہ حافظ نہیں ہے تو کس طرح نوافل بھی پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ حفظِ قرآن کا شوق ہوا اور سب سے پہلے پارہ عم یاد کیا اور نوافل میں پڑھتا پھر ۲۹ واں پارہ یاد کیا اور نوافل میں پڑھتا تھا۔ بقرعید کی چھٹیاں تھیں۔ غالباً ۱۰ روز کی بندہ نے سوچا کہ ان چھٹیوں میں ۲۸ واں پارہ یاد کر لوں الحمد للہ اسی چھٹی کو غنیمت سمجھا اور ۲۸ واں حفظ کر لیا۔ الحمد للہ بقیہ قرآن بھی برطانیہ میں آکر ختم کر لیا۔ اللہ جل شانہ اپنے پاک قرآن کو اپنے سینہ میں محفوظ فرمادے اور ہمیشہ ذوق وشوق کے ساتھ تلاوت کی توفیق مرحمت فرمادے۔

اس ناکارہ کا قرآن مجید کا حفظ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور دُعا کا اثر ہے۔

دورۂ حدیث کے بعد یک سالہ قیام میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اشغال کے ساتھ حفظِ قرآن بھی تجویز فرمایا۔ بعد مغرب اوابین کے بعد یا عشاء کی نوافل کے بعد قرآن پاک کی کچھ آیات بندے نے پڑھی اور حضرتؒ نے

دُعا فرمائی۔ حضرتؒ کے الفاظ اب تک یاد ہیں فرمایا کہ بھائی دُعا کرو ان کے حفظ کو اللہ جل شانہ نہایت ہی سہولت کے ساتھ نہایت ہی عافیت کے ساتھ تکمیل کو پہنچائے۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ نوافل میں پڑھتے رہا کرو۔ یہ قرآن پاک کو محفوظ کر لینے کے لئے مجرب ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قریبی نسبی یا علمی حادثہ اموات کے موقع پر متوجہ الی اللہ ہونا اور دوسروں کو متوجہ کرنا حضرت اقدس کی عادت مبارکہ تھی۔

رمضان المبارک میں علامہ ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حادثہ کی خبر پہنچی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ علامہ ابراہیم بلیاویؒ کا وصال ہوگیا۔ دُعا کرو اللہ جل شانہ ان کا نعم البدل نصیب فرمادے۔ پھر فرمایا کہ اب تو نعم البدل ملنا مشکل ہے۔

حضرت صوفی مولانا عبدالاحد صاحب زید مجدہم

اسم گرامی عبدالاحد۔ بمقام بریارپور۔ ڈاکخانہ بریارپور۔ وایا و ضلع سیتا مڑھی۔ صوبہ بہار۔ انڈیا۔

تربیت و تعلیم تاریخ و پیدائش ۱۹۳۴ء بچپن کی تعلیم گھر پر مکتب میں ہوئی عربی کی تعلیم شرح جامی تک مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں ہوئی بعدہ دورہ حدیث تک مکمل تعلیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ہوئی اور وہیں فراغت ہوئی۔ ہمارے آقا حضرت شیخ قدس سرہٗ بخاری شریف، ابو داؤد شریف کے استاذ بھی ہیں۔ اور حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی تربیت میں رہا۔ نکاح ۶۷ھ میں ہوا۔ کل اولاد گیارہ ہوئیں زندہ سات ہیں۔ دینی خدمات کا آغاز ۱۳۷۶ھ سے ہوا۔ اور ۹۹ھ تک رہا۔ بسلسلۂ تعلیم و اشاعت اب صرف ۱۴۰۰ھ سے اشاعت للّٰہ ہے۔

بچپن سے مکتب میں بحمدللّٰہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سایۂ عاطفت اور تربیت میں رہا۔ قید و بند کی زندگی گذری۔ ہمارے والد رحمۃ اللہ علیہ قدرے تعلیم یافتہ تھے لیکن دینی معلومات اور جذبہ دینی کافی تھا اللہ رب العزت ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ یہی حال میری والدہ مرحومہ کا تھا والد صاحب کی شدید سختی کے باعث دیگر مواضعات کے رشتہ داروں اور علاقوں سے بالکل نابلد رہا۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کبھی سینما وغیرہ لہو ولعب سے وابستہ نہیں رہا مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں بھی دینی ماحول رہا۔

شیخ تو میں خود ہوں اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم میں داخلہ لیا اولاً حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی صحبت نصیب ہوئی۔ حضرتؒ بھی کڑی نگرانی فرماتے تھے مدرسہ میں وہ لڑکے جو حضرت شیخ قدس سرہٗ کے یہاں روزانہ بعد عصر مجلس جایا کرتے تھے عجیب واقعہ ہوا۔ ان لڑکوں نے مجھ سے کہا کہ چلو شیخؒ کے یہاں، میں نے تعجب سے کہا کہ شیخ کا کیا مطلب شیخ تو

میں خود ہوں (ذات کے اعتبار سے) سب ہنسنے لگے چونکہ کبھی شیخ لفظ بزرگوں کے لئے نہیں سُنا تھا۔ ان لوگوں کے اصرار پر میں ان کے ہمراہ مجلس میں گیا میں نے کچے گھر کے داخلی دروازہ پر قدم رکھا ہی تھا کہ حضرت بے ساختہ مسکرانے لگے اور میری عجیب حالت ہوئی۔ میں نیا آدمی شرمندہ شرمندہ ہو کر بیٹھ گیا اور پسینے پسینے ہو گیا اور اہل مجلس بھی حیران تھے بہر کیف مجلس برخاست ہوئی میں شرم کے مارے بیٹھا رہا اور حضرت مسکراتے رہے۔ بعد میں میں چلا گیا۔ لیکن عشق ہو گیا۔ روزانہ مجلس کی حاضری لازمی ہو گئی۔

علاقۂ بہار ہمارے علاقہ و مضافات و بستی میں باوجودیکہ مدارس کی کثرت سے دینی علوم سے واقف اور اسلامی عقائد سے کسی قدر سب آشنا ہیں لیکن اہل ہنود کے ماحول و رسم و رواج کا اس قدر گہرا اثر ہے کہ عالموں کے افہام و تفہیم کا قدرے اثر نہیں ہے صحیح العقیدہ فی صد ایک بھی نہیں شرک کا غلبہ ہے اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

تعلیم کیساتھ تبلیغ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سے عشق تو پہلے ہی تھا۔ مدرسہ مظاہر العلوم میں داخلہ کے بعد رمضان المبارک کے موقعہ پر مدرسہ سے لڑکے ہر سال تبلیغ میں نظام الدین جایا کرتے تھے اس سال بھی حضرت مولانا امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے لڑکوں کے نظام الدین جانے کا مشورہ تشکیل فرمایا۔ حضرت مولانا نے مجھ سے بھی فرمایا میں نے عرض کیا حضرت۔ مجھ پر افلاس غالب ہے اور شدید خارش کا شکار ہوں لیکن مولانا نے خوب سمجھایا میں بڑے تڑپ کے ساتھ تیار ہو گیا۔ لیکن جیب خالی، ٹوپی پھٹی ہوئی نظام الدین پہنچا۔ ہم سب طالب علموں کو کافی بھوک لگی ہوئی تھی۔ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے کھانے کا نظم فرمایا سامنے کھانا آیا تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے خوب کھایا۔ لیکن صورتِ حال یہ تھی کہ کئی ہفتہ کی تنوری روٹی سوکھی ساکھی تھی چبا چبا کر سبھوں نے خوب کھایا۔ ماشاءاللہ اس وقت تو مرکز میں نعمتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ بہر کیف مولانا یوسف صاحبؒ نے ہم طلبہ کی جماعت کا امیر منشی اللہ دتہ کو بنا کر علاقہ میوات میں بھیج دیئے۔ اللہ حفاظت

فرماتے وہاں ایسی گرمی کہ طلبہ کی حالت ابتر ہوگئی۔ وقت گذرتا رہا۔ ایک دن ایسی نوبت آئی کہ ہم سب کو پیاس لگی میں نے لوٹے سے پانی پی لیا۔ ہمارے ساتھی نے اس لوٹے کا کل پانی پھینک دیا یہ کہہ کر اس کے بدن سے بو آرہی ہے۔ واقعی بات تھی مجبوری کے باعث میں بہت مغموم ہوا۔ رات کو تہجّد کے بعد خوب رویا اور اللہ رب العزّت سے میں نے خوب رو رو کر عرض کیا کہ اے اللہ میری ایسی ابتر حالت ہے اس کے بعد سوگیا۔

خواب میں اور بیداری میں سہارن پور کی ترغیب

خواب میں دیکھا کہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں ہوں صبح کا وقت ہے حضرت مدنیؒ تشریف لائے ہیں وہ روڈ پر ہیں میں اور حضرت شیخؒ دونوں حضرت مدنیؒ کے استقبال کے لئے کچے گھر سے روڈ پر آئے حضرت مدنیؒ سے حضرت شیخؒ نے مصافحہ معانقہ فرمایا اور میں نے بھی مصافحہ کیا۔ اس کے بعد حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اے عبدالاحد تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں اتفاق سے میں نے جیب میں ہاتھ دیا تو پیتل کے دو آنے پیسے نکلے حضرت کو دیا حضرت نے وہ شیخ الحدیث کو دے کر فرمایا کہ میرے کپڑے دھلوادیں اور مجھ سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ تفریح کے لئے باغ میں چلو بس آنکھ کھل گئی۔ ہاں اب تو حال یہ ہوا کہ امیر جماعت سے میں نے اصرار پر اصرار کیا کہ میں سہارنپور جاؤں گا۔ جماعت میں دل بالکل نہیں لگتا تھا۔ عجیب بے قراری سی کیفیت تھی۔ انہوں نے مجبوراً نظام الدین کا کرایہ دیا میں نظام الدین حاضر ہوا تو حضرت مولانا صاحب سے پوری بات کہی حضرت نے سمجھا بجھا کر میواتی جماعت کا امیر بنا کر میرٹھ مجھے بھیج دیا اور اندازاً پندرہ روپے کرائے کے لئے دیئے جب میرٹھ کی جامع مسجد میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک جماعت حلقہ بنائے ہوئے باادب بیٹھی ہوئی ہے اور ایک بزرگ سفید داڑھی شریف تشریف فرما ہیں میں نے سلام و مصافحہ کیا۔ انہوں نے برجستہ یہ فرمایا کہ تم یہاں کیوں ہو سہارنپور جاؤ اب تو اور بے قراری بڑھی کیونکہ ان بزرگ سے

کبھی کوئی ملاقات نہیں تھی۔ خواب کی تصدیق ہوتی ہے میں نے میواتی جماعت سے کہا کہ آپ حضرات نظام الدین جائیں۔ میں سہارنپور جاؤں گا آپ لوگوں نے حضرت کی بات سنی ہے جماعت نے کہا حضرت مولانا یوسف صاحب ناراض ہونگے۔ میں نے ان حضرات کو سمجھا کر رخصت کیا۔

حضرت کی خدمت کی ابتداء

اور سہارنپور عصر کے وقت حاضر ہوا ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہٗ دفتر کی مسجد میں نماز عصر کے لئے کچے گھر سے تشریف لا رہے تھے میں پیچھے ہولیا جب حضرت رح نے جوتا قدم مبارک سے نکالا تو میں نے جلدی سے اٹھالیا پھر کر فرمایا اے بچے تم کہاں پڑھتے ہو اور کیا پڑھتے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت مظفر پور بہار کا رہنے والا ہوں مدرسہ سہارنپور میں پڑھتا ہوں۔ درس میں شرح وقایہ وغیرہ ہے حضرتؒ نے فرمایا ابھی تمہارا کھانا مدرسہ سے جاری نہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا میں تو ابھی دہلی سے آرہا ہوں آپ نے فرمایا افطاری کی دعوت ہے تم میرے یہاں آجانا۔ میں بعد مغرب حضرت ہی کے ساتھ کچے گھر میں گیا۔ حضرت نے خوب کھلایا۔ اس کے بعد فرمایا سحری بھی یہاں آکر کھالینا۔ میں سحری کے وقت حاضر ہوا۔ حضرت نے خوب کھلایا اور فرمایا اے بچے تم کچے گھر میں رہوگے میں نے عرض کیا حضرت کی اجازت ہو تو ضرور رہیں گے حضرتؒ نے فرمایا جاؤ بستر لے آؤ میں تو مارے خوشی کے جھومتا ہوا مدرسہ سے بستر وغیرہ لے آیا اور کچے گھر میں مقیم ہوگیا۔ خواب کی تعبیر یوں پوری ہوئی۔ اور حیرانی دُور ہوئی اللہ کا شکر ہے۔

خدمت ۱، ۲، ۳

میرے ذمّے حسب ذیل کام تھا:
(۱) بعد نماز عشاء سر پر تیل لگانا (۲) علی الصباح مہمانوں کے لئے پاپا کا انتظام کرنا (۳) فجر کی نماز کے لئے بدن مقدس داب کر اٹھانا اسی میں حضرت کا روزانہ معمول تھا کہ آج تم نے کوئی خواب دیکھا ہے یا نہیں جب میں کوئی خواب دیکھتا اس وقت بیان کرتا اور حضرت تعبیر دیتے اور یہ بھی دریافت فرماتے کہ تہجّد پڑھتے

ہو کہ نہیں۔ میں اس کا بڑا عادی تھا بلکہ مولانا نصیر الدین صاحبؒ کو تہجد کے لئے اٹھاتا تھا حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ اور کئی افراد کو اٹھاتا تھا۔

خواب میں راہنمائی اور حضرت رائے پوریؒ سے بیعت

ایک دن میں نے تہجد کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ مولانا عبد القادر صاحب رائے پوریؒ کے یہاں گیا ہوا ہوں میں حضرت سے ملنے اندر جانا چاہتا ہوں خادم جانے نہیں دیتے حضرت کو علم ہو گیا۔ حضرتؒ نے خادم سے فرمایا کہ اس کو آنے دو جب میں اندر گیا تو دیکھتا ہوں۔ کہ آسمان سے کھٹی میٹھی چیز اتر رہی ہے حضرت نوش فرما رہے ہیں اور مجھے کھلا رہے ہیں جب میں آسودہ ہو گیا تو فرمایا کہ جاؤ حضرت شیخؒ سے حسب دستور سابق دابنے کے وقت دریافت فرمایا۔ میں نے خواب بیان کیا حضرت نے تعبیر یہ بیان فرمائی کہ تم ان سے بیعت ہو جاؤ میرا مشکوٰۃ کا سال تھا۔ اتفاق سے میں فجر کی نماز پڑھ کر کچے گھر میں آیا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت رائے پوری تشریف لائے ہوئے ہیں میں نے جلدی سے مسجد میں جا کر حضرت شیخؒ کو خبر کیا۔ حضرت فرطِ مسرت میں جھومتے ہوئے تشریف لائے کچے گھر کے اول دروازہ پر گئے تو حضرت رائے پوریؒ کے بھتیجے مولانا عبد الرحمان صاحب ملے حضرت نے فرمایا کہ جب تک میں اندر سے آتا ہوں عبد الاحد کو لے جاؤ اور بیعت کرا دو۔ مولانا عبد الرحمٰن صاحب لے گئے اور حضرت سے بیعت کی درخواست کی اور کہا کہ حضرت شیخؒ نے اجازت دی ہے۔ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ خود حضرت شیخؒ بیعت کریں گے مولانا عبد الرحمن صاحب نے پھر شیخ سے فرمایا اس پر حضرت شیخ تشریف لائے اور بیٹھے اور حضرت رائے پوریؒ سے فرمایا کہ آپ بیعت فرمائیں میں اجازت دیتا ہوں۔ اس پر حضرت رائے پوریؒ نے بیعت فرمایا۔ حضرت شیخ نے فرمایا حضرت اس کو وظیفہ بتلا دیں حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا ابھی نہیں صرف خلوص سے پڑھے حضرت شیخؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ

دیکھو تمہارے خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔ میں نے عرض کیا حضرت میں نے تو ہمیشہ سے آپ کے لئے دعا کی تھی۔ آپ نے فرمایا ان میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

خدمت ۴ کے ۵ اور اُستاذ و غلام

معمول ۴ جمعہ کے دن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اور امی جان کا کرتا وغیرہ دھوتا بڑی عسرت اور تنگی کا دور تھا حضرت پر اس وقت تیس ہزار کا قرض تھا۔ ۵ کچھ دنوں تک برادر عزیز مولانا طلحہ صاحب مدظلہ کو حفظ قرآن کرانا کچھ دنوں کی قید اس لئے لگائی کہ میرا تعلیمی حرج ہونے لگا۔ حضرت نے حافظ صدیق صاحب کو مبلغ تیس روپے پر محض برادر عزیز کے لئے ملازم رکھا برادر عزیز طلحہ کا کیا کہنا یہ تو پیدائشی ولی صفت اور سراپا ولی ہیں پڑھاتے وقت تک تو استاذ اس کے بعد ان کا غلام۔

حضرت کی خصوصی شفقتیں

ہمارے شیخ نے کبھی کسی کی تقریر یا بازار یا کچے گھر سے باہر رہنے کی اجازت نہیں دی۔ ایک مرتبہ محلہ بنجاران میں حضرت قاری طیب صاحب کی تقریر تھی لڑکوں کے ساتھ میں چلا گیا آنے پر ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہٗ و برد اللہ مضجعہٗ نے فرمایا کہ کیا مجھ سے اچھی تقریر کرتے ہیں کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ عشق کا یہ عالم تھا کہ حضرت کو بغیر دیکھے چین نہیں آتا تھا۔ حضرت کے اگلے ہوئے پان اکثر کھایا کرتا تھا آہ میرے شیخؒ۔ حضرت شیخ اس قدر محبت فرماتے تھے کہ اپنے دستِ مبارک سے روزانہ دسترخوان پر کھلاتے تھے۔ ایک مرتبہ یرقان کا مرض ہو گیا حضرتؒ بذاتِ خود بدن دابتے تھے اور فرماتے تھے پیارے کون دابے گا۔ حاجی بدھوؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ عبد الاحد تو لڑکے کی طرح ہے آپ نے فرمایا ہاں جی صحیح ہے اللہ رب العزت ہمارے شیخ کو غریقِ رحمت فرمائے ہر اعتبار سے اصلاح فرمائی۔ ایک مرتبہ لکھنؤ سے سپید آم کے کئی ٹوکرے آئے میں نے بھی التفات نہ کیا ہفتہ عشرہ کے بعد حضرتؒ نے فرمایا عبد الاحد دیکھو ان ٹوکروں میں کیا ہے سبھوں کو کھولا نصف کے قریب آدھا سڑا ہوا آدھا اچھا حضرتؒ نے فرمایا اچھے کو علیحدہ کرو اس کے بعد فرمایا کچھ گھر دے دو باقی اپنے استاذوں کو پہنچا دو۔ استاذ شفقت کریں گے چونکہ میں طالبِ علم تھا عرض کیا حضرتؒ اچھے آم تو تقسیم

کردیئے ہم لوگ کیا کھائیں گے آپؒ نے فرمایا شانے کو پکڑ کر پیارے ہرگز ایسا خیال نہ کرنا اپنا کھایا ہوا سڑ گل جاتا ہے غلیظ ہو جاتا ہے اور دوسروں کو کھلایا ہوا باقی رہتا ہے اور بڑھتا ہے۔ عشاء کے بعد جب سب چلے گئے تو فرمایا کہ کواڑ بند کرو اور لگن لاؤ۔ اس میں سڑے ہوئے آم کو رکھوا اور دھوؤ میں حسب حکم دھو کر لایا۔ آپ نے چھری سے سڑے ہوئے کو کاٹ کر الگ کئے اس کے بعد ہر آم کو کچھ خود تناول فرماتے اور دیتے اور فرماتے کھاؤ اسی طرح کل آم حضرتؒ اور میں نے کھائے۔ حضرتؒ کے بدن اطہر کے ملبوس کپڑے اور ٹوپی اور جوتے بھی کثرت سے پہنے ہیں۔ حضرتؒ کے سامنے بلا تعین ذکر بالجہر میں کرتا تھا حضرت انکار کے بجائے خوش ہوتے تھے لیکن حضرت کا رعب بھی اس قدر تھا کہ باوجود ہمہ وقت ساتھ رہنے کے کانپتا رہتا تھا۔ کبھی بے اعتنائی پر تھپیڑ بھی رسید فرماتے تھے اور روپیہ بھی عطا فرماتے تھے اور مجلس میں اس کا ذکر فرماتے اور خوب مسکراتے تھے۔

حضرت شیخؒ جب پٹائی فرماتے تھے تو دن رات ہمہ وقت انعامات و توجہ کی بارش ہوتی تھی اور اپنے حصّہ کی چائے میں سے نصف پیالی چائے مرحمت فرماتے۔ اور ارشاد فرماتے کہ لو میں نے مارا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ اور کافی روپے جمع کر لیتا تھا۔ اور فرماتے تھے پیارے دوستی مت کر۔ اپنی کتابوں سے رشتہ جوڑو تعلیم ہی سے اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مضبوط رشتہ جڑتا ہے۔ میرا حال یہ تھا کہ کتابوں کے تکرار میں کبھی شام کا کھانا بھول جاتا تھا تو حضرت شیخؒ یاد دلاتے اور بڑے اہتمام سے کھانا گرم کروا کر کھلاتے تھے۔ حضرت شیخؒ کا احسان لاتعداد و لاتحصیٰ ہے۔

حضرت کے علاوہ اصحاب خانہ کے عطیات

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ تعلیمی سال میں جب بھی رمضان المبارک میں گھر آتا تھا تو آمد و رفت کا کرایہ اور راستہ کا کھانا پکوا کر عطا فرماتے تھے۔ اور ایک سو مدینہ پاک کی کھجور میرے واسطے اور ایک سو بی بی کے واسطے

اور دو تسبیحیں اور زمزم دیا کرتے تھے اور رخصت کرتے وقت یہ دو شعر فرماتے تھے۔ معانقہ مصافحہ کے وقت دونوں رو رہے تھے۔

تمہاری جو ہم بن گذرتی ہو خوش | ہماری بھی تم بن گذر جائے گی
طبیعت کو ہوگا قلق چند روز | بہلتے بہلتے بہل جائے گی

گھر سے والد صاحب مجھے کوئی امداد نہیں کرتے تھے۔ پورے کفیل ہمارے حضرتؒ تھے۔ گھر آتے وقت مولانا اکرام الحسن صاحب جو والد ہیں۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کے پندرہ روپے دیتے تھے۔ اور امی جان دس روپے اور حضرت کی شہزادیاں پانچ روپے دیتی تھیں۔ چنانچہ امی جان کا عطیہ مبارک تو اب تک جاری ہے۔

تعلیم اذکار

ذکر کے لئے عرض کیا تو حضرتؒ نے فرمایا۔ کہ تو حضرت رائپوریؒ کے یہاں جو ابتدائی معمولات تھے وہی کر۔ حضرت نے تبلایا کہ درود شریف کی تین تسبیح اس طور پر کہ گویا تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر سنا رہے ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہوں۔ اور تیسرا کلمہ اس طور پر کہ اللہ رب العزت ہمارا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور استغفار کی تین تسبیح اس طور پر کہ اپنے سابقہ گناہوں کو سامنے رکھے۔ اللہ جل شانہ کا شکر ہے بڑا ہی فائدہ ہوا۔ شروع میں تو حضرتؒ سے بار بار عرض کیا کہ حیران ہو جاتا ہوں قلب میں درد ہو جاتا ہے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ حضرتؒ نے تسلی دی اور فرمایا اللہ مدد کرے گا۔ کرتے رہو۔ حضرت کی برکت سے اتنی حلاوت آنے لگی کہ تین تین گھنٹے لگ جاتے تھے حضرتؒ نے بعد رمضان گھر آنے کے وقت کھجور اور پانچسو روپے بھر دیئے اور معتکف حضرات نے حضرت کے دیکھا دیکھی کئی آدمیوں نے دیئے۔ قریب اسی سال پانچ ہزار روپے ہوئے اور حضرتؒ نے مصافحہ کے بعد فرمایا کہ آئندہ سال جب میں سہارنپور آجاؤں تو تم فوراً چلے آؤگے میں گھر آکر مدرسہ گیا۔ ذکر کا اتنا شوق بڑھا کہ بارہ تسبیحات اور دیگر معمولات وغیرہ میں نے شروع کر دیا۔ بغیر اجازت شیخؒ کے لیکن پریشانی رہی کہ ایسا نہ ہو کہ حضرت ناخوش ہوں میں نے مدینہ منورہ عریضہ ارسال خدمت کیا حضرتؒ نے بڑی مسرت اور خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ

اس کے ساتھ ساتھ پاس انفاس شروع کر دینا اور دعا دی۔ ہاں اس سال سے ہر سال حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ چار پانچ ہزار روپے عطا کیا کرتے تھے اللہ جل شانہ ہمارے حضرتؒ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں رکھے آمین۔

ہمارے حضرت اس ناکارہ کو گاہے مارپیٹ کر، گاہے تیز نگاہ فرما کر اکثر و بیشتر محبت و پیار کرتے تھے۔

حضرتؒ کا اتباعِ سُنت

ہمارے حضرت توسراپا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے ایک قدم بھی سنت کے خلاف نہیں اٹھتا تھا اور نہ اپنے خادم کو خلاف سنت دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ میرے زنجیر والا بٹن کرتے میں لگا ہوا تھا حضرتؒ نے شانہ پکڑ کر فرمایا کہ پیارے کب سے انگریز بن گئے بحمد للہ فوراً نکال کر پھینک دیا۔ اور آج تک پہننے کی نوبت نہیں آئی۔ سنت کے خلاف حضرت کا جسم مبارک برداشت نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے جوتا بائیں پاؤں پہنانا شروع کیا بیساختہ حضرت نے زور سے پاؤں مارا۔ فوراً میں سمجھ گیا پھر دائیں سے شروع کیا۔ میرا حضرتؒ سے باپ اور بیٹے کا تعلق تھا۔ ہمارے حضرت کی ہر آن اللہ رب العزت کے حضور میں باادب نشست و برخاست تھی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا تھے بیکاری تو بھٹکی نہیں تھی۔ ہر آن خلوص اور اپنے پر دوسروں کی ترجیح کا سبق دیا کرتے تھے۔

خلافت

سنہ ۹۸-۹۹ ۱۳ھ میں رمضان المبارک کے چاند سے ایک روز قبل بسلسلۂ اعتکاف سہارنپور دار جدید کی مسجد میں سخت تقاضا کیا تو حضرت نے بلوایا اور فرمایا کہ تم کہاں تھے شدید انتظار ہی تھی میں نے تمہیں خلافت دی بیعت کرو اور کافی دعائیں دیں اور پورے ماہ بدن پر دم کرتے رہے اور اپنے پاس مراقبہ اور ذکر کراتے رہے اور ایک ہزار روپے دیئے اور ہمیشہ فرماتے تھے بھائی کچھ کر لو میں نے عرض کیا حضرت مرنے کے بعد اپنی غلامی میں رکھیں آپ نے فرمایا اللہ جل شانہ ضرور رکھے گا اور فرمایا دیکھو جب تم تھے میں کھا سکتا تھا تو اتنے انعامات الٰہی نہیں تھے اب جب میں نہیں کھا سکتا ہوں

تو میرے لئے یہ سب بیکار ہیں میں بدن دبانا چاہتا تھا۔ فرمایا کہ اب کیا دباؤ گے۔ پرے ہٹ کر ذکر کرو۔

حج پیسے پر موقوف نہیں

حضرت کی یہی خواہش رہتی تھی۔ کہ عبدالاحد ہر سال میرے پاس ہی آیا کرے اور بہت زیادہ خوش ہوتے تھے اور کبھی ہر دعوت پر اپنے ہاتھ سے کھلایا کرتے تھے میں جھجکتا تو فرماتے تھے بیوقوف کھالو کون کھلائے گا۔ واقعی اب میرے لئے تو اندھیر ہو گیا اب کہاں جاؤں اس بیوقوف نالائق کو کون پوچھے گا اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت قدس سرہٗ کو اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب مرحمت فرمائے انہیں کا مالا جپتا ہوں تصور شیخ سے ہماری جسمانی و روحانی صحت ہے حج کا اشتیاق ہے مگر افلاس سے مجبوری ہے حضرتؒ ہمیشہ بذریعہ خط یہی فرماتے تھے کہ کثرت درود کرو اللہ ضرور کرائے گا "حج پیسے پر موقوف نہیں"۔ اب تو ہر سال حضرت کی عدم موجودگی میں دہلی قصاب پورہ میں رمضان کیا کرتا ہوں بھائی دوست محمد صاحب کا کرم رہتا ہے اعتکاف کرتا ہوں ہائے ہمارے شیخ رحؒ۔

اہلِ تصنیف سے محبت

حضرت نے مجھے تصنیف و تالیف کے لئے زور دیا میں اس کے لائق نہیں تھا۔ لیکن حضرت کو واقعی تصنیف و تالیف کا بڑا ذوق اور اس کے اہل سے بڑی محبت تھی۔

مودودی و معتزلہ

زیادہ تر جماعت اسلامی کے متعلق حضرت مدنیؒ سہارنپور حضرت شیخؒ سے مشورہ فرماتے تھے اور دونوں شدید مخالف تھے بلکہ حضرتؒ تو جماعت اسلامی کو معتزلہ کے برابر سمجھتے تھے اور ہمارے حضرت اپنے لوگوں کو اس جماعت سے خبردار رہنے کی ہدایت کرتے تھے اس سلسلہ میں حضرت زکریا قدوس کو جو قدیم باصلاحیت مدرس تھے۔ مدرسہ مظاہر العلوم سے برطرف کیا۔

مدرسہ اصلاح المسلمین

واقعی کبھی حضرت کی خواہش تھی چنانچہ مجھے فرمایا میں نے بھی اپنے یہاں اب جاری کیا ہے جو چل رہا ہے اس کا نام مدرسہ اصلاح المسلمین رکھا ہے مخلصین حضرات اس کی

بقاء کے لئے توجہ مبذول کرتے ہیں حضرت رح نے فرمایا کہ ہمیشہ اسلاف کے نقش قدم پر چل ہی کر مدرسہ میں فلاح وصلاح ہوگی اور طلبہ کی نگہداشت پر کڑی نگرانی رکھی جائے اس سلسلہ میں طلبہ کی انجمن وغیرہ کے سخت مخالف تھے۔

حضرت کا ذوق عبادت و تدریس

حضرت شیخ رح کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ نماز میں مشغولی کے بعد جسم میں حرکت نہیں معبود کے ماسوا سے بے خبر گریہ وزاری بدن اطہر میں لرزہ اور فراغت پر بہت مسرور نظر آتے تھے اور بڑے الفاظ فرماتے تھے۔ گرمی میں پسینے پسینے ہوتے تھے جاڑے میں بھی یہی حال تھا۔ درس کا یہ عالم تھا کہ باوجود کثرت تبحر کے روزانہ مطالعہ کر کے درس گاہ تشریف لے جاتے اور لڑکے باذوق و شوق نہایت طمانیت کے باادب بیٹھے رہتے ایک لڑکا عبارت پڑھتا آپ تقریر فرماتے اور ترجمہ کرتے اور دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے لڑکوں کے سوالات کے جوابات دیتے اور سوال پر بہت مسرور ہوتے قدر فرماتے کبھی دعوت فرماتے۔ سال میں دو مرتبہ حاضری ہوتی تھی۔ ایک سال کے پہلے سبق کے روز دوسری آخری سبق اخیر سال میں دوسرے مدرسین کے اسباق میں تو لڑکے غیر حاضر ہو جاتے تھے لیکن حضرت رح کے درس میں کبھی غیر حاضری نہیں ہوتی تھی۔ مسلسلات میں حضرت رح پنیر اور کھجور اپنے دستِ مبارک سے عطا فرماتے تھے ہر حدیث میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آتا آپ خود اور پڑھنے والے کو بہت تاکید فرماتے کہ صلی اللہ علیہ وسلم باوقار طور پر کہے۔

حضرت رح بر دستر خوان و بر مسند مشیخت

حضرت رح کا دستر خوان تو ایسا تھا کہ رحمت خدا کی برستی تھی اور سنت رسول اللہ کی حد درجہ پیروی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ یاد آتی تھی ہمارے حضرت رح پیار و محبت سے مہمانوں کو حسب مراتب باوقار آتارتے تھے اور اخیر تک دستر خوان پر تشریف فرما ہوتے تھے اور دستر خوان بھی ذکر سے خالی نہ ہوتا تھا۔ حالانکہ اس وقت بھی مقروض تھے اور میرا

حال یہ تھا کہ فرماتے تھے کہ پیارے مہمانوں کو کھلا کر کھاؤ بعد میں حضرت خود تناول فرماتے اور مجھے اپنے دستِ مبارک سے کھلاتے تھے مہمانوں کے اعزاز میں ذراسی تاخیر پر مولانا نصیر پر خفا بھی ہوتے تھے واقعی مولانا نصیر صحیح خادم تھے۔ اللہ تعالیٰ رفع درجات فرمائے۔

بر مسند مشیخت ہمارے حضرت رح ہمیشہ طالبین کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے اپنے دستِ مبارک پر بیعت فرماتے تھے۔ نصائح و پند کے ساتھ رخصت فرماتے تھے اور خلوص کی تلقین کرتے تھے اور ہر طالب اپنے آپ کو جنتی سمجھتا تھا اور آپ انکی باتوں کو نہایت غور اور محبت سے سنتے تھے اور کافی شافی جواب دیتے تھے اور اس کا وقت جمعہ کے دن ۸ بجے سے گیارہ بجے تک اور مجلس میں آخرت کا اور قیامت کا ذکر فرماتے اور یہ اشعار فرماتے: ؎

زنگا لے نہ چیندیا گند ھالے نہ سی — ارے کیا کیا کرے گی کھڑی دن کے دن
نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی — تو دیکھا کرے گی کھڑی دن کے دن

اس انداز سے حضرت پڑھتے تھے کہ مجمع چیخ چیخ کر رونے لگتا تھا اور خود حضرت رح بھی روتے تھے اور عشاء کے بعد والی مسجد میں خدام کے سامنے دینی باتوں کے ساتھ بڑے پیار سے تبرکات بھی خوب کھلاتے تھے۔ لیکن میں ایسا مست تھا کہ حضرت رح کے قصے اور اشعار عاشقانہ وغیرہ یاد نہ کر سکا۔ حضرت مجھ سے بہت خوش کن تفریح فرماتے تھے۔

اوّل خلفاء

حضرت کے خلفاء میں سے جہاں تک مجھے یاد ہے صرف حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی خلیفہ تھے۔ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی مدظلہ نے تبلیغی کاموں میں بڑی محبت اور مصائب جھیلے ہیں۔ حضرت بڑے خوش تھے جبکہ وہ حجاز میں تبلیغی کام انجام دے رہے تھے۔

حضرت مولانا

سیّد خلیل حسین صاحب زید مجدہم

پورا نام سید خلیل حسین لقب میاں صاحب۔ سید صاحب پتہ مہتمم مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دارالمسافرین دیوبند ضلع سہارنپور انڈیا فون نمبر دفتر ۳۹۵، رہائش گاہ ۳۹۴۔

تاریخ پیدائش

جمادی الثانیہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء

تعلیم وتربیت

تعلیم کی بسم اللہ جدّ امجد عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب محدّث نور اللہ مرقدہٗ نے فرمائی۔ اس کے بعد قرآن پاک کی تعلیم محلہ کے اپنے مدرسہ میں حافظ خورشید حسن صاحب سے حاصل کی.

یہ مدرسہ عہد شاہجہانی میں حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے ایک بزرگ سید غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے قائم فرمایا تھا اور اسی خاندان اہل بیت کے بزرگوں کی سرپرستی میں چلتا رہا. یہاں تک ۱۳۱۲ھ میں حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں آیا اور حضرت کے وصال کے بعد اب یہ مدرسہ "مدرسہ اصغریہ" کے نام سے فیض دوام اور شہرت قائم رکھتا ہے۔

فارسی تعلیم کی ابتدا بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کرائی اور اس کی تکمیل دارالعلوم دیوبند کے درجہ فارسی ریاضی کے استاد ماسٹر احمد حسن صاحب

سے جو حضرت میاں صاحب کے والد بزرگوار سید محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے اور خلیفہ محمد عاقل صاحب سے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے والد ماجد اور مشہور استاد فارسی حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ سے کی۔ مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تربیت میں نشو ونما پائی۔ حضرت میاں صاحب دارالعلوم دیوبند کے محدّث اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ اور اپنے نانا جان حضرت محمد عبد اللہ شاہ عرف میانجی مُنّے شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جانشین تھے۔ حضرت میاں جی منے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی نے دارالعلوم دیوبند کا سب سے پہلے سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ اس موقع پر اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

دارالعلوم کی بنیاد ایک ایسے بزرگ کے دستِ مبارک سے رکھی گئی ہے جن کے دل پر گناہ کبیرہ تو کجا گناہ صغیرہ کا وسوسہ نہیں گذرا۔

چنانچہ حضرت مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب کی زندگی پر ان بزرگوں کے پائیدار اثرات وراثتاً منتقل ہوئے۔ مولانا نے عربی درسیات کی تکمیل دارالعلوم دیوبند میں فرمائی اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ طبیعت زمانہ تعلیم ہی سے احسان وسلوک کی طرف مائل تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی حاضری ہوئی۔

نکاح

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خصوصی حضرت مولانا ہادی حسن صاحب جو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے احباب میں سے تھے ان کی پوتی سے کھجناور میں نکاح ہوا۔ حضرت مولانا موصوف کے یہاں ایک صاحبزادی فاطمہ۔ تولد ہوئیں اور ان کا خطبہ نکاح حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ

نے مولانا ہی سے پڑھوایا اور کلمات ایجاب حضرت شیخ الحدیث رح نے کہلوائے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایجاب خود کرایا تھا۔ صاحبزادی محترمہ فاطمہ ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں۔ ان کے دو صاحبزادے سید محمد عابد سید محمد زاہد انشاء اللہ حضرت مولانا موصوف کی یادگار ثابت ہونگے۔

دینی خدمات

حضرت مولانا کی دینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مدرسہ اسلامیہ اصغریہ جو آپ کی جدوجہد اور قربانیوں کی عظیم یادگار ہے۔ آپ ہی کے زیر اہتمام قرآن پاک کی معیاری تعلیم اور دعوت وتبلیغ کی خدمات میں قوت واہتمام کے ساتھ ترقی کی منزل میں گرم سفر ہیں۔ ذاتی حالات اور فضل و کمالات کے سلسلہ میں چند قابل ذکر باتیں ایک کتاب "دیوبند کے چند بزرگ" میں شامل اشاعت ہیں اس کے چند اوراق ہمرشتہ مکتوب ہیں۔ دیوبند اور اس کے آس پاس کے علاقے میں جس قدر بھی دین کی فضا ہے اس میں حضرت مولانا موصوف کی مساعی جمیلہ اور ان کی خدمات کا قابل قدر حصہ ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رح سے تعلق

حضرت مولانا موصوف تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۵۲ء سے پہلے ہی جماعتوں کے ساتھ دعوتی جدوجہد اور دینی محنت میں حصہ لینے لگے تھے۔ دیوبند کے اطراف میں جو تبلیغی اجتماعات حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات میں ہوا کرتے تھے اور ان کی کامیابی کے لیے مولانا کی سخت محنت ہوا کرتی تھی اس پر حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت تعلق رکھتے تھے اور بہت خصوصی معاملہ فرماتے تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضری ہوا کرتی تھی حضرت شیخ رح بھی اولاً تو اس وجہ سے کہ ہمارے خاندان اہل بیت کے بزرگوں سے تعلق رکھتے تھے اور مولانا موصوف اِسی خاندان کے ایک فرد ہیں۔ دوسرے اس

بنیاد پر کہ دعوتی جدوجہد میں نمایاں کام کر رہے تھے۔ خوب محبت اور غایت شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔ اور خوب خوب دعائیں دیتے تھے اِسی دوران ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم جمعہ کے روز ضرور آنا۔ چنانچہ مولانا موصوف ہر جمعہ کو پابندی کے ساتھ حاضر ہوتے رہے۔ اور اس کے علاوہ دنوں میں بھی اکثر وبیشتر حاضری ہوتی تھی۔ اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے خصوصی معاملہ کو ہم بھی دیکھتے تھے۔

بیعت وخلافت

مولانا موصوف زمانہ طالب علمی میں اپنے دادا جان عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت تھے اور چاروں سلسلوں میں وابستہ تھے البتہ سلسلہ قادریہ کو اوّلیت حاصل تھی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال کے بعد تعلیم سے فراغت پر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے وابستگی کے بعد تربیت واصلاح کا تعلق بھی حضرت ہی سے رہا البتہ اگر کبھی حضرت شیخ رح سے بیعت کے لیے عرض کرتے تو حضرت فرما دیتے کہ ضرورت نہیں میرا جو تعلق تم سے ہے وہ تم کو بھی معلوم ہے وہی کافی ہے۔

حضرت شیخ رح سے مولانا کا تعلق و ربط تو اُس وقت سے ہی تھا جب حضرت شیخ الحدیث رح حضرت شیخ الاسلام رح کے پاس اور دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے موقع پر دیوبند میں تشریف لائے تھے لیکن ۱۹۵۲ء کے قریب سے خصوصیت کے ساتھ حضرت شیخ رح کی نگاہ شفقت و توجہ مولانا موصوف کی طرف مبذول ہوئی اور یہ تعلق کم و بیش چوتھائی صدی تک تا حیات حضرت شیخ رح قائم و دائم رہا۔

پھر ۱۹۸۱ء میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسٹینگر کا سفر پیش آیا اور مولانا موصوف کو بھی اس سفر میں حضرت شیخ رح کی صحبت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور پورے ماہ رمضان المبارک میں اسٹینگر کی جامع مسجد میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ اعتکاف فرمایا۔

اس مرتبہ مولانا پر حضرت کی توجہ و عنایت بیش از بیش تھی اور روزانہ ہی کسی نہ کسی انداز میں حضرت اپنی شفقت و محبت کا اظہار فرما دیتے تھے اور بہت خصوصی معاملہ فرماتے تھے۔ بالآخر اخیر عشرہ میں حضرت شیخ رح کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے دیا اور بیعت کے ٹھیک سات دن بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نماز عشاء اور تراویح سے فراغت کے بعد "سید صاحب" کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے لگایا اور فرمایا "میں تمہیں اجازت دیتا ہوں" "تم بیعت لیا کرو۔ اس کام کو آگے بڑھانا اور چلانا تمہارا کام ہے۔

دیوبند میں اعتکاف کا حکم

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر سال رمضان شریف کے موقع پر "سید صاحب" کو مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند کی جامع مسجد میں اعتکاف کرنے کا حکم دیتے تھے۔ چنانچہ رمضان شریف میں معتکفین سے مسجد بھر جاتی ہے اور ان کی تعداد اخیر عشرہ میں کئی سو تک ہو جاتی ہے۔

پچھلے سال رمضان سے قبل حضرت مولانا موصوف بغرض عمرہ مکہ مکرمہ میں حاضر ہوئے اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر ساتھ ہی رمضان گزارنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ حضرت نے فرمادیا کہ میں انکار تو نہیں کرتا البتہ تمہارا دیوبند ہی میں اعتکاف کرنا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اس گفتگو میں مولانا نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور منتظر رہے کہ اس سلسلہ میں حضرت کا منشا معلوم ہو جائے چنانچہ اسی دن حاضر خدمت ہوئے تو یہ منشا معلوم ہوا کہ دیوبند ہی میں اعتکاف کریں۔ آپ نے پھر ایسا ہی کیا۔

تصنیف و تالیف

حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کو عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اُمت میں اختلاف و انتشار پر شدید قلق و بے چینی رہتی تھی اجلاس صد سالہ دار العلوم دیوبند مارچ ۱۹۸۰ء کے بعد جو فضیہ نامرضیہ شروع ہوا اسکی طرف سے شیخ کو قلبی اذیت پہنچتی تھی آپ ایک ایسی کتاب کے لیے فکر مند تھے جس سے باہمی اخوت و محبت اور صحیح اسلامی تعلقات قائم ہوں۔ چنانچہ مولانا سید عقیل حسین میاں صاحب نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے ایک کتاب تالیف فرمائی اور اس کا مسودہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پیش کیا۔ اس وقت حضرت ایک ضروری سفر کی تیاری میں تھے۔ سامان سفر باندھا جا رہا تھا لیکن اس کے باوجود حضرت شیخ نے پورا مسودہ لفظ بہ لفظ سنا اور خوب خوب دعائیں دیں اور دلی مسرت کا اظہار فرمایا اور اس کتاب کا نام "الانصاف فی حدود الاختلاف" تجویز فرمایا اور ازراہِ شفقت و کرم اس کی طباعت کے لیے اپنی طرف سے ایک رقم پیش فرمائی۔ پھر پاکستان میں حضرت رح نے ایک مخلص سے اس کی دوسری اشاعت کرائی اور کئی درجن نسخہ اپنے ساتھ مدینہ طیبہ بھی لے گئے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریر ترمذی کو خصوصی ترتیب و تعلیق کے ساتھ شائع کرنے کا مولانا موصوف نے ارادہ فرمایا اور سہارنپور میں اس کے چند ابتدائی اوراق حضرت رح کو دکھائے تو اسی وقت دوپہر کے بعد حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی کو بلا کر سنایا اور اتنی مسرت و فرحت کا اظہار فرمایا جس کا بیان مشکل ہے۔ پھر مدینہ طیبہ میں حاضری کے موقع پر اس کے ۴۸ صفحات پیش خدمت فرمائے تو حضرت نے سننے کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ حضرت مفتی زین العابدین پاکستان حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور اور دوسرے کئی علماء کبار کو جمع کر کے اسے سُنا

اور جلد اشاعت کا بزرگانہ مشفقانہ اصرار فرمایا اور اس کا نام "المسلک الذکی علیٰ جامع ترمذی" تجویز فرمایا اور باقی حصوں کو خصوصی اہتمام کے ساتھ پڑھنے اور نظر ثانی کرنے کے لیے حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب مدظلہ، کو دیوبند میں ایک خط لکھوایا چنانچہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے کچھ حصوں پر نظر ثانی فرمائی ہے اور باقی حصے زیر نظر ہیں۔ یہ کتاب انشاءاللہ تین جلدوں میں اشاعت پذیر ہوگی۔

چند واقعات

حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل اطہار اور اہل بیت کبار سے نسبت و قرب رکھنے والوں کو بھی محبوب رکھتے تھے، حضرت مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب کو تو مستقل طور پر آپ "سید صاحب" کہہ کر پکارتے تھے اور آپ سے بالکل جداگانہ تعلق اور غیر معمولی محبت رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند واقعات خود راقم السطور کے مشاہدہ میں آئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

"حضرت کا سید صاحب کے ہاتھ چومنا"

(الف) ایک مرتبہ "سید صاحب" دام مجدہم حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت شیخ رح سید صاحب کا ہاتھ تھام کر اُٹھا کر چوم لیا

معلوم ہوا۔

"حضرت کا سید صاحب" کا ہاتھ اپنے سر پر رکھنا

(ب) حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ سفر حجاز مقدس کے لیے مرکز نظام الدین دہلی میں مقیم تھے، سید صاحب رخصت کرنے کے لیے

نظام الدین دہلی حاضر ہوئے۔ ملاقات ہوئی تو شیخ رح نے فرمایا کہ "اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ دو۔ سید صاحب نے تامل کیا۔ مرشد کے سر پر مسترشد ہاتھ رکھے؛ بات واقعی تامل کی تھی۔ پھر یہ بھی خیال رہا کہ "مرشد کا حکم" ٹالا کیسے جا سکتا ہے بالآخر ایک صورت ذہن میں آئی اور سید صاحب حضرت شیخ رح کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھ لیا، اس پر حضرت شیخ رح نے سید صاحب کا ہاتھ اٹھا کر اپنے سر مبارک پر رکھ لیا، اس طرح مرشد و مسترشد دونوں کی امید نظر آئی۔

"اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم" سے کیوں نہیں کہتے

(ج) ۱۹۷۶ء کی بات ہے ہندوستان میں ایمرجنسی لگی ہوئی تھی اور اس کی آڑ میں جبری نس بندی شروع ہو چکی تھی مظفر نگر میں کتنے مسلمان جام شہادت نوش کر چکے تھے ہر طرف سے تشویش ناک خبریں آ رہی تھیں حضرت شیخ الحدیث رح ان واقعات پر مضطرب تھے۔ اسی دوران ایک مرتبہ جمعہ کے دن سید صاحب حاضر خدمت ہوئے اور بعد نماز عصر تا مغرب دفتر مظاہر العلوم سہارنپور کی مسجد میں حلقہ ذکر حضرت شیخ رح تشریف رکھتے تھے۔ نماز مغرب کے بعد حضرت شیخ رح کسی سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے لیکن سید صاحب سے مصافحہ کا معمول تھا۔ سنت سے فراغت کے بعد حسب معمول سید صاحب حضرت شیخ رح سے مصافحہ کے لیے اگلی صف میں پہنچ کر حضرت کے پیچھے کھڑے ہو گئے! حضرت شیخ رح نے دیکھا تو مصافحہ کے لیے سید صاحب ہاتھ بڑھا دیتے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے ہاتھ تھام لیے اور بھرائی ہوئی کربناک آواز میں فرمایا "اپنے نانا جان (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیوں نہیں کہتے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟" میں اس وقت سید صاحب کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ اور پوری مسجد صحن تک بھری ہوئی تھی۔ حضرت شیخ کی آواز میں ایسا سوز اور درد تھا کہ لوگ حیرت زدہ ہو کر حضرت کی طرف دیکھنے لگے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ

کیا ہوا؟ قریب کی صفوں میں جن لوگوں نے یہ الفاظ سُنے تھے وہ تو راز پا گئے تھے۔ لیکن جو لوگ ابھی نماز میں مشغول تھے یا فاصلہ پر تھے وہ صرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آواز کا درد ہی محسوس کر سکے۔

تبلیغی سفر اور نصرتِ خداوندی

(د) بات پرانی ہے لیکن ذہن میں آج تک تازہ ہے یہ بات سید صاحب نے اپنے غیر ملکی تبلیغی سفر کی کارگزاری بیان کرتے ہوئے بتائی تھی کہ ایک مرتبہ بھوپال کے اجتماع سے طلباء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ایک جماعت شام کے لیے روانہ ہونے والی تھی۔ سید صاحب نے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا ایک عشرہ وقت لگانے کے سلسلے میں مشورہ کیا۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جماعت کے ساتھ بمبئی میں وقت لگانے کا مشورہ دیا۔ اور سید صاحب جماعت کے ساتھ ہی بمبئی آ گئے۔ قیام بمبئی کے دوران جماعت کے رفقاء نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ سید صاحب کو ہمارے ساتھ شام جانے کی اجازت دی جائے حضرتؒ نے بلا تاخیر اجازت و مسرّت کے ساتھ جواب ارسال فرما دیا۔ سید صاحب ابھی تک اس سفر کے سلسلہ میں خالی الذہن تھے۔ مگر رفقاء کے اصرار اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد اپنی اس بے سر و سامانی کے باوجود سفر کا ارادہ کر لیا کہ مصارف سفر تو کیا کرایہ کی رقم بھی پاس نہیں تھی۔ مگر سید صاحب کا یقین تھا کہ اگرچہ اس وقت ان کے پاس کچھ نہیں لیکن خدائے تعالیٰ کے پاس تو سب کچھ ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ کر کے مولانا نے صلوٰۃ الحاجۃ کے بعد دعا کا اہتمام شروع کر دیا۔ اور خدا کی مدد آنے لگی پاسپورٹ اور ویزا کا کام انجام پا گیا تو ایک دن ہوائی جہاز کا ٹکٹ خریدنے کے لیے لائن میں کھڑے ہو گئے درانحالیکہ کرایہ نام کی کوئی چیز پاس نہیں تھی لائن آگے کو سرکتی رہی یہاں تک کہ سید صاحب اور کاؤنٹر کے درمیان صرف ایک آدمی حائل رہ گیا۔ ادھر اس خیال سے سینے پر ہاتھ کہ

دیکھنے والے کیا کہیں گے ادھر خدا کی رحمت، بر نظر کہ وہ اس مبارک کام کی ضرور لاج رکھیں گے۔ چنانچہ اسی وقت دیوبند کے محمد اسلام جو باہم متعارف تھے۔ سامنے آئے اور ایک معقول رقم یہ کہہ کر سید صاحب کے حوالہ کر دی کہ آپ دیوبند میں میرے گھر میں دے دیں مولانا نے بہت کہا کہ میں اس وقت دیوبند نہیں جا رہا ہوں لیکن وہ نہیں مانے کہنے لگے جب بھی واپس لوٹیں دے دیں اور چاہیں تو فی الحال اپنے کام میں خرچ کر لیں۔ اس طرح خدا نے لاج رکھ لی اور ٹکٹ خرید لیا۔

پھر روانگی سے چند روز قبل مولانا اپنے مخلص دوست کی دادی محترمہ کی وفات پر تعزیت کے لیے سملک گجرات تشریف لے گئے تو یہ معلوم ہوا کہ مرحومہ نے سید صاحب کے لیے ایک ایسی چیز کی وصیت فرما دی تھی جو مصارف کا بدل تھی۔ چنانچہ بمبئی واپسی پر محمد اسلام کی امانت انہیں واپس کر دی اور شام کے سفر پر روانہ ہو گئے اس کے بعد یہ سفر طویل طویل اور زاد سفر قلیل قلیل ہوتا چلا گیا۔ اسی درمیان حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری سے ملاقات ہوئی جو ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچے تھے ایک دن مولانا محمد عمر صاحب نے ایک اور جماعت کی تشکیل دور اور دیر تک کے لیے فرمائی۔ سید صاحب کے مصارف سفر جواب دے چکے تھے لیکن اس یقین کے ساتھ پھر سفر کے لیے تیار ہو گئے کہ مکہ مکرمہ میں حاضری ہوگی تو خدا کے گھر میں دعا کریں گے اور خدا ہی سے زاد سفر لیں گے۔ چنانچہ بیت اللہ میں حاضری ہوئی تو سید صاحب نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اسی دوران ایک دن سید صاحب کے والد بزرگوار حضرت حاجی سید محمد بلال صاحب دامت برکاتہم خلف عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ جو حج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا کہ تمہاری ایک امانت میرے پاس ہے وہ تم میری قیام گاہ سے لے جانا مگر سید صاحب ابھی اس کو لینے نہیں جا سکے تھے کہ اگلے دن حضرت حاجی صاحب مدظلہٗ پھر بیت اللہ میں ملے اور فرمایا کہ تمہیں بلایا تھا تم آئے

نہیں لو اپنی امانت سنبھالو یہ ایک شخص تمہیں دینے کے لیے میرے حوالہ کر گیا تھا۔ میں نہیں جانتا وہ کون تھا! سید صاحب نے جب لفافہ کھولا تو اس میں اتنی رقم تھی کہ پورے سفر کے لیے کافی وافی رہی اور اس طرح خدا سے خدا ہی کے گھر میں لینے کا یقین رنگ لا کر رہا۔

"حضرت کی شفقتیں"

حضرت شیخ رح کے ساتھ سید صاحب کا معاملہ بھی بڑا لطف آمیز تھا معمولاً ہر جمعہ کو حاضری ہوتی۔ اور ملاقات کے بعد ہی یہ فرما دیا کرتے کہ میرے اتنے ساتھی ہیں اور ان میں اتنے باہر ہی کھانا کھا لیں گے۔ اور اتنے کو آپ فرمائیں تو اندر بلا لیا جائے۔ اس پر حضرت شیخ رح بہت خوش ہوتے کئی مرتبہ فرمایا کہ "مجھے سید صاحب کا یہ طریقہ بہت پسند ہے"۔

بار ہا ایسا ہوا کہ عشاء کے بعد حضرت شیخ رح کے یہاں ختم یٰسین شریف کے بعد اور کوئی شخصیت دعا کے واسطے نظر نہیں آتی اور سید صاحب موجود ہوئے تو حضرت رح سید صاحب ہی کو دعا کے واسطے فرما دیا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے اور میرے بچوں کے لیے دعا کرنا۔ اس کے علاوہ موقعوں پر بھی دعا کے واسطے سید صاحب کو فرماتے تھے۔

سید صاحب کا معمول تھا کہ حضرت شیخ کے مشورہ کے بغیر کوئی اہم کام نہیں کیا۔ تاہم بعض موقعوں پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سید صاحب کو نصیحت بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ جب دار العلوم دیوبند کے قضیہ کا نامبارک سلسلہ چل رہا تھا۔ حضرت رح نے سید صاحب نے فرمایا کہ کسی طرف بھی عملی طور پر شریک نہ ہونا۔ ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا کہ تمہارے اور تمہارے مدرسہ کے بارے میں اگر کوئی آدمی مخالفت یا اعتراض کرے تو تم اس کا جواب نہ دینا۔

حضرت سیّد صابر حسن صاحب رح

اِسم و پتہ

ناکارہ سیّد صابر حسن بن سیّد محمد یونس شیخ پورہ قدیم پوسٹ خاص ضلع سہارن پور۔ یو پی

پیدائش

اس ننگ اسلاف کی پیدائش سیّد محمد یونس کے یہاں جو سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے ایک صاحب نسبت بزرگ تھے۔ ۱۱ ربیع الاول ۱۹۱۴ء یا ۱۲ ربیع الاول ۱۹۱۴ء میں بروز چہارشنبہ ہوئی۔

تعلیم و تربیّت

ناکارہ کو ابتداءً والد صاحب نے گاؤں کے مدرسہ میں داخل کرایا جہاں درجہ پانچ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد والد صاحب فارسی اور طِب پڑھانا چاہتے تھے اس لئے مظاہر علوم میں فارسی میں داخلہ لیا اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب سے فارسی پڑھی

مگر اسی زمانے میں والد صاحب کو ایک خواب ہوا جس میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ان کو حکم فرما رہے ہیں کہ صابر حسن کو حفظ کراؤ۔ اس لئے والد صاحب نے ناکارہ کا مدرسہ تجوید القرآن میں داخلہ کرا دیا۔ جہاں پر ناکارہ نے قاری عبد الخالق صاحب سے کلام پاک حفظ کیا اور تجوید پڑھی۔

پریشانیاں

ابھی یہ ناکارہ کلام پاک حفظ ہی کر رہا تھا کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا جبکہ میری عمر اس وقت ۱۳ یا ۱۴ سال تھی ناکارہ کے کندھوں پر یتیمی کے صدمے کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹے بھائی اور ایک چھوٹی بہن

اور بیوہ ماں کا بوجھ آپڑا۔ کوئی مستقل ذریعہ معاش نہ ہونے کی بناء پر نوبت فقر و فاقہ تک پہنچ گئی جس کی وجہ سے اس کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا مظاہر علوم میں ابتدائی درجات کے لئے داخلہ لیا تھا مگر وہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ ناکارہ کے لئے وہ زمانہ انتہائی پریشانیوں کا زمانہ تھا۔ مذکورہ بالا پریشانیوں کے ساتھ ساتھ بیماریوں نے بھی آگھیرا۔ احقر کئی ماہ تک مسلسل بیمار رہا۔

ایک عجیب خواب

اسی زمانے میں بعض عجیب و غریب خوابات بھی ہوتے رہے۔ ایک مرتبہ میں نے خواب دیکھا کہ میری چارپائی ایک مکان میں پانی پر بچھی ہوئی ہے اور اس مکان کے متعدد دروازوں میں مختلف قسم کی ڈراؤنی شکلیں نمودار ہو رہی ہیں۔ ان میں بعض مونڈ والی ہیں بعض کیسی ہیں بعض کیسی ہیں! اور میرے گرد چکر لگا رہی ہیں۔ اس طرح ان کا ایک بھیانک تسلسل قائم ہے مگر میری زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہے اور دل میں یہ خیال مضبوطی کے ساتھ قائم ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی شئے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ باری تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہیں، باری تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نفع و نقصان پر قدرت نہیں۔ پھر وہ شکلیں پانی میں ڈوبنے لگیں تو ایک چماری سی عورت نمودار ہوئی۔ جس نے ہاتھ میں ایک جلتی ہوئی لکڑی لے رکھی ہے اور مجھ سے کہہ رہی ہے کہ میں تجھے اس میں جلاؤں گی۔ میں نے کہا کہ یہ آگ مجھ کو نہیں جلا سکتی کیونکہ باری تعالیٰ جس کا حامی ہو اس کو کوئی شئے تکلیف نہیں پہنچاتی۔ اس عورت نے آگ کی جلتی ہوئی لکڑی میری طرف بڑھا دی مگر میں نے اپنی انگلی کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اس آگ میں داخل کر دی۔ تو آگ کی لپٹیں میری انگلی کے اِدھر اُدھر کو بچ کر نکلنے لگیں اور انگلی کو ذرا بھی حرارت نہیں پہنچی۔ اس پر وہ عورت یہ کہتے ہوئے بھاگ گئی کہ ہلے اسے تو آگ بھی نہیں جلاتی، اسے تو آگ بھی نہیں جلاتی۔

ایک رسالے کا ذکر اور حضرت سے عقیدت کی ابتداء

اسی اثناء میں حضرت شیخ کے ایک رسالہ فضائل قرآن کے مطالعہ کا اتفاق ہوا جس کو پڑھتے ہوئے بندے پر عجیب کیفیت طاری ہوئی ناکارہ کو ہر ہر حرف پر ایک نور نظر آتا اور دل سے تصدیق ہوتی اور ایمان و یقین کے اندر انتہائی پختگی کا احساس ہوتا اور یہ خیال انتہائی مضبوطی کے ساتھ دل میں راسخ ہوگیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ان تمام پریشانیوں کو دور فرمانے والے ہیں۔ اور ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتے ہیں۔ ان کے حکم کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ اسی وجہ سے عبادات کا شوق و انہماک بڑھتا چلا گیا۔ نماز میں ایسا لطف آنے لگا کہ اگر ذرا بھی غفلت ہوجاتی تو طبیعت بے چین ہوجاتی۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ اتنا اضطرار ہوتا کہ دوبارہ پڑھنی پڑتی یہی بات پھر حضرت رح سے بیعت ہونے کا محرک بنی۔

علاقے کی دینی صورتحال

جہاں تک دینی خدمات کا تعلق ہے تو بندہ اپنے اندر صلاحیت ہی کیا رکھتا تھا جو کچھ دینی خدمات انجام دے سکتا۔ علاوہ اس کے کہ کلیر شریف کے مضافات میں کلیر سے تقریباً ۶ میل جانب مشرق ایک گاؤں بوڑاہیڑی قاسم پور واقع ہے جو اس زمانے میں انتہائی جہالت کا شکار تھا حتیٰ کہ پورے دونوں گاؤں میں دو تین آدمیوں کے علاوہ کوئی قرآن بھی پڑھا ہوا نہیں تھا، تبلیغ وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا بلکہ وہ لوگ بہت سی غلط رسوم و عقائد کے اندر ملوث تھے۔ سالانہ ناچ رنگ اور طوائفوں کے چوک جمتے اور انتہائی غیر مہذب تھے پورے علاقے کی یہی صورت حال تھی۔

دینی خدمات

۱۳۸۰ھ میں ناکارہ کا وہاں جانا ہوا۔ یہ ناکارہ ضعیف الطبع امامت کے ساتھ ساتھ تعلیم و نصائح کے ذریعہ لوگوں کو

دین کی رغبت دلاتا رہا۔ اور بچوں کے لئے تعلیم قرآن و دینیات کا سلسلہ شروع کیا اور اب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے دونوں گاؤں کا کوئی گھر ایسا نہیں جہاں قرآن نہ پہنچ گیا ہو بلکہ باہر کے بھی بہت سے بچوں نے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی بہت سے بچوں نے قرآن پاک حفظ کیا اور اب وہ پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہیں۔

تبلیغی جدوجہد

انہی شاگردوں میں سے ایک شخص خلیل احمد نے احقر کے ایماء پر تبلیغی جدوجہد کا آغاز کیا۔ ان مسلسل کوششوں سے علاقے بھر میں پہلی مرتبہ بوڈاہیڑی میں تبلیغی اجتماع ہوا جس سے علاقہ کی فضا بدلنے لگی۔ پھر اگلے سال ایک اجتماع اور کرایا گیا جس میں بہت سے آدمیوں نے وقت لگایا اور پھر علاقے بھر میں تبلیغی اجتماعات ہونے لگے۔

انہی شاگردوں میں ایک شخص حافظ محمد لیٰسین نے علاقے میں ایک مدرسہ ریاض العلوم کے نام سے قائم۔ جہاں پر قرآن پاک حفظ ناظرہ۔ اردو دینیات درجات ابتدائیہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔

یہ ناکارہ ۳۸ھ سے اب ۸۲ھ تک وہیں مقیم ہے اور اپنے ٹوٹے پھوٹے انداز میں اسی تعلیم و تعلّم کے سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہے اللہ تبارک و تعالیٰ قبول فرمالیں۔ یہ سب محض باری تعالیٰ کا کرم ہے اور حضرت اقدس کی نظرِ فیض رسا کا اثر ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ؎

من آنم کہ من دانم

نکاح و اولاد

ناکارہ کی شادی ۴۰ھ میں احقر کی ماموں زاد بہن سے ہوئی۔ جن کے بطن سے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہوئی تمام بچوں نے ماشاءاللہ قرآن پاک اور دینیات کی تعلیم احقر سے حاصل کی۔ بڑے لڑکے برخوردار جعفر الحسن سلمہٗ نے احقر کے پاس قرآن پاک حفظ کیا۔ فارسی

اور تجوید کی تعلیم مدرسہ مظاہر علوم میں مکمل کی۔ اس کے بعد اس نے طب پڑھی اور چھوٹے لڑکے برخوردار شاہد حسین سلمہٗ نے احقر کے پاس قرآن پاک حفظ کیا۔ اور اب علوم عربیہ کی تعلیم مدرسہ مظاہر علوم میں حاصل کر رہا ہے۔ اس سال مشکوٰۃ میں داخلہ لیا ہے۔

زیارت

جہاں تک حضرت کو جاننے اور زیارت کا تعلق ہے۔ تو احقر کے بچپن کے زمانے میں ہی ایک مرتبہ حضرت کا شیخ پورہ آنا ہوا تو اس وقت حضرت کی سب سے پہلی زیارت ہوئی۔ اور پھر جب مظاہر علوم میں داخلہ لیا تو پھر تو روزآنہ ہی زیارت کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔

بیعت کا شوق

۳۸ھ میں جب موضع بوڈاہیڑی جانا ہوا تو وہاں کے قیام کے دوران حضرت گنگوہیؒ۔ حضرت تھانویؒ اور دیگر اکابرین کی متعدد کتابیں دیکھنے کا موقع ملا۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل بھی کثرت سے پڑھنے اور سنانے کا اتفاق ہوا۔ اسی زمانے میں ابتداءً بیعت ہونے کا شدت سے اشتیاق پیدا ہوا۔

حضرت کے انتخاب کی وجہ

بیعت ہونے کے سلسلے میں ویسے تو شیخ پورہ کے اندر مختلف سلاسل کے مشائخ آتے رہتے تھے اور بعض اہل خاندان کا ایماء بھی یہی رہتا تھا۔ کہ میں انہی مشائخ میں سے کسی کے ساتھ وابستہ ہو جاؤں۔ مگر ان میں سے کسی کے بارے میں بھی احقر کا شرح صدر نہیں ہوتا۔ بلکہ احقر کا رجحان سلسلہ صابریہ امدادیہ کے مشائخ کی طرف رہتا تھا۔ ان حضرات اکابرین میں سے اس وقت حضرت مدنی حضرت رائے پوری حضرت اقدس رحمہم اللہ تعالیٰ تشریف فرما تھے۔

گرچہ ان حضرات اکابرین میں سے ہر ایک سے عقیدت تھی۔ اس لئے ہر ایک

کی طرف نظر اٹھتی تھی مگر حضرت ہی پر جاکر جمتی تھی۔ اور اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ حضرت مدنیؒ کو تو اکثر اوقات اسفار درپیش رہتے تھے اور حضرت رائپوریؒ دُور پڑتے تھے۔ اور حضرت اقدس شہر ہی میں تشریف فرما تھے اور احقر کا جب گاؤں سے آنا ہوتا تو شہر کی حاضری آسان تھی۔

دوسری اور اہم وجہ یہ تھی کہ میں نے بچپن میں حضرت اقدس کا ایک رسالہ فضائل قرآن پڑھا تھا جس کے ہر ہر حرف پر ایک نور کا احساس ہوتا اور دل سے تصدیق ہوتی اور بہت عجیب کیفیات کا ورود ہوتا جیسا کہ احقر نے سوالِ اوّل کے جواب میں لکھا ہے تو اس قسم کی چند باتوں سے حضرت اقدس کی عظمت اور عقیدت کچھ اس طرح دل کے اندر جم گئی تھی کہ حضرت کے سامنے کسی دوسرے شخص کے لئے احقر کا شرحِ صدر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

بیعت اس لئے سنہ ۴۰ء میں پیر کے دن بوقت صبح (مہینہ اور تاریخ صحیح یاد نہیں ہے) بیعت کے ارادے سے درِ اقدس پر حاضر ہوا۔ مولوی نصیر الدین صاحب مرحوم سے معلوم ہوا کہ حضرت کہاں تشریف فرما ہیں مولوی صاحب موصوف نے بتایا کہ کتب خانہ کے اوپر تشریف فرما ہیں احقر زینہ کے ذریعے اوپر گیا تو جب ایک سیڑھی باقی رہ گئی تو حضرت نے سامنے سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ کون صاحب ہیں اندر تشریف لے آیئے۔ بندہ سلام کر کے اندر داخل ہو گیا حضرت نے فرمایا کہ کیسے آنا ہوا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت بیعت کے ارادے سے حاضر ہوا ہوں اس پر حضرت نے فرمایا کہ بیعت ہونا اچھی بات ہے، اور اس کے بعد حضرت نے بیعت کے فوائد بیان فرمائے۔ ناکارہ نے عرض کیا بندہ اسی لئے حاضر خدمت ہوا ہے اس پر حضرت اقدس نے فرمایا پھر آپ کو حضرت مدنیؒ یا حضرت رائپوریؒ کے یہاں بیعت ہونا چاہیئے۔

جب اکابرین موجود ہیں تو پھر آپ نے مجھ ہی کو کیوں تجویز فرمایا۔ ناکارہ نے عرض کیا کہ حضرت میرے نزدیک تو آپ بھی ایسے ہی ہیں اور جہاں تک حضرت مدنیؒ کا تعلق ہے تو حضرت کو اسفار زیادہ رہتے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہاں ہاں یہ تو میں بھی کہتا ہوں کہ حضرت کو اسفار زیادہ رہتے ہیں۔ اور آپ کے لئے حضرت رائپوریؒ زیادہ مناسب رہیں گے۔ بندہ نے عرض کیا یہ ناکارہ تو بہت کمزور ہے، اور حضرت رائے پوریؒ بہت دور رہتے ہیں۔ بندہ کو وہاں حاضری میں بڑی دقت ہوا کرے گی۔ چونکہ بندہ کو امامت کی وجہ سے باہر رہنا ہوتا ہے ماہ دو ماہ میں آنا ہوتا ہے شیخ پورہ قریب ہے بندہ جب آیا کرے گا تو شہر حاضری مجھ جیسے کمزور کے لئے آسان ہو گی۔ اس پر حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا جب ایسا ہی ارادہ ہے تو عصر کے بعد آجانا۔ ویسے آپ یہیں ٹھہر رہے ہیں بندہ نے عرض کیا ناکارہ بہن کے یہاں ٹھہر رہا ہے عصر میں حاضر ہو جائے گا عصر میں بندہ حاضر ہوا مدرسہ قدیم کی مسجد میں نمازِ عصر حضرت اقدس کے ساتھ پڑھی بندہ باہر تھا اور حضرت اندر تشریف فرماتے تھے۔ نماز کے بعد حضرت نے ناکارہ کو اندر بلا لیا۔ ناکارہ تنہا ہی تھا۔ حضرت نے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت فرمایا اور بیعت فرمانے کے بعد حضرت نے صبح وشام کی تسبیحات تلقین فرمائی اور نماز پنجگانہ کے بعد تسبیحات فاطمہ پڑھنے کا امر فرمایا۔ اور اپنے ملنے کے اوقات بتلائے عام اوقات تو صبح کی چائے کی وقت بعد عصر اور قبل جمعہ ہیں ویسے اگر ضرورت ہو تو کسی بھی وقت مل سکتے ہیں۔

بیعت کی رات کا خواب احقر نے اسی رات ایک خواب دیکھا جو محض حضرت کی توجہ کا اثر تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سمندر پار سرزمین عرب ہے اور انتہائی اشتیاق ہو رہا ہے کہ اس کو پار کر کے درِ حضور پر حضوری کی سعادت نصیب ہو۔ مگر سمندر کی

وجہ سے ہمت نہیں ہو رہی۔ اسی اثناء میں ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ پار ہونا چاہتے ہو تو میرے پیچھے پیچھے آجاؤ میں ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ پانی گھٹنے سے زیادہ نہیں آیا کہ ہم پار ہو گئے۔ اور مجھ کو انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ یہ سرزمین عرب ہے اور پھر ناکارہ نے ایک مزار کی زیارت کی جس کو ناکارہ حضور کا تصوّر کر رہا ہے ناکارہ نے یہ خواب حضرتِ اقدس کو لکھا۔ تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ آپ کا خواب مبارک ہے۔

خط و کتابت کے سلسلے میں ویسے تو ناکارہ کا اکثر دو ماہ بعد آنا ہوتا رہتا اس لئے جو کچھ پوچھنا ہوتا زبانی پوچھ لیتا۔ اور چونکہ ناکارہ انتہائی مرعوب الطبع ہے حضرت کے سامنے بات کی بہت کم جرأت ہوتی۔ اس لئے ناکارہ اکثر پرچہ لکھ لیا کرتا اور حضوری کے وقت پیش کر دیا کرتا۔ اور حضرت اس کا جواب زبانی مرحمت فرما دیا کرتے ایک دفعہ احقر نے اپنے کچھ حالات حضرت کو لکھے تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ایسی باتیں خط میں لکھنے کی نہیں ہوتیں جب آیا کرو تو تخلیہ میں معلوم کر لیا کرو۔

مگر پھر بھی چونکہ حضرت سے چالیس سال سے تعلق تھا۔ اس لئے اس عرصہ میں بارہا خط و کتابت کی نوبت بھی آئی مگر افسوس کہ ان میں کے اکثر خطوط دیمک کی وجہ سے ضائع ہو گئے اور محفوظ نہ رہ سکے اور کچھ باقی بھی ہیں تو انہیں سے اکثر علاقے کی دینی صورت حال اور وہاں کے بارے میں دعا و مشورے پر مشتمل ہیں۔

ایک مرتبہ احقر نے حضرت اقدس رح کو خط میں اپنے حالات لکھے اور اس میں اپنے ایک خواب کا ذکر کیا کہ بندہ ناکارہ حضرت گنگوہی رح کا ایک دستی مراسلہ دیکھ رہا ہے جس کی پیشانی پر موٹے حرفوں سے لکھا ہوا ہے: "کہ نبوّت ختم نہیں ہوئی" اور بندہ اپنے دل میں اس کا مطلب یہ سمجھ رہا ہے کہ نبوت تو ختم ہو گئی مگر فیضانِ نبوت ختم نہیں ہوا۔ اور ناکارہ سلسلہ بسلسلہ ایک نور اپنے سینے تک محسوس کر رہا ہے۔

تو حضرت اقدس نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ صحیح ہے اور آگے تحریر فرمایا تھا مگر شیطان کے مکارہ سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

ایک مرتبہ احقر نے حضرت کو خط لکھا جس میں اپنے اوراد وظائف کے بعد کچھ قلبی الجھنوں انقباضِ طبع اور ہر ایک سے مرعوبیت کا ذکر کیا تو حضرت اقدس نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ کہ اپنے کام میں لگے رہو۔ ان کیفیات سے مطلق نہ گھبراؤ۔ ایسے حالات اکابر کو بھی پیش آجایا کرتے ہیں۔

حضرت رح کی ڈانٹ کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ ناکارہ کو بوڈاہیری ہی میں اطلاع ہوئی کہ حضرت اقدس ہجرت فرما کر یہاں سے تشریف لے جا رہے ہیں۔ اب یہاں تشریف نہیں لائیں گے۔ یہ خبر سن کر انتہائی صدمہ اور قلق و اضطراب ہوا۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ ابھی نظام الدین ٹھہرے ہیں۔ دو چار روز قیام فرما کر تشریف لے جائیں گے۔ ناکارہ اپنے شاگرد خلیل احمد کو جس نے تبلیغ میں کافی کام کیا تھا اور نظام الدین میں کافی دید و شنید رکھتا تھا ساتھ لے کر نظام الدین پہنچا حضرت ایک کمرے میں تشریف فرما تھے۔ ناکارہ حاضر خدمت ہوا حضرت نے مصافحہ کرتے ہوئے فرمایا ارے تو کیوں آیا تو وہاں تھوڑا مل لیا تھا۔ تو ناکارہ کی زبان سے بے ساختہ خود رفتگی کے عالم میں یہ نکل گیا کہ حضرت کہاں میں تو بوڈاہیڑی تھا وہیں معلوم ہوا کہ حضرت ہجرت فرما رہے ہیں۔ اور کبھی نہیں آئیں گے اس وجہ سے انتہائی افسوس و صدمہ ہوا اس پر حضرت رح تیز ہو گئے اور فرمانے لگے۔ کہ میں تو عمرے کو جا رہا ہوں تو کہہ رہا ہے افسوس ہوا تجھے کیوں افسوس ہوا۔ چل اُدھر بیٹھ جا کے۔

حضرت کی اس ڈانٹ کے بعد قدرتی طور پر قلب پر ایسا سکون طاری ہوا۔ اس سے پہلے جو اضطراب کی کیفیت تھی سب زائل ہو گئی۔

کتاب کی شکل میں حضرت کا ہدیہ

جہاں تک حضرتؒ کے، ہدایا کا تعلق ہے تو حقیقت تو یہ ہے کہ ناکارہ کے پاس جو کچھ ہے یہ سب حضرت اقدس کا طفیل اور حضرت اقدس کا ہدیہ ہی ہے۔

ایک دفعہ ناکارہ حاضر خدمت ہوا۔ تو حضرت اقدس نے دیکھتے ہی فرمایا پیرجی صاحب کو فضائل درود دی جائے۔ اس پر ناکارہ نے اس کا ہدیہ معلوم کیا تو حضرت نے فرمایا کہ تم تو ہدایا دیتے ہی رہتے ہو۔ یہ میری جانب سے ہدیہ ہے اسی طرح آپ نے ایک مرتبہ تذکرۃ الخلیل مرحمت فرمائی۔

ایک مرتبہ خاکسار عید الضحیٰ کے بعد حاضر خدمت ہوا تو حضرتؒ دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ ارے میرے پیارے تو بہت دیر سے آیا ورنہ میں تجھے بہت ساری قربانیوں کا گوشت کھلاتا۔

معمولات کے سلسلے میں حضرت کی ہدایات

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا ناکارہ کے ساتھ ہمیشہ شفقت کا معاملہ رہا اور یہ محض حضرت کی کریم الخلقی اور وسعتِ قلبی کا نتیجہ تھا ورنہ یہ ناکارہ کہاں اور حضرت کی توجہ گرانمایہ کہاں۔

احقر کو حضرت نے بیعت کے وقت صبح وشام کی تسبیحات اور نماز پنجگانہ کے بعد تسبیح فاطمہ تلقین فرمائی تھی اور معمولات کا پرچہ عنایت فرمایا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت اقدس نے معلوم کیا کہ کون کون سی کتابیں دیکھ رہے ہو۔ تو ناکارہ اس زمانے میں جو کتابیں دیکھ رہا تھا۔ ان کا ذکر کیا کہ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ کی فلاں فلاں کتاب اور حضرت کے فلاں رسائل دیکھ رہا ہوں اور احیاء العلوم کا ترجمہ مذاق العارفین دیکھ رہا ہوں۔ اس کو حضرتؒ نے بہت

پسند فرمایا اور دیر تک سراہتے رہے اور پھر خاص طور پر فضائل ذکر دیکھنے کا حکم فرمایا کچھ دنوں بعد حضرت نے پانچ تسبیح کلمہ طیبہ اور نماز تہجد تلقین فرمائی۔

ایک دفعہ احقر نے حضرت سے ذکر کی اجازت چاہی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ خصائل نبویؐ لے جاؤ۔ زیر مطالعہ رکھو اور سُنن کا اتباع کرو۔

ایک مرتبہ شعبان میں احقر نے اپنے معمولات بیان کر کے عرض کیا کہ حضرت کچھ اور اللہ اللہ کرنے کو جی چاہتا ہے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ اچھا رمضان بعد بتلادینگے رمضان المبارک کے بعد بندہ جب حاضر خدمت ہوا۔ بندہ نے حضرت کو یاد دہانی کرائی حضرتؒ نے فرمایا کہ اچھا بتلادیں گے۔ احقر اگلے دن بوقت عصر پھر حاضر ہوا۔ اس پر حضرتؒ نے فرمایا۔ ارے تو کہاں۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے کچھ بتلانے کو کہا تھا۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ اچھا اچھا۔ پھر حضرت نے بعد نماز عصر مسجد کے اندر بلا کر ذکر یا الجہر ۱۳ تسبیح تلقین فرمائی اور کر کے بتلایا۔ اور پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو ایک دم تیرہ تسبیح بتلادیں کیونکہ آپ سمجھدار آدمی ہیں اور آنا جانا کم ہوتا ہے شروع میں کم کر لیا کرتے ہیں پھر بڑھا لیا کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت نے ۵ تسبیح درود شریف تلقین فرمائی۔

اس کے کچھ دنوں بعد حضرت نے آدھ گھنٹہ پاس انفاس۔ مراقبۂ بقدر استطاعت اسم ذات ہدایت فرمائی۔

حضرتؒ کی توجہات و شفقتیں

حضرت کا معاملہ اس ناکارہ کے ساتھ شفقت کا ہی رہا اگرچہ چالیس سالہ عرصے میں ایک دوبار بظاہر تنبیہ کی نوبت بھی آئی جیسا کہ بندہ سوال نمبر ۹ کے جواب میں لکھ آیا ہے ورنہ حضرت کی توجہ اس ناکارہ کی طرف بہت رہی اور حضرت جب بھی توجہ فرماتے تو اس کا اثر ظاہری و باطنی ہر طرح ظاہر ہوتا اور حضرت کا تو معاملہ

ہی کچھ ایسا تھا کہ کبھی سراپا جمال کی کیفیت ہوتی تو کبھی مظہرِ جلال نظر آتے حضرت کی شفقتیں جب بھی یاد آتی ہیں تو دل بے چین ہو جاتا ہے۔

ایک عرصہ تک ناکارہ کو حضرت کے مبشرات بکثرت رہے کبھی حضرت بادام کھلا رہے ہیں کبھی ناکارہ کے ساتھ دوڑ رہے ہیں۔ کبھی جھولا جھلا رہے ہیں کبھی گھٹنوں پر جھلا رہے ہیں حضرت کی اس قدر توجہ رہتی کہ ایسا معلوم ہوتا گویا حضرت ہر وقت ساتھ ہیں ایک لمحے کے لئے جدا نہیں۔

ایک خواب

ایک مرتبہ احقر نے ایک خواب دیکھا کہ ناکارہ مدرسہ قدیم جواب دفتر ہے اس کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے اور حضرت اندر تشریف فرما ہیں۔ مگر طبیعت پر کچھ ایسا رعب طاری ہے کہ اندر جانے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے اسی اثناء میں حضرت مدنیؒ تشریف لائے اور بندہ ان کے پیچھے پیچھے اندر چلا گیا۔ تو میں نے دیکھا صحن میں ایک اُونچی فصیل بنی ہوئی ہے حضرت مدنیؒ اور حضرت اقدسؒ اس پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ فصیل کے نیچے ایک قدمچہ بنا ہوا ہے جس میں کچھ نجاست بھی پڑی ہوئی ہے یہ ناکارہ اس پر کھڑا ہوا ہے اور دونوں حضرات کو پنکھا کر رہا ہے۔ حضرت مدنیؒ دائیں جانب ہیں اور حضرت اقدس بائیں جانب۔ مگر ناکارہ کی پوری توجہ حضرت اقدس کی جانب ہے اس فصیل کی دوسری جانب اونچے اونچے کچھ درخت ہیں وہ دونوں حضرات اس پر چڑھ گئے ناکارہ نے دیکھا کہ حضرت مدنیؒ بالکل برہنہ ہیں اور حضرت اقدس پر ایک چمڑے کا جانگیہ ہے مگر دوسری نظر میں وہ بھی نہیں اور بالکل معصومانہ کیفیت ہے درخت پر سفید رنگ کے پھل لگے ہوئے ہیں۔ دونوں حضرات ان پھولوں کو توڑنے لگے حضرت اقدس نے وہ سفید پھل ایک سفید چینی کے برتن میں رکھ کر ناکارہ کو مرحمت فرمائے۔ ناچیز اس پیالہ کو اس سہ دری میں لے آیا جہاں حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تشریف رکھا کرتے تھے میں نے دیکھا کہ حضرت وہاں بھی موجود ہیں۔ وہاں کھجور کا ایک بوریہ پڑا ہوا ہے اور احقر کی نظر بوریئے پر ہے حضرت نے فرمایا کہ تو اس بوریے کو لینا چاہتا ہے میں نے کہا جی حضرت۔ حضرت نے فرمایا اچھا اکٹھا کر لے میں نے وہ بوریا اکٹھا کر کے بغل میں دبا لیا اور وہ پیالہ لئے باہر آنے لگا تو خیال ہوا کہ مسجد میں لوگ ہیں ہو سکتا ہے وہ کہنے لگیں کہ مسجد یا مدرسہ کا بوریا کہاں لے جا رہا ہے مگر دل کو تقویت بھی ہو رہی ہے کہ کہدوں گا مجھے تو شیخ نے دیا ہے ان کو لئے ہوئے میں باہر آگیا۔

ناکارہ نے یہ خواب جب حضرت کو لکھا تو حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ مبارک ہے تم کو مجھ سے فیض پہنچے گا۔

امراضِ قلب کے سلسلے میں حضرت کا علاج

بندے کی چونکہ عادت تھی کہ اکثر حضرت سے اپنے باطن خراب ہونے کی شکایت کرتا رہتا تھا ایک مرتبہ حضرت نے اسکے لئے درود شریف یا تبلیغ میں وقت لگانا تجویز فرمایا ایک مرتبہ یہ ناکارہ حاضرِ خدمت ہوا حضرت، عمرے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے ناچیز نے اپنے معمولات بیان کرنے کے بعد عرض کیا کہ حضرت باطن کی حالت بہت خراب ہے اس پر حضرت فرمانے لگے باطن کیسے، خراب ہے اچھا تو مجھے یوں بتا باطن خراب کیسے ہوتا ہے بار بار کہتا ہے، باطن خراب ہے اللہ نے اپنے ذکر کی توفیق عطا فرما رکھی ہے پھر باطن خراب کیسے ہے، یوں نہ کہا کرو تم یوں ہی کہا کرتے ہو۔ اس خاکسار کو چونکہ حضرت کے سامنے اور خصوصاً جبکہ حضرت کا لہجہ کچھ تیز ہو کچھ کہنے کی بالکل جراُت نہیں ہوتی تھی بلکہ مافی الضمیر کو ادا کرنے میں احصار کی کیفیت ہو جاتی تھی اسلئے اور تو کچھ عرض نہ کر سکا بلکہ زبان سے یہ نکلا کہ پہلے مبشرات وغیرہ بہت ہوتے رہتے تھے۔ تو اس پر حضرت نے فرمایا ارے وہ تو ویسے ہی بہلانے کی باتیں ہوا کرتی ہیں یوں نہ کہا کرو۔

میں نے عرض کیا حضرت عمرے کے لئے تشریف لے جارہے ہیں حضرت نے فرمایا۔ کہ ہاں بھئی عمرے کے لئے جارہا ہوں اور بھئی ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ عمرے کو جائے۔ کیا تمہاری طبیعت نہیں چاہتی۔ میں نے کہا جی حضرت۔ بندے نے کہا حضرت دعا اور توجہ میں یاد رکھیئے تو حضرت نے فرمایا کہ اس سے بے فکر رہو۔ میں اپنے دوستوں سے غافل نہیں رہتا۔ دعا میں یاد رکھتا ہوں۔

ایک دیرینہ آرزو

اس ناکارہ کو حضرت کے ساتھ جو قلبی محبت اور عقیدت تھی۔ اس کا ہمیشہ تقاضا رہتا تھا کہ حضرت کے پاس کچھ دنوں رہنے کا اتفاق ہو۔ مگر ناچیز بچپن ہی سے ایسے گوناگوں حالات کا شکار رہا کہ اس کا موقع ہی نہ مل سکا جیسا کہ بندہ سوال اوّل کے جواب میں لکھ آیا ہے

بعض دفعہ حضرت اقدس کی جانب سے بھی اشارہ پایا جاتا۔ مثلاً ایک مرتبہ بندہ اخیر شعبان میں حاضر خدمت ہوا حضرت اقدس نے دیکھتے ہی فرمایا کہ کہیئے پیر جی صاحب کتنے دنوں کے لئے تشریف لائے احقر نے عرض کیا حضرت بس ایک رات نہیں تو ۲ دو رات۔ اس پر حضرت نے فرمایا بھائی میرے یار میں تو سوچ رہا تھا کہ پورا رمضان میرے ساتھ گزارے گا۔ بندے نے عرض کیا حضرت جی تو میرا بھی چاہتا ہے مگر امامت کا مسئلہ ہے تعلیم کی ذمہ داری ہے ویسے اگر حکم ہو تو سب کچھ چھوڑ کر چلا آؤں۔

اس پر حضرت نے فرمایا نہیں بھائی یوں تو میں نہیں کہتا کیونکہ امامت بھی بڑی چیز ہے اس پر بندہ استفسارانہ نظروں سے حضرت اقدس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا تو حضرت نے فرمایا ہاں ہاں میں صحیح تو کہہ رہا ہوں امامت تو بڑی چیز ہے ہی میرا مقصد تو یہ تھا کہ میرے ساتھ اعتکاف کر لیتے۔ مگر خیر وہیں اعتکاف کر لینا اس پر بندہ نے عرض کیا کہ اخیر عشرہ کا اعتکاف تو بندہ ہمیشہ سے کرتا ہے۔ اس پر حضرت

نے فرمایا تھا کہ امسال ذرا اور اہتمام سے کر لینا۔

احقر کو اس کے بعد اور بھی زیادہ شدت سے اشتیاق رہا مگر رمضان اور قرآن سننے سنانے اور بچوں کی تعلیم وغیرہ کی ذمہ داریوں کی وجہ سے بدنصیب کو اس کا اتفاق نہ ہو سکا۔

اعتکاف

۹۷ھ میں جب احقر کے چھوٹے لڑکے شاہد حسین نے حفظ کر لیا تو بندہ اس کو اپنی امامت کی جگہ قرآن سنانے اور اپنے شاگرد حافظ محمد قاسم کو سماعت کے لئے مقرر کر کے اعتکاف کے ارادے سے حاضر ہوا۔ مگر اس زمانے میں حضرت کے یہاں اژدہام رہنے لگا تھا احقر جب حضرت مولانا منور حسین صاحب دامت برکاتہم سے ملا جو اعتکاف کے منتظم اعلیٰ تھے۔ تو مولانا موصوف نے فرمایا کہ آپ تو سہارنپور کے ہی رہنے والے ہیں اور سہارنپور والوں کے لئے اجازت نہیں۔ کیونکہ سہارنپور والے تو زیارت کرتے ہی رہتے ہیں۔ اب تو باہر والوں کو جگہ ملنی چاہیئے۔ اس پر احقر نے خدمت اقدس میں مولوی نصیر صاحب مرحوم کے بدست ایک پرچہ بھیجا جس میں اپنے ارادے کا ذکر کیا۔ پھر بعد میں مولوی نصیر صاحب مرحوم کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ وہ ہمارا بہت پرانا ہے اس کو ضرور جگہ ملنی چاہیئے۔ خیر اس طرح سب سے پہلے ۹۷ھ میں حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ اعتکاف کا موقع نصیب ہوا۔

اجازت

اعتکاف کے بعد جب احقر نے گاؤں جانے کا ارادہ کیا تو احقر نے علاقے کی دینی صورت حال اور اپنی کمزوریوں سے متعلق ایک پرچہ لکھا۔ جیسا کہ بندے کا ہمیشہ کا معمول تھا۔

اور حضرت کی طبیعت کچھ تو کمزور تھی بہت کم ملتے جلتے تھے ادھر اژدہام اتنا رہتا تھا کہ مجھ جیسے کمزور طبع کے لئے رسائی مشکل تھی۔ اس لئے وہ پرچہ مولوی نصیر صاحب کو

دے کر اور یہ کہہ کر حضرت جو کچھ جواب مرحمت فرمائیں گے پھر کسی وقت آکر لے جاؤں گا۔ وہاں سے چلا آیا۔

۶ شوال کو بندہ جب حاضر ہوا تو مولوی نصیر صاحب مرحوم نے مبارکباد کے ساتھ حضرت کا تحریری اجازت نامہ ناکارہ کے ہاتھ میں تھما دیا جو محض حضرت کی شفقت کا نتیجہ تھا ورنہ یہ ناکارہ تو ہر طرح کے جوہر باطن وظاہری سے خالی ہے

اجازت نامے کا مضمون مندرجہ ذیل ہے:

عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون! آپ سے تو میری خوب واقفیت ہے۔ اور آپ کے حالات سے بھی واقفیت ہے میرا کئی مرتبہ ان مصالح کی وجہ سے جو آپ نے تحریر فرمائی۔ آپ کو اجازت دینے کا ارادہ رہا لیکن میرا معمول ہمیشہ سے یہ ہے کہ جس میں ذرا سی بھی خواہش پائی، اسکو اجازت نہیں دی کہ شیطان کو اس میں بہکانے کا زیادہ اندیشہ ہے۔ بہر حال اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ آپ بیعت کیا کریں۔

آگے چل کر حضرت نے کچھ نصائح تحریر فرمائے ہیں۔

نمبر۱ عجب اور بڑائی سے بچنا کہ یہ مہلک مرض ہے۔

نمبر۲ آپ بیعت کیا کریں۔ ذکر و اذکار اشغال بتلایا کریں لیکن راہ سلوک میں بعض دفعہ کشف و کرامات وغیرہ میں بعض ایسے مسائل بھی پیش آجاتے ہیں کہ بعض مرتبہ اکابر علماء کو بھی ان کا جواب نہیں آتا، تو اگر کسی کو اس قسم کے حالات پیش آجائیں تو کسی بڑے کے حوالہ کردیں۔ مثلاً مفتی محمود صاحب وغیرہ اللہ مبارک کرے۔ فقط: حضرت شیخ مدظلہٗ

بقلم شاہد غفرلہٗ

۵ر شوال ۹۷ھ

تعلیم صدقہ جاریہ ہے

ایک مرتبہ احقر نے اپنے معمولات حضرت سے بیان فرمائے جس میں بچوں کی تعلیم کا بھی ذکر تھا حضرت نے فرمایا کہ دیکھو بھئی اللہ کا ذکر خوب کرو خوب کرو۔ اللہ جتنی توفیق دے کام آنے والی چیز ہے، مگر دیکھو یہ اللہ کا ذکر تسبیحات بس جب تک کرتے رہو جمع ہوتے رہتے ہیں اور جہاں آنکھ بند ہوئی تو انمیں پھر کوئی زیادتی نہیں ہوتی اور اگر تم نے کسی کو ایک لفظ سکھلادیا تو وہ تمہارے مرنے کے بعد بھی جب تک وہ اس کو پڑھے گا یا کسی اور کو سکھلائے گا واسطہ در واسطہ جب تک سلسلہ چلے گا تجھ کو ثواب ملتا رہے گا لہٰذا اس کا خاص خیال رکھو۔

حضرت یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ چاہے اور چیزوں میں کمی ہو جائیگی مگر اس میں کمی نہ ہونے دو۔

اوقاف کے مال میں احتیاط کی تاکیدات تو بہت رہا کرتی تھیں اور اس قسم کے اسلاف کے قصے تو حضرت بارہا سنایا کرتے تھے مگر اس میں سے اکثر حضرت اقدس نے آپ بیتی میں تحریر کروائے ہیں۔

ھدیہ کے بجائے ایصالِ ثواب باعثِ مسرت

حضرت اقدس مدرسہ قدیم کی مسجد میں کافی دیر تک اوّابین پڑھا کرتے تھے اور انتہائی اطمینان کے ساتھ لمبے لمبے سجدے فرمایا کرتے تھے موسم گرما میں جب بجلی کے پنکھے وغیرہ نہیں تھے تو بعض خدام پنکھا کرتے رہتے اور بعض حضرت کی کمر پر پانی چھڑکتے رہتے۔ احقر کو بھی کئی مرتبہ پنکھا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ناکارہ

کا جب جانا ہوتا تو دروانے میں کھڑا ہو جاتا۔ اور جب حضرت فارغ ہو کر نکلتے تو نذر پیش کیا کرتا۔ ایک مرتبہ بندہ کا کچھ عرصے سے جانا ہوا۔ اور حضرت جب نکلے تو بندے نے حسب معمول نذر پیش کی تو حضرت نے میری گردن میں ہاتھ ڈال لیا۔ اور فرمانے لگے کیا ہے۔ ناکارہ نے عرض کیا نذر ہے۔ حضرت نے فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ کا شکر ہے اس نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ اس پر بندے کی زبان سے آہستہ سے نکل گیا کہ حضرت آپ تو بادشاہ ہیں۔ اس پر حضرت فرمانے لگے نہیں بادشاہ تو میں نہیں ہوں۔ البتہ یہ میرا کتب خانہ وغیرہ ہے اور حضرت گردن پکڑے پکڑے اسی ہیئت پر کتب خانہ تک تشریف لائے۔ اور پھر حضرت فرمانے لگے تم جلدی جلدی تو آتے نہیں جلدی جلدی آیا کرو۔ پھر حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے نذر بھی قبول فرمالی۔

ایک مرتبہ حضرتؒ کے یہاں کچھ دیہاتی گاؤں کا کوئی تحفہ لائے تو حضرتؒ فرمانے لگے کہ بھائی جو کچھ تم لائے میرے سر آنکھوں پر۔ مگر بھائی مجھے اب ان چیزوں کی کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بھائی اب تو میں بیمار رہتا ہوں۔ اور اب تو مجھ سے کچھ کھایا پیا نہیں جاتا۔ اب تو یہ دوسرے لوگ ہی کھا پی جاتے ہیں۔ اب تو میرے پیر قبر میں لٹک رہے ہیں۔ اب تو مجھے اس کی زیادہ خوشی ہے کہ کوئی الحمد شریف پڑھ کر مجھے بخش دے کیونکہ آخرت میں بس یہی چیز کام آنے والی ہے۔
دیکھو بھائی میرے پاس بہت سارے خطوط آئے ہوئے ہیں جن میں لوگوں نے لکھا ہے:

کہ ہم نے تیرے نام کا حصہ لے رکھا ہے۔ تو بھائی مجھے تو اس کی بہت خوشی ہوتی ہے۔ اس پر کسی نے سوال کیا کہ حضرت اگر آپ کو اطلاع نہ دی جائے اور آپ کی طرف سے قربانی کر دی جائے تو ہو جائے گی یا نہیں تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہاں بھئی اگر کوئی

اپنی قربانی نہیں کرتا تو اس کی اجازت تو ضروری ہے اور جو اپنی کرتا ہے تو اس کی اجازت ضروری نہیں، اور بھائی بحمد اللہ میں تو جب بدیشی حکومت تھی تو سات گائیں کیا کرتا تھا اور جب سے اپنی حکومت آئی ہے تو پانچ کٹڑے تو اب بھی کر دوں ہوں۔ اور بھائی ان میں مُردوں کے حصے زیادہ ہوں اور زندوں کے کم ہوں کیونکہ آج کل بزرگوں کے ایصال ثواب میں بہت حق تلفی ہو رہی ہے۔ کیوں کہ ایصال ثواب کے جتنے طریقے تھے وہ تو سب بدعت کی زد میں آگئے۔ یہ تو بدعت ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے بھئی میں تو بقرعید میں سب کے حصے لے دوں ہوں ؞

حضرت حافظ صدیق احمد صاحب زید مجدہم

اسم گرامی (حافظ حاجی) صدیق احمد مرزاپوری ثم سہارنپوری حال مدرس درجہ حفظ کلام اللہ شریف شاخ خلیلیہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، ہند۔ مقیم بر دولتکدۂ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ مہاجر مدنی، الموسوم کچے گھر محلہ مالی گیٹ متصل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)۔

تربیت و تعلیم پیدائش سنہ ۱۹۳۱ء آبائی وطن مرزاپور پول میں ہوئی۔ بچپن میں مدرسہ فیض العلوم مرزاپور پول ضلع سہارنپور ہی میں قاعدۂ نورانی سے پڑھنا شروع کیا، قاعدہ نورانی، پارہ عمّ حفظ پڑھا۔

اس کے بعد میرے ایک عزیز حافظ علی احمد صاحب مرحوم نے میرے والدین سے فرمایا اس کو رائے پور داخل کرادو۔ والد والدہ نے انھیں اجازت دے دی۔ حافظ صاحب مرحوم نے شفقت فرمائی اور بندہ کو اسی کم سنی کی حالت میں مدرسہ فیض ہدایت گلزار رحیمی رائے پور میں داخل فرمادیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء حافظ علی احمد مرحوم مولوی محمد سلیمان صاحب مرزاپوری مجاز حضرت شیخ الحدیثؒ کے حقیقی چچا تھے۔

گلزار رحیمی میں دلجمعی کے ساتھ رہ کر پڑھنا شروع کردیا۔ میرے استاد

حافظ القاری ولی محمد صاحب مرحوم تھے۔ تعلیم و تربیت کا ڈھنگ تو نرالا تھا ہی مگر اخلاق حمیدہ کے بھی آپ مجسمہ پیکر تھے۔ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اِنّا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون۔ رب العزت محترم استاذ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ناکارہ کا گھرانہ چونکہ علم سے بے بہرہ تھا اسی لئے جلد پڑھنا شروع نہ کیا جاسکا اس زمانہ میں مجھ سے بھی کم سنی کی حالت میں میرا بھانجہ حافظ عبد الکریم نامی ساکن نادہرآنہ ضلع سہارنپور میرے ہم سبق رہے۔ ایسے ہی اور بھی ایک عزیز (حافظ حاجی) کریم الدین مرزاپوری سبق کے ساتھی رہے۔

ساتھیوں میں سے سب کے نام تو یاد نہیں، ہاں (مفتی) عبد العزیز صاحب رائے پوری (مفتی) عبد القیوم صاحب رائے پوری کے اسماء گرامی اچھی طرح یاد ہیں، یہ دونوں حضرات تو عالم فاضل بنے اور آجکل مدرسہ مظاہر علوم میں مسند افتاء پر فائز ہیں۔ لیکن بندہ حفظِ کلام اللہ شریف، اُردو، دینیات اور معمولی فارسی تک محدود رہا۔

حفظِ کلام اللہ کے وقت ہمیشہ معمول رہا کہ یہ ناکارہ اور میرا بھانجہ ہی ساتھیوں میں سب سے پہلے سبق سناتے، کبھی نماز فجر سے قبل اور کبھی بعد نماز فجر۔ محترم اُستاذ کے سامنے ایک صفحہ سبق پڑھتے اور دو صفحے یاد کرکے سُنادیتے۔ محترم اُستاذ اس کیفیت سے بیحد خوش ہوتے۔ سبق سے فراغت کے بعد ماموں بھانجہ کو اپنی معاونت کے لئے پاس بٹھالیتے۔ سبق اور سبقاً پھیرہ کے فراغت کے بعد محترم استاذ نور اللہ مرقدہٗ وقفہ فرماتے۔ اس وقفہ میں ناشتہ کرتے۔ ناشتہ میں عام طور پر چنا یا سوکھی روٹی کھاکر پانی پی لیتے اور پھر پڑھنے بیٹھ جاتے۔ تین سال میں حفظِ کلام اللہ پورا ہوا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ سورۂ نساء کا دوسرا رکوع ہمارا سبق تھا۔ بالکل یاد نہیں ہو رہا تھا۔ اس بات پر شرمندگی ہو رہی تھی، کبھی روتے، اور سب سے زیادہ خوف طاری تھا کہ پٹائی ہوگی، اللہ! کیا کریں؟ خود بخود ذہن میں آیا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے مزار مبارک پر بیٹھ کر یاد کریں انشاء اللہ یاد ہو جائے گا۔ ایسا ہی کیا۔ ماموں بھانجے حضرت کے مرقد پر جا بیٹھے۔ ایک گھنٹہ میں سبق یاد ہو گیا، سُنا دیا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ جس وقت پرانی خانقاہ سے نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاتے تو ہم لوگ حضرت کی جوتیاں اٹھا کر رکھنے کے انتظار میں رہتے، چنانچہ بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کا خوب ہی موقع ملا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ۔ گرمی کے ایام میں دوپہر کے وقت مولانا اشفاق الرحمان صاحبؒ کی خدمت کے لئے دوپہر بھر ہی پنکھا کھینچتے آرام بالکل نہیں ہوتا تھا۔

قرآن پاک پورا کر کے سخت بیمار ہو گیا، پورا ایک سال بیماری میں گزرا۔ بیماری سے اُٹھ کر اپنے ابتدائی اور علمی مدرسہ فیض العلوم میں پھر جانا شروع کر دیا اور قرآن پاک یاد کرنے کی خاطر صبح شام ایک ایک پارہ سُنانا شروع کیا۔

میرے عزیز وہی حافظ علی احمد صاحب مرحوم جنھوں نے بندہ کو رائے پور داخل فرمایا تھا پنجاب کے کسی گاؤں میں امامت کرتے تھے۔ حُسنِ اتفاق سے مرزا پور تشریف لائے، بندہ ملا۔ دیکھا اب تو تندرست ہے۔ حال پوچھا میں نے بتلا دیا۔ حافظ صاحبؒ اس ناکارہ سے محبت بہت کرتے تھے۔ جب واپس پنجاب کے لئے چلے تو فدوی کو بھی اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ اس گاؤں کا نام تنگا پیڑھی تھا۔ چھ ماہ وہاں قیام کیا۔ وہاں سے گھر واپس آگیا اور کچھ دن خالی رہا۔

اسی اثناء میں میرے ایک دوسرے عزیز حافظ نعمت علی صاحب مرزا پوری جو اس وقت مدرسہ ابو المدارس میں مدرس تھے، مرزا پور آئے، مجھے خالی دیکھ کر اپنے ہمراہ سہارنپور لے آئے۔ یہ مکتب مولوی نصیر الدین صاحب مرحوم منیجر کتب خانہ یحیوی نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی مرضی کے مطابق محلہ کے ابتدائی بچوں کی تعلیم کے لئے جاری فرمایا تھا جو آج تک بحمد اللہ جاری ہے۔ یہاں پہونچ کر پارہ سناتا رہا۔ چھ ماہ گزار کر پھر واپس مرزا پور چلا گیا کچھ دن مرزا پور رہا۔

مظاہر میں داخلہ

حافظ عبدالمجید صاحب مرزا پوری جو بندہ کے خالہ زاد بھائی ہوتے تھے، اُس وقت سہارنپور محلہ کھجور تلہ کی ایک مسجد میں امامت فرماتے تھے، اپنے ہمراہ سہارنپور لے آئے، میرا بھانجہ (حافظ) عبدالکریم بھی ساتھ تھا۔ خورد و نوش کا انتظام اور قیام اپنے پاس کر کے ہم دونوں کو حافظ صاحب مرحوم نے مدرسہ مظاہر علوم شعبہ فارسی میں داخل فرما دیا۔

فارسی کا ابتدائی سال پورا ہوا ہی تھا کہ ۱۹۴۷ء کا غدر ہو گیا۔ حالات بہت دن تک خراب رہے، مہینوں کرفیو لگا رہا۔ داخلہ کا وقت شوال کا مہینہ تھا۔ اسی مجبوری کے باعث بس تعلیمی سلسلہ تو منقطع ہو گیا۔ میرے بھانجے حافظ عبدالکریم سلمہٗ نے قصبہ بھٹ (Behat) سرکاری اسکول میں داخلہ لے لیا۔

یحیوی کتب خانہ وغیرہ میں ملازمت

جب حالات سازگار ہو گئے تو مولوی نصیر الدین صاحب مرحوم منیجر کتب خانہ یحیوی نے یاد فرما لیا، ایک شخص کے ذریعہ زبانی خبر بھیجی کہ صدیق احمد یہاں آجا۔ مولانا مرحوم بھی بیحد شفقت فرماتے تھے۔ میں حاضر ہو گیا۔ مولاناؒ نے مجھ ناکارہ کو کتب خانہ

یحیوی میں ملازم رکھ لیا۔ کبھی کتب خانہ میں کام کراتے اور کبھی مدرسہ اولیٰ المدارس میں درس تدریس کے لئے بٹھادیتے تین سال یہاں رہا۔ کام کی زیادتی سے طبیعت اکتانے لگی تو پھر چھوڑ کر مرزا پور چلا گیا۔

میری مادر علمی مدرسہ فیض العلوم مرزا پور پول میں درجہ حفظ کے لئے مدرسی کی جگہ خالی تھی منتظمین نے اس خدمت کے لئے رکھ لیا۔ تین ماہ یہاں رہا۔

۱۹۴۸ء میں شادی ہوگئی۔ نکاح کے بعد ٹانڈہ بنہڑہ منگلور کے پاس ایک گاؤں ہے، چھ ماہ وہاں جامع مسجد میں امامت کی۔

چھ ماہ پورے کر کے سہارنپور آگیا۔ جامع مسجد میں دکانداروں کی طرف سے ایک مکتب قائم تھا اس میں جگہ خالی تھی میرے ایک شناسا حافظ محمد اسحٰق صاحب ملے، ان سے ذکر کیا تو حافظ صاحب نے تیس روپے ماہوار پر اس مکتب میں قرآن پاک کی تدریس کے لئے میرا تقرر کرادیا۔ اور جامع مسجد کے قریب ہی سبزی منڈی پل کے سامنے والی مسجد میں بیس روپے ماہانہ پر امامت کی بات چیت کرادی۔ پندرہ ماہ یہاں اس طرح گزارے۔ پھر چھوڑ کر مرزا پور چلا گیا۔ خالی پھرتا رہا۔

سہارنپور حاضری

چند دن بعد اپنے اعزاء سے ملنے کی غرض سے مرزا پور سے چند میل کے فاصلے پر امیر گڈھ نامی ایک گاؤں میں گیا۔ اُس وقت موٹر، ٹرین غرض کسی بھی قسم کے ٹریفک کی خاصی سہولت نہیں تھی۔ اور ہوتی بھی تو اپنے پاس ایک پیسہ تک موجود نہیں تھا کسی بس موٹر تانگہ کی تلاش ہی کیا کرتا۔

اس وقت لوگ باربرداری بھی بیل گاڑی سے ہی کرتے تھے۔ امیر گڈھ میں ایک بیل گاڑی میں لکڑیاں بھری ہوئی تھیں معلوم ہوا کہ یہ گاڑی سہارنپور جارہی تھی

بے ساختہ دل نے گواہی دی کہ سہارنپور چلوں۔ سردی خوب تھی، دسمبر کا مہینہ تھا۔ میں نے سوچا کہ بیل گاڑی میں بیٹھ لوں، میرے پاس کھدر کی ایک چادر تھی۔ بسم اللہ پڑھ کر بیل گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی والا لحاف اوڑھے بیٹھا تھا اور یہ سیاہ کار رات بھر اسی چادر میں بیٹھا رہا، پوری رات سر پر گزر گئی۔ گاڑی جنیگی پر پہونچی، صبح ہوگئی۔ سردی سے ہاتھ پاؤں شل ہوگئے تھے۔ چاروناچار گاڑی سے اُترا، خدا کا شکر ادا کیا۔ آگ جلائی اور ہاتھ پاؤں تاپے کچھ سہارا ہوا۔

ڈرتے ڈرتے روحانی باپ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے در اقدس پر پہونچا۔ اس وقت چائے چل رہی تھی۔ چپکے سے چائے پی۔ اس کے بعد آقائی ومولائی حضرت شیخؒ کی زیارت سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے۔ اور خاموش رہے۔

ظہر کی نماز کے بعد حضرت مولانا الحاج محمد اکرام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مالیات مظاہر علوم سہارنپور نے دریافت فرمایا کہ:

”تو ٹھہرے گا یا جائے گا؟“

بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! جیسا حکم ہو۔ پھر خود ہی فرمایا:

”ٹھہر جا، زیادہ اچھا ہوگا“

بندہ ٹھہر ہی گیا۔ اگلے روز ناشتہ کے بعد حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ:

”اگر تو خالی ہے تو ہم تجھ کو محمد طلحہ کے پڑھانے کے لئے یہاں رکھنا چاہتے ہیں۔ بول کیا تنخواہ لے گا؟“

میں نے عرض کیا حضرت! کچھ نہیں لوں گا۔ حضرت نے فرمایا:

”کام کیسے چلے گا؟“

دل میں خوشی بیحد تھی کہ اے اللہ! تیرا احسان ہے، میں اس قابل تو نہیں تھا۔ حضرتؒ نے ہی فرمایا:

"بیسؔ روپے ملا کریں گے"

بس بھائی محمد طلحہ کو پڑھانا شروع کر دیا۔ ہر پارہ ختم پر ڈیڑھ روپیہ مجھے اور ایک روپیہ بھائی محمد طلحہ سلمہٗ کے لئے انعام بھی مقرر فرما دیا۔ دن بھر کا پڑھا ہوا بعد عصر حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ مدرسہ ابوالمدارس میں بیٹھ کر سنا کرتے تھے

یہ مدرسہ ابوالمدارس وہ جگہ ہے جہاں آخری ایام میں حضرت شیخؒ کی عصر کے بعد درس تبلیغ کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ بھائی محمد طلحہ بہت ہی کمزور پتلے دبلے تھے۔

جس وقت چوبیس پارے ہو گئے، ۱۹۵۵ء میں حضرت شیخؒ کا مع اہل و عیال حج بیت اللہ شریف کا قصد ہو گیا۔ اکابر میں سے حضرت رائے پوریؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رئیس التبلیغ سبھی حضرات حج کو تشریف لے گئے تھے۔

جس وقت حضرت مدنیؒ دہلی سے سفر حج کے لئے روانہ ہوئے، حضرت شیخ الحدیثؒ سے بھی فرمایا تھا "آپ بھی تشریف لے آویں"۔ حضرت تیار تھے مگر حضرت تو اس سال تشریف نہ لے جا سکے۔ بھائی محمد طلحہ اور والدہ محمد طلحہ وغیرہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی معیت میں حج کو چلے گئے۔

حضرت شیخؒ نے محلہ قصاب پورہ مدرسہ سبحانیہ اور حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی میں چند شب قیام فرمایا اور بس سہارنپور واپسی ہو گئی۔ بندہ ہی سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ رہتا تھا۔

بیعت بھائی محمد طلحہ کو پڑھانا شروع کر کے ۱۹۵۵ء میں حضرتؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ درخواست قبول ہو گئی۔ مدرسہ قدیم کی مسجد

میں مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد دامنِ عاطفت کا سایہ حضرت شیخؒ نے عطا فرما دیا۔ تسبیح پڑھنے کو بتلائی، حکم پر دوام کیا۔ ۱۹۵۵ء میں دہلی سے واپس ہو کر ذکر کا طریقہ بتلا کر بندہ کو ذکر کا حکم فرمایا۔ اس زمانہ میں چار ماہ تک خالی کو تنخواہ بھی عطا فرمائی۔ یہ ناکارہ کسی وقت بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوا۔

حضرت رائے پوری کی دعا اور اولاد حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ سے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مذاقاً فرمایا کہ:

"حضرت اس کے (صدیق احمد) کے لئے دعا فرما دیں کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہو جائے"۔

حضرت رائے پوریؒ کی دعا خالی نہیں جاتی تھی۔ حضرتؒ کی دعاؤں کے طفیل ۱۲ر ستمبر ۱۹۵۶ء بدھ کی شب میں بوقت ڈیڑھ بجے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت شیخؒ نے تجویز فرما کر محمد عثمان رکھا۔ اللہ نے حضرت کی دعاؤں کے طفیل حافظ قرآن پاک اور عالم فاضل بنایا۔ ۱۹۷۹ء میں مدرسہ مظاہر علوم سے فارغ ہو کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور مشورہ کے مطابق یہ بچہ مولوی محمد عثمان نامی مدرسہ دار العلوم محلہ شاہ بہلول سہارنپور میں درس نظامی کی تدریس میں مشغول ہے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی سے صاحب اولاد ہے۔

۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ کو اتوار کی شب میں بارہ بجے محمد لقمان نامی ایک بچہ پیدا ہوا، صبح تک حیات رہ کر انتقال کر گیا۔ اِنّا للّٰہ واِنّا اِلیہ راجعون۔

۸ر ستمبر ۱۹۶۲ء مطابق ۷ر ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ شنبہ کو صبح کے وقت ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام خود حضرت شیخؒ نے ہی فاطمہ رکھا جو حیات ہے۔

۱۹۸۰ء میں فتحپور بھادوں میں نکاح کر دیا گیا۔ ایک لڑکی سے صاحب اولاد ہے
۲۷/ اکتوبر ۱۹۶۶ء مطابق ۱۰/ رجب ۱۳۸۶ھ سہ شنبہ کو بعد نماز عصر احمد علی نامی ایک بچہ پیدا ہوا۔ حیات ہے۔
۵/ جون ۱۹۷۰ء، ۲۹/ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ صبح کے وقت محمد نعمان پیدا ہوا
۸/ جون ۱۹۷۰ء کو انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
۱۲/ اپریل ۱۹۷۳ء جمعہ کو عائشہ نامی ایک لڑکی پیدا ہوئی جو حیات ہے۔
کل اولاد چھ پیدا ہوئیں۔ دو لڑکے دو لڑکیاں حیات ہیں دو لڑکے انتقال کر گئے۔

مولانا محمد طلحہ صاحب کے حفظ کی تکمیل

حجاج کرام حج سے واپس آگئے۔ بھائی مولوی محمد طلحہ بھی بعافیت پہونچ گئے۔ پچیسویں (۲۵) پارہ سے سبق شروع ہو گیا، چند ماہ بعد کلام اللہ شریف حفظ پورا ہو گیا۔ نظام الدین دہلی حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں بھائی مولوی محمد طلحہ کے حافظ قرآن کریم ہو جانے کی اطلاع بھیجی گئی۔ نظام الدین سے بہت سے حضرات تشریف لے آئے۔ سواری کے لئے حاجی سید آل علی مرحوم کی دو بسوں کا انتظام کر کے مرزا پور پول کے اطراف میں ایک گاؤں بیلوں واقع ہے اس مقام پر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کا وصال ہوا تھا وہاں تشریف لے گئے۔ خان یعقوب علی خاں صاحب سہارنپوری نے بطور برکت بیلوں میں ایک جگہ خرید رکھی تھی اور وہیں قیام رکھتے تھے۔ ان کے یہاں ایک گھنٹہ قیام کیا معمولی چائے وغیرہ سے ناشتہ کیا اور رائے پور کے لئے روانہ ہو گئے۔

نماز ظہر کے بعد حضرت اقدس الشاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ

کے یہاں بھائی مولوی حافظ محمد طلحہ کا کلام اللہ حضرت مولانا قاری مفتی سعید احمد صاحبؒ مفتی مدرسہ مظاہر علوم نے کرایا۔ شیرینی میں پیڑے تقسیم ہوئے۔ شب میں رائے پور قیام کر کے اگلے روز بعد نماز ظہر سہارنپور کے لئے چل دیئے۔

سہارنپور پہونچکر میرے روحانی باپ حضرت شیخؒ نے زنانہ مردانہ ایک ایک جوڑا کپڑا اور سکہ رائج الوقت چاندی کے دو سو (۲۰۰) روپیہ بھی مرحمت فرمائے جو باوجود اپنی تنگی وعسرت کے ایک عرصہ تک بندہ نے بطور برکت محفوظ رکھے۔ اس پاک ہدیہ کے تین روپیہ اب تک اس ناکارہ کے پاس تھے جو لخت جگر فاطمہ سلمہا کو جہیز میں دیدیئے ہیں۔ اس کے بعد بندہ کو کوئی تنگی بھی پیش نہیں آئی۔ الحمد للہ علی کل حال۔

اگلے سال مولوی حافظ محمد طلحہ سلمہٗ کو دَور کرایا۔ قرآن پاک یاد ہو گیا۔ اب مولوی حافظ محمد طلحہ کو تو مولوی شفیق احمد صاحب گنگوہی نے فارسی شروع کرا دی۔ اب بندہ کے پاس زبیر و شاہد پڑھنے لگے۔ یہ بھی حافظ بن گئے۔

مظاہر میں حفظ کی تدریس

کچھ دن بعد اتفاق سے شاخ خلیلیہ مدرسہ مظاہر علوم میں ایک مدرس حفظ کی جگہ خالی ہوئی۔ اس جگہ کے لئے بہت سی درخواستیں دفتر مدرسہ مظاہر علوم میں پہونچی ہوئی تھیں۔ اس ناکارہ نے بھی درخواست دے دی اور حضرت شیخؒ سے بھی اطلاعاً عرض کر دیا۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا:

"میں تیری درخواست پر کاٹ کر دوں گا منظور نہیں ہونے دوں گا۔"

بندہ نے عرض کیا کہ حضرت کیوں؟ فرمایا:

"تو یہاں سے چلا جائے گا۔"

بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! میں نہیں جاؤں گا کچھ گھر ہی میں رہوں گا۔ حضرتؒ

بیحد خوش ہوئے اور خاموش رہ گئے۔

حضرت مولانا قاری مفتی مظفر حسین صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم اور حضرت مولانا الحاج اکرام الحسن صاحبؒ مہتمم مالیات مدرسہ مظاہر علوم نے میری درخواست کو منظور فرمایا ــــ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ــــ پچیس ۲۵ روپیہ ماہانہ سے میرا تقرر ہوا۔ میرے مرشد نے فرمایا کہ:

"صدیق! مٹھائی کھلا۔"

بندہ چپکے سے باہر نکلا اور مٹھائی لے آیا، حضرت کی خدمت میں پیش کر دی۔ حاضرین مجلس سبھی حضرات نے کھائی اور اس ناکارہ کے لئے دعائیں فرمائیں۔ بس اگلے ہی دن سے شاخ میں پڑھانے کے لئے جانا شروع کر دیا۔ کھانا پینا اور قیام کچھ گھر ہی میں رہا اور ہنوز اسی در کی حقیقی پاسبانی کا شرف حاصل ہے۔

باضابطہ طور پر تو دینی خدمت کا آغاز ۱۹۵۸ء میں حفظ کلام اللہ کی تدریس سے شاخ خلیلیہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہی میں کیا اور الحمد للہ تاحال اسی خدمت پر مامور ہوں۔

اس سے قبل اولاً مدرسہ ابو المدارس میں تدریس کا کام کیا۔ پھر امامت۔ پھر جامع مسجد سہارنپور میں تدریس حفظ کلام اللہ اور امامت۔ پھر اپنی مادر علمی مدرسہ فیض العلوم مرزاپور پول تین ۳ ماہ عارضی طور پر درجہ حفظ کلام اللہ شریف میں دینی تعلیم کی خدمت انجام دی۔ لیکن یہ سب مواقع بندہ کے نزدیک ویرانی اور خالی و بیکاری کے درجہ میں ہیں ــــ اللہ رب العزت مجھ ناکارہ کو سچی دینی خدمت کی توفیق بخش دے اور جن خیر اندیش کرمفرماؤں کے زیر نگرانی مستقل دینی تعلیم کا مشغلہ مظاہر علوم میں نصیب ہوا ان کو اللہ رب العزت جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

خلافت

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تربیت واقعی ہر شخص کے مزاج کے اعتبار سے الگ الگ تھا۔ اس ناکارہ کے ساتھ نو انداز تربیت نہایت مشفقانہ رہا۔ حضرتؒ سے تعلق کے بعد معمولات میں زیادتی اور ترقی ذکر و شغل کی مجالس میں حاضری کی پابندی اپنے قلبی رجحان اور حضرتؒ کی خصوصی توجہ سے ہوئی۔

مرشدی و مولائی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولوی محمد سلیمانؒ صاحب مرزاپوری پہلے سے خلوۃ گاہ میں کچھ مشورہ کر رہے تھے۔ حضرتؒ کی خلوۃ گاہ میں میرے شیخ کی محفل کے خاص پروانے حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب مدظلہٗ مولانا منور حسین صاحب، مولانا محمد احسان صاحب رائیونڈ پاکستان، بھائی حاجی ابو الحسن صاحب مہاجر مدنی اور دو ایک حضرات تشریف فرما تھے۔ حضرتؒ وضو فرما رہے تھے، سخت لہجہ میں آواز دی، یہ ناکارہ بیحد خائف ہوا بہت دیر تک لرزتا رہا کہ اے خدا! خیر فرما، معلوم نہیں آج کیا غلطی ہوگئی، کیا کوئی شکایت پہونچ گئی ہے؟ حضرت کے طلبی الفاظ یہ تھے جو بندہ نے سنے:

"وہ حافظ جی ہے اسے بھی بلاؤ یہاں۔"

فوراً اندر داخل ہوا، حضرتؒ وضو فرما رہے تھے۔ فرمایا:

"حافظ جی" ہے؟

میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں حاضر ہوں۔

"بیٹھ جا یہاں بیٹھ جا۔"

اب تک بھی خوف ہی خوف تھا۔ وضو سے فراغت کے بعد فرمانے لگے کہ:

"میں تمہیں تین سال سے اجازت دینے کو سوچ رہا ہوں مگر یاد نہیں رہتا بات ذہن سے نکل جاتی ہے، مفتی محمود صاحب نے بھی تمہاری

طرف سے بارہا سفارش کی ہے۔"

عین اسی وقت پر جبکہ حضرتؒ اور تمام پروانے ظہر کی نماز کی تیاری میں تھے مولوی محمد سلیمان صاحب مرزاپوری پہلے سے اندر موجود تھے، خصوصی مجلس کے روبرو فرمایا:

"میں تم کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔"

بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے پڑھنے کے لئے اور کچھ فرمادیں۔ فرمایا:

"بس جتنا بتلایا اس پر ہمیشگی رکھنا اور ذکر و شغل کی لائن بھی جاری رکھنا۔ تیرے لئے وہی کافی ہے۔"

خلافت عطا فرماتے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اول اول مختلف اشیاء سے تمغہ دینے کا معمول رہا۔ یہ ناکارہ ہمیشہ ہی کبھی جانمازیں کبھی ٹوپیاں اور کبھی رومال اور کبھی عمامے خود حضرت کے حکم کے مطابق بازار سے خرید کرلایا۔ یہ نشانیاں خلفاء کو ہمیشہ تقسیم کی جاتی رہیں۔ مگر چند سالوں سے اب یہ معمول ہی ختم ہوگیا تھا۔ ہم لوگوں کو تو حضرتؒ نے آخری ایام میں ردائے شفقت اڑھائی۔ ——— اللہ رب العزت اس بحرِ بیکراں ذاتِ گرامی کو کروٹ کروٹ چین نصیب کرے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ حضرتؒ سے تعلق اور نسبت کو ہم جیسے سیاہ کاروں کے لئے بھی ذریعۂ نجات بنائے۔ اور روزِ محشر سرورِ کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ روحانی باپ حضرت شیخؒ کو مغفرت کا سبب بنادے۔ آمین یارب العالمین!

درود شریف کے فضائل کی اشاعت

حضرت شیخؒ کی خدمت کے مقابلے میں اس ناکارہ کو تصنیف و تالیف کا ذوق نہیں تھا اس لئے کسی تصنیف اور

تالیف کا حکم تو نہیں فرمایا البتہ حضرتؒ کی کتاب "فضائلِ درود" سے اس ناکارہ نے ایک بار ایک خاص درود ——— جس کے لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ عوام و خواص میں ورد کی تلقین فرماتے تھے ——— اس کے بہت سے فوائد و مجربات کے مدِنظر عامۃ المسلمین کے استفادہ کی غرض سے چھپوا کر شائع کردیا اس کی ایک کاپی حضرتؒ کی خدمت میں بھی پہونچی، حضرتؒ نے فرمایا:

"بہت اچھا کیا۔"

بڑے خوش ہوئے اور فرمایا

"اس کی خوب اشاعت کرو اللہ جزاء عطا فرمائے گا۔"

جاؤ اس (وزیر اعظم) سے کہدو

۱۹۷۶ء، جب ہندوستان میں فیملی پلاننگ (نس بندی) جبریہ طور پر کی جارہی تھی، خاص طور مسلمانوں کو ہی نسل کشی کے گھاٹ اتارا جارہا تھا، متوسلین اور متعلقین نیز علاقے کے پریشان حال لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! دعاء فرمادیں یہ تشدد اور ظلم نہ کریں۔ حضرتؒ نے فرمایا:

"سب مل کر دعا کرو ان شاء اللہ یہ ظالم حکومت ہی نہ رہے گی۔"

ایک روز ضلع سہارنپور کے حکام ڈی ایم، ایس ڈی ایم، وغیرہ کا قافلہ حضرت کے دولت کدہ پر حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا ہم ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے اجازت دے دی۔ یہ لوگ اندر چلے گئے۔ مگر زبان بند، کچھ کہہ نہیں سکے۔ حضرت نے زور دار آواز سے پوچھا:

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

کچھ جواب نہ دے سکے۔ پھر حضرت نے ہی فرمایا:

"جاؤ اُس (وزیر اعظم) سے کہدو اگر وہ اس ظلم و تشدد سے باز

نہیں آتی تو اس کی وزارت ہی ختم ہو جائے گی۔"

بس چند ماہ بعد ہی اس پارٹی کا اقتدار ہند سے ختم ہوگیا، دوسری پارٹی (جنتا) برسرِ اقتدار آئی اور اس حرکتِ نازیبا سے باز رہی۔

یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قطبِ وقت ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ اس وقت صرف دعاؤں کے لئے فرمایا کہ بس اس وقت یہی ہتھیار کام آئے گا۔

جلسوں میں شرکت

اہل حق کی جماعتوں اور جلسہ وجلوس میں جانے کا خود بھی معمول تھا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ جب بھی دیوبند سے سفر فرما کر سہارنپور آتے اور "جامعہ اسلامیہ" ریڑھی تاجپورہ و مدرسہ دار القرآن دھولا پڑا کے جلسہ میں جاتے تو خاص طور پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ہمراہ لے جاتے، یہ ناکارہ بھی ہمرکابی میں رہتا۔

حضرت کا فیض العلوم کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنا

واقعی ہی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں اور دلی تمنائیں تھیں کہ خلفاء اور متعلقین زیادہ سے زیادہ تبلیغی اور دینی کام میں لگیں، جگہ جگہ مدارسِ دینیہ اور مکاتبِ قرآنیہ قائم کریں۔

ایک مرتبہ ضرورت کے پیشِ نظر میرے آبائی گاؤں مرزا پور پول سے مدرسہ فیض العلوم کے کچھ ذمہ دار آئے اور حضرت سے گزارش کی کہ مدرسہ فیض العلوم آپ کی سرپرستی میں دینی خدمات انجام دے رہا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ حضرت! آپ ہی اپنی طرف سے اس کا انتظام فرما دیں۔ حضرت نے دریافت فرمایا:

"کیا کریں؟"

لوگوں نے پھر عرض کیا کہ حضرت! صدیق احمد کو مہتمم بنا دو ہم یہ چاہتے ہیں۔ یہ سیاہ کار عذر پیش کرنے لگا۔ فرمایا:

"نہیں نہیں! ٹھیک ہے۔ ہر ہفتہ جمعرات کو چلا گیا اور دیکھ بھال کر آیا اس میں کوئی حرج نہیں۔"

یہ میری سب سے پہلی مادرِ علمی ہے جس کے انتظام کا بار مجھ نااہل کے سر پر حضرت شیخ رح کے حکم کے مطابق رکھا گیا۔ اللہ کا نام لیکر بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل منظور کیا۔ یہ بندہ آج تک اس خدمت پر مامور ہے۔

دریں اثناء مدرسہ فیض العلوم کی روز افزوں ترقی کے پیشِ نظر مدرسہ فیض العلوم کے لئے جدید تعمیر کی ضرورت پیش آئی۔ حضرتؒ سے مشورہ کے بعد مدرسہ فیض العلوم کی جدید تعمیر کے لئے سڑک سرکاری کے متصل نو بیگہ قطعہ اراضی خرید کر لیا اور حضرت کے سامنے یہ پروگرام رکھا کہ حضرت اس جگہ سنگ بنیاد نصب فرما دیں۔ حضرت نے فرمایا:

"جب رائے پور چلیں گے تو مرزا پور بھی چلیں گے اور یہ کام اسی وقت ہو جائے گا۔"

مؤرخہ ۷، شوال المکرم ١٣٩٧ھ کو رائے پور اور مرزا پور چلنے کا پروگرام طے ہوگیا۔ حضرت کے ساتھ متوسّلین و متعلقین میں اخص اہل اللہ کی ایک خاص جماعت ہمیشہ ہی سفر کرتی تھی۔ اس مرتبہ بھی مولانا منوّر حسین، مفتی محمود احمد، مولانا سجاد حسین صاحبان مدظلہم اور بڑے بڑے حضرات تھے۔

اس پروگرام کے مطابق کارکنانِ مدرسہ فیض العلوم نے اطراف میں اطلاع بھیجدی اور دیگر علماء کرام کو مدعو کر لیا۔

وہ وقت سعید آیا کہ مؤرخہ ۷، شوال ١٣٩٧ھ پنجشنبہ کو حضرت شیخ رح کا سفر رائپور ہوا اور مرزا پور بھی تشریف لے گئے۔ مرزا پور پہونچکر فرمایا:

"صدیق احمد! تیرا گاؤں آ گیا ہے؟"

میں نے عرض کیا جی حضرت! آگیا۔ پھر اس مقام پر جہاں یہ تقریب سعید ہونی تھی حضرتؒ کو لیجایا گیا۔ یہاں خاصا بڑا جلسہ تھا، لوگ منتظر تھے۔ زیارت کے مشتاقوں کو فیضیاب فرمایا اور دار جدید کی تعمیر کے لئے کھودی گئی بنیادوں میں خود ہی اترے اور اپنے دست مبارک سے خاصی مقدار میں اینٹیں نصب فرمائیں اور فرمایا کہ:

"بھائی سب لوگ اینٹیں رکھیں کوئی خالی نہ رہ جائے۔"

خواص میں سے ایک شخص جو حضرتؒ کے بڑے چہیتے تھے مگر تھے بغیر ڈاڑھی، ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

"بھائی سب سے اینٹ رکھاؤ ان ڈاڑھی منڈوں سے بھی رکھاؤ کوئی اینٹ رکھے بغیر نہ رہ جائے۔ یہ میرا مدرسہ ہے اس کو جلدی بناؤ۔"

صرف سنگِ بنیاد نصب فرما کر حضرت شیخؒ تو چند رفقاء سمیت روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد اس جگہ شیرینی تقسیم ہوئی اور اسی مقام پر حضرت مفتی محمود احمد صاحب مدظلہ العالی نے مجمع کو خطاب فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب نے بعد وعظ ونصیحت دعا کرائی۔ اور حضرت شیخؒ نے پانچ سَو روپے مدرسہ کو عنایت فرمائے۔

اس درس گاہ کی ذمہ داریوں کا بوجھ اب تک میرے کندھوں پر ہے۔۔۔

الحمد للہ کہ اس جگہ پر اب تک تین۳ درس گاہیں پختہ اور دو۲ نیم پختہ مگر چھپر پوش تعمیر ہو چکی ہیں۔ پلان بہت بڑا ہے، یہ خاکہ چالیس۴۰ کمروں اور درسگاہوں پر مشتمل ہے، مالی تخمینہ ساڑھے تیرہ لاکھ (۱۳،۵۰،۰۰۰) روپیہ کا ہے۔

اس ناکارہ کو کہیں جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ مگر ہاں تبلیغی اجتماع جامع مسجد سہارنپور میں شرکت کے لئے بعض مرتبہ میں عرض کر کے اجازت حاصل

کر لیتا اور بعض مرتبہ خود حضرت ہی فرمادیتے:

"آج جامع مسجد میں نہیں جائے گا؟"

بس بندہ جمعرات کے ہفتہ واری اجتماع میں شرکت کے لئے چلا جاتا۔ بعض مرتبہ فرماتے:

"(حافظ جی!) آج تو مرزا پور مدرسہ فیض العلوم نہیں گیا، وہاں سے کوئی خبر آئی، مدرسہ کا کیا حال ہے؟"

بندہ خاموش رہ جاتا۔

مدارس کے بارے میں حضرت کی خواہش

مدارس عربیہ کے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح نہج پر طلباء کی تربیت کرنے اور وقف کے مال میں امانتداری برتنے کے تاکیدی واقعات بہت گزرے ہیں مختلف واقعات ایسے ہیں کہ گاؤں کے معتقدین آتے تو ان سے کبھی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ اور کبھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری مہاجر مدنیؒ کے حالات کا تذکرہ اور کبھی اپنے چچا مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی تبلیغ کے نقش قدم کا نمونہ یاد کر کے گھنٹوں رونے لگتے۔

وقف کے مال میں امانتداری برتنے کے سلسلے میں منتظمین مظاہر علوم سے اکثر فرماتے رہتے۔

ایک مدت حضرتؒ ممدوح نے مظاہر علوم میں بخاری شریف اور صحاح ستہ کا درس بھی دیا۔ اوّل اوّل تو تنخواہ بھی لی۔ مگر حضرت جب اپنے کتب خانہ اور دوسرے ذرائع سے خود کفیل ہوئے اور وظیفہ کے سرمایہ کو اپنے لئے مناسب خیال نہ فرمایا تو وہ رقم جو مدرسہ مظاہر علوم کے خزانہ سے تنخواہ میں آئی وہ خزانہ کو

واپس فرمادی ۔ قربان جائیے ! حضرتؒ کی دوربینی کے ۔ چونکہ حضرت کی پونجی اس سیہ کار کے حوالہ ہی رہتی تھی اس لئے ایسی ہدایات بارہا اس ناکارہ کو بھی فرمائیں ۔

طلبہ کو عطایا درس بخاری شریف کے وقت حضرتؒ کی ایک خاص ادا تھی کہ مشائخ کے اقوال نقل فرماکر آخر میں فرماتے :

"سُنو ! اس حدیث کے بارے میں محدّثین کی رائے تو یہ تھی اور
(یہ چکی کا پاٹ یوں کہتا ہے) میری رائے یہ ہے "

ختم بخاری شریف پر اپنی طرف سے دورہ کے شرکاء کو ایک روپیہ فی کس انعام عطا فرماتے ۔ ۱۰ر محرم کے روزہ داروں کو دو دن تک مسلسل آٹھ آنہ فی کس انعام دیتے ۔ اشعار تو واقعی ہی حضرت بہت پڑھا کرتے تھے مگر اس ناکارہ کو تحریری نہ تقریری محفوظ کرنے کی شُدبُد نہ ہو سکی ۔ اور درس بخاری کے وقت طلباء سے اَسْمائِ حُسنیٰ کو حفظ سنتے اور ایک ایک روپیہ انعام عطا فرماتے تھے۔

دسترخوان پر تفریحی واقعات اکثر ذکر فرماتے رہتے ، اور بزرگوں کے اقوال بھی بیحد ذکر فرماتے ۔ سمجھنے والے سمجھ جاتے اور یہی طریقہ اصلاح کے لئے بہانہ بن جاتا ۔

حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

وطن مالوف اور ولادت حضرت مولانا[1] قاری رحیم بخش صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے والد ماجد کا اسمِ گرامی چودھری فتح محمد بن حافظ رحم علی ہے ۔ وطن مالوف اور جائے پیدائش پانی پت ہے جو تاریخی اہمیت کی جگہ ہونے کے علاوہ ہندوستان میں اہل اللہ اور قراء کا مسکن ہے اور حضرت شاہ بوعلی قلندر کا مرقد پاک ہونے کی وجہ سے خاص و عام میں مشہور ہے ۔ تاریخِ پیدائش رجب ۱۳۴۱ھ ہے ۔

حضرت قاری صاحب اپنے سفید رنگ اور خوبصورتی کی وجہ سے خاندان میں "مولوی بھورے" کے لقب سے مشہور تھے اور شیخ المشائخ امام القراء حضرت مولانا ابو محمد محی الاسلام پانی پتی (آپ کے دادا استاد) آپ کو چاند کہہ کر پکارتے تھے ۔ آپ ساڑھے تین سال کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور والدہ صاحبہ تعلیم و تربیت کی ذمہ دار ہوئیں ۔

ابتدائی تعلیم مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں حفظ قرآن کی ابتدا شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب مدظلہٗ (مقیم حال مدینہ منورہ) سے ۱۳۴۹ ہجری میں بعمر آٹھ سال کی اور دس برس کی عمر میں حفظ مکمل کر لیا ۔

فارسی عربی صرف و نحو منطق و فلسفہ کی ابتدائی کتابیں حضرت قاری فتح محمد صاحب اور حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب پانی پتی سے ۱۳۵۵ھ تا ۱۳۵۸ھ تک پڑھیں ۔

نکاح اوّل : سولہ سال کی عمر میں نکاح اول ۲۸ر محرم ۱۳۵۷ھ کو ہوا ۔

---

[1] یہ مضمون حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فاضل داماد حضرت قاری محمد طاہر صاحب رحیمی ، مدیر جامعہ رحیمیہ ملتان کی تالیف دلکش نقش سے ماخوذ ہے جو حضرت قاری صاحبؒ کی سوانح حیات ہے اور دراصل یہ مضمون ان ہی کا ہے ۔ احقر مرتب

دارالعلوم دیوبند

اکیس سال کی عمر میں حضرت قاری صاحب نے دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ یہاں آپ کا قیام ۸ ذوالقعدہ ۱۳۵۸ھ سے شعبان ۱۳۶۲ھ تک رہا۔

اساتذہ

آپ نے جن اساتذہ سے پڑھا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مفتی ریاض الدینؒ، حضرت مولانا قاری اصغر علیؒ، حضرت مولانا محمد سعیدؒ از متعلقین حضرت گنگوہیؒ، حضرت مولانا سید اختر حسین بن حضرت میاں اصغر حسینؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا محمد عبدالسمیعؒ، حضرت مولانا محمد ادریسؒ، حضرت مولانا محمد اعزاز علیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا فخر الحسنؒ۔ دارالعلوم دیوبند کا داخلہ کا واقعہ خود حضرت سنایا کرتے تھے، کہ مولانا اعزاز علیؒ نے شرح جامی کا امتحان لیا اور یہ شعر پوچھا:

بَتَیْہَاءَ قَفْرٍ وَّالْمَطِیُّ کَاَنَّہَا
قَطَا الْحَزْنِ قَدْ کَانَتْ فِرَاخًا بُیُوْضُہَا

"میں نے خالی بیابان میں سفر کیا۔ میری سواری اس قدر تیز تھی کہ گویا وہ ایسی چکور ہے جس کے انڈے بچوں کی شکل میں تبدیل ہو چکے ہوں کہ جس طرح وہ چکور اپنے بچوں کی طرف لپکتی ہے۔ اسی طرح میری سواری کا حال تھا۔" (شرح جامی ص ۳۲۰)

مولانا نے پوچھا کہ اس شعر میں قطا پرندہ مذکر ہے یا مؤنث؟ حضرت نے فرمایا کہ مؤنث ہے، دریافت کیا۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا دلیل خود اس شعر میں موجود ہے کہ اس میں قطا کے انڈوں کا ذکر ہے اور انڈے مؤنث و مادہ ہی کے ہوتے ہیں مذکر و نر کے نہیں ہوتے۔

مولانا اس جواب سے خوب محظوظ ہوئے اور مسکرا پڑے، بعد میں حضرت کے متولیان کے سامنے خوب تعریف کی۔ اور فرمایا کہ بچہ بہت ذہین ہے ان شاء اللہ خوب ہی خوب کامیابی ہوگی۔ چنانچہ آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے ہوئے۔ فللّٰہِ درّہ۔

ابتدائی تدریس

ذی القعدہ ۱۳۶۲ھ (مطابق ۱۹۴۲ء) میں قیام پاکستان سے چار سال قبل بعمر اکیس ۲۱ سال آپ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ کی دعوت وطلب پر بہ غرض تدریس قرآن مجید مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان میں تشریف لائے۔ جب کہ حضرت قاری صاحبؒ کا ابھی سبزۂ آغاز تھا۔ اس مسجد میں بنام مدرسہ محمدیہ تعلیم القرآن ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم تھا جو مولانا موصوف کی نگرانی میں چل رہا تھا۔ اس مدرسہ میں آپ نے تعلیم وتدریس وتحفیظِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت والا بے حد نازک مزاج تھے۔ نوعمری کا زمانہ تھا اور ماحول ان کے لئے یکسر نامانوس تھا۔ لیکن مولانا محمد علی صاحبؒ کے اخلاص وتواضع نے حضرت قاری صاحبؒ کو جمائے رکھا۔ اس وقت یہاں کوئی شخص بھی قرآن مجید کی صحیح تعلیم حاصل کرنے والا نہیں تھا۔ حضرت قاری صاحبؒ نماز تہجد کے بعد رو رو کر دعائیں کرتے تھے کہ اے اللہ! اس مسجد کو قرآن پڑھنے والوں سے آباد کر دے۔

آپ کی ان نیک دعاؤں ہی کا اثر تھا کہ بہت جلد ہی ہزاروں کی تعداد میں قرآنِ کریم کی صحیح تعلیم حاصل کرنے والے پیدا ہو گئے۔

نکاح ثانی اور پانی پت واپسی

آپ نے ذی القعدہ ۱۳۶۵ھ میں بعمر چوبیس ۲۴ برس پہلی اہلیہ کے انتقال پر دوسرا نکاح کیا، ربیع الاول ۶۶ھ کو ملتان سے اہلیہ کو پانی پت پہنچانے کے لئے گئے، ان دنوں ہندو مسلم فساد زوروں پر تھا۔ اور تقسیم ہند کی تیاریاں ہو رہی تھیں ان فسادات کی وجہ سے ریلوں کی آمدورفت بند ہوگئی اور آپ ملتان آنے کی بجائے وہیں پانی پت کے مدرسہ فیض القرآن میں کام کرنے لگے۔

اس مدرسہ میں چھ ۶ ماہ کام کرنے کے بعد شعبان ۱۳۶۶ھ میں سالانہ امتحان دلایا جو اپنے وقت کے امام القراء حضرت مولانا القاری ابو محمد محی الاسلام عثمانیؒ نے لیا اور فرمایا:۔

"کہ جب اللہ جل شانہ، کام لینے پر آتے ہیں تو چھوٹے بچوں سے

لے لیتے ہیں۔ اس بچہ نے چھ ماہ میں مدرسہ کی کایا پلٹ دی، جو کام عرصہ دراز سے خراب چلا آتا تھا وہ سب درست ہو گیا"۔

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

"کہ مجھے اس بچہ سے بہت سی توقعات ہیں"۔

اور الحمد للہ کہ آپ نے وہ توقعات پوری کر دکھائیں۔ ۲۷ رشب رمضان ۱۳۶۶ھ کو تقسیم ہند ہوئی اور پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔ اور تبادلۂ آبادی شروع ہو گیا۔ تو حضرت موصوف بھی اسی سلسلہ میں پاکستان آگئے اور حسبِ سابق حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے فرمان پر اپنی سابق جگہ مدرسہ محمدیہ تعلیم القرآن مسجد سراجان حسین آگاہی ملتان میں مشغولِ تدریس ہو گئے۔

اولاد

پہلے نکاح سے ایک فرزند قاری محمد عبداللہ صاحب اور ایک صاحبزادی ہوئیں اور دوسرے نکاح سے تین صاحب زادے مولانا قاری محمد عبید اللہ صاحب۔ مولانا قاری محمد اہل اللہ صاحب اور قاری محمد نصر اللہ صاحب اور پانچ صاحب زادیاں ہوئیں الحمد للہ سب بقید حیات ہیں اور تمام صاحب زادے اور صاحبزادیوں کی شادیاں ہو چکیں سوائے ایک قاری نصر اللہ صاحب تمام صاحبزادے اور بڑے داماد حضرت حافظ صدیق صاحب کے سوا تمام ——— داماد قرارت عشرہ کے قاری اور حافظ ہیں اور حضرت قاری صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور سب ہیں الحمد للہ نیکی اور دین داری اور تدریسی مہارت اور اوقات کی پابندی ہے اور پاکستان کے مختلف شہروں میں قرآن پاک کی حفظ و قرارت کی تعلیم میں مصروف ہیں۔ قاری محمد عبید اللہ صاحب حضرت قاری صاحب ہی کی جگہ پر خیر المدارس ملتان میں کام کرتے ہیں اور مسجد سراجاں میں خطیب امام ہیں۔

دامادوں میں حضرت قاری محمد یٰسین صاحب جو صدر درجہ قرآن دار العلوم کراچی ہیں حضرت کو بہت عزیز تھے اور تعطیلات کا ایک حصہ حضرت ان ہی کے پاس کراچی میں گزارنا پسند فرماتے تھے۔

قرآن کریم سے جو خاص شغف حضرت کو تھا اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ تمام صاحبزادگان

کے لئے قرآن کریم ہی کا پڑھنا اور پڑھانا پسند فرمایا اور تمام اولاد کے لئے زوجیت و رفاقتِ حیات جیسے اہم و نازک رشتہ کے معاملہ میں حسب و نسب اور جاہ و مال والے خاندانوں کے مقابلہ میں اپنے تلامذہ ہی کے دیندار علماء، حفاظ، قراء کے گھرانوں کو ترجیح دی اور تمام بچوں اور بچیوں کی تقاریبِ نکاح بے انتہا بے تکلفی اور روایتی و مثالی سادگی کے ساتھ مروجہ رسوم و بدعات سے قطعی پاک وصاف اور شریعتِ مطہرہ کے عالی شان و پرشوکت طریق کے عین مطابق منعقد فرمائیں اور اس بارہ میں کسی بھی لَوْمَةَ لَائِمٍ کی ذرا بھی پروانہ کی۔ فَلِلّٰهِ دَرُّهٗ وَعَلَيْهِ اَجْرُهٗ۔

تدریس کا دورِ شباب

شوال ۱۳۶۷ھ میں مسجد سراجاں مدرسہ محمدیہ کو خیر المدارس کی شاخ بنا کر اس میں مدغم اور ضم کر دیا گیا تو حضرت موصوف ۶۸ھ سے لجمر چھبیس [۲۶] سال استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ کی سرپرستی میں جامعہ خیر المدارس میں (جو تقسیم ہند کے بعد جالندھر سے ملتان منتقل ہوا تھا) بہ حیثیت صدر مدرس قرارت تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ تاہم مسجد سراجاں بدستور ان کا مستقر اور ان کے فیوض و برکات کا مرکز رہی۔ آخری لمحہ تک وہ خیر المدارس کے صدر شعبۂ قرارت و تجوید اور مسجد سراجاں کے خطیب رہے۔ گویا پہلے دن جہاں قدم رکھا تھا۔ وہیں سے سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے۔

آپ کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ صبح کو مدرسہ کے اوقاتِ تعلیم سے نصف گھنٹہ قبل اپنی درس گاہ میں تشریف لایا کرتے اور نمازِ عصر تک خیر المدارس میں پھر عشاء تک مسجد سراجاں حسین آگاہی میں تعلیم دیتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی مدرسہ کا ناغہ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ بیماری کے ایام میں بھی یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہا۔ حضرت مرحوم وقت کے بڑے قدر دان تھے ہر کام اپنے وقت پر خوب باقاعدگی و پابندی کے ساتھ کرتے اور شاگردوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے اور ان کی اخلاقی تربیت پر بھی ہمیشہ نظر رکھتے تھے۔ تہجّد کے وقت شاگردوں کی کامیابی کے لئے نہایت تضرع و زاری کے ساتھ خوب خوب دعائیں کیا کرتے تھے۔ تا زیست آپ کا یہی معمول رہا۔

حلقۂ تلامذہ

۱۳۶۲ تا ۱۴۰۲ھ کے چالیس سالہ دورِ تدریس میں آپ سے سینکڑوں قراء اور ہزاروں حفاظ نے استفادہ کیا جو صرف پاکستان ہی نہیں۔ بلکہ دنیا کے مختلف ممالک مشرقِ وسطی، افریقہ، ہندوستان اور حرمین شریفین میں بھی قرآن کریم اور فن تجوید و قراءت کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کے تلامذہ میں دیوبندی، اہلِ حدیث، بدعتی تمام مکاتبِ فکر کے افراد شامل ہیں۔ اور سبھی آپ کے فن کی داد دیتے ہیں اور آپ کے کمال کے بہ دل وجان خوب ہی خوب معترف ہیں۔ جن بچوں نے آپ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی جس میں انہوں نے قاعدہ پڑھا، نماز و کلمات و دعائیں اور آخری سورتیں یاد کیں۔ ان کی تعداد کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ ہی سب کچھ جانتے ہیں۔ البتہ جنہوں نے حفظ و ضبط مکمل کیا۔ انکی تعداد آٹھ صد ہے اور سبعہ وعشرہ قراءت سے فراغت پانے والوں کی تعداد ایک صد سے زائد ہے۔

فتنۂ قادیانیت، تحریکِ ختمِ نبوت اور گرفتاری

حضرت قاری صاحب تحریک کی فعال شخصیتوں میں سے تھے آپ ملتان میں تحریک کے بانی قرار دیئے گئے اور حضرت کی گرفتاری کے بعد ملتان میں تحریک ختم ہو گئی۔ لاہور سینٹرل جیل میں شعبان ۱۳۷۲ھ سے ربیع الآخر ۱۳۷۳ھ تک رہے۔ اسی دوران جیل ہی میں روایات اور قراءت پڑھانے اور مسائل کے مرتب کرنے کا آغاز ہوا۔ حضرت کی خدمت میں جیل کے قیام کے دوران علماء کی ایک بڑی جماعت قرآن پاک کی تصحیح کرتی رہی۔ اور جیل میں بھی تدریس و تالیف کا سلسلہ جاری رہا۔

حج اور عمرہ

پہلا حج حضرت نے ۱۳۷۵ھ میں ۳۳ سال کی عمر میں کیا۔ اسی حج کے دوران مدینہ منورہ کے قیام میں ایک دن یہ خیال آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں خود سنتے ہیں لہٰذا ایک قرآن یہ نیت کر کے پڑھنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے استاذ ہیں اور میں سنا رہا ہوں۔ چنانچہ چند یوم میں ایک قرآن پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے ریاض الجنہ میں اسی نیت سے ختم کیا۔ فرماتے تھے اس کی برکات واضح نظر آئیں۔

مدینہ شریف میں بھی حضرت ہی کے شاگرد رشید حضرت قاری عبداللہ صاحب قصوری سے اعلیٰ قسم کا حفظ اور قراءت کا کام ہوا جس کو سعودی حکومت نے بھی پسند کیا اور پاکستان اور دوسرے ممالک میں بھی حضرت کا فیض حضرت کے تلامذہ نے عام کیا جن کی مجموعی تعداد ڈیڑھ سو سے زاید ہے۔

حضرت نے کل دس حج اور متعدد عمرے ادا کئے

حفظ و تحفیظ کے مجدد

آپ کی بے مثال قوی التاثیر، نہایت ٹھوس اور وقیع، پوری پوری مواظبت و پابندی کے ساتھ شبانہ روز ان تھک خدمتِ قرآن، آپ کے تدریسی قواعد و ضوابط، اُصول و طُرق آپ کی تالیفات بالخصوص رسائل قراءت جن میں آپ نے ہر ہر روایت و قراءت کے اصول و فروش کو الگ الگ مرتب کر کے شروع قرآن سے آخر تک بالترتیب ان کا بتمامہ اجراء بھی کیا ہے تاکہ جو بچے حافظ ہیں وہ ان رسائل سے ہر ایک روایت و قراءت کو بھی نہایت آسانی سے یاد کرلیں۔ اسی طرح تکمیل الاجر فی القراءت العشر، تحفۃ الحفاظ اور رسالہ طریقہ حفظ قرآن یہ تمام امور اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ آپ قراءت اور انکی تدوین و تسہیل اور پھر ان کی تالیف و تدریس اور قرآن کریم کے معیاری حفظ و تحفیظ میں امام بلکہ مجدد و مجتہد اور بے مثل استاذ تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ حضرت قاری صاحبؒ کو تجوید و قراءت کا امام و مجتہد تسلیم کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

"قاری صاحب سے مل کر قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ کئی صدیوں میں جا کر ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں"

سلسلہ بیعت و اجازت

آپ نے اوّلاً ۱۳۶۴ھ میں بعمر ۲۳ سال حضرت شیخ الاسلام مولانا السیّد الامام حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے موصوف کی ملتان تشریف آوری پر بیعتِ طریقت فرمائی۔ پھر حضرت کے وصال کے بعد قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ سے

بیعت ہوئے۔

آپ اس بیعت کا واقعہ خود بیان فرماتے تھے کہ جب میں حضرت رائے پوری علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوا تو عرض کیا کہ حضرت مجھ سے ذکر تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ہر وقت تعلیم قرآن میں مشغول رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب آپ تعلیم قرآن کے لئے بیٹھا کریں تو ذکر اللہ کی نیت کر لیا کریں کیونکہ قرآن سے بہتر کوئی ذکر نہیں ہو سکتا یہی آپ کا ذکر ہوگا۔

چنانچہ آپ آخر عمر تک اس پر عمل پیرا رہے اور اس نیت کی خوب ہی برکات عطا ہوئیں، حضرت رائے پوری کے وصال پر غالباً ۱۳۸۹ھ میں بعمر ۴۸ برس قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ سے بیعت فرمائی، حضرت والا نے ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ میں بعمر ۵۷ سال بمقام مدینہ طیبہ آپ کو چاروں سلسلوں میں مجاز بیعت فرمایا۔ اور آپ اُن کے خلیفۂ مجاز ہوئے۔

اور اس سے قبل غالباً ۱۳۹۶ھ میں بعمر ۵۵ برس حضرت مولانا القاری فتح محمد صاحب مدظلہٗ نے بھی آپ کو مجاز فرما دیا تھا۔

عشقِ رسول و تقرب نبوی

حضرت رحمۃ اللہ کی ایک عظیم ترین و بنیادی فضیلت و منقبت جس کا علم اخص الخواص حضرات ہی کو ہو سکا ہے وہ بارگاہِ نبوت میں قرب اور حضرت سید الکائنات باعثِ تخلیق دو عالم جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی تک رسائی ہے وہ حُبِّ نبوی میں ڈوبے ہوئے تھے یہی چیز تھی جو ان کو ہر سال (مختلف امراض میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود) کشاں کشاں دربار نبوی میں حاضر کر دیا کرتی تھی۔

ایک صاحب کہتے ہیں کہ جب میں نے فضائل درود شریف (مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ) میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت میسّر آنے کے مختلف اعمال و اَذکار پڑھے تو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کیا آپ نے بھی زیارت کی ہے؟ حضرت نے فرمایا الحمد للہ بہت دفعہ۔ میں نے عرض کیا کہ اس سلسلہ میں آپ نے کیا عمل اختیار

فرمایا ہے؟

فرمایا جب سے دلائل الخیرات مواظبت کے ساتھ پڑھنی شروع کی ہے اس وقت سے یہ برکات ظاہر ہوئی ہیں۔

عابد اور متقی

آپ نہایت عابد و زاہد اور متقی انسان تھے آپ نے ہمیشہ سادگی کو اپنا شعار بنایا، تعلیم کے ساتھ اوراد و اشغال بھی کیا کرتے، نمازِ تہجد نہایت پابندی و دوام سے ادا فرماتے اور اس میں کئی کئی پارے تلاوت فرماتے۔ عموماً رات کو ڈیڑھ دو بجے بیدار ہو جایا کرتے اور فجر کی اذان تک عبادت و دعا میں مشغول رہتے صرف اذان سے قبل دس یا پندرہ منٹ آرام فرماتے شب بیداری، تلاوت کے ساتھ شغف، خدمتِ قرآن، دینی استقامت، حبّ فی اللہ، بُغض فی اللہ، نماز باجماعت، صف اوّل اور تکبیر اولیٰ کی پابندی یہ چیزیں تو گویا انکی عادت ثانیہ بن چکی تھیں۔ نماز میں خشوع و حضور کا کچھ اندازہ اس سے ہو سکتا ہے فرمایا کرتے تھے کہ جب سجدہ میں جانا ہوتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا اپنا سر حق تعالیٰ کے قدم مبارک پر رکھ دیا ہے۔

نظم و ضبط اوقات

تعلیمی اوقات کے آپ بہت ہی پابند تھے۔ روزانہ تعلیمی وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے درس گاہ میں پہنچ جانے کا معمول تھا کبھی اس کے خلاف ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ پھر تعلیم کا پورا وقت مقررہ درسگاہ میں خوب جم کر اور انتہائی استقامت و ہمّت سے گزارتے تھے۔ ایک منٹ کے لئے بھی درس گاہ سے غیر حاضری گوارا نہ تھی اور ناغہ تو ان کے ذہن کے کسی گوشہ میں بھی نہ تھا خود فرمایا کرتے تھے کہ ناغہ ہماری فہرست میں نہیں۔ حتیٰ کہ جمعہ کے روز بھی ناغہ نہ فرماتے تھے۔ اس روز بھی مسجد میں تعلیم ہوتی تھی۔

تعلیم قرآن کے ساتھ اس قدر عشق تھا کہ آپ غالباً نو ۹ ماہ وجع مفاصل اور جوڑوں کے شدید درد میں مبتلا رہے حتیٰ کہ ہاتھ سے لوٹا اٹھانا اور کھانا تناول فرمانا اور نقل و حرکت بھی بہت دشوار تھی۔ گھر میں شدید درد و تکلیف کا احساس ہوتا۔ لیکن جب مدرسہ کا تعلیمی وقت ہوتا

تو یوں محسوس ہوتا کہ اب قطعی کوئی بیماری و تکلیف نہیں۔ ماشاء اللہ خوب تندرست اور رُو بہ صحت نظر آنے لگتے گویا کوئی تکلیف ہے ہی نہیں اور حسب معمول وقت مقررہ سے آدھا گھنٹہ پہلے درس گاہ میں حاضر ہو جاتے اور بعد از فراغت جب گھر تشریف لاتے تو پھر وہی پہلے والی کیفیت عود کر آتی۔ تعلیم کی باقاعدگی و پابندی کا یہ عالم تھا کہ فرطِ جذبات میں بسا اوقات یوں فرمایا کرتے کہ ہمارے گھر میں کوئی فوتگی و حادثہ اللہ کو منظور ہے تو خدا کرے کہ وہ جمعہ اور چھٹی کے دن میں واقع ہو تاکہ پڑھائی کا حرج نہ ہو۔

اور اللہ کی قدرت و شان کہ اکثر و بیشتر اس قسم کے حوادث، جمعہ اور چھٹی کے دن ہی میں واقع ہوتے۔ جس کا ایک تازہ اور معجزانہ نمونہ آپکی وفات کا ہے کہ مرض الوفات اور وصال دونوں، ایام رخصت ہی میں رونما ہوئے کہ نہ تو آپ ہی کی تعلیم کا حرج ہوا۔ اور نہ ہی بیمار پرسی و تیمارداری اور تعزیت کرنے والے تلامذہ و اساتذہ قرآن ہی کا نقصان ہوا۔

اوقات تدریس کی پابندی ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ سردی، گرمی، موسمی تغیرات ضعیفی و کمزوری کوئی چیز ان کے راستہ میں حائل نہیں ہوتی تھی۔ اور مدرسہ کے وقت سے پہلے وہ درس گاہ میں موجود ہوتے تھے۔

حج و عمرہ پر تشریف لے جاتے (جو آخری سالوں میں قریباً سالانہ معمول بن گیا تھا) تو واپسی پر کراچی میں ایک رات بھی قیام گوارا نہ فرماتے (حالانکہ یہاں ان کی صاحبزادی اور دیگر اعزّہ ہیں) بلکہ آتے ہی ایسی گاڑی سے سفر فرماتے جو صبح سویرے ملتان پہنچا دے اور اسٹیشن سے سیدھے خیر المدارس اپنی درسگاہ میں تشریف لے جاتے۔ اور تعلیم کے اوقات ختم ہونے کے بعد گھر جاتے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت قاری صاحبؒ سفر حج سے واپسی پر پہلے گھر تشریف لے گئے ہوں۔ اور وہاں سے درس گاہ میں تشریف لائے ہوں۔

حضرت قاری صاحبؒ کے یہاں صرف مدرسہ ہی کے اوقات کی پابندی نہ تھی۔ بلکہ انکی تعلیم کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا تھا۔ عموماً مدرسہ کے وقت سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے گویا نماز فجر کے متصل ہی حضرت قاری صاحبؒ کی درسگاہ میں تعلیم شروع ہو جاتی

تھی۔ ہمارے مدارس میں عصر سے مغرب تک کا وقت چھٹی کا ہے لیکن حضرت قاری صاحبؒ کے ہاں اس وقت بھی تعلیم جاری رہتی تھی۔ اور پھر تعلیم و تدریس کے ان طویل ترین اوقات میں حضرت قاری صاحب ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی کہ یہ شخص اتنی طویل نشست پر کیسے قادر ہے؟

حضرت قاری صاحبؒ طلباء کی چھٹی کے قائل نہیں تھے۔ مریض طلباء کو بھی حکم تھا کہ اگر وہ پڑھنے پر قادر نہیں تو درس گاہ میں آ کر لیٹ رہیں لیکن درس گاہ سے غیر حاضری انہیں گوارا نہیں تھی۔

حضرت قاری صاحبؒ پر اتباع سنت کا غلبہ تھا اور یہ ممکن ہی نہیں کہ جس کے قلب و نظر میں اس جمال جہاں تاب صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو ہو وہ حسب استعداد و ظرف اپنے اور بیگانوں کے لئے جلوت و خلوت میں کشش اور دلکشی رحمت و راحت، محبت و طمانیت اور خیر و برکت کا سبب نہ ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ نظم و ضبط اور تدریس کے امور میں رعایت نہ کرنے اور ظاہراً سختی کے باوجود حضرت قاری صاحبؒ شاگردوں کے مخلص بہی خواہ اور محبت کرنے والے تھے اور شاگردوں کو بھی ان سے حقیقی محبت اور عقیدت تھی جس کا مشاہدہ روزان پرانے شاگردوں کے طور و طریق سے ہوتا تھا جو دور دراز سے پروانہ وار حضرت کی مجلس میں محض حضرت کی زیارت کے لئے آتے تھے دوستوں اور اہلِ تعلق کے ساتھ بھی حضرت کا معاملہ محبت اور ایثار کا تھا۔

حضرت قاری صاحبؒ کی گھریلو زندگی نہایت شگفتہ اور پیار محبت کی تھی۔ عام لوگ بھی۔ بازار کے دوکاندار اور دوسرے لوگ جن کا کوئی تعلق یا واسطہ نہ تھا حضرت قاری صاحب کا بہت احترام کرتے تھے اور حضرت کی طرف سے سوائے حسن سلوک، تواضع اور خیر کے کوئی اور بات نہ ہوتی تھی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی اجازت کے بعد حضرت قاری صاحب کا رنگ ہی اور تھا۔ جو دیکھ نہ سکتا ہو نگہت گل وہ بھی محسوس کرتا ہے۔

اپنے تمام اکابر سے حضرت قاری صاحب کو بے حد عقیدت اور محبت تھی۔ اور

خصوصیت کے ساتھ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے فرماتے تھے کہ حضرت شیخ کی آپ بیتی اور دوایک کتابیں مستقل میرے سرہانے رہتی ہیں جن کو سونے سے پہلے روز دیکھتا ہوں۔ شاگردوں یا احباب کی مجلس میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا تذکرہ حضرت قاری صاحب کی مخصوص انداز گفتگو میں بڑا پیارا معلوم ہوتا تھا حضرت شیخ کے ایک مرید حضرت قاری صاحب کی اس ادا پر گردیدہ ہو کر انکی خدمت میں مسجد میں رہنے لگے کہ:

کہ ما دو عاشق زاریم وکار ما زاریست

کی سعادت نصیب ہو۔

اور حضرت قاری صاحب نے بھی بہ کمال شفقت و محبت و تواضع شاید ان کو اس ایک وجہ سے اپنے قرب سے نوازا اور اپنی شفقت ان پر عام کی اور عمر بھر نبھایا اور انہوں نے آج تک اس مسجد کو نہیں چھوڑا۔

تالیف وتصنیف

تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت کی تالیف وتصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ حضرت نے ۲۳ رسائل وکتب اوقات تعلیم ہی میں درس گاہ میں بیٹھ کر تالیف فرمائیں۔ اور کمال یہ کہ تعلیم میں بھی کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہوا۔ کتب کی فہرست درج ذیل ہے۔

تنویر شرح تیسیر۔ رسائل قرارت عشرہ۔ یہ نو رسائل ہیں جن میں ہر ہر قرارت اور روایات کو علیحدہ علیحدہ مرتب کیا ہے۔

تکمیل الاجر فی القرارت العشر۔ آداب تلاوت مع طریقہ حفظ قرآن۔ تحفۃ الحفاظ المعروف بہ متشابہات القرآن۔ العطایا الوھبیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریۃ۔

تکثیر النفع فی القرارت السبع۔ المہذّبہ فی وجوہ الطیّبہ۔ المرآۃ النیرہ فی حل قصیدہ الطیّبہ۔ غایۃ المہرہ فی الارلفیۃ بعد العشرہ۔ الخط العثمانی۔ ہدایات الرحیم ختم قرآن کا مستحب طریقہ۔ تاج المصاحف۔

وفات

۶ر ذی الحجہ یوم جمعہ حسب معمول تعلیم قرآن کریم میں مسجد سراجان میں مصروف تھے کہ بعد نماز مغرب کان میں شدید درد ہوا اور اس کے معاً بعد بیہوش ہوگئے اسی حالت میں نشتر میڈیکل کالج لے جائے گئے وہاں چھ دن تک

بے ہوشی اور استغراق کے عالم میں رہے۔ اسی عالم میں ایک دن حضرت قاری صاحب کے ایک شاگرد سورہ یٰسین سنا رہے تھے کہ پریشانی میں اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ کو غلطی سے را کے پیش سے پڑھا۔ حضرت نے فوراً سر کا اشارہ کیا گویا کہ غلطی پر متنبہ کیا اور جب انہوں نے صحیح پڑھا تو پھر سر ہلایا کہ ٹھیک ہے۔

۱۱ر اور ۱۲ر ذالحجہ کی درمیانی شب مطابق ۹ ۲ر ستمبر ۱۹۸۱ء تقریباً ساڑھے دس بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡن۔

جنازہ میں لوگوں کا انبوہ کثیر تھا۔ نماز جنازہ پرانے قلعہ پر جناب مولانا اسلم صاحب خطیب و امام جامع مسجد نشتر کالج نے پڑھائی اور جمعرات کے دن مطابق ۱۷ر ستمبر ۱۹۸۱ء غروب آفتاب سے ذرا قبل جامعہ خیر المدارس میں خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور مفکر اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب کے درمیان دفن ہوئے۔

رب اغفرلہٗ وارحمہ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر

خلقہ وعلی آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم تسلیماً

کثیراً کثیراً

تصنیفاتِ عالیہ و تالیفاتِ مبارکہ

برکۃ العصر، قطب العالم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی (۱) اپنی تصانیف (۲) اور وہ تصانیف جو حضرتِ والا کے امتثالِ امر میں حضرت والا کی خواہش کے مطابق حضرت والا کے معتمدین نے حضرت والا کے خزینۂ علم سے استفادہ کرتے ہوئے لکھیں :-

۱- تاریخ مشائخ چشت
۲- خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
۳- حکایاتِ صحابہ رض
۴- فضائل ذکر
۵- فضائل نماز
۶- فضائل قرآن مجید
۷- فضائل رمضان
۸- اکابر کا رمضان ضمیمہ فضائل رمضان
۹- فضائل تبلیغ
۱۰- فضائل درود شریف
۱۱- فضائل حج
۱۲- فضائل صدقات - حصہ اول
۱۳- فضائل صدقات - حصہ دوم
۱۴- فضائل تجارت
۱۵- فضائل عربی زبان
۱۶- موت کی یاد
۱۷- تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات
۱۸- مکتوباتِ شیخ بنام اکابرین
۱۹- مکتوبات تصوف
۲۰- مکتوبات علمیہ
۲۱- معارف الشیخ

۲۲- کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات
۲۳- الاعتدال فی مراتب الرجال
المعروف بہ اسلامی سیاست
۲۴- خوانِ خلیل (ضمائم)
۲۵- قرآن مجید اور جبریہ تعلیم
۲۶- حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۷- تقریر بخاری شریف
۲۸- آپ بیتی (اوّل تا سات)
۲۹- تاریخ مظاہر العلوم
۳۰- مقدمہ ارشاد الملوک
۳۱- مقدمہ اکمال الشیم
۳۲- داڑھی کا وجوب
۳۳- اختلاف الائمہ
۳۴- رسالہ اسٹرائک
۳۵- شریعت و طریقت کا تلازم
۳۶- اکابر علماء دیوبند
۳۷- فتنۂ مودودیت
۳۸- نسبت و اجازت
۳۹- تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن
۴۰- نصائح حج و مکتوب گرامی
۴۱- تین مکتوب (اضافات مفیدہ)

۴۲- معمولاتِ رمضان
۴۳- مکاتیب حضرت شاہ مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ
۴۴- ملفوظات "
۴۵- حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت
۴۶- سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ
۴۷- سوانح حضرت مولانا محمد ھارون صاحبؒ
۴۸- تذکرۃ الخلیلؒ
۴۹- فتاویٰ خلیلیہ
۵۰- حیاتِ خلیلؒ
۵۱- تکملۃ الاعتدال فی مراتب الرجال
۵۲- انعام الباری شرح اشعار البخاری
۵۳- وصایا امام اعظم ابوحنیفہؒ
۵۴- مکتوباتِ شیخ الاسلام بسلسلۂ مودودیت
۵۵- حقوق الوالدین
۵۶- فضائل صحابہؓ
۵۷- حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ
اور تبلیغی جماعت
۵۸- سفرنامۂ افریقہ
۵۹- حضرت شیخؒ کی دینی فکر
۶۰- تنقید و حق تنقید
۶۱- اکابر کا سلوک و احسان

۶۲- اکابر کا تقویٰ
۶۳- آداب الحرمین
۶۴- ابتدائی اذکار و اشغال برائے
متوسلین حضرت شیخؒ
۶۵- فیضِ شیخ
۶۶- مختصر الحزب الأعظم
۶۷- اُمّ الامراض
۶۸- ذکر و اعتکاف کی اہمیت (مجموعۂ رسائل ثلاثہ)
۶۹- محبّت (جدید اڈیشن باضافہ)
۷۰- کتاب الصلوٰۃ
۷۱- حضرت اقدسؒ کے وصال کے بعد
۷۲- محبوب العارفین
۷۳- بہجۃ القلوب فی مبشرات النبی
المحبوب صلی اللہ علیہ وسلم
۷۴- شجرہ نقشبندیہ مع طریقہ ذکر خفی
۷۵- فضائل لباس (اردو)
۷۶- فضائل لباس (انگریزی)
۷۷- حضرت شیخؒ اتباع سنت کی روشنی میں (اردو)
۷۸- " " (انگریزی)
۷۹- مجالس ذکر
۸۰- صقالۃ القلوب

۸۱- سوانح حضرت شیخؒ از مولانا علی میاں
۸۲- الفرقان خصوصی نمبر حضرت شیخؒ
۸۳- خدّام الدین "
۸۴- چہل حدیث درود شریف
۸۵- منزل برائے دفع سحر
۸۶- معمولات کا پرچہ

عربی تصانیف

۸۷- بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد
۸۸- الکوکب الدری علی جامع الترمذی
۸۹- لامع الدراری علی جامع البخاری
۹۰- اوجز المسالک الی مؤطا امام مالک
۹۱- الابواب والتراجم للبخاری
۹۲- الحل المفہم لصحیح مسلم
۹۳- جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۹۴- الحظ الاوفر فی الحج الاکبر
۹۵- الشریعۃ والطریقۃ
۹۶- وجوب اعفاء اللحیۃ
۹۷- اھمیۃ التصوف والسلوک فی الاسلام
۹۸- الاستاذ المودودی ونتائج بحوثہ وافکارہ
۹۹- الشیخ محمد الیاس ودعوتہ الدینیۃ

ملنے کے پتے

مکۃ المکرمہ:

مکتبہ امدادیہ۔ باب العُمرہ

مدینہ منورہ:

مکتبۃ الایمان و مکتبۃ الکوثر۔ باب المجیدی

پاکستان:

مکتبۃ الشیخ۔ کراچی

مدینہ اسٹیشنری مارٹ۔ انارکلی لاہور

مکتبہ فیضِ شیخ۔ چوہڑ ہڑپال۔ راولپنڈی

ھندوستان:

کتب خانہ یحیوی۔ مفتی محلہ سہارنپور

زامبیا:

معہد الرشید الاسلامی۔ چپاٹا۔ زامبیا